حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سیرت پر نہایت جامع و صحیح تالیف

اصح السیر

مع مختصر خصائل نبوی یعنی نبوی لیل و نہار

تالیف

جناب مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف دانا پوری

رسول خدا کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک فعل اسلام میں حجت ہے روایات کے الفاظ اور معانی میں ادنیٰ تغیر کرکے مذاہب بن گئے ہیں اس کتاب میں ہر لفظ ہر سطر اور ہر روایت کو بڑی جانچ اور کمال احتیاط کے ساتھ نہایت معتبر کتب سے لکھا گیا ہے۔

ناشر

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ کراچی

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

کتاب مستطاب

اصح السیر

مع

مختصر خصائلِ نبوی

فی ھدے

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی

سوانح اقدس جناب سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں مقدمہ سیرت مع تاریخ عرب قبل البعثت مختصر مگر نہایت جامع ہے پھر سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از ولادت تا وفات۔ انساب کا حال۔ مکمل کتاب المغازی مکمل کتاب الاموال۔ کتاب الوفود۔ حضور کے قاصد و مکاتیب۔ حجۃ الوداع کا مفصل حال۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہے بہت سے اہم معرکۃ الآراء مسائل پر عالمانہ بحث ہے۔ اور یہ سب چیزیں اصح ترین روایات سے ماخوذ ہیں

تالیف — حضرت مولانا حکیم ابو البرکات عبدالرؤف صاحب قادری دانا پوری

میر محمد، کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

اصح السیر

فی ہدی

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

مع

مختصر خصائلِ نبوی

یعنی

نبوی لیل و نہار

ناشر

میر محمد

کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حامداً و مصلیاً

خدا کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔ اور اس کے اس انعام کا کن لفظوں میں ذکر کروں کہ آج جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک حصہ پیش کرنے کے لائق ہوا۔ یہ میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ، اور میری محنت کا سب سے بڑا اندوختہ ہے اور خداوندِ عالم اگر قبول فرمائے تو میری نجات کا سب سے بڑا ذریعہ ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس تصنیف میں کتنی مدت صرف ہوئی اس لئے کہ حدیث دوست کے سوا دنیا میں میرا مشغلہ ہی کیا تھا۔ نہ معلوم کتنی راتیں جاگی گئیں، کتنے دفتر چھانے گئے کتنے اوراق اُلٹے گئے۔ لیکن اس تمام تحقیق و تفتیش کا مطلب صرف ایک تھا وہ یہی کہ حضورؐ کی تعلیم و طریقہ کا صحیح حال معلوم ہو۔ بظاہر حضورؐ کی سیرت پر کوئی کتاب لکھنی زیادہ مشکل کام نہیں ہے اس لئے کہ بے شمار کتابیں سیرت اور مغازی پر لکھی جا چکی ہیں۔ احادیث کے متون و شروح حضورؐ ہی کے حالات سے معمور ہیں ان کو پیشِ نظر رکھ کر تھوڑے دنوں میں ایک سیرت بآسانی مرتب کی جا سکتی ہے۔ حضورؐ کے چھوٹے بڑے سب حالات ان کتابوں میں موجود ہیں، لیکن باوجود اس کے اب بھی یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور کثرتِ تصنیف ہی کثرتِ اختلاف کا باعث ہے، جس کی وجہ سے حقائق کی تلاش اہلِ نظر ہی کر سکتا ہے دوسرا نہیں۔

یہ رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے۔ آپ کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک فعل اسلام میں حجت ہے۔ روایات کے الفاظ اور مفاہیم کے ادنیٰ تغیر سے مذاہب بن گئے ہیں۔ اس لئے ہر ہر سطر، ہر ہر لفظ اور ہر ہر روایت کو بڑی جانچ اور بڑی احتیاط سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ اتنی کثیر تصنیفات کے باوجود مغازی کی ترتیب اور اس کی تکمیل جس قدر مشکل ہے اس سے اہلِ نظر واقف ہیں۔ جو ترتیب مغازی کی میں نے اس کتاب میں رکھی ہے غالباً وہ اصح ترین ترتیب ہے اور اہم مواضع اختلاف کے موقع پر میں نے اس کے وجوہ و دلائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے ہیں۔ گو طوالت کے خوف سے اکثر تفصیلی مباحث سے احتراز کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اہلِ علم اس کتاب میں کتابُ المغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے۔

اُردو میں سیرت پر بہتر کتاب صرف ایک ہی اب تک لکھی گئی ہے۔ یعنی مولانا شبلی کی سیرتِ نبوی مگر انہوں نے مغازی پر جو کچھ لکھا ہے بادلِ ناخواستہ۔ اس میں جو کچھ خامیاں ہیں، اہلِ علم سے مخفی نہیں ہیں خصوصاً غزوۂ بدر کے حالات میں تو انہوں نے عجیب و غریب جدت کی ہے۔ تمام واقعات کو پلٹ دیا

ہے، تمام روایات صحیحہ کو ترک کر دیا ہے۔ قرآن پاک سے غزوہ کے حالات کو مُرتب کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور قرآن پاک کے مطالب ایسے لئے ہیں، اور اس سے وہ باتیں پیدا کی ہیں جو اَب تک کسی نے نہ کی تھیں۔ مولانا کی نیت خراب نہ تھی واقعات میں اُلٹ پھیر اور مطالب میں ردّ و بدل انھوں نے اس لئے کیا کہ عیسائیوں کا جواب دیا جائے اور بتایا جائے کہ غزوۂ بدر اس لئے نہیں ہوا کہ رسول اللہؐ قریش کے قافلۂ تجارت پر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے تھے بلکہ اِس لئے ہوا کہ خود قریش مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے۔ مگر مولانا کی یہ تکلیف بیکار ہے۔ صرف بدر کے واقعات کو بدلنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے محارب قوم کی تجارت کو روکنے کی اجازت دی ہے حضورؐ کا تعامل کثرت سے اس کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اور دنیا کی تمام مہذّب قوموں کا اس پر عمل ہے۔ معترضین سے کہئے کہ اسلام کی تعلیم محض تخیلات پر قائم نہیں ہے، یہ عملی تعلیم ہے اور محارب قوم کے مقابلہ میں بغیر اس عمل کے چارہ نہیں ہے۔

کتابُ الاموال پر قُدما ء کی تصنیفات تھیں۔ مگر اب وہ مفقود ہیں میں نے صرف احادیث اور فقہ کی مدد سے اس میں کتابُ الاموال مرتب کیا ہے۔ بعض جگہ سیرت کی روایتوں سے مدد لی ہے۔ اور اب یہ بحث بہت سی اہم معلومات کا ذخیرہ ہو گئی ہے یہ چیز علماء اور طلباء کے خاص توجہ کی ہے۔

ارکانِ اسلام پر مفصل بحث حصہ دوم کی تعلیمات میں ہو گی۔ مگر اس جلد میں بھی جن جن مقامات سے جن ارکانِ اسلام کا خاص تعلق ہے وہاں ان کو بیان کر دیا ہے۔ لیکن حجۃ الوداع کو جزئیات کی پوری تفصیل کے ساتھ مع مالہٗ و ماعلیہ اسی جلد میں بیان کر دیا ہے۔

جن ضروری فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص محل سے خاص تعلق تھا ان کو وہاں بتا دیا ہے اور بعض معرکۃ الآراء فقہی مسئلہ پر ایسی جامع، مکمل اور مبسوط بحث لکھ دی گئی ہے کہ اہلِ انصاف کو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ خاص میں اشتباہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ مثلاً اراضی حرم کا حکم فتح مکہ میں۔ نکاح محرم کی بحث عمرۃ القضا میں۔ متعہ کی بحث غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں۔ قنوتِ نازلہ اور قنوتِ فجر کی بحث بیرِ معونہ میں۔ خلافت اور امامت کی بحث حجۃ الوداع کے آخر میں۔ پردۂ شرعی کی بحث ازواج مطہرات کے حالات میں۔ اِسی طرح اور مباحث بھی ہیں جن کا حال فہرست مضامین سے معلوم ہو گا۔

ارادہ تھا کہ اس کتاب میں صحابۂ کرام کے انساب اور آپس کے تعلقات کو بالاستیعاب بتایا جائے، مگر اِس خیال کو بدلنا پڑا اس لئے کہ کتاب کا بڑا حصہ سیرۃ کے بجائے صحابہؓ کے حالات میں ہو جاتا۔ تاہم حضورؐ کے اعمام و عمات اور ان کی اولاد، اُمّہات المومنین اور ان کے انساب۔ جا بجا صحابہ کے آپس کے رشتے جتنی تفصیل سے اس کتاب میں ہیں شاید ایک جگہ ان کا ملنا ممکن نہیں ہے۔

مشتبہ اسماء، مشکل الفاظ اور مقامات کے نام کا صحیح اعراب بتا دیا ہے اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں معنی کی توضیح بھی کر دی ہے۔

اس کتاب میں جن جن روایتوں کے متعلق ابن سعد کا حوالہ ہے۔ وہ روایتیں محض طبقات ابن سعد مطبوعہ یورپ کے بھروسہ پر نہیں لکھی گئی ہیں۔ اس کی وجہ مقدمہ میں لکھ چکا ہوں۔ میں نے صرف وہی روایتیں لی ہیں جن کو اصحابِ نقل میں سے کسی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہو، مثلاً زاد المعاد ابنِ قیم۔ شرح مُسلم نووی۔ فتح الباری شرح بخاری ابن حجر۔ عمدۃ القاری شرح بخاری عینی۔ اصابہ۔ اسد الغابہ۔ شرح مواہب زرقانی۔ ارشاد الساری شرح بخاری قسطلانی۔ شرح سفر السعادت شاہ عبد الحق صاحب۔ مدارج النبوۃ منہ وغیرہ طبقات کی جو روایتیں اصحاب نقل کی کتابوں میں نہ ملیں، میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ ابن حجر نے ابن سعد کی بعض روایتیں لکھی ہیں اور وہ روایت طبقات میں موجود ہے مگر دونوں کے الفاظ میں کچھ فرق ہے۔ میں نے ایسے موقع پر ابنِ حجر کے حوالہ کو ترجیح دی ہے ۲ دو روایتوں میں مجھ کو یہ اتفاق ہوا ہے۔

ابن اسحٰق کی روایتیں بھی مذکورہ بالا کتابوں سے، یا سنن کی روایتوں سے ماخوذ ہیں۔ لیکن بعض روایتیں صرف سیرۃ ابن ہشام سے بھی لی گئی ہیں۔ بعض جگہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے جو روایت ابن اسحاق کی لکھی ہے وہ اس کے خلاف ہے جو ابن ہشام نے ابن اسحاق کی روایت لکھی ہے، جیسا کہ غزوۂ احزاب کے شرکا کی تعداد میں نے ذکر کیا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اصحابِ نقل کے بیان کو ترجیح ہوگی۔ واللہُ اعلم

ابتداء کتاب میں جن جن روایتوں کا حوالہ رہ گیا ہے، وہ یا تو سیرۃ ابن ہشام سے ماخوذ ہیں، یا زاد المعاد سے، یا صحاح ستہ کی کتابوں سے، اور آیات کے محل نزول کا جہاں جہاں ذکر ہے وہ یا تو ابنِ اسحٰق کی روایت ہے اور سیرۃ ابنِ ہشام سے ماخوذ ہے یا تفسیر کبیر امام رازی۔ تفسیر معالم التنزیل بغوی۔ تفسیر بیضاوی۔ یا اتقان سیوطی وغیرہ سے۔

الفاظ کی تعریب و تصحیح میں زیادہ امداد نہایہ ابن اثیر اور قاموس فیروز آبادی سے لی گئی ہے لیکن زُرقانی شرح مواہب۔ نیل الاوطار قاضی شوکانی۔ اصابہ۔ فتح الباری اور مغنی وغیرہ سے بھی بہت جگہ امداد لی گئی ہے۔ اِن کے علاوہ احادیث کی روایتوں کا ماخذ بالالتزام روایتوں کے ساتھ ذکر کر دیا ہے شاید صحیحین کی بعض روایتوں کے ساتھ حوالہ مذکور نہ ہو۔ اور غایتِ اعتماد کی وجہ سے بے پروائی ہوگئی ہو تو ممکن ہے

بہت سے صحابہؓ کے حالات، بہت سے مقامات کی توضیح، بہت سے علمی اختلافات کے متعلق اہم مباحث اس کتاب کے حاشیہ میں ہیں۔

عموماً اصحابِ سیرت سنین پر کتاب کو تقسیم کرتے ہیں۔ اور ایک ایک سال میں ہر قسم کے واقعات کو جمع کرتے ہیں۔ لیکن اس میں اکثر دو خرابیاں ہوتی ہیں، خلط مبحث بھی ہو جاتا ہے اور مباحث منتشر بھی ہو جاتے ہیں۔ ایک ایک چیز کے لئے مختلف سنین میں مباحث دیکھنے پڑتے ہیں اور جن لوگوں نے سنین کی پابندی کے ساتھ مباحث کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے، وہ فی الواقع سنین کی پابندی نہ کرسکے۔ میں نے اِس کتاب میں حضورؐ کے حالات کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اوّل حصّہ میں اگرچہ از ولادت تا وفات حضورؐ کے حالات ہیں مگر وہی حالات جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور بمرور اسلامی قوت کی ترقی سے ہے جس کو حضورؐ کی مجاہدانہ زندگی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضورؐ نے اسلامی قوت کو ترقی دینے میں کیا کیا ذرائع اختیار کئے۔ حصّہ دوم میں پیغمبرانہ زندگی ہوگی۔ یعنی دلائل النبوۃ، معجزات، معراج، مراتب، شمائل اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپؐ نے دنیا کے سامنے کیا چیز پیش کی۔ یعنی تعلیمات اور اصلاحات وغیرہ اور وہ حصّہ بھی از ولادت تا وفات پوری زندگی کے حالات کو شامل ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ اہلِ علم اِس ترتیب کو زیادہ پسند کریں، کیونکہ اس میں خلط مبحث بھی کم ہوگا اور مباحث بھی زیادہ منتشر نہ ہوں گے۔ واللہ الهادی وعلیہ التکلان۔

جمادی الاوّل ۱۳۵۱ھ
مطابق ستمبر ۱۹۳۲ء

ابو البرکات عبد الرؤف عفی عنہ

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

میر محمد
کتب خانہ
مرکزِ علم و ادب
آرام باغ کراچی

فہرست مقدمہ

اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

اصحّ السّیر

فی ھدی

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

مقدمہ سیرت

جسمیں

مجمل تاریخِ عرب۔ سیرت و مدارجِ تبلیغ اور نایاب فقہی تحقیقات ہیں

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف صاحب، داناپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَائِقِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امابعد۔ کائناتِ عالم میں جتنے علمی و عملی کام ہیں اُن میں سب سے مقدم اور سب سے ضروری کام یہ ہے کہ خود اِنسان کے اخلاقِ حسنہ کی تربیت کی جائے۔ اور ان کو مرتبۂ کمال تک پہنچایا جائے۔ اور اسی کام کے لئے خدائے ذوالجلال نے ابتدائے آفرینش عالم سے اِس وقت تک ہمیشہ اپنے بے شمار انبیاء و رسول بھیجے۔ بہت سی کتابیں اور صحائف نازل کئے اور دنیا کا کوئی خطہ باقی نہ رہا جہاں اللہ پاک کی طرف سے معلّم اخلاق نہ آیا ہو۔ وانّ من امّۃٍ الّا خلا فیھا نذیر۔[1] ان سارے انبیاء اور مرسلین کا مقصد ایک تھا۔ تعلیم ایک تھی۔ ایک دوسرے کے مُصدّق تھے۔ کسی نے کبھی کسی دوسرے کی مخالفت نہ کی۔ اولادِ بنی آدمؑ کا ان سے زیادہ بہتر ہمدرد کوئی دوسرا نہیں۔ ان سے زیادہ سچی اور صحیح تعلیم دینے والا نہ کوئی انسان ہو سکتا ہے نہ فرشتہ۔ اِن خدا کے پاک بندوں نے جو کچھ کہا وہ اپنی طرف سے نہ کہا۔ اُنکی تعلیم خدا کی تعلیم تھی۔ جس کو وہ خُدا کے بندوں تک پہنچانے آئے تھے۔ اور اپنے کام کو اپنی اپنی وسعت بھر انجام دے کر چلے گئے۔ آج اچھے اخلاق کے جتنے نمونے دُنیا کے کسی خطہ یا دنیا کی کسی قوم میں پائے جاتے ہیں وہ انہی بزرگان کے قدوم کی برکت سے ہیں۔

مگر انسان نے کیا کیا؟ اور اپنے فرائض کو کیونکر انجام دیا؟ تم کو حیرت ہو گی جب تم اِن لاکھوں رہبرانِ قدرت کی تعلیمات، کو تلاش کرنا چاہو تو ساری عمر تلاش کرنے کے بعد تعلیم کا ایک ورق بھی تم کو ایسا نہیں مل سکتا جس کو یقینی طور پر کسی نبی یا رسول کی طرف منسوب کر سکو۔ دنیا کا اکثر خطہ آج یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس ملک میں

[1] کوئی جماعت نہیں ہے مگر اُن میں ڈرانے والا گزر چکا ہے (قرآن کریم) ۱۲ مترجم

کوئی خدا کا پیغمبر آیا بھی یا نہیں۔ اسلام کے قبل دنیا میں صرف دو قومیں تھیں یہود اور نصاریٰ جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی اُمت ہونے کا دعویٰ کرتی تھیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے بعض اور انبیاء و رُسل کے نام زندہ تھے۔ اِن میں سے نصاریٰ کے پاس تو کوئی ایسی کتاب موجود ہی نہ تھی جس کو حضرت عیسیٰؑ نے خدا کی کتاب کہا ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کے چار حواری متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق حضرت عیسیٰؑ کے بعض وعظوں کو جمع کیا ہے۔ بس وہی ہے جس کو خدا کی کتاب کہو یا حواریوں کی کتاب۔ اس میں بھی پیچھے کچھ تغیّر و تبدّل ہوا۔ یا بعینہٖ اُسی طرح باقی ہے۔ جس طرح اُن بزرگان نے جمع کیا تھا اس کی تحقیق مشکل ہے۔ نہ اس کے لئے کوئی سند ہے نہ ثبوت۔

باقی توریت۔ تو جس کو یہود **توریت** کہتے تھے اُس کے مضامین سے یہ ظاہر ہے کہ اُس کا بہت سا حصہ حضرت **موسیٰؑ** کے بہت بعد لکھا گیا۔ اور جس حصہ کو کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں لکھا گیا۔ اُس کے متعلق بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ الہامی الفاظ ہیں یا مفاہیم۔ اور روایت بالمعنیٰ۔ احکام عشر کے سوا سب مشکوک ہے اور اس کا بھی قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ تحریر حضرت موسیٰؑ کے وقت سے اب تک بعینہٖ محفوظ ہے اور اس میں تغیرات اور تبدیلیاں نہیں ہوئیں۔ بلکہ روایت یہ ہے کہ ڈیڑھ سَو برس تک **تابوت سکینہ** کے ساتھ توریت بھی بُت پرستوں کے قبضہ میں رہی۔ اور یہود کے پاس کوئی توریت نہ تھی۔ اس لئے کہ اس کا ایک ہی نسخہ تھا۔ ایک بزرگ نے اپنی یاد یا اپنے الہام سے توریت لکھوادی تھی۔

قرآن شریف

اب انبیاء و رُسل کی تعلیمات اور احکامِ خداوندی کے جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔ اور وہ وہی ہے جو خاتم النبیین جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا۔ **قرآن** پاک کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند پاک نے لیا۔ اور اس کے الفاظ میں ردّ و بدل کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہوگیا۔ ہم بہت اختصار کے ساتھ بتائیں گے کہ ابتداء نزول سے اب تک یہ کیونکر محفوظ ہے اور آئندہ اس کی حفاظت کے کیا کیا ذرائع ہیں۔

خداوند کریم نے رسول اللہؐ کے ذریعہ جو احکام بھیجے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وحی متلو یعنی **قرآن پاک**۔ یعنی کلام اللہ۔ اور دوسرے وحی غیر متلو۔ قرآن پاک کی حفاظت کیونکر ہوئی۔ غور کیجئے۔

(۱) نماز ہر ہر مسلمان پر فرض ہوئی۔ روزانہ پانچ وقت میں سترہ رکعتیں تو صرف فرض ہیں۔ اِس کے علاوہ سُنن و نوافل ہیں۔ اور ہر رکعت میں کچھ قرآن پڑھنا ضروری ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ[۱]۔ اس لئے ہر شخص پر فرض

---

[۱] جتنا قرآن بآسانی پڑھنا ممکن ہو پڑھ لو (قرآن) ۱۲ منہ

ہوگیا کہ مسلمان ہونے کے بعد کچھ صحیح قرآن پڑھنا سیکھے۔ چاہے وہ کسی ملک کا ہو۔ اور قرآن کا مطلب سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو قرآن کی تعلیم حاصل کرنا اور اُس کے مفہوم کو سمجھنا ہر شخص پر فرض عین نہیں ہو سکتا۔ مگر جو چیز جزو عبادت ہوگئی اُس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن جس جس طرح نازل ہوتا گیا لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوتا گیا۔ اور چونکہ عبادت کی صحت اس کی صحت پر موقوف تھی اس لئے اعراب۔ طریق ادا۔ تلفظ اس طرح مشق ہوتا گیا کہ اعراب اور تلفظ میں بھی تغیر و تبدل ناممکن ہوگیا۔ آیۂ بالا سے معلوم ہوگیا کہ نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے اور قرآن کا ترجمہ قرآن نہیں ہوتا اس لئے اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھے تو نماز نہ ہوگی اس لئے اُن الفاظ ہی کا یاد کرنا ضروری ہے۔

نماز میں اگر آیاتِ قرآنی کو سمجھ کر پڑھے تو اس کے بہتری میں کلام نہیں۔ لیکن نہ سمجھے تاہم نفس نماز میں اس سے کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ نماز ایک عبادت ہے اور اِس سے مقصود اصلی خشوع و خضوع پیدا کرنا ہے اور وہ آیات کا مطلب نہ سمجھنے سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک بے علم جو آیات کو کلام اللہ سمجھ کر پڑھ لیتا ہے۔ دل سے خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ خشوع و خضوع اُس پر غالب ہوتا ہے اُس کی نماز اُس عالم کی نماز سے ہزار درجہ بہتر ہے جو آیات کو پڑھ کر معانی کی تحقیق اور مسائل کے استخراج میں پھنس جاتا ہے۔ اور عبادت کے وقت علمی تحقیقات کرنے لگتا ہے۔

(۲) یاد کے علاوہ خود حضورؐ نے دوسرا اہتمام یہ کیا کہ جیسے جیسے آیتیں نازل ہوتی گئیں آپ اپنے کاتبوں سے اُس کو لکھواتے گئے۔ حضورؐ کے کاتب بہت تھے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ اُن میں بہت سے **کاتبِ وحی** کے لقب سے مشہور ہیں۔ ساری آیتیں ایک طرح نہیں لکھی جا سکتی تھیں۔ اس لئے کہ کتابت کا اُس وقت کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ درخت کی چھالوں پر۔ جانوروں کے چمڑوں پر۔ اونٹ اور غنم کی چوڑی ہڈیوں پر۔ پتھر کے پتلے اور چوڑے ٹکڑوں پر۔ یہ آیتیں لکھی گئی تھیں۔ یہ لکھی ہوئی آیتیں حضورؐ کے پاس تھیں۔ کاتبانِ وحی کے پاس تھیں اور دوسرے اصحاب کے پاس بھی اصل یا اُس کی نقلیں پھیل گئی تھیں۔

(۳) آیتیں متفرق طور پر کبھی ایک کبھی چند نازل ہوتی تھیں۔ اُن آیات کو جس ترتیب سے جس سورہ میں رکھنا ہوتا تھا وہ خود حضورؐ بتاتے تھے۔ اس لئے سورتیں حضورؐ کے سامنے بن گئی تھیں۔ اور سورتوں کا نام بھی اُسی وقت تجویز ہو چکا تھا۔ صحاح و سُنن کی بے شمار روایتوں میں موجود ہے کہ حضورؐ نے کس کس نماز میں کون کون سی سورت پڑھی۔ اور کون کونسی سورہ پڑھنے کے لئے صحابہؓ سے کہا۔ لیکن یہ ترتیب زبانی اور حافظہ پر تھی۔ لکھی ہوئی آیتیں اُسی طرح متفرق تھیں۔ اُن کو حضورؐ کے سامنے مرتب نہیں کیا گیا اور نہ حضورؐ کے سامنے سورتوں میں ترتیب مقرر ہوئی تھی یعنی یہ طے نہیں ہوا تھا کہ کون سورہ کس سورہ کے بعد رکھی جائے۔

(۴) جنگ یمامہ کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ نے اسکی ضرورت محسوس کی کہ تحریر میں بھی تمام متفرق آیتوں کو جمع کر لیا جائے۔ اُنھوں نے حضرت زید ابن ثابتؓ اور دوسرے کاتبانِ وحی اور تمام صحابہؓ کے مشورہ سے خاص اہتمام کے ساتھ اس طرح لکھی ہوئی تمام آیتوں کو جمع کر کے حُفاظ صحابہؓ کے زیر نگرانی مرتب کیا۔ علامہ سیوطیؒ نے تفصیل سے اس ترتیب کا حال تفسیر اتقان میں لکھا ہے۔ یہ مرتب مجموعہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کے پاس تھا۔ پھر جناب فاروقؓ کے پاس۔ اُن کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس۔

(۵) یہ مجموعہ مرتب ہو گیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سورہ کی ترتیب کا یا تو کوئی متفقہ فیصلہ اُس وقت طے نہ پایا۔ یا اس کی کوشش ہی نہ کی گئی۔ اِس کی تکمیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت میں کی۔ اور اسی لئے اُن کو جامع القرآن کہتے ہیں۔

(۶) قرآن پاک ابتدائے نزول سے اب تک برابر سینوں میں محفوظ رہا۔ ہر ملک میں۔ ہر قریہ میں۔ اور ہر گھر میں جہاں اِسلام پہنچا اس کی تلاوت ہوتی رہی۔ ہزارہا قلمی نسخے ہمیشہ موجود رہے۔ بیحد و حساب تفسیریں لکھی گئیں۔ اِس کے ایک ایک حرف گن ڈالے گئے۔ ایک ایک لفظ پر مختلف اعتبارات سے بڑی بڑی بحثیں تیار کر لی گئیں۔ اقطاعِ عالم کی لاکھوں مساجد میں ہر سال رمضان کے مہینہ حفاظ از ابتدا تا انتہاء پورا قرآن سُناتے رہے۔ اور خبیث سے خبیث شخصوں کے لئے بھی کوئی راستہ باقی نہ رہا کہ خدا کی اِس کتاب میں کسی طرح ادنےٰ تغیر و تبدل بھی کر سکیں۔

سُنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ تو قرآن پاک کا حال تھا۔ لیکن رسول اللہؐ کے احکام اس کے سوا اور بھی ہیں۔ اور وہ بھی وحی اور حکم خداوندی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔[1] یعنی رسول اللہؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ وہ وہی کہتے ہیں جو اُن پر وحی کی جاتی ہے۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جس طرح مجھ کو خدا کی طرف سے قرآن دیا گیا اسی طرح اور احکام بھی دیئے گئے ہیں۔ ایسا ہوگا کہ آسودہ لوگ اپنی گدیوں پر بیٹھ کر کہیں گے قرآن میں جو حلال یا حرام کیا گیا صرف اسی کو حلال یا حرام سمجھو۔ حالانکہ بہت سی چیزیں رسول اللہ نے حرام بتائیں اور وہ بھی اُسی طرح حرام ہیں جس طرح خدا کی بتائی ہوئی چیزیں۔

جب حال یہ ہے تو ضروری ہو گیا کہ قرآن شریف کے علاوہ رسول اللہؐ نے جو جو احکام دیئے وہ بھی

[1] رسول اللہؐ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے جو وہ کہتے ہیں وہ خدا کی وحی ہے جو اُن کو بھیجی گئی۔ (قرآن، ۱۲منہ)

اصلی حالت میں محفوظ رہیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جس طرح قرآن پاک کی آیتیں حضورؐ لکھوا دیتے تھے اگر اُسی طرح اِن احکام کو بھی لکھوا دیتے تو قرآن کے ساتھ التباس کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضورؐ نے منع فرمادیا کہ میرے احکام میں سے قرآن پاک کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو۔ جیساکہ صحیح مسلم میں ہے۔

حضورؐ کے منع کر دینے سے حضورؐ کے احکام اُس وقت باقاعدہ نہ لکھے گئے۔ تاہم جلیل القدر اصحاب کے پاس بعض احکام لکھے ہوئے موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک تحریر تھی جس میں صدقات کی مقدار حضورؐ نے متعین کر دی تھی۔ اور حضرت صدیقؓ نے اُس کی نقل حضرت انسؓ کو دی تھی جب اُن کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا تھا۔ بخاری میں وہ تحریر ہے اور اُسی پر جمہور اہلِ اسلام کا عمل ہے۔ زکوٰۃ ہی کے متعلق ایک دوسری تحریر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ تیسری تحریر وہ تھی جو آپ نے یمن بھیجی تھی۔ اُس میں دیات۔ زکوٰۃ۔ احکام طلاق۔ عتاق۔ صلوٰۃ وغیرہ کے بہت سے مسائل تھے۔ کبائر کا ذکر تھا۔ مس مصحف کا حکم تھا۔ اُس کی نسبت امام احمدؒ صاحب کہتے ہیں کہ بلاشبہ وہ رسول اللہؐ کی تحریر ہے۔ اور دیات کی مقدار میں تمام فقہا۔ نے اُس سے استدلال کیا ہے۔ اُس کو حاکم اور نسائی نے متصلاً روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے مرسلاً۔ ایک خط آپؐ کا بنی زہیرؓ کے پاس تھا جس کا ذکر ہیں نے مغازی میں کیا ہے۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک تحریر تھی جس میں دیۃ کا حکم تھا۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ اور مسند امام احمد وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس کوئی کتاب ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ صرف کتاب اللہ ہے اور یہ صحیفہ۔ وہ صحیفہ نکال کر دکھایا تو اُس میں دیۃ کا حکم تھا۔ صحیح مسلم کے مقدمہ میں غالباً اسی صحیفہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں حضرت علیؓ کے قضایا تھے تو اُنھوں نے بقدر ایک ذرعہ چھوڑ کر باقی کو محو کر دیا۔ یہ اس لئے کہ لوگوں نے اس میں خلط ملط کر دیا تھا۔ ان میں ایک تحریر وہ بھی شمار کی جاسکتی ہے جو بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ مکہ میں جب حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو یمن کے ایک شخص نے جن کو ابوشاہ کہتے تھے۔ حضورؐ سے کہا کہ یارسول اللہؐ یہ خطبہ مجھے لکھ دیجئے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اِس خطبہ کو ابوشاہ کے لئے لکھدو۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بھی کچھ تحریر تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ حدیث لکھ لیا کرتے تھے۔ جیساکہ بخاری اور ترمذی وغیرہ میں ہے۔ الغرض بڑی تلاش وجستجو کے بعد احکام کے متعلق چند متفرق تحریروں کا پتہ چلتا ہے جو اُس وقت لکھ لی گئی تھیں۔ ورنہ رسول اللہؐ کی تیئس [۲۳] برس کی تعلیم جلیل القدر اصحابؓ کے قوتِ حافظہ اور قوتِ ضبط کی وجہ سے اُن کی یاد پر موقوف تھی۔

ابن سعدؒ نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ چاہا کہ سُنن رسول اللہؐ کو جمع کر لیا جائے۔ اِس کے لئے ایک مہینہ تک اُنھوں نے استخارہ کیا۔ آخر ایک روز صبح کے وقت اس کے خلاف

فیصلہ کر لیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں ایک قوم یاد آئی جس نے خود کتاب لکھی اور اُس میں پھنس گئی۔ اور خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر سُنن جمع کر دی جائیں تو ممکن ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہو جائیں۔ اور **سیوطی** نے موطا کی شرح میں عروہ بن الزبیرؓ سے بھی اسی طرح کی روایت لکھی ہے اُس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ عامۂ صحابہؓ اِس پر راضی تھے۔ مگر خود حضرت عمرؓ کو تردد تھا۔ ایک مہینہ تک استخارہ کرتے رہے۔ اور آخر فیصلہ کیا کہ سُنن جمع نہ کی جائیں۔ اس لئے کہ اس سے اندیشہ ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام اور کبار تابعین زبانی روایتیں بیان کرتے تھے۔ اور زبانی یاد کرتے تھے۔ اُن میں بڑے بڑے حفاظ تھے۔ بڑی بڑی طویل روایتیں بسند متصل بلفظہٖ اُن کو یاد تھیں۔ مگر جب ایسے علماء اُمت میں سے بہتوں کا انتقال ہو گیا تو اندیشہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اِن بزرگوں کے ساتھ ان علوم کا خاتمہ ہو جائے۔ امیر المؤمنین **عمر ابن عبد العزیزؒ** نے اِس اندیشہ کو زیادہ محسوس کیا۔ اور **موطا۔ امام محمدؒ** میں امام مالکؒ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین عمر ابن عبد العزیزؒ نے ابو بکر محمد بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیثیں حضورؐ کے سنن اور اسی طرح کی چیزیں لکھ لیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً اپنے صحیح میں ذکر کیا ہے۔ اور **ابو نعیم** نے تاریخ اصبہان میں لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے تمام ملک میں لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیث جہاں ملے جمع کرو۔ **ابن عبد البرؒ** نے تمہید میں امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیزؒ نے تمام امصار میں لکھا۔ اور ابو بکر بن عمر بن حزم کو بھی لکھا کہ رسول اللہؐ کی سُنتیں جمع کریں۔ اور لکھ کر اِن کے پاس بھیجیں۔ ابن حزمؒ نے لکھا مگر بھیجنے سے پہلے امیر المؤمنینؒ کا انتقال ہو گیا۔ ابن حجر بخاری کی شرح میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ کی خلافت میں اُن کے حکم سے سب سے پہلے **ابن شہاب** نے حدیثوں کو مدوّن کیا۔ اور ابو نعیم نے حلیہ میں مالک بن انسؓ سے روایت کیا ہے کہ علم کو پہلے پہلے **ابن شہاب** نے مدوّن کیا ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ حدیث کی کتاب پہلے پہلے تصنیف کی اور حدیثوں کو مرتب کیا۔ امام مالکؒ نے مدینہ میں۔ ابن جریج نے مکہ میں۔ ربیع بن صبیح یا سعید ابن ابی عروبہ۔ یا حماد ابن سلمہ نے بصرہ میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں۔ اوزاعی نے شام میں۔ ہشیم نے واسط میں۔ معمر نے یمن میں۔ جریر بن عبد الحمید نے رَی میں۔ ابن المبارک نے خراسان میں۔ **حافظ ابن حجر** اور **عراقی** اِن لوگوں کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ سب ایک زمانہ کے لوگ تھے اِس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ اِن میں کس کی تصنیف پہلے ہوئی کس کی پیچھے۔

لیکن اِس میں شبہ نہیں کہ ابواب پر حدیثوں کی ترتیب سب سے پہلے امام مالکؒ صاحب نے **موطا** میں کی۔ اور یہی طریقہ پیچھے پسند ہوا۔ اُن کے بعد لوگوں نے اُن کی اقتداء کی۔ لیکن موطا میں ابواب بھی تھوڑے تھے۔

اور حدیثیں بھی کم تھیں۔ پیچھے لوگوں نے بڑھایا حتی کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے تنقید و تبیح میں اور اصحاب سُنن نے ابواب اور ضروریات کے استیعاب میں انتہائے کمال تک پہنچایا۔

سیرۃ

اصحاب حدیث در اصل تین امور کو جمع کرتے ہیں۔ (۱) رسول اللہؐ نے کیا فرمایا۔ (۲) رسول اللہؐ نے کیا کام کیا۔ (۳) رسول اللہؐ کے سامنے یا رسول اللہؐ کے وقت میں کیا کیا گیا۔ اصحاب سیرۃ بھی اُنہی تینؔ امور کو جمع کرتے ہیں۔ اس لئے اصل کام دونوں کا ایک ہے۔ مگر باوجود اس کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اصحابِ حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے۔ اور رسول اللہؐ کی ذات سے اُن کی بحث ضمناً یا التزاماً ہوتی ہے۔ اور اصحابِ سیر کا مقصود بالذات رسول اللہؐ کو جاننا ہے۔ احکام پر اُن کے یہاں بحث ضمناً ہوتی ہے۔ اِس لئے محدثین کا مدار بحث یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل یا یہ قول رسول اللہؐ کا ہے یا نہیں۔ اُن کی تمام تر قوت اس تحقیق میں صرف ہوتی ہے کہ اس قول یا فعل کا انتساب رسول اللہؐ کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ لیکن اصحابِ سیرۃ کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا اس کے ساتھ دُو باتیں اور معلوم کرنی پڑتی ہیں، ایکؔ یہ کہ حضورؐ نے کب ایسا کہا یا کیا۔ دوئمؔ یہ کہ ایسا کہنے یا کرنے کی وجہ کیا ہوئی۔ اصحابِ سیرۃ حضورؐ کے اقوال و افعال کو مسلسل اور مربوط بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اُس کے اسباب و علل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔ اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جب صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قول یا یہ فعل رسول اللہؐ کا ہے تو وہ رسول اللہؐ کی سنت اور آپؐ کا طریقہ ہو گیا۔ گو یہ نہ معلوم ہو کہ رسول اللہ صلعم نے کب۔ کس دن۔ کس تاریخ ایسا کہا یا ایسا کیا۔

اِس فرق کی وجہ سے اصحابِ سیرۃ اور اصحابِ حدیث کی دُو جماعتیں الگ الگ بن گئیں۔ اور معیارِ تحقیق بھی دونوں کا جُدا ہو گیا۔ محدثین رواۃ کی ثقاہت۔ تقویٰ اور دیانت کی کمی زیادتی کی بنا پر مقبول رواۃ کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں۔ اور اصحابِ سیرۃ حالات کی موافقت اور واقعات کے علم کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔

مُحدثین نے رسول اللہؐ کے قول و فعل کی صحت دریافت کرنے کے لئے جیسے احتیاط سے قواعد بنائے ہیں اُس کی نظیر عالم میں نہیں مل سکتی۔ وہ بے سند کسی بات کو قبول نہیں کرتے۔ رواۃ حدیث میں سے ایک ایک کے حالات کی نہایت احتیاط سے تنقیح کی ہے۔ مدارج مقرر کر دیئے ہیں اور بتا دیا ہے کہ کس کی بات کہاں تک قابل قبول ہے اور کہاں تک قابل رد۔ اصحابِ حدیث ہوں یا اصحابِ سیرۃ جھوٹوں کی روایتیں

کوئی قبول نہیں کرتا۔ جس راوی پر جرح شدید ہو اُس کی بات کوئی قبول نہیں کرتا۔ مگر جہاں فرق ہوتا ہے وہ ذیل کے بیان سے سمجھ میں آئے گا۔

امام مسلمؒ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ معتبر اور مقبول رواۃ میں بھی مراتب کا فرق ہے۔ مثلاً حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کے دو شاگرد ہیں۔ جو تقوی۔ امانت اور احتیاط میں بہت عالی مرتبہ ہیں۔ ابن عون اور ایوب سختیانی اور انھیں کے دو شاگرد اور ہیں۔ عوف بن جمیلہ۔ اور اشعث الحمرانی جو معتبر تو ہیں مگر مرتبہ میں ابن عون اور ایوب سختیانی سے کم ہیں۔ اگر کوئی روایت عوف اور اشعث کی ابن عون اور ایوب کے خلاف ہو تو محدثین اس بنا پر اس سے انکار کردیں گے کہ اُن سے بڑے مرتبہ کے لوگوں نے اُن کے خلاف روایت کیا ہے۔ مگر اصحاب سیرۃ یہ نہیں کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ سب معتبر ہیں جس کے روایت کی تصدیق واقعات سے ہوگی اُس کی روایت معتبر ہوگی۔ اور مثلاً عطا۔ ابن السائب۔ یزید بن ابی زیاد اور لیث بن سلیم محدثین کے نزدیک معتبر اور مستند ہیں۔ لیکن اُن کا مرتبہ اسمٰعیل ابن ابی خالد۔ سلیمان الاعمش۔ اور منصور المعتمر کے مثل نہیں ہے۔ لہذا اگر کوئی روایت عطا۔ یزید۔ اور لیث کی اُن کے خلاف ہو تو محدثین کے نزدیک مقبول نہ ہوگی۔ مگر اصحاب سیرۃ واقعات سے جانچ کر ترجیح دیں گے۔

بہت سے رواۃ محدثین کے نزدیک اس وجہ سے متروک یا منکر ہیں کہ اُن کی روایتیں مشاہیر اہل علم و دیانت کے خلاف ہیں۔ مثلاً **عبداللہ بن محرر** تبع تابعین۔ رقہ کے قاضی تھے۔ حسن۔ قتادہ۔ زہری اور نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ اسی بنا پر متروک ہیں۔
ابو العطوف اور جراح بن منہال۔ حکم بن عتبہ اور زہری کے شاگرد ہیں۔ اور یزید بن ہارون کے استاد وہ اسی بنا پر منکر الحدیث ہیں۔ اس طرح ترجیح کے بارے میں اصحاب سیر اور اصحاب حدیث کا راستہ مختلف ہوگیا۔

یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اصحاب سیر اور اصحاب حدیث واقعی دو جماعت نہیں ہیں جتنے اصحاب سیر ہیں وہ اصحاب حدیث بھی ہیں۔ اور جتنے اصحاب حدیث ہیں وہ اصحاب سیر بھی۔ مگر سیرت پر جب اُن کو واقعات جمع کرنے پڑتے ہیں۔ اور سیرت کے مقاصد کو پورا کرنا ہوتا ہے تو اس کے شرائط اور وجوہ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر زمانہ میں بڑے بڑے اصحاب تقوای و دیانت اُن امور کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ جس کا اصحاب سیرت کو بیان کرنا ضروری ہے۔ اور جس کو اصحاب حدیث نے بھی ناسخ و منسوخ سمجھنے کے لئے۔ احکام کی ترتیب کو جاننے کے لئے۔ اور بہت سے احادیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے ضروری سمجھا ہے۔ اس لئے اصحاب سیرت کو ایسے معلومات کا اخذ کرنا

ضروری ہوگیا۔ گو وہ ایسے لوگوں سے ملے جو ثقاہت اور تدین میں بہت اعلیٰ پایہ کے نہ ہوں مگر معتبر ہوں اور اُن پر شدید جرح نہ ہوتی ہو۔

اصحابِ سیر لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی پیدائش کے وقت یا اُس کے قریب حجاز کی معاشرتی یا مذہبی حالت کیا تھی۔ اِس کے لکھنے کا منشا یہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کی تعلیمات سے حالات میں کیا تغیرات ہوئے۔ اور کونسا حکم کس کس مناسبت سے دیا گیا۔ یہ بغیر اُن حالات کو جانے ہوئے معلوم نہیں ہو سکتا۔ محدثین کے شرائط کے موافق ایک روایت بھی ان معلومات کے متعلق نہیں مل سکتی۔ اِلّا وہ جو خود جناب رسول اللہؐ نے بیان فرمائی۔ پیدائش سے نبوت تک کے حالات کی بھی یہی حالت ہے۔ بڑے سے بڑے محتاط محدثین نے بھی یہی کیا کہ رسول اللہؐ کے بیان کے علاوہ صحابہؓ اور کبار تابعین کے صحیح اقوال کو جمع کیا ہے۔ گو واقعہ کے وقت وہ موجود نہ تھے۔ کیونکہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔

مغازی کے حالات دونوں لکھتے ہیں۔ محدثین بھی اور اصحاب سیرت بھی۔ مگر دونوں کے لکھنے میں فرق ہے۔ فتح مکہ کے متعلق محدثین اتنا لکھتے ہیں کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑا۔ اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا۔ جو رسول اللہؐ کے حلیف تھے۔ اِس لئے رسول اللہؐ نے حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا۔ لیکن اصحابِ سیرت اتنا ہی نہیں لکھتے وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا۔ بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ عرصہ سے چلی آرہی تھی۔ اُس معاہدہ کی وجہ سے وہ جنگ رُک گئی تھی۔ قریش نے عہد توڑ کر پھر اُس جنگ کو مشتعل کر دیا تھا۔ اِس کی توضیح اسی طرح ممکن تھی کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ کے نزاعات کی کچھ تاریخ بیان کریں۔ مگر اس باب میں محدثین کے شرائط کے موافق واقعات تک متدین مسلمانوں کی متصل روایت کیونکر مل سکتی تھی اور ایسی روایت نہ ملنے کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ بنی الدیل کے لوگوں نے جو کچھ اپنے کافر باپ دادا سے سُنا تھا اور جس میں عرصہ تک وہ خود مبتلا رہ چکے تھے وہ سب قابل اعتبار نہ ہو اور رد کر دیا جائے۔

نجران کے نصاریٰ اور خیبر کے یہود کے متعلق بہت سی اہم باتیں تھیں جو انھیں کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی تھیں۔ محدثین اس کی اجازت کیونکر دیتے۔ مگر اہلِ سیرت نے اُن کے واسطہ سے بھی روایتیں جمع کیں۔

الغرض محدثین کے یہاں جو صحیح روایتیں ہیں، اصحابِ سیرت کو اُن کی ترجیح میں کلام نہیں ہے لیکن اُن کو اپنی ضروریات کے لئے اور روایتیں بھی لینی پڑتی ہیں۔ جس کے لئے وہ اپنا معیار الگ قائم کرتے ہیں۔ بلاشبہ جس طرح حدیث کی کتابوں میں محدثین کے شدید احتیاط کے باوجود بہت سی غلط اور موضوع روایتیں داخل ہو گئی ہیں اِس طرح سیرت میں بھی بہت سی موضوعات ہیں۔ لیکن اِن موضوعات کو خارج

کردیا جائے تو دنیا کے کسی قوم کی کوئی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ اور کہیں نہ سند ہے نہ موضوعات کو جُدا کیا جاسکتا ہے۔

اصحاب سیرۃ جو باتیں بتاتے ہیں وہ تاریخوار مسلسل اور مربوط ہوتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کے تمام واقعات بھی سیرۃ کی اس توضیح کی وجہ سے اپنی اپنی جگہ پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ محدثین اپنے اسانید عالیہ کے باوجود۔ واقعات کو سمجھنے کے لئے اصحاب سیر کے محتاج ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ اپنے نقص کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کی سند عالی ہونے میں شبہ نہیں۔ کہ ابو سفیانؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ میں ام حبیبہؓ کو آپ کے عقد میں دیتا ہوں۔ اور آپ نے قبول کیا۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ باتفاق اہل سیرۃ ام حبیبہؓ کا عقد حبشہ میں ہوا اور اُس وقت ہوا جب ابو سفیان کافر اور محارب تھا۔ جمہور محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ اِفک عائشہ صدیقہؓ کے بعد حضورؐ نے مسجد میں فرمایا کہ کون ہے جو ان منافقوں کے مقابلہ میں مستعد ہو۔ حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں مستعد ہوں یا رسول اللہ صلعم۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصحاب سیرۃ متفق ہیں کہ حضرت سعدؓ کا غزوہ احزاب کے بعد بنی قریظہ کا فیصلہ کر کے انتقال ہو گیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ غزوہ مریسیع میں اِفک کا قصہ ہوا وہ اس کے بعد ہوا۔ اس لئے حضرت سعدؓ تو اِفک کے وقت تھے ہی نہیں۔ اکثر محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذؓ کا نام اس روایت میں رواۃ کا تسامح ہے۔

سیرۃ کا تحریری مواد

میں عرض کر چکا ہوں کہ احکام کے متعلق تحریری سرمایہ حضورؐ کے وقت میں جمع نہ ہو سکا اور جو کچھ تھا وہ بہت کم۔ لیکن سیرۃ کے متعلق اُس سے بہت زیادہ تحریری مادّہ جمع ہو چکا تھا۔

جن حضرات نے حضورؐ کی تحریری خدمت انجام دی اُن کے نام ابن قیم نے حسب ذیل لکھے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ عامر بن فہیرہؓ۔ عمرو بن العاصؓ۔ اُبی بن کعبؓ۔ عبداللہ بن الارقمؓ۔ ثابت بن قیس بن شماسؓ۔ حنظلہ ابن الربیع الاسدیؓ۔ مغیرہ بن شعبہؓ۔ عبداللہ بن رواحہؓ۔ خالد ابن الولیدؓ۔ خالد بن سعید ابن العاصؓ۔ معاویہ ابن ابی سفیانؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ اور علامہ زرقانی نے ان کے علاوہ اور نام بھی لکھے ہیں۔ طلحہ بن عبیداللہؓ۔ سعید ابن العاصؓ اُن کے

دو بھائی خالدؓ۔ اَبانؓ۔ سعد ابن ابی وقاصؓ۔ شرحبیل بن حسنہؓ۔ العلاء الحضرمیؓ۔ مُعَیقیب دوسیؓ۔ حذیفہ ابن الیمانؓ۔ حُویطب ابن عبدالعزیٰؓ۔

یہ سب حضورؐ کے کاتب ہیں۔ اِن میں وحی لکھنے والے بھی ہیں اور خط وکتابت کرنے والے بھی۔ بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت قتادہؓ سے ہے کہ رسول اللہؐ کے وقت میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ اُبیؓ۔ معاذؓ۔ ابوزیدؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ مدائنی کہتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ وحی لکھتے تھے۔ اور معاویہؓ آپؐ کے اور قبائل کے درمیان خط وکتابت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے صلح حدیبیہ لکھا تھا۔ عبداللہ ابن الارقمؓ بادشاہوں کے نام خطوط لکھتے تھے۔ اُبیؓ ابن کعبؓ نے عمّان کا خط لکھا تھا۔ عرباض بن ساریہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ علّم معاویۃ الحساب والکتاب۔ بخاری میں تعلیقاً مذکور ہے کہ حضورؐ نے زید بن ثابتؓ سے کہا تھا کہ یہودیوں کی تحریر سیکھ لو۔ اُنھوں نے سیکھا چنانچہ یہودیوں کو وہی خط لکھتے تھے اور اُن کے خطوط کا وہی جواب دیتے تھے۔

حضورؐ نے ہرقل کو روم خط لکھا۔ کسریٰ کو ایران۔ نجاشی کو حبشہ۔ مقوقس کو اسکندریہ۔ منذر ابن ساوی کو بحرین۔ ہوذہ بن علی کو یمامہ۔ حارث ابن ابی شمر غسانی کو دمشق۔ یہ سیرۃ کا عظیم الشان تحریری سرمایہ ہے۔ یہ خطوط حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود لکھوائے۔ اور انہی حضرات نے لکھے تھے۔ اس لئے بقرینہ غالب اِن کے پاس اُس کی نقلیں موجود ہوں گی۔

اِن خطوط کے علاوہ یحنہ ابن رؤبہ صاحب ایلہ کو آپ نے ایک صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اہلِ جربا اور اذرح کو ایک صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اکیدر صاحب دومۃ الجندل کو صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اہلِ خیبر سے بٹائی کا معاملہ تحریری ہوا۔ اہلِ فدک سے تحریری صلح ہوئی۔ علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ تمیم داری کی قوم داریین کے لئے آپ نے ایک ہبہ نامہ لکھا۔ جس میں بیت عینون۔ حبرون۔ برطوم اور بیت ابراہیم سب اُن لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لکھ دیا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب ہجرت کر کے حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو ایک معاہدہ حضورؐ نے لکھوایا۔ جس میں مہاجرین، انصار اور یہود کے حقوق اور مل کر مدینہ کی حفاظت کا قاعدہ بتایا گیا۔ اس کے علاوہ علیحدہ علیحدہ یہود کے قبائل بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ اور بنی قریظہ کے ساتھ آپ کا تحریری معاہدہ ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو قبائل تھے اُن میں سے اکثر کے ساتھ آپؐ کی تحریری صلح ہوئی۔ بہت سے خطوط اور صلحنامہ کا ذکر میں نے کتاب المغازی میں کیا ہے۔

یہ سب تحریری سرمایہ حضورؐ کی سیرت کا ضروری حصہ ہے۔ اور ان سب کی نقل کا حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں کے پاس موجود ہونا قرین قیاس ہے۔ لیکن محدثین کے اعلیٰ اسناد کے ساتھ ان میں سے صرف

چند چیزیں ملتی ہیں ورنہ سب اصحاب سیرۃ کے پاس ہیں۔ اور احادیث کے بھی انہی کتابوں میں ہے جن کو سیرۃ کی روایتیں کہہ سکتے ہیں۔

سیرۃ کی تدوین

امام مالکؒ صاحب کی روایت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ کے سُنن کو سب سے پہلے امام ابن شہاب زہریؒ نے جمع کیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ مغازی کو بھی سب سے پہلے اُنھیں نے مرتب کیا۔ امام بخاریؒ نے اِفک کا قصہ ان سے روایت کیا ہے۔ اِس سے اندازہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اُنھوں نے متعدد روایات کو ایک ساتھ کیونکر جمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عروہ ابن الزبیرؓ۔ سعید ابن المسیبؒ۔ علقمہ ابنِ وقاصؒ۔ عبید اللہ بن عبداللہؓ۔ سب نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ اور ہر ایک کی روایت میں متفرق اور کم و بیش باتیں تھیں۔ سب کو ہم نے جمع کر دیا ہے۔ اس کے بعد روایت ہے۔

امام زہری سے پہلے سیرت اور حدیث کے عالموں میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ البتہ بعض علماء صاحب المغازی کے نام سے مشہور تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ اُن کو مغازی کی روایتیں زیادہ معلوم تھیں۔ یا اس وجہ سے کہ مغازی کی روایتیں زیادہ بیان کرتے تھے۔ امام زہریؒ کے وقت میں چاؔر عالم بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ ابن المسیبؓ مدینہ میں۔ شعبہؓ کوفہ میں۔ حسن بصریؒ بصرہ میں۔ اور مکحولؒ شام میں۔ یہ سب ائمہ حدیث بھی ہیں اور ائمہ سیر بھی۔ زُہریؒ اِن چاروں کے فیض یافتہ تھے۔ اور امام زہریؒ کے شاگردوں ہی نے سُنن اور سیرت کو بظاہر دو فنوں کی حیثیت سے نمایاں کیا۔ ایک طرف امام مالکؒ اور سفیان ابن عُیینہ جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے جنھوں نے علمِ حدیث کی بنیاد کو مستحکم کیا۔ اور دوسری طرف امام السیر والاخبار محمد بن اسحٰق بن یسارؒ۔ اور موسیٰ بن عقبہؒ ان کے شاگرد تھے جن کی روایات اور تصنیفات سے فن سیرت ایک مستقل فن بن گیا۔

مغازیؒ موسی بن عقبہ۔ اور مغازی ابن اسحٰق سیرۃ کی پہلی دو تصنیفات ہیں۔ اِس فن میں پیچھے جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب کی بنیاد ان دو کتابوں پر ہے۔ دونوں بڑے مرتبہ کے محدث تھے۔ موسیٰ بن عقبہ پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ مگر ابن اسحٰق پر امام مالکؒ صاحب نے جرح کی ہے۔ محدثین کی بڑی جماعت اس جرح کو قبول نہیں کرتی۔ اور شاید اسی جرح کی وجہ سے محدثین نے یہ قاعدہ بنایا کہ معاصر کی جرح معاصر کے حق میں مقبول نہ ہوگی۔ گو جرح کرنے والا کسی مرتبہ کا ہو۔ امام مالکؒ صاحب کا پایہ جیسا عالی ہے اُس سے کون ناواقف ہے۔ مگر باوجود ان کی جرح کے تمام اصحاب سُنن نے محمد ابن اسحٰقؒ سے روایت لی ہے۔

امام بخاریؒ نے بھی تعلیقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور غزوۂ مریسیع کی تاریخ کے اختلاف میں ان کا حوالہ دیا ہے۔ جزء القراۃ میں ان کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ یحیٰی بن سعید۔ سفیان ثوری۔ نخعی۔ ابن عیینہ ایسے محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔

محمد بن اسحٰق پر دو جرح ہے۔ اول یہ کہ وہ تدلیس کرتے تھے۔ دوم اہل کتاب سے روایت لیتے تھے۔ مدلسین سے تمام ائمہ حدیث روایت لیتے ہیں۔ البتہ جس روایت میں تدلیس کا شبہ ہو اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔ اور مدلس کا عنعنہ ہمیشہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسری جرح کی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ نجران کے نصارٰی یا خیبر کے یہود سے اُن واقعات کی تحقیق کرنا جو مسلمانوں کو معلوم نہیں ہو سکتیں کیوں قابل اعتراض ہے۔ البتہ احکام میں اُن سے استدلال درست نہ ہوگا۔

الغرض ان دو ائمہ فن کی تصنیف کی وجہ سے سیرت کی طرف لوگوں کو عام رغبت پیدا ہو گئی۔ اور اس فن پر مختلف کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے بعد **واقدی** کا ظہور ہوا۔ واقدی نے مغازی اور سیرت پر روایات کا انبار لگا دیا۔ اور واقعات کو اس تفصیل و تسلسل سے بیان کیا کہ خود جو شخص اُن واقعات کے وقت موجود ہوتا وہ بھی جزئیات کو اس تفصیل سے یاد نہیں رکھ سکتا۔ واقدی کی ان تفصیلات کی وجہ سے محدثین متفق ہو گئے کہ واقدی اور واقدی کی روایتیں اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ اور واقدی باتفاق محدثین متروک ہیں۔ لیکن متروک ہونے کے باوجود شاید سیرۃ۔ مغازی۔ اور رجال کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جو واقدی کی روایتوں سے خالی ہو۔ اصل یہ ہے کہ واقدی گو متروک ہیں مگر حجاز کے مقامات اور غزوات و سرایا اور دوسرے واقعات کے محل و مقامات کو جتنا صحت و صفائی سے واقدی بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ واقدی کی واقفیت اور تبحر علمی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے تفصیلی بیانات سب مشتبہ ہیں۔ ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی مدینہ کے رہنے والے اور قاضی تھے۔ بغداد میں قیام کر لیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کا علم بڑا وسیع تھا یہ متروک ہیں۔

واقدی متروک ہیں۔ مگر ان کے ایک شاگرد **محمد بن سعدؒ** مقبول اور بڑے پایہ کے شخص ہیں۔ ان کی کتاب **طبقات ابن سعد** بہت مشہور اور بہت مقبول کتاب ہے۔ صحابہؓ کے حالات میں اس

۱؎ ایک یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر تشیع کا شبہ تھا مگر اس وقت کا تشیع یہ نہ تھا جو اب ہے۔ امام بخاریؒ نے ایسے لوگوں سے روایتیں لی ہیں جن پر تشیع کا شبہ تھا۔ اور شبہ تو امام شافعیؒ پر بھی کیا گیا ہے۔ بہرکیف اگر ہو بھی تو اس سے سیرت کی روایات غیر معتبر نہ ہوں گی۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

سے پہلے اتنی بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

موسیٰ ابن عقبہ کی مغازی عرصہ ہوا مفقود ہو گئی۔ مگر تقریباً ساری کتاب متفرق طور پر متأخرین کی تصنیفات میں نقل کر لی گئی ہے۔ **مغازی ابن اسحٰق** کا اصل نسخہ مفقود ہے۔ مگر ابن ہشام نے نئے طریقہ سے مغازی ابن اسحٰق کو درست کیا۔ الفاظ کی تصحیح۔ اشعار کی شرح اور بعض جگہ کمی و زیادتی کی مشکل۔ اسماء کی توضیح۔ اور کچھ روایات کے اضافہ کے ساتھ مرتب کیا۔ جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب بار بار چھپی اس کا مصری نسخہ موجود ہے۔ اِس کے علاوہ ابن اسحٰق کی روایتیں بھی تمام متداول کتابوں میں موجود ہیں۔ **طبقاتِ ابن سعد** عرصہ سے مفقود تھی۔ مسلمانوں کے پاس اس کا مکمل نسخہ کہیں بھی موجود نہ تھا۔ اب یورپ کے عیسائیوں نے اس کو چھپوایا ہے۔ اور وہی میرے پیش نظر ہے۔ مگر اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ کہ یہ نسخہ اصل تصنیف کے موافق ہے۔ وفاتِ رسول اللہؐ کے متعلق اور اُمّہات المؤمنینؓ کے متعلق بعض ایسی روایتیں اِس میں موجود ہیں جن کا اسلامی تصنیفات میں باوجود تلاش کے مجھ کو پتہ نہ ملا۔ ابن سعد کی اکثر روایتوں کو متأخرین نے نقل کیا ہے۔ مگر ان مہملات کو کسی نے نہیں لکھا۔ میں یقین کے ساتھ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ یورپ کا الحاق ہے۔ اِس لئے کہ **طبقاتِ ابن سعد** خود کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی ساری روایتیں قابل قبول ہوں۔ تاہم چونکہ یہ پوری کتاب ہمیں یورپ کے واسطہ سے ملی ہے اِس کے بھروسہ پر ابن سعد کا حوالہ بھی جائز نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی سند متداول کتابوں سے نہ مِل جائے۔ حدیث۔ سیرت اور تفسیر کی اور کتابیں بھی عیسائیوں نے چھاپی ہیں۔ اِن کتابوں کی بھی کوئی سند نہیں ہے۔ اور نہ اُن پر اعتماد ہے۔ اُن میں سے صرف وہی باتیں قابل قبول ہوں گی جس کی سند متداول کتابوں میں مِل جائے۔ مُلّا علیؒ قاری موضوعاتِ کبیر میں لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ احادیث نبویہ مسائل	قلت ومن القواعد الکلیة ان نقل الاحادیث

لہ تعجب یہ ہے کہ بعض علماء محمد ابن اسحٰق کو اس بنا پر مجروح قرار دیتے ہیں کہ انھوں نے بعض یہود اور نصاریٰ سے روایت لی ہے مگر خود اپنی تصنیف کا مدار عیسائیوں کی تصنیفات پر رکھتے ہیں یا اُن کتابوں پر جو اگرچہ ائمۂ فن کی تصنیف ہیں مگر اس وقت وہ صرف عیسائیوں کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ اِن کتابوں میں بہت سی روایتیں متداول اسلامی کتابوں کے خلاف ہیں اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ روایتیں اصل کتاب کی ہیں یا الحاق ہے۔ مولانا شبلیؒ نے سیرت میں مفسرین کی روایتوں کا عموماً انکار کیا ہے۔ سیرۃ کی بعض روایتوں کا معمولی جرح کی بناء پر انکار کیا ہے مگر عیسائیوں کی روایتوں کو بڑی بے پروائی سے قبول کیا ہے۔ حالانکہ اسلامی اصول اور محدثین کے قاعدہ کے موافق اِن روایتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بلاشبہ مفسرین کی بہت سی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہے اصحاب سیر کی بھی سب روایت حجت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اُن کی تمام روایتوں کا علی العموم انکار صحیح نہیں ہے۔ لیکن عیسائیوں کی تو کوئی روایت بھی حجت نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم ۱۲۔

النبوية وللمسائل الفقهية والتفاسير القرآنية لا يجوز إلا من الكتب المتداولة لعدم الاعتماد على غيرها من وضع الزنادقة والحاق الملاحدة۔ بخلاف كتب المحفوظة فان نسخها يكون صحيحة متعددة۔

فقہیہ اور قرآن کی تفسیریں صرف اُنہیں کتابوں سے نقل کرنی جائز ہیں جو متداول اور رائج ہوں کیونکہ جو کتابیں رائج اور متداول نہیں ہیں اُن پر اعتماد نہیں رہا۔ زندیقوں نے باتیں گڑھ لی ہیں۔ ملاحدہ نے اپنی طرف سے ملا دیا ہے۔ محفوظ اور متداول کتابوں میں یہ شبہ نہیں رہتا۔ کیونکہ اُس کے صحیح متعدد نسخے موجود رہتے ہیں اُس میں یہ شرارت چل نہیں سکتی۔

یہ قاعدہ اُن کتابوں کے لئے بھی ہے جس کا اتفاقیہ کوئی نسخہ کسی مسلمان کے پاس پایا جائے گر وہ کتاب متداول نہ ہو۔ تو جو کتاب مسلمانوں کے پاس بالکل نہ ہو محض عیسائیوں کے ذریعہ سے آئی ہو اُس کا کیا اعتبار ہے۔

بہر کیف سیرۃ کی یہ تین کتابیں اُمہاتِ کتب ہیں۔ اور ان کی ایک ایک روایت کو محدثین نے جانچا ہے اور اُس کی توثیق کی ہے یا انکار۔ اُن کے بعد جو کتابیں لکھی گئیں اُن میں بھی جو قابل توجہ تھیں اور اصحاب فن کی تصنیف تھیں اُن کی روایتوں پر بھی محدثین نے سند اور معنے کے اعتبار سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کونسی روایت کس درجہ کی ہے۔ کون قابل قبول ہے اور کون قابل رد۔

متاخرین یہ کرتے ہیں کہ پہلے موسےٰ بن عقبہ۔ محمد بن اسحٰق۔ یا ابن سعد میں سے جس جس کی روایت لے اُس کو لکھتے ہیں۔ پھر اُن کی تائید یا مخالفت میں دوسرے اصحاب سیرت میں سے کسی کی روایت ہو تو لکھتے ہیں اُس کے بعد اگر اُس روایت کے متعلق ائمۂ اہلِ حدیث میں سے کسی کی تنقید یا توثیق ہو تو اُس کو درج کرتے ہیں اور پھر اُس کے موافق یا مخالف حدیث کی روایتیں ہوں تو اُس کو لکھتے ہیں۔ پھر رجال و اسناد کی امداد سے کسی روایت کو راجح کسی کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ شراح حدیث بھی یہی کرتے ہیں۔ اور فی الواقع دونو کا کام ایک ہوتا ہے۔ صرف ترتیب کا فرق ہوتا ہے۔ حدیث کی کتابیں فقہی ابواب پر تقسیم ہوتی ہیں۔ اور سیرۃ کی کتابوں کی سنین پر واقعات کی ترتیب ہوتی ہے۔ تحقیق کی یہی صورت ہے مگر اس سے لازمی طور پر کتاب کا طویل ہو جانا ضروری ہے۔ اِس لئے اُس سے عام فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سب سے بہتر صورت اب یہ ہے کہ تحقیق کے بعد جو باتیں راجح قرار پائیں صرف اُنہی روایتوں کو جمع کیا جائے۔

اِس سیرت کی ترتیب

سیرت کی ابتداء کرتے ہی خود بخود دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ حضور کیا تھے؟ اور آپ نے کیا کیا؟

فطرۃً اسی ترتیب سے جواب بھی ہونا چاہئے میں نے اسی سوال کی بنا پر سیرت کے دو حصہ کر دیئے ہیں۔ مگر ضرورت کے لحاظ سے اِس کے جواب کی ترتیب بدل دی ہے۔ جلد دوم میں نبوت۔ دلائل النبوت۔ معجزات۔ شق صدر۔ شق قمر۔ معراج۔ اور شمائل کا بیان ہوگا۔ اور اُس میں تعلیمات پر مفصل بحث ہوگی۔ عبادات اور اخلاق کا ذکر ہوگا اور اصلاحات کی تفصیل ہوگی۔ اور جلد اول میں یہ بیان ہے کہ حضورؐ نے کیا کیا اور کس طرح کیا۔ اس میں پیدائش سے وفات تک مسلسل حالات ہیں۔ اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبلغانہ اور مجاہدانہ زندگی کا پورا نقشہ آئینہ کی طرح ظاہر ہو جائے گا۔

پیدائش سے نبوت تک کے حالات صحیح روایتوں سے جتنے معلوم ہیں وہ بہت کم ہیں اور اُس زمانہ کی بہت سی روایتیں معجزات کی ہیں جن کی جگہ جلد ثانی ہے۔ اِس جلد میں صرف خاندانی حالات۔ خانگی زندگی اور عادات و اطوار کے متعلق بالکل سادہ حالات ہیں۔ البتہ دو چیزیں اہم اور بحث طلب ہیں۔ ورقہ ابن نوفل کی پیشین گوئی۔ اور بحیرہ نسطورہ کی روایت۔ ورقہ کی پیشین گوئی۔ بخاری کی روایت سے ثابت ہے۔ اِس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ البتہ بحیرہ کا قصہ ہے اُس کو میں نے معجزہ کی حیثیت سے نہیں لکھا صرف یہ دکھلانا مقصود تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا سفر بچپن میں بھی کیا تھا۔ اِس سفر کا حال تقریباً تمام اہلِ سیر لکھتے ہیں۔ اور بحیرہ سے ملنے کا حال بھی لکھتے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ روایت ہے جو ترمذی میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ اِس روایت کے رجال سب ثقاۃ ہیں۔ لیکن اس کے آخر میں ایک جملہ ہے جو بالکل لغو ہے۔ وہ یہ کہ ابو طالب نے حضورؐ کو واپس کیا۔ اور ابو بکرؓ نے بلال کو آپؐ کے ساتھ کر دیا۔ یہ لغو اس لئے ہے کہ اُس وقت ابو بکرؓ خود کم سن تھے۔ اور بلال حبشی اُن کے پاس نہ تھے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ راوی نے کسی اور روایت کا جملہ غلطی سے اُس میں شامل کر دیا ہے۔ روایت صحیح ہے اور اس جملہ کے سوا اور کوئی بات اِس میں قابل[1] انکار نہیں ہے مگر میری سمجھ میں نہ آیا کہ کس لفظ سے معلوم ہوا کہ بلال سے مراد بلال حبشی مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ممکن ہے کہ کوئی اور بلال بھی ابو بکرؓ کے غلام ہوں۔ اور باوجود کم سنی کے ابو بکرؓ بھی خواجہ ابو طالب کے ساتھ سفر میں گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

[1] مولانا شبلیؒ نے اِس روایت پر دو اعتراضات کئے ہیں۔ اول یہ کہ عبد الرحمٰن ابن غزوان اس کے ایک راوی ہیں جو مجروح ہیں۔ حالانکہ عبد الرحمٰن مذکور صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔ دوم یہ کہ ابو موسیٰ اشعریؓ اس کے آخر راوی ہیں۔ وہ واقعہ کے وقت موجود نہ تھے اور اُنھوں نے یہ بتایا نہیں کہ کس سے سُنا۔ نہ بتایا مگر بلا تحقیق غلط بیانی کا تو اُن سے قرینہ نہیں ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہوگا صحابہ کا بیان حجت ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

نسطورا راہب کا قصہ ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے۔ لیکن شرف المصطفےٰ میں ابی سعید نیساپوری نے اس سفر کا حال لکھا ہے۔ جب کہ حضرت خدیجہؓ نے میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے آپؐ کو شام بھیجا تھا اور وہ راہب کا ملنا بھی لکھتے ہیں مگر اس دفعہ بھی راہب کا نام وہ بحیرا لکھتے ہیں۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور سفر کا حال لکھا ہے کہ اس میں ابوبکرؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ راہب کا نام بحیرا لکھا ہے۔ اصابہ[1] اور اُسدالغابہ دونوں میں بحیرا کا حال ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسرا زمانہ بعثت سے ہجرت تک۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے ساتھیوں کے استقلال کی خدا کی طرف سے سخت آزمائش ہوئی۔ حضورؐ نے توحید کی صدا بلند کی اور سارا عرب سارا حجاز۔ تمام قبائل اور خود اپنا خاندان دشمن ہوگیا۔ آپؐ کے ساتھ چند کمزور خدا کے بندے تھے اور وہ بھی اپنی اپنی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ مگر ایک دن کے لئے بھی آپؐ نے تبلیغ میں سُستی نہ کی۔ ایک طرف اسلامی تعلیمات کا سنگِ بنیاد رکھا جارہا تھا۔ دوسری طرف خدا کے راستہ کی خدا کے بندوں کو دعوت دی جارہی تھی۔ لیکن وہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ صحابہ بالاستیعاب تمام واقعات کو جمع کرنے کا خیال کرتے۔ اِس زمانہ کے اہم معجزات صحابہؓ کو یاد رہے جس کا ذکر جلد دویم میں ہے۔ ہجرت حبشہ۔ طائف کا سفر۔ اور ہجرت مدینہ ایسے واقعات ہیں جس کو صحابہؓ کسی طرح فراموش نہ کر سکتے تھے وہ رہے۔ مظالم کی داستانوں میں سے صرف اہم باتوں کو میں نے جلد اول میں درج کیا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہوا صرف اُنہی واقعات کو لیا ہے جن پر اکثر اہل سیرت کا اتفاق ہے۔ اور احادیث میں بھی اُس کی سند پائی جاتی ہے۔

تیسرا زمانہ ہجرت کے بعد سے وفات تک کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مجبور ہوکر رسول اللہؐ نے توحید کی حمایت میں تلوار اُٹھائی۔ اور پھر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو کچھ آپ نے کیا اس سے دنیا واقف ہے۔ اس مُدت کا ایک ایک دن اور اس کا کام سیرۃ کی کتابوں میں آئینہ کی طرح روشن ہے۔ جلد اول کا یہی حصّہ مہتم بالشان ہے جس میں اس زمانہ کے حالات ہیں۔ اور میں نے کوشش کی ہے کہ اس زمانہ کے وہی حالات درج کئے جائیں جو محقق اور معتبر ہوں۔ مجروح روایتوں کو حتی الوسع ترک کردیا گیا ہے۔

درایت اور عقل

یورپ نے جو سطحی تعلیم ایشیا میں پھیلادی ہے اس کا ایک اثر ہمارے نوجوانوں پر عجیب وغریب

[1] نسطورا کا حال بھی اصابہ میں ہے ۱۲ منہ

پڑا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہر بات کو عقل کے معیار پر جانچ کر قبول کرنا چاہیے۔ اور جو بات عقل کے خلاف ہو اُس کو رد کر دینا چاہیے۔ بظاہر یہ بہت معقول بات ہے۔ مگر اسی کے ساتھ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ ہر ایسی بات کو جس کو اپنی بے علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے سمجھ نہ سکیں خلافِ عقل کہتے ہیں۔ اور ہر اُس چیز کو جو اُن کی رائے میں صحیح نہ ہو خلاف عقل کہتے ہیں۔ وہ علم۔ سمجھ۔ رائے۔ وہم۔ قیاس وغیرہ کے فرق سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کا عقل کو معیار بنانا کس قدر مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اسی فرضی عقل کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر بہت سی مذہبی روایات اور تعلیمات کے متعلق مذبذب ہو گئے ہیں۔ اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

جو چیزیں عُقلاء اور حُکماء کے نزدیک محال عادی ہیں۔ ان کا بھی ہونا اور عادت کا ٹوٹ جانا ممکن ہے۔ مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ آگ پانی کا کام دے اور پانی آگ کا۔ کیونکہ مادیات میں تغیرات جاری ہیں۔ اِس کے ثبوت میں بے حد وحساب تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔ اور یہ محض تاریخی مسئلہ ہے۔ کیونکہ خرق عادت تاریخ ہی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف عقلی دلائل پیش کرنا طفلانہ حرکت ہے۔ اِس لئے کہ کلام محالات عقلیہ میں نہیں ہے۔ محالات عادیہ میں ہے۔ اِس کی تفصیل انشا۔اللہ تعالےٰ دلائل النبوۃ اور معجزات کی بحث میں آئے گی۔

لیکن اِن کے مباحث کا دائرہ اب محالات عقلی یا محالاتِ عادی تک محدود نہیں رہا اُنھوں نے بُت پرستوں کی صحبت میں پرورش پائی اور مشرکوں اور عیسائیوں سے تعلیم حاصل کی۔ اور انہی کے زیر اثر بہت سی چیزوں کو اچھی اور بہت سی چیزوں کو بُری سمجھنے لگے اب اُن کی عقل قبول نہیں کرتی کہ جس کو وہ بُرا سمجھتے ہیں اُس کو رسول اللہؐ نے اچھا کہا ہو یا جس کو وہ اچھا سمجھتے ہیں اُس کو رسول اللہؐ نے بُرا کہا ہو۔ اور محض اسی بنا پر بہت سی حدیثوں کو وہ خلاف عقل قرار دے کر رد کرتے ہیں۔ اور بہت سی موضوعات کو صحیح قرار دے کر قبول کرتے ہیں۔ اِن لوگوں پر مسلمانوں کے بدعات ورسومات کا تو کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ ایسی صحبتوں میں نہ پلے نہ پرورش پائی۔ نہ تعلیم حاصل کی۔ مگر اُن پر مشرکوں اور بُت پرستوں کے خیالات غالب ہو گئے ہیں۔ توحید ورسالت کی عزت ہی اُن میں باقی نہ رہی۔ یہ اچھائی یا بُرائی کا معیار رسول اللہؐ کی تعلیم کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہندوستان یا یورپ کے قائم کردہ معیار کے موافق رسول اللہؐ کو بنانا چاہتے ہیں۔

ایسے لوگ جو بدعات اور رسوم ورواج کے احاطہ کے اندر صاحبِ تمیز ہوئے اُن کی حالت اس کے برعکس ہے۔ اُن کی عقل اُنہی احادیث کو قبول کرتی ہے جو رواج کے موافق ہو گو سنداً موضوع ہو

اور جو اس کے خلاف ہو وہ قابل رد ہے گو سنداً صحیح ہو۔

کاش یہ حضرات سمجھتے کہ کوئی ذی عقل یہ حکم نہیں دے سکتا کہ ایسی خیال آرائیوں سے شہادتیں رد کردی جائیں۔ سندیں شہادت کے مثل ہیں اور رسول اللہؐ کی تعلیم وہی ہے جو صحیح اسناد سے ثابت ہو گو وہ ان کے عقل کے خلاف ہو یا اُن کے عقل کے۔

اِن لوگوں کو جناب مولانا شبلیؒ کے ایک بیان سے بڑی مدد ملی ہے۔ مولانا شبلیؒ کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر شخص کو اختیار دیں کہ کسی روایت کا محض اس بناء پر انکار کردے کہ وہ اس کو عقل کے خلاف سمجھتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اُن کے بیان سے یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

مولانا سیرت میں بھی اور اپنی دوسری تصنیفات میں بھی بسط وتفصیل سے لکھتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک احادیث کو پرکھنے کا ایک اصول درایت بھی ہے جس طرح قرآن کریم کے خلاف کوئی روایت ہو تو رد کردی جائے گی۔ اور یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کی سند کیسی ہے۔ اسی طرح جو روایت عقل کے خلاف ہو وہ بھی رد کردی جائے گی سند دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ مولانا کی تحریر کا خلاصہ ہے۔ مولانا سے تسامح یہ ہوا ہے کہ وہ درایت اور عقل کو ایک چیز سمجھتے ہیں۔ دوم درایت کو اسناد پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور کسی محدث کا یہ مسلک نہیں ہے۔ بلکہ صریح البطلان ہے۔

درایت کے معنی عقل نہیں ہے علم اور تجربہ کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اُس کو درایت کہتے ہیں۔ محدثین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہؐ کی سیرت سے پوری واقفیت ہو اور اس بارے میں جتنی روایات صحیح ہیں وہ اُس کے پیش نظر ہوں۔ رسول اللہؐ کے وقت کے واقعات اور حالات پر عبور رکھتا ہو ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہو جائے گی۔ اُسی کو درایۃ کہتے ہیں۔ ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی اور اُس کی سند نہ معلوم ہو تو وہ اپنی اسی بصیرت کی بناء پر کہہ سکے گا کہ یہ حدیث رسول اللہؐ کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ مُلّا علی قاریؒ موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں:۔

وقد سئل ابن قیم الجوزیۃ ھل یمکن معرفۃ الحدیث الموضوع بضابط من غیر ان ینظر فی سندہ۔ فقال ھذا سوال عظیم القدر۔ وانما یعرف ذٰلك من تطلع فی معرفۃ	ابن قیم جوزیؒ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حدیث موضوع کو کسی قاعدہ سے جان لیں بغیر سند دیکھے ہوئے۔ کہا یہ بڑے مرتبہ کا سوال ہے۔ یہ وہ شخص جانتا ہے جو سنن پر حاوی ہو اور جس کے خون اور گوشت میں وہ مخلوط ہو گئی ہوں۔ اور اُس میں

السنن الصحيحة. وخلطت بلحمه و دمه وصارله فيها ملكة. واختصاص شديد بمعرفة السنن والآثار ومعرفة سيرة الرّسول عليه الصّلوٰة والسّلام وهدايه فيما يأمربه. وينهى عنه ويخبر عنه ويدعو اليه. ويحبّه ويكرهه ويشرعه للامّة بحيث كانه مخالط له عليه الصّلوٰة والسّلام. بين اصحابه الكرام فمثل هٰذا يعرف من احواله وهديه وكلامه واقواله وافعاله.

اُس کو ملکہ حاصل ہوگیا ہو۔ سُنن اور آثار کے پہچاننے میں۔ رسول اللہؐ کی سیرۃ کو پہچاننے میں۔ اور حضورؐ کی ہدایۃ کو پہچاننے میں جس کا حضور حکم دیتے تھے جس سے منع کرتے تھے۔ جس بات کی خبر دیتے تھے جس طرف دعوت دیتے تھے۔ جس بات کو پسند کرتے تھے۔ جس کو بُرا سمجھتے تھے۔ جس کی اُمّت کو تعلیم دیتے تھے سب کے جاننے میں اُس کو شدید خصوصیت حاصل ہوگئی ہو۔ گویا وہ حضورؐ کے ساتھ صحابہ میں مِلا ہوّا موجود ہے۔ اس طرح کا آدمی حضورؐ کے احوال۔ ہدایت۔ کلام۔ اور اقوال وافعال کو جانتا ہے۔

عقل کو معیار بنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ جو بات عقل وسمجھ سے باہر ہو اس کا انکار کر دیا جائے۔ تو بڑی مشکل ہے۔ معاد کی باتیں اکثر ایسی ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ حشر۔ نشر۔ عذاب قبر۔ اعمال کا حساب وکتاب۔ جزا۔ سزا۔ جنّت ودوزخ۔ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک صرف عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اعتقادیات کی اکثر باتیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ یہ سب باتیں انبیاء کرامؑ کی تعلیم سے معلوم ہوتی ہیں۔ کیا اِن چیزوں کا اِس لئے انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری عقل میں نہیں آتیں۔

موضوع حدیثیں بنانے والے سب احمق نہ تھے۔ وہ بھی آج کل کے عقلمندوں کی طرح بہت سی باتیں اچھی سمجھ کر لوگوں میں پھیلاتے تھے۔ حالانکہ وہی باتیں آج ہمارے لئے فتنہ کا باعث ہو رہی ہیں۔ متعبّد صوفیہ کی ایک جماعت کرامیّہ تھی۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ ترغیب وترہیب کے لئے حدیثیں بنانا جائز ہے۔ بظاہر نہ اِن کی نیّت خراب تھی نہ بیوقوفی تھی۔ مگر ان کی اس عقلمندی کا نتیجہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہزارہا موضوعات حدیثوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور اختلافات کا باعث بن رہی ہیں۔

سیّد شریف جرجانی اپنے رسالہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں کہ ابو عصمہ نوح بن مریم نے قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وضع کیں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ ایک ایک سورہ کی فضیلت میں جو تم عکرمہ عن ابن عباسؓ کی سند سے روایتیں بیان کرتے ہو یہ کہاں سے بیان کرتے ہو تو اُنھوں نے کہا کہ لوگوں نے قرآن چھوڑ دیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ۔ اور

محمد ابن اسحق کی مغازی میں پھنس گئے ہیں۔ اس لئے ہیں نے محض خدا کے واسطے حدیثیں بنا کر بیان کر دیں تاکہ لوگوں کو قرآن کریم کی طرف رغبت ہو۔

ابن عدی لکھتے ہیں کہ عبدالکریم بن ابی العوجاء کے قتل کا جب محمد بن سلیمان بن علی نے حکم دیا تو اُس نے اقرار کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کر کے تم لوگوں میں پھیلا دی ہیں جس میں کسی چیز کو حلال کسی چیز کو حرام بتایا ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ ان اقرار کرنے والوں کا اقرار بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اس اقرار سے بھی شرارت مقصود ہو۔ غرض یہ ہو کہ لوگ رسول اللہؐ کی صحیح حدیثوں کی طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ یہ حدیثیں خلافِ عقل نہیں ہیں مگر فتنۂ عظیم کا باعث ہیں۔

بلاشبہ بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جن سے اجتماع ضدین کا مثلاً جواز ثابت ہوتا ہے وہ عقل ہی کے نہیں عقل صریح اور بداہۃ کے بھی خلاف ہیں۔ مگر اس سے یہ اصول نہیں پیدا ہوتا کہ جو بات بھی عقل میں نہ آئے وہ رد کر دی جائے۔ ورنہ موضوعات سے زیادہ صحیح حدیثوں کو رد کر دینا ہوگا۔

جس طرح یہ ضروری ہے کہ موضوع اور جھوٹی حدیثیں رد کر دی جائیں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ رسول اللہؐ کی صحیح تعلیم ترک نہ ہونے پائے۔ اس لئے تحقیق کی اصل چیز اسانید ہیں۔ کیونکہ یہ اسانید ثقہ اور معتبر لوگوں کی شہادتیں ہیں۔ جو روایتیں مستند اور صحیح الاسناد ہوں اُن کو قبول کرنا واجب ہے جن روایتوں کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے اُن کو رد کرنا واجب ہے۔ باقی وہ روایتیں جس کے اسناد نہ معلوم ہوں اُن کے بارے میں اُن علماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے جن کو احادیث رسول اللہؐ اور سیرت نبویہؐ پر عبور اور ملکۂ راسخہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت و سخافت۔ طرز کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہؐ کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایک مشاق انشاء پرداز۔ ایک کہنہ مشق شاعر کسی کلام کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ یہ کس کا کلام ہے۔ ایک جوہری کسی موتی کے آب و رنگ کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ سچا ہے یا جھوٹا۔ ایک مشاق سونار بغیر کسوٹی پر کسے بتا سکتا ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی کوئی قاعدہ نہیں بتا سکتا جس سے ہر شخص پرکھنے پر قادر ہو جائے۔ قادر وہی ہوگا جو مشق اور مزاولت سے اُسی طرح کا ملکہ اور درایت حاصل کرے۔

ایسے مشاق علماء کا فرمانا اگرچہ بڑی حد تک قابل اعتبار ہوگا مگر اُسی وقت تک جب تک اسناد کا علم نہ ہو جائے۔ اسناد معلوم ہو جانے کے بعد ان کے قیاسات بھی قابل قبول نہیں رہتے۔ ابن جوزیؒ نے موضوعات پر بہت بڑی کتاب لکھی۔ مگر پیچھے علماء نے بتایا کہ اِس میں بہت سی حدیثیں ہیں جن کو موضوع نہیں کہہ سکتے۔ علامہ مجدالدین فیروز آبادیؒ نے سفر السعادت میں بہت سی حدیثوں کا انکار کیا مگر مولانا شیخ عبدالحق

صاحب نے ان میں سے بہت سی حدیثوں کے اسناد بتائے۔

محدثین تو احادیث کا محض عقل و قیاس کی بناء پر کیا انکار کریں گے۔ بہت سے محدثین۔ امام ابو حنیفہؒ کو صاحب قیاس و اہل الرائے کہتے ہیں۔ مگر وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بسند صحیح رسول اللہؐ کی حدیث مل جائے تو قیاس والے کو ترک کر دو۔ فقہ حنفی کی کتابیں اٹھا کر دیکھو صدہا مسائل میں وہ لوگ لکھتے ہیں کہ اگرچہ قیاس کا اقتضاء یہ تھا مگر فلاں حدیث کی وجہ سے قیاس ترک کیا گیا۔

البتہ جو حدیثیں قرآن کے خلاف ہوں اور تاویل ممکن نہ ہو۔ یا کوئی حدیث کسی دوسری صحیح اور قوی حدیث کے خلاف ہو اور تطبیق نہ ہو سکے تو یہ حدیث رد کر دی جائے گی۔ واللہ اعلم۔

عقل کی گمراہی

انسان میں بہترین جوہر عقل ہے۔ اور کسی چیز کی خوبی یا خرابی کی اصل تمیز عقل ہی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ مختلف مذاہب کے درمیان حق و باطل کا امتیاز بھی عقل ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ مگر عقل اس کا نام نہیں ہے کہ ہر چیز میں ہر شخص بلا سمجھے بوجھے مداخلت شروع کر دے۔ اور جس کا جو دل چاہے کہنے لگے۔ عقل کا منشا یہ ہے کہ جس علم یا جس فن میں کسی کو کمال ہو اسکی بات اس علم کے متعلق قبول کی جائے۔ مرض کے متعلق طبیب ہی کی رائے قبول کی جائے وکیل کی نہیں تعمیر کے متعلق انجینیر کا مشورہ قبول کیا جائے فلسفی کا نہیں۔ اسی طرح مذہبی اور اخلاقی مسائل میں انہی علما کی رائے قابل قبول ہو گی جنھوں نے اس کی تعلیم و تحقیق میں اپنی عمر کا معقول حصہ صرف کیا ہو۔ ایسے لوگ اگر کسی روایت یا کسی مسئلہ کو عقل سلیم کے خلاف بتائیں۔ تو ان کی بات یقیناً قابل قبول ہو گی۔ مگر جس شخص نے نہ مذہبی تعلیم حاصل کی ہو نہ اخلاقی، اس کی عقل اس وادی میں کیا کام دے گی۔

بسا اوقات جس کو ہم عقل سمجھتے ہیں وہ بے عقلی اور نادانی ہوتی ہے۔ غلط علم۔ اور غلط تجربہ کی وجہ سے انسانی عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔ اچھی چیز کو بری اور بری کو اچھی سمجھنے لگتی ہے۔

یورپ کو ایشیا کے مقابلہ میں اس وقت جو مادی تفوق حاصل ہے اس کا سب سے خراب نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایشیا کی ذہنی قابلیت تقریباً مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اپنے لئے خود اپنا راستہ تجویز کرنے کی صلاحیت ہم میں باقی نہ رہی۔ عام غلامانہ ذہنیت ہم میں پھیل گئی ہے یورپ کی اندھی تقلید کا نام ہم نے عقلمندی رکھا۔ شکل۔ صورت۔ لباس کھیل کود۔ فسق و فجور میں یورپ کی نقل ہمارے نزدیک حریت و آزادی ہے۔ اپنے مذہب۔ اپنی معاشرت اپنی تاریخ۔ اپنی تہذیب کی مخالفت اور عفت۔ عصمت۔ حیا۔ ادب۔ مروت سے دست برداری کا نام روشن خیالی ہے۔ اور اس حریت و روشن خیالی کی خوبی کی دلیل ہمارے پاس صرف یہ ہے کہ یورپ

میں یہ ہوتا ہے یا یورپ کے فلاں فلاسفر نے اس طرح کہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے ممالک اور علاقہ جات پر یورپ کا اس وقت جتنا قبضہ ہے۔ اُس سے بہت زیادہ ہمارے عقول و اذہان پر اس کی حکومت ہے۔ تم دیکھو اس وقت اکثر محکوم ممالک کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارا ملک یورپ کے دستِ تسلّط سے نجات حاصل کرے۔ مگر ذہنی غلامی کا یہ حال ہے کہ کوئی ملک آزادی کا راستہ خود اپنے لئے اپنے مناسب حال تجویز نہیں کرتا جن کی گرفت سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اُنہی کی ہدایات کو ذریعہ نجات بھی سمجھتے ہیں۔ یا للعجب۔

جن لوگوں کی ذہنی غلامی کا یہ عالم ہو۔ اُن سے کیونکر اُمّید کی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح عقلی نتائج حاصل کر سکیں گے۔ میں بعض مثالیں دینا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسے ماؤف دماغ کیسی عقلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

(۱) ایک بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ مشہور مسلم رہنما نے میرے پاس ایک دفعہ ایک خط لکھا کہ "ہم لوگوں کو شرعی احکام کے متعلق رائے دینے سے کیوں روکا جاتا ہے۔ میں ڈارون کی تھیوری پر رائے لکھتا ہوں شکسپیر کی زبان پر اپنی رائے شائع کرتا ہوں ... ... کے قانون پر تنقید کرتا ہوں اور کوئی ہمیں نہیں روکتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم سے ہمیں روکا جاتا ہے۔ علمائے اسلام نے ہندو برہمنوں کی طرح مذہب کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اس کا میں سخت مخالف ہوں۔" یہ قول کسی معمولی شخص کا نہیں ہے۔ بہت بڑے تعلیم یافتہ کا قول ہے۔

عالم برہمن کی طرح کسی ذات کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شرعی علوم حاصل کرے وہ عالم ہے مگر آپ گویا فرماتے ہیں کہ ہم بغیر قرآن پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا مطلب یہ ہے۔ بغیر حدیث پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کا حکم یہ ہے۔ بغیر فقہ پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے۔ اور یہ کہنے کا حق ہمیں اس لئے حاصل ہے کہ ڈارون کی تھیوری۔ شکسپیر کے ڈراموں اور ... ... کے قانون میں ہمیں قابلیت حاصل ہے۔

(۲) اسلام کے قبل دنیا کی ایک بڑی لعنت وطنیّت تھی۔ دنیا میں جس قدر خونریزیاں ہوئیں اُس میں بہت زیادہ حصہ اسی وطنیّت کا ہے۔ آج بھی جتنی لڑائیاں ہو رہی ہیں وہ اسی وطنیت کی برکت ہے۔ وطنیّت کا بڑا غلبہ یورپ میں ہے۔ اور اسی وجہ سے بہترین علم۔ عقل اور فہم کے باوجود ہر وقت سارا یورپ آمادۂ پیکار ہے۔

اسلام نے وطنیّت کی بنیاد اکھیڑ دی تھی۔ بتایا کہ ہر ملک میں انسان دو طرح کے ہیں۔ اچھے انسان

اور بُرے انسان۔ تمام دنیا کے اچھے ایک قوم ہیں اور بُرے ایک قوم۔ فرمایا کونوا عباد اللہ اخوانا۔ اور فرمایا الکفر ملۃ واحدۃ۔

جدید عقلاء کو اس سے تسکین نہیں ہوتی۔ کیونکہ یورپ میں قومیت کا معیار وطنیت ہی ہے۔ بڑے زور شور سے یہ لعنت پھر مسلمانوں کے سر منڈھی جا رہی ہے جس لعنت سے دنیا نے بمشکل جزوی نجات حاصل کی تھی وہی پھر دنیا پر مسلط کی جا رہی ہے اور اس کے لئے حب الوطن من الایمان اور اسی طرح کی دوسری من گھڑت حدیثیں شائع کی جاتی ہیں۔ انتہائی بیباکی سے اعلان کیا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ نے ملکی آزادی کے لئے جہاد کیا۔ حالانکہ حضورؐ نے فرما دیا ہے کہ جو مقاتلہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کیا جائے وہی جہاد ہے۔

غزوۂ اُحد کی روایتوں میں آتا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص قزمان تھا جس کو رسول اللہؐ نے جہنمی کہا تھا مگر غزوۂ اُحد کے روز وہ نہایت شجاعت سے بڑے معرکہ کی لڑائی لڑا۔ صحابہ کو حیرت ہوئی کہ ایسے شخص کو رسول اللہؐ نے جہنمی کیسے کہا۔ وہ زخمی ہوا تو صحابہؓ نے اُس کو نجات کی بشارت دی۔ مگر اس نے کہا کہ نجات کی بشارت کیسی میں تو قوم کے لئے محض قومیت کی پاسداری میں لڑا ہوں۔ صحابہ کو تسکین ہوگئی اور سمجھ گئے کہ رسول اللہؐ اس کو کیوں جہنمی کہتے تھے۔

(۳) رسول اللہؐ نے توحید کا اعلان کیا اور تیرہ برس تک لوگوں کو وعظ و پند کے ذریعہ سمجھاتے رہے کہ نیکی کیا ہے اور بُرائی کیا ہے۔ ہر شخص رُشد و غیّ کو سمجھ گیا۔ حق و باطل واضح ہو گیا۔ حجت و دلیل کی تمام منزلیں طے ہوگئیں۔ لیکن باطل پرستی فنا نہ ہوئی۔ تب آپ نے حق کی حمایت میں تلوار اُٹھائی باطل کے ابطال پر عملی اقدام شروع کیا۔ اور ساری دنیا کے سامنے اعلان کیا تعاونوا علے البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس برس کے اندر وہ ملک جو تمام تر شیطانوں کی آبادی تھی فرشتوں کی بستی بن گئی۔ ہر شخص بھلائی و نیکی کا مجسمہ تھا۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اصحاب رسول اللہؐ اوامر کا ترک اور نواہی پر عمل دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ظلم دنیا سے مٹ گیا۔ فسق و فجور فنا ہو گیا۔ شرک و بُت پرستی کالعدم ہو گئی۔ ہمت۔ دلیری۔ عدل و انصاف سے سینے معمور ہو گئے۔ شیاطین کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ باطل کا بازار سرد ہو گیا۔ اور ہر طرف جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کا عملی اعلان ہو گیا۔

غزوات کے یہ عملی نتائج ہمارے سامنے واضح ہیں۔ تاریخیں علی الاعلان اس کی شاہد ہیں مگر جدید عقلاء کہتے ہیں کہ مذہب کے لئے جنگ نہیں چاہیئے۔ ملک کے لئے لڑو۔ روپیہ کے لئے لڑو۔ اپنے بنائے ہوئے قانون کو رائج اور

[1] اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ ۱۲ منہ [2] کفر ایک ملت ہے ۱۲ منہ

قائم کرنے کے لئے لڑو۔ مگر خدا کی توحید اور خدا کا قانون رائج کرنے کے لئے نہ لڑو نیکی کی معاونت اور بدی کی مخالفت کے لئے نہ لڑو۔ کیونکہ یورپ کے عُقلاء مذہب کے لئے جنگ کو منع کرتے ہیں۔

(۴) **بُت پرستی** کوئی مذہب نہیں ہے۔ کوئی نبی۔ کوئی مصلح۔ بلکہ کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مٹی یا پتھر کی مُورت خود بناؤ۔ یا لکڑی۔ دھات یا کسی چیز کا بُت اپنے ہاتھ سے خود گڑھو۔ اور خود اُس کے سامنے سجدہ کرو۔ اُس کو حاجت روا سمجھو۔ یا اُس میں کسی طرح کی قدرت و اختیار کا اعتقاد رکھو۔ یہ جہالت ہے اور ہر ملک ہر مذہب ہر قوم کے آدمی جب جہالت و بے علمی میں مبتلا ہوتے ہیں تو شرک و بُت پرستی میں بھی پھنس جاتے ہیں۔ جب مذہبی تعلیم مفقود ہو جاتی ہے تو لازمی طور پر شرک شائع ہو جاتا ہے۔ اور بُت پرستی پھیل جاتی ہے۔ نہ بُت پرستوں کا کوئی رہبر ہے۔ نہ اُن کا کوئی مسلّمہ قانون ہے۔ نہ کوئی ایک مذہبی یا اخلاقی طریقہ ہے۔ اِس لئے بُت پرستی کو ایک مستقل مذہب سمجھنا خود ایک جہالت ہے۔ تمام مذاہب حقّہ کے نزدیک کوئی اخلاقی جرم بُت پرستی سے زیادہ بُرا نہیں ہے۔ چوری۔ زناکاری۔ جھوٹ۔ دغابازی کو کوئی مذہبی عبادت بنالے تو وہ مذہب نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح **بُت پرستی** خود مذہب نہیں ہو سکتی۔

بُت پرستی۔ آتش پرستی۔ ستارہ پرستی۔ سب کا ایک حکم ہے۔ اِن کو چھوڑ کر اور جس قدر مذاہب ہیں جس کی بنیاد کسی نبی کسی رسول یا کسی رہبر کی تعلیم پر ہے سب میں **توحید** کی تعلیم ہے۔ اور اسی تعلیم کے لئے انبیاء و رُسل مبعوث ہوئے۔ **توحید** کے اعتقاد کے بغیر کسی نیکی کی کوئی مستقل بنیاد باقی نہیں رہتی اور بُرائیوں سے بچنے کا دلی جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

ایسے لوگ بھی جن کو خدا پر اعتقاد نہ ہو بُرائیوں سے بچتے ہیں۔ اِس لئے کہ بُرائیوں سے لوگوں میں ذلّت ہوتی ہے لیکن ایسی بُرائیوں سے اُن کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ جس کو وہ لوگوں سے چُھپا سکیں۔ کیونکہ نہ اُن کو کوئی خوف ہے نہ اُن کا دل اُن پر ملامت کرتا ہے۔ اِسی لئے یہ لوگ بُرائی اُسی کو کہتے ہیں جو ظاہر ہو جائے یا قانوناً ثابت ہو جائے۔ اِسی طرح وہ نیکی بھی کرتے ہیں مگر صرف اس لئے کہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں۔ اُن کی نیکی میں کوئی اخلاقی قوّت پوشیدہ نہیں ہوتی۔

وطنیت اور **نسل** کی بناء پر بے شمار اور بے انتہا قبائل پیدا ہو گئے تھے۔ اور قومیں بن گئی تھیں اسلام نے قومیت کی اِن دونوں بنیادوں کی مخالفت کی۔ ایک وطن۔ ایک زمین۔ اور ایک ملک میں ایک موحد فرشتہ صفت انسان پیدا ہوتا ہے۔ اور اُسی جگہ اُس کے پڑوس میں ایک شیطان بدکردار بھی ہوتا ہے۔ نسل کی بھی یہی حالت ہے۔ آذر بُت تراش کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں جو خدا کے خلیل اور رسول اعظم ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے۔ مگر اُن کی اولاد

کافروں سے مل جاتی ہے اور نبی کا خلاف کرتی ہے۔ اس لئے اِن دونوں چیزوں کو اخوت اور قومیت کی بنیاد بنانا غلط اور دھوکہ تھا۔

اسلام نے بتایا کہ موحد۔ خدا پرست۔ نیک کردار کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں بھائی بھائی اور ایک قوم ہیں۔ وہ ایک جماعت کے لوگ ہیں۔ اور اُن کو حکم دیا گیا کونوا عباد اللہ اخوانا۔ یہی جماعت عند اللہ مقبول ہے۔ فرمایا انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اور جو لوگ مشرک بدکردار۔ خدا کے دشمن ہیں وہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں سب ایک قوم ہیں۔ چاہے خدا کے سوا کسی چیز کی پرستش کرتے ہوں اس لئے فرمایا الکفر ملّۃ واحدۃ۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ خدا کی مخلوق دو حصوں میں خود بخود تقسیم ہے۔ نیک اور بد۔ تو خداوند کریم نے حکم دیا کہ نیکوں کا یہ بھی فرض ہے کہ نیکی کو دُنیا میں غالب رکھیں۔ اور اس کی حمایت میں اپنی تمام تر قوت صرف کر دیں۔ قرآن کریم کی صدہا آیتیں۔ احادیث صحیحہ کا بڑا دفتر اس حکم سے بھرا پڑا ہے۔ کہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد فرض ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ اس حکم کے بعد کس طرح توحید کا غلبہ ہوا! کس طرح شیطان مغلوب ہوا۔ کیونکر بُت پرستی فنا ہوئی۔ کس طرح دُنیا خدا کی حمد و ستائش سے بھر گئی۔ کس طرح وہ باتیں پوری ہوئیں جسکی تمنا میں حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ اور تمام انبیاء کرام نے اپنی عمریں صرف کر دی تھیں۔ **عرب** جو بُت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ وہاں سے شیطان مایوس ہو گیا کہ اب اس سرزمین پر سوائے خدائے ذوالجلال کے کسی کو سجدہ نہیں کیا جائے گا۔ **ایران** جہاں ایک شخص بھی خدائے قدوس کا نام لینے والا نہ تھا وہاں لکھوکھا

لہ تم میں سے خدا کے نزدیک مکرم وہ ہے جو متقی زیادہ ہو ۱۲منہ ۲ہ خدا نے قرآن پاک میں جا بجا کفّار کی رفاقت اور دوستی کو منع کیا۔ سورۃ توبہ رکوع تین میں ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ط ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون ۝ قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احبّ الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ ط واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین ۝ اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو رفیق نہ بناؤ۔ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں اور وہ لوگ جو تم میں سے اُن کی رفاقت کریں وہ لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ۔ تمھاری اولاد۔ تمھارے بھائی۔ تمھاری بیبیاں۔ تمھاری برادری اور مال جو تم نے حاصل کیا ہے۔ اور تجارت جس کی کساد بازاری سے ڈرتے ہو۔ اور مکانات جو تمھیں پسند ہیں۔ یہ سب اگر خدا۔ خدا کے رسولؐ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پسند ہو تو انتظار کرو کہ خدا اپنا حکم بھیجے۔ خدا نافرمان قوم کی ہدایت نہیں کرتا ۱۲ واللہ اعلم۔

اور کروڑ ہا سر خدا کے سامنے جھک گئے۔ شیطانی قوانین کو حضورؐ نے اپنے پیروں کے نیچے روند دیا۔ اور خدائی احکام پر ہر جگہ حکومت ہونے لگی۔

کیا توحید کا یہ غلبہ اور بُت پرستی کی یہ شکست ایسی باتیں نہ تھیں جس پر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی اُمت اور انبیاءؑ کے ماننے والوں کو سچی خوشی حاصل ہوتی۔ اور کیا اگر خود حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ موجود ہوتے تو ان کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور بات ہو سکتی تھی۔ آخر کس چیز نے یہود و نصارٰی کو اس خوشی میں شرکت سے باز رکھا۔ بلکہ یہود کو علانیہ بُت پرستی کی حمایت پر آمادہ کر دیا۔ جیسا کہ غزوۂ احزاب کے وقت ہوا۔ اسی نسلی تفریق اور وطنیت کی لعنت نے۔ یہود کہتے تھے کہ نبوت بنی اسرائیل ہی کے لئے خاص ہے۔ عیسائیوں میں سے ہرقل نے بھی اور مقوقس نے بھی صاف کہہ دیا کہ میرا خیال تھا کہ نبی آخر الزمان کا ظہور شام میں ہوگا بس یہ چیز تھی جو اُن کو توحید کی حمایت سے بھی روکے ہوئے تھی۔

نصارٰی کا اعتراض

عیسائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر بڑا اعتراض ہے۔ اور اس پر انھوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھ ڈالیں۔ اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ مذہب کے لئے لڑنا نہیں چاہیئے۔ رسول اللہؐ نے جو کچھ کیا وہ سکندر اور تیمور ایسے فاتحوں کے مناسب تو تھا۔ مگر انبیاءؑ کی شان کے مناسب نہ تھا۔ ان بدنصیبوں کی شاید یہ غرض ہے کہ انبیاءؑ کی یہی شان ہے کہ وہ ہمیشہ مغلوب رہیں۔ قوتیں ہمیشہ اُن کے مخالفین اور شیاطین کے پاس رہیں۔ وہ جب چاہیں انبیاءؑ کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پریشان کریں۔ قتل کریں۔ آگ میں ڈالیں۔ انبیاءؑ بالکل بے دست و پا۔ مجبور۔ محتاج۔ اور ان کے مظالم کے سامنے سرنگوں رہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ الزامات اُن کے ہیں جو انبیاءؑ کی اتباع اور حمایت کا دعوٰی کرتے ہیں۔ مگر فی الواقع اس اعتراض و الزام کا منشاء کچھ اور ہے۔ خدائے ذوالجلال نے جب اپنے خاص بندوں کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تلوار ہاتھ میں لینے کا حکم دیا۔ اور رسول اللہؐ سے کہا حرض المؤمنین علی القتال کہ مومنوں کو قتال پر آمادہ کرو تو دُنیا کا نقشہ بدل گیا جن لوگوں نے حق کی حمایت میں تلوار اُٹھائی اُن کی دلیری۔ ہمت اور جوہر شجاعت نے دنیا میں تہلکہ ڈال دیا۔ مظالم اور بُت پرستی کے گھروں میں ماتم پڑ گیا۔ فتوحات کا راستہ اُن کے لئے صاف ہو گیا۔ ایشیا اور یورپ کی طاقتیں اُن کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ ایشیا کی یہی بڑھتی ہوئی طاقت تھی جس کو یورپ کی وطنیت

برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر مردانِ خدا کے راستہ میں حائل ہونا بھی اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے یہ پروپیگنڈا کیا گیا۔ جس نے ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں کے تمام شریفانہ جذبات کو فنا کر دیا۔ اس پروپیگنڈے کے خوف سے مسلمانوں نے وہ باتیں اختیار کیں جس کو وہ اپنی اصطلاح میں **عجز۔ انکسار۔ قناعت۔** اور **صبر** کہتے ہیں۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ یہ چیزیں بھی صفاتِ حسنہ میں اُسی وقت داخل ہوتی ہیں جب قوت اور طاقت حاصل ہونے کے بعد اختیار کی جائیں۔ بے اختیار۔ محتاج۔ فقیر تو یہ کرتا ہی ہے۔ وہ یہ نہ کرے تو اور کر ہی کیا سکتا ہے۔

یورپ کے اِس پروپیگنڈے کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے **جہاد بالسیف** کو بہت بُرا سمجھتی ہے۔ رسول اللہؐ کے غزوات کو اسلامی تاریخ پر بدنما داغ سمجھتی ہے۔ اور اپنی دانست میں وہ اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ سے یہ داغ مٹا دیا جائے مگر آیاتِ قرآنی کی کثرت۔ احادیث صحیحہ کا دفتر اس کو یہ کرنے نہیں دیتا۔ لہٰذا اُس نے یہ تاویل پیدا کی ہے کہ یہ سارے غزوات **مدافعت** اور حفاظت خود اختیاری کے لئے تھے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نہ تھے۔

یہ جواب اُس مذہب کی طرف سے دیا جاتا تو شاید کسی حد تک صحیح بن سکتا جس میں **رہبانیت** کی تعلیم دی گئی ہو۔ مگر وہ مذہب ہاتھ میں تلوار لینے سے کیونکر انکار کر سکتا ہے۔ جس میں قتل و قصاص۔ اور حدود و قضا بھی جزو مذہب ہو اور جس مذہب میں صاحب حق کو حق دلانا۔ ظالم و مظلوم میں انصاف کرنا فرض کیا گیا ہو۔ یہ چیزیں بغیر حاکمانہ اختیار کے پوری نہیں ہو سکتیں اور حاکمانہ اختیار صرف مواعظ حسنہ سے حاصل نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ اور انبیاء شیطانی حکومتوں پر صابر و شاکر رہے ہوں۔ مگر اسلام کے ساتھ ساتھ خدا کا یہ اعلان بھی آیا وکتبنا فی الزبور ان الارض یرثہا عبادی الصٰلحون۔ یعنی ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کی بادشاہت انبیاءؑ اور انبیاء کے متبعین کے لئے ہے۔

اِسلام کے یہ جدید وکلاء فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد نہیں کیا۔ توحید کے قیام کے لئے جہاد نہیں کیا۔ بُت پرستی کو مٹانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ دنیا میں نیکی پھیلانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ جتنے غزوات رسول اللہؐ نے کئے۔ اور جتنی لڑائیاں صحابہ لڑے وہ صرف اپنی حفاظت اور اپنے بچاؤ کے لئے اُنھوں نے مدافعت کی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اِس قابل نہیں رکھا اور ہمت و شجاعت کے وہ شریفانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہ رہے۔ جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہؐ

اور اُن کے متبعین پر اعلاء کلمۃ اللہ کا حق اپنی حفاظت اور مدافعت سے زیادہ ضروری ہے، وہ اپنے تمام مخالفین اور بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کر سکتے تھے۔ مگر خدا کی مخالفت اور بُت پرستی و شرک کی اشاعت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔

عقلِ سلیم

عقل ایک نعمت ہے۔ اور بلا شبہ کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا ثبوت براہین و دلائل ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مگر عقلیں متفاوت نہ ہوتیں تو عقلاء کے اندر اختلافات ہی کیوں ہوتے۔ تم غور کرو گے تو دنیا کا ہر کندۂ ناتراش اپنی عقل کو سارے جہاں سے بڑھ کر جانتا ہے۔ ایک احمق بھی ایک بڑے فلسفی کے خلاف آوازے کستا ہے۔

جن لوگوں نے عقلی تحقیقات میں عمریں صرف کر دیں۔ وہ بھی کسی ایک عقلی بحث پر متفق نہ ہو سکے۔ فیثاغورس نے ایک زمانہ میں زورِ تقریر اور قوتِ استدلال سے تمام دنیا کو نظامِ شمسی کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن اُس کے بعد جب بطلیموس کی باری آئی تو اُس نے فیثاغورس کے تمام نظام کو اُلٹ کر رکھدیا اور ساری دنیا سے اپنی بات منوالی۔ اب یورپ نے بطلیموس کی تمام تحقیقات کو باطل ثابت کر دیا۔ اور وہی فیثاغورس کے فرسودہ نظام کو حق سمجھ کر قبول کیا۔

اخلاقیات کا بھی یہی حال ہے۔ ہندوستان کے بُت پرستوں کی اتنی بڑی قوم یہ پسند نہیں کرتی کہ جس عورت و مرد میں خون کا کچھ بھی لگاؤ ہو۔ اُن میں ازدواج کا تعلق اور شادی بیاہ ہو اس کے برعکس آتش پرست پارسی ہیں۔ جو عقل میں کسی طرح اِن بُت پرستوں سے کم نہیں کہے جا سکتے وہ اپنے خاص عزیزوں اور حقیقی بہن سے بھی زن و شوئی کے تعلقات میں بُرائی نہیں سمجھتے۔ یورپ جس نے عقلی ترقی کے دعوؤں سے آج آسمان و زمین ایک کر دیا ہے اور وہ ہر قسم کی اخلاقی قید سے بھی نجات حاصل کر کے آزادی میں حیوانیت سے بھی بڑھے جا رہے ہیں۔ وہ تو بیاہ و شادی کی قید ہی کو اُٹھا دینا چاہتے ہیں تاکہ عورت و مرد بلا قید جس کا جس سے دل چاہے مل سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا تم اسلام کو ان میں سے کسی ایک کی عقل کے موافق بنا دینا چاہتے ہو۔ یا خود اسلام کی تعلیم کو سمجھنا چاہتے ہو۔ اِسلام کو سمجھنے کے لئے عقلِ سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ رسول اللہؐ نے کیا تعلیم دی اور اِسلام نے کیا بتایا۔ اور یہ محض نقلی بحث ہے۔ اپنی رائے ملا دینے سے وہ خاص رسول اللہؐ کی تعلیم باقی نہ رہے گی۔ ہاں اس کے بعد اگر خدا نے عقل و فہم عطا فرمایا ہے۔ تو

غور کر سکتے ہو کہ دلائل و براہین عقلی اسلامی تعلیم کے موافق ہیں۔ یا اُن گم کردہ راہ کفار کے موافق ہیں۔ قرآن پاک نے ہر جگہ کفار کو مخاطب کیا ہے اور یہی کہا ہے کہ تم پہلے میری تعلیم سُن لو۔ پھر مظاہر قدرت پر تدبر و تفکر کی نگاہ ڈالو۔ خداداد عقل سے کام لو تو اسی تعلیم کو حق پاؤ گے۔ اور تمہاری عقلیں بھی اُنہی باتوں کے حق ہونے کی ہدایت کریں گی۔ مگر غلطی یہ ہے کہ ہمارے نوجوان پہلے بطور خود کسی بات کے اچھی یا بُری ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اور اس کو عقل کے موافق سمجھتے ہیں تو اس کو اسلام یا رسول اللہؐ کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں یا اُنھوں نے کسی **فلسفی** کا قول سُنا۔ یا **ڈارون** کی تھیوری اُن کے کان میں پڑی اور پسند آگئی تو کہدیا کہ یہی اسلام کی تعلیم بھی ہے۔ یہ دین میں تحریف ہے۔ انبیاءؑ متقدمین کی تعلیم میں جو تحریف ہوئی وہ بھی اسی طرح۔ اور مسلمانوں میں جس قدر بدعات۔ کمزوریاں اور خرافات رائج ہو گئے ہیں اس کا بھی زیادہ حصہ اسی طرح آیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

قدیم عرب

قدیم عرب کی تاریخی معلومات کے ذرائع باقی نہ رہے۔ صرف دو ذریعے ہیں کہ اس سے جو کچھ معلوم ہو وہ تو بلاشبہ صحیح ہے۔ لیکن اس کے سوا اور جتنے ذرائع ہیں سب مشتبہ ہیں۔ ایک **قرآن پاک** ہی اس سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ دوسرے خود جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیانات ہیں۔ ان دو کے سوا عرب جاہلیت کے اشعار اور زبانی روایتوں کا درجہ ہے۔ مگر جس طرح ہندوستان کے بُت پرستوں میں **راماین** اور **مہابھارت** کے متعلق مبالغہ آمیز بیانات اور اشعار مشہور ہیں ویسے ہی عربوں میں بھی تھے۔ اُن میں سے اُن باتوں کی صحت میں شبہ نہیں جس کی تصدیق قرآن پاک یا احادیث صحیحہ سے ہوتی ہو لیکن اس کے بعد وہ باتیں بھی قابل سماعت ہو سکتی ہیں جو مختلف بیانات میں **قدر مشترک** کا حکم رکھتی ہوں۔ عرب کی تاریخ کا کچھ حصہ **بائبل** میں بھی ملتا ہے۔ مگر موجودہ بائبل تحریف شدہ ہے تاہم تاریخ کی کوئی تحریر اس سے زیادہ قدیم نہیں مل سکتی۔ اور یہ یقینی ہے کہ جس قدر تحریف زبانی روایات میں یا شعراء کے کلام میں ہوئی ہے۔ اتنی ایک مذہبی کتاب میں نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بائبل کی روایتوں کو دوسرے بیانات پر یقیناً ترجیح حاصل ہوگی۔

یورپ نے تاریخ اُمم کی تحقیق کا ایک جدید طریقہ جاری کیا ہے۔ یعنی **کتبات و آثار وغیرہ** سے وہ مختلف ملکوں کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ ایسی مرتب کی ہوئی تاریخ کا جہاں شرائع سے تعلق ہو وہاں بالکل اعتبار کے قابل نہیں ہیں، اگرچہ اس کو صحیح معلومات کا بہت قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس کے

کئی وجوہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کا انتظام زیادہ تر ایسے ہاتھوں میں ہے جو اصولاً مذاہب ہی کے خلاف ہیں۔ دُوئم گو کتبات و آثار کو اس طریق تحقیق کی بنیاد قرار دی جاتی ہے۔ مگر اس بنیاد پر فرضی اور قیاسی نتائج کی ایک عمارت تیار کر لی جاتی ہے۔ اور قیاسات میں ہمیشہ تغیر و تبدل ممکن ہے۔ سُوئم کتبات و آثار جس پر اس عمارت کی بنیاد ہوتی ہے اُس میں بہت دھوکہ ہو سکتا ہے۔ چہارم جدید کتبات اور جدید آثار کا دریافت کرنا دولت اور شہرت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے جدید معلومات حاصل کرنے میں بہت کچھ کارستانیاں کی جاتی ہیں۔ ہاں اگر ثقہ اور متدین غیر متعصب لوگ ایسے آثار و کتبات پر اپنی شہادتیں بیان کریں۔ تو قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ مگر یہ مشکل ہے اِس لئے کہ اِن لوگوں کے اخلاقی حالات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

قومِ عاد

قرآن پاک میں قومِ عاد اور قومِ ثمود کا حال بہت جگہ ہے۔ قومِ عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور قومِ ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السّلام۔ یہ دونوں قومیں بہت قدیم ہیں۔ اِن کا معتبر تاریخی حال کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت زبردست قومیں تھیں۔ عاد کی نسبت سورۃ اعراف میں ہے کہ یہ لوگ نوح علیہ السّلام کے بعد تھے اور بڑے طاقتور تھے۔ اور سورۃ الشعراء میں ہے کہ بلندیوں کی جگہ اُنھوں نے بڑی بڑی یادگاریں بنائی تھیں۔ محلّات ایسے مستحکم اور مضبوط بنائے تھے کہ شاید ہمیشہ دنیا میں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اِن کے اختیارات بڑے وسیع اور گرفت بہت سخت تھی۔ خدا نے جانور۔ اولاد۔ باغ۔ اور چشمے عنایت کئے تھے۔ سورۃ والفجر میں تصریح ہے کہ اِن کا شہر ارم تھا جس کے مکانات عالیشان تھے۔ اُس کے عماد اور ستون ایسے تھے کہ اِن کے مثل دنیا کے کسی شہر میں نہ تھا۔ سورۃ الاحقاف میں مذکور ہے کہ یہ لوگ احقاف میں تھے۔ احقاف ریگ کے بلند ٹیلوں کو کہتے ہیں۔ یہاں مُراد یمن ہے۔ اور ارضِ مہرہ اور عمان کا درمیانی حصّہ۔ اسی میں خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کو کان۔ آنکھ اور دل دیا تھا۔ یعنی وہ بڑے بیدار۔ ہوشیار۔ اور دلیر تھے۔

قومِ ثمود

قومِ ثمود کی نسبت سورۃ اعراف میں ہے کہ یہ قوم قومِ عاد کے بعد۔ اُن کی قائم مقام اور خلیفہ تھی۔ زمین کی حکومت اِن کی تھی۔ نرم زمین پر اُنھوں نے قصور و محلّات تیار کئے تھے۔ اور پہاڑوں کو کاٹ کر

اُس میں مکانات بنائے تھے۔ سورۃ الشعراء میں ہے کہ ان کے پاس باغ۔ چشمے۔ اور کھیتیاں تھیں۔ کھجور کے درخت تھے جن کے خوشے ٹوٹے پڑتے تھے۔ بڑے خوش و خرّم اور بڑے چین و آرام سے تھے۔ سورۃ الحجر میں ان کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے۔ اور سورۃ والفجر میں ان کی جگہ وادی القریٰ بتائی گئی ہے۔ مقام حجر اور وادی القریٰ دونوں جگہیں قریب ہی قریب ہیں۔

بخاری و مسلم کی روایتیں ہیں کہ تبوک جاتے وقت جب رسول اللہ صلعم مقام حجر میں پہنچے تو اُس کو آپ نے دیار ثمود بتایا۔ مُنہ پر کپڑا ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ وہاں کا پانی پینے کو منع کر دیا۔ وہاں کے پانی سے صحابہؓ نے آٹا گوندھا تھا۔ اس کو پھینک دینے یا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ثمود کے مکانات کی نشانیاں رسول اللہؐ کے وقت میں موجود تھیں۔ حجاز ریلوے کا ایک اسٹیشن مدائن صالح اسی مقام حجر میں ہے اور ثمود کے مکانات و آثار اب تک اس کے قریب موجود ہیں۔

صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں کہ ان قوموں کی حکومت کتنے دنوں تک رہی۔ ان میں کتنے بادشاہ ہوئے اور انھوں نے کیسی حکومت کی۔ عرب میں جو روایتیں زبانی مشہور تھیں۔ اور مفسّرین و اصحاب سیر نے جو حالتیں اُن روایات سے جمع کی ہیں وہ مبالغہ آمیز ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے اُوپر ذکر کیا خود قرآن کے الفاظ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت متمدن اور ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ سورۃ فرقان کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عاد۔ ثمود۔ اور اصحاب الرس کے درمیان اور بھی بہت سی قومیں ہوئی ہیں۔ یہ سب قومیں خدا و رسول کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک اور ناپید ہو گئیں، اُن کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

عرب کی تاریخ

عرب کی تاریخ کو عموماً مؤرخین و اصحاب سیر تینؔ حصّوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

عرب بائدہ۔ یعنی وہ قومیں جو بنی قحطان سے پہلے تھیں۔ اور سب فنا ہو گئیں۔ **عرب عاربہ**۔ یعنی بنی قحطان جو یمن اور اس کے اطراف پر مدّت تک حکمران رہے۔ **عرب مستعربہ**۔ جن کو بنی اسمٰعیل اور بنی عدنان کہتے ہیں۔ یہ لوگ حجاز اور اس کے اطراف میں تھے۔

اس تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد و ثمود کی قومیں عرب بائدہ میں داخل ہیں۔ لیکن ہشیم ابن عدی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت لکھی ہے کہ عرب عاربہ کی تاریخ اِرَم کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے اور وہ دسؔ جماعتیں تھیں۔ عادؔ۔ ثمودؔ۔ طسمؔ۔ جدیسؔ۔ عمالیقؔ۔ عبیلؔ۔ امیمؔ۔ وبارؔ۔ جاسمؔ۔ قحطانؔ۔ اس روایت کی بناء پر عرب بائدہ میں وہ قومیں ہوں گی جن کا زمانہ عاد ارم سے بھی پہلے تھا۔ عاد اُولیٰ

کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

اب اِس صورت میں تسلیم کرنا ہوگا کہ عادِ اُولیٰ دوسرے لوگ تھے اور عادِ ارم دوسرے جضرت ہود علیہ السّلام عادِ ارم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور اُن کا زمانہ حضرت نوح علیہ السّلام کے بعد تھا۔ لیکن عاد اولیٰ کا زمانہ اِس سے پہلے ہوگا۔ عادِ اولیٰ کے متعلق بھی بہت سی روایتیں عرب میں مشہور تھیں مگر وہ سب کہانیاں ہیں۔

طسم و جدیس بھی بنی قحطان کے پہلے تھے۔ لیکن اُن کے بقایا یمامہ اور بحرین وغیرہ میں پیچھے بھی بہت باقی تھے۔ سلاطین حمیر نے اپنی ترقی کے زمانہ میں اُن کو قتل و ہلاک کیا۔ اور وہ فنا ہوگئے۔ عمالقہ بھی یمن میں تھے۔ لیکن سبا سے پہلے ایرانیوں کا یمن میں غلبہ ہوگیا تھا۔ اُنھوں نے عمالقہ کو یمن سے نکال دیا۔ پیچھے کنعان سے حوریب کی پہاڑیوں تک ان کی بستیاں تھیں۔ اور بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر صحرائے تیہ کے راستہ شام آنا چاہتے تھے تو صحرائے تیہ میں اِن کو عمالقہ سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اُس وقت صحرائے تیہ میں اُن کی بستیاں تھیں۔

اِسی طرح مذکورہ قبائل یکے بعد دیگرے عرب کے مختلف خطّوں میں آباد تھے۔ مستند تفصیلی حالات اُن کے معلوم نہیں۔ البتہ بنی قحطان کا حال معلوم ہے۔ اِنھیں میں سلاطین حمیر و سبا ہوئے۔ اِنہی میں تبابعہ کی حکومتیں ہوئیں۔ اِس لئے ہم بنی قحطان کے بادشاہوں کی فہرست حمزہ اصفہانی کی کتاب تاریخ ملوک الارض سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اِس سے عرب کی ترقی و زوال کا ایک نقشہ ذہن نشین ہو جائے گا۔

بنی قحطان

اہلِ یمن اپنی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یمن میں پہلے یعرب بن قحطان آئے۔ اور اُن کے پوتے سبا بن یشجب بن یعرب نے قومِ عاد سے لڑکر ان کو قتل کیا۔ قید کر کے غلام بنایا۔ اور یمن سے اُن کا نام مٹا دیا۔ اور اپنی حکومت قائم کی۔ سبا کا نام عبد شمس تھا۔ مگر عاد کی قوم کو غلام بنانے کی وجہ سے سبا لقب ہوگیا۔ یہ ابوالقبیلہ ہیں۔ سبائی ملوک سب ان کی اولاد ہیں۔ سبا کی وجہ سے یمن کا نام بھی ارضِ سبا ہوگیا۔ سبا کے وقت میں فتوحات ہوئیں۔ حکومت کی بنیاد پڑگئی۔ لیکن نظم نہ ہو سکا۔ منظم حکومت پہلے پہلے ان کے لڑکے حمیر بن سبا نے قائم کی۔ اِس لئے بعض اہلِ یمن یعرب بن قحطان کو یمن کا پہلا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ اور بعض سبا بن یشجب بن یعرب کو۔ بعض حمیر بن سبا کو۔

حمیر بن سبا کے پندرہ[۱۵] پُشت بعد الحارث[۱۵] الرائش یمن کا حکمراں ہوا۔ اس کے وقت میں سبائی حکومت کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے قبل اہلِ یمن کی دو[۲] حکومتیں علٰیحدہ علٰیحدہ تھیں۔ ایک ارضِ سبا میں اور ایک حضرموت میں۔ کبھی پہلے

اہلِ یمن ایک نہ ہو سکے تھے رائش نے دونوں پر قبضہ کر کے سب کو تابع بنایا اسی لئے رائش کو تبع کہتے تھے۔ اہل یمن کہتے ہیں کہ اس کی فتوحات کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ ترک اور اذربیجان پر قابض ہو گیا تھا اور اس کے غزوات کی حد ہند تک پہنچ گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

رائش کے بعد اس کا لڑکا ابرہہ ذوالمنار حکمراں ہوا۔ اس نے راستوں میں علامات کے لئے بہت سے منار بنائے تھے۔ ابرہہ کے بعد اس کا لڑکا افریقیش ابن ابرہہ ابن الرائش بادشاہ ہوا۔ اس نے مغرب میں بربر کے قصد سے جنگ کیا۔ اور وہاں ایک شہر افریقیہ بسایا۔ افریقیش کے بعد اس کا بھائی ذوالاذعار بن ابرہہ بادشاہ ہوا۔ ذوالاذعار کے بعد ملکہ بلقیس کا باپ ہداد بن شراحیل بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس حکمراں ہوئیں۔ ان کے حکمراں ہونے کے بیس برس بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے عقد کر لیا۔

حمیر یمن کہتے ہیں کہ عرم ملکہ بلقیس ہی نے بنایا تھا۔ مگر دوسرے موّرخین عرب کہتے ہیں کہ عرم لقمان بن عاد نے تبابعہ سے بہت پہلے بنایا تھا۔ بلقیس نے مرمت کی تھی۔ یہ عرم پیچھے بہت دونوں تک باقی رہا۔ سیل العرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سو برس پہلے تباہ ہوا۔ لقمان ابن عاد رائش سے پہلے تھا اور رائش کے وقت میں مرا۔

قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا ملک بلقیس کے وقت میں بہت سرسبز و شاداب تھا۔ میں آگے وہ آیتیں لکھوں گا۔ جس سے سبا کی آبادی اور سیل عرم کی تباہی کا حال معلوم ہو گا۔

ملکہ بلقیس کے بعد ان کا چچا ناشر ینعم بن شراحیل بادشاہ ہوا۔ اور ناشر کے بعد شمر یرعش حکمراں ہوا۔ یہ افریقیش ابن ابرہہ ابن الرائش کا لڑکا تھا۔ اس کی فتوحات بڑی وسیع تھیں اہل یمن کہتے ہیں کہ ذوالقرنین اسی کا لقب تھا۔ قرآن میں اسی کا تذکرہ ہے۔ سکندر کے متعلق یہ لقب پیچھے غلطی سے مشہور ہو گیا ہے۔ دوسرے تاریخی دلائل کے علاوہ، وہ ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ذو عربی لفظ ہے۔ سکندر رومی کا یہ لقب کیونکر ہو سکتا ہے۔ یمن میں اس طرح کے لقب کا ہمیشہ دستور تھا۔ چنانچہ ذونواس۔ ذوجیشان۔ ذوشناتر۔ ذوکلاع۔ ذوجدن۔ ذویزن وغیرہ مشہور خطابات ہیں۔

اہل یمن کہتے ہیں کہ اس نے خراسان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور شہر صغد کو اس نے کھدوایا تھا اس لئے اس کا نام شمر کند ہو گیا۔ جو بعد کو معرب ہو کر سمرقند بن گیا۔ واللہ اعلم۔

شمر کے بعد اس کا لڑکا ابو مالک بادشاہ ہوا۔ اعشیٰ شاعر نے اپنے کلام میں جو ابو مالک کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے یہی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ ابو مالک کے بعد اقرن ابن ابی مالک حکمران ہوا۔

یہی تبع ثانی ہے اِس کے بعد ذوجیشان بن الاقرن بادشاہ ہوا۔ جس نے طسم و جدیس کے بقایا کو قتل و ہلاک کیا۔ مورخین عرب کہتے ہیں کہ بحرین۔ عمان۔ اور یمامہ میں طسم و جدیس کے بقایا اب تک بہت تھے ان کو اسی نے فنا کیا۔ اعشٰی شاعر نے اُن کا مرثیہ لکھا ہے اور اس میں ان قدیم قبائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

ذوجیشان کے بعد اس کا بھائی تبع ابن الاقرن حکمران ہوا۔ یہ تبع اول ہے۔ اس کے بعد اُس کا لڑکا کلی کرب بن تبع بن الاقرن حکمران ہوا۔ کلی کرب کے بعد اس کا لڑکا اسعد ابو کرب بن کلی کرب حکمران ہوا۔ جو تبع اوسط ہے۔ اہلِ یمن کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں جس تبع کا ذکر ہے وہ یہی ہے۔ قرآن پاک نے تبع کی بُرائی نہیں بیان کی ہے بلکہ اسکی قوم کی۔ یہ تبع بڑا فوجی آدمی تھا آرام و آسائش کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ برابر سفر میں رہتا تھا۔ اِس لئے اُس کی قوم اس سے ناراض ہوگئی۔ اور اُس کے لڑکے حسان بن تبع کو ملا کر اس کو قتل کرا دیا۔

اسعد ابو کرب کے بعد حسان بن تبع یعنی اُس کا لڑکا حکمران ہوا۔ اور جدیس کے کچھ لوگ اب بھی یمامہ میں باقی رہ گئے تھے اُن کو قتل کرنے لگا۔ وہ بہت عاجز ہو گئے تھے اُنھوں نے اس کے بھائی عمرو ابن تبع کو ملایا اور بیعت کا وعدہ کیا تو عمرو نے بھائی کو قتل کر دیا۔ تب عمرو بن تبع حکمران ہوا۔ یہی موثبان اور ذی الاعواد ہے۔ یہ ہمیشہ بیمار اور ذی فراش رہتا تھا۔ وثاب حمیر کی لغت میں فرش کو کہتے ہیں اور موثبان کے معنی ذی فراش ہیں۔ اِس لئے موثبان مشہور ہوا۔ اور ذی الاعواد اِس لئے مشہور ہوا کہ اگر کہیں جانا ہوتا تو تخت پر مُردوں کی طرح کاندھوں پر جاتا تھا۔ اسود بن یعفر کے اشعار میں ذی الاعواد کا ذکر ہے۔

ذی الاعواد کے بعد چار ملوک اور ہوئے تب عبید کلال بن مثوب حکمران ہو گیا۔ یہ نصرانی تھا۔ مگر پوشیدہ۔ نصرانیت ظاہر نہیں کرتا تھا۔ عبید کلال کے تبع ابن حسان بن تبع بن کلی کرب بن تبع بن الاقرن بادشاہ ہوا۔ یہی تبع اصغر اور آخری تبع ہے۔

یہ تبع مکہ اور مدینہ گیا تھا اور بنی معد پر آکل المرار کے پوتے حارث بن عمرو ابن حجر آکل المرار الکندی کو بادشاہ بنادیا تھا۔ جس سے وہاں کندہ کی ایک حکومت قائم ہوگئی تھی۔ بکر۔ تیم۔ قیس۔ تغلب۔ اسد کے تمام قبائل اور نزار کا بڑا حصہ حارث کے ماتحت ہو گیا تھا۔ اور اتنی قوت اِس نے حاصل کرلی تھی کہ منذر ابن ماء السماء کو اس نے حیرہ سے نکال دیا۔ اور وہاں لخمیوں کی جگہ کندہ کی حکومت قائم کردی۔ اسی تبع نے پہلے پہلے کعبہ پر غلاف چڑھایا اِس سے پہلے یہ دستور نہ تھا۔ یہ تبع مدینہ میں یہود سے ملا۔ اُن کا طریقہ پسند کیا اور یہودی ہو گیا۔ پھر دو یہودی

عالم کو اپنے ساتھ یمن لے گیا۔ اور وہاں پہلے پہلے یہودیت کی اشاعت کی۔ اسی نے اہلِ یمن اور ربیعہ کے درمیان معاہدہ کرایا۔ واللہ اعلم۔

تبع بن حسان کے بعد مرثد بن جلید کلال حکمران ہوا۔ اور اسی کے وقت میں حمیر کی قوت متفرق اور منتشر ہو گئی۔ پھر اُس کا لڑکا ولیعہ بن مرثد حکمران ہوا۔ پھر ابرہہ ابن الصباح حکمران ہو گیا۔ پھر صہبان بن محرث حاکم ہوا۔ اس کے بعد صباح ابن ابرہہ ابن الصباح ہوا۔ اُس کے بعد حسان بن عمرو بن تبع بادشاہ ہوا۔ اُس کے پاس خالد بن جعفر بن کلاب قید ہو کر آیا تھا۔ اِس نے چھوڑ دیا۔ اِس لئے خالد نے اِس کی مدح لکھی ہے۔

حسان کے بعد ایک شخص ذو شناتر بادشاہ ہو گیا۔ یہ نہ شاہی خاندان سے تھا نہ اُس کی اخلاقی حالت اچھی تھی۔ اپنے ایک خوبصورت غلام ذو نواس سے اُس نے بدفعلی کرنی چاہی۔ اُس نے چھری مار کر پیٹ چاک کر دیا۔ یہ مر گیا اور ذو نواس بادشاہ ہو گیا۔ یہ ذو نواس قصی بن کلاب کا معاصر تھا۔ اور یہی صاحب اُخدود ہے۔ جس کا ذکر سورۂ بروج میں ہے۔ یہ یثرب گیا تھا۔ یہودیت اس کو پسند آئی۔ وہاں کے یہود نے اس کو نجران کے نصاریٰ کے خلاف بھڑکا دیا۔ آل جفنہ یعنی غسانی ملوک کی وجہ سے نجران میں کچھ نصرانی ہو گئے تھے۔ اُس نے وہاں جا کر گڑھے کھدوائے۔ اُس میں آگ جلوائی۔ اور جو شخص نصرانیت سے تائب نہ ہوتا اُس کو اُسی آگ میں ڈلوا دیتا۔ بہت سے نصاریٰ کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا۔ آخر یمن کا ایک نصرانی ذو ثعلبان بحرِ احمر کو عبور کر کے حبشہ پہنچا اور وہاں یہ خبر پہنچائی۔ حبشہ کا بادشاہ بڑی فوج کے ساتھ یمن آیا۔ ذو نواس بھاگا اور یمن میں حبشہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ایک شخص ذو جدن نے کچھ مقابلہ کیا مگر وہ بھی بھاگا۔

اِس کے بعد تین حبشی بادشاہوں نے یمن میں حکومت کی۔ پہلا ابرہہ بن الاشرم۔ یہی صاحب فیل ہے جس کا ذکر اَلَمْ تَرَ کَیْفَ کی سورہ میں ہے۔ اس نے مکہ پر حملہ کر کے بیت اللہ کو گرا دینا چاہا تھا۔ وہیں عذاب الٰہی سے تباہ ہو گیا۔ اِس کے بعد یکسوم بن ابرہہ ہوا۔ پھر مسروق۔

مسروق کے وقت میں حمیر کا ایک شخص سیف بن ذی یزن ایران گیا۔ اور نوشیروان سے امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اسی امداد سے حبش کا یمن میں اُس نے خاتمہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خاتمہ حرب فجار کے دس برس بعد ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ تعمیر کعبہ سے پانچ برس پہلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت تقریباً تیس ۳۰ سال کی تھی۔

اِس کے بعد یمن کی آزادی جاتی رہی۔ وہ ایران کا ایک صوبہ ہو کر رہ گیا تھا۔ ہجرت کے وقت

باذان وہاں کے عامل تھے۔ یہ فارسی النسل تھے۔ اور فیروز و دادویہ ان کے ساتھ ایرانی افسر تھے۔ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

تبصرہ

میں نے تمام تاریخی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ صرف اُسی قدر لکھا ہے جس کو تاریخ یمن کا قدر مشترک بیان کہہ سکتے ہیں، اس سے معلوم ہوگا کہ سبائی۔ حمیری۔ اور تبابعہ کی مختلف اور جُدا جُدا سلطنتیں نہ تھیں۔ سبا بن یشجب سب کا جدِ اعلیٰ ہے۔ اُسی کی اولاد سبائی ملوک ہیں اور اُسی کا لڑکا حمیر بن سبا چونکہ منظم سلطنت کا بانی ہے۔ اس کے بعد کے تمام سلاطین کو ملوک حمیر بھی کہتے ہیں۔

رائیش کو جو سبا اور حمیر ہی کی اولاد میں سے پہلے پہلے تبع کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کو تابع کیا جو پہلے تابع نہ ہو سکے تھے۔ اور اقرن کو بھی اسی طرح تبع کا لقب ملا۔ لیکن تبع بن الاقرن کے بعد سے تبع بن حسان تک جتنے شاہانِ حمیر ہوئے سب تبع کہلائے۔

ملوک سبا میں ۲ دو بادشاہ زبردست ہوئے ہیں جنھوں نے اس سلطنت کو عروج کمال تک پہنچایا۔ رائیش اور یرعش۔ سبا کے وقت سے اس خاندان کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ اور مرثد بن عبید کلال پر قوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بھی حمیری ملوک ہوئے مگر متفرق طور پر۔

سبا و حمیر کی تاریخ میں جو چیز بالکل غیر اطمینان بخش ہے۔ وہ سلاطینِ حمیر کی تعداد ہے۔ سبا کے وقت سے مرثد بن ابی عبید کلال تک دو ہزار ۲ برس سے زیادہ کی مدت ہے۔ اِس طویل مدت میں صرف چالیس ۴۰ ملوک کا نام آتا ہے جو بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ مگر شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں میں یہ قاعدہ تھا۔ اور اب بھی ہے کہ کتنی کتنی پُشتوں تک ایک ہی نام چلا جاتا ہے۔ شاید اس تاریخ میں یہ ہوا ہے کہ ایک نام کے مسلسل جس قدر ملوک ہوئے اُن کو ایک تسلیم کر لیا گیا ہے۔

ملوک سبا کے عروج و کمال کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر ہم اُسی قدر لکھتے ہیں جس قدر قرآن میں صاف و صریح ہے۔ سبا کے تمدن کا نقشہ خداوند کریم نے سورۂ سبا کی آیتوں میں بتایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سبا کا عروج جس حد تک پہنچ گیا تھا وہ خود خدا کی قدرت کی نشانی تھی۔ اگر وہ غور کرتے۔ اُن کا شہر ہر قسم کی خرابیوں سے پاک و صاف تھا۔ داہنے بائیں باغ تھے۔ جس میں خدا کے عطا کئے ہوئے رزق کی انتہا نہ تھی۔ ارضِ سبا سے شام تک مسلسل ملی ہوئی آبادیاں تھیں۔ ہر جگہ منازل بنے ہوئے تھے۔ عمدہ کھانا اور اچھے پانی کا سامان ہر جگہ بافراط تھا۔ رات ہو یا دن ہر وقت سفر میں امن تھا۔ مسافر کو زادِ راہ ساتھ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ نہ بھوک پیاس کا ڈر تھا نہ تکلیف

وبیماری کا اندیشہ۔ نہ چوری ڈکیتی کا خوف۔

لقد كان لسبإ في مسكنهم آية ج
جنتان عن يمين وشمال ط كلوا من رزق
ربكم واشكروا له بلدة طيبة و
رب غفور ۞ فاعرضوا فارسلنا عليهم
سيل العرم وبدلنهم بجنتيهم
جنتين ذواتي اكل خمط واثل وشيء من
سدر قليل ۞ ذلك جزينهم بما كفروا
وهل نجزي الا الكفور ط وجعلنا بينهم
وبين القرى التي بركنا فيها قرى
ظاهرة وقدرنا فيها السير ط سيروا
فيها ليالي واياما امنين ط
(القرآن)

سبا کے لئے اُن کی آبادی میں (اگر غور کرتے تو) خدا کی نشانیاں تھیں۔ دُو باغ تھے داہنے اور بائیں۔ حکم تھا کہ خوب کھاؤ۔ خدا کا رزق اور شکر کرو لطیف شہر (رہنے کو ہے) اور خدا معاف کرنے والا ہے۔ لیکن انھوں نے روگردانی کی تو ہم نے سیل عرم بھیجا۔ اور اُن کے دونوں باغوں کو ایسے باغوں سے بدل دیا جس میں بدمزہ پھل تھے۔ جھاؤ کا درخت تھا اور کچھ تھوڑی جھربیری تھی۔ یہ ہم نے ان کو اُن کی ناشکری کی سزا دی۔ اور ہم صرف ناشکروں کی سزا کرتے ہیں۔ اور ہم نے سبا اور شام کے درمیان نزدیک نزدیک بستیاں بنادیں اور منزلیں مقرر کردی تھیں کہ رات اور دن جب چاہیں امن سے سیر کریں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملک کی مادی اور انتظامی ترقی مرتبۂ کمال تک پہنچ گئی تھی۔ شہر کی انتظامی حالت بہت ہی اچھی تھی۔ رزق کی کثرت تھی۔ اطمینان اور امن عام تھا۔ مگر جب انھوں نے اِس پر بھی ناشکری کی تو سیل العرم کی شکل میں اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔

یمن بلکہ سارے عرب میں سیل عرم نے تغیر عظیم پیدا کردیا۔ رسول اللہ سے چار سو برس پہلے یمن میں یہ سیلاب آیا۔ اور اُس نے سبا کے ملک کی سرسبزی و شادابی کو جس کا ذکر اُوپر ہوا تباہ کردیا اور سارا ملک ریگستان ہو کر رہ گیا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اس سیلاب کی ظاہر وجہ کیا ہوئی۔ عرم کے معنی شدید سخت۔ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ تو سیل عرم کے معنی ہوئے حد سے بڑھا ہوا سیلاب۔ اور کہتے ہیں کہ عرم وادی کا بھی نام ہے اور عرم بسکون پتھر ہے۔ جس سے عرمہ ہے۔ اور تمام مفسرین حضرت ابن عباسؓ اور حضرت وہبؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عرم ایک دیوار کا نام ہے جس کو لقمان بن عاد یا ملکہ بلقیس نے بنایا تھا۔ یہ پہاڑ کی گھاٹیوں کو گھیر کر درمیان میں حوض بنا دیا تھا۔ اس طرح کہ پہاڑ اور وادی کا تمام پانی اُس حوض میں جمع ہوتا تھا اور اسی سے تمام ملک میں آبپاشی ہوتی تھی۔ سیل عرم نے اس دیوار اور اس حوض کو تباہ کردیا۔ اور اس کی تباہی نے ملک کو تباہ کردیا اس کے بعد پھر اس کی تعمیر نہ ہو سکی۔

ترمذی میں فروہ بن مسیک المرادی کی ایک روایت ہے کہ جب آیت سبا نازل ہوئی تو ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہؐ سبا کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبا ایک شخص تھا جس کے دش لڑکے تھے۔ چار شام میں رہے۔ لخم۔ جذام۔ غسان۔ عاملہ۔ اور چھ یمن میں۔ ازد۔ اشعریین۔ حمیر۔ کندہ۔ مذحج۔ انمار۔ دریافت کیا کہ انمار کیا؟ فرمایا کہ جس سے خثعم اور بجیلہ ہیں۔ لڑکے سے مراد صلبی لڑکا نہیں ہے بلکہ صرف یہ غرض ہے کہ یہ تمام قبائل سبا کی اولاد ہیں۔

خداوند پاک نے سورۃ نمل میں ملکہ بلقیس کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اُس کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت سبا کا تمدن کیسا تھا۔ ہُدہُد نے آکر حضرت سلیمانؑ سے بیان کیا کہ میں سبا سے آرہا ہوں۔ وہاں کی حکومت ایک عورت کو حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ اُس کو ہر طرح کی نعمت عطا کی گئی ہے۔ اور اُس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ وہ اور اُس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے خدا کو نہیں۔

فقال احطت بما لم تحط به وجئتك من سبإ بنبإ يقين ط انی وجدت امراة تملكهم واوتيت من كل شيء ولها عرش عظيم ٥ وجدتها وقومها يسجدون للشمس من دون الله ط

(سورۃ نمل پارہ ۱۹۔)

ہُدہُد نے کہا کہ میں نے ایسی بات معلوم کی ہے جس کا علم آپ کو نہیں ہے۔ میں آپ کے پاس سبا سے ایک صحیح خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ اُن کی مالکہ ایک عورت ہے جس کو (دنیا کی) ہر طرح کی چیز دی گئی ہے۔ اور اُس کے پاس تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ عورت اور اُس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے۔ خدا کو نہیں۔

لخم کی حکومت حیرہ میں

عرب کی دو متمدن حکومتیں اور تھیں اور عرصہ تک حکمران رہیں۔ لخم کی حکومت عراق میں۔ اور غسانیوں کی شام کی سرحد پر۔ جب سبا کا ملک سیل عرم سے تباہ ہوگیا تو مآرب یعنی سبا کے دارالسلطنت سے لوگ عراق اور شام کی طرف چلے آئے۔ چنانچہ ازد کے قبائل میں سے کچھ لوگ مالک بن فہم ازدی کے ساتھ سواد عراق میں آئے۔ اور بحرین اور اُس کے اطراف کے قبائل سے معاہدہ کیا اور تنوخ کہلائے۔ مالکؒ بن فہم ازدی حاکم ہوا۔ اور انبار میں قیام کیا۔ اُس کے بعد اُس کا لڑکا جذیمہؒ بن مالک بن فہم حکمران ہوا۔ یہی جذیمۃ الابرش اور جذیمۃ الوضاح کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سوادے حیرہ تک انبار۔ رقہ۔ عین التمر۔ قطقطانہ اور بادیہ عرب کی تمام ملحقہ آبادی پر قابض ہوگیا۔ آخر میں معد کے تمام قبائل پر۔ اور یمن کے بعض حصہ پر بھی

اُس کی حکومت ہو گئی۔ جذیمہ کو کوئی اولاد نہ تھی۔ سوائے ایک لڑکی کے۔ اِس لئے اُس کے بعد اُس کی بہن کا لڑکا عمرو بن عدی بادشاہ ہوا۔ اُس نے حیرہ کو اپنا دار السلطنت بنایا اور اسی کو اہل عراق عراق کا پہلا بادشاہ لکھتے ہیں۔ اس کی ماں جذیمۃ الابرش کی بہن تھی۔ مگر باپ کی طرف سے یہ آل بنی نصر تھا۔ اس کے بعد امراء القیس البدأ بن عمرو بن عدی حکمران ہوا۔ اس کے وقت میں آوس بن قلام العملیقی برسراقتدار ہو گیا تھا۔ اور آل نصر سے حکومت نکل گئی تھی۔ لیکن اُس سے جحجبا بن عتیل نے حکومت چھین لی تھی اور جحجبا قتل ہو گیا۔ تو پھر آل بنی نصر میں حکومت آئی۔ امرؤ القیس محرق بادشاہ ہوا۔ اور اُس کے بعد اُس کا لڑکا النعمان الاعور بادشاہ ہوا۔ یہی نعمان خورنق اور سدیر کی مشہور عمارتوں کا بانی ہے۔ کہتے ہیں کہ مخالفین سے بدلہ لینے میں جتنا سخت یہ تھا عرب کا کوئی بادشاہ اتنا سخت نہیں ہوا۔ یہ شام میں کئی دفعہ لڑا۔ اور شامیوں کو بہت پریشان کیا۔ ملک کا انتظام بہت اچھا کرتا تھا۔ دولت۔ غلام۔ گھوڑے اس کے پاس اتنے جمع ہو گئے تھے کہ حیرہ کے ملوک میں سے کسی کے پاس کبھی اتنے جمع نہ ہوئے۔ ایک روز اپنے محل خورنق میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس طرف دیکھا پُررونق اور سرسبز تھا۔ باغ۔ باغیچہ۔ درخت۔ نہریں چراگاہ۔ صید گاہ۔ ہر طرف خوش منظر۔ اور دلچسپ نظارہ تھا۔ فرات محل کے سامنے بہہ رہا تھا۔ کشتیاں گھوم رہی تھیں۔ غواص غوطے لگا رہے تھے۔ مچھوے مچھلیاں مار رہے تھے۔ حیرہ کا پُررونق شہر دولت و ثروت سے معمور۔ اور بہت ہی دلکش تھا۔ گھوڑے کثرت سے گھوم رہے تھے۔ رعایا ہر طرف خوش اور بشاش پھر رہی تھی۔ اِن سب چیزوں کو دیکھ کر اُس کے دِل پر بڑا اثر پڑا۔ سوچنے لگا کہ یہ سب مال و دولت کس کام کی چیز ہے۔ آج میری ہے۔ کل کسی اور کا ان سب پر قبضہ ہو گا۔ رات کے وقت ایک چادر اپنے ساتھ لی اور نکل گیا پھر کسی نے نہ دیکھا کہ کہاں گیا تب اُس کا لڑکا منذر بن نعمان اعور بادشاہ ہوا۔ پھر اسود بن منذر حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی منذر بن منذر حکمران ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بھتیجا نعمان ابن الاسود حکمران ہوا۔ اس کے بعد لخم ہی کا ایک شخص ابو یعفر بن علقمۃ الذمیلی اس کا قائم مقام ہو گیا۔ اس کے بعد پھر نعمان اعور کا لڑکا امرؤ القیس بن نعمان بن امرؤ القیس حکمران ہوا۔ اس کے بعد اُس کا لڑکا منذر بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ جو منذر ابن ماء السماء مشہور ہے۔ ماء السماء اس کی ماں کا نام تھا۔ حُسن کی وجہ سے اِس نام سے مشہور تھی۔ اِسی کے وقت میں حارث مقصورہ بن عمرو بن حجر آکل المرار کندی نے حیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور کندہ کی حکومت وہاں قائم کر دی۔ اور لخمیوں کی حکومت جاتی رہی۔ لیکن جب نوشیرواں ایران کے تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے منذر کو بُلوایا۔ مدد کی اور کندہ کو حیرہ سے نکال دیا۔ اور دوبارہ منذر بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا لڑکا عمرو ابن منذر بادشاہ ہوا۔ اُس کے بادشاہ ہونے کے آٹھ برس چھ مہینے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اور اُسی سال ابرہہ ابن الاشرم نے ہاتھی کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا۔ عمرو کے بعد اُس کا بھائی قابوس بن المنذر حکمران ہوا۔ مگر اس کو فیشہرت فارسی نے قتل کر دیا۔ اور وہ ایک برس بادشاہ رہا۔ پھر قابوس اور عمرو کا بھائی منذر ابن المنذر بادشاہ ہوا۔ پھر اُس کا لڑکا نعمان بن منذر بادشاہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے بُت پرست تھا۔ اس کو کسرای پرویز بن ہرمز نے قتل کر دیا اور اسی پر لخمیوں کی حکومت تمام ہوئی۔ اُس کے بعد ایاس بن قبیصۃ الطائی اور پھر زادیہ فارسی تھوڑے دنوں تک حکمران رہے۔ اُن کے بعد پھر منذر بن نعمان بن منذر حکمران ہوا تھا۔ جو جوانی میں قتل ہوا۔ اور اُس کے بعد خالد بن الولیدؓ حیرہ پہنچے۔ واللہ اعلم۔

ملوک غسّان

جس طرح ایران کے ماتحت آلِ بنی نصر کی حکومت عراق پر تھی اُسی طرح قیصر کے ماتحت سرحد شام پر غسانی حکومت تھی۔ جن کو آلِ جفنہ بھی کہتے ہیں۔

سیلِ عرم کی وجہ سے جب سبا و حمیر کا ملک تباہ ہوا۔ اور مآرب سے پریشان ہو کر اُمراء حمیر منتشر اور متفرق ہوئے۔ تو ازد کی ایک جماعت شام کے سرحد پر ایک چشمہ کے کنارہ آکر مقیم ہوئی۔ جس کا نام غسّان تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ بھی غسّان یا غسّانی کہلانے لگے۔ اِس جگہ پہلے سلیح بن حلوان کی حکومت تھی۔ چند روز اتفاق رہا مگر پھر جنگ ہوئی۔ اور ان لوگوں نے وہاں سے سلیح کو نکال دیا۔ واللہ اعلم۔

سلیح کے نکالنے کے بعد جفنہ بن عمرو مزیقیا پہلے پہلے غسانی بادشاہ ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف میں بہت سے قریے آباد کئے۔ اور بنو قضاعہ اور بنو جلق وغیرہ سے برابر لڑنا پڑتا تھا۔ اِس لئے قلعے بھی محافظت کے لئے بنائے۔ اُس کے بعد عمرو بن جفنہ بادشاہ ہوا۔ جس نے دیر حالی۔ دیر ایوب۔ دیر ہناد وغیرہ تعمیر کیا۔ پھر ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ حکمران ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف سے ارض بلقا تک چشمے اور کنوئیں بنوائے۔ پھر حارث بن ثعلبہ حکمران ہوا۔ پھر جبلہ ابن الحارث جس نے پل اور مسافر خانے بنوائے۔ پھر حارث بن جبلہ حکمران ہوا اور اس نے بلقا میں قیام کیا۔ اور وہاں قلعہ اور قصر وغیرہ بنوایا۔ پھر منذر الاکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی نعمان بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی منذر الاصغر بن الحارث حکمران ہوا۔ اِس نے جارب میں قیام کیا۔ اور قصر جارب اور محارب وغیرہ وہاں بنوایا۔ اُس کے بعد ایہم بن الحارث حکمران ہوا۔ اور دیر ضخم اور دیر النبوۃ بنوایا۔ پھر اُس کا بھائی عمرو بن الحارث

حکمران ہوا۔ اُس نے سدیر میں قیام کیا۔ اور قصر الصفا۔ صفات العجلات اور قصر منار بنوایا۔
اُس کے بعد جفنہ الاصغر بن المنذر بن الحارث ہوا۔ یہی محرق مشہور ہے۔ اور اس کی اولاد کو آلِ محرق کہتے تھے کیونکہ اسی نے حیرہ کو جلادیا تھا۔ پھر نعمان اصغر بن منذر اکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ اس کے بعد نعمان بن عمرو بن منذر حکمران ہوا۔ جو قصر سویدا اور قصر جارب کا بانی ہے۔ یہ عرب کی مشہور عمارتیں تھیں۔
پھر جبلہ بن نعمان حکمران ہوا۔ اُس نے صفین میں قیام کیا۔ عین ایاغ اسی نے بنوایا تھا۔ اور منذر ابن السماء کے ساتھ اس کی جنگ ہوتی تھی۔ پھر نعمان ابن ایہم ابن حارث حکمران ہوا۔ پھر اس کا بھائی حارث ابن ایہم۔ پھر نعمان بن حارث۔ پھر منذر ابن نعمان۔ پھر اس کا بھائی عمرو بن نعمان۔ پھر اس کا بھائی حجر ابن نعمان۔ پھر اُس کا لڑکا حارث بن حجر۔ پھر جبلہ بن الحارث۔ اُس کے بعد اُس کا لڑکا حارث بن جبلہ ہوا۔ جو بنی کنانہ سے لڑا تھا۔ اور وہ جابیہ میں رہتا تھا۔ واللہ اعلم۔ پھر اُس کا لڑکا نعمان بن حارث ہوا جس کی کنیت ابو کرب تھی نابغہ نے اس کا مرثیہ لکھا ہے۔ اس نے بھی یادگار عمارتیں بنوائی تھیں۔ اس کے بعد ایہم بن جبلہ حکمران ہوا۔ اس کی عمارتیں بہت مشہور ہیں۔ تدمر۔ قصر برکہ۔ ذات انمار۔ وغیرہ اسی کی بنوائی ہوئی عمارتیں تھیں۔ پھر اُس کا بھائی منذر ابن جبلہ۔ پھر دوسرا بھائی شراحیل بن جبلہ۔ پھر تیسرا بھائی عمرو بن جبلہ حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھتیجا جبلہ بن حارث بن جبلہ حکمران ہوا۔ اُس کے بعد غسان کا آخری حکمران جبلہ بن الایہم بن جبلہ بن الحارث حکمران ہوا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر مُرتد ہو کر نصرانی ہوگیا۔ اور رُوم جاکر لاپتہ ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ

اس مختصر تاریخ سے یہ معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت یمن پر حبشہ کی حکومت تھی لیکن بعثت سے پہلے وہ حکومت بھی ختم ہوگئی اور اُس کے ساتھ یمن کی آزادی بھی ختم ہو چکی تھی۔ یعنی وہ ایران کے ماتحت ہو گیا تھا۔ یمن میں حمیر کے امرا بہت تھے۔ مگر اُن کی کوئی طاقت نہ تھی۔ تاہم سب لوگ ملوک کہلاتے تھے۔ حضرموت۔ عمان۔ یمامہ۔ تہامہ۔ وغیرہ میں بھی اس طرح کے اُمراء بہت تھے۔ اور اُن میں سے بھی اکثر ملوک ہی کہلاتے تھے۔ مگر اُن میں سے کسی کے پاس اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے زیر اثر علاقہ میں انتظام قائم رکھ سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پورے جزیرہ نما عرب میں کسی طرح کا کوئی ملکی انتظام قائم نہ تھا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ قتل۔ خونریزی۔ دنائت۔ فسق و فجور سارے ملک میں عام تھا۔ اور ان چیزوں کو روکنے والی کوئی طاقت ملک کے کسی حصّہ میں موجود نہ تھی۔ معاش کا

کوئی ذریعہ نہ تھا۔ تعلیم و تعلم کا تو کہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ عرب کی ترقی اور تہذیب و تمدن کا زمانہ جو کچھ تھا وہ سیل عرم سے پہلے تھا۔ سیل عرم کی وجہ سے یمن تباہ ہوا۔ اور اس کی تباہی نے سارے ملک میں ابتری اور تباہی پھیلا دی تھی۔ اور اس کے بعد سے برابر عرب کی حالت پست ہوتی گئی۔ چار سو برس کے بعد اب اُن کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ درحقیقت وہ حیوانوں سے بدتر ہو گئے تھے۔ حیرہ میں کچھ طاقت تھی مگر میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے وہاں بھی طاقت کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ اور حیرہ کی پہلی طاقت بھی ایران کے زیر اثر تھی۔ وہ عرب کی آزاد طاقت نہ تھی۔ اور غسّان کا بھی یہی حال تھا۔ تاہم نسبتاً عراق کی حالت اچھی تھی۔ اور غسّان کی حالت ان سے بھی اچھی تھی۔ مگر ان کا اثر ملک کے اندرونی حالت پر کچھ بھی نہ تھا۔ اور تھا بھی تو بہت کم، سارا عرب اس حال سے تنگ آچکا تھا کہ دفعتًہ اسلام کا ظہور ہوا۔ یہ عرب کے لئے سب سے بڑی نعمت تھی۔ اور سارے عرب نے اس نعمت کو محسوس کیا۔ اِسی لئے صرف قریش اور قریش کے زیر اثر قبائل نے تو بیشک اسلام کی مخالفت کی۔ لیکن یہ سر ہو گئے تو سارا عرب خود بخود اسلام کی آغوش میں آگیا۔ اور اُس کا پھر جو کچھ نتیجہ ہوا اور عرب کی حالت جس طرح پلٹی اُس سے ساری دنیا واقف ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ

قادری داناپوری

ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ ہجری
مطابق اگست سنہ ۱۹۳۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالقاسم محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہاں تک آپ کا نسب صحیح طریقوں سے ثابت ہے اس کے بعد اختلاف ہے۔

اجداد و جدات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ عبد مناف بن قصی کی اولادیں حسب ذیل ہیں۔ ہاشم۔ عبد شمس۔ مطلب یہ تین بھائی اور پانچ بہنیں تماضر۔ حیۃ۔ ام الاخثم۔ قلابہ۔ ام سفیان۔ حقیقی بھائی بہنیں ہیں۔ ان سب کی ماں عاتکہ بن مرہ زوجۂ عبد مناف ہیں۔ جو بنی ثعلبہ بن بہثہ کی عورت تھیں۔ نوفل بن عبد مناف چوتھے لڑکے ہیں۔ اُن کی ماں واقدۃ بنت عمرو المازنیہ ہیں۔ پانچویں لڑکے ابوعمر اور ایک لڑکی ریطہ ہیں۔ ان دونوں کی ماں قبیلۂ ثقیف کی ایک عورت تھیں۔ اس طرح اُن کے پانچ لڑکے۔ چھ لڑکیاں۔ اور تین زوجہ تھیں اُن میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد ہاشم کی ماں عاتکہ بنت مرہ ہیں۔ عاتکہ کی ماں صفیہ بنت حوزہ بنی بکر بن ہوازن میں سے ہیں۔ صفیہ کی ماں عایذ اللہ بن سعد العشیرہ بن مذحج کی لڑکی ہیں واللہ اعلم۔ ان سب کی اولاد بنی عبد مناف ہے۔

اولادِ ہاشم

آپ کے جدِّ اعلیٰ ہاشم کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ ہاشم کی ایک زوجہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید مدینہ کی تھیں قبیلۂ خزرج کے بنی نجار کی معزز خاتون تھیں اُن کے لڑکے عبدالمطلب[۱] بن ہاشم اور رقیہؓ بنتِ ہاشم ہیں۔ سلمیٰ کی ماں عمیرہ بنت صخر اور عمیرہ کی ماں سلمیٰ بنت عبدالاشہل نجاریہ تھیں۔ دوسرے لڑکے اسدؔ[۲] بن ہاشم اُن کی ماں قیلہ بنت عامر الخزاعی ہیں۔ تیسرے لڑکے ابی[۳] صیفی بن ہاشم اور حیہؓ بنتِ ہاشم اُن کی ماں ہند بنتِ عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ ہیں۔ چوتھے نضلہؓ[۴] بن ہاشم اور الشفا[۵] بنت ہاشم ان کی بھی ماں بنی قضاعہ کی ایک عورت تھیں۔ دو لڑکیاں خالدہؓ بنت ہاشم ضعیفہؓ بنت ہاشم اُن کی ماں واقدہ بنتِ ابی عدی مازنیہ ہیں واللہ اعلم۔ اِن سب کی اولاد بنی ہاشم ہیں۔

اولادِ عبدالمطلب

اعمام و عمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام اصحابِ سیر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس[۱۰] چچا تھے۔ مگر جو نام لکھتے ہیں وہ دس[۱۰] سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ابنِ ہشام نے تو مع عبداللہ کے دس[۱۰] لکھا ہے۔ اوروں نے حضرت عبداللہ کو چھوڑ کر دس[۱۰] لکھا ہے۔ سیرتِ ابن ہشام میں خواجہ عبدالمطلب کے دس[۱۰] لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ حمزہ[۱]۔ العباس[۲]۔ ابو طالب[۳] عبدمناف۔ ابولہب[۴] عبدالعزی۔ زبیر[۵]۔ مقوم[۶]۔ ضرار[۷]۔ مغیرہ[۸] لقبہ حجل۔ عبداللہ[۹]۔ حارث[۱۰]۔ ابن اثیر نے اِس پر اضافہ کیا ہے۔ عبدالکعبہ[۱]۔ قثم[۲]۔ الغیداق[۳]۔ ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ حجل کو کثرت مال اور کثرت خیرات کی وجہ سے الغیداق بھی کہتے ہیں۔ لیکن ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حجل کی ماں ہالہ بنتِ اُہیب ہیں۔ اور الغیداق کی ماں ممنعہ بنت عمرو۔ ابنِ قیم لکھتے ہیں کہ الغیداق کا نام مصعب یا نوفل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعض

روایت ہے کہ ایک چچا آپ کے اور تھے العوام۔ واللہ اعلم۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ پھوپھی آپ کی چھ تھیں۔ صفیہؓ۔ ام حکیم البیضاء۔ عاتکہؓ۔ امیمہؓ۔ اروٰیؓ۔ برہؓ۔

آپ کے اعمام میں سب سے بڑے حارث تھے اور حضرت عباسؓ سب سے چھوٹے۔ عبدالکعبہ ضرار۔ اور قثم کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ صرف دو چچا نے آپ کے اسلام قبول کیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ یہی عباسؓ خلفاء بنی عباس کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ کہتے ہیں کہ مامون الرشید نے اپنے زمانہ میں بنی عباس کا شمار کیا تھا چھ لاکھ تھے۔ واللہ اعلم۔

۱۔ آپ کی حقیقی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھیں۔ اُن کی اولاد یہ ہیں۔ ابو طالب۔ عبداللہ۔ زبیر۔ عبدالکعبہ۔ ام حکیم البیضاء۔ عاتکہ۔ برہ۔ امیمہ۔ اروی۔ اِس لئے یہ آپ کے حقیقی اعمام و عمات ہیں۔

۲۔ آپ کے دادا عبدالمطلب کی دوسری زوجہ ہالہ بنت اُہیب ہیں۔ اُن سے اولاد ہوئی۔ حمزہ۔ مقوم۔ حجل اور صفیہ۔ یہ ہالہ۔ رسول اللہ کی والدہ یعنی آمنہ بنت وہب کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ کے نانا وہب اور حضرت حمزہؓ کے نانا اُہیب دونوں حقیقی بھائی تھے۔

۳۔ تیسری زوجہ نتیلہ بنت جناب۔ ان سے حضرت عباسؓ اور ضرار پیدا ہوئے۔

۴۔ چوتھی زوجہ صفیہ بنتِ جُندُب اُن سے حارث اور قثم ہیں۔

۵۔ پانچویں لُبنیٰ بنتِ ہاجران سے ابو لہب عبدالعزیٰ۔

۶۔ چھٹی مُمنعہ بنتِ عمرو ان سے غیداق جن کا نام نوفل یا مصعب تھا پیدا ہوئے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ قثم بھی انہی کے لڑکے تھے۔ تب قثم غیداق کے حقیقی بھائی تھے نہ کہ حارث کے۔ واللہ اعلم۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ آپ کی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ کی ماں کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران تھا۔ اور صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قُصَیّ۔

عماتُ النبیؐ صلعم

(ام حکیم البیضا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبداللہ کی یہ توأم ہیں۔ ان کا عقد کُریز بن ربیعہ سے ہوا۔ دو اولاد ہوئی ایک اروی[1] بنت کریز جو حضرت عثمانؓ بن عفان کی ماں ہیں۔ اور ایک عامر[2] بن کریز۔

(عاتکہ) اِن کا عقد ابوامیہ بن المغیرہ مخزومی سے ہوا۔ یعنی ام المومنین ام سلمہ کے باپ سے دو[3] اولاد ہوتی زہیر اور عبداللہ یہ دونوں حضرات اُمّ سلمہؓ کے سوتیلے بھائی ہیں۔

(برّہ) اِن کا عقد پہلے عبدالاسد بن ہلال مخزومی سے ہوا۔ جس سے حضرت ابو سلمہ پیدا ہوئے جو حضرت اُمّ سلمہؓ کے پہلے شوہر ہیں۔ اُن کے بعد اِن کا عقد ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا جس سے ابوسبرہ[4] پیدا ہوئے۔

---

۱ اروی بنت کریز ابن حجر اصابہ میں ابن سعدؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اُن سے پہلے عفان نے عقد کیا تو حضرت عثمانؓ اور آمنہؓ پیدا ہوئیں۔ پھر عقبہ بن ابی معیط نے عقد کیا تو ولید۔ عمارہ۔ خالد۔ اُمّ کلثوم۔ اُمّ حکیم اور ہند پیدا ہوئیں۔ یہ مسلمان ہوئیں ہجرت کی۔ اور ابن مندہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت میں اِن کا اِنتقال ہوا۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲ عامر بن کریز فتح مکہ کے روز مسلمان ہوتے ان کے لڑکے عبداللہ بن عامر پیچھے بصرہ کے امیر ہوئے تھے یعنی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ۱۲ منہ۔

۳ زہیر اور عبداللہ دونوں مسلمان ہوئے۔ ابن سعد نے زہیر کو اُن دس لوگوں میں بتایا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے تھے اور ابن اسحاق نے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنھوں نے صحیفۂ قریش کو باطل کرنے کی کوشش کی تھی ان لوگوں میں سے زہیر کے سوا اور کوئی مسلمان نہ ہوا۔ اور عبداللہ ابوسفیان کے ساتھ فتح مکہ کے ایام میں راستہ میں مسلمان ہوئے ۱۲ منہ۔

۴ ابوسبرہ یہ سابقین اوّلین سے ہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر بدر میں شریک ہوئے باتفاق بدری ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

(امیمہ) ان کا عقد عُمیر بن وہب سے ہوا جس سے طُلیب بن عُمیر ہوئے۔

(صفیہ) ان کا عقد پہلے حارث بن امیہ سے ہوا۔ اُن کے بعد العوام بن خویلد یعنی اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی کے بھائی سے۔ اُن سے اُنکے تین ۳ لڑکے ہوئے۔ حضرت زبیر بن العوام۔ سائب، عبدالکعبہ۔ عبدالکعبہ بچپن میں مرگئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمات میں سے حضرت صفیہ مسلمان ہوئیں۔ اروی اور عاتکہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جدی نسب ماں کے ساتھ کلاب بن مرہ میں ملتا ہے۔ حضرت آمنہ رضی کی ماں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نانی کا نام برہ بنت عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ ہے۔ برہ کی ماں یعنی آپ کی پرنانی اُم حبیب بنتِ اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب ہیں۔ اُم حبیب کی ماں برہ بنتِ عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی ہیں۔

ولادت اور یتیمی

آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ خاتون سے شادی کی اور حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں اُس کے بعد ہی خواجہ عبدالمطلب نے اُن کو کھجور کے لئے مدینہ بھیجا۔ وہیں پچیس ۲۵ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے انتقال کے بعد آٹھ ۸ یا بارہ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن صبح

له طُلیب بن عُمیر ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کی ماں اروی بنت عبدالمطلب ہیں۔ ابن اسحٰق نے ان کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں لکھا ہے اور صرف واقدی نے اُن کا نام بدر کے شرکاء میں لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲

صادق کے وقت خاص بیت اللہ کے اندر حضورؐ پیدا ہوئے۔ آپؐ کی پیدائش اُسی سال ہوئی جس سال اصحابِ فیل نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ والد کا اِنتقال ہو چکا تھا اس لئے آپؐ اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے۔

رضاعت

پیدائش کے بعد کئی دن تک آپؐ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہؓ نے آپؐ کو دُودھ پلایا۔ ثوبیہ نے اس سے پہلے آپؐ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو دُودھ پلایا تھا۔ اور حضورؐ کے بعد اُسی نے حضرت ابو سلمہ کو بھی دُودھ پلایا اسی وجہ سے یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ ثوبیہ کا لڑکا جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تھا اُس کا نام مسروح تھا۔

شرفاء قریش کا قاعدہ تھا کہ بچّوں کو ایّام رضاعت میں کسی دودھ پلانے والی کے سپرد کرکے بدّی قبائل میں پرورش کراتے تھے اسی قاعدہ کے موافق حضورؐ کو بنی سعد بن بکر کی ایک خوش نصیب خاتون دودھ پلانے کے لئے لے گئیں ان کا نام حضرت حلیمہ بنتِ ابو ذؤیب السعدی تھا۔ جب آپؐ پھرنے چلنے لگے تو وہیں شقِ صدرؐ کا واقعہ ہوا۔ اور اُس کے بعد حضرت حلیمہ نے آپؐ کو آپؐ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں لاکر اُن کے سپرد کر دیا۔ حضرت حلیمہ نے آپؐ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دُودھ پلایا تھا۔ حلیمہ کے ایک لڑکے کا نام عبداللہ بن الحارث تھا انہی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ف ابن حجر لکھتے ہیں کہ صرف ابن مندہ نے ان کو صحابیات میں ذکر کیا ہے۔ ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثوبیہ مسلمان نہیں ہوئیں حضرت خدیجہؓ ان کی عزت کرتی تھیں کیونکہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ماں تھیں۔ ہجرت کے بعد ابو لہب نے اُن کو آزاد کر دیا تھا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے برابر کپڑے بھیجتے تھے خیبر سے واپس آنے کے بعد ان کے اِنتقال کی خبر ملی اُن کے لڑکے مسروح کے اسلام کا حال معلوم نہیں مگر احتمال ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ف۲ ابن سعدؒ نے ایک روایت لکھی ہے کہ حارث بن عبدالعزی حضرت حلیمہ کے شوہر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد رضاعی مکہ میں آکر مسلمان ہو گئے تھے اُسی میں دوسری روایت ہے کہ عبداللہ بن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی رضاعی مسلمان ہوئے تھے ممکن ہے کہ دونوں مسلمان ہو گئے ہوں واللہ اعلم ۱۲ منہ

نے دُودھ پیا تھا۔ ایک لڑکی انیسہ تھیں ایک حذافہ[1] اور انہی کا لقب شیما تھا یہ بڑی تھیں اور حضورؐ کی خدمت کیا کرتی تھیں غزوہ حنین کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی تھی۔

والدہ ماجدہ اور عبد المطلب کا انتقال

کچھ روز کے بعد آپؐ کو ساتھ لے کر آپؐ کی والدہ مدینہ گئیں۔ وہاں قبیلہ بنی نجار میں آپؐ کے والد کا ننھیال تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ[۶] سال کی ہوئی تو مدینہ سے واپس آتے ہوئے مقام "ابواء" میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور اب آپؐ بالکل یتیم ہو گئے اور اپنے دادا عبد المطلب ہی کی کفالت میں رہے۔ جب آپؐ آٹھ[۸] برس دو[۲] مہینے دس[۱۰] دن کے ہوئے تو آپؐ کے جد امجد عبد المطلب نے بھی انتقال کیا۔ اس لئے آپؐ کو آپؐ کے حقیقی چچا جناب خواجہ ابو طالب نے اپنی ولایت میں لیا۔

سفر شام اور بحیرا

حضورؐ کی عمر جب بارہ[۱۲] سال دو[۲] مہینے کی ہوئی اس وقت خواجہ ابو طالب نے تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا اور حضورؐ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ جب مقام "تیماء" میں پہنچے تو وہاں بحیرا[2] راہب ملا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ یہود عالم تھا۔ اور بعض روایتوں میں ہے

---

[1] حذافہ بجائے مہملہ مضمومہ بعدہٗ ذال والف وبعدہٗ فا اور بعض نے جذامہ لکھا ہے یعنے بجیم وذال معجمہ بعض بجائے منقوطہ بالا دال مہملہ بعدہٗ الف ومیم لیکن پہلا صحیح ہے۔ (اصابہ) غزوہ ہوازن کے بعد مسلمان ہوئیں وہاں ان کا حال ہے ۱۲ منہ۔

[2] ایک بحیرا راہب کا ذکر اصحاب رسول اللہ میں ہے۔ اور بحیرا راہب سے حدیث کی ایک روایت بھی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ یہی بحیرا ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بحیرا راہب حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے مگر ان میں سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے ۱۲ منہ۔

کہ یہ نصرانی راہب تھا واللہ اعلم۔ اُس نے کتبِ قدیمہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق آپؐ میں نبوت کی کچھ علامتیں دیکھیں اور خواجہ ابوطالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ بُحیرای نے کہا کہ کیا آپ کو اس کے ساتھ محبت ہے۔ اُنھوں نے کہا بیشک۔ بحیرای نے کہا کہ میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں۔ بخدا آپ اگر انھیں شام لے گئے تو یہود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور قتل کرنا چاہیں گے آپ ان کو واپس لے جائیے۔ چنانچہ خواجہ ابوطالب وہیں سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر واپس چلے آئے۔ بعض روایت میں ہے کہ آپؐ کو کسی غلام کے ساتھ واپس کیا۔

دُوسرا سفر

تیئیس [۲۳] یا چوبیس [۲۴] سال کی عمر میں خدیجہ بنتِ خویلد کا مالِ تجارت لے کر اُن کے غلام [۱] میسرہ کے ساتھ آپ نے شام کا سفر کیا اِس سفر میں نسطورا راہب مقامِ بصرٰی میں آپ سے ملا اور تقریباً ویسی ہی پیش گوئی اُس نے کی جیسا بحیرای نے کی تھی۔ اس سفر میں کئی معجزات کا ظاہر ہونا میسرہ بیان کرتے ہیں۔

خدیجہ بنت خویلد سے عقد

جب آپ کی عمر پچیس [۲۵] سال دو [۲] مہینے دس [۱۰] دن کی ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ بنتِ خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیّ سے عقد کیا۔ حضرت خدیجہؓ ایک حسین اور دولتمند عورت تھیں بہت سے سردارانِ قریش ان کے ساتھ عقد کے خواہشمند تھے مگر انھوں نے سب سے انکار کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت۔ دیانت۔ اور صداقت کا مکہ میں شہرہ ہوا۔

---

[۱] میسرہ سے بعض روایتیں دلائل النبوۃ کی مروی ہیں مگر یہ صحیح طور سے معلوم نہیں کہ مبعث کے زمانہ تک یہ باقی رہے یا نہیں۔ ابن حجر نے احتمالاً اصحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

اور آپ کی پاکبازی کا ہر جگہ ذکر ہونے لگا تو یہ خبریں حضرت خدیجہؓ کو بھی ملیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ حضرت خدیجہؓ کے بھائی یعنی عوام بن خویلد کی زوجہ تھیں اُن سے تمام حالاتِ ذاتی اُن کو معلوم ہوئے۔ اِس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کو رغبت پیدا ہوئی۔ مزید امتحان کی غرض سے اپنا مال تجارت دے کر اپنے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے شام بھیجا اُس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت اور صفاتِ عالیہ کا اُن کو بہت ثبوت ملا اِس لئے اُنھوں نے نفیسہ بنت امیہ یعنی اُخت یعلے بن امیہ کے ذریعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ ابنِ اسحاق لکھتے ہیں کہ بُلا کر بالمشافہ بھی بات پختہ کی۔ اِس موقعہ پر اِس پسند کی جو وجہ اُنھوں نے بیان کی ہے وہ خود اُن کے الفاظ میں یہ ہے۔ انہا قالت لما خطبتہا انی قد رغبت فیک لحسن خلقک وصدق حدیثک۔ یعنی میں نے آپ کی صداقت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع خواجہ ابو طالب کو دی۔ اُنھوں نے اِس کو نہایت خوشی سے منظور کیا۔ پھر بنی ہاشم اور رؤسا مضر کو لے کر حضرت خدیجہؓ کے مکان پر گئے اور نکاح ہوا اِس نکاح کے وقت خواجہ ابو طالب نے نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اِس خطبہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ اُس وقت آپ کے بزرگوں کا آپ کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے عادات واطوار نے اِن پر کیا اثر ڈالا تھا۔ خواجہ ابو طالب کے خطبہ کے یہ الفاظ ہیں۔

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم۔ وزرع اسمٰعیل وضئضئ معد وعنصر مضر۔ وحضنۃ بیتہ وسوّاس حرمہ۔ وجعل لنا بیتاً محجوباً وحرماً امناً۔ وجعلنا الحکام علی الناس۔ ثم ان ابن اخی محمد ابن عبداللہ لا یوزن بہ رجل الا

رجح به۔ وان کان فی المال قل۔ فان المال ظلٌ زائلٌ۔ وامرٌ
حائلٌ۔ ومحمد من قد عرفتم قرابته منی قد خطب خدیجة بنت
خویلد وبذل لها من الصداق ما آجله من مالی عشرین بعیرا
وهو واللہ بعد هذا له بناءٌ عظیمٌ وخطرٌ جلیلٌ۔

حمد وثنا اسی خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ابراہیم کے فرزند اور اسمٰعیل کی ذریات میں بنایا۔ ہمیں مَعد و مُضر کے پاک اصل سے باہر لایا۔ اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حَرم کا پیشوا بنایا۔ ایسا گھر ہمیں عطا فرمایا کہ اطراف وجوانب کے لوگ اس کی زیارت کے قصد سے آتے ہیں۔ ایسا حرم عنایت فرمایا کہ جو شخص وہاں آجائے امان میں ہوجاتا ہے۔ اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ اما بعد یہ میرے بھائی کا لڑکا محمدؐ بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے کسی شخص کا اِس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ کہ یہ اِس سے بڑھا رہے گا۔ ہاں مال اِس کے پاس کم ہے۔ لیکن مال ڈھلتی چھاں ہے۔ اور ایک چیز بدلنے والی ہے۔ محمدؐ وہ شخص ہے جس کی میرے ساتھ قرابت ویگانگت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنتِ خویلد کو چاہتا ہے اور میرے مال میں سے بیس ۲۰ اُونٹ مہر مقرر کرتا ہے۔ اور اِس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔

جب خواجہ ابوطالب کا خطبہ تمام ہوا تو ورقہ بن نوفل نے بھی جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے خطبہ پڑھا۔ اُن کے خطبہ کا مضمون یہ ہے۔

حمد وثنا خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا جیسا کہ اُسے

ابوطالب آپ نے ذکر کیا۔ اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ پس ہم لوگ تمام عرب کے پیشوا اور سردار ہیں۔ اور آپ لوگ تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی جماعت آپ کے فضائل کا انکار نہیں کرسکتی۔ اور کوئی شخص آپ کے فخروشرف کو رد نہیں کرسکتا۔ اور بے شک ہم لوگوں نے نہایت رغبت سے آپ کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد کو میں نے محمدؐ بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا۔ چار سو مثقال کے بدلے۔

خواجہ ابوطالب نے فرمایا کہ اے ورقہ عمر بن اسد موجود ہیں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ بھی آپ کے بیان میں شریک ہوں۔ عمر بن اسد نے کہا کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمدؐ بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا۔ اس پر طرفین سے ایجاب وقبول ہوگیا۔

نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ بیوہ تھیں۔ اس سے پہلے ان کے دو نکاح ہوچکے تھے۔ ایک ابی ہالہ بن زرارہ تمیمی سے اس سے دو اولاد ہوئی تھی۔ ہند بن ابی ہالہ اور زینب بنت ابی ہالہ۔ اس کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی سے۔ اس سے بھی دو اولاد ہوئی تھی عبداللہ بن عتیق اور ایک لڑکی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی اولاد ہوئی سب حضرت خدیجہؓ سے۔ ایک حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ہوئے تھے تفصیل آپ کے اولاد کی یہ ہے۔

بڑے حضرت قاسم جن کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ اتنی عمر ہوئی تھی کہ سواری پر چڑھ سکتے تھے۔ زینب بنت رسول اللہ یہ لڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں اور شاید

حضرت قاسم سے بھی جیسا کہ بعض روایت ہے۔ ان کا عقد ابی العاصؓ بن ربیع سے ہوا جو ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے یعنی حضرت خدیجہؓ کی بہن کے لڑکے۔ ان کا ایک لڑکا ہوا۔ عبداللہؓ کا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ ایک لڑکی امامہ بنت ابی العاص ہوئیں۔ امامہ کا عقد حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا۔ اور اُن کے بعد مغیرہ بن نوفل سے اُن کی کوئی اولاد نہ رہی۔ اُن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین لڑکیاں ہوئیں۔ رقیہؓ۔ اُمِّ کلثوم اور فاطمہ۔ رقیہؓ اور ام کلثومؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے دو لڑکے عتبہ اور عتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں اُس نے تبت یدا ابی لہب کے نزول کے بعد طلاق دیدی تو یکے بعد دیگرے دونوں کا عقد حضرت عثمان بن عفانؓ سے ہوا اسی وجہ سے اُن کا لقب ذوالنورین ہے۔ اُمِّ کلثوم کی اولاد نہیں ہوئی۔ رقیہ کو عتبہ سے اولاد نہ ہوئی۔ حضرت عثمانؓ سے ایک لڑکا عبداللہ ہوا تھا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ حضرت فاطمہ زہرہؓ کا عقد حضرت علیؓ سے ہوا۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور تمام سادات انہی کی اولاد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل انہی سے جاری ہے اور تمام مشرق ومغرب میں پھیلی ہوئی ہے۔ بارک اللہ فیہم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پانچ اولادیں بعثت سے پہلے ہوئیں چھٹی اولاد حضرت عبداللہ ہیں راجح یہ ہے کہ یہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے اُن کا لقب طیب وطاہر ہے بعض کہتے ہیں کہ طیب وطاہر عبداللہ کے علاوہ ہیں واللہ اعلم ان کا انتقال بھی بچپن میں ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولادیں حضرت خدیجہؓ سے ان کے علاوہ ایک صاحبزادے ابراہیم ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ سے ہوئے ان کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا۔

قصۂ تحکیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات لڑکپن ہی سے ایسے تھے کہ آپ تمام مکہ میں

لہ حضرت ابوالعاص ابن ربیع کا ذکر غزوۂ بدر کے قیدیوں میں اور غزوۂ حدیبیہ کے بعد مفصل مذکور ہے ۱۲۔

کہ عبداللہ بن ابی العاص یا علی بن ابی العاص علی اختلاف الاقوال واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ممتاز تھے۔ اکثر اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ آپؐ قریش میں امین مشہور تھے۔ گو زیادہ زیادہ عمر کے لوگ قریش میں موجود تھے جو سردار قبیلہ تھے مگر کئی اہم واقعات میں ان سرداروں نے باوجود کم سنی کے آپؐ کو حکم بنایا۔ قریش کی محفلوں میں جس میں زیادہ تر لہو و لعب اور فسق و فجور تھا آپؐ شریک نہیں ہوتے تھے۔ حرب فجار میں دو۲ دفعہ آپؐ شریک ہوئے۔ ایک دفعہ آپؐ کی عمر پندرہ۱۵ سولہ۱۶ برس کی تھی دوسری دفعہ کچھ زیادہ اپنے چچا کی آپؐ امداد فرماتے تھے تیر وغیرہ جنگ کے وقت اُن کو دیتے تھے۔ آپؐ کے حضرت خدیجہؓ سے عقد کرنے کے بعد قریش نے کعبۃ اللہ شریف کی جدید تعمیر کی۔ اس میں جب دیوار اس مقام تک پہنچی جہاں حجرِ اسود ہے تو قبائل میں اختلاف ہوگیا کہ حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر کس قبیلہ کا آدمی رکھے اس وقت مشہور واقعہ تحکیم پیش آیا۔ آپؐ کی عمر شریف اس وقت پینتیس۳۵ سال کی تھی تمام سردارانِ قبائل آپؐ کے حکم ہونے پر خوش ہوئے۔ اور آپؐ نے ایسے عاقلانہ طریقہ سے اس کا ایسا فیصلہ کیا کہ سب راضی ہو گئے اور ایک بڑی خونریز جنگ ہوتے ہوتے رُک گئی۔ سب نے آپؐ کے قوت فیصلہ کی تعریف کی۔

زید بن عمر[۱] سے گفتگو

بُت پرستی سے طبعاً آپؐ کو نفرت تھی۔ آپؐ گھنٹوں اپنی قوم کی گمراہی کو سوچتے اور افسوس کرتے۔ کبھی پہاڑوں کے دامن میں چلے جاتے مظاہر قدرت پر غور کرتے توحید و بُت پرستی کے مسئلہ میں غرق رہتے۔ پھر اُٹھتے اور گھر آکر سو جاتے۔

زید بن حارثہ جو حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے اور اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیا تھا برابر حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے حتیٰ کہ زید بن محمدؐ مشہور ہو گئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز بعثت کے

۱؎ زید بن عمر کا انتقال بلاشبہ بعثت کے پہلے ہوا تاہم محدثین ان کو اصحاب رسول اللہؐ میں ذکر کرتے ہیں یہ اس بنا پر صحیح ہو سکتا ہے کہ مومن تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے بھی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

قبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عوالی مکہ میں گیا۔ وہاں زید بن عمر بن نفیل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی (یہ زید بھی بُت پرستی سے متنفرّ تھے اور دین حق کی تلاش میں انھوں نے شام وعراق کا سفر بھی کیا تھا زید حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت عمرؓ کے باپ خطاب بن نفیل نے بُت پرستی سے نفرت کی وجہ سے اُن کو بہت تکلیف دی تھی اور مکہ میں آنا بھی مشکل کر دیا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن عمر بڑے اخلاق سے ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے زید یہ آپ کی قوم جیسی خباثت میں مبتلا ہے وہ آپ جانتے ہیں اس کا آپ کچھ علاج نہیں سوچتے۔ زید نے کہا کہ میں دینِ حق کی تلاش میں شام اور عراق گیا وہاں مجھ سے ایک متدیّن مسیحی عالم نے کہا کہ دین حق کا سب سے بڑا علم بردار بہت جلد مکہ سے ظاہر ہوگا۔ اُس کے ظہور کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ میں اسی شوق میں اُس کی ہدایت کے موافق یہاں لوٹ کر آیا مگر یہاں حالات میں کوئی تغیّر نہ پایا۔ اِس لئے حیران ہوں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعث کے پہلے ان کا اِنتقال ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں فرمایا ہے۔ ھو یبعث امۃ وحدہٗ یوم القیٰمۃ۔ موحّد تھے کُفّار کا ذبیحہ جو وہ بُتوں پر ذبح کرتے تھے یہ نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے الٰھی اِلٰہ ابراھیم ودینی دین ابراھیم۔ ورقہؓ بن نوفل نے ان کا زبردست مرثیہ لکھا ہے۔

بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ پر اِستغراق اور محویّت کا عالم بڑھتا گیا یہاں تک کہ رات کو بھی پہاڑوں کے شعب میں رہ جاتے۔ پھر یہ حالت ہوئی کہ کھانا پینا بھی کم ہو گیا۔ کھجور یا جَو کی روٹی اور ایک کوزہ پانی لے جاتے۔ کبھی غارِ حرا میں کبھی کسی دوسرے غار یا کھوہ میں کئی کئی دن رہ جاتے۔ پھر یہ حالت ہوئی کہ حضرت خدیجہؓ خود جاتیں اور تلاش کرکے آپ کو روٹی اور پانی پہنچاتیں۔ آپ کے اِستغراق کا عالم

سلہ ورقہ بن نوفل موحّد نصرانی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نجات کی بشارت دی ہے ۱۲ منہ

بڑھتا گیا۔ پھر کچھ آثار و علائم ہدایت وحی کے ظاہر ہوتے جن کی وجہ سے ابتداءً آپ کو استعجاب ہوا۔ آخر جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام خدا کی طرف سے غارِ حرا میں پہلے پہلے یہ آیتیں علی القول الراجح آپ کے پاس لائے اقرء باسم ربّک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرء وربّک الاکرم الذی علّم بالقلم علّم الانسان مالم یعلم۔ اِس کے بعد متواتر وحی آنا شروع ہوئی جس میں الوہیت۔ توحید اور صفات کمال باری تعالیٰ کی تعلیم تھی اور رجوع الی الحق کی وصیت شرک سے اجتناب اور بُت پرستی کی خرابیاں بیان کی گئی تھیں۔ بتایا گیا کہ خداوندکریم نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو اسی امر کی تعلیم کے لئے ہمیشہ بھیجا اور ان کے ذریعہ سے بندوں کی ہدایت کے لئے کتابیں بھیجیں اُسی سلسلہ کی ایک کتاب یہ قرآن حکیم ہے اور اسی کی تبلیغ کے لئے خدا نے تم کو اپنا رسول بنایا۔

سابقین اوّلین

خدا کی طرف سے یہ عظیم الشان خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ تمام دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لئے آپ مامور ہوئے۔ سب سے زیادہ مشکل یہ تھا کہ تبلیغ کی ابتدا آپ کو قریش سے کرنی پڑی قریش بُت پرستی میں تمام عرب کے امام تھے اِس کے علاوہ انہی میں آپ کا خاندان خاندانی بزرگ اور رشتہ دار تھے اور قاعدہ ہے کہ خاندانی بزرگوں کی ہدایت عزیزوں کی زبان سے سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔ مگر آپ کو خداوندکریم نے کامیابی کا یقین دلایا اور تبلیغ شروع کردینے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو توحید و رسالت کی طرف دعوت دی۔ جو لوگ پہلے ایمان لائے وہ لوگ مقربین بارگاہِ الٰہی ہیں۔ قرآن پاک میں ان کی تعریف کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بشارت دی ہے اِس لئے ان مقبولانِ بارگاہ خداوندی سے واقف ہونا چاہیئے۔

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رض حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت علی رض حضرت زید بن حارثہ ایمان لائے۔ پھر حضرت صدیق رض کی نصیحت سے پانچ آدمی اور مسلمان ہوئے۔ حضرت زبیر بن العوام۔ حضرت عثمان بن عفان۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت خدیجہ رض کو چھوڑ کر یہ آٹھ مرد وہ ہیں جن کا اسلام سب سے متقدم ہے۔

لہ طلحہ بن عبید اللہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکر رض کے ہاتھ پر پانچ آدمی سب سے پہلے مسلمان ہوئے ان میں سے ایک ہیں۔ چہرہ ان کا سفید سرخی مائل تھا سینہ چوڑا قد میانہ طلحۃ الفیاض مشہور تھے اور غزوۂ بدر میں غیر حاضر رہے شام گئے تھے لیکن غزوۂ اُحد میں بڑا کام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ان سے اور حضرت ایوب سے مواخات کرایا۔ انھوں نے چار عورتوں سے عقد کیا جو سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ کی بہن تھیں۔ ام کلثوم بنت ابی بکر رض سے جو حضرت عائشہ رض کی بہن تھیں۔ حمنہ بنت جحش سے جو زینب کی بہن تھیں۔ فارعہ بنت ابی سفیان سے جو ام حبیبہ کی بہن تھیں۔ رقیہ بنت ابی امیہ سے جو ام سلمہ کی بہن تھیں۔ مروان بن الحکم کے تیر سے جمادی الاولیٰ ۳۶ھ میں شہید ہوئے اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ پنجشنبہ ۱۰ ر جمادی الآخر میں ۶۴ برس کی عمر میں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

سہ سعد بن ابی وقاص رض قریشی زہری ہیں ان کی ماں حمنہ بنت سفیان بن امیہ تھیں جو ابو سفیان بن حرب ابن امیہ کے چچا کی لڑکی تھیں بہت قدیم الاسلام ہیں اُن پانچ میں سے ایک ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ اسلام کے لئے سب سے پہلے اُنھوں نے ایک کافر کو قتل کیا۔ سب سے پہلا تیر اسلام کے لئے اُنھوں نے چلایا۔ مشہور شہ سوار اور مشہور مجیب الدعوات تھے۔ مدائن ان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ کوفہ کو کوفہ اُنھوں نے بنایا۔ عراق کی فتح میں یہ سب سے پیش پیش تھے۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں چار شخص شدید سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عمر رض۔ حضرت علی رض۔ حضرت زبیر رض۔ اور حضرت سعد رض۔ حضرت عمر رض نے ۲۱ھ میں ان کو کوفہ کا امیر مقرر کیا۔ پھر حضرت عثمان رض نے اپنے زمانہ میں ان کو امیر مقرر کیا۔ ابو نعیم نے کہا ہے کہ ۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ واقدی نے کہا ہے کہ ۵۵ھ میں ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض روایت ہے ۵۱ھ کی اور ۵۸ھ کی مگر مشہور ۵۵ھ ہی کی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔ عقیق میں انتقال ہوا مدینہ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ۔

عورتوں میں حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلی عورت حضرت عباسؓ کی زوجہ لبابہ بنت
الحارث مسلمان ہوئیں انہی کے لڑکے قثم بن عباس ہیں۔ اِن کے بعد یہ حضرات ایمان لائے
حضرت خبابؓ ابن الارت۔ حضرتؓ سعیدؓ بن زید۔ آن کی زوجہ حضرت فاطمہؓ بنت الخطاب۔
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔ حضرت عثمان بن مظعون۔ حضرت ارقم بن ابی الارقم۔

ﻟﮧ خباب ابن الارت تمیمی تھے بنی زہرہ کے حلیف تھے تلوار بناتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اور جبیر بن عتیک سے بھائی چارا کرادیا تھا۔ انھوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور قریش نے ان کو بہت تکلیفیں دیں۔ کوفہ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت علیؓ نے ان کی تعریف میں کہا ہے اسلم راغباً ہاجر طائعاً عاش مجاہداً ۱۲ منہ۔

ﻋﮧ سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے حضرت عمر بن الخطاب کے بہنوئی ہیں۔ اور مشہور موحد حضرت زید بن عمر ابن نفیل کے صاحبزادے ہیں۔ یہ مجیب الدعوات مشہور تھے اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں جنگ یرموک اور فتح دمشق میں شریک ہوئے۔ تہتر سال کی عمر میں انتقال ہوا ۵۰ھ یا ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ﺳﮧ یہ اسلام قبول کرنے میں چھٹے شخص ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان سے اور حضرت زبیرؓ سے بھائی چارا کرایا تھا پھر ہجرت کے بعد ان سے اور سعد بن معاذ سے۔ یہ برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے اہل بیت میں سے سمجھے جاتے تھے۔ بغوی روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں یہ سب سے زیادہ زاہد اور آخرت کے راغب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن مسعودؓ قرآن ٹھیک ویسا پڑھتے ہیں جیسا نازل ہوا ہے۔ ان کی بات کی کسی نے تردید کی تو حضرت عمرؓ نے اس کو سزا دی کہ تو ابن مسعودؓ کی تردید کرتا ہے حضرت عمرؓ کی شہادت سے پہلے ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا ۱۲ منہ۔

ﻋﮧ عثمان ابن مظعون۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تیرہ آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئے۔ ہجرت کر کے اپنے لڑکے سائب بن عثمان کے ساتھ حبشہ گئے۔ وہاں سے لوٹے غزوہ بدر میں شریک تھے اور اس کے بعد ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ پہلے مہاجر ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا اور پہلے مہاجر ہیں جو بقیع میں مدفون ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا سلف صالح کہا ہے اصابہ ۱۲ منہ۔

ﻫﮧ ارقم بن ابی الارقم۔ مخزومی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ سابقین اولین سے ہیں دس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے۔ اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ یہ ساتویں شخص ہیں کوہ صفا پر ان کا (باقی صہ ۶۲ پر)

(بقیہ صہ ۶۱)

مکان تھا۔ ابتداءً حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم انہی کے مکان میں خفیہ اسلام کی دعوت دیتے تھے جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد چالیس ۴۰ ہوگئی اس کے بعد باہر دعوت دینے لگے ارقم مذکور بدر اُحد اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عبدالبر کہتے ہیں کہ ابن ابی حاتم کو ایک وہم ہوگیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ارقم جو حضرت عثمانؓ کے وقت میں بیت المال پر معین تھے اُن کے والد یہی ارقم ہیں حالانکہ یہ مخزومی ہیں اور عبداللہ بن ارقم کے والد زہری تھے۔ ۵۳ھ ..... میں پچاسی ۸۵ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ وصیت کے موافق سعد بن ابی وقاص نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ف۱ حضرت ابو سلمہ مخزومی ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی سب سے پہلے مہاجر۔ اُن کا تذکرہ ہجرت کے بیان میں آتا ہے ۱۲ منہ۔

ف۲ ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح قدیم الاسلام ہیں۔ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابو عبیدہ ۔ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ ابن الحرث۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ ابو سلمہ سب ایک وقت دارِ ارقم میں مسلمان ہوئے۔ یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ صاحب ہجرتین ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی تعلیم کے لئے یمن بھیجا تھا اور فرمایا کہ میری اُمت کے یہ امین ہیں۔ بعض سرایا میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو امیر بنا کر بھیجا ذات السلاسل میں یہ مہاجرین وانصار کے امیر تھے۔ حضرت عمرؓ نے خالد کے بعد شام کی لڑائیوں میں ان کو سپہ سالار بنایا۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب اصحاب سے زیادہ کس سے محبت تھی کہا ابو بکرؓ سے۔ میں نے کہا ان کے بعد کہا عمرؓ سے۔ میں نے کہا ان کے بعد کہا ابو عبیدہ بن الجراح سے ۱۸ھ کے طاعونِ عمواس میں ان کا انتقال ہوا۔ ابن مندہ نے واقدی کی روایت پر اعتماد کیا ہے کہ ان کی عمر ۵۸ سال ہوئی۔ لیکن ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ اکتالیس ۴۱ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ ابن عائذ لکھتے ہیں کہ ارض اردن میں مدفون ہوئے اور حنا وکتم کا خضاب کیا کرتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ ۔

ف۳ قدامہ ابن مظعون۔ حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی اور صفیہ بنت الخطاب یعنی حضرت عمرؓ بن الخطاب کی بہن کے شوہر ہیں۔ سابقین اولین سے ہیں۔ صاحب ہجرتین ہیں اور شرکاء بدر سے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین میں عامل مقرر کیا تھا۔ جارود بحرین کے سردار تھے۔ اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ قدامہ نے شراب پی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور قدامہ کی زوجہ ہند بنت الولید نے شہادت (باقی صہ ۶۳ پر)

حضرت[١] عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب۔ حضرت[٢] جعفر بن ابی طالب۔ اُن کی زوجہ اسماء بنت عمیس۔ حضرت[٣] عبداللہ بن جحش۔ حضرت[٤] ابو احمد بن جحش۔

(بقیہ صہ ٦٢)

دی کہ میں نے پیتے تو نہیں دیکھا لیکن قے کرتے دیکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان پر حد قائم کی اور کوڑے لگوائے۔ اہل بدر میں سے صرف یہی ایک شخص ہیں جن کو حد ماری گئی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قدامہ کا انتقال ۳٦ھ میں حضرت علیؓ کے ایام خلافت میں ہوا۔ ان کی عمر اڑسٹھ ٦٨ سال کی تھی اور ابن حبان نے ایک روایت لکھی ہے کہ ان کا انتقال ۵٦ھ میں ہوا تھا واللہ اعلم ١٢ منہ۔

١ عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف قدیم الاسلام ہیں اور بنی عبد بن مناف میں یہ سب سے کمسن تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے پھر مدینہ ہجرت کی غزوۂ بدر میں سب سے پہلے مبازرہ کرنے والوں میں تھے قریش کے تین شخصوں کے مقابل میں تین شخص گئے حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کیا۔ حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو قتل کیا۔ اور شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کیا صفراء میں جاکر انتقال ہو گیا اور شیبہ کو حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے قتل کر دیا۔ یہ ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ کفّار کی طرف سے عتبہ ربیعہ اور ولید تھے تینوں قتل ہوئے عبیدہ کا پیچھے انتقال ہوا واللہ اعلم ١٢ منہ۔

٢ جعفر بن ابی طالب۔ غزوہ موتہ میں ان کا ذکر ہے۔ ١٢ منہ

٣ عبداللہ بن جحش قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے کفّار نے ان کا پیٹ چاک کیا اور مُثلہ کیا تھا۔ اور حضرت حمزہ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ شہادت کے وقت چالیس سال سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ ان کے سریہ کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو امیر بناکر نخلہ بھیجا تھا۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اُحد کے روز ان کی تلوار ٹوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک شاخ دی جو تلوار ہو گئی اور وہ باقی رہی حتے کہ دو سو دینار میں بکی واللہ اعلم ١٢ منہ۔

٤ ابو احمد بن جحش۔ ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ یہ قدیم الاسلام ہیں مگر بلاذری نے ان کی ہجرت حبشہ سے انکار کیا ہے۔ حضرت ابو سلمہ کے بعد سب سے پہلے ان کے بھائی عبداللہ بن جحش ان کے تمام خاندان کو لے کر مدینہ چلے گئے تھے یہ مکہ میں تنہا رہ گئے تھے پیچھے گئے اور بدر و اُحد وغیرہ میں شریک رہے ابو سفیان بن حرب کی لڑکی الفارعہ ان کی زوجہ تھیں اور دوسری لڑکی اُم حبیبہ ان کے بھائی عبیداللہ بن جحش کی زوجہ تھیں۔ عبیداللہ نصرانی ہوگئے تو ام حبیبہؓ سے (باقی صہ ٦٤ پر)

حضرتؓ سائبؓ بن عثمان بن مظعون۔ حضرتؓ مطلبؓ بن ازہر۔ آپ کی زوجہ رملہ بنت ابی عوف۔ حضرتؓ عمیر بنؓ ابی وقاص اخو سعد۔ حضرتؓ اسماء بنتؓ ابی بکر۔ حضرتؓ عائشہ بنتؓ ابی بکر بہت کم سن تھیں

(بقیہ ص۹۳)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عقد کیا۔ صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے سامنے ہوا۔۱۲ منہ۔

۱؎ سائب بن عثمان ابن مظعون۔ قدیم الاسلام۔ صاحب ہجرتین اور اصحاب بدر سے ہیں۔ غزوۂ بواط کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ کا امیر بنایا تھا۔ یمامہ میں مجروح ہوئے اور اسی سے انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تیس۳۰ سال سے کچھ زیادہ تھی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۲؎ مطلب ابن ازہر بن عبد عوف زہری ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے چچا کے لڑکے قدیم الاسلام ہیں حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے وہیں انتقال ہوگیا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۳؎ عمیر بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں قدیم الاسلام۔ بدر میں شریک ہوئے اور وہیں شہید ہوتے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۴؎ اسماء بنت ابی بکر صدیق۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر کی والدہ اور اسماء کی والدہ کا نام قتلہ یا قتیلہ بنت عبد العزی تھا۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ سترہ۱۷ آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہجرت کے وقت ذات النطاقین کہا تھا اسی لقب سے مشہور ہیں۔ ان سے زبیر بن العوام نے عقد کیا۔ حاملہ تھیں تو ہجرت کیا۔ قبا میں عبد اللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ جب عبد اللہ بن زبیر شہید ہوئے تو یہ زندہ تھیں۔ ہشام بن عروہ کی روایت ہے کہ حضرت اسماءؓ سو برس کی ہوگئی تھیں لیکن نہ دانت ٹوٹا تھا نہ عقل میں کچھ فتور ہوا تھا۔ لیکن ابو نعیم اصفہانی کہتے ہیں کہ ہجرت سے ۲۷ سال پہلے پیدا ہوئیں اور ۷۳ھ کے ابتداء میں انتقال ہوا ۱۲ منہ۔

۵؎ عائشہ بنت ابی بکر ام المومنین۔ صدیقہ بنت صدیق محبوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی والدہ ام رومان بنت عامر کنانیہ ہیں صحیحین کی روایت ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کیا تو چھ برس کی تھیں۔ دوسری روایت ہے سات برس کی اور جب زفاف ہوا تو نو برس کی تھیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اٹھارہ۱۸ برس کی۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ زفاف شوال میں ہجرت کے پہلے سال ہوا۔ ان کی پیدائش بعثت کے چار۴ یا پانچ۵ برس بعد ہوئی۔ باوجود اس کے ان کا شمار قدیم الاسلام لوگوں میں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا شروع ہی سے مسلمان تھیں۔ امہات المومنین کے ذکر میں ان کا مفصل تذکرہ ہوگا ۱۲ منہ۔

حضرت[۱] عیاش رضی اللہ عنہ بن ابی ربیعہ اخو ابوجہل آن کی زوجہ اسماء بنت سلامہ۔ حضرت[۲] سلیط رضی اللہ عنہ بن عمرو۔
حضرت[۳] مسعود رضی اللہ عنہ بن ربیعہ۔ حضرت[۴] خُنَیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ۔ حضرت[۵] عامر رضی اللہ عنہ بن ربیعہ۔

[۱] عیاش بن ابی ربیعہ عمرو ذی الرمحین بن المغیرہ مخزومی حضرت خالد بن الولید بن المغیرہ کے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور ابوجہل کی اور ان کی ماں ایک ہیں۔ یہ قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے۔ مگر ابوجہل ان کو دھوکہ دے کر لے گیا۔ اور بہت تکلیف دیتا تھا۔ صحیحین میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے فجر کے قنوت میں دعا کرتے تھے ۱۲ منہ۔

[۲] سلیط بن عمرو عامری سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ ابن اسحٰق نے ان کو مہاجرین حبشہ میں شمار کیا ہے۔ اور واقدی اور ابو معشر نے بدریین میں شمار کیا ہے۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ہوذہ بن علی رئیس یمامہ کے پاس سلیط بن عمرو کو قاصد بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[۳] مسعود بن ربیعہ۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہوئے اور مدینہ ہجرت کر کے گئے۔ ابن اسحاق نے ان کو شرکاء بدر میں لکھا ہے۔ ابو معشر کہتے ہیں کہ سنہ ۳۰ھ میں ان کا انتقال ہوا اور ساٹھ سال سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ ابن الکلبی کہتے ہیں کہ آل مسعود کو القاری کہتے ہیں وہ لوگ مدینہ میں بنی زہرہ کے حلیف تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[۴] خُنَیس بن حذافہ۔ بخائے معجمہ بصیغۂ تصغیر اور آخر میں سین مہملہ قدیم الاسلام صاحب ہجرتین اور اصحاب بدر سے ہیں۔ ان کو غزوۂ اُحد میں ایک زخم لگا تھا اسی سے اِنتقال ہوا۔ یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر بن الخطاب کے پہلے شوہر تھے۔ ان کے اِنتقال کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔ حمیدی کہتے ہیں کہ معمر کی روایت میں ان کا نام بحائے مہملہ و بائے موحدہ و شین معجمہ ہے۔ بصیغۂ تصغیر وہ غلط ہے ۱۲ منہ۔

[۵] عامر بن ربیعہ قدیم الاسلام ہیں۔ پہلے اپنی زوجہ لیلےٰ بنت ابی خیثمہ کے ساتھ حبشہ گئے پھر مدینہ ہجرت کی غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد خطاب نے ان کو متبنیٰ کیا تھا اِس لئے پہلے عامر بن الخطاب کہے جاتے تھے مگر جب حکم نازل ہوا ادعوھم لآبائھم تو عامر بن ربیعہ کہے جانے لگے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حج کو گئے تو ان کو مدینہ پر حاکم مقرر کیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا۔ ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ سنہ ۳۲ ہجری میں انتقال ہوا یہی راجح ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

حضرتؓ حاطبؓ[۲۲] بن الحرث۔ اُن کی زوجہ فاطمہؓ[۲۳] بنت المحلل۔ حضرت خطابؓ[۲۴] بن الحارث اُن کی زوجہ فکیہہؓ[۲۵]
بنت حضرت یسار۔ حضرت معمرؓ[۲۶] بن الحارث۔ حضرتؓ نعیمؓ[۲۷] بن عبداللہ اخو بنی عدی۔ حضرتؓ خالدؓ[۲۸] بن سعید بن العاص

ف۱ حاطب بن الحارث الجمحی۔ یہ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے وہیں انتقال ہو گیا ان کی زوجہ فاطمہ بنت المحلل العامریہ بھی ساتھ تھیں وہیں ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے محمد اور حارث جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے اور ابن حجر نے طبرانی سے ذکر کیا ہے کہ حاطب اور ان کے بھائی خطاب نے حبشہ میں انتقال کیا ۱۲ منہ۔

ف۲ معمر بن الحارث۔ حاطب۔ خطاب۔ معمر بنو الحارث تینوں بھائی ہیں۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے معمر مسلمان ہوئے اور ابن اسحاق ان کو شرکاء بدر میں بھی لکھتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ف۳ نعیم بن عبداللہ العدوی المعروف بہ النحام یہ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضرت عمرؓ کی بہن کو قرآن پاک سکھاتے تھے لیکن مکہ ہی میں رہے فتح مکہ سے تھوڑی عرصہ قبل ہجرت کی وجہ یہ تھی کہ پہلے تو ان کا اسلام پوشیدہ تھا لیکن جب ظاہر ہوا تب بھی ان کی قوم ان کو تکلیف نہیں دیتی تھی۔ یہ بیواؤں اور یتیموں کو نفقہ بانٹتے تھے۔ جب اُنھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تب بھی ان کو بنی عدی کے لوگوں نے کہا کہ تم یہیں رہو جو دین تمہارا دل چاہے قبول کرو۔ واقدی کی روایت ہے کہ دس آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور ابن خیثمہ کی روایت ہے کہ اڑتیس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق مصعب الزبیری اور عروہ وغیرہ سے روایت ہے کہ نعیم اجنادین کی جنگ میں شہید ہوئے یعنے حضرت عمرؓ کی خلافت میں لیکن ابن البرقی اور ابن الکلبی سے ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں۔ اخبار مدینہ میں یہ روایت آتی ہے کہ مروان نے النحام سے ان کا گھر تین ہزار درہم میں خرید کر اپنے گھر میں ملایا تھا اس کا جواب دیتے ہیں کہ ابراہیم بن نعیم کو بھی النحام کہتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ف۴ خالد بن سعید بن العاصی اسلام میں چوتھے یا پانچویں شخص ہیں۔ اُنھوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرا باپ ہمیں جہنم میں ڈال رہا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچایا۔ یہ حضرت صدیقؓ کے پاس آئے اور خواب بیان کیا اور مسلمان ہوئے۔ ان کے والد کو خبر ہوئی تو اُس نے تکلیف دی اور کھانا بند کر دیا یہ چھپ گئے اور پھر حضرت جعفر اور عثمان کے ساتھ مع اپنی زوجہ کے حبشہ چلے گئے۔ ان کی لڑکی ام خالد وہیں پیدا ہوئیں۔ مسلمہ بن محارب سے روایت ہے کہ ان کا اسلام حضرت علیؓ سے پہلے تھا مگر باپ کی وجہ سے (باقی صفحہ ۶۷ پر)

ان کی زوجہ امینہؓ بنت خلف یا ہمینہ۔ حضرت حاطبؓ[۲۱] بن عمرو۔ حضرت ابوحذیفہؓ[۲۲]
ابن عتبہ بن ربیعہ۔ حضرت واقدؓ[۲۳] بن عبداللہ حلیف بنی عدی۔ حضرت خالدؓ[۲۴] بن حزام۔

(بقیہ ص۶۶)

چھپاتے تھے اور ابن خالد سے روایت ہے کہ ان کے والد چار آدمی کے بعد مسلمان ہوئے ابوبکر۔ علی زید بن حارثہ اور سعد بن ابی وقاص۔ خالد بن سعید حبشہ سے حضرت جعفر کے پہلے مدینہ آئے اور عمرۃ القضا میں شریک تھے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مذحج کے صدقات پر مقرر کردیا تھا۔ اور ایک روایت ابن حجرؒ نے لکھی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ارتداد کے ایام میں مشارق شام پر مقرر کیا تھا۔ موسیٰ ابن عقبہ سے ایک روایت ہی کہ مرج الصفر کے ایام میں شہید ہوئے اور موسیٰ بن عقبہ ہی سے دوسری روایت ہے کہ اجنادین میں شہید ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

ف۲۱ حاطب بن عمرو عامری سہیل بن عمرو اور سلیط بن عمرو کے بھائی ہیں بہت قدیم الاسلام ہیں۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام زہری نے یقین کیا ہے کہ مہاجرین حبشہ میں یہ پہلے شخص ہیں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ اصحاب بدر سے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ کا عقد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہی نے کیا تھا یہ اس پر دال ہے کہ ہجرت الی المدینہ سے لوٹ آئے تھے ۱۲ منہ

ف۲۲ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ۔ یہ حضرت معاویہؓ کے ماموں ہیں صاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں قبلہ کی طرف نماز پڑھی اصحابِ بدر سے ہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تینتالیس[۴۳] آدمی کے بعد مسلمان ہوئے۔ یہ یمامہ میں چھپن[۵۶] سال کی عمر میں شہید ہوئے ۱۲ منہ۔

ف۲۳ واقد بن عبداللہ تمیمی حنظلی حلیف بنی عدی بن کعب' ابن اسحٰق نے ان کو سابقین الی الاسلام میں لکھا ہے اصحابِ بدر سے ہیں۔ عبداللہ بن جحش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نخلہ بھیجا تھا تو اس میں یہ بھی تھے اور انہی نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مار کر قتل کیا تھا جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الشھر الحرام الآیہ۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اس قصہ کے متعلق اشعار کہے تھے اور خوشی ظاہر کی تھی۔ ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے ابتداء خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ حکم جہاد کے بعد واقد بن عبداللہ پہلے قاتل ہیں ۱۲ منہ۔

ف۲۴ خالد بن حزام۔ بحائے مہملہ وزائے معجمہ بن خویلد بن اسد ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے لڑکے ہیں قدیم الاسلام، ہجرت کر کے حبشہ جارہے تھے راستہ میں سانپ نے کاٹا اس سے ان کا انتقال ہوگیا ۱۲ منہ۔

لہ عامر بن مالک یعنی ابو وقاص۔ یہ عامر حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں۔ دس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ واقدی نے حضرت سعدؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں آیا تو دیکھا کہ میری ماں حمنہ بنت سفیان اور میرے بھائی عامر بن ابی وقاص کے پاس بہت لوگ جمع ہیں اور عامر مسلمان ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ تمہاری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک عامر مُرتد نہ ہو جائے وہ سایہ میں نہ جائے گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ اور بلاذری سے نقل کیا ہے کہ ہجرت ثانیہ میں عامر حبشہ گئے اور حضرت جعفر کے ساتھ واپس آئے اور شام میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں انتقال ہوا ۱۲ منہ۔

لہ عاقل بن بکیر بن عبد یا لیل بن ناشب بن غیرہ المجمہ و تحتانیۂ اللیثی حلیف بنی عدی سابقین اوّلین سے ہیں۔ عاقل اور ان کے بھائی ایاس اور عامر بنو بکیر سب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور عاقل وہیں شہید ہوئے موسیٰ بن عقبہ سے اور ابن اسحٰق سے ابن حجر نے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ان کا نام غافل بغین معجمہ وفائہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عاقل رکھا بمہلہ وقاف ابن حجر کہتے ہیں کہ دار ارقم میں سب سے پہلے بیعت عاقل بن بکیر نے کی تھی۔ حکاہُ الواقدی ۱۲ منہ۔

لہ ایاس بن بکیر قدیم الاسلام ہیں۔ بکر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایاس کے سوا اور کسی کے متعلق نہیں معلوم ہے کہ چار بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہوں یہ چار بھائی تھے سبؓ نے ہجرت کی اور رفاعہ بن عبد المنذر کے یہاں ٹھہرے اور سب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ ایاسؓ۔ عاقلؓ۔ خالدؓ۔ عامرؓ۔ عاقل بدر ہی میں شہید ہوئے۔ ایاس فتح مصر میں شریک ہوئے اور ۳۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ خالد یوم الرجیع میں شہید ہوئے۔ عامر یمامہ میں شہید ہوئے ۱۲ منہ۔

لہ خالد بن بکیر، عاقل بن بکیر اور ایاس بن بکیر کے بھائی ہیں چونتیس ۳۴ برس کی عمر میں یوم الرجیع میں شہید ہوئے۔ ابن مندہ نے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن جحش کے سریہ میں یہ بھی تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

لہ عامر بن بکیر ایاس بن بکیر اور عاقل بن بکیر کے حال میں ان کا ذکر ہوا ۱۲ منہ۔

حضرت عمار بن یاسرؓ۔ اُن کی ماں سُمیّہؓ۔ صہیبؓ بن سنانؓ رومی موالی بنی جدعان۔

اسلام کے وقت ان میں سے اکثر کا سن بیسؔ برس سے کم تھا۔ اور ان کے خاندان کے بڑے لوگ کافر تھے اس لئے یہ لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر پوشیدہ۔ زیادہ غرباء تھے جن کا مکہ میں کوئی حامی نہ تھا۔ کچھ غلام تھے جو رؤسائے قریش کی نظروں میں کوئی عزت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے ان کا اسلام پوشیدہ تھا۔ ارقم بن ابی الارقم مخزومی اسلام قبول کرنیوالوں میں بارھویں شخص ہیں۔ ان کا مکان صفا کے دامن میں تھا ان کے اسلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جو حضرات ایمان لائے تھے وہیں اکثر جمع ہوتے۔ وہیں تعلیم ہوتی۔ اور جس کو اسلام قبول کرنا ہوتا وہیں جاکر مسلمان ہوتا۔ یہ سب لوگ وہیں مسلمان ہوئے چونتیس۳۴ یا پینتیس۳۵ آدمی کے بعد حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت صُہیبؓ بن سنان وہیں جاکر بیک وقت مسلمان ہوئے۔ اور مجاہد کی روایت ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ یہ ساتؔ اشخاص ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر صدیقؓ۔ بلالؓ بن رباح۔ خبابؓ۔ عمارؓ۔ صہیبؓ۔ سُمیّہؓ ام عمارؓ۔

لـه عمارؓ بن یاسر۔ ان کا حال کتاب میں آگے مذکور ہے ان کی فضیلت میں بہت سی روایتیں ہیں۔ حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ سے اور عمار سے کچھ تکرار ہو گئی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں گیا تو فرمایا جس نے عمارؓ سے عداوت کی اُس نے خدا سے عداوت کی اور جس نے عمار سے بغض کیا اُس نے خدا سے بغض کیا۔ اور فرمایا کہ میرے بعد اتباع کرو ابو بکرؓ۔ اور عمرؓ کی اور طریقہ اختیار کرو عمار کا یہ حدیث تواتر کے قریب پہنچ گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے کہا تھا کہ تم کو باغی جماعت قتل کر دے گی اور یہ متفق علیہ ہے کہ جنگ صفین میں یہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے معاویہؓ کے لوگوں نے ان کو شہید کیا۔ ۳۷ھ کے ربیع میں ترانوے۹۳ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ یمامہ میں حضرت عمارؓ کا کان کٹ گیا تھا۔ پیچھے حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہ نجباء اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں ۱۲ منہ

لـه صُہیبؓ بن سنان رومی۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اصلاً عربی تھے یا رومی۔ اسلام کے لئے بڑی تکلیف اُنھوں نے بھی برداشت کی۔ حضرت عمارؓ کی طرح حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اسلام سے پہلے بھی اُنھوں نے کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز صہیبؓ پڑھائیں۔ ۳۸ھ کے شوال میں ستر برس کی عمر میں انتقال ہوا ۱۲ منہ۔

بعثت کے دوسرے سال جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب مسلمان ہوئے تو یہ پہلے شخص تھے جن کے اسلام کا اثر کُفّار پر پڑا۔ تاہم حالت یہ تھی کہ اس وقت صرف دو وقت کی نماز فرض تھی۔ ضحٰی۔ اور عصر اس کو بھی کُفّار کی نظروں سے چھُپ کر کہیں میدان یا پہاڑ کی دامن میں ادا کرتے تھے۔ البتہ طواف کے لئے خانہ کعبہ میں آتے تھے۔

تعذیب

جو غلام تھے ان کو اسلام قبول کرنے کے بعد کُفّار نے بڑی سخت ایذائیں پہنچائیں مگر اللہ کے ان مخلص بندوں نے غیر معمولی صبر و استقامت سے اس کو برداشت کیا۔ اور توحید و اسلام پر ثابت قدم رہے۔ حضرت بلالؓ اُن کی ماں حمامہ۔ ام عبیس۔ النہدیہ اور ان کی لڑکی ان سب نے بڑی سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سب کو خرید کر آزاد کیا۔ بنی مؤمل کی ایک جاریہ تھیں۔ جن کو حضرت عمرؓ نے (جو اس وقت کافر تھے)، بہت ایذا دی تھی ان کو بھی حضرت صدیقؓ نے خرید کر آزاد کیا۔ حضرت عمار بن یاسر بڑی مصیبت میں تھے ان کی ماں حضرت سمیہؓ نے ناقابل برداشت تکلیف سے جان دیدی حضرت عمارؓ کو دوپہر کی دھوپ میں کُفّار لے جاتے اور رمضاء مکہ میں طرح طرح کا عذاب دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف جاتے ان کی مصیبتیں دیکھتے اور فرماتے صبرا[1] آل یاسر موعدکم الجنۃ۔ یہ سب کچھ تھا مگر اسلام پھیلتا جا رہا تھا۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ اور بہت سے حضرات پوشیدہ مسلمان ہو چکے تھے۔

آغاز دعوت اور اُس کا طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جو آیتیں آپ پر نازل ہوتیں وہ مسلمانوں کو یاد کرا دیتے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کو یہ آیتیں پڑھ کر سُناتے۔ اس میں خدا کی حمد۔ اس

[1] اے آلِ یاسر صبر کرو تم سب کے لئے جنت کا وعدہ ہے ۱۲۔

کی قدرتِ کاملہ کا ذکر۔ اُس کے عزت و جلال اور تمام صفاتِ کاملہ کا بیان تھا۔ ایک ایک لفظ اس کا ایسا تھا جو کُفار کو باوجود مخالفت کے لرزہ براندام کردیتا تھا۔ اور معجز نما کشش سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ احکام میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی۔ حضرت جبرئیل آپؐ کو عتبہ کے پیچھے وادی میں لے گئے وہاں ایک چشمہ نمودار ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے وضو کرکے وضو کا قاعدہ بتایا اور امامت کرکے طریقِ نماز کی تعلیم دی۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو اور دوسرے مسلمانوں کو وضو اور نماز کا قاعدہ سکھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہؓ بھی کہیں چھپ کر پہاڑوں کے شعب میں نماز ادا کرتے تھے۔

ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں خواجہ ابو طالب پہنچ گئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علیؓ کے والد تھے دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کیا کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے رسول بناکر بھیجا ہے۔ بُت پرستی سے منع کیا ہے اور اپنی خاص عبادت فرض کی ہے اور اس کے ادا کرنے کا یہی قاعدہ ہے۔ اے چچا آپ بھی خدا کے اس دین کو قبول کریں اور اس عظیم الشان کام میں میری امداد کریں۔

خواجہ ابو طالب نے کہا کہ اے عزیز میں اپنے آبائی دین کو چھوڑ تو نہیں سکتا لیکن تم اطمینان سے اپنا کام کرو میں ہر طرح تمھاری امداد اور حفاظت کروں گا۔ اصحابِ سیر لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علیؓ سے بھی کہا کہ بیٹا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی تمھاری بدخواہی نہیں کر سکتے یہ جو کہیں ان کی بات پر عمل کرو۔

ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسی طرح بعض ساتھیوں کے ساتھ چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ کُفار نے دیکھ لیا اور شرارت کرنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے اونٹ کی ایک ہڈی اُٹھاکر اس کو مارا اسی لئے کہتے ہیں کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلا خون حضرت سعدؓ نے کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلی تلوار حضرت زبیر بن العوام نے اُٹھائی واللہ اعلم۔

دعوت کا دُوسرا دَور

تقریباً تین سال تک اسی طرح دعوت پوشیدہ رہی۔ جو خود مسلمان ہونے کے لئے جاتا اسے مسلمان کرتے جو شوق ظاہر کرتا اس کو کلامِ الٰہی سُناتے۔ جو مسلمان ہو جاتا اس کو کلام اللہ یاد کراتے اور جو احکام نازل ہو چکے تھے اس کی تعلیم دیتے۔ بعثت کے تیسرے سال آیت نازل ہوئی۔

فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین۔ وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین وقل انی انا النذیر المبین۔ اِن آیات کے نزول کے بعد علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ نے تمام قریش کو شہر کے باہر بلوایا اور صاف صاف احکام الٰہی پیش کر دیئے۔ توحید خالص کی تشریح کر دی۔ شرک و بُت پرستی کی خرابیوں کو بالتفصیل بیان کر دیا۔ اپنے اعمام و بنی اعمام اور اعزہ اور رشتہ داروں میں سے ایک ایک کو مخاطب کر کے کہدیا کہ ہر شخص کی نجات اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر موقوف ہے یہ نہ سمجھنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں اس لئے چھوٹ جائیں گے۔ ابتداءً اس پر کُفار کچھ زیادہ نہ بگڑے لیکن جب آیت نازل ہوتی۔ انکم انتم وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ حصب جھنم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بُت اور بت پرستی کی خرابیوں کو صاف صاف واضح کرنا شروع کر دیا تو کُفار نے بڑے زور و شور سے عداوت شروع کر دی۔ اور سارے کُفار آپ کی دشمنی پر متفق الکلمہ ہو کر اُٹھے اور بڑی شدّت سے مخالفت کی۔

جب خواجہ ابو طالب نے دیکھا کہ کُفار شدید مخالفت کر رہے ہیں اور ان کو اندیشہ ہؤا تو انھوں نے بھی علانیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا اعلان کیا۔ ابو طالب اُس وقت مکّہ میں اس پایہ کے شخص تھے جس کے مقابلہ کی ہمت کسی کو نہ تھی۔ تمام بنی عبد مناف ان کے اشارہ پر سر کٹانے کے لئے مستعد تھے اس لئے کُفار شدید مخالفت کے باوجود کچھ نہ کر سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تبلیغ کا طریقہ علیٰ حالہ جاری رکھا۔

خواجہ ابوطالب کے پاس پہلا وفد

جب کفار نے دیکھا کہ نہ ان پر ہماری ناراضی کا اثر پڑتا ہے۔ نہ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے رُکتے ہیں اور ان کے چچا ابو طالب ان کی حمایت کر رہے ہیں تو ان کا رنج وغصہ بہت بڑھ گیا۔ آخر سبھوں نے مشورہ کیا اور جمع ہو کر خواجہ ابو طالب کے پاس آئے ان میں قریش کے مشہور سردار یہ سب تھے۔

عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابو سفیان بن حرب۔ عاص بن ہشام۔ اسود بن المطلب بن اسد۔ ابو الحکم عمر بن ہشام یعنے ابو جہل۔ ولید بن المغیرہ۔ منبہ بن الحجاج بن عامر۔ عاص بن وائل وغیرہ۔ انھوں نے کہا کہ اے ابو طالب! تمھارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالی دی۔ ہمارے دین میں عیب لگایا۔ ہمارے عقائد کی برائیاں کیں۔ ہمارے آبا۔ واجداد کو گمراہ کہا۔ اب یا تو تم ان کو ان باتوں سے روکو یا ان کی حمایت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ تمھاری حالت بھی ہماری ہی سی ہے۔ تمھارا دین بھی وہی ہے جو ہمارا اور تمھارے عقائد وخیالات بھی وہی ہیں جو ہمارے۔

خواجہ ابو طالب نے ان لوگوں کو نہایت نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔

دوسرا وفد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ حالہٖ اپنے کام میں مشغول رہے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم علانیہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے۔ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور عقائد حقّہ کا گہرا اثر لوگوں پر پڑنے لگا۔ اس لئے کفار میں اضطراب پیدا ہوا۔ اور قریش کے ہر مجمع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے لگا ایکدوسرے کو بھڑکانے لگے۔ آخر سب مل کر پھر خواجہ ابو طالب کے پاس آئے۔

کہا کہ اے ابو طالب! آپ عمر میں بھی ہم سب میں بڑے ہیں۔ مرتبہ بھی آپ کا ہم سب سے

بلند ہے۔ عزت بھی آپ کی سب سے زیادہ ہے۔ ہم سب نے چاہا اور آپ سے استدعا کی کہ اپنے بھتیجے کو ان باتوں سے روکیں لیکن آپ نے نہ روکا۔ اب خدا کی قسم ہم سے صبر نہیں ہو سکتا کہ ہمارے آباء گالی سنیں ہمارے عقائد کو علانیہ بُرا کہا جائے۔ ہمارے معبودوں میں عیب لگایا جائے۔ اب یا تو تم ان کو روکو یا پھر ہم تم سے اور ان سے لڑ کر فیصلہ کریں گے یا ہم نہ رہیں گے یا تم نہ رہو گے۔

اتنا کہہ کر وہ لوگ غصہ میں اُٹھ کر چلے گئے۔

خواجہ ابوطالب کا اِضطراب

خواجہ ابوطالب اُس وقت سخت پریشان ہوئے۔ ان کو یہ بہت شاق ہوا کہ ساری قوم ناراض اور دشمن ہو گئی ہے۔ مشکل یہ تھی کہ نہ ان کا نفس یہ گوارا کرتا تھا کہ اسلام قبول کرلیں۔ اور نہ یہ پسند تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے جائیں یا ذلیل ہوں۔ اُنھوں نے اسی پریشانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلوایا اور کہا۔

"اے محمدؐ! تمھاری قوم جمع ہو کر میرے پاس آئی تھی اور اس نے اس اس طرح مجھ سے گفتگو کی۔ تم ہم پر اور اپنے اوپر رحم کرو۔ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو میرے برداشت کے قابل نہ ہو۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ ان کو کفّار کے مقابلہ میں اپنا ضعف محسوس ہوا ہے اس لئے اب میری حمایت سے دست بردار ہونا چاہتے ہیں اور مجھ کو کفّار کے سپرد کردینا چاہتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"چچا! قسم ہے خدائے ذوالجلال کی میں مامور من اللہ ہوں۔ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب رکھ دیں تاکہ میں ان احکام کی تبلیغ چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ یا تو خدا کی توحید کو غلبہ ہوگا بُت پرستی فنا ہو گی اور احکام الٰہی جاری ہوں گے یا میں نہ رہوں گا۔ اور ہلاک کر دیا جاؤں گا۔" اس کے کہنے کے بعد آپ کے آنکھوں سے آنسو نکل

آتے۔ اور آپ اُٹھ کر وہاں سے چلے۔

خواجہ ابو طالب پر آپ کی اس استقامت کا بہت اثر پڑا۔ اُنھوں نے بلایا۔ اور کہا کہ اے عزیز! اے میرے بھتیجے جو تمھارا دل چاہے کہو اور کرو میں کسی حالت میں تم کو دشمنوں کے سپرد نہ کروں گا۔

کُفّار کا تیسرا اِجتماع

اِس کے بعد بھی جب کُفّار کو یقین ہو گیا کہ خواجہ ابو طالب کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذلّت پسند نہیں کریں گے۔ اور نہ ان کی حمایت چھوڑیں گے۔ اس کے لئے وہ ساری قوم کی مخالفت اور عداوت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تو اس کے لئے اُنھوں نے ایک ترکیب اور کی۔ وہ لوگ عمارہ بن الولید کو ساتھ لے کر خواجہ ابو طالب کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابو طالب تمھارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو، ہمارے دین و عقائد کو۔ ہمارے آباء۔ و اجداد کو جو کچھ کہا ہے اس سے تم واقف ہو۔ اب ہم تمھارے پاس عمارہ بن ولید کو لائے ہیں یہ قریش میں سب سے زیادہ عقلمند جوان ہے اس کو تم لے لو اور اس کے بدلے تم اپنے بھتیجے کو میرے سپرد کر دو۔ معاوضہ میں کوئی عذر اور مضائقہ نہ ہونا چاہیئے۔ خواجہ ابو طالب نے کہا کہ سبحان اللہ یہ تو بد ترین سودا ہے۔ تم اپنا لڑکا دیتے ہو کہ ہم اس کو اپنے پاس سے کھلائیں۔ اور میرا لڑکا مانگتے ہو کہ اس کو قتل کرو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ مطعم بن عدی نے کہا کہ اے ابو طالب! تمھارے ساتھ تمھاری قوم نے بالکل انصاف کیا ہے۔ جس پریشانی میں وہ مبتلا ہو گئے ہیں اُس سے بچنے کے لئے اُنھوں نے پوری کوشش کی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کوئی بات قبول کرنے کے لئے تم تیار نہیں ہو۔ خواجہ ابو طالب نے کہا کہ واللہ یہ انصاف نہیں ہے۔ اور اے مطعم یہ تُو ہی نے قوم کو بھڑکا کر میرے خلاف مظاہرہ کرایا ہے۔ اور تم سب چاہتے ہو کہ ہمیں ذلیل کرو۔ جاؤ تم لوگوں کے دِل میں جو آئے کرو۔

اس کے بعد بظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ اب حرب قائم ہونا چاہتی ہے۔ حرب کے آثار ظاہر ہونے لگے اس وقت خواجہ ابو طالب نے قبائلِ قریش کو مخاطب کر کے اشعار کہے ہیں اور اُس میں خاصکر مطعم بن عدی کو۔ اور بنی عبد مناف کے دوسرے ایسے لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو دشمنوں کے ساتھ مل گئے تھے۔ اُن میں کے دو شعر یہ ہیں:۔

اخص خصوصا عبد شمس ونوفلا | هما نبذانا مثل ماينبذ الجمر
هما اشركافي المجد من لا ابا لهٗ | من الناس الا ان يرس له ذكر

کُفّار کے مظالِم

اِس کے بعد کُفّارِ قریش نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جن جن قبائل میں لوگ مسلمان ہوگئے ہیں اُس قبیلہ والے خود اُن مسلمانوں کو سزا دیں تا کہ وہ لوگ پھر اپنے دین پر واپس آئیں۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت اور آزمائش کا وقت تھا۔ سابقین اولین پر اُس وقت کُفّار کے ہاتھوں سے بڑے بڑے عذاب ہوئے۔ اور بڑی سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آہ و بُکا۔ سے مکہ کا راستہ گونج اُٹھا۔ ہر طرف واویلا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بظاہر خواجہ ابو طالب کی وجہ سے ہنوز کُفّار کی دست درازیوں سے محفوظ تھے مگر ظاہر ہے کہ اُن کو سب سے زیادہ دشمنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ تھی۔ خواجہ ابو طالب نے جب کُفّار کی ان شرارتوں کو دیکھا تو اپنی قوم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی دعوت دی۔ سارے بنی عبد المطلب۔ تمام بنی ہاشم اور بنی عبد مناف میں سے اکثر نے اُن کی دعوت پر لبیک کہا اور جمع ہوگئے سوائے ایک ابو لہب کے جو اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا مگر پکا کافر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید دشمن تھا اور دشمنوں کے ساتھ تھا۔ خواجہ ابو طالب نے اپنی قوم کے اس اجتماع پر ایک فخریہ قصیدہ میں خوشی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ قریش اگر اپنی ساری طاقت بھی صرف کریں تو وہ بنی ہاشم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اشاعتِ اسلام

یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے بڑے بڑے منصوبے کر رہے تھے۔ بار بار خواجہ ابو طالب کے پاس آتے تھے۔ آپس میں مشورے کرتے تھے۔ مسلمانوں کو تکلیفیں اور ایذائیں دیتے تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں دیتے تھے۔ ان سب باتوں کا مقابلہ جو کچھ کر رہے تھے وہ خواجہ ابو طالب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام میں مشغول تھے۔ قرآن پاک کی آیتیں جو برابر نازل ہو رہی تھیں اُس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ خدا کی خالقیت اُس کی رزاقی اور عزت و جلال کو بیان فرماتے تھے۔ خدا کی خشیت اور عبادت الٰہی کی تاکید کرتے تھے۔ نماز وغیرہ کے احکام جو آ چکے تھے اُس کے ادا کرنے کی ترکیب بتاتے تھے منہیات کی بُرائیاں ہر شخص کے دِلوں پر نقش کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ جو مسلمان ہو جاتا تھا وہ بُرائیوں سے پاک ایک فرشتہ صفت اِنسان بن جاتا تھا۔ ایمان میں کامل اور صبر و استقامت کا ایک پہاڑ ہوتا تھا جس کو کوئی خوف اور کوئی لالچ بھی جنبش نہیں دے سکتا تھا

قرآن پاک کی آیتیں جن الفاظ میں خدا کی حمد و ثنا بیان کرتی تھیں وہ ایسے پیارے اور ایسے مؤثر الفاظ تھے کہ جو سُنتا تھا مست ہو جاتا تھا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ اسلام روزانہ ترقی کر رہا تھا مخالفین کے بھی ہر ہر گھر میں اِس کا چرچا تھا۔ مخالفین اِتنی شدت سے مخالفت کر رہے تھے مگر وہ حیران تھے کہ خود اُن کے گھروں کی عورتیں۔ اُن کے جوان لڑکے۔ اُن کے سمجھدار لوگ جو قرآن پاک سُنتے تھے مسحور ہو جاتے تھے۔ پھر کوئی خوف اور کوئی لالچ اسلام قبول کرنے سے اُن کو روک نہ سکتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر مشہور کرنا

کفارِ قریش کے لئے ایک مشکل یہ پیش آئی کہ حج کا موسم آگیا۔ وہ سمجھے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

کی نبوت کا چرچا عرب کے قبائل میں ہو چکا ہے۔ قبائل جمع ہوں گے تو وہ یقیناً اس کی تحقیق کرنی چاہیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسلام اس طرح تمام قبائل میں پھیل جائے۔ اس کی روک کے لئے مشورہ کرنے کو وہ سب ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوتے۔ ولید اُن میں مُسن اور عقلمند شخص تھا۔ ولید نے کہا کہ اے قریش حج کا موسم آگیا ہے۔ اور قبائل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تذکرہ سُن چکے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ اُن کے بارے میں ایک رائے قائم کرلو تاکہ ہر شخص قبائل کے لوگوں کے سامنے ایک ہی بات کہے ایسا نہ ہو کہ ایک کچھ کہے اور دوسرا کچھ۔ اور ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہو تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

سبھوں نے کہا یہ بہت ٹھیک ہے۔ مگر رائے دو کہ کیا کہا جائے۔

ولید نے کہا کہ نہیں! تم لوگ کہو کیا کہو گے۔ قریش نے کہا کہ ہم لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کاہن ہیں۔ ولید نے کہا کہ واللہ وہ کاہن نہیں ہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے اُن کے اور اِن کے باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ مجنوں کہیں گے ولید نے کہا کہ۔ وہ مجنوں بھی نہیں ہیں۔ کیا ہم لوگوں نے مجنوں نہیں دیکھے۔ مجنوں ایسے ہی ہوتے ہیں؟ قریش نے کہا۔ اچھا شاعر کہیں گے۔ ولید نے کہا۔ ہم شعر خوب جانتے ہیں۔ رجز۔ ہزج۔ قریضہ۔ مقبوضہ۔ مبسوط۔ سب سے واقف ہیں۔ اِن کا کلام ہرگز شعر نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ تو پھر ہم سب اُن کو ساحر کہیں گے۔ ولید نے کہا کہ ہم نے ساحروں کو بھی دیکھا ہے۔ نہ تو اُن میں ساحروں کا سا عقد ہے، نہ نفث۔

سب نے کہا کہ اچھا تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ ولید نے کہا واللہ اس کلام میں کچھ لذت ہی اور ہے۔ اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو سب باطل ہے۔ مگر اس وقت اقرب یہی ہے کہ ہم سب اُن کو ساحر ہی کہیں۔ اس لئے کہ ان کے کلام کی وجہ سے عورت مرد میں۔ باپ بیٹے میں۔ بھائی بھائی

؎ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ولید بن المغیرہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ذرنی ومن خلقت وحیداً وجعلت له مالاً ممدوداً وبنین شھوداً ومھدت له تمھیداً ثم یطمع ان ازید کلا انه کان لاٰیاتنا عنیداً ۱۲ منہ
(المدثر)

ہیں۔ اشخاص اور اُس کے اقربا میں۔ تفریق اور جُدائی ہوگئی ہے۔ اور اِس قدر اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ اور یہی سحر کا اثر ہوتا ہے[1]۔

الغرض سب اِسی امر پر متفق ہوکر اُٹھے۔ اور جب قبائل جمع ہوئے تو ایک ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکایا۔ اور آپؐ کے پاس جانے سے ڈرایا۔ جب یہ قبائل منتشر ہوئے تو تمام عرب میں مخالفانہ جذبات پھیل گئے۔ اور سارے قبائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ نبوت۔ اور بنی ہاشم کی حمایت کا ذکر ہونے لگا۔ خواجہ ابوطالب کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قبائل ہر طرف سے بنی ہاشم پر حملہ نہ کردیں۔ اُنھوں نے اُس وقت ایک طویل قصیدہ میں مکہ کے ایک ایک متبرک مقام کا نام لے کر اشرافِ قوم کو اپنی حمایت پر مستعد کیا ہے۔ اور بڑے استقلال کے ساتھ سب کو متنبہ کردیا ہے کہ جو ہو جائے۔ کسی حال میں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دشمنوں کے سپرد کردیں۔ اُسی قصیدہ میں یہ اشعار ہیں۔

کذبتم وبیت اللہ نترک مکۃ	ونظعن الا امرکم فی بلابل
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدًا	ولما نطاعن دونہ ونناضل
ونسلمہ حتی نصرع حولہ	وننذہل عن ابنائنا والحلائل

اور اُسی میں ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ	ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

قریش کے اس اشتعال اور شرارت کا نتیجہ یہ تو نہ نکلا کہ قبائلِ عرب بنی ہاشم کے خلاف مکہ پر حملہ کردیں۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلا کہ اہلِ مدینہ کو یہود سے سُن کر یہ انتظار تھا کہ کسی نبی کا ظہور جلد ہونے والا ہے۔ جب اُن کو یہ خبر ملی تو یقین ہوگیا کہ یہ وہی نبی ہیں۔ اور وہاں سے آکر اُنھوں نے عقبہ میں بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔

[1] جن لوگوں نے آیاتِ خداوندی کو جادو شعر کہانت وغیرہ کہا ان کے بارے میں نازل ہوا۔ الذین جعلوا القرآن عضین فوربک لنسالنہم اجمعین عما کانوا یعملون ﴿۹۳﴾ ۱۲ منہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دارِ ارقم میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز کوہ صفا کے پاس سے ابو جہل جا رہا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپؐ کی شان میں اس نے گستاخی کی۔ نا ملائم الفاظ کہے۔ اور اسلام کو بُرا بھلا کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت سُنتے رہے اُس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اِس کے بعد وہ بھی چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے لیکن بنی جدعان کی ایک عورت جس کا مکان وہیں پر تھا یہ سب سُن رہی تھی اور دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد اُسی طرف سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ گزرے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کے بڑے شائق تھے اور قریش میں اُن کی عزت بھی بہت تھی۔ اُس عورت نے اُن سے بیان کیا کہ تمہارے بھتیجے سے ابو جہل نے آج یہ برتاؤ کیا اور وہ بالکل ساکت رہے اُن کو یہ سُن کر بڑا غصہ ہوا اُسی وقت ابو جہل کی تلاش میں چلے۔ دار الندوہ میں آئے دیکھا کہ مسجد میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اُس کے قریب گئے اور اپنی کمان اُٹھا کر زور سے اُس کے سر پر ماری اور کہا کہ تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو گالی دیتا ہے اور جانتا نہیں کہ میں بھی اُنہیں کے دین پر ہوں۔ جو آپؐ کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں اگر طاقت ہے تو میرا رد کر۔ بنی مخزوم اُٹھے کہ ابو جہل کی حمایت کریں لیکن ابو جہل نے روک دیا۔ اور کہا ابو عمارہ کو کچھ نہ کہو واقعی میں نے آج اُن کے بھتیجے کو بُری گالیاں دی ہیں۔ مگر اِس قصہ کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ واقعی اِسلام پر ثابت قدم ہو گئے۔ کفار پر اس کا بہت اثر پڑا کیونکہ یہ ایک دلیر اور شہ زور جوان تھے اُنھوں نے دیکھا کہ یہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کریں گے۔ اور اسی وجہ سے اُن کے اِسلام کے بعد کفّار کی بہت سی شرارتیں کم ہو گئیں واللہ اعلم۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بعثت کے دُو برس بعد مسلمان ہوئے۔

عتبہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا

جب قریش نے دیکھا کہ قبائل کے اشتعال سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کے

علانیہ مسلمان ہو جانے سے اسلام کو بہت تقویت پہنچ گئی ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور قریش دار الندوہ میں جمع تھے۔ ابو الولید عتبہ بن ربیعہ قریش کا ایک معزز سردار تھا اُس نے کہا کہ اے قریش! میں جاتا ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے چند امور پیش کرتا ہوں۔ اگر اُن میں سے کسی بات کو وہ قبول کرلیں تو ہم لوگ پورا کردیں گے اور اس تردد سے نجات پائیں گے۔ سب نے کہا کہ ہاں اے ابو الولید ضرور جاؤ اور گفتگو کرو۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھا اور کہا کہ اے ابن عم ہماری جماعت میں جو تمہارا مرتبہ ہے اور شرافتِ نسبی میں جو تمہارا درجہ ہے وہ ظاہر ہے۔ اس میں کسی شخص کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن تم نے ایک امرِ عظیم پیش کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے خود اپنی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا۔ اُن کے عقائد کو بُرا کہا۔ اُن کے معبود اور اُن کے دین میں عیب لگایا۔ اُن کے آباء واجداد جو مرچکے ہیں اُن کی تکفیر کی۔ اس لئے میں آیا ہوں آپ میری بات توجہ سے سُنیں چند امور میں پیش کرتا ہوں۔ اُن میں سے کوئی بات آپ قبول کرسکیں تو فساد رُک جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہاں میں سُنتا ہوں فرمایئے۔ عتبہ نے کہا۔

اِس دعوائے نبوت سے آپ کی غرض اگر مال جمع کرنا ہے تو ہم سب مل کر اتنا مال آپکے واسطے جمع کردیں گے کہ آپ ہم سب سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ کی غرض شرف وسیادت ہے تو ہم سب آپ کی سیادت تسلیم کریں گے اور آپ کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کوئی کام نہیں کرسکے گا اور اگر آپ کی غرض بادشاہت کرنا ہے تو ہم تیار ہیں کہ آپ کو اپنا حاکم مقرر کرلیں۔ لیکن اگر اِن میں سے کسی چیز کی آپ کو خواہش نہ ہو بلکہ یہ باتیں دماغ کی خرابی اور جنون کی وجہ سے ہوں اور اُس کا علاج ہم لوگوں کے اختیار میں نہ ہو تو ہم مستعد ہیں کہ سب لوگ مل کر مال جمع کریں اور کسی کامل طبیب سے آپ کا علاج کرائیں کہ آپ کو صحت ہو جائے۔ بعض وقت بیماریاں اِس قسم کی ہوتی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں دوا کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کی پوری تقریر کو نہایت سکوت اور تحمل سے سُنا جب وہ فارغ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ آپ کو کہنا تھا

کہہ چکے اب سنیئے۔ عتبہ نے کہا کہ ہاں فرمایئے میں سنتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰم تنزیل من الرحمٰن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون بشیراً و نذیراً فاعرض عنہم اکثرہم فہم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعوننا الیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے تھے اور عتبہ محویت کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پشت کی جانب ٹیک کر متحیر سن رہا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ میں چلے گئے۔ بعد اس کے سجدہ سے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اے عتبہ تم نے سن لیا؟ اب غور کرو کہ ہمیں اور تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔

عتبہ وہاں سے اسی کیفیت میں اٹھ کر کفار کے پاس گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کہو کیا حال ہے؟ عتبہ نے کہا کیا حال پوچھتے ہو۔ میں نے ایک کلام سنا ہے اور ایسا کلام کہ اللہ کی قسم اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ نہ تو وہ شعر ہے۔ نہ سحر ہے۔ نہ کہانت ہے۔ اے قریش اس شخص کے پیچھے نہ پڑو۔ یہ کلام اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم چھوڑ دو اگر یہ شخص غالب آیا تو اس کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے۔ اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اور اگر مغلوب ہوا تو تمہارا مقصد حاصل ہوا۔ تمہاری مداخلت کی ضرورت نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ اے ابوالولید خدا کی قسم اس شخص نے اپنے کلام سے تجھ کو مسحور کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا کہ خیر میں نے اپنی رائے بیان کر دی ہے۔ اب تم کو اختیار ہے جو دل چاہے کرو۔

کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اجتماع

اس قصہ کے بعد پھر ایک روز غروب آفتاب کے قریب کعبہ کے پاس بڑے بڑے کفار قریش جمع ہوئے جن میں یہ لوگ بھی تھے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابو سفیان بن حرب۔ نضر بن الحارث۔ ابوالبختری۔ اسود بن المطلب بن اسد۔ زمعہ بن الاسود۔ ولید بن المغیرہ۔ ابوجہل بن ہشام۔ عبداللہ بن ابی امیہ۔ عاص بن وائل۔ منبہ بن الحجاج۔ امیہ بن الخلف وغیرہ سبھوں نے مشورہ کیا کہ آج محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر فیصلہ کر لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی گیا آپ تشریف لائے

کفار نے وہی باتیں پیش کیں جو پہلے ابوالولید عتبہ بن ربیعہ نے پیش کی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ پاک نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب بھیجی ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ برائی سے تم کو ڈراؤں اور بھلائی کی نصیحت کروں۔ میرا کام صرف احکامِ الٰہی کا تم کو پہنچا دینا ہے اگر تم نے قبول کر لیا تو دنیا و آخرت میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور اگر قبول نہ کیا تو صبر کروں گا حتّٰی کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔ نہ تو اس تبلیغ کے لئے تم سے مال چاہتا ہوں نہ شرف و بزرگی کا آرزومند ہوں۔ نہ ہمیں تمہاری بادشاہت کی تمنا ہے۔ میرا جو کچھ فرض ہے وہ بجا لاتا ہوں۔ او کما قال۔

کفار قریش نے کہا کہ خیر اگر تم ہماری یہ باتیں قبول نہیں کرتے تو ایک کام کرو تم جانتے ہو کہ ہمارا شہر کس قدر تنگ ہے اور معیشت کی ہم لوگوں کو کیسی کمی ہے۔ جس خدا نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اُس سے سوال کرو کہ اطرافِ شہر کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے تاکہ ہمارا شہر وسیع ہو جائے اور شام و عراق کی طرح اس میں نہریں جاری کر دے۔ اور ہم میں بعض گزشتہ لوگوں کو بھیجے جس میں قصے بن کلاب ضرور ہوں۔ تاکہ ہم اُن سے دریافت کریں کہ تمہاری باتیں حق ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے تمہاری تصدیق کر دی اور تمہاری دعا کی وجہ سے خدا نے یہ کر دیا جو ہم نے سوال کیا ہے تو ہم لوگ تمہاری تصدیق کریں گے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے نزدیک تمہارا بڑا درجہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے۔ مَیں جس لئے بھیجا گیا ہوں وہ میں نے تم کو پہنچا دیا ہے اگر قبول کرو تو دین و دُنیا میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ نہ قبول کرو تو صبر کروں گا حتّٰی کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔

کفار قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم ہمارے لئے دعا نہیں کرتے تو کم از کم یہ دعا کرو کہ تمہارا خدا تم کو بڑے بڑے باغات اور بڑا محل دے۔ سونا اور چاندی کا بہت سا خزانہ دے کہ تم کو بڑا دولتمند بنا دے تاکہ ہم تمہاری فضیلت سے واقف ہوں۔ ابھی تو تم ہماری طرح بازاروں میں

جاتے ہو۔ میری طرح معاش کی تلاش کرتے ہو۔ پھر ہم کیسے سمجھ لیں کہ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہو جیسا کہ تمہارا دعوٰی ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میں اِس قسم کی دعا کروں گا نہ اِس لئے بھیجا گیا ہوں میں بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں مانو تو تمہارا فائدہ ہے نہ مانو تو صبر کروں گا حتےٰ کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔

الغرض کفّار ہر طرف سے اِسی قسم کے بیہودہ سوالات کرتے رہے اور آپؐ صبر کے ساتھ سُنتے رہے جب اُن کے ایمان کی جانب سے مایوسی ہوئی تو اُٹھ کر چلے آئے۔

آپؐ کے اُٹھ آنے کے بعد ابوجہل نے آپؐ کے قتل کا مشورہ کیا۔ اور کہا کہ اگر بنی عبد مناف حمایت کریں تو اِس کی پرواہ نہ کی جائے۔ سارے کفّار اس پر متفق ہوئے مگر اللہ پاک نے اُن کے ارادوں سے آپؐ کو محفوظ رکھا۔

کفّار کا یہود سے مشورہ

جب کفّار کو اپنے لغو اعتراضات اور مہمل سوالات کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُنھوں نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی مُعیط کو مدینہ بھیجا تاکہ احبار یہود سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دعاوی اور حالات کا تذکرہ کر کے اُن سے دریافت کریں کہ اس دعوٰی کے صداقت کے متعلق کیا سوالات کئے جائیں۔ احبار یہود نے اُن کو اصحاب کہف۔ ذوالقرنین[1]۔ اور حقیقتِ رُوح کے متعلق کچھ سوالات بتائے۔ یہ لوگ جب وہاں سے لوٹ کر آئے تو ایک بڑا مجمع کر کے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنھوں نے وہ سوالات کئے جس کے جواب میں باتفصیل قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اِس سے پہلے بھی جو جو سوالات کفّار نے کئے تھے تقریباً سب کا جواب قرآن پاک میں

[1] یہ سب سورۂ کہف میں ہے جو اسی کے بعد نازل ہوئی ۱۲ منہ۔

نازل ہوا۔ اور نہایت مؤثر طریقہ سے ان سوالات کی لغویت بتادی گئی۔

استہزاء کا مشورہ

جتنے قصوں کا ذکر ہوا تقریباً سب کی طرف قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر یا احکامِ قرآنی پر یا طلب معجزات کے متعلق کفار کے جتنے شبہات یا اعتراضات تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے یا جس کے متعلق کافر آپس میں مشورہ کرتے تھے سب کا مختصر مگر تشفی بخش جواب قرآن میں موجود ہے اور قریش چونکہ مخاطب تھے ان اشارات اور جوابات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہ جوابات ایسے دلکش طریقہ سے دیئے گئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بہتوں کا رجحان اسلام کی صداقت کی طرف بڑھ گیا۔

اب بھی اگر آپ ایک طرف کفار کے ان اعتراضات اور مطالبات کو پیش نظر رکھئے اور دوسری طرف اُن آیات کو جو اُن مواقع میں نازل ہوئیں تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کفار کیا چاہتے تھے کیا اُن کی غرض یہ تھی کہ وہ ایسے شخص کو نبی نہیں مانتے جو راضی بقضاء الٰہی ہو بلکہ ایسے شخص کو نبی تسلیم کریں گے جو مرضئ مولیٰ کو اپنا تابع بنالے۔ کیا اُن کی غرض یہ تھی کہ ہم ایسے شخص کو رسول تسلیم نہیں کرتے جس کے دل میں دنیا کا لالچ نہ ہو اور جس کا دل خشیتِ الٰہی سے معمور ہو بلکہ ایسے شخص کو رسول قبول کرینگے جو بڑا دولتمند ہو اور خدا سے بھی سونا اور چاندی طلب کرنے کا خواہشمند ہو۔ ان سوالات سے کفار کے جن قلبی جذبات کا اظہار ہوتا تھا اُس کے انکشاف کے بعد ضروری تھا کہ اُن کو اپنے سوالات کی حماقت پر ندامت ہوتی ہو۔ اور یہ چیز ان کیلئے جتنی تکلیف دِہ ہوسکتی تھی اُسکا سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

ل سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی بل للہ الامر جمیعا اور یہ آیت مالهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیه ملك فیکون معه نذیرا او یلقی الیه کنز او تکون له جنة یاکل منها الآیه۔ اور وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا انهم لیاکلون الطعام و یمشون فی الاسواق الآیه اور قالوا لن نومن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الی قوله تعالیٰ هل کنت الا بشرا رسولا وغیرہ آیات میں ان اقوال کی طرف اشارہ ہے ۱۲منہ۔

اِس لئے اُنھوں نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو یا تقریر نہ کرے۔ سوال وجواب نہ کرے۔ قرآن پاک نہ سُنے۔ کیونکہ اگر مناظرہ اور مباحثہ کیا گیا تو ایک روز یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غالب آئیں گے۔ اب صرف الگ رہ کر ہر شخص اُن کا اور کتاب اللہ کا استہزا کرے۔

قرآن پاک کی کشش

کفّار نے استہزا کرنیکا مشورہ متفقہ طور پر طے کیا۔ اور اُس پر اُنھوں نے عمل بھی شروع کر دیا تاہم حالت یہ تھی کہ شدید ترین کافر بھی قران پاک کی کشش سے مجبور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ شب کے وقت نماز میں قرآن پاک بالجہر پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے علاوہ بھی قرآن پاک پڑھتے تھے آپؐ کی آواز میں نہ بہت زیادہ جہر ہوتا تھا نہ بالکل خفی ایسا پڑھتے تھے کہ مکان کے باہر کا آدمی بھی سُن سکتا تھا۔ کفّار کی حالت یہ تھی کہ مکان کے قریب کہیں پر چھپ کر بیٹھتے تھے اور سُنتے رہتے تھے۔ خصوصاً تہجد کے بعد بعض دفعہ کفار صبح تک بیٹھے رہ جاتے تھے۔ اِس سے اُن کے قلوب پر کیسا اثر پڑتا تھا حسبِ ذیل قصّہ سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

ایک شب میں ابوسفیان بن حرب۔ ابوجہل بن ہشام اور اخنس بن شریق تینوں گئے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہ تھی۔ صبح ہوگئی تو تینوں اپنی اپنی جگہ سے نکل کر چلے تو راستہ میں ملاقات ہوگئی چونکہ یہ فعل طے شدہ مشورہ کے خلاف تھا تینوں نے کہا کہ یہ ہم لوگوں نے غلطی کی اب کبھی نہ آنا چاہیئے دوسری شب نہ رہا گیا تینوں گئے اور ہر ایک نے سمجھا کہ اور تو کوئی آج آیا نہ ہوگا۔ مگر جب اپنی جگہوں سے نکلے تو پھر راستہ میں تینوں کی ملاقات ہوئی اور تینوں اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور پھر وعدہ کیا کہ اب کوئی ہرگز نہ آئے۔ مگر تیسری شب میں خیال ہوا کہ کل پختہ وعدہ ہوگیا ہے آج تو یقیناً کوئی نہ آئے گا اِس لئے پھر اپنے اپنے طور پر تینوں گئے۔ اور اُس روز اپنی حرکتوں پر سبھوں نے حیرت کی اور پختہ معاہدہ کیا۔ مگر صبح سویرے اخنس بن شریق اُٹھ کر ابوسفیان کے پاس گیا اور پوچھا کہ اچھا بتاؤ جو کچھ تم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے رات سُنا اُس کے متعلق تمھاری

کیا رائے ہے ابو سفیان نے کہا کہ یہ کلام بہت ہی ارفع ہے کچھ تو سمجھا۔ اور کچھ ایسی باتیں ہیں جہاں ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی اُس کے معنی اور مفاہیم ہماری سمجھ سے بہت ارفع و اعلےٰ ہیں۔ اخنس نے کہا کہ واقعی یہی رائے میری بھی ہے۔ اس کے بعد اخنس وہاں سے ابو جہل کے پاس گیا اور یہی سوال کیا۔ ابو جہل نے کہا کہ سُنا کیا بات یہ ہے کہ ہم سے اور بنو عبد مناف سے مقابلہ تھا۔ ہم دونوں دو مقابل سوار کے مثل تھے۔ کھانے بھلانے میں۔ حمل ونقل میں۔ عطا و بخشش میں۔ ہم دونوں برابر رہے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں نبی ہے جس کے پاس وحی آتی ہے اب اِس کا کیا علاج ہے۔ ہم تو خدا کی قسم کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق نہ کریں گے۔ نہ اُن پر ایمان لائیں گے۔ اِس قصّہ کی طرف بھی قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔

ابتلاءِ صحابہؓ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت خداوند کریم کی طرف سے تھی۔ رُعب رسالت تھا جس نے کُفّار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب دست درازی سے روک دیا تھا۔ پھر خواجہ ابو طالب کی حمایت اور بنی ہاشم کی طرفداری تھی اُس کا بھی کُفّار پر بظاہر بڑا اثر تھا اور وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ کہہ سکتے تھے لیکن صحابہ کرام بڑے سخت مصائب میں مبتلا تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اُن کو اجازت دیدی۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

اسلام خدا کے فضل سے برابر پھیلتا جاتا تھا کُفّار کی تمام کوششیں بے نتیجہ ہو رہی تھیں اس غصّہ میں اُنھوں نے اصحابِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اور بھی زیادہ سختیاں شروع کیں۔ خبر ملی کہ ولید بن الولید۔ سلمہ بن ہشام۔ اور عیاش بن ابی ربیعہ کو بنی مخزوم قتل کرنا چاہتے ہیں خواجہ ابو طالب اُن کو اپنی حمایت میں لے نہیں سکتے تھے۔ اصحاب کے لئے حالت بہت نازک ہوگئی تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے کہا کہ جس کا دل چاہے وہ حبشہ چلا جائے۔ وہاں جو بادشاہ ہے وہ انسان پر ظلم نہیں کرتا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق بارہ[12] مرد اور چار[4] عورتوں نے پہلے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اُن حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

عثمان[1] بن عفان۔ اُن کی زوجہ[2] رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ابوحذیفہ[3] بن عتبہ۔ اُنکی[4] زوجہ سہلہ بنت سہیل۔ الزبیر[5] بن العوام۔ مصعب[6] بن عمیر۔ عبد[7] الرحمٰن بن عوف۔ ابو[8] سلمہ بن عبدالاسد مخزومی۔ اُن کی زوجہ[9] ام سلمہ۔ عثمان[10] بن مظعون۔ عامر[11] بن ربیعہ۔ اُن کی زوجہ[12] لیلےٰ بنت ابی خیثمہ۔ ابوسبرہ[13] بن ابی رُہم۔ سُہیل[14] بن بیضاء۔ اور غالباً ابو حاطب[15] بن عمرو۔ عبد[16] اللہ بن مسعود۔ ابن ہشام نے دس مرد اور چار عورتیں لکھا ہے واللہ اعلم۔ بعض لکھتے ہیں کہ مصعب بن عمیر اُن میں نہ تھے۔ بعض لکھتے ہیں کہ ابو حاطب نہ تھے۔ ہجرت اُولےٰ کی فہرست میں عبداللہ بن مسعود کو بھی نہیں لکھتے۔ لیکن ہجرت اُولیٰ کے بعد جو لوگ حبشہ سے لَوٹ کر آئے اُن میں سبھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لکھا ہے۔

مراجعت و ہجرتِ ثانیہ

یہ لوگ حبشہ میں بہت آرام سے تھے مگر وہاں خبر ملی کہ قریش مسلمان ہوگئے ہیں اور اب مکہ میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اور قریش کی عداوت پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس خبر نے ان حضرات کو متردد کیا آخر بعض تو وہیں سے پھر حبشہ لَوٹ گئے اور بعض کسی کی جوار میں ہو کر مکہ میں داخل ہوئے لیکن یہاں یہ حالت تھی کہ کسی مسلمان کو اطمینان نہ تھا ہر وقت مصائب سے پریشان تھے اس لئے حضور صلےٰ اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ جانے کے لئے مسلمانوں کو مشورہ دیا۔ چنانچہ پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب روانہ ہوئے اور اُس کے بعد دوسرے مسلمان یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے بعض اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور بعض تنہا گئے سارے مسلمان جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت

کی اور وہاں مجتمع ہوئے اُن کی تعداد تراسی تھی۔ اگر حضرت عمار بن یاسر کو بھی شمار کیا جائے گمان کا جانا مشتبہ ہے۔ اس تعداد میں وہ لڑکے داخل نہیں ہیں جو اُن کے ساتھ گئے تھے اور نہ وہ جو حبشہ میں پیدا ہوئے۔

کُفّار کا حبشہ آدمی بھیجنا

کفار کو خبر ملی کہ مسلمان حبشہ میں اب بہت اطمینان سے ہیں اور ان کو وہاں ہر طرح کی عافیت ہے تو اُنھوں نے مشورہ کیا کہ کسی طرح حبشہ سے مسلمانوں کو نکلوانا چاہیئے۔ اور پھر مکہ میں لانا چاہیئے۔ تاکہ تکلیف دے کر اُن کو پھر اپنے دین پر لایا جا سکے۔ چنانچہ اُنھوں نے اِس کام کے لئے دو آدمیوں کو منتخب کیا۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ۔ اور عمرو بن العاص۔ یہ دونوں اپنے ساتھ قریش کا بہت سا تحفہ لے کر حبشہ گئے پہلے نجاشی کے سرداروں سے ملے اُن کو تحفے دیئے اور کہا کہ مکہ سے کچھ غلام اور کچھ ادنٰے درجہ کے لوگ بھاگ کر آپ کے یہاں چلے آئے ہیں۔ اُن لوگوں نے اپنے اجداد کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا ہے۔ شرفاء مکہ نے جب اُن کو اس حرکت پر سزا دی تو وہ آپ کے ملک میں بھاگ آئے ہیں۔ ہم کو شرفاء مکہ نے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو ہمارے پاس واپس کر دیں تو بہتر ہے۔ آپ لوگ اس ملک کے سردار ہیں مہربانی فرما کر نجاشی کے پاس ہماری سفارش کر دیں تاکہ ہم اِس مقصد میں کامیاب ہوں۔ اُنھوں نے اُن سے وعدہ کیا۔ پھر ان دونوں نے نجاشی کے سامنے قریش کے ہدیئے پیش کئے اور اُس سے بھی یہی کہا اور کہا کہ ان میں جو غلام نہیں ہیں اُن کے باپ دادا موجود ہیں اِس لئے وہی لوگ اُن کی نگرانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ نجاشی کے سرداروں نے بھی اُس کی تائید کی۔ لیکن نجاشی نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اُن لوگوں نے میری پناہ لی ہے اس لئے ہم اُن کو حوالہ نہیں کر سکتے۔ ہاں ہم ان لوگوں کو بُلاتے ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔

جب اصحاب رسول اللہ آئے تو نجاشی نے کہا کہ تمھاری یہ کیا حالت ہے کہ تم نے اپنے آباء کے مذہب کو چھوڑ دیا اور دنیا کے کسی مذہب میں داخل بھی نہ ہوئے اور نیا راستہ اختیار کیا۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر ابن ابی طالب نے جواب دیا۔ فرمایا کہ اے بادشاہ ہم لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ مُردے کھاتے تھے ہر طرح کے فواحش میں مبتلا تھے۔ قطع رحم کرتے تھے۔ جوار کی پرواہ نہیں کرتے تھے ہم میں سے قوی ضعیف کو کھاجاتا تھا۔ ہماری یہی حالت تھی کہ اللہ پاک نے ہم میں ایک نبی بھیجا اُس کے خاندان اور نسب اس کی امانت اور صداقت اُس کی عفت اور تقویٰ سے ہم سب لوگ واقف ہیں۔ اُس نے ہم کو خدا کی توحید کی طرف دعوت دی۔ اُس نے صرف خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا۔ اُس نے تاکید کی کہ خدائے واحد کے علاوہ تمام پتھر وغیرہ کے بتوں کی پرستش ہم ترک کردیں۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ صداقت، امانت، صلہ رحم۔ اور حسن جوار کو شعار بنائیں اور حرام کاموں سے۔ خوں ریزی۔ فواحشات۔ جھوٹی گواہی سے۔ یتیم کے مال سے اور پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے باز آئیں۔ انھوں نے ہم کو خدا کی عبادت کا طریقہ بتایا۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ اے بادشاہ ہم نے اُن کی باتوں کو قبول کیا۔ خدا کو واحد جانا۔ بتوں کی پرستش ترک کی۔ حلال کو حلال سمجھا حرام کو حرام سمجھا۔ اِس لئے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہم پر طرح طرح کے عذاب کئے وہ چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی عبادت کے بجائے پھر بتوں کو پوجیں۔ مُردے اور خبائث جو پہلے کھاتے تھے ویسی ہی کھائیں۔ اے بادشاہ جب ہم پر دُنیا تنگ ہوگئی اور اپنے دین پر قائم رہنا مشکل ہوگیا تو اب آپ کے مُلک میں آکر پناہ لی ہے۔

نجاشی نے کہا کہ جو کلام خدا کی طرف سے تمھارا نبی لایا ہے اس میں کا کچھ تمھارے پاس ہے؟

حضرت جعفر نے کہا کہ ہاں ہے۔ کہا کہ اچھا ہمیں سناؤ۔ حضرت جعفر نے کٓھٰیٰعٓصٓ کی ابتدائی آیتیں پڑھیں نجاشی اور اُس کے ساتھی بہت روئے اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔

اِس کے بعد سب لوگ وہاں سے باہر آئے اور اندازہ معلوم ہوا کہ نجاشی ہرگز مسلمانوں کو کفار

کے سپرد نہ کرے گا۔ لیکن عمرو بن العاص نے کہا کہ دیکھو کل ہم ان کا رنگ بدلتے ہیں۔ دوسرے روز یہ لوگ پھر نجاشی کے پاس گئے اور کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں بھی گستاخی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک بندے تھے۔ نجاشی نے پھر صحابہؓ کو بلوایا پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حق میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر اُن کی شان میں نازل ہوا۔ یعنی ھو عبدُ اللہ و رسولہ و روحہ و کلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول۔ نجاشی نے کہا کہ خدا کی قسم عیسیٰ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اُس کے سردار کچھ بگڑے مگر نجاشی نے اُن کو ڈانٹ دیا۔

نجاشی نے کفارِ قریش کے تحفے بھی واپس کر دیئے اور یہ لوگ خائب و خاسر مکہ واپس آئے۔

فائدہ۔ اُس وقت نماز دو وقت کی فرض تھی۔ صبح اور عصر لیکن صوم اور زکوٰۃ اس وقت فرض نہ تھا بلکہ وہ بہت پیچھے ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوا۔ مگر حضرت جعفر کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم نافلہ اور زکوٰۃ نافلہ کی تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت بھی دیتے تھے۔ واللہ اعلم۔

اِسلام عمر بن الخطابؓ

جن ایام میں عبد اللہ ابن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص حبشہ گئے ہوئے تھے انہی ایام میں حضرت عمر بن الخطاب مسلمان ہوئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ یہ تلوار لے کر چلے کہ آج دار ارقم میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں۔ راستہ میں بنی عدی بن کعب کے ایک شخص نعیم بن عبد اللہ النحام جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے ملے۔ اُنھوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ فاطمہؓ بنت الخطاب اور سعید بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ غصہ میں وہاں سے لَوٹ کر سعید ابن زید کے یہاں گئے اُن کو غصہ میں پکڑا حضرت فاطمہ چھڑانے کے لئے بڑھیں اُن کو ایک ضرب لگی کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا مگر دونوں نے استقلال سے کہا کہ ہاں ہم ایمان لا چکے ہیں۔ تمھارا جو دل چاہے کرو۔ اس پر یہ کچھ نرم ہوئے۔

لہ یعنی وہ خدا کے بندے ہیں اسکے رسول ہیں اس کی روح ہیں اور اسکے کلمہ ہیں جسکو خدا نے کنواری اور پاک مریم کی طرف ڈال دیا۔
لہ فاطمہ حضرت عمرؓ کی بہن اور سعید بہنوئی ہیں ۱۲ منہ

قرآن پاک پڑھوا کر سنا تو پھر کیفیت ہی بدل گئی۔ اسی وقت مستعد ہوئے کہ مسلمان ہو جائیں چنانچہ دارِارقم میں جاکر مشرف باسلام ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سینہ سے لپٹا لیا اور مسلمانوں نے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد عمرؓ مسلمان ہوئے تو دریافت کیا کہ قریش میں کون شخص ہے جو باتوں کو جلد مشہور کرنے کا شائق ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ جمیل بن معمر الجمحی۔ حضرت عمرؓ صبح کے وقت نکلے تو میں بھی ساتھ ہو لیا وہ جمیل کے پاس آئے تو کہا کہ اے جمیل کیا تم کو یہ معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین میں داخل ہو گیا ہوں اتنا سنتے ہی جمیل اُٹھا اور اپنی چادر کو کھینچتا ہوا لپکا پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی گئے جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو وہیں سے چلّایا کہ اے قریش خبردار ہو جاؤ عمرؓ صابی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جھوٹا ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے شہادت دی ہے اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یہ سُننا تھا کہ کُفّار دوڑ پڑے اور تلوار چلنے لگی حتّٰی کہ آفتاب سر پر آگیا۔ اتنے میں قریش کا ایک شیخ اچھا لباس پہنے ہوئے آیا اور پوچھا یہ تمہاری کیا حالت ہے۔ کفار نے کہا کہ عمرؓ صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ہٹ جاؤ ایک شخص نے اپنے لئے جو چاہا اختیار کیا تمہارا کیا مطلب ہے۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ بنی عدی بن کعب تمہارے لئے اپنے آدمیوں کو یونہی چھوڑ دیں گے۔ یہ سُن کر سب ٹھنڈے ہو گئے۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھے جن سے قریش اس طرح دب گئے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عاص بن وائل تھے۔

حضرت عمرؓ کا اسلام، اسلام کی ایک فتح تھی کُفّار میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فرحت و سرور حاصل ہوا۔ یہ جس وقت مسلمان ہوئے تو دارارقم میں اُس وقت کم و بیش چالیس آدمی موجود تھے آپ نے اُسی وقت فرمایا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بُتوں کی پُوجا تو کفار علانیہ کریں اور ہم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت چھپ کر کریں یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کی عبادت علانیہ ہونی چاہیئے اُن کے

اِسلام کے بعد مسلمان علانیہ مسجد میں نماز ادا کرنے اور جو چھپے ہوئے تھے اُن سب نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا اور اب حضرت امیر حمزہ اور حضرت عمر بن الخطاب دُو شخص تھے جو کفّار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے معین و محافظ تھے۔

کفّار کا تحریری مُعاہدہ

حبشہ سے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص خائب و خاسر لَوٹ کر مکہ آئے اور قریش کو معلوم ہوا کہ وہاں مسلمان نہایت عافیت سے ہیں اور اُن کی ترکیب وہاں ایک نہ چلی۔ مکہ میں حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے جس سے یہاں بھی مسلمانوں کو بڑی تقویت ہو گئی اور اب وہ علانیہ مسجد میں نماز بھی اپنے طریقہ سے پڑھنے لگے تو کفّار میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی آخر سب ایک مجلس میں جمع ہوئے اور طے پایا کہ تمام قبیلے معاہدہ کریں کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب سے تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔ چنانچہ منصور بن عکرمہ یا نضر بن الحارث نے ایک کاغذ میں معاہدہ کا مضمون لکھا اور سب نے اُس پر دستخط کئے معاہدہ کا مضمون یہ تھا۔ کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کی لڑکیوں سے نہ کوئی عقد کرے نہ اُن کو اپنی لڑکیاں دے۔ نہ اُن سے کوئی چیز خریدی جائے نہ اُن کے ہاتھ کوئی چیز بیچی جائے۔

جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو کفّار نے زیادہ توثیق کے لئے اُس کو جوف کعبہ سے لٹکا دیا۔

بنی المطلب اور بنی ہاشم خواجہ ابو طالب کے پاس جمع ہوئے وہ اُن لوگوں کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ اِس شعب میں بنی ہاشم دُو یا تین برس رہے۔ اُن کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی اِلّا یہ کہ پوشیدہ۔ مثلاً ایک دفعہ حکیم بن حزام بن خویلد جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے غلام کے ساتھ کھانا لئے جا رہے تھے ابوجہل نے دیکھ لیا روکا ابو البختری آ گیا پُوچھا کیوں اُس کو روکا ہے ابوجہل نے کہا یہ خلاف معاہدہ شعب میں کھانا لے جاتا ہے اِسے قریش میں ذلیل کروں گا۔ ابو البختری نے کہا کہ وہ اپنا کھانا اپنی پھوپھی کے لئے لے جاتا ہے تو کون روکنے والا ہے

ابو جہل نہ مانا آخر ابو البختری نے ابو جہل کو بہت پیٹا۔

اسی شعب میں حضرت عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے جو بنی عباس کے جد اعلیٰ ہیں۔

اُس وقت گو بنی ہاشم بڑی تکلیف میں تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے خوف ظاہر اور پوشیدہ دن اور رات تبلیغ کا کام خدا کے حکم سے انجام دے رہے تھے۔ کفار روکنے سے ڈرتے تھے اِس لئے کہ اب بنی ہاشم ہر وقت مستعد اور مجتمع تھے اور حضرت امیر حمزہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ البتہ چھیڑ اور شرارت و استہزاء کرتے تھے خصوصاً امیہ بن خلف۔ اخنس بن شریق۔ نضر بن الحارث۔ ابو لہب۔ عبداللہ بن الزبعری السہمی وغیرہ ان سب کی شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں اور اُن کے استہزاء کا ناصحانہ جواب دیا گیا۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ خدا کا کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا ہے حالانکہ ہم مکہ میں سب سے بڑے ہیں اور طائف میں ابو مسعود عمرو بن عمیر الثقفی سب سے بڑے ہیں چاہیئے کہ ان دو قریوں کے دو بڑوں میں سے کسی کے پاس آتا۔ چنانچہ آیہ نازل ہوئی لولا انزل ھذا القرآن علے رجل من القریتین عظیم۔ الآیہ۔

نزول قل یاایہا الکافرون

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے اسود بن المطلب بن اسد۔ ولید بن المغیرہ۔ امیہ بن خلف عاص بن وائل قریش کے بڑے بڑے معمر آپؐ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے محمدؐ! ہم لوگ ایک امر پر فیصلہ کریں وہ یہ کہ جو عبادت تمہاری ہے وہ ہم لوگ بھی کریں اور جو عبادت ہم لوگوں کی ہے وہ تم بھی کرو جس عبادت میں بہتری ہوگی اس سے سب کو فائدہ پہنچیگا۔ اُسی پر قل یاایہا الکفرون کی سورت نازل ہوئی یعنی تمہارے دین سے ہمیں غرض نہیں ہم تو جس کی عبادت کرتے ہیں اُسی کی کریں گے۔

معاہدہ کا خاتمہ اور بنی ہاشم کا باہر آنا

قریش نے جو معاہدہ لکھ کر جوف کعبہ میں لٹکایا تھا اور جس کی وجہ سے دو یا تین برس تک بنی ہاشم

شعبِ ابی طالب میں مبتلاء مصیبت و آلام رہے۔ آخر اس معاہدہ کا خاتمہ کرنے کے لئے قریش کے چند اشخاص مستعد ہوئے۔ صورت یہ ہوئی کہ سب سے پہلے ہشام بن عمرو بن ربیعہ جو اپنے قبیلہ میں باعزت شخص تھے زہیر بن ابی امیہ کے پاس آئے۔ زہیر کی ماں عاتکہ بنت عبدالمطلب ہیں۔ ہشام نے کہا کہ اے زہیر! کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پھرو شادی بیاہ کرو اور تمھارے ماموں ان سب باتوں سے محروم ہوں۔ میں حلفیہ بیان کر سکتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام (یعنے ابو جہل) کے ماموں کی یہ حالت ہوتی اور ایسے معاہدہ کی طرف اس کو بلاتے تو وہ کبھی نہ آتا۔ زہیر نے کہا کہ میں تنہا کیا کروں اگر ایک شخص بھی اور ہوتا تو میں معاہدہ توڑ دیتا۔ ہشام نے کہا میں ہوں۔ کہا کہ اچھا تو کسی اور کو بھی ملانا چاہیئے۔ ہشام نے پھر مطعم بن عدی کو بھی مستعد کیا۔ پھر ابی البختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد بھی اس پر راضی ہوئے۔ سبھوں نے ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا۔ اور زہیر نے کہا کہ دار الندوہ میں پہلے میں اس گفتگو کو چھیڑوں گا۔ صبح کو سب جمع ہوئے زہیر نے آ کر پہلے سات طواف کئے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے اہل مکہ کیا یہی مناسب ہے کہ ہم لوگ مزے سے کھاتے پیتے رہیں اور بنی ہاشم ہلاک ہوں اور ہر چیز کے لئے ترستے رہیں میں تو جبتک اس ظالم صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر لوں بیٹھونگا نہیں۔ ایک طرف ابو جہل بیٹھا ہوا تھا وہیں سے بولا تو جھوٹا ہے صحیفہ نہیں پھاڑا جا سکتا۔ زمعہ بن الاسود نے کہا تو اکذب ہے ہم لوگ کبھی اس کی تحریر پر راضی نہیں ہوئے۔ ابوالبختری نے کہا زمعہ ٹھیک کہتا ہے نہ ہم کبھی اس کے مضمون سے راضی ہوئے نہ اب ہم کو اس کا اقرار ہے۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمر نے بھی کہا۔ ابو جہل نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشورہ ہو چکا ہے۔

ایک طرف خواجہ ابو طالب آ کر بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ صحیفہ کو کیڑوں نے کھا لیا ہے اور صرف جہاں خدا کا نام ہے چھوڑ دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس معاہدہ کو قطع کر دو اور اگر غلط ہے تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمھارے سپرد کر دونگا۔ آخر مطعم بن عدی صحیفہ کو اتار لائے اور دیکھا کہ سارا کیڑوں نے کھا لیا ہے۔ صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں جہاں خدا کا نام ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ منصور بن عکرمہ جو اُس صحیفہ کا کاتب تھا اُس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعب سے باہر آئے تو آپ کی عمر انچاس سال کی تھی گویا بعثت سے نویں سال کے آخر میں یا دسویں سال کے ابتداء میں آپ شعب سے باہر نکلے۔

حضرت طفیل دوسی کا اِسلام

انہی ایام میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعب سے باہر آئے حضرت طفیل دوسی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ حضرت طفیل قبیلہ دوس کے مشہور شاعر تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں مکہ آیا تو قریش نے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سحر سے بہت ڈرایا۔ کہا کہ ان کی باتیں جادو ہیں جس نے سن لیا اختیار سے باہر ہو گیا میں اتنا ڈرا کہ کان میں کرسف ڈال کر مسجد گیا تاکہ آپ کی آواز نہ سن سکوں۔ آخر صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر نماز پڑھی اور اس میں قرآن پاک پڑھا کلام اچھا معلوم ہوا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کیا حماقت ہے میں ایک لبیب شاعر ہوں۔ کلام کے حُسن و قبح کو سمجھ سکتا ہوں پھر کیا مضائقہ ہے اگر میں ان کا کلام سنوں۔ بہتر ہو تو قبول کروں۔ قبیح ہو تو رد کروں۔ چنانچہ میں آپ کے ہمراہ چلا۔ جب گھر پہنچے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ کہ آپ کی قوم نے مجھ سے اس طرح کہا لیکن خدا کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں۔ چنانچہ میں نے کچھ سنا اور اب مجھ کو آپ کے کلام کو سننے کی خواہش ہے پیش کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اور بڑے ثابت قدم مسلمان ہوئے۔

قصہ اراشی

اسی زمانہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک اراشی کچھ چیزیں بیچنے کو لایا۔ ابو جہل نے اُس سے چیزیں لیں اور دام نہیں دیئے۔ بیچارہ غریب پریشان دار الندوہ میں آیا۔ اور کہا کہ یا معشر قریش! کیا آپ میں کوئی ایسا ہے جو ابوالحکم بن ہشام سے میرا حق دلوا دے۔ میں ایک غریب مسافر

ہوں میرا حق اُس نے دبالیا ہے۔ رسول اللہؐ اُس وقت مسجد میں بیٹھے تھے۔ قریش نے مذاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا کہ وہ دلوادیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل کو کیسی دشمنی ہے۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دق کرنا مقصود تھا بیچارہ ناواقف اراشی خدمت میں گیا اور اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ قریش کہتے ہیں کہ آپ ہی دلوا سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر چلو۔ قریش کو حیرت ہوئی۔ اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاکر دروازہ پر دستک دی۔ ابوجہل باہر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اِس کا حق دیدو۔ ابوجہل کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں وہ فوراً گیا اور جو کچھ اراشی کا حق تھا لاکر دیدیا۔ جب قریش کے آدمی نے آکر حال بیان کیا تو سب متحیّر ہو گئے۔ ابوجہل بھی جلد آگیا اُس سے حال دریافت کیا تو اُس نے بیان کیا کہ دستک کی آواز ہی سُن کر ہم پر غیر معمولی رُعب طاری ہوا۔ جب آپؐ کے چہرہ پر نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ ایک نر اُونٹ میرے کھانے کو مُنہ کھولے ہوئے ہے۔ مجھ میں ہمّت نہ رہی کہ چون وچرا کرسکوں۔

رُکانہ سے مُصارعت

انہی ایام میں رُکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف سے مصارعۃ کا قصہ پیش آیا۔ رُکانہ قریش میں سب سے بڑا پہلوان تھا۔ ایک روز وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شعب میں تنہا جمع ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُکانہ تو خدا سے نہیں ڈرتا اور ایمان نہیں لاتا۔ اُس نے کہا حق ظاہر ہو تو ایمان لاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا تو تو بڑا پہلوان ہے اگر مَیں کُشتی میں تجھے زیر کروں تو ایمان لائے گا۔ اُس نے کہا ہاں ضرور۔ اس پر آپؐ اُس سے کشتی لڑے۔ جب آپؐ نے اُس کو زور سے پکڑا تو اُس سے کچھ بن نہ سکا اور آپؐ نے زیر کیا۔ اُس کو تعجب ہوا کہنے لگا کہ دوبارہ لڑو آپؐ نے دوسرے بار بھی اُس کو زیر کیا۔ حیرت سے کہنے لگا کہ یہ تو عجیب بات ہے تم نے ہمیں گرادیا۔ تمام قریش میں اس نے مشہور کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے جادوگر ہیں مگر ایمان نہ لایا۔

نجران کے نصاریٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مسجد میں تھے۔ اور کفار دار الندوہ میں جمع تھے۔ کہ بیس سوار عیسائی نجران کے یا حبشہ کے علی اختلاف الروایت خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے آپؐ نے جوابات دیئے۔ فراغت کے بعد آپؐ نے اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک کی آیتیں پڑھیں۔ وہ ان آیات کو سُن کر رو دیے۔ دعوت قبول کی اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت لے کر روانہ ہوئے۔ تو ابو جہل اور چند قریش اُن کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عجیب نالائق ہو۔ اپنے ساتھ اور لوگوں کو بھی دین سے برگشتہ کرو گے۔ میں نے ایسے احمق سوار نہیں دیکھے۔ تم نے اتنی جلدی کیا تحقیق کر لیا۔ آگر اطمینان سے بیٹھے بھی نہیں کہ اپنے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ اُنھوں نے کہا سلامٌ علیکم لا نجاھلکم لنا ما نحن علیہ ولکم ما انتم علیہ اس وفد کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔

آپ کے پڑوسی وہم جوار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی خصوصاً آپؐ کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور بہت دِق کیا کرتے تھے ابو لہب۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ عدی بن حمراء الثقفی۔ اصداء الہذلی وغیرہ نے بہت دق کیا۔ اور یہ سب کے سب کافر مرے سوائے ایک حکم[1] بن ابی العاص کے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں اوجھڑیاں چھیچھڑے پلیدیاں پھینک دیا کرتے تھے۔ خصوصاً جب آپؐ نماز پڑھتے تو یہ لوگ ایسی شرارتیں زیادہ کرتے تھے آپؐ صبر کرتے ایک حجرہ ٹھیک کر لیا تھا اُسی میں چُھپ کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور ان پلیدیوں کو لکڑی سے اُٹھا کر باہر پھینک دیا کرتے تھے۔

عامُ الحُزن

خواجہ ابو طالب بیمار ہوئے جب حالت زیادہ خراب ہوئی۔ تو عتبہ۔ شیبہ۔ ابو جہل۔ امیہ بن خلف

---

[1] حکم ابن ابی العاص حضرت عثمانؓ بن عفان کا چچا ہی انہی کا لڑکا مروان بن الحکم ہے ۱۲ منہ۔

ابوسفیان وغیرہ کفار آئے۔ اور کہاکہ اے ابو طالب آپ کی حالت نازک ہوگئی ہے اور ہم لوگوں سے اور آپ کے بھتیجے سے جو کچھ اختلاف ہے اُس سے آپ واقف ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اُن کو بُلا لیجئے اور ہم سے اور اُن سے عہد لیجئے کہ ہم اُن کی عداوت سے باز آئیں اور وہ ہماری عداوت سے باز آئیں وہ ہم کو اور ہمارے دین کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ ہم اُن کو اور اُن کے دین کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ خواجہ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلوایا اور کہا کہ اے عزیز! یہ شرفاء قوم تم سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ خود بھی کچھ وعدہ کرنا چاہتے ہیں اور تم سے بھی کچھ وعدہ لینا چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چچا ہم صرف ایک بات اُن سے چاہتے ہیں۔ ابوجہل نے کہا دس بات پر ہم راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اقرار کرو کہ لا الٰہ الا اللہ اور خدا کے سوا جس چیز کی عبادت کرتے ہو اُس سے باز آؤ۔ سبھوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھاری باتیں بھی عجیب ہیں۔ کیا چاہتے ہو کہ ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کے ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ آپس میں بولے کہ یہ تمھارے منشاء کے موافق کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ اِس قضیہ کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

کُفّار تو چلے گئے لیکن اُس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح خواجہ ابو طالب ایسی حالت میں بُت پرستی سے تائب ہو کر مسلمان ہو جاتے لیکن اُنھوں نے نہ مانا اور آخر شعب سے باہر آنے کے بعد آٹھویں مہینہ اُن کا اِنتقال ہوگیا۔

خواجہ ابو طالب کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدمۂ عظیم تھا۔ یہ جس طرح بچپن سے آپؐ کے خبر گیراں رہے جسطرح ہمیشہ آپؐ کی حمایت کرتے رہے۔ جس طرح آپؐ کے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے۔ وہ ایسی باتیں نہ تھیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھول سکتے تھے۔

خواجہ ابو طالب کے تین دن بعد یا پانچ دن بعد یا کچھ زیادہ دنوں بعد مگر بہر حال اسی سال حضرت خدیجہؓ کا اِنتقال ہوگیا۔ مکہ میں ابو طالب کے بعد کوئی دوسرا شخص جس سے آپؐ کو امداد ملی وہ حضرت خدیجہ تھیں جس وقت آپؐ بظاہر بالکل کس مپرسی کے عالم میں تھے اُس وقت صرف حضرت خدیجہ کی مالی امداد آپؐ کے ساتھ تھی۔ جس وقت آپؐ کا دنیا میں کوئی مصادق مُشیر نہ تھا

اُس وقت حضرت خدیجہ آپ کو مشورہ دیتی تھیں اور بہترین مشورہ۔ جس وقت آپ سخت پریشان اور دل شکستہ ہو جاتے تھے اُس وقت حضرت خدیجہ ہی آپ کی تسلی و تشفی کرتی تھیں مُشیر۔ مونس۔ محبوب جو کچھ تھیں یہ تھیں۔ خواجہ ابو طالب کے بعد ہی ان کا انتقال جیسا حزن و ملال کا باعث ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ اِس لئے اُس سال کا نام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحزن رکھا۔

طائف کا سفر

خواجہ ابو طالب کے انتقال کے بعد کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ گستاخیاں شروع کردیں اور اُن کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ راستہ میں آپ کے سر پر ان بدمعاشوں نے مٹی ڈال دی جس سے سرِ مبارک اور محاسن شریف گرد آلود ہو گیا۔ قریش کے بعد دوسرا زبردست قبیلہ بنی ثقیف کا طائف میں تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید یہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کے دین کی حمایت کریں۔ اِس لئے آپ نے شوال کی ۲۶ یا ۲۷ تاریخ کو مبعث کے دسویں سال زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف کا سفر کیا۔ طائف میں بنی ثقیف کے تین شخص بہت معزز تھے۔ عبد یالیل۔ مسعود، اور حبیب یہ تینوں بھائی تھے اور عمرو بن عمیر بن عوف کے لڑکے تھے اور اُن میں سے ایک کے پاس قریش کے قبیلہ بنی جمح کی عورت بھی تھی۔ آپ ان تینوں سے ملے اور خدا کی طرف اور خدا کے دین کی حمایت کی طرف اُن کو دعوت بھی دی مگر اُن لوگوں نے قبول نہ کیا اور نہایت بے رُخی اور بداخلاقی سے پیش آئے بلکہ اُنھوں نے اپنے غلاموں اور لونڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ کے پیچھے چِلّانے اور شور مچانے لگے۔ راستہ میں اِس وجہ سے آپ کے پیچھے مجمع ہو گیا۔ راستہ میں قریش کے دو بھائی عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا۔ آپ مجبور ہو کر اُس باغ میں چلے گئے تب یہ مجمع منتشر ہوا۔

اُس مجمع نے آپ پر اینٹیں بھی پھینکی تھیں جس سے آپ کی پنڈلیاں زخمی ہو گئیں اور اُس سے خون بہا۔ اِس باغ میں عتبہ کا غلام عداس[1] نصرانی تھا وہ مسلمان ہوا اور آپ کے سر مبارک اور

---

[1] عداس نصرانی کا ذکر بالفاظِ مختلفہ ابن اسحٰق موسیٰ بن عقبہ واقدی ابن عائذ وغیرہم کرتے ہیں۔ یہ نینویٰ کے رہنے والے تھے جو موصل کے قریب ہے ۱۲ منہ

ہاتھ کو بوسہ دیا۔ عتبہ نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ عداس نے کہا کہ اس وقت دنیا میں اُن سے افضل کوئی شخص نہیں ہے۔ تم اُن کی فضیلت سے واقف نہیں ہو۔ یہ خدا کے نبی ہیں۔

اس کے بعد ایک روز نہایت مضطربانہ دعا آپؐ نے خدا کے سامنے کی۔ خدا نے ملک الجبال کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ حکم دیجئے تو ابھی اخشبین کو جو مکہ کے دو پہاڑ ہیں ٹکرا دوں کہ سارے کفار پس کر رہ جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں شاید ان کے اصلاب سے موحد پیدا ہوں جو خدا کی عبادت کریں۔

وہاں سے واپس ہوتے ہوئے جب آپؐ نخلہ میں پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے رات کی تاریکی میں جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو نصیبین کے سات جن خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوتے اور انھوں نے اپنی قوم میں اسلام پھیلایا جن کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے۔ قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن الخ اور واذ صرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون القراٰن الاٰیۃ۔

اس کے بعد آپؐ مطعم بن عدی کے جوار میں مکہ آئے مطعم نے مع اپنی اولاد کے مسلح ہو کر آپؐ کی حفاظت کی حتیٰ کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ کر اپنے گھر آئے۔

لیلۃ المعراج

جب آپؐ کی عمر اکیاون برس نو مہینے کی ہوئی تو معراج ہوا۔ زمزم اور مقامِ ابراہیم کے درمیان سے آپؐ براق پر حضرت جبریلؑ کے ساتھ پہلے بیت المقدس گئے اور پھر وہاں سے تقرب الٰہی کے انتہائی منازل میں بلائے گئے جہاں ملائکہ مقربین بھی نہیں جا سکتے اور اسی رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ امام زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ معراج ہجرت سے ایک برس پہلے ہوا۔ ابن عبد البر وغیرہ کہتے ہیں کہ ایک برس دو مہینے پہلے ہوا۔ بعض روایت ہے کہ حضرت اُم ہانیؓ کے مکان سے معراج ہوا۔ واللہ اعلم۔

صبح کے وقت جب آپؐ نے اس کا ذکر کیا تو کفار نے بڑی شدت سے تکذیب کی۔ جو اُن میں

بیت المقدس سے واقف تھے۔ اُنھوں نے امتحاناً سوالات کئے آپ نے ٹھیک بتایا راستہ میں قریش کے اونٹ اور قافلے تھے آپ نے بتایا کہ فلاں وقت پہنچے گا اور ٹھیک اُسی وقت پہنچا۔ مگر اُن کی تکذیب کم نہ ہوئی۔ بعض لوگ حضرت صدیق رضؓ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ تمہارے یہ رسول تو کہتے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس سے ہو آئے جہاں قافلہ ایک مہینہ میں جاتا ہے اور ایک مہینہ میں آتا ہے۔ صدیق رضؓ نے فرمایا کہ اگر وہ واقعی کہتے ہیں تو مَیں اس کی تصدیق کرتا ہوں مَیں تو اُن کی اِس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ آسمان کا فرشتہ میرے پاس وحی لاتا ہے اور میں اُس کو قبول کرتا ہوں۔ اِس کے بعد حضرت صدیق رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ صدیق رضؓ نے فرمایا مَیں اِس کی تصدیق کرتا ہوں، یا رسول اللہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے۔ اسی روز حضرت ابو بکر رضؓ کو صدیق کا خطاب مِلا۔

تبلیغ میں سعی وکوشش

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعث کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے تین برس تک تو تبلیغ مخفی طور پر کرتے رہے لیکن اُس کے بعد جب آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی تو موسم حج کے علاوہ عکاظ[1]۔ مجنہ[2]۔ ذی المجاز[3] جہاں جہاں کُفّار جمع ہوتے تھے وہاں جاکر آپ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ اور اسلام قبول کرنے میں دین ودُنیا کے جو فوائد ہیں اُس سے مطلع کرتے تھے۔ ایّام حج

---

[1] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ عکاظ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ایّام جاہلیت میں بازار لگتا تھا اور چند روز وہاں کفّار جمع رہتے تھے اور قاموس میں ہے کہ عُکاظ بروزن غراب نخلہ اور طائف کے درمیان ایک بازار لگتا تھا۔ ابتداء ذی قعدہ میں اور دس روز رہتا تھا قبائل جمع ہو کر تفاخر کرتے تھے اور اشعار پڑھتے تھے، مقابلہ ہوتا تھا ۱۲ منہ۔

[2] مجنہ۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ مجنہ اسفل مکہ میں چند میل پر ایک جگہ ہے جہاں عربوں کا بازار لگتا تھا۔ بعض بکسر میم کہتے ہیں لیکن بفتح اکثر کا قول ہے ۱۲ منہ۔

[3] ذو المجاز بزائے معجمہ۔ قاموس میں ہے کہ عربوں کا ایک بازار تھا عرفہ سے ایک فرسخ پر کبکب کے جانب ۱۲ منہ۔

میں جب قبائل منا میں جمع ہوتے تو آپ ایک ایک کے پاس جاتے اور ترغیب و ترہیب سے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کرتے۔ بسا اوقات ابو لہب آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو منع کرتا کہ اُن کی نہ سُنو اور اُس کی اشتعال سے اکثر وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے۔ مگر باوجود ان مصائب کے نہ آپ مایوس ہوتے نہ تبلیغ چھوڑتے۔ بلکہ دعا فرماتے کہ خداوندا یہ بے سمجھ ہیں اگر تو چاہے تو یہ راہ راست پر آجائیں۔

جن قبائل میں جاکر آپ نے تبلیغ کی ان کی تعداد بہت ہے۔ جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں۔ بنو عامر بن صعصعہ۔ محارب بن حفصہ۔ فزارہ۔ غسّان۔ مرّہ۔ حنیفہ۔ سلیم۔ عبس۔ بنو النضر۔ بنو البکا۔ کندہ۔ کلب۔ حارث بن کعب۔ عذرہ۔ حضارمہ۔ اِن سب قبائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھرے مگر کوئی ایمان نہ لایا۔

مقدمہ ہجرت

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اُس وقت شام، عراق اور ہر جگہ کے یہود و نصاریٰ اِس انتظار میں تھے کہ نبی کے ظہور کا یہ وقت ہے۔ مدینہ کے یہود اسی بنا پر انصار سے کہا کرتے تھے کہ جلد نبی کا ظہور ہوگا اُن کے ساتھ مل کر ہم تم پر غالب ہوں گے۔ اب یہ لوگ جب مکہ حج کے لئے گئے اور سُنا کہ یہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو یہ لوگ اِسلام کی طرف راغب ہوئے۔ چنانچہ چھ یا آٹھ اشخاص منیٰ کے عقبہ میں جمع ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سُنا اِسلام کا مطلب سمجھا اور مسلمان ہوئے۔ البراء بن معرور الخزرجی۔ کعب بن مالک۔ ابو الہیثم مالک بن التیہان۔ اسعد بن زرارہ رافع بن مالک بن العجلان۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہ بن عامر بن زید۔ جابر بن عبداللہ۔ واقدی کی روایت ہے ابو امامہ اسعد بن زرارہ۔ اور ذکوان بن قیس۔ عقبہ اُولیٰ سے بھی پہلے آکر مسلمان ہو چکے تھے۔ بہر کیف جب یہ لوگ لوٹے تو قرآن سیکھ کر گئے اور سب سے پہلے مدینہ کی مسجد بنی زریق میں قرآن پاک پڑھا گیا۔ دوسرے سال مدینہ کے یہ سب مسلمان سوائے

جابر بن عبداللہ کے اور سب آئے۔ اور یہ پانچ اشخاص اور آئے۔ معاذ بن الحارث۔ عوف بن الحارث ذکوان بن عبدالقیس۔ یزید بن ثعلبہ۔ عویمر بن مالک ان بارہ اشخاص نے عقبہ ثانیہ میں پھر بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔ جب یہ لوگ جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی تعلیم کے لئے عمرو بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو اُن کے ساتھ کردیا۔

عقبہ ثالثہ

عقبہ ثانیہ کے بعد جب سب لوگ مدینہ گئے تو وہاں حضرت مصعب بن عمیر اُن کی امامت کرتے تھے۔ اُن کے اور عمرو بن ام مکتوم کے ہاتھ پر وہاں بہت آدمی مسلمان ہوئے جن میں اُسید بن حضیر اور سعد بن معاذ بھی تھے۔ ان دو حضرات کے اسلام کی وجہ سے سارے کے سارے بنی عبدالاشہل مع زن و مرد مسلمان ہوگئے سوائے ایک عمرو بن ثابت بن وقیس کے جو بعد کو غزوۂ احد کے روز مسلمان ہوئے۔ اسلام مدینہ میں خوب پھیل گیا۔ اور مصعب بن عمیر لوٹ کر مکہ آئے۔

اس سال چونکہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب شہرت ہوگئی تھی حج کے لئے جو قافلہ یہاں سے چلا اُس میں انصار اہلِ اسلام اور کفار کی بڑی جماعت شریک ہوئی۔ اور مکہ میں آکر تہتر مرد و عورت نے اس دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر عقبہ میں بیعت کی۔ اور عہد کیا کہ ہم آپ کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اسی طرح اپنی جانیں لڑادیں گے جس طرح اپنے نفس

ا مصعب بن عمیر قدیم الاسلام ہیں۔ صاحب ہجرتین ہیں۔ سب سے پہلے مدینہ یہ اور ابن ام مکتوم رض گئے یہ والدین کے پاس بڑے خوش پوش تھے لیکن انتقال کے بعد اتنا کپڑا نہ تھا کہ سب بدن چھپ سکے غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ ان کا نسب یہ ہے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار عبدری رضی اللہ عنہ ۱۲ منہ

۲ ابن ام مکتوم۔ اہلِ مدینہ کہتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ تھا اور اہلِ عراق کہتے ہیں کہ عمرو نام تھا یہی عندالاکثر ہے ماں کی طرف منسوب ہیں ماں کا نام ام مکتوم عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بعین مہملہ بعدہٗ نون ساکن بعدہٗ کاف و مثلثہ اور باپ کا نام قیس بن زائدہ بن الاصم عامری۔ ان کے باپ قیس حضرت خدیجہ کے ماموں تھے کیونکہ اُن کی ماں فاطمہ قیس کی بہن تھیں۔ یہ آنکھ سے معذور تھے عبس وتولّٰی ان جاءہ الاعمٰی میں انہی کا ذکر ہے ۱۲۔

اپنے اہل وعیال اور اپنی عزت کے لئے لڑاتے ہیں۔

اِسی رات کو بیعت کے موکد کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعتِ اسلام اور تعلیم دین کے لئے اُن میں بارہ[۱۲] نقیب مقرر کر دیئے۔ ابو امامہ اسعد بن زرارہ۔ سعد ابن الربیع۔ عبداللہ بن رواحہ۔ رافع بن مالک البراء بن معرور۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ سعد بن عبادہ۔ منذر بن عمرو۔ عبادہ بن الصامت یہ نو[۹] اشخاص قبیلۂ خزرج[۱] کے اور تین[۳] قبیلۂ اوس کے۔ اُسید بن حضیر۔ سعد بن خیثمہ۔ رفاعہ بن عبد المنذر بعض کہتے ہیں کہ رفاعہ نہیں بلکہ ابو الہیثم مالک بن التیہان۔ ان کے علاوہ دو[۲] عورتیں اُمِّ عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو[۲] اور اسماء بنت عمرو بن عدی[۳]۔

صحابہؓ کی ہجرت

جب عقبۂ ثالثہ کے بعد مدینہ کے لوگ چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ مع اپنی بیوی اور بچہ کے روانہ ہوئے۔ ام سلمہؓ کے قرابت مند مانع ہوئے کہ ہم اُمِّ سلمہ کو نہ جانے دیں گے۔ ابو سلمہ کے قبیلہ والوں نے لڑکے کو ام سلمہ سے چھین لیا کہ تب اُس لڑکے کو ہم تمہارے پاس نہ جانے دیں گے۔ اِس طرح حضرت اُمِّ سلمہ اُن کے شوہر اور اُن کا لڑکا تینوں علیحدہ علیحدہ کر دیئے گئے۔ آخر بڑی پریشانی کے بعد ان کا لڑکا ان کو ملا اور وہ ایک سال کے بعد عثمان بن ابی طلحہ کے ساتھ مدینہ جاکر اپنے شوہر سے ملیں۔ حضرت ابو سلمہ کے بعد مسلمانوں نے مسلسل

۱؎ خزرج بفتح خاء معجمہ وسکون زائے معجمہ وفتح رائے مہملہ وجیم ۱۲ منہ۔

۲؎ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب عبداللہ بن کعب کی بہن زید بن عاصم کی زوجہ تھیں دو لڑکے ہوئے عبداللہ اور حبیب اُن کے بعد غزیہ ابن عمرو سے عقد کیا تو تمیم اور خولہ ہوئے۔ غزیہ بن عمرو کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہو کر بیعت کی تھی یہ غزوۂ اُحد حدیبیہ خیبر اور فتح مکہ میں شریک تھیں۔ اُحد میں پہلے پانی پلاتی تھیں جب کفار کو غلبہ ہوا تو انھوں نے تلوار لے لی اور لڑیں۔ یہ مسیلمہ کی جنگ میں یمامہ بھی گئی تھیں وہاں اُن کو بارہ[۱۲] زخم لگے تھے اور ہاتھ بھی کٹ گیا تھا۔ یہ بنی نجار کی عورت تھیں ۱۲ منہ۔

۳؎ اسماء بنت عمرو بن عدی سلمیہ ہیں، معاذ بن جبل کی ماں کنیت اُمِّ منیع ہے۔ اُنھوں نے نسیبہ بنت کعب کے ساتھ عقبہ میں بیعت کی تھی ۱۲ منہ۔

ہجرت کرنا شروع کردی حتیٰ کہ مکہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت صدیقؓ۔ اور حضرت علیؓ رہ گئے یا وہ مسلمان جن کو کفار نے مقید کردیا اور مجبورًا جا نہ سکے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ہجرت کے لئے حکم الٰہی کے منتظر رہے اور حضرت صدیقؓ نے کچھ انتظام بھی کرنا شروع کردیا۔

دار الندوہ کا مشورہ

جب کفار نے دیکھا کہ اصحابِ رسول اللہؐ چلے گئے۔ اپنا مال و متاع اور اپنے ذراری والاطفال کو بھی ساتھ لے گئے۔ اور اوس اور خزرج کے قبیلے جو زبردست اور ذی اثر قبیلے ہیں وہ اُن کے ساتھ ہیں۔ تو اُن کو اب رسول اللہؐ کی طرف سے سخت خطرہ پیدا ہوا۔ سب کے سب دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ اور یہ اُن کا ایسا زبردست اجتماع تھا کہ کوئی اہل الرائے مکہ کا ایسا نہ تھا جو اس مشورہ میں شریک نہ ہوا ہو۔ ان کا اصلی سردار ابلیس ایک شیخ کبیر کی شکل میں موجود تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی مختلف تدبیریں پیش ہوئیں سب کو اُس شیخِ کبیر نے ناپسند کیا آخر ابوجہل نے یہ ترکیب پیش کی کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا جائے اور ان سب کو تلوار دی جائے یہ سب مِل کر بیک ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کردیں۔ اِس طرح ان کا دم بہت سی قبائل میں تقسیم ہو جائیگا اور سارے قبائل کا بنی عبد مناف مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بالفرض اگر اُنھوں نے دیت چاہی تو ہم لوگ دیت ادا کردیں گے۔ بڈھے شیخ نے اِس رائے کو پسند کیا اور یہی رائے طے پائی۔

ہجرت کا حکم اور ہجرتِ نبویؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے۔ کفار کے مشورہ کی خبر دی۔ ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فرمایا کہ آج رات کو اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک دوپہر کے وقت جاکر حضرت صدیقؓ کو ہجرت کی خبر دیدی شب کے وقت کفار دروازہ پر جمع ہوگئے اور گھیر لیا۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اپنے بستر پر سُلا دیا۔ خود دروازہ پر آئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی وجعلنا

من بین ایدیھم سدًا و من خلفھم سدًا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون۔ اور ایک مٹھی بطحاء کی خاک لے کر پھینکی جو تمام کفار کے سروں پر پڑی اور آپ نکل کر چلے گئے کسی کافر نے آپ کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ سے اُن کے مکان میں گئے اور حضرت صدیق کو ساتھ لے کر دوسری طرف کھڑکی کے راستہ روانہ ہو گئے۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع تھے ایک شخص نے آکر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو وہ تو تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلے بھی گئے۔ کفار نے دیکھا تو سبھوں کے سروں پر خاک تھی وہ صاف کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر غار ثور پر پہنچے اور تین دن تک اُس میں رہے مکڑے نے جالا تن دیا۔ پرندوں نے اُس پر انڈا دیدیا۔ کفار تلاش میں غار کے مُنہ تک پہنچے مگر خدا نے آپ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ عامر بن فہیرہ تمام دن کفار کے ساتھ رہتے شام کے وقت بکریاں چرانے کے لئے وہیں لے آتے اور کفار کے تلاش و مشورہ کی سب خبر پہنچاتے۔

عبد اللہ ابن اریقط اللیثی کو جو ایک کافر تھے اور راستوں سے خوب واقف تھے راستہ بتانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ وہ تیسرے دن دو اونٹ لے کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت صدیق۔ عامر ابن فہیرہ اور عبد اللہ بن اریقط یہ چار آدمی روانہ ہوئے۔ کفار نے اعلان کیا تھا کہ جو ان کو گرفتار کر کے لائے اس کو ہر ایک کی دیت انعام ملے گی اس لئے بہت سے لالچی تلاش میں تھے۔ جب آپ قدید سے آگے جا رہے تھے تو بنی مدلج کے ایک شخص سے سراقہ بن مالک کو خبر ملی اُس نے گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کیا۔ قریب پہنچا تو آپ نے دُعا کی اُس کے گھوڑے کے دونوں اگلے پیر زمین میں دھنس گئے وہ ڈر گیا اور معافی چاہی۔ اور وعدہ کیا کہ اگر نجات پاؤں تو کفار کو تعاقب سے روکوں گا۔ آپ نے دُعا فرمائی اور اُس کو نجات ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے۔ اُمّ معبد کے مسکن کے پاس پہنچے تو اُس کی بکریوں کے خشک تھنوں سے دودھ دوہا اتنا دودھ ہوا کہ خود بھی سب لوگ سیراب ہوئے۔ اور اُس کے ظروف بھی دودھ سے بھر گئے۔

مدینہ میں انصار کو خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آرہے ہیں۔ اور مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اس لئے وہ ہر روز حرہ میں روزانہ صبح کو آکر انتظار کرتے تھے اور جب دھوپ تیز ہوتی تو واپس جاتے تھے۔ اسی طرح بارہ ربیع الاول پیر کے دن دھوپ تیز ہونے کے بعد وہ واپس جانے لگے تو ایک یہودی نے چلا کر کہا کہ وہ آرہے ہیں جن کا تم لوگ روزانہ انتظار کرتے ہو۔ اتنے میں بنی عمرو بن عوف نے زور سے تکبیر کہا۔ ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ہر طرف فرحت و سرور کا غلغلہ ہوگیا۔ ہر شخص نے استقبال میں عجلت کی اور سب خدمت اقدس میں مؤدب حاضر ہوئے اسی وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیر۔ (سبا)

وہاں سے آپ قبا میں آئے۔ بنی عمرو بن عوف میں علی الراجح کلثوم رض بن الہدم[1] کے مکان میں قیام فرمایا چودہ رات قبا میں قیام کیا۔ اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جو دنیا میں نبوت اور بعثت کے بعد پہلی مسجد ہے اور قرآن پاک میں اُس کی تعریف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے تین روز بعد حضرت علی روانہ ہوئے اور وہ بھی یہیں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلثوم رض کے مکان میں ٹھہرے۔

قبا سے جمعہ کے روز آپ روانہ ہوئے۔ اور بنی سالم کی مسجد میں جو بطن وادی میں ہے پہلا پہلا جمعہ آپ نے ادا فرمایا۔ اُس جمعہ میں ایک سو اہل مدینہ آپ کی جماعت میں شریک تھے۔ وہاں سے اُسی روز آپ چلے تمام قبائل جو راستہ میں تھے غایت اشتیاق میں اُونٹ کی مہار تھام کر عرض کرتے تھے کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ ہم میں قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو اُونٹ مامور من اللہ ہے جس جگہ کا قیام خدا کو منظور ہوگا وہ خود بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ جس جگہ اب مسجد نبوی ہے وہ بی

---

[1] کلثوم بن الہدم بکسر ہا وسکون دال موسےٰ بن عقبہ اور اکثر اہل مغازی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت قبا میں کلثوم رض کے مکان میں قیام فرمایا بعضوں نے کہا ہے کہ سعد بن خیثمہ کے مکان میں ٹھہرے۔ واقدی کہتے ہیں کہ قیام فرمایا کلثوم رض کے مکان میں لیکن لوگوں سے ملتے تھے اور گفتگو کرتے تھے ابن خیثمہ کے مکان میں طبری اور ابن قتیبہ کی روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ میں سب سے پہلے مدینہ میں کلثوم بن الہدم نے انتقال کیا اُن کے بعد اسعد بن زرارہ نے انتقال کیا۔ کذا فی الاصابہ۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

بنجار کے دو لڑکے سہل و سہیل کا مربد تھا۔ اور اسی کے پاس حضرت ابو ایوب انصاری رضی کا مکان تھا
اونٹ اس مربد میں بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب رضی کے مکان میں قیام فرمایا اور
اس مربد کو خرید کر مسجد نبوی بنایا۔

بعثت کے تیرھویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی۔ اس وقت آپؐ کی عمر ترپن
سال کی تھی۔ ربیع الاول کی ابتدا یا صفر کے آخر میں پیر کے دن آپ نے مکہ چھوڑا۔ اور پیر یا جمعہ کے
دن بارہ ربیع الاول کو آپؐ قبا پہنچے وہاں چودہ رات قیام فرمایا۔ وہاں سے جمعہ کے روز روانہ
ہوئے اور اسی روز شام کے وقت حضرت ابو ایوب رضی کے مکان میں پہنچے۔ حضرت براء رضی فرماتے ہیں کہ
جو فرحت و سرور اور جو انوار و تجلیات اس روز مدینہ میں ظاہر ہوئے جس روز حضور صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لائے نہ اس سے پہلے ایسا ظاہر ہوا تھا نہ اس کے بعد۔

عیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب رضی کے مکان ہی میں تھے اسی وقت زید بن حارثہ رضی اور ابو رافع رضی
کو دو اونٹ اور پانچسو درم دے کر مکہ بھیجا۔ وہ وہاں سے آپؐ کی دو لڑکیاں حضرت فاطمہ رضی اور حضرت
ام کلثوم رضی کو۔ اور ام المومنین سودہ رضی بنت زمعہ کو اور اسامہ رضی بن زید اور ان کی ماں ام ایمن کو مدینہ لے آئے۔
حضرت زینب رضی بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ آسکیں۔ ان کے شوہر ابو العاص ابن الربیع نے نہ آنے دیا
انہی لوگوں کے ساتھ عبد اللہ ابن ابی بکر صدیق رضی حضرت صدیق رضی کے عیال کو بھی لے آئے۔ ان میں حضرت
عائشہ رضی بھی تھیں۔ یہ سب لوگ حارثہ بن النعمان رضی کے گھر ٹھہرے۔

ل یہ دونوں عمرو نجاری کے یتیم لڑکے تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ معاذ بن عفرا کی پرورش میں تھے اور موسیٰ بن عقبہ
کہتے ہیں کہ سعد بن زرارہ کے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ شاید دونوں کے نگرانی میں ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

ل۲ حارثہ بن النعمان بنی نجار سے تھے بدری ہیں اور ان آٹھ میں سے ہیں جو حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
مستقل رہے ابن سعد رحمہ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی کی خلافت تک زندہ رہے اور اسی وقت انتقال کیا ۱۲ منہ

قبلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی بنائی تو اُس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا۔ مسجد میں چھت نہ تھی دروازے تین تھے باب الرحمۃ۔ باب النبی۔ اور ایک دروازہ پیچھے کی جانب۔ مسجد کے مشرق حجرہ بنایا جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ آ کر رہیں۔ اس حجرہ کا مقام وہی ہے جہاں اب مزار شریف ہے۔ حجرہ کی دیوار اینٹ کی تھی اور کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے سایہ کر دیا گیا تھا۔ دوسرا حجرہ حضرت سودہؓ کے لئے بنا۔ تقریباً ایک سال میں یہ سب تیار ہوا۔ ہجرت کے ایک برس ایک مہینہ بائیس ۲۲ دن بعد حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا عقد حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے ہوا۔ غالباً اُس وقت مسجد اور حجرہ تیار ہو چکا تھا۔ ہجرت کے سولہ ۱۶ ماہ بعد یعنی غزوہ بدر سے دو ۲ ماہ قبل شعبان یا رجب کے مہینہ مکہ قبلہ ہو گیا جو اسلام کے ملتِ ابراہیمی ہونے کے زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

مواخات اور تنظیم

مدینہ میں انصار کے قبائل کے علاوہ یہود بہت تھے۔ یہودیوں کے تین ۳ قبیلے بہت بڑے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ۔ اُس کے علاوہ انصار کے قبائل میں بھی یہود تھے۔ بنی نجار۔ بنی عبدالاشہل بنی ساعدہ۔ بنی عمرو بن عوف۔ بنی زریق۔ بنی حارثہ۔ بنی ثعلبہ سب میں یہود تھے اور بعض بڑے بڑے نامی احبار تھے۔ ہجرت سے پہلے یہود اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا اور وہ اختلاف اُس وقت تک موجود تھا۔ اِن قبائل کے آپس میں بھی بڑے بڑے اختلافات تھے۔ مہاجرین یہاں بالکل نو وارد تھے اور مسافرانہ حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ذرا اطمینان ہوا تو آپؐ نے اس طرف توجہ فرمائی۔ ایک روز حضرت انس بن مالکؓ کے مکان میں نوے ۹۰ مسلمان جمع تھے۔ جن میں نصف مہاجر تھے اور نصف انصار۔ آپؐ نے دو دو ۲ ۲ اشخاص کے درمیان مواخات کرایا جس میں زیادہ یہ صورت تھی کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری تھے۔ لیکن ایسا بھی ہوا کہ بعض مہاجر کا مہاجر سے اور

بعض انصاری کا انصاری سے مُواخات ہوا۔ ہجرت کے آٹھ مہینے بعد مُواخات ہوا۔ اور یہ مُواخات اتنا قوی تھا کہ غزوۂ بدر سے پہلے عقدِ مُواخات کی بنا پر ورثہ جاری ہوتا تھا اور ذوی الارحام کو ورثہ نہیں ملتا تھا۔ لیکن جب آیت نازل ہوئی اولو الارحام بعضہم اولیٰ ببعض۔ تو ذوی الارحام کو ملنے لگا اور عقد مُواخات کا ورثہ موقوف ہوا۔

اِس کے بعد ایک بسیط تحریر آپ نے لکھوائی اُس میں صراحتاً ظاہر کر دیا گیا کہ اب آئندہ آپس کے تعلقات کیسے ہوں گے۔ مسلم کا غیر مسلم سے۔ یہود کا غیر یہود سے۔ انصار کا مہاجرین سے۔ مہاجرین کا انصار سے ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ سے برتاؤ کیسا ہوگا۔ اور کس کس کے حقوق کیا ہوں گے۔ ابن اسحٰق نے اس صحیفہ کی پوری عبارت نقل کی ہے۔ اور یہ اُس وقت کے انتظام کے متعلق ایک مکمل دستاویز ہے۔ اِس میں یہودیوں کو اپنے مذہب پر رہنے کا پُورا اختیار دیا گیا ہے اُن کے جائداد اور اموال سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے فتنہ و فساد کا پورا سدباب کیا گیا ہے۔ مدینہ کے تحفظ کے لئے مِل کر کام کرنے کے شرائط واضح کر دیئے گئے ہیں۔

کُفّار و مُشرکینِ مدینہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں امن اور انتظام کے قیام کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔ آپس کے جھگڑے بہت کچھ موقوف ہو چکے تھے۔ صحابہ کو بہت کچھ اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ مگر یہاں ایک فتنہ منافقین کا پیدا ہو گیا۔ کفارِ مکہ اور کفار و مشرکینِ مدینہ کے حالات میں بڑا فرق تھا۔ اہلِ مکہ کی حالت یہ تھی کہ وہ کھلے دشمن تھے اور سخت دشمن۔ مگر جو اُن میں مسلمان ہوتا یا مسلمان نہ ہوتا مگر صرف حمایت کا وعدہ کر لیتا تو اُس کے وعدہ پر پورا اعتماد ہوتا تھا۔ وہ لوگ معاہدہ کے پُورے پابند ہوتے تھے۔

لیکن مدینہ میں بڑی جماعت یہود کی تھی اُن میں بہت ایسے تھے جو بظاہر ایمان لائے مگر باوجود اس کے وہ شدید دشمن تھے۔ معاہدہ کرتے تھے مگر کوئی اعتماد نہ تھا کہ وقت پر اُس کو وہ پُورا کریں گے۔ جب موقع ملتا وہ فوراً معاہدہ کو کالعدم کر دیتے تھے اِلّا ماشاء اللہ۔ یہاں ایک جماعت منافقین

کی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا مسلمانوں سے ملتے تو اسلام سے پوری محبت ظاہر کرتے لیکن جب علیحدہ ہوتے تو استہزا۔ اور شرارت کرتے۔ سورۂ بقرہ کا بہت سا حصہ انہی منافقین کے حالات میں ہے۔ یہ لوگ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے۔ کبھی اسلام کی بعض تعلیم کا غلط مطلب لوگوں کو سمجھاتے۔ کبھی انبیاءؑ سابقین کی تعلیمات میں خلط ملط کرکے مسلمانوں کو غلط مطلب بتاتے۔ مخادعت۔ فریب۔ بدعہدی اُن کی عادتِ ثانیہ تھی۔ یہ باتیں یہودیوں میں بہت زیادہ تھیں۔ مدینہ کے بُت پرست قبائل کے کچھ لوگوں میں بھی انہی کی صحبتوں سے یہ باتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ منافقین میں خود علانیہ مخالفت کی جرأت نہ تھی۔ لیکن مسلمانوں کو باہم لڑا دینے کی کوشش کرتے تھے۔ مخلص مسلمانوں کی طرف سے حضورؐ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ دوسرے عرب کے قبائل کو مسلمانوں کیخلاف بھڑکاتے تھے۔ یہی سب ان کا کام تھا۔

انہی منافقین نے غزوۂ بنی المصطلق سے لوٹتے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت باندھی جس کی تردید میں اِفک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ غزوۂ تبوک سے لوٹتے ہوئے انہی کم بختوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنیکا مشورہ کیا بلکہ انتظام کیا جس سے خدا نے آپؐ کو متنبہ کیا۔ انہی بدنصیبوں نے مسجد ضرار بنا کر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی چاہی اور اسلام کے خلاف ایک مرکز قائم کرنا چاہا۔ لیکن غزوۂ تبوک سے لوٹنے کے بعد اُن کی نیّتوں سے خدا نے آپؐ کو مطلع کر دیا۔

اِن منافقین کے ناموں سے خدا نے آپؐ کو مطلع کر دیا تھا صرف شریعت کا پاس تھا کہ اُن کے ظاہری اقرار شہادت کی وجہ سے اُن کو ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیا کرتے تھے۔ بلکہ اُن کے جنازہ کی نماز بھی پڑھتے تھے۔ لیکن پیچھے آپؐ کو منافقین کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

تبوک سے لوٹتے وقت جن بارہ منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنیکا قصد کیا تھا اُن کے ناموں سے آپ نے حضرت ابوحذیفہؓ کو بھی مطلع کر دیا تھا اور اسی وجہ سے صحابہؓ اُن کو صاحبِ سِرّ رسول اللہؐ کہتے تھے چنانچہ جب کوئی مشکوک شخص مرتا تھا تو حضرت عمرؓ دریافت کرتے تھے کہ اُس کے

جنازہ کی نماز ابوحذیفہؓ نے پڑھی یا نہیں۔ کیونکہ اگر اُن میں سے کوئی ہوتا تھا تو حضرت ابوحذیفہؓ اُس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حکم جہاد و قتال

جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے آپ کو صرف یہ حکم تھا کہ دلائل اور حجت سے بطریق احسن نصیحت کر کے لوگوں کو توحید کی طرف بُلائیں۔ اور بت پرستی سے منع کریں۔ کُفار کی ایذا اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں تاکہ حجت الٰہیہ قائم ہو جائے۔ اور حق و باطل واضح ہو جائے۔ حرب و قتال کی اجازت نہ تھی۔ اور تبلیغ کے لئے قتال جائز نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت سعدؓ اور ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کو لڑنا پڑا تھا۔ اور ایمان لانے کے بعد ایک دفعہ حضرت عمرؓ لڑے مگر یہ تینوں واقعہ جہاد کے حکم سے پہلے کے ہیں اس سے محض حفاظت نفس مقصود تھا۔ ہجرت کے بعد صحابہؓ نے اپنا گھر بار۔ خاندان اقرباء وطن اور قبیلہ سب کچھ اسلام کی محبت میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترک کر دیا۔ اور آپ کا ساتھ دیا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا عرب اور تمام یہود ان تھوڑے سے اللہ کے بندوں کو دنیا سے فنا کرنے کے لئے متفقہ طور سے کھڑے ہو گئے۔ جب یہ حالت ہو گئی تب آپ کو اجازت ہوئی کہ جو شخص تم سے لڑے اور ابتدا کرے اُس سے تم بھی لڑ سکتے ہو۔ صحیح یہی ہے کہ آیت اذن یعنے اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ مستدرک میں مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے ہجرت کے بعد فرمایا کہ " انا للہ وانا الیہ راجعون ان کُفار نے اپنے نبی کو اُس کے وطن سے نکال دیا ہے یہ ضرور ہلاک ہوں گے "۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند علی شرط الصحیح ہے۔ لہٰذا گو سورہ مکی ہے مگر یہ آیت مدنی ہے۔ یہ اجازت بھی ابتداءً مشروط تھی یعنی صرف اُن سے لڑنے کی اجازت تھی جو پہلے قتال کی ابتداء کریں۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ لہٰذا جہاد کا حکم جو مکہ میں تھا اس سے مراد جہاد بالحجۃ۔ اور جہاد بالقرآن ہے۔ اور ہجرت کے بعد ابتدائی آیتیں جن میں مقاتلہ اور جہاد کا حکم ہے اس سے مراد

مدافعت بالسیف ہی۔ اُس کے بعد جب حق واضح ہو گیا۔ اور باطل ظاہر ہو گیا تو چونکہ تبلیغ اور حمایت احکام الٰہی بجمیع لوازمہ ماموریہ ہے اِس لئے سارے کافروں سے کافّہ وہ ابتدا کریں یا نہ کریں مقاتلہ بھی مامور بہ ہوا بشرطیکہ نیت محض تبلیغ احکام ہو۔ حق و باطل کے ظاہر ہو جانے کے بعد حق کے لئے مجبور کرنا اور باطل کو جبرًا ترک کرانا اکراہ فی الدین نہ رہا۔ فرمایا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ اُس کے بعد اِس حکم کو مؤکد فرمایا۔ اور عذاب سے نجات کو جہاد بالنفس پر معلق ٹھہرایا۔ فرمایا یاایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم الآیہ۔ بلکہ ظاہر کر دیا کہ مؤمن کو ایمان کے بعد اپنے نفس اور اپنے اموال پر اختیار نہیں رہتا۔ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ کیونکہ جس نے نفس کو خرید لیا ہے اُسی کے کام میں اُس کو صرف ہونا چاہیئے۔ اِس کے بعد آپ نے شاہانِ عالم اور اقوامِ دنیا کو دعوت توحید دی اور بتا دیا کہ عدم قبول کی حالت میں ہم بامر اللہ جہاد بالسیف پر مامور ہیں۔ جیسا کہ اُن خطوط کی عبارتوں سے واضح ہے۔

قبائلِ یہود

قبائلِ یہود کے ساتھ جتنے غزوات ہوئے وہ بدر کے بعد اِس لئے سلسلۂ کلام میں اِن کا ذکر اپنے اپنے مقام پر ہونا چاہیئے مگر چونکہ یہ ایک مستقل قوم کا قصہ ہے اِس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن کا ذکر ایک ساتھ کر دیا جائے۔

جب حضورؐ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور دشمنوں کے درمیان اُن کو احتیاط سے رہنا تھا۔ اِس چھوٹی سی جماعت کا تمام عرب دشمن تھا۔ حضورؐ نے مدینہ اور اطراف کے قبائل سے معاہدات کئے اور ضرور تھا کہ اُن معاہدات کی پوری پابندی کی جائے۔ کیونکہ حفاظت کا صرف یہی طریقہ تھا۔ جن قبائل سے آپؐ نے معاہدے کئے ان میں یہودیوں کے تین بڑے قبیلے یہ تھے جو اطراف

مدینہ میں رہتے تھے۔ بنو قینقاع ۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ ۔ان تینوں نے یکے بعد دیگرے معاہدہ کا خلاف کیا۔ اور آخر یہ نقض عہد اُن کے لئے تباہ کُن ثابت ہوا۔

بنو قینقاع[۱]

مدینہ کے قریب ہی بنو قینقاع رہتے تھے۔ یہ لوگ تاجر اور صناع تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد سب سے پہلے اُنھوں نے عہد شکنی کی اور اُن سے جنگ ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک عرب عورت اُن کے بازار میں گئی۔ دوکاندار نے شرارت کی اور اُس کو ننگا کر دیا اور خود سب ہنسنے لگے وہ چلائی ایک عرب آیا اُس نے دوکاندار کو قتل کر دیا۔ یہود جمع ہوگئے اب عرب اور یہود میں لڑائی شروع ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے ملامت کی اس پر بنی قینقاع بگڑ گئے اور بولے کہ بدر کی فتح پر مغرور نہ ہونا وہ تمھاری قوم تھی اور لڑنا نہیں جانتی تھی اگر ہم سے سابقہ پڑا تو معلوم ہو جائے گا کہ لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں۔ اور اُنھوں نے معاہدہ توڑ دیا۔ اس لئے حضورؐ نے سینچر کے روز نصف شوال میں ہجرت کے بیسویں مہینہ اُن پر حملہ کیا۔ عَلَمِ اسلام حضرت حمزہ کو دیا اور مدینہ پر ابو لبابہ[۲] ابن المنذر کو خلیفہ کر دیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ بشیر بن المنذر خلیفہ ہوئے تھے۔ پندرہ روز محاصرہ رہا۔ حتےٰ کہ ذی قعدہ کا ہلال دیکھا گیا۔ آخر میں بنو قینقاع پر رُعب طاری ہوا اور بلا شرط اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر رضامندی ظاہر کی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انہی کی شان میں یہ آیت ہے قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جهنم وبئس المهاد۔ قد کان لکم فی فئتین التقتا (آل عمران) فئة تقاتل فی سبیل الله واخری کافرة یرونهم مثلیهم رای العین۔ والله یؤید بنصره من یشاء ان فی ذلك لعبرة لاولی الابصار۔ یہ قبیلہ قبیلۂ خزرج کا حلیف تھا اس لئے

[۱] قینقاع - ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں بفتح قاف اور نون کو بعض ضمہ کہتے ہیں۔ بعض فتحہ۔ بعض کسرہ اور یہی قاموس میں بھی ہے ۱۲ منہ۔

[۲] ابو لبابہ ہی کا نام بشیر بن عبد المنذر تھا یہی صحیح ہے ۱۲ منہ۔

عبد اللہ بن سلول راس المنافقین اور حضرت عبادہ رضؓ بن الصامت نے سفارش کی حضورؐ نے انہی کو ان کے حق میں فیصلہ کا اختیار دیدیا انھوں نے فیصلہ کیا کہ ساری قوم مدینہ اور اطراف مدینہ کو چھوڑ کر باہر چلی جائے اُن میں چھ سو مرد جوان لڑنے کے قابل تھے اور یہودیوں میں یہی قبیلہ زیادہ دلیر تھا۔ اُن کے اموال میں سے تین قوس۔ دو درع۔ تین تلواریں۔ تین نیزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لئے اور اموال کا خمس لے کر بقیہ محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا۔ چونکہ ان کی حضرت عبادہؓ نے سفارش کی تھی یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصٰرٰی اولیاء الآیہ۔

بنوالنضیر[1]

اِن کے بعد بنو النضیر کے یہودیوں نے عہد شکنی کی۔ اور اُن پر حملہ کیا گیا۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ امام زُہریؒ حضرت عروہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بنی نضیر بدر کے چھ ماہ بعد ہوا اور ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوہ اُحد اور بیر معونہ کے بعد ہوا۔ اور یہی صحیح ہے پہلی روایت میں سہو ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

قصہ یوں ہوا کہ بنی کلاب کے دو شخصوں کو عمرو بن امیہ ضمیری نے قتل کر دیا تھا۔ اور بنو النضیر بنی کلاب کے حلیف تھے۔ اِس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی دیت کے متعلق گفتگو کرنے کو بنو النضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ اور حضرت علی رضؓ و دوسرے بعض صحابہ بھی تھے۔ وہ لوگ بظاہر بہت اخلاق سے ملے اور آپؐ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا۔ اُس کے بعد آپس میں مشورہ کیا کہ دیوار کے اُوپر سے ایک بڑا پتھر آپؐ پر گرا دیں تاکہ یہیں دب کر رہ جائیں۔ عمرو بن حجاش اِس کے لئے تیار ہوا اور دیوار کے اُوپر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اِس کی اطلاع ہوئی آپؐ وہاں سے فوراً چپ چاپ اُٹھ کر چلے آئے۔ جب صحابہ کو علم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے تو وہ بھی چلے آئے۔ آپؐ نے اُن سے بنو النضیر کے مشورہ کا حال بیان کیا۔

[1] قاموس میں ہے کہ نضیر امیر کے وزن پر ہے اور اس قبیلہ کی طرف نسبت نضری بفتحتین ہوتی ہے ۱۲ منہ۔

اِس واقعہ کے بعد آپؐ نے بنو النضیر کو کہلا بھیجا کہ دس روز کی تم کو مہلت دیجاتی ہے اس کے اندر تم اطرافِ مدینہ سے چلے جاؤ۔ اِس مدّت کے بعد جو شخص تم میں کا پایا جائے گا وہ قتل کردیا جائیگا۔ وہ جانا چاہتے تھے مگر راس المنافقین عبداللہ بن اُبیّ نے اُن کو کہلا بھیجا کہ تم ہرگز نہ چھوڑو۔ ہم دو ہزار آدمیوں سے تمھاری امداد کو ہر طرح تیار ہیں اور تمھارے قلعہ میں آکر تمھارے ساتھ مرنے کو مستعد ہیں۔ اِس کے علاوہ بنی قریظہ تمھاری مدد کریں گے۔ بنی غطفان تمھارے حلیف ہیں وہ تمھاری مدد کریں گے۔ یہ بات بنو النضیر کے دل میں جم گئی۔ اُنھوں نے حضورؐ کو جواب کہلا بھیجا کہ ہم نہیں جاتے جو آپؐ کے دل میں آئے کیجئے۔

اِس جواب کے بعد حضورؐ نے حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ پر ابن اُم مکتومؓ کو خلیفہ کردیا۔ حضرت علیؓ کو فوج کا عَلَم ملا۔ اور مسلمانوں نے جاکر بنو النضیر کا محاصرہ کرلیا۔ بنو قریظہ۔ غطفان اور مُنافقین میں سے کوئی ان کی امداد کو نہ آیا۔ اسی کو اللہ پاک نے سورۂ حشر میں بیان کیا ہے مثلھم کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٔ منك انی اخاف رب العلمین۔ آخر وہ مستعد ہوئے کہ اپنا مکان اور قلعہ چھوڑدیں اور باہر چلے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ آلاتِ حرب کے سوا اور جتنا مال اونٹ پر لادسکو لے کر مع اہل وعیال باہر چلے جاؤ۔ اور یہ علاقہ خالی کردو۔ چنانچہ سب خیبر چلے گئے اور اُنہی میں حیّ بن اخطب اُن کا رئیس بھی تھا۔

پچاس خود۔ پچاس درع۔ تین سو چالیس تلواریں اُن کے پاس سے ملیں۔ سُورۂ حشر میں بنو النضیر کے بہت حالات ہیں۔ بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سورۂ حشر سورۃ النضیر ہے۔ بنو النضیر کا اخراج ربیع الاول ۴ھ ہجری میں ہوا۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ خمر کی حُرمت اسی غزوہ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

بنی قریظہ[1]

تیسرا قبیلہ یہودیوں کا مدینہ کے قریب بنی قریظہ کا تھا یہ سب سے شریر اور بدزبان جماعت تھی

[1] قاموس میں ہے کہ قُریظہ جُہینہ کے وزن پر یہود کے قبیلہ کا نام ہے یعنی بضم قاف و بفتح رائے مہملہ بعدہٗ تحتانیہ و ظائے معجمہ ۱۲ منہ۔

اور اسی لئے اللہ پاک نے اُن کو سزا بھی ایسی ہی سخت دی۔ اِس قبیلہ کا خاتمہ ۵ھ ہجری میں ہوا۔
قصہ یہ ہوا کہ اس دفعہ یہودیوں نے بڑی کوشش سے مسلمانوں کو فنا کردینے کا پورا انتظام کردیا
تھا۔ سلام ابن ابی الحقیق۔ سلام ابن مشکم۔ کنانہ ابن الربیع یہ بڑے بڑے یہود سردار عرب کے تمام
قبائل میں گھومے۔ اور قریش۔ بنو سلیم۔ غطفان۔ بنو اسد۔ اشجع۔ فزارہ۔ بنو مرّہ۔ سبھوں کو ایک ساتھ
مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے مستعد کیا۔ چنانچہ مختلف قبائل کے دس ہزار عربوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کرکے طے کیا کہ مدینہ میں حفاظت نہیں ہو سکتی اِس لئے مدینہ
میں عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا اور تمام مرد آگے بڑھ کر کوہ سلع کے پاس مجتمع ہوئے۔ کوہ کو پُشت
کی جانب کیا اور آگے خندق کھودی اور اُس میں محصور ہو کر رہے۔ خندق کے باہر تمام دشمن قبائل
نے آکر گھیر لیا۔ جس وقت مسلمان اس خندق میں محصور تھے اسی وقت خبر ملی کہ بنی قریظہ نے علانیہ
معاہدہ فسخ کردیا ہے۔ حی بن اخطب کے بہکانے میں آگئے ہیں اور کُفار سے مل گئے ہیں۔ اِس خبر نے
مسلمانوں کو بے چین کردیا۔ اس لئے کہ مدینہ میں عورتیں بچے اور اموال تھے۔ اور ابن ام مکتوم خلیفہ بناکر
چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اُن کی حفاظت کی کوئی تدبیر نہ تھی۔ مرد سب خندق میں محصور تھے اور بنی
قریظہ مدینہ کے قریب رہتے تھے ہر وقت ان کے حملہ کا اندیشہ تھا۔ حضورؐ نے پہلے سعد بن معاذؓ اور
خواتؓ بن جبیر وغیرہ کو تحقیق کے لئے بھیجا کہ کیا واقعی بنی قریظہ نے معاہدہ توڑا ہے یا نہیں۔ جب ان
لوگوں نے آکر خبر دی کہ خبر صحیح ہے تو آپؐ نے بنی حارثہ کے بعض جوانوں کو مدینہ بھیجدیا۔۔ تاہم
مسلمان ہر وقت متردّد تھے۔ ایک مہینہ تک کُفار نے خندق کا محاصرہ رکھا جیسا غزوہ خندق کے
بیان سے معلوم ہوگا اس کے بعد وہ منتشر ہوگئے اور مسلمان مدینہ میں آئے۔ ابھی مسلمانوں نے دم
بھی نہ لیا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ نے بنی قریظہ پر حملہ کے لئے کہا۔ حضورؐ نے حکم حملہ کا دیا اور فرمایا کہ "ہر شخص
عصر کی نماز بنی قریظہ میں جاکر پڑھے"۔ اس جُملہ کے مطلب میں صحابہ کا اختلاف ہوا کسی نے راستہ میں
عصر پڑھ لی۔ کسی نے عشاء کے بعد جب بنی قریظہ میں پہنچے تب عصر ادا کی۔ بہر کیف مسلمانوں نے بنی قریظہ
کا محاصرہ کیا۔ پچیس روز محاصرہ رہا اور بنی قریظہ مایوس ہوگئے۔ اُن کے سردار کعب ابن اسد نے

کہا کہ اب نجات کی صورت یہ ہے کہ سب لوگ مسلمان ہو جاؤ۔ تم سب جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہیں۔ اگر یہ نہیں کرتے تو سب لوگ اپنی بیوی بچوں کو خود قتل کردو پھر تلوار لے کر نکلو یا تو فتح حاصل کرو یا سب جان دیدو۔ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو یک بیک سبت کے روز نکل کر حملہ کردو اُس روز مسلمان غافل رہتے ہیں اُن کو یقین ہے کہ ہم سبت کے روز نہ لڑیں گے۔

بنی قریظہ نے کعب کی تینوں صورتوں میں سے ایک بھی قبول نہ کی اُنھوں نے حضورؐ سے کہلا بھیجا کہ آپؐ ابو لبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجد یجئے ہم اُن سے کچھ مشورہ کریں گے۔ ابو لبابہ اخماں بنی عمرو بن عوف میں تھے۔ بنی عوف قبیلہ اَوس کے حلیف تھے۔ اَوس بنی قریظہ کے حلیف تھے اِس جہت سے اُنھوں نے ابو لبابہ کو بُلایا تھا۔ یہ گئے تو سارے مرد و عورت اِن کے سامنے رونے لگے۔ اور پُوچھا کہ کیا ہم بلا شرط اطاعت کرلیں۔ اُنھوں نے کہہ تو دیا کہ "ہاں"۔ مگر گلے کی طرف اشارہ کیا کہ قتل کئے جاؤ گے۔ اشارہ تو کر دیا مگر خود ہی سوچے کہ مَیں نے خیانت کی۔ نادم ہوئے اور مدینہ چلے گئے۔ مسجد نبوی میں ایک ستون سے اپنے کو باندھا اور عہد کیا کہ جب تک حضورؐ اپنے ہاتھ سے نہ کھول دیں بندھا رہوں گا۔ اور قسم کھائی کہ کبھی ارض بنی قریظہ میں نہ جاؤں گا چھ روز یہ اُسی طرح رہے۔ نماز کے وقت اُن کی زوجہ کھول دیتی تھیں اور نماز کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔ چھ روز کے بعد آیت نازل ہوئی اِن کا قصور معاف ہوا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اپنے ہاتھ مبارک سے اُن کو کھول دیا۔

الغرض بنی قریظہ مجبور ہوئے اور بلا شرط زیر حکم آ گئے۔ اس وقت ان کے حلیف بنی اَوس کے لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ بنی قینقاع کے ساتھ جو سلوک آپؐ نے کیا وہ آپؐ کو معلوم ہے۔ بنی قینقاع خزرج کے حلیف تھے اور یہ ہمارے حلیف ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم پسند کروگے کہ ہم تمھارے ہی ایک شخص کو اُن کے بارے میں حکم بنادیں سب راضی ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا اِس کے متعلق فیصلہ کا اختیار سعد بن معاذ کو ہے سب بہت خوش ہوئے۔ حضرت سعدؓ ایک زخم کی وجہ سے شریک نہ تھے لوگ جا کر اُن کو لائے جب وہ آئے تو سب نے کہا کہ اے سعدؓ! بنی قریظہ کا فیصلہ تمھارے

حکم پر موقوف ہے۔ فرمایا کہ کیا میرا فیصلہ نافذ ہوگا؟ سب نے کہا کہ ہاں۔ پوچھا کہ کیا سب مسلمان بھی قبول کرلیں گے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ادباً صرف اشارہ کر کے پوچھا کہ کیا حضورؐ بھی قبول فرمائیں گے کہا کہ ہاں۔ تب حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میرا حکم یہ ہے کہ ان سب ملعونوں کو قتل کردیا جائے۔ اُن کے ذرّیات گرفتار کرلئے جائیں۔ اور اُن کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کردیئے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے فیصلہ کو قبول کرلیا اور بنو قریظہ کے کُل جوان جن کی تعداد چھ۶ سو اور سات۷ سو کے درمیان تھی قتل کردیئے گئے۔ عورتوں کو قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک کے۔ کعب بن سعد اُن کا رئیس قتل کیا گیا۔ حی ابن اخطب بنو النضیر کا رئیس جس نے خیبر سے آکر اُن لوگوں کو عہد شکنی پر آمادہ کیا تھا اور انہی میں موجود تھا وہ بھی قتل کیا گیا۔ اُن میں ایک شخص زبیر بن باطا تھا اُس کو اور اُس کے اہل اور اموال کو حضرت ثابت بن قیس نے رسول اللہؐ سے مانگ لیا تھا کہ یہ ہمیں ہبہ کردیئے جائیں۔ چنانچہ وہ اُن کو ہبہ کردیا گیا۔ حضرت ثابت نے زبیر سے کہا کہ تم اپنا مال اور اپنے اہل کو لے لو اور جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔ اُس نے اصرار کیا کہ نہیں ہم اپنے احبا ہی کے ساتھ جائیں گے آخر وہ بھی قتل کردیا گیا۔ اُن میں سے ایک شخص عمرؔ بن سعد اُسی رات کو مسلمان ہوگئے تھے اور وہ عہد شکنی کے مشورہ کے وقت بھی بدعہدی کے خلاف تھے مگر پھر اُن کا پتہ نہ ملا۔ نہ معلوم مسلمان ہونے کے بعد وہ کہاں چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اُن کی نجات ہوگئی۔

یہود کے تین۳ بڑے قبائل کا اِس طرح خاتمہ ہوگیا۔ سورۃ حشر بنو النضیر کے حال میں ہے اور سورۃ احزاب میں بنو قریظہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ اِس کے بعد مدینہ کے اطراف میں یہود کی کوئی بڑی جماعت نہ رہی البتہ مختلف قبائل میں جو منتشر تھے وہ رہے۔ غزوۂ بنی قریظہ ربیع الاول ۵ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

کُفّار کے ساتھ مُعاملہ

قرآن پاک میں جن لوگوں نے تدبر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس سب سے پہلے حکم

لہ عمرو بن سعد کے مسلمان ہونیکا ذکر ابن اسحٰق نے کیا ہے اور ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ ابن شاہین نے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ۔

آیا اقرأ باسم ربك الذی خلق اُس وقت آپؐ کو درجۂ نبوت عنایت ہوا لیکن اُس میں تبلیغ کا کوئی حکم نہ تھا۔ پھر حکم ہوا یاایھا المدثر قم فانذر۔ اُس وقت آپؐ پر تبلیغ فرض ہوئی لیکن تبلیغ مخفی طور پر تھی۔ اُس کے بعد حکم ہوا۔ وانذر عشیرتك الاقربین۔ اور دوسری آیتیں بھی نازل ہوتیں جس سے علی الاعلان تبلیغ کرنے کا حکم ہوا۔ آپؐ نے اپنی قوم کو پھر قریب کے قبائل کو پھر تمام عرب کو پھر تمام عالم کو دعوت دی۔ اور سب کو نافرمانی کے وبال سے ڈراتے رہے۔ بارہ تیرہ برس تک آپؐ کو قتال کی اجازت نہ تھی۔ صرف ڈراتے تھے اور اُس کی وجہ سے جو مصائب پیش آتے اُس پر خود بھی صبر کرتے اور صحابہؓ کو بھی استقامت کی تلقین فرماتے۔ اِس کے بعد آپؐ کو ہجرت کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یہ بھی اذن ہوا کہ جو تم سے لڑے اُس سے تم بھی قتال کرو۔ جو نہ لڑے اُس سے تم بھی نہ لڑو اُس کے بعد آپؐ کو حکم آیا کہ اب سارے کفار ومشرکین سے مقاتلہ کرو وہ لڑائی کی ابتداء کریں یا نہ کریں۔ حتی یکون الدین کلہ للہ۔

جہاد بالسیف کے حکم کے بعد کُفّار کی تین قسمیں ہوگئیں معاہد۔ حربی اور اہلِ ذمہ۔ معاہد۔ جبتک معاہدہ کے پابند رہتے آپؐ کو بھی پابندی کا حکم تھا لیکن جب وہ عہد توڑ دیں تو اُن سے لڑنے کا حکم تھا مگر اُس کو نقض عہد سے مطلع کرنے کے بعد۔ معاہدہ دو طرح کا ہوتا تھا موقت اور غیر موقت۔ غیر موقت معاہدہ کو توڑ کر اگر مخالف مظاہرہ بھی کرتا تو آپؐ اُس سے محاربہ کرتے۔ اور اگر مظاہرہ نہ کرتا تو آپؐ مختار تھے جدید معاہدہ کرتے یا اُس کو محارب شمار کرتے۔ اور موقت معاہدہ کے نقض کے بعد اگر مظاہرہ نہ ہوتا تو آپؐ مدت تمام کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

سورۂ برأت کے نزول کے بعد موقت معاہدہ کی بقیہ مدت پوری کرنے کی اجازت دی گئی۔ اور جو معاہدہ مطلق تھا۔ یا جن قبائل سے نہ معاہدہ تھا نہ محاربہ اُن کو اعلانِ عام کے دن سے یعنی دس ذی الحجہ سے دس ربیع الاول تک چار مہینے کی مہلت دی گئی فسیحوا فی الارض اربعة اشهر اِن شہور کے گزر جانے کے بعد اِن سے مقاتلہ کا حکم تھا۔ فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین اس آیت میں الاشهر الحرم سے وہی چار مہینے مراد ہیں جس کی مہلت دی گئی تھی نہ کہ وہ

شہور حرام جس میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے۔

اس آیت میں چار مہینے کی مہلت دی گئی ہے اس مدت کو مدت تیسیر کہتے ہیں۔ موقت معاہدہ میں اعلان کے بعد جتنی مدت معاہدہ کے رُو سے باقی رہ گئی ہو وہی مدت تیسیر تھی۔ مطلق معاہدہ میں اعلانِ عام کے دن سے جو ۱۰ ر ذی الحجہ کو ہوا تھا پوری چار مہینے مدت تیسیر تھی یعنی ۱۰ ر ربیع الاول تک لیکن جن لوگوں کو مدت تیسیر ملی وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اس اعلان کی حالت حضرت صدیقؓ کے ع میں مذکور ہے۔ باقی اہلِ ذمہ اُن سے لڑنا ناجائز تھا اور اُن کا تحفظ اپنے تحفظ کی طرح ضروری تھا۔

مُنافقین

ایسے لوگ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن اُن کے دلوں میں ایمان کی روشنی نہ تھی۔ بلکہ باطناً اسلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اور حضورؐ کو باعلامِ الٰہی اُن لوگوں کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی شرارتیں بھی کیں۔ لیکن باوجود اس کے اُن کے اقرار ظاہری کی وجہ سے اُن کے ساتھ حضورؐ مسلمانوں کا سا معاملہ کرتے تھے۔ البتہ حجت و دلیل سے اُن کو سمجھاتے ذرا سختی اور بے توجہی کا برتاؤ کرتے۔ محبت کا سلوک نہ کرتے اور بعض باتوں پر اُن کو جھڑک دیتے۔ مشورہ کی مجلسوں میں اُن کو شریک کرنا ناپسند فرماتے۔ آخر میں اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے اور اُن کی قبر پر دُعائے مغفرت کرنے سے بھی آپؐ کو منع کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

مومنین صادقین

آپؐ کا اپنے غلاموں سے یعنی صادق مسلمانوں سے برتاؤ یہ تھا کہ اُن کی بہت سی باتیں برداشت کر لیتے۔ اُن کی لغزشوں سے چشم پوشی کرتے۔ اُن کے قصوروں کو معاف کر دیتے۔ اُن کے لئے استغفار کرتے اور سب کاموں میں اُن سے مشورہ کرتے۔ ایسی شفقت اور ایسی عنایت فرماتے کہ لوگ اپنے والد اپنے اعزہ اپنے قبائل کو بھول جاتے۔ البتہ جو جہاد میں کوتاہی کرتا اُس سے باز پُرس کرتے بڑے

درجہ کے تین صحابہؓ۔۔ دوؓ تو اصحاب بدر میں سے تھے اور ایک اہل عقبہ میں سے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور نہ شریک ہونے کی کوئی وجہ بھی اُنھوں نے بیان کی آپؐ نے اُن سے گفتگو ترک کردی اور صحابہؓ کو بھی اُن سے ملنے سے منع کردیا۔ جب عنداللہ اُن کا قصور معاف ہوا اور آپؐ کے پاس وحی آئی تب آپؐ نے بھی اُن کا قصور معاف فرمایا۔ حدود شرعیہ کے قائم کرنے میں آپؐ کبھی کسی کی رعایت نہیں فرماتے۔ اِس معاملہ میں ادنیٰ اعلیٰ۔ امیر۔ غریب۔ مخلص غیر مخلص سب برابر تھے۔ آپؐ اپنے اصحاب کو نصیحت فرماتے کہ شیاطین اِنس سے بچنے کی یہ ترکیب ہے کہ اُن کی بُرائی کے بدلہ نیکی کرو۔ جہالت کے مقابلہ میں تحمل کرو۔ ظلم کے بدلہ عفو۔ قطع رحم کے بدلہ صلہ رحم۔ اور شیاطینِ جنّ سے محفوظ رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا سے اِستعاذہ کرو۔ امر بالمعروف میں کوتاہی۔ فرائض و واجبات میں تساہل اور نہی عن المنکر سے غفلت کو آپؐ سخت ناپسند فرماتے اور اُس کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔

مغازی و سرایا

ہجرت کے بعد کا تقریباً کل زمانہ آپؐ کا مغازی و سرایا کی تہذیب و ترتیب میں صرف ہوا اس واسطے یہ آپؐ کی سیرت کا بہت ہی مہتم بالشان حصّہ ہے۔ اور تمام مغازی کے وجوہ و اسباب اور تفصیل و نتیجہ اِسلامی تاریخ میں پُورا پُورا محفوظ ہے۔ لیکن چونکہ یہ خود ایک وسیع مضمون ہے لہذا یہ سیرت اس پر تفصیلاً بحث کی متحمل نہیں ہوسکتی تاہم اُس کو ذکر نہ کرنے سے سیرت کا مضمون بالکل ہی نامکمل رہ جائے گا۔ اِس لئے اختصار کے ساتھ اِس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

غزوہ بدر سے پہلے

سریہ حمزہؓ حضورؐ نے قتال کے اذن کے بعد رمضان کی ابتداء میں یعنی ہجرت کے چھ ماہ بعد ساتویں

ف۱ یعنی کعب بن مالک اور ہلال ابن امیۃ الواقفی اور مرارہ ابن الربیع العامری ۱۲ منہ

مہینہ پہلا پہلا عَلَم حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے لئے درست فرمایا۔ یہ عَلَم سفید تھا اور حضرت حمزہؓ کے ماتحت ابومرثد الغنوی عَلَم بردار تھے۔ اس عَلَم کے نیچے آپ نے مہاجرین میں سے تیس۳۰ حضرات کو قریش کی ایک جماعت کے مقابلہ میں بھیجا تھا جو شام سے لوٹی آرہی تھی۔ اور اُس میں تین۳۰۰ سو کفار قریش ابوجہل کے ماتحت شریک تھے۔ حضرت حمزہؓ سیف البحر تک پہنچے جو مقام عیص کے قریب ہے اور کفار بھی ملے۔ صفیں قتال کی درست ہوگئی تھیں۔ لیکن ایک شخص مجدی بن عمرو الجہنی نے جو فریقین کا حلیف تھا۔ بیچ میں پڑکر لڑائی موقوف کرادی۔

سریہ عبیدہؓ بن الحارث

اس کے بعد شوال میں ہجرت کے آٹھویں۸ مہینہ (۶۰) یا (۸۰) خاص مہاجر سواروں کو حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کے ماتحت حضورؐ نے رابغ بھیجا اُن کے لئے جو عَلَم تیار ہوا وہ بھی سفید تھا اور مسطح[1] بن اثاثہ عَلَم بردار تھے۔ یہ لوگ جب ثنیۃ مرۃ کے نیچے پہنچے تو وہاں دو۲۰۰ سو قریش ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ جمع تھے۔ کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ لیکن حضرت سعد ابن ابی وقاص نے کفار پر تیر پھینکا اور یہ پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھینکا گیا۔ دو مسلمان مقداد[2] بن عمرو البہرانی اور عتبہ[3] بن غزوان المازنی بھی کفار کے ساتھ تھے وہ اُسی روز بھاگ کر مسلمانوں سے آملے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان دونوں سریہ کے اولیت میں روایت مختلف ہے مگر غالباً سریہ حمزہؓ اور سریہ عبیدہؓ دونوں ایک وقت بھیجے گئے۔

---

[1] مسطح بکسر میم و سکون سین مہملہ و فتح طاء مہملہ و سکون حائے مہملہ ۱۲ منہ۔

[2] مقداد بن عمرو ابن اسحٰق نے اُن کی نسبت بہرانی لکھا ہے ابن اثیر بہرادی لکھتے ہیں بہراء بن عمرو کی طرف نسبت ہے انہی کو مقداد کندی بھی کہتے ہیں چونکہ بنی کندہ کے حلیف تھے اور انہی کو مقداد بن الاسود بھی کہتے ہیں اس لئے کہ کندہ سے بھاگ کر مکہ آئے تو اسود بن عبد یغوث نے ان کو متبنی کیا تھا۔ قدیم الاسلام ہیں ہجرت کرکے حبشہ گئے تھے وہاں سے آئے تو قریش نے روکا اور مدینہ نہ آنے دیا تھا اِس وقت مسلمانوں سے مل گئے ۱۲ منہ۔

[3] عتبہ بن غزوان یہ بہت قدیم الاسلام ہیں انھوں نے خود بصرہ میں خطبہ کے اندر بیان کیا کہ ہم ساتویں مسلمان ہیں چالیس۴۰ برس کی عمر تھی جب حبشہ گئے پھر مقداد کے ساتھ مدینہ آئے۔ انہیں نے بصرہ کو بصرہ بنایا اور بصرہ میں مسجد بنائی یہ پیچھے بصرہ کے امیر ہوگئے تھے ۱۲ منہ۔

سریۂ سعد بن ابی وقاصؓ

ہجرت کے نویں مہینے ذی قعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیسؔ سواروں کے ساتھ قریش کی ایک جماعت کو روکنے کے لئے حضورؐ نے خرّار بھیجا۔ اور کہہ دیا کہ خرّار کے آگے نہ جانا۔ اُن کے لئے بھی جو عَلم بنا وہ سفید تھا۔ اور مقدادؓ بن عمرو عَلم بردار تھے۔ یہ لوگ صرف رات کے وقت راستہ چلتے تھے۔ پانچویں دن صبح کے وقت خرّار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کی جماعت ایک روز پہلے جا چکی۔

غزوہ ودّان

جس کو غزوۃ الابواء بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے یعنی پہلی مرتبہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کی نیّت سے نکلے۔ ماہ صفر میں ہجرت کے بارھویں مہینے مدینہ پر حضرت سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنا کر آپؐ غزوہ کے لئے نکلے۔ عَلم سفید تھا۔ عَلم بردار حضرت حمزہؓ تھے۔ مقام ودّان تک قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کی غرض سے گئے مگر وہ لوگ نہ ملے۔ وہاں اُس وقت بنی ضمرہ کا سردار عمرو بن مخشی الضمیری تھا۔ اُس سے آپؐ نے تحریری مصالحت کی اور لوٹ آئے۔ مدینہ سے پندرہ ۱۵ راتیں آپؐ باہر رہے۔

غزوہ بواط

ماہ ربیع الاوّل میں ہجرت کے تیرھویں مہینے مدینہ پر حضرت سعد بن معاذؓ کو خلیفہ بنا کر دو ۲۰۰ سو اصحابؓ کے ساتھ پھر آپؐ غزوہ کے لئے نکلے۔ عَلم سفید تھا۔ عَلم بردار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت مقصود تھی جس میں امیہ بن خلف الجمحی ایک ۱۰۰ سو قریش اور دو ہزار پانچ سو ۲۵۰۰ اونٹ کے ساتھ تھا۔ آپؐ بواط تک گئے مگر دشمن نہ ملے اِس لئے لوٹ آئے۔ بواط شام کی راہ میں جحفہ کے قریب جبال جُھینہ میں ایک دو ۲ شاخہ پہاڑی ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس دفعہ مدینہ پر آپؐ نے سائب بن عثمان بن مظعونؓ کو خلیفہ بنایا تھا۔ واللہ اعلم۔

غزوہ سفوان

اِسی مہینہ میں آپؐ نے کرز بن جابر الفہری کا تعاقب کیا۔ اُس نے مدینہ کے ایک طرف ڈاکہ ڈالا تھا۔ مدینہ پر آپؐ نے زید بن حارثہؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ اور خود اُس کے تعاقب میں نکلے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں سفید عَلم تھا۔ وادیٔ سفوان تک آپؐ گئے جو بدر کے قریب ہی ہے مگر وہ نہ ملا تو لوٹ آئے۔ اِسی کو غزوۂ بدر اُولیٰ بھی کہتے ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوہ

ذی العشیرہ کے بعد ہوا۔

غزوۂ ذی العشیرہ

اس کے بعد ہجرت کے سولھویں مہینہ ماہ جمادی الآخر میں مدینہ پر ابو سلمہ رض بن عبد الاسد المخزومی کو خلیفہ بناکر ڈیڑھ سو یا دو سو مہاجرین کے ساتھ آپؐ پھر قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے لئے نکلے۔ لوا حضرت حمزہ رض کے ہاتھ میں تھا اور سفید تھا آپؐ کو خبر ملی کہ قریش کی ایک جماعت قریش کا مالِ تجارت لے کر شام جانے کے لئے مکہ سے روانہ ہو چکی ہے۔ اُسی کی تلاش میں آپؐ نکلے۔ ینبوع کے قریب ایک مقام تک تشریف لے گئے جس کا نام ذی العشیرہ یا ذی العشیر یا ذی العسیر بمہلہ ہے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کئی روز پہلے یہ جماعت یہاں سے آگے بڑھ گئی۔ یہی جماعت جب شام سے لوٹی تو پھر آپؐ مزاحمت کے لئے نکلے جو بدر کبریٰ واقع ہوا۔ اسی سفر میں آپؐ نے بنی مدلج اور اُن کے حلیف بنی ضمرہ سے مصالحت کی۔

سریہ عبداللہ بن جحش رض

ماہ رجب ۲ھ میں ہجرت کے سترھویں مہینے قریش کی نقل و حرکت کی تحقیق کے لئے حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن جحش رض کو بارہ آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور عبداللہ بن جحش رض کو امیر المومنین بنادیا۔ دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر تھے ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رض کے علاوہ آٹھ آدمی تھے۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ ابو حذیفہ بن عتبہ رض۔ عکاشہ[1] بن محصن رض۔ عتبہ بن غزوان رض۔ سعد بن ابی وقاص رض۔ عامر بن ربیعہ رض۔ واقد بن عبداللہ رض۔ خالد بن بکیر رض۔ سہیل بن بیضاء رض اس میں سب مہاجر تھے انصار میں سے کوئی نہ تھا۔

حضورؐ نے حضرت عبداللہ رض کو ایک بند خط دیا کہ دو دن کے سفر کے بعد اس خط کو پڑھو اور اس پر عمل کرو جب اُنھوں نے حسب ہدایت خط پڑھا تو اُس میں حکم تھا کہ نخلہ چلے جاؤ جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔ اور قریش کے قافلوں کی نقل و حرکت دیکھو اور اُن کی تحقیق کرکے ہمیں خبر دو۔ چونکہ یہ سخت خطرناک کام تھا اور دشمنوں کے عین مرکز میں جانا تھا۔ حضرت عبداللہ رض نے ساتھیوں سے کہا کہ سمعاً و

---

[1] عکاشہ بضم عین مہملہ وتخفیف۔ کاف اسد الغابہ میں ہے کہ کاف کی تخفیف اور تشدید دونوں جائز ہے بعدہٗ الف و شین معجمہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ کان من سادات الصحابۃ وفضلائھم ۱۲ منہ۔

طاعۃً ہم تو حسب الحکم جاتے ہیں مگر کسی پر جبر نہیں ہے جس کا دل چاہے چلے جو نہ جانا چاہے لوٹ جائے۔ سب جانے کے لئے مستعد ہوئے لیکن سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ ایک اُونٹ پر سوار تھے وہ اونٹ گم ہو گیا۔ یہ اُونٹ کی تلاش میں دُور تک حیران ہوئے۔ جب ملا تو یہ راستہ بھول گئے اِس میں کئی روز کی تاخیر ہو گئی اِس لئے رہ گئے۔ اور سب لوگ مع حضرت عبداللہ نخلہ پہنچے۔

جب یہ لوگ نخلہ پہنچے تو رجب کی آخری تاریخ تھی۔ شام کے وقت قریش کا ایک قافلہ آیا جس میں عمرو بن الحضرمی تھا۔ اور عبداللہ بن المغیرہ کے دو لڑکے عثمان اور نوفل اور بنی مغیرہ کا موالی حکم بن کیسان تھے۔ اور اُونٹوں پر کھجور اور مال تجارت تھا۔ اصحاب رسول اللہؐ نے مشورہ کیا کہ بڑی دقت ہے اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو مکہ میں جا کر یہ میری یہاں موجودگی کا شور مچائیں گے۔ اور اگر لڑتے ہیں تو آج رجب ہے شہر حرام کی حُرمت کے خلاف ہوگا۔ آخر رائے یہی قرار پائی کہ لڑ کر خطرہ کو دفع کر دیا جائے۔ ایک نے تیر مارا جس سے عمرو بن الحضرمی مر گیا۔ عثمان اور حکم کو انھوں نے گرفتار کر لیا۔ نوفل بھاگ گیا۔ اِس کے بعد اُونٹ اور اسباب لے کر یہ لوگ مدینہ لوٹ آئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خمس پیش کیا۔

رجب۔ ذی قعد۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ اِس چار مہینے کی حُرمت پر سب کا اتفاق تھا۔ اِن مہینوں میں لڑائی جائز نہ تھی اِس لئے حضورؐ کو بھی یہ بات پسند نہ آئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو لڑائی کی تو اجازت نہ تھی پھر کیوں لڑے۔ مُسلمانوں میں بھی یہ بات سخت ناگوار سمجھی گئی اور کُفّار نے تو شور مچا دیا کہ مسلمانوں نے شہور حرام کی حُرمت بھی توڑ دی۔ ہر طرف سے سوالات ہونے لگے کہ اِن مہینوں کے متعلق آخر اِسلام کا کیا حکم ہے؟ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصدٌّ عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل۔

بہر کیف عمرو بن الحضرمی پہلا کافر ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا[1]۔ اور یہ خمس اسلام کا پہلا

---

[1] اور واقد بن عبداللہ تمیمی پہلے قاتل ہیں کیونکہ انہی نے تیر مارا تھا جیسا کہ اسد الغابہ وغیرہ میں ہے ۱۲ منہ۔

خمس تھا۔ اور عثمان و حکم یہ دونوں اسلام کے پہلے قیدی تھے۔

غزوہ بدر القتال

اِس کے بعد رمضان شریف میں غزوہ بدر واقع ہوا۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں کُفار قریش کا مسلمانوں سے بڑا مقابلہ ہوا۔ اور عظیم الشان فتح حاصل ہونے کے بعد اسلام کی حالت میں بہت بڑا تغیر واقع ہو گیا۔ سورۃ انفال میں تفصیلاً اور دوسرے مقامات میں اجمالاً اللہ پاک نے اِس غزوہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس فتح کو مسلمانوں پر خدا کا احسان بتایا ہے۔ واقعہ یہ ہے۔

تیاری

قریش کا قافلہ جو شام گیا تھا۔ اور جس کی تلاش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تک گئے تھے۔ خبر ملی کہ وہ قافلہ شام سے لوٹتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قافلہ کے ساتھ ابو سفیان بن حرب۔ مخرمہ بن نوفل۔ عمرو بن العاص وغیرہ تیس۳۰ یا چالیس۴۰ آدمی ہیں اور قریش کا مال تجارت جو ان کے ساتھ ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ حضورؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپؐ نے اصحابؓ سے فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ ہے جنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے۔ اور تمہارے اموال پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے چلو شاید اللہ پاک اُس کا بدلہ تم کو دلا دے۔ او کما قال۔

روانگی

مسلمان بڑی عجلت کے ساتھ چل پڑے۔ جو جس حال میں تھا روانہ ہو گیا صرف تین۳ گھوڑے تھے۔ ایک زبیر بن العوامؓ کا۔ ایک حضرت مقداد بن الاسودؓ کا۔ ایک مرثد بن ابی مرثدؓ الغنوی کا۔ ستر۷۰ اُونٹ تھے ایک ایک اُونٹ پر کئی کئی آدمی سوار ہو گئے۔ اس طرح تین۳۰۰ سو سے کچھ زیادہ آدمی روانہ ہوئے کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی بڑی جنگ ہو گی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ پیر کے دن رمضان شریف کی آٹھ۸ تاریخ کو آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ نماز کے لئے حضرت ابن ام مکتومؓ کو امام مقرر کر دیا۔ جب روحاء میں پہنچے تو وہاں سے ابو لبابہ بن المنذرؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجدیا۔ لواء سفید حضرت مصعبؓ ابن عمیر کو ملا۔ دو۲ سیاہ رایۃ تھے ایک جس کا نام العقاب تھا وہ حضرت علیؓ کو۔ اور ایک انصار کا تھا وہ حضرت سعد بن معاذؓ کو ملا۔ اور ساق میں قیس بن صعصعہؓ مقرر کئے گئے۔

اسطرح منزل بمنزل جب مقام صفراء میں پہنچے تو وہاں سے بسبس بن عمرو الجہنی رضؓ اور عدی بن ابی الزغبا کو آپؐ نے بدر کی طرف بھیجا تاکہ قافلہ کا پتہ لگائیں کہ وہ کدھر ہے۔

ابوسفیان کا انتظام

قریش کے مخبر بھی لگے ہوئے تھے۔ جب آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ابوسفیان کو اس کی خبر مل گئی۔ اُس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کو اُجرت پر مقرر کر کے مکہ بھیجا کہ قریش کو خبر کر دے تاکہ وہ اپنا قافلہ بچائیں۔ اور خود راستہ بدل کر قافلہ کو دریا کی جانب سے لے کر روانہ ہوا۔

ضمضم جب مکہ میں پہنچا تو اُس وقت کے قاعدہ کے موافق بطن وادی میں اُونٹ پر کھڑا ہوا قمیض کو پھاڑ ڈالا اور چلایا کہ اے قریش جلدی کرو جلدی ابوسفیان کے ساتھ تمہارے اموال ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے راستہ روکا ہے اُمید نہیں کہ بچا سکو۔ جلدی کرو جلدی۔ الغوث الغوث۔

قریش کا جوش

جب مکہ میں یہ آواز پہنچی تو ہل چل مچ گئی۔ بطون مکہ میں سے سوائے بنی عدی کے سب نکل آئے۔ اشراف مکہ میں سے ایک ابولہب تو نہ آیا ورنہ سب کے سب نکل آئے۔ اور بڑی شان و شوکت سے زرہیں لے کر اور پوری طرح مسلح ہو کر نکلے۔ اور چونکہ ابھی نخلہ واقعہ تازہ تھا جس میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا تھا اور اُس کا سامان قافلہ مسلمان لے گئے تھے اس لئے جوش انتقام اُن میں بڑی شدت کا تھا۔

قریش کی خبر اور مشورہ

حضورؐ مقام صفراء[1] سے آگے بڑھ کر ایک وادی میں پہنچے جس کا نام ذفران[2] تھا۔ تو آپؐ کو خبر ملی کہ قریش پوری تیاری سے اپنے قافلہ اور مال کی حفاظت کے لئے آ رہے ہیں۔ اور مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔

چونکہ مسلمان کسی بڑی جنگ کی نیت سے نہ نکلے تھے۔ اور اچھی طرح مسلح بھی نہ تھے اس لئے حضورؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ اور دوسرے

---

[1] صُفراء بضم صاد و سکون فا ایک وادی کا نام ہے۔ قاموس ۱۲ منہ۔

[2] ذَفِران قاموس میں ہے۔ بفتح ذال معجمہ و کسر فا ایک وادی کا نام ہے جو وادیٔ صفراء کے قریب ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اصحابؓ نے مستعدی کا اظہار کیا۔ آپؐ نے پھر دریافت کیا تو پھر مہاجرین نے جنگ کی رائے دی۔ آپؐ نے پھر سہ بارہ رائے طلب کی۔ آپؐ کی غرض یہ تھی کہ انصار کی رائے معلوم ہو کیونکہ انصار نے عقبہ کی بیعت کے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے شہر میں آپؐ کی حفاظت کریں گے اور آپؐ کے دشمنوں سے لڑیں گے۔ لیکن یہ انصار کے وطن سے دُور اتفاقیہ جنگ کا موقع پیش آگیا تھا۔ اِس لئے دیکھنا تھا کہ وہ ساتھ دیں گے یا نہیں۔

سعد بن معاذؓ

حضورؐ کے بار بار دریافت کرنے سے انصار سمجھ گئے۔ سب سے پہلے انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اُٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ کی غرض یہ ہی کہ ہم لوگوں کی رائے دریافت کریں میں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ آپؐ ہم میں سے جس کی رسّی چاہیں کاٹ دیں اور جس کی چاہیں جوڑ دیں۔ آپؐ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دیں اور جو آپؐ لے لیں گے وہ ہمارے لئے اُس سے بہتر ہو گا جو آپؐ چھوڑ دیں گے۔ یا رسول اللہؐ آپ جو حکم کریں گے ہم لوگوں کی رائے اُس کے تابع ہو گی۔ یا رسول اللہؐ آپ جہاں جائیں گے ہم آپؐ کے ساتھ ہوں گے۔ یا رسول اللہؐ آپ ارشاد فرمائیں تو اس سمندر میں آپؐ کے ساتھ داخل ہونے کو تیار ہیں۔ یا رسول اللہؐ آپ جنگ کریں ہم میں کا ایک شخص بھی خلاف نہ کرے گا۔

حضرت مقدادؓ

حضرت مقدادؓ[1] نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنھوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا تھا اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ ہم آپؐ کے غلام ہیں اور آپؐ کے داہنے بائیں آگے پیچھے ہر طرف نثار ہونے کے لئے تیار ہیں۔

حضورؐ نے جب اپنے صحابہؓ کو اس طرح مستعد دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

ابوسفیان نکل گیا

اِدھر ابوسفیان جب ساحل پر پہنچ گیا۔ اور اُس کو اپنی حفاظت کا اطمینان ہو گیا تو اُس نے قریش کو لکھا کہ تم لوگ اپنے مال اور آدمی

[1] یعنی حضرت مقداد بن الاسودؓ ۱۲ منہ

کے بچانے کے لئے نکلے تھے۔ اب لوٹ آؤ ہم لوگ بچ گئے اور مال سلامت ہے۔

قریش کی رائے میں اختلاف

ابوسفیان کا خط قریش کو اُس وقت ملا جب وہ لوگ مقامِ جحفہ میں تھے۔ اور انھوں نے ارادہ کیا کہ لوٹ جائیں مگر ابوجہل نے قسم کھائی کہ ہم اِسی شان سے بدر تک جائیں گے۔ وہاں اونٹ ذبح کریں گے اور جس قدر عرب ہمارے پاس آئیں گے اُن کو کھلائیں گے تاکہ اس کے بعد عربوں اور تمام قبائل پر ہمارا رُعب چھا جائے۔

اخنس بن شریق نے لوٹنے کا مشورہ دیا مگر کسی نے نہ سُنا۔ البتہ بنی زہرہ کے تمام آدمی اخنس کے ساتھ لوٹ آئے۔ اِسی لئے کوئی زہری بدر میں شریک نہ ہوا۔

بنی ہاشم نے لوٹنا چاہا مگر اُن کو ابوجہل نے لوٹنے نہ دیا۔ البتہ طالب بن ابی طالب اور کچھ لوگ اُن کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے۔ باقی تمام قریش بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابوسفیان کی صحیح خبر مسلمانوں کو نہ ملی

حضورؐ نے بسبس[1] بن عمرو اور عدی بن ابی الزغبا کو بھیجا تھا کہ ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لائیں۔ یہ لوگ بدر میں ابوسفیان کے آنے سے قبل پہنچے بدر کے کوئیں کے پاس مجدی بن عمرو الجہنی[2] موجود تھا۔ اور دو عورتیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ یہاں کل پرسوں تک قافلہ پہنچ جائے گا تو ہم اُس میں کام کر کے تمہارا قرض ادا کر دیں گے۔ بسبس اور عدی نے یہ سُنا تو اپنے جانور کو پانی پلا کر فوراً وہاں سے لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔

لیکن اُن کے آنے کے بعد ابوسفیان خود قافلہ سے پہلے خبر لینے کے لئے بدر میں آیا اُس نے مجدی بن عمرو سے دریافت کیا۔ اور لید میں کھجور کی گٹھلیاں دیکھیں تو سمجھ گیا کہ یہاں مدینہ کے مخبر آئے

---

[1] بسبس ابن اسحاق نے ان کا نام اسی طرح بغیر ہا کے لکھا ہے لیکن صحیح مسلم کی روایت میں اس قصہ کا ذکر ہے اس میں ان کا نام بَسْبَسَہ ہے بروزن فَعْلَلَۃ کے بموحدتین مفتوحتین وسکون سین اوّل وفتح سین ثانی اور ابوداؤد کی روایت میں بُسَیْبَسَہ بتصغیر ہے۔ ابن حجر نے اصابہ میں ابن کلبی سے ایک شعر نقل کیا ہے اس میں بسبس بلا ہا ہے کہتے ہیں کہ اِس شعر میں یہی مراد ہیں یہ جُہنی تھے بنی جُہینہ سے ۱۲ منہ۔

[2] جُہنی حلیف بنی نجار ۱۲ منہ۔

تھے۔ اس لئے قافلہ کو ساحل کی طرف لے گیا اور سلامت چلا گیا۔ مسلمانوں کو اُس کے راستہ بدلنے کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

قریش کے پہنچنے کی خبر

حضورؐ ذفران سے روانہ ہوئے۔ اور جب مقام بدر کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے۔ شام کے وقت حضرت علیؓ بن ابی طالب زبیرؓ بن العوام سعد بن ابی وقاصؓ اور چند صحابہ کو بدر کی طرف بھیجا کہ خبر لائیں۔ اُن لوگوں نے قلیب بدر پر قریش کے دو غلام کو پایا۔ پکڑ کر لے آئے۔ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہؓ نے غلاموں سے دریافت کیا کہ تم کس کے ساتھ ہو۔ غلاموں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے ساتھ پانی بھرنے پر مقرر ہیں صحابہؓ تو دل سمجھتے تھے کہ ابو سفیان کا قافلہ ملے اس لئے اُن کو غلاموں کا یہ جواب پسند نہ ہوا۔ اور ان کو مارا غلاموں نے ڈر سے کہدیا کہ ہم ابو سفیان کے ساتھ ہیں۔ تب اُنھوں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اتنے میں حضورؐ نماز سے فارغ ہو گئے اور فرمایا کہ جب اُس نے سچ کہا تب تم نے اس کو مارا اور جب جھوٹ بولا تو چھوڑ دیا بخدا دونوں سچ بولے دونوں قریش کے ساتھ ہیں۔

اس کے بعد حضورؐ نے غلاموں سے دریافت کیا کہ قریش کہاں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ عدوۃ قصوی میں یعنی انتہائی کنارہ میں جو بڑا ٹیلہ ہے اُس کا نام عقنقل ہے۔ اُسی کے پیچھے مقیم ہیں۔ پوچھا کتنے ہیں؟ کہا بہت ہیں۔ پوچھا تعداد؟ کہا یہ ہمیں معلوم نہیں۔ پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں؟ کہا ایک روز نو ایک روز دس۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔ پوچھا شرفاء قریش میں سے کون کون ہے؟ اُس نے کہا عتبہ بن ربیعہ شیبہ ابن ربیعہ۔ ابو البختری بن ہشام حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ نضر بن الحارث۔ زمعہ بن الاسود۔ ابو جہل بن ہشام۔ امیہ بن خلف۔ نبیہ بن الحجاج۔ سہیل بن عمرو۔ عمرو بن عبدود۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر پاروں کو تمھاری طرف ڈال دیا ہے

مقامی حالات اور مسلمانوں کی مستعدی

قریش جس مقام میں ٹھہرے تھے اُس کے بعد ایک بڑا ٹیلہ تھا جس کا نام عقنقل تھا۔ اُس کے بعد نشیب نرم اور مٹی ملی ہوئی زمین تھی پھر ریت کا بڑا میدان تھا اور اس کنوئیں میں کئی کنوئیں تھے اُس میدان کے

عدوۃ الدنیا یعنی دوسرے کنارہ پر بلند زمین تھی اور ریتلی تھی۔ اور اس جگہ جو کنواں تھا اُس میں پانی بہت اور لطیف ... تھا۔ اُس جگہ ہر سال بازار لگا کرتا تھا۔ اور عرب جمع ہوا کرتے تھے۔ حضرت حُبابؓ بن المنذر بن الجموح اِس مقام کے حالات سے خوب واقف تھے۔

نوٹ:۔ قلیب عربی میں پُرانے کنوئیں کو کہتے ہیں۔ احادیث میں جو قلیب بدر کا ذکر آتا ہے اس سے یہی کنوئیں مُراد ہیں۔

خدا کی شان اُس روز پانی برس گیا۔ اور تمام ریتلی زمین سخت ہو گئی اور چلنا پھرنا آسان ہو گیا۔ لیکن قریش کی طرف زمین نشیب اور نرم تھی پانی جم کر کیچڑ ہو گیا اور اُن کو چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ حُبابؓ[1] بن المنذرؓ کے مشورہ سے مُسلمانوں نے آدھی رات کو بلند زمین کے کُنوئیں پر قبضہ کیا۔ اور وہاں ایک حوض بنا کر اُس کو پانی سے بھر دیا۔ اور اُس کے علاوہ جس قدر کنوئیں تھے اُن کے پانی کو خراب کر دیا۔

جنگ کی تمہید

جمعہ کا دن تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی ۱۷ر تاریخ کو بدر کی لڑائی ہوئی۔ جس وقت قریش عقنقل کے پیچھے سے اپنی شان و شوکت کے ساتھ نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے فخر اور اُن کی شان و شوکت کو دیکھا تو آپؐ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور نہایت عجز و انکسار سے خدائے ذوالجلال کے سامنے فتح و نصرت کی دُعا کی۔ پھر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ فتح نہ کثرت تعداد پر موقوف ہے نہ شان و شوکت اور کثرت آلات حرب پر۔ فتح کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ صبر و استقامت ہے۔ پھر صحابہؓ کو آپؐ نے صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔

جب دونوں طرف صفیں درست ہو گئیں تو قریش نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کرے۔ اُس نے گھوڑے پر مسلمانوں کے چاروں طرف ایک چکر لگایا اور آ کر بیان کیا کہ کم و بیش تین سو ہیں۔ مگر ذرا ٹھہرو میں دیکھ لوں کہیں اور چھپے ہوئے نہ ہوں۔ اِس کے بعد دُور تک

---

[1] حُبابؓ بجائے مہملہ بعدہٗ بائے موحدہ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا عمر پچاس سے زائد ہوئی تھی انصاری خزرجی السلمی تھے ۱۲ منہ۔

گیا اور واپس آکر بیان کیا کہ کچھ نہیں جو کچھ ہیں یہی ہیں۔

مگر اُس نے کہا کہ اے قریش مَیں ایک بات دیکھ کر آیا ہوں۔ تمہارے مقابل ایک ایسی قوم ہے جس کے پاس اُس کی تلوار کے سوا اور کوئی چیز پناہ کی نہیں ہے۔ اور خدا کی قسم اُن میں کا کوئی شخص نہیں مرے گا جب تک تمہارے ایک شخص کو نہ مار لے۔ پھر بتاؤ کہ اِس کے بعد تمہاری زندگی کیسی ہوگی۔ یہ حال ہے جو مَیں نے دیکھا اب تم جانو اور تمہاری رائے۔

حکیم بن حزام اور عتبہ

حکیم بن حزام نے جب یہ سُنا تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اے ابوالولید تم قریش کے سردار ہو۔ اور ہم سب میں بڑے ہو۔ کیا چاہتے ہو کہ تمہارا ذکر خیر کے ساتھ باقی رہے۔ کیا یہ کر سکتے ہو کہ اِس وقت اپنے حلیف عمرو بن الحضرمی کے خون کے مطالبہ سے باز آؤ اور اِس جنگ کو روک دو۔

عتبہ بن ربیعہ راضی ہو گیا اور اُس نے قریش کو مخاطب کر کے تقریر کی کہ یا معشر قریش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ لڑنے میں کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر تمہاری فتح ہو گئی تو کس کام کی۔ ہم میں سے ہر شخص دیکھے گا کہ کسی کے چچا کا لڑکا کسی کے ماموں کا لڑکا ہمارے ہی ہاتھوں سے مرا ہوا پڑا ہے۔ ایسی فتح کو کون پسند کرے گا اور کس کو خوشی ہوگی۔

ابوجہل کی شرارت

ابوجہل کو یہ خبر ملی تو بہت غصہ ہوا۔ عتبہ کو بُرا بھلا کہا۔ پھر عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بُلا کر کہا کہ دیکھو عین وقت پر جب کہ تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے تمہارا حلیف عتبہ کو ٹنا چاہتا ہے اٹھو اور اپنے بھائی کا ثار طلب کرو۔ اُس وقت عامر نے جیسا کہ اِن عربوں کا قاعدہ تھا سُرین کھول کر واعمراہ واعمراہ کی آواز لگائی جس سے نیا جوش پھیل گیا۔ اور حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ کی تمام کوششیں بیکار ہو گئیں۔

معرکہ جنگ

مسلمانوں نے قلیب بدر کے پاس ایک بلند مقام پر حضورؐ کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا تھا۔ جہاں سے پورا معرکہ جنگ نظر آتا تھا۔ اُس میں حضورؐ اور حضرت صدیقؓ تشریف رکھتے تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضؓ ننگی تلوار لئے ہوئے اُس کے سامنے پہرہ دیتے تھے اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے۔

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ سب سے پہلے اسود بن عبدالاسد نے مسلمانوں کے حوض پر حملہ کیا اور مارا گیا۔ پھر ولید بن عتبہ۔ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ صف سے نکلے اور مبازرت طلب کی۔ اِدھر سے حضرت علیؓ۔ حضرت حمزہؓ اور عبیدہ بن حارثؓ گئے۔ تینوں کافر مارے گئے۔ حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے پیر کٹ گیا۔ اور آخر فتح کے بعد لوٹتے وقت مقام صفراء میں انتقال ہو گیا۔

اِن کافروں کے مارے جانے کے بعد عام حملہ ہو گیا جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کی طرف پہلے مہجعؓ مولے عمر بن الخطابؓ ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ پھر حارثہ ابن سراقہ انصاریؓ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ ایک تیر لگا اور شہید ہوئے۔ حضرت عمیرؓ بن الحمامؓ نے ایک زور کا حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

حضورؐ کی دُعا

جنگِ مغلوبہ بڑے زوروں کی ہو رہی تھی۔ اور حضورؐ دُعا میں مشغول تھے استغراق کا یہ عالم تھا کہ چادر مبارک شانہ سے گر گئی اور آپؐ گریہ وزاری میں مشغول تھے حضرت صدیقؓ نے چادر شانہ پر درست کر دی۔ آپؐ نے اُسی عالم کیف میں ایک مٹھی سنگریزہ زمین سے اُٹھایا اور اُس پر شاہت الوجوہ پڑھ کر دم کیا اور قریش کی طرف پھینکا۔ کوئی کافر نہ بچا جس کے آنکھوں میں نہ پڑا ہو۔ کفار اپنی آنکھیں ملنے لگے اور مسلمان اُن کو قتل کرنے لگے۔ اِسی کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ یعنی جب تم نے (سنگریزہ) پھینکا تھا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تھا۔ الغرض تھوڑی دیر میں لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ مسلمانوں کی فتح نمایاں نظر آنے لگی بڑے بڑے صنادید عرب مارے گئے۔ آخر مسلمانوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں اور بہتوں کی مشکیں باندھ لیں پھر یہ حال ہوا کہ کفار بھاگنا چاہتے تھے اور پناہ نہ ملتی تھی۔

---

[۱] مہجعؓ الکی بکسر میم وسکون ہا بعدہ جیم مفتوحہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ بدر میں سب سے پہلے یہ شہید ہوئے ۱۲ منہ۔

[۲] عمیر بتصغیر بن الحمام بضم حائے حطہ وتخفیف میم ابن الجموح ابن زید السلمی ابن اسحاق نے اُن کی شہادت اور جوش کا ایک مؤثر قصہ لکھا ہے ۱۲ منہ۔

اُمیہ بن خلف

مکہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کی اُمیہ بن خلف سے دوستی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن جارہے تھے اُمیہ کی نظر پڑ گئی بُلایا اور مدد چاہی اُن کے ہاتھ میں زرہ تھی یہ دیکھنے لگے اُس نے اُمید دلائی کہ ہمیں بچاؤ زرہ کیا چیز ہے اُنھوں نے زرہ وہیں ڈال دی اور اُمیہ بن خلف اور اُس کے لڑکے علی بن اُمیہ کا ہاتھ پکڑا اور لے چلے۔ یہ اُمیہ وہی شخص تھا جو حضرت بلال رضؓ کو رمضاء مکہ میں لے جاتا اور گرم تپتے ہوئے ریت پر اُن کو چت لٹاتا۔ سینہ پر بھاری پتھر رکھتا اور کہتا کہ اِس کو اسی طرح دھوپ میں پڑا رہنے دو جب تک دین اسلام ترک نہ کرے یا مر نہ جائے حضرت بلال رضؓ دھوپ اور پیاس میں تڑپتے اور اَحد اَحد کہتے اِس وقت جب یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے ساتھ تھا حضرت بلال رضؓ کی نظر پڑ گئی چلا اُٹھے کہ اللہ اکبر یہ تو راس الکفر امیہ ابن خلف ہے۔ لوگ جمع ہوگئے عبدالرحمٰن رضؓ نے کہا کہ بلال رضؓ یہ میرا قیدی ہے۔ حضرت بلال رضؓ نے کہا اللہ اکبر یہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن رضؓ اُس کو بچانے لگے بلال رضؓ نے انصار کو آواز دی کہ یہ راس الکفر اُمیہ بن خلف ہے اگر یہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہے۔ لوگوں نے اُس کو مارنا شروع کیا حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بچانے لگے حتی کہ ایک مارا گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے دوسرے کو کہا کہ زمین پر جُھک جاؤ جُھک گیا تو عبدالرحمٰن رضؓ اُس کے اُوپر جُھک گئے اور اُس کو اپنے نیچے لے لیا اور حضرت بلال رضؓ کہہ رہے تھے لا نجوت ان نجی آخر انصار نے بغل سے تلوار بھونک کر اُس کو قتل کر دیا۔

عُکاشہ بن محصن رضؓ

مستند روایتوں سے ثابت ہے کہ اُسی روز عُکاشہ بن محصن رضؓ کی تلوار ٹوٹ گئی حضورؐ نے اُن کو ایک شاخ درخت کی دی کہ اِس سے لڑو۔ اُنھوں نے اُس کو لے کر حرکت دی تو اُن کے ہاتھ میں وہ نہایت نفیس تلوار ہوگئی۔ اِس سے وہ غزوات میں برابر لڑا کرتے تھے حتی کہ حضرت صدیق رضؓ کے ایام خلافت میں شہید ہوئے۔

حضورؐ کا اِعلان

حضورؐ نے اعلان کر دیا کہ بنی ہاشم خوشی سے لڑنے نہیں آئے ہیں اُن کو قتل نہ کیا جائے۔ عباس بن عبدالمطلب کو کوئی قتل نہ کرے۔ ابوالبختری بن ہشام کو کوئی قتل نہ کرے۔ اِس اعلان کی ضرورت ظاہر ہے۔ بنی ہاشم گو مسلمان نہ ہوئے تھے مگر اسلام کے لئے

شروع سے انھوں نے تکلیفیں برداشت کیں۔ حضرت عباسؓ ہمیشہ رسول اللہؐ کے معاون رہے حتیٰ کہ عقبۂ اخیرہ میں جب انصار مدینہ نے رسول اللہؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو حضرت عباسؓ نے باوجود مسلمان نہ ہونے کے اُن سے کہا کہ خوب سمجھ کر دعوت دو یہاں وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں میں ہیں ہزار دشمنی سہی مگر کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُن کے خلاف ہاتھ اُٹھائے۔ مدینہ میں وہ محض تم لوگوں کی ذمہ داری پر ہوں گے۔ لیکن بعض روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ پوشیدہ مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکہ میں مقیم تھے۔ اور وہاں کی خبر حضورؐ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے علانیہ مسلمان ہو گئے۔ اور ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ ابو البختری سے مسلمانوں کی مخالفت کے متعلق کبھی کچھ سُنا نہیں گیا تھا بلکہ جب بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے تو اُنھوں نے بعض مرتبہ اُن کو کھانا پہنچانے میں مدد دی تھی۔ قریش کے اِس صحیفہ کو جس کی وجہ سے بنی ہاشم اور ابو طالب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برسوں شعب میں محصور رہے باطل کرنے کی بعض لوگوں نے کوشش کی تو اُس کوشش کرنے والوں میں ایک یہ بھی تھے۔

ابو البختری مارا گیا

لیکن باوجود اس اعلان کے ابو البختری مارا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ مجذر[۱] ابن زیاد البلوی کا ابو البختری سے سامنا ہو گیا مجذرؓ نے کہا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہؐ نے تم کو قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ابو البختری کے ساتھ اس کا ردیف تھا جو مکہ سے ساتھ آیا تھا اُس کا نام جنادہ بن ملیحہ بنت زہیر بن الحارث تھا۔ اُس نے پوچھا کہ میرے ردیف کا کیا ہوگا۔ مجذرؓ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تمہارے قتل سے منع کیا ہے تمہارے ساتھی کو ہم نہیں چھوڑ سکتے ابو البختری نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا آخر لڑائی ہوئی اور مارا گیا۔

۱؎ مجذر بذال معجمہ ان کا لقب تھا۔ اِس کے معنی ہیں الغلیظ الضخم۔ نام عبد اللہ تھا۔ اِس قصہ کو ابن اسحٰق نے نقل کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ زہری سے نقل کرتے ہیں کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ ابو البختری کو ابو الیسرؓ نے قتل کیا ہے لیکن ہم اور بڑی روایتیں یہی ہیں کہ مجذرؓ نے قتل کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ زبیر بن بکار اور واقدی کا بھی جزماً یہی بیان ہے۔ حاکم نے بھی یہی روایت کی ہے سب کہتے ہیں کہ مجذر ہی نے قتل کیا ۱۲ منہ۔

ابوجہل

حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی ابوجہل کی خبر لائے۔ تھوڑے دیر میں حضورؐ کے پاس اُس کا سر آیا اور خبر دی گئی کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ آپؐ نے کہا اللہ الذی لا الٰہ الا ھو تین مرتبہ پھر کہا اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہٗ و ھزم الاحزاب وحدہٗ۔ اس کے بعد فرمایا کہ ذرا اُس کا سر ہمیں دکھاؤ۔ جب آپؐ نے دیکھا تو فرمایا ھٰذا فرعون ھٰذہ الامۃ۔

کُفّار کی نعشوں سے خطاب

جب لڑائی ختم ہوئی تو آپؐ کُفّار کی نعشوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیسے بُرے رشتہ دار اپنے نبی کے تم لوگ تھے۔ تم نے ہمیں جھٹلایا دوسروں نے تصدیق کی۔ تم نے ہمیں ذلیل کیا دوسروں نے مدد دی۔ تم لوگوں نے ہم کو ہمارے گھر اور وطن سے نکال دیا دوسروں نے پناہ دی۔

پھر آپؐ نے حکم دیا کہ یہ سب لاشیں ایک کنوئیں میں ڈال دی جائیں۔ جب سب نعشیں ڈال دی گئیں تو پھر آپؐ اُس کنوئیں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے عتبہ بن ربیعہ۔ اے شیبہ بن ربیعہ اے فلاں اے فلاں کیا تم نے اپنے رب کے قول کو سچّا پایا۔ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو ٹھیک سچ پایا۔

مُراجعت

اس کے بعد تین روز تک حضورؐ یہاں مقیم رہے۔ پھر اموالِ غنیمت اور سب قیدیوں کو لے کر روانہ ہوئے جب مقام صُفرا میں پہنچے تو اموالِ غنیمت کو وہیں تقسیم کیا۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کا اختیار سورۂ انفال میں نازل ہوا تھا۔ وہیں نضر بن الحارث بن کلدہ کو قتل کیا۔ پھر جب عرق الظبیۃ میں پہنچے تو وہاں عقبہ ابن ابی معیط کو قتل کیا۔ اس کے مظفر و منصور مدینہ میں داخل ہوئے ہر جگہ مُسلمانوں کا رُعب چھا گیا۔ اطراف کے دشمن ڈرنے لگے۔ مدینہ کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ عبداللہ بن اُبَی منافق اور اُس کے ساتھیوں نے بھی اُنہی ایّام میں بظاہر اسلام قبول کیا۔

اصحابِ بدر اور شہداء

کُل تین سو سے کچھ زیادہ مسلمان غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جس میں (۸۶) مہاجر تھے (۶۱) اَوس کے لوگ اور (۱۷۰) خزرج کے آدمی تھے۔ اُن میں (۲۲) شہید ہوئے (۱۴) مہاجر (۶) خزرج اور (۲) اَوس کے آدمی کُفّار کے (۷۰) قتل ہوئے۔ اور (۷۰) قید۔ اُن قیدیوں میں (۳) بنی ہاشم تھے۔ عبّاس۔ عقیل اور نوفل بن الحارث۔ اصحابِ بدر کی اِس تعداد میں وہ لوگ داخل ہیں جو

جنگ میں شریک نہ ہوئے مگر غزوہ کا ثواب اور غنیمت میں اُن کو حصہ ملا۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ کچھ اُوپر ساٹھ مہاجرین اور دو سو چالیس سے کچھ زیادہ انصار تھے مگر اصحاب بدر کو نام بنام شمار کرنے سے وہ تعداد حاصل ہوتی ہے جو اُوپر لکھی گئی۔

عثمان بن عفان رضؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ رضؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بدمزہ تھیں۔ اِس لئے حضرت عثمان رضؓ اور حضرت اُسامہ بن زید رضؓ کو حضورؐ نے اُن کی نگرانی کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا اور یہ دونوں حضرات اِسی لئے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ جب یہاں فتح ہوئی تو حضورؐ نے زید بن حارثہ رضؓ کو فتح کی بشارت دینے کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ حضرت اُسامہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زید رضؓ اُس وقت آئے جب حضرت رقیہ رضؓ کا انتقال ہو گیا تھا اور ہم لوگ دفن سے اُسی وقت فارغ ہوئے تھے۔ حضرت اُسامہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہم جب والد کے پاس گئے تو لوگ اُن کو گھیرے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابو جہل زمعہ بن الاسود ابوالبختری اُمیہ بن خلف نبیہ بن الحجاج منبہ بن الحجاج سب قتل کئے گئے ہم نے پوچھا کہ والد کیا واقعی یہ سچ ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ ہاں بیٹا سچ ہے۔

ابوالعاص بن الربیع رضؓ

قیدیوں میں رسول اللہؐ کے داماد یعنی حضرت زینب رضؓ کے شوہر بھی تھے یہ ابوالعاص ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے۔ اور ہالہ حضرت خدیجہ رضؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اِس لئے حضرت خدیجہ رضؓ نے رسول اللہؐ سے مشورہ لے کر اپنی لڑکی زینب رضؓ بنت رسول اللہؐ کا نبوت سے پہلے اُن کے ساتھ عقد کر دیا تھا اور بیٹے کی طرح اُن کے ساتھ محبت کرتی تھیں۔ بعثت کے بعد حضرت خدیجہ رضؓ اور زینب رضؓ مسلمان ہو گئیں لیکن ابوالعاص مسلمان نہ ہوئے۔ اختلافِ دین کی وجہ سے اُن میں جُدائی کرانی لازم تھی لیکن مکہ میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ نہ تھا جُدائی نہ ہو سکی قریش نے جب حضورؐ کی مخالفت شروع کی تو اُن سے کہا کہ تم قریش کی جس لڑکی کو چاہو اُس سے تمہارا عقد کر دیا جائے مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی کو چھوڑ دو۔ اُنھوں نے انکار کیا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے اہل کو بلا وجہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ابو لہب کے لڑکوں نے قریش کے اِسی طرح کہنے پر چھوڑ دیا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

اُن کی اِس ہمت کی تعریف کیا کرتے تھے۔

یہ بدر میں قید ہو کر آئے۔ اور زینبؓ مکہ میں تھیں۔ تو جب دوسرے قیدیوں کے ورثا نے اپنے آدمیوں کو چھڑانے کے لئے مکہ سے فدیہ بھیجا تو حضرت زینبؓ نے بھی اُن کے چھڑانے کے لئے فدیہ روانہ کیا۔ اس فدیہ میں حضرت زینبؓ نے مال کے ساتھ اپنا ایک ہار بھی بھیجا تھا یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اُن کے عقد کے وقت اُن کو پہنا کر رخصت کیا تھا اُس ہار کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت رقت طاری ہوئی اور آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ پسند کرو تو زینبؓ کے قیدی کو چھوڑ دو اور اُس کا مال بھی واپس کر دو۔ سب صحابہؓ راضی ہوئے اور یہ چھوڑ دیئے گئے۔

اُن سے اور حضورؐ سے جو گفتگو ہوئی اُس کا کسی کو علم نہ ہوا۔ مگر واقعہ بدر کے ایک مہینہ بعد حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ تم بطن یاجج[1] میں جاؤ وہاں زینبؓ آئیں گی اُن کو ساتھ لے آؤ۔ چنانچہ یہ لوگ روانہ ہو گئے۔ ابو العاص جب مکہ گئے تو حضرت زینبؓ سے کہا کہ تم اپنے والد کے پاس مدینہ جاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی جب فارغ ہوئیں تو ابو العاص کے بھائی کنانہ بن الربیع ایک اُونٹ لے کر آئے اور اُن کو لے کر روانہ ہوئے۔

جب قریش کو خبر ہوئی کہ زینبؓ اپنے باپ کے پاس جا رہی ہیں تو چند شخصوں نے تعاقب کیا سب سے آگے ھبار بن الاسود تھا اُس نے ایک تیر مارا جو حضرت زینبؓ کے ہودج سے آکر لگا۔ حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اُس صدمہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے اپنا تیر کمان اُٹھایا اور کہا کہ خبردار اگر کوئی آگے بڑھا تو میں مار ڈالوں گا۔ اتنے میں ابو سفیان آگیا اُس نے قریش کے لوگوں کو علیٰحدہ کیا۔ اور کنانہ کو سمجھایا کہ ابھی بدر کا واقعہ تازہ ہے اور تم اِن کو اس طرح علانیہ لے جاتے ہو یہ کیا عقلمندی

---

[1] یاجج پہلا جیم ہے اور دوسرا حاء ہے مکہ کے قریب ایک موضع ہے جیسا کہ مغنی میں ہے۔ اور ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ بطن یاجج مهموز ہے بکسر جیم اوّل مکہ سے تین میل پر ہے اور عبداللہ بن زبیرؓ کی منزل تھی اور قاموس میں ہے یاجج کیمنع وینصر ویضرب موضع بمکہ مغنی میں دوسرے کے حاء ہونے کی تصریح ہی اُس کی وجہ نہیں معلوم ہوئی صحیح یہ ہے کہ دونوں جیم ہیں یا شاید دو مقام ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ہے۔ ہم کو محمدؐ کی لڑکی کے روکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے مگر تم اس طرح نہ لے جاؤ ابھی واپس چلو کسی روز پوشیدہ لیجائیو۔ کنانہ نے مان لیا چند روز کے بعد شب کے وقت زید بن حارثہؓ تک پہنچا دیا۔ اس طرح حضرت زینبؓ مدینہ چلی گئیں اور ابو العاص سے جدائی ہوگئی۔ چھ برس کے بعد ابو العاص[1] ایمان لائے اور پہلے ہی نکاح پر ان دونوں کے تعلقات پھر قائم ہوگئے۔

ایک جماعت جو مقتول ہوئی ہجرت نہ کرنیسے

حضورؐ جب مکہ میں تھے تو حارث بن زمعہ بن الاسود ابو قیس بن الفاکہ بن المغیرہ۔ ابو قیس ابن الولید بن المغیرہ۔ علی بن امیہ بن خلف۔ عاص بن منبہ بن الحجاج ایمان اور اسلام قبول کر چکے تھے لیکن جب حضورؐ نے ہجرت کی تو ان لوگوں کو ان کے آبا۔ اور قبائل نے روک لیا۔ یہ اپنے لوگوں کے مطیع رہے حتیٰ کہ بدر میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل لڑنے آئے۔ اور آخر یہ سب مارے گئے۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ انہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین توفاھم الملائکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا۔

حضورؐ نے منع فرمایا کہ مسلمان ہجرت کی استطاعت ہونے پر کفار کے ساتھ نہ رہیں۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ میں اس سے بری ہوں جو مسلمان ہو کر کافروں کے درمیان مقیم رہے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ جو کافروں کے ساتھ سکونت اختیار کرے وہ انہی کے مثل ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ عنقریب ہجرت پر ہجرت ہوگی تو زمین کا بہترین شخص وہ ہوگا جو حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کی جگہ کو اختیار کرے۔ دوسری جگہ اشرار رہ جائیں گے جن کا حشر بندروں اور خنزیروں کے ساتھ ہوگا۔

قیدیوں سے سلوک

حضورؐ قیدیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ بدر کے قیدیوں کو صحابہ نے سختی سے باندھا تھا۔ وہ لوگ بے چین تھے۔ رونے کی آواز سن کر حضورؐ تمام رات

---

[1] ابو العاص کے اسلام قبول کرنے کا حال آگے مذکور ہے ۱۲ منہ۔

سوئے نہیں۔ صحابہؓ کو معلوم ہوا تو بعض صحابہؓ نے حضرت عباسؓ کی بندش ڈھیلی کردی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب قیدیوں کی بندش ڈھیلی کردو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ ایک خاندان کے کئی شخص گرفتار ہوں تو اُن میں تفریق ناپسند فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جو شخص لڑکوں کو قید میں اُن کی ماں سے جُدا کرے خداوند کریم قیامت کے روز اُس کو اُس کے احباب سے جُدا کرے گا۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ قیدیوں کے ساتھ مختلف حالتوں میں جیسی مصلحت ہوتی ویسا سلوک کرتے۔ اسلام کے ساتھ جس کی دشمنی شدید ہوتی اُس کو قتل کرتے۔ بعض کے فدیہ میں مال لے کر اُس کو چھوڑ دیتے اور وہ مال عام اسلامی ضرورتوں میں صرف ہوتا اور مسلمانوں کے کام آتا۔ کسی کو مسلمان قیدی کے بدلے میں چھوڑتے۔ کسی کو یونہی بلا کسی بدلہ کے چھوڑ دیتے۔

ثمامہ ابن اثال حنفی یمامہ کے رئیس تھے قید ہو کر آئے۔ صحابہؓ نے اُن کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا۔ حضورؐ نے پوچھا ثمامہ کیا حال ہے اُنھوں نے کہا کہ اگر قتل کیجئے تو بدلہ ہوگا۔ معاف کیجئے تو مشکور ہوں گا۔ اور فدیہ لیجئے تو مال حاضر کروں۔ اُن کو حضورؐ نے تیسرے روز بلا فدیہ چھوڑ دیا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور بڑے ثابت قدم رہے۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو ایک لونڈی کسی غزوہ میں ملی تھی اُن سے مانگ کر مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں مکہ بھیجا۔ جویریہ بنت الحارث سے آپ نے عقد کیا تو بنی المصطلق کے ایک سَو قیدی کو اُس رشتہ کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ صلح حدیبیہ میں سَتر آدمی قید ہوئے اُن کو بلا کسی معاوضہ یا شرط کے چھوڑ دیا۔

بدر کے قیدیوں کے ساتھ بھی مختلف برتاؤ ہوا۔ عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث خدا و رسول کی دشمنی میں سخت تھے اُن کو قتل کردیا۔ اوروں سے فدیہ لے کر چھوڑا۔ جن لوگوں کے پاس مال نہ تھا اُن سے کہا کہ انصار کے لڑکوں کو لکھنا سکھا دیں یہی اُن کا فدیہ ہوا۔ کچھ لوگوں کو بلا فدیہ اور بدلہ کے چھوڑ دیا۔

غزواتِ بدر و اُحد کے درمیان

غزوہ بنی سلیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر سے مدینہ واپس آئے تو اس کے سات روز بعد مدینہ میں سباع بن عرفطہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر بنی سلیم کی جنگ کو تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا تھا کہ وہ لوگ جمع ہوئے ہیں۔ آپ ماء الکدر تک گئے لیکن وہ لوگ نہ ملے تین روز آپ وہاں مقیم رہے پھر مدینہ لوٹ آئے

غزوہ سویق

بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا۔ مشرکین قریش جب بدر سے تباہ حال لوٹے تو اُن کو دیکھ کر ابو سفیان نے قسم کھائی کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہ کرلوں گا سر سے پانی نہ چھلاؤں گا۔ آخر دو سو آدمیوں کو لیکر پوشیدہ مدینہ آیا۔ رات کے وقت سلام بن مشکم کے یہاں ٹھیرا صبح کو مدینہ کے کنارہ مقام عریض میں کچھ درخت کاٹ دیئے اور ایک انصاری پانی پٹا رہے تھے اُن کو قتل کر دیا اور بھاگا۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے مگر نہ ملا۔

کفار بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کے خیال سے بہت سا ستو پھینکتے گئے تھے جو صحابہؓ کو ملا اور اسی لئے اِس غزوہ کا نام غزوہ سویق ہو گیا

غزوہ بنی غطفان

جس کو غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں غزوۃ السویق کے بعد ہوا۔ غزوۃ السویق سے لوٹ کر حضورؐ ذی الحجہ کا پورا مہینہ مدینہ میں رہے پھر بنی غطفان سے مقابلہ کی نیت سے نجد تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ صفر کا پورا مہینہ آپ وہاں رہے۔ لیکن کوئی لڑائی نہ ہوئی لوٹ آئے۔

غزوہ بُحران

ربیع الاول آپ مدینہ میں رہے۔ پھر ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر قریش کے مقابلہ کی نیت سے نکلے۔ بُحران تک تشریف لے گئے۔ ربیع الآخر اور جمادی الاول وہیں رہے جنگ نہ ہوئی لوٹ آئے۔

نوٹ۔ بُحران بائے موحدہ اور حائے مہملہ سے حجاز کا ایک معدن ہے اور مشہور مقام فرع کے قریب ہے

عبداللہ بن جحش رضؓ کے سریہ میں بھی اِس مقام کا ذکر ہے۔ اور بعض رواۃ کی نسبت نجرانی اسی مقام کی طرف ہے۔ نجران نون اور جیم سے ایک دوسرا مقام ہے جہاں کے نصاریٰ ابتدائے اسلام میں مکہ ... آئے تھے۔ ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ وہ حجاز شام اور یمن کی سرحد پر ہے۔ لیکن کنز العلوم واللغہ جو فی الحال مصر میں چھپی ہے اُس میں ہے کہ نجران یمن میں ہے واللہ اعلم۔

غزوۂ بنی قینقاع

اس کے بعد غزوۂ بنی قینقاع ہوا جس کا ذکر یہود کے حال میں ہو چکا ہے۔

قتل کعب بن اشرف

کعب بن اشرف یہودی تھا اور حضورؐ کو سخت تکلیف دیتا تھا حضورؐ کے ہجو میں اشعار لکھتا۔ اور صحابہؓ کی عورتوں کو اشعار میں بُرا بھلا کہتا بدر کے بعد مکہ جاکر قریش کے سامنے اشعار پڑھے جس میں اُن کو خوب بھڑکایا قبائل میں جاکر اُن کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا۔ اس لئے حضورؐ کی مرضی پاکر محمد بن سلمہؓ۔ عباد بن بشرؓ۔ حارث بن اوسؓ۔ ابو عبیسؓ بن جبر اور ابو نائلہ سلکان بن سلامہؓ۔ اُس کے قتل کے لئے مستعد ہوئے۔ حضورؐ نے اُن لوگوں کو اجازت دی۔ اور یہ بھی اجازت دی کہ اگر ضرورت ہو تو مخادعت کی گفتگو کر سکتے ہیں۔

جب یہ لوگ چلے تو حضورؐ خود بقیع الغرقد تک اُن کے ساتھ گئے اور رخصت کیا ابو نائلہ کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو پہلے ابو نائلہ تنہا گئے۔ آواز دی وہ آیا تو اُنھوں نے ظاہر کیا کہ ہم لوگ رسول اللہؐ سے منحرف ہو گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خراب اور ذلیل ہوں۔ وہ بہت خوش ہوا۔ پھر اُنھوں نے اِسلام کی وجہ سے اپنی پریشانی کا حال بیان کیا اور خواہش ظاہر کی کہ تم ہمارے ساتھیوں کا سامانِ حرب رہن رکھو اور خوراک کی چیزوں سے امداد کرو وہ فوراً راضی ہو گیا۔ اِس طرح ابو نائلہؓ اِس کے مکان تک اپنے ساتھیوں کو مسلح لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

جب اس طرح یہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور کعب نیچے آیا تو ابو نائلہؓ نے پکڑ لیا اور دوسرے لوگوں نے

لہ ابو عبیسؓ بن جبر الاوسی ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اور حبیش بن حذافہؓ کے درمیان مواخات کرایا تھا ۱۲ منہ

قتل کیا اور اس کا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آخر رات تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ لوگ پہنچے۔ حارث ابن اوس کو اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخم آگیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگادیا فوراً اچھا ہو گیا۔

رات ہی کے وقت یہودیوں میں ہل چل مچ گئی صبح کے وقت کچھ یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اس طرح کے قتل پر پریشانی کا اظہار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب کے اشعار۔ گفتگو۔ اور طرز عمل سے تم لوگ واقف ہو تم لوگ اگر اپنے معاہدہ پر قائم رہو تو تم سے ہم کو کوئی خصومت نہیں ہے اس کے بعد پھر معاہدہ کی تجدید ہوئی۔

غزوہ اُحد

غزوہ بدر میں بڑے بڑے اشرافِ قریش قتل ہوئے تھے اور جو صدمہ قریش کو بدر میں پہنچا تھا غالباً ایسا صدمہ اُن کو پہلے کبھی نہیں پہنچا تھا۔ اب اُن میں سب سے بڑا سردار ابو سفیان تھا۔ اُس نے مدینہ پر حملہ کیا جیسا کہ غزوۂ سویق میں معلوم ہو چکا ہے اور اُس کو پھر ناکامی ہوئی۔ اِس لئے اب اُس نے پھر مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی پوری کوشش شروع کر دی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ کنانہ اور تہامہ کے قبائل نے قریش کا ساتھ دیا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان ابن اُمیہ اور دوسرے معززین نے مال جمع کرنے کا انتظام کیا۔ اِس طرح ابو سفیان قریش۔ اُن کے حلفاء۔ اور احابش کو بلا کر تقریباً تین ہزار آدمیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور جب یہ لوگ روانہ ہوئے تو اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ اُن کی حمایت اور غیرت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے الغرض قریش اِسطرح پورے سازو سامان سے آئے۔ اور جبلِ اُحد کے قریب مقام عینین میں آکر ٹھہرے۔

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ جو عورتیں قریش کے ساتھ آئی تھیں اُن میں یہ بھی تھیں۔ ابو سفیان کے ساتھ ہند بنت عتبہ۔ عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ ام حکیم بنت الحارث۔ حارث اور ابن ہشام کے ساتھ فاطمہ بنت الولید۔ صفوان ابن امیہ کے ساتھ برزہ بنت مسعود۔ ابن ہشام اِس کا نام۔ رقیہ بنت مسعود لکھتے

ہیں یعنی عبداللہ بن صفوان کی ماں۔ عمرو بن العاص کے ساتھ ریطہ بنت منبہ۔ یہی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے ساتھ سلافہ بنت سعد۔ خناس بن مالک کے ساتھ ابی برزہ بن عمیر اور اُس کی ماں۔ اور یہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی بھی ماں تھیں۔ اور عمر بنت علقمہ جو بنی الحارث ابن عبد مناة کی ایک عورت تھی۔

جب مدینہ میں قریش کی خبر پہنچی تو حضورؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ حضورؐ کی رائے یہ تھی کہ ہم لوگ مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ کفار شہر پر حملہ کریں تو شہر ہی میں مرد سامنے مقابلہ کریں اور عورتیں مکانوں کے اوپر سے پتھر پھینک کر کفار کو پریشان کر دیں۔ یہی رائے عبداللہ بن اُبی کی بھی تھی۔ اور کفار کی کثرت تعداد کی وجہ سے یہی رائے مناسب تھی۔ مگر بہت سے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اس رائے کے خلاف ہو گئے۔ خصوصاً جو حضرات غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اُن کو بہت جوش تھا اور کہنے لگے کہ ہم نکل کر مقابلہ کریں گے۔ شہر میں بیٹھ رہنا بزدلی کی علامت ہو گی۔ اور آخر حضورؐ بادلِ ناخواستہ مکان میں تشریف لے گئے اور مسلح ہو کر نکلے تو مخلص اصحاب رضی اللہ عنہم کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے بیجا اصرار کیا ہے۔ آپؐ کے نزدیک اگر نکلنا مناسب نہیں ہے تو یہیں ٹھہریئے اور جسطرح مناسب ہو کیجیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نبی جب سلاح پہن لے تو جائز نہیں ہے کہ دشمن سے فیصلہ کئے بغیر سلاح اُتارے۔

الغرض ۳ھ کے شوال میں جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے بعد ایک انصاری کے جنازہ کی نماز پڑھ کر حضورؐ ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اور مدینہ میں امامت کے لئے حضرت ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا۔ جب حضورؐ شوط میں پہنچے جو اُحد اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے تو وہاں عبداللہ بن اُبی تین سو منافقوں کے ساتھ جدا ہو گیا۔ اور کہا کہ جب تم میری نہیں سُنتے اور دوسروں کے کہنے پر عمل کرتے ہو تو ہم اپنی گردنیں کیوں کٹوائیں۔ عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ نے اُن کو سمجھا کر روکنے کی کوشش کی مگر بدنصیب نہ مانے اور علیحدہ ہو گئے۔ اس کے بعد راستہ میں بعض دوسرے منافقین نے بھی کچھ شرارتیں کیں۔ مگر بہر کیف آپؐ اُحد پہنچے۔ اور وادی کے کنارہ اِس طرح

ٹھہرے کہ جبلِ اُحد کو پُشت کی جانب کیا۔ اور منع کر دیا کہ جب تک ہم حکم نہ دیں کوئی شخص قتال شروع نہ کرے۔

سنیچر کے روز صبح کے وقت قتال کی تیاری ہوئی۔ آپؐ کے ساتھ سات سو[1] آدمی تھے۔ اُن میں پچاس گھوڑے سوار تھے۔ آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیرؓ[2] کے ماتحت فوج کے پیچھے ایک ایسی جگہ پر مقرر کر دیا جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن پُشت کی جانب سے فوج پر حملہ کر دیں گے۔ اُن تیر اندازوں سے حضورؐ نے بتاکید کہہ دیا کہ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ دشمن کو اِس طرف آنے سے روکو اور فوج کی جو حالت بھی ہو تم یہاں سے ہرگز حرکت نہ کرو۔

اِس کے بعد دوسرا اِنتظام آپؐ نے اس روز یہ کیا کہ کم عمر نوجوانوں کو قتال میں شرکت سے منع کر دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب۔ اُسامہ بن زیدؓ۔ اُسید بن ظہیرؓ۔ عمرو بن حزامؓ۔ براء بن عازبؓ[3]۔ زید بن ارقمؓ[4]۔ زید بن ثابتؓ[5]۔ عرابہ بن اوسؓ[6]۔ سمرہ بن جندبؓ۔ رافع بن خدیجؓ۔ اِن سب حضرات کو قتال میں شرکت سے روکا گیا۔ لیکن جب لوگوں نے سفارش کی کہ سمرہؓ اور رافعؓ بہت اچھے تیر انداز ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کی عمر پندرہ۱۵ سال ہے تو اُن دو۲ صاحبوں کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی اجازت دیدی۔

---

[1] کیونکہ ہزار میں سے تین سو عبداللہ بن ابی کے ساتھ رہ گئے تھے ۱۲ منہ۔

[2] عبداللہ بن جبیرؓ انصاری خوات بن جبیر کے بھائی ہیں۔ حضرت براءؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ یہ تیر اندازوں کے امیر تھے اُحد کے روز اور جب تیر انداز جگہ سے ہٹے تو یہ روک رہے تھے ۱۲ منہ۔

[3] ابن حجرؒ نے عبدالرحمنؓ بن عوسجہ کے طریقہ سے ایک روایت حضرت براء بن عازبؓ سے نقل کی ہے کہ ہم کو کم سنی کی وجہ سے بدر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جُدا کیا تھا اُحد میں ہم شریک ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ بدر اور اُحد دونوں میں یہ شریک نہیں کئے گئے کم سنی کی وجہ سے ۱۲ منہ۔

[4] زید بن ارقمؓ بن زید انصاری خزرجیؓ ۱۲ منہ۔

[5] زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی کاتبِ وحی بدر میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں کئے گئے اور صحیح یہ ہے کہ اُحد میں بھی شریک نہیں کئے گئے۔ مگر بعض روایت ہے کہ اُحد میں شریک کئے گئے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[6] عرابہ بفتح عین مہملہ وراءِ مہملہ مخفف بعدہ الف و موحدہ انصاری اَوسی ۱۲ منہ۔

اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس روز دو زرہیں پہنی تھیں اور لواء حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کو دیا تھا۔ میمنہ اور میسرہ پر زبیر بن العوامؓ اور منذر بن عمروؓ کو مقرر کیا تھا۔ اپنی تلوار آپؐ نے ابی دجانہ[1] سماک بن خرشہؓ کو عنایت کی جو بڑے شجاع اور بہادر ثابت ہوئے اور تلوار کا حق ادا کیا۔

قریش تین ہزار تھے اور اُن میں دو سو سوار تھے۔ اُن کے میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

مشرکین کی طرف سے میدان میں سب سے پہلے ابو عامر عبداللہ بن عمرو بن صیفی نکلا۔ یہ ایامِ جاہلیہ میں قبیلۂ بنی اوس کا بڑا سردار تھا۔ اِسلام کے ظہور کے بعد حضورؐ کا بڑا دشمن ہوگیا۔ مکہ چلا گیا قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور امید دلائی کہ ہمیں دیکھ کر بنی اوس کے سب لوگ میری طرف مائل ہو جائیں گے اور میرے پاس چلے آئیں گے۔ یہ پہلے راہب مشہور تھا۔ حضورؐ نے ابو عامر فاسق کہا اور اسی لقب سے مشہور ہوگیا۔ اُس نے میدان میں آکر اپنی قوم کو آواز دی۔ مگر قوم نے اِس فاسق کو وہی جواب دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ خود اُس کے لڑکے حضرت حنظلہؓ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے اُنھوں نے بھی اس کی پرواہ نہ کی۔ ابو عامر فاسق اُس روز مُسلمانوں سے خوب لڑا اور شدید جنگ کی۔

اس روز مسلمانوں کی طرف سے جن بزرگوں نے دادِ شجاعت دی وہ یہ ہیں۔ ابو دُجانہؓ انصاری۔ حضرت طلحہؓ شیرِ خدا حضرت حمزہؓ۔ اسد اللہ حضرت علیؓ۔ حضرت انس بن نضرؓ۔ سعد بن الربیعؓ۔

دن کے اوّل وقت مسلمانوں کی فتح تھی۔ کُفار پسپا ہوتے ہوئے اُس مقام تک پہنچ چکے تھے جہاں اُنکی عورتیں تھیں لیکن غلطی یہ ہوئی کہ تیر انداز مسلمانوں نے جب کُفار کی ہزیمت دیکھی تو وہ الغنیمۃ الغنیمۃ کہتے ہوئے میدان میں چلے آئے اور اُس مرکز کو چھوڑ دیا جہاں اُن کو رسول اللہؐ نے مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اُن کو روکتے رہے مگر اُنھوں نے خیال نہ کیا۔ قریش کے سواروں نے جب اُس مقام کو تیر اندازوں سے خالی پایا تو وہ اُس طرف سے مُسلمانوں کی پُشت کی جانب آ گئے اور ہر طرف سے مسلمانوں کو احاطہ میں

۱؎ ابی دجانہ بضم ہملہ وتخفیف جیم سماک بکسر ہملہ وتخفیف میم بن خرشہؓ بفتح خائے معجمہ ورائے ہملہ وشین معجمہ مفتوحات ۱۲ منہ۔

کرلیا۔ یہاں تک کہ ستّر صحابہؓ شہید ہوگئے باقی منہزم ہوگئے اور رسول اللہ ؐ کفار میں گھر گئے۔ آپؐ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ داہنی طرف نیچے کا موصلہ ٹوٹ گیا۔ مغفرہ یعنی خود اِس طرح سر میں بیٹھ گیا کہ اُس کا حلقہ نیچے گڑ گیا۔ کفار نے پتھر مارے جس سے پہلوئے مبارک پر چوٹ آئی۔ اور آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے جو ابو عامر نے پہلے سے بنا رکھا تھا۔ حضرت علیؓ نے آپؐ کو نکالا۔ حضرت طلحہؓ نے سنبھالا۔ خود کا حلقہ جو آپؐ کے جبڑوں میں گڑ گیا تھا اُس کو ابو عبیدہؓ بن جراح نے دانت سے پکڑ کر کھینچا جس سے اُن کے دو دانت گر گئے۔

کفار نے ارادہ کیا کہ جو مسلمان درمیان میں آگئے ہیں اُن کو ہٹا کر رسول اللہ ؐ تک پہنچیں اور انھوں نے یورش کی مگر مسلمان درمیان میں حائل ہوئے اور تقریباً دس صحابہؓ وہیں شہید ہوگئے۔ حضرت ابودجانہؓ اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا کر رسول اللہ ؐ کے سامنے کھڑے ہوگئے کفار نے اُن کی پیٹھ پر تیریں ماریں مگر اُنھوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر علم بردار تھے رسول اللہ ؐ کے سامنے اُنھوں نے قتال شدید کیا اور آخر وہیں شہید ہوگئے۔ عمرو بن قمیئہ[۱] نے اُن کو شہید کیا اور سمجھا کہ ہم نے رسول اللہ ؐ کو شہید کیا ہے چنانچہ کفار میں جاکر اُس نے یہی کہا۔ مصعبؓ کے بعد لواء حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دیا۔

شیرِ خدا حضرت حمزہؓ کے متعلق خود اُن کے قاتل وحشی حبشی کا بیان ہے کہ جس طرف جاتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح اُونٹ کے چلنے سے پتّوں کے انبار میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے اِسی طرح اُن کے سامنے کفار منتشر ہوجاتے تھے۔ ارطاۃ بن شرجبیل اور عثمان بن ابی طلحہؓ دونوں یکے بعد دیگرے کفار کے علم بردار ہوئے اُنھوں نے اِن دونوں کو قتل کیا۔ سباع بن عبدالعزیٰ غیشانی آپ کے مقابلہ میں آیا آپ نے اس کا بھی کام تمام کیا۔ آخر جبیر بن مطعم کے حبشی غلام نے جس کا نام وحشی تھا چھپ کر دُور سے آپ پر اپنا حبشی حربہ پھینکا جس سے آپ شہید ہوئے۔

ابو عامر فاسق مذکور کے لڑکے حضرت حنظلہؓ بڑے مرتبہ کے شخص ہیں غسیل الملائکہ اُنکا لقب ہے

[۱] قمیئہ: بفتح قاف وکسر میم وسکون یاء وفتح ہمزہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

اُحد کے روز ابو سفیان کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے اور غالب تھے قریب تھا کہ اُس کو قتل کریں۔ لیکن شدّاد بن الاسود نے یہ دیکھا تو ابو سفیان کی مدد کی اور اُن کو قتل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حنظلہ رضؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں اُن کے گھر تحقیق کرو کہ یہ خاص معاملہ اُن کے ساتھ کیوں ہے؟ اُن کی زوجہ نے کہا کہ جس وقت جہاد کا اعلان ہوا وہ جُنبی تھے اور اسی حالت میں وہ چلے گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے۔

اُسی روز کسی کے ضرب سے حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ نکل پڑی۔ اُن کو لوگ حضورؐ کے پاس لائے۔ آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اُن کی آنکھ کو اُسکی جگہ پر لگا دیا۔ تو کہتے ہیں کہ اُن کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بہتر حالت میں تھی اور بہت صحیح تھی۔

الغرض مسلمان ہر طرف سے گھِر گئے تھے۔ زور کی لڑائی ہر طرف ہو رہی تھی۔ کُفار کی خاص یورش رسول اللہؐ پر تھی۔ ابن قمیئہ نے کُفار میں مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے رسول اللہؐ کو قتل کر دیا ہے۔ شیطان نے اسی حالت میں بلندی سے آواز دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے۔ یہ سُن کر مُسلمان حواس باختہ ہو گئے۔ اور ہر طرف اضطراب اور پریشانی چھاگئی۔

انس بن نضر رضؓ یعنی حضرت انس ابن مالک رضؓ کے چچا نے دیکھا کہ عمر بن الخطابؓ اور طلحہ بن عبیداللہؓ چند مہاجر اور انصار کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے پُوچھا کہ تم لوگ بیٹھے کیوں ہو! کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر اب اُن کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اُٹھو جس کام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہے تم بھی جان دیدو۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور حضرت سعد بن معاذؓ سے کہا کہ اے سعدؓ! ہمیں اُحد کے پاس سے جنّت کی بُو آ رہی ہے۔ اُس کے بعد مقاتلہ کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے گِنا تو اُن کے جسم پر ستّر ضرب تھے اور بخاری میں ہے کہ اسّی سے زیادہ زخم تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کو بیس زخم لگے تھے۔ کچھ زخم پَیر میں لگے تھے جس سے وہ لنگڑے ہو گئے تھے۔

مسلمانوں کے اضطراب کا یہی عالم تھا کہ ایک جانب سے حضورؐ تشریف لائے۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے مغفر کے نیچے سے آپؐ کی آنکھیں دیکھیں اور پہچان لیا۔ زور سے آواز دی کہ مسلمانو! بشارت ہو یہ رسول اللہؐ موجود ہیں۔ یہ سن کر ہر طرف سے صحابہؓ آکر جمع ہو گئے۔ آپؐ ایک شعب میں تشریف لے گئے ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ حارث بن الصمۃؓ[1] وغیرہم مہاجرو انصار آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور اس روز بیٹھ کر آپؐ نے نماز پڑھائی اور صحابہؓ نے بھی بیٹھ کر آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ملعون اُبی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار حضورؐ کو قتل کرنے کی نیت سے وہاں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن الصمۃؓ سے ایک حربہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر معمولی زخم آیا مگر وہ بھاگا۔

قریش میں جاکر اپنے زخم کی وجہ سے اس نے بہت پریشانی ظاہر کی تو ان لوگوں نے کہا کہ تمہاری عجیب حالت ہے یہ تو ایک معمولی سا خراش ہے اس سے اتنا پریشان کیوں ہو۔ اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے ایک دفعہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے کہ ہم تم کو قتل کریں گے۔ اس لئے یہ تو زخم ہے اگر وہ تھوک بھی دیتے تو موت یقینی تھی۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ مکہ میں جاکر اس ملعون نے ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام عود تھا۔ اس کو چراتا تھا اور کہتا تھا کہ اسی پر چڑھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔ حضورؐ کو خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں اس کو قتل کروں گا۔ اس روز اسی گھوڑے پر آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا آخر مکہ کی طرف لوٹتے وقت مقام سرف میں مر گیا۔

بنی عبد الاشہل میں ایک شخص تھے جو اصیرم مشہور تھے نام عمروؓ[2] بن ثابت تھا مسلمانوں کے ساتھ

---

[1] حارث بن الصمۃ بکسر صاد مہملہ و تشدید میم انصاری نجاری ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان کو ابوجہیم سمجھا ہے ان کو دھوکہ ہوا ہے جیسے مسلم اور ان کو تبعین بلکہ صحیح یہ ہے کہ ابوجہیم ان کے لڑکے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبد الاشہل وہ سلمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور حضرت عبادؓ بن بشر کے چچا کے لڑکے اور حضرت حذیفہؓ بن الیمان کی بہن کے لڑکے ان کا یہ نسب ابن اثیر نے لکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ ابن مندہ نے اس کے خلاف لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ۔

نیکی سے پیش آتے تھے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے جس روز غزوۂ احد ہوا اُن کے دل میں خود بخود اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ مسلمان ہوئے تلوار ہاتھ میں لی اور قتال میں آکر شریک ہوگئے مگر کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ جب بنی عبدالاشہل کے لوگ شہیدوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے تو اُن پر نظر پڑ گئی۔ استعجاباً لوگوں کی زبان سے نکلا کہ واللہ یہ تو اصیرم ہیں۔ دیکھا تو کچھ رمق زندگی باقی تھی پوچھا کیسے آئے؟ قومی محبت سے یا اسلام کی رغبت سے۔ اُنھوں نے کہا کہ میں خدا اور رسولؐ پر ایمان لایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں لڑا۔ اور جو حال اب ہے دیکھتے ہو۔ اسی وقت اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اصیرمؓ نے ایک وقت کی نماز بھی قطعاً نہیں پڑھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

مدینہ میں ایک شخص قزمان تھا۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ یہ جہنمی ہے۔ لیکن غزوۂ اُحد کے روز اُس نے کُفّار کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ تنہا سات آٹھ مشرکوں کو قتل کیا۔ صحابہؓ اُس کی دلیری سے بہت خوش ہوئے۔ زخمی ہوا تو دار بنی ظفر میں اُس کو لے گئے۔ مسلمانوں نے کہا کہ اے قزمان ہم تجھ کو بشارت دیتے ہیں آج تو تو نے بڑا کام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ بشارت کیسی اور کس چیز کی ہم تو صرف قومی محبت میں لڑے ہیں یہ نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے۔ اِس کے بعد جب زخم کی تکلیف اُس کو زیادہ ہوئی تو اُس نے خودکشی کرلی۔

بنی ثعلبہ میں ایک شخص مخیریق یہودی تھا۔ اُس نے کہا کہ اے معشر یہود خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔ انھوں نے کہا کہ آج سبت ہے۔ اُس نے کہا کہ اِس وقت سبت وغیرہ کچھ نہیں ہے اور اُس نے تلوار اُٹھائی اور جنگ میں شریک ہوا اور قتل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخیریق اچھا یہودی تھا۔

انصار نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ یہود ہمارے حلیف ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو ہم اُن کو امداد کے لئے طلب کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم کو اُن کی ضرورت نہیں ہے۔

حارث بن سوید بن صامت ایک منافق تھا۔ غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے ساتھ گیا مگر موقع پاکر مجذرؓ بن

زیاد بلوی کو شہید کر دیا۔ اور قریش کے ساتھ کر بھاگ گیا وہاں سے کچھ روز بعد اپنے بھائی جلاس بن سوید رضؓ کو لکھا کہ میرے لئے رسول اللہؐ سے معافی چاہو۔ مگر معافی مقبول نہ ہوئی۔ اور آیت نازل ہوئی کہ مرتد کے لئے فلاح نہیں ہے۔ عرصہ کے بعد چھپ کر مدینہ آیا۔ کسی دیوار کے پاس سے پوشیدہ مُنہ چھپا کر جا رہا تھا حضورؐ نے دیکھ لیا حضرت عثمان رضؓ بن عفان کو حکم دیا اُنھوں نے اس کو قتل کیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ اور اُس کے ساتھ کی عورتوں نے شہداء اُحد کو مثلہ کیا اُن کے کان اور ناک کاٹ کر اس کا ہار بنایا۔ اور اپنا ہار ہند نے خوشی میں وحشی حبشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ حضرت حمزہ رضؓ کا پیٹ چاک کر کے اُن کا جگر نکال کر چبایا۔ اور بہت سے فخریہ اشعار پڑھے۔

حلیس بن زبان الکنانی ایک کافر تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ابوسفیان اس حالت میں بھی حضرت حمزہ رضؓ کے دہن مبارک پر کمان سے مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لو مزہ چکھو۔ حلیس سے نہ دیکھا گیا اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اے بنی کنانہ دیکھتے ہو یہ قریش کا بڑا سردار ہے اور اپنے بنی عم کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ ابوسفیان چونکہ اُدھ یہ غلطی تمی دیکھو کسی سے اس کا ذکر مت کیجیو۔

اس کے بعد ابوسفیان جبل اُحد پر چڑھ گیا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ غزوہ بدر کا برابر بدلہ ہے۔ آج ہبل غالب ہوا۔ رسول اللہؐ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اللہ غالب ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے اور برابری نہیں ہو سکتی ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں۔

ابوسفیان نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے عمرؓ! کیا یہ سچ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بخدا نہیں۔ وہ تو تمہارا کلام سُن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابن قمیئہ کہتا ہے کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اگر ہم تم کو اُس سے زیادہ سچا سمجھتے ہیں۔

پھر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے مقتولوں میں کچھ لوگ مثلہ کر دیئے گئے ہیں ہم کو اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ اس سے ہم راضی ہوئے نہ ناراض۔ نہ ہم نے کسی کو ایسا کرنے کو کہا۔ نہ منع کیا۔

اِس کے بعد کُفّار روانہ ہو گئے مگر ابو سفیان کہتا گیا کہ اب ہمارا تمھارا مقابلہ آیندہ سال بدر میں ہوگا۔

اِس کے بعد حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک دیکھی تو آپؐ کو صدمۂ عظیم ہوا۔ تمام شُہداء کی جنازہ کی نماز پڑھ کر اُن کو وہیں دفن کیا۔ ایک ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء دفن کئے گئے۔ بعض اصحابؓ بعض شُہداء کی نعش کو مدینہ لے گئے تھے مگر بعد میں آپؐ نے فرمادیا کہ نہیں شُہداء کو اُن کے مقتل ہی میں دفن کرو۔

حضرت صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ وہ دیکھنے کے لئے آنے لگیں تو حضورؐ نے اُن کے لڑکے حضرت زبیر بن العوامؓ کو بھیجا کہ منع کر کے واپس کرو۔ جب اُنھوں نے حضرت صفیہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ کیوں۔ مَیں سُن چکی ہوں کہ میرے بھائی کو کُفّار نے مُثلہ کیا ہے اور جانتی ہوں کہ اُن کی یہ حالت خُدا کی راہ میں ہوتی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے انشاء اللہ اِس پر صبر کروں گی۔ اور مشیّتِ الٰہی پر سب سے زیادہ راضی رہوں گی۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی۔ اُنھوں نے جب بھائی کی نعش دیکھی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا دُعاء مغفرت کی اور واپس چلی گئیں۔

غزوۂ اُحد سنیچر کے روز شوال کی پندرہ تاریخ کو ہوا اور زاد المعاد میں ہے کہ سات تاریخ کو ۳ھ میں ہوا یہ دن مُسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت اور بلاء کا دن تھا۔ بہت سے جلیل القدر صحابہؓ اُس روز شہید ہو گئے۔ اِس غزوہ میں صادق الایمان اور مُنافق اچھی طرح پہچان لئے گئے۔ اِس غزوہ میں صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہؐ کی رائے کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث ہو سکتی ہے۔

شُہداء کی تجہیز و تکفین

انبیاء اور صدیقین کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرات شُہداء کرام کا ہے۔ دُنیا کی اصلاح اور توحید کی اشاعت اُنھی کی قربانیوں کی برکت سے ہے۔ اُن کی روح اُن کا جسم اور اُن کے خُون کا ایک ایک قطرہ خُدا کی راہ

میں صرف ہوا ہے۔ خدا نے اُن کو حیاتِ ابدی اور سرورِ سرمدی عنایت فرمایا۔ قرآن پاک میں منع کیا گیا ہے کہ اُن کو مُردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔ چونکہ شہداء کی تجہیز و تکفین اور غسل کے احکام بھی دوسرے لوگوں سے جُدا ہیں اور اُن مسائل کے استخراج کا زیادہ تعلق غزوۂ اُحد سے ہے اس لئے یہاں پر بعض مسائل کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غسل

ائمہ اربعہ۔ ارباب سیر۔ اور اصحابِ حدیث سب متفق ہیں کہ شہداء کو غسل دینا نہیں چاہیئے کسی غزوہ میں شہداء کو غسل نہیں دیا گیا بلکہ حضورؐ سے منع ثابت ہے اور غزوۂ اُحد میں آپؐ نے فرمایا کہ شہداء کو اُن کے خون کے ساتھ دفن کرو۔ لیکن اگر علم ہو جائے کہ جُنبی تھے تو اُس حالت میں غُسل کے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں غسل دینا واجب ہے۔ امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اِس حالت میں بھی غسل نہ دیا جائے۔ وجوب غسل کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر غسیل الملائکہؓ جُنبی تھے مُسلمانوں کو اِس کا علم نہ تھا تو فرشتوں نے غسل دیا۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ واجب ہوتا تو خود حضورؐ غسل دیتے۔ اِس لئے کہ جب غسل سے ملائکہ کے طہارت ہو گئی تو پھر غسل کی ضرورت باقی نہ رہی۔

کفن

یہ بھی متفق علیہ ہے کہ شہداء اُحد کو حضورؐ نے اُن کے لباس میں دفن کیا جدید کفن نہیں دیا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ اُسی کپڑہ میں دفن کرنا علیٰ سبیل الوجوب تھا یا علیٰ سبیل الاستحباب والاولویۃ امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول وجوب ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک استحباباً تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اظہر اور موافق سنت کے قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صفیہؓ نے دو کفن بھیجے تھے ایک حضرت حمزہؓ کو دیا گیا اور ایک دوسرے شہید کو۔ اگر اُسی کپڑے میں دفن کرنا واجب ہوتا تو یہ نہ دیا جاتا۔ یہ صحیح نہیں ہے حضرت حمزہؓ کو کُفار نے مثلہ کیا تھا۔ اُن کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ اُن کا جگر نکال لیا تھا اس لئے مجبوراً اُن کو دوسرا کفن دینا ضروری ہو گیا۔ بغیر ایسے عذر کے جائز نہیں ہے۔ کفن کے جواز کا حکم ایسا ہی ضعیف ہے جیسا غسل کے جواز کا قول ضعیف ہے سُنتِ رسولؐ کی پیروی بہرحال مقدم ہے۔

صلوٰۃ جنازہ

شہداء کے صلوٰۃ جنازہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ شہید پر صلوٰۃ جنازہ منع کرتے ہیں۔ امام احمدؒ صاحب کے دو قول ہیں ایک منع اور دوسرا تعارض ادلہ کی وجہ سے اختیار اور وسعت یعنی پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ امام ابو حنیفہؒ واجب کہتے ہیں۔ شافعیہ میں اختلاف ہے کہ منع سے مُراد حرام ہے یا عدم وجوب۔ امام احمدؒ صاحب کے بعض قول سے استحباب بھی معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا خلفاء راشدین نے یا حضورؐ کے حکام نے کسی غزوہ میں یا کسی موقع پر ایسے شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھی ہو جو معرکہ میں شہید ہوئے ہوں۔ غزوۂ اُحد کے متعلق حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت بخاری اور ترمذی میں موجود ہے کہ حضورؐ نے شہداء اُحد کو بلا غسل اُن کے اپنے لباس میں بلا صلوٰۃ جنازہ پڑھے ہوئے دفن کیا۔

علماء احناف کہتے ہیں کہ تمام اصحابِ سیر لکھ رہے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں حضورؐ نے شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کو چادر میں لپیٹا پھر اُن پر جنازہ کی نماز پڑھی اور اُس میں سات تکبیریں کہیں پھر دوسرے شہداء کو لا لاکر اُن کے بغل میں رکھتے گئے اور حضورؐ اُن پر یکے بعد دیگرے نماز پڑھتے گئے حتیٰ کہ اُس روز حضورؐ نے بہتّر نمازیں جنازہ کی پڑھیں۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ کی نماز پہلے پڑھی اور اُس میں چار تکبیریں کہیں۔ پھر ایک ایک شہید کو اُن کے بغل میں رکھتے گئے نماز کے بعد اُن کو اُٹھا کر دوسرے کو رکھتے لیکن حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر رہنے دیتے۔ حتیٰ کہ ستّر نمازیں ہوئیں اور ہر نماز میں حضرت حمزہؓ کی نعش مُبارک رہی۔

علاوہ اصحابِ سیر کے خود صحیحین میں عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہؐ نکلے اور اہلِ اُحد پر اپنی اُسی طرح نماز پڑھی جس طرح میّت کی نماز پڑھتے ہیں پھر ممبر کی جانب لوٹے شرح سفر السعادت میں شمنی سے منقول ہو کہ حاکم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم

حضرت حمزہؓ کی نعش پر گئے اور اُن کا حال دیکھا تو بہت روئے۔ ایک انصاری نے اپنا کپڑا حضرت حمزہؓ پر ڈال دیا۔ ابن ہمام نے اُس پر اضافہ کیا ہے کہ اس کے بعد شہداء پر آپؐ نے نماز پڑھی اس طرح کہ شہداء کو اُٹھا کر حضرت حمزہؓ کے پاس رکھتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد اُن کو اُٹھا کر دوسرے کو رکھا جاتا تھا اور حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ گو بعض رواۃ پر جرح ہوئی ہے۔ مگر مختار توثیق ہے۔ اور بہرحال درجہ حسن سے نازل نہیں ہے۔ ایک حدیث ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے شہداء اُحد پر نوبت بہ نوبت نماز ادا کی اور حضرت حمزہؓ پر ستّر نمازیں پڑھیں۔ اور دار قطنی نے اِس باب میں ابن عباسؓ سے ایک روایت کو ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں روایتیں بھی درجہ حسن سے کم نہیں ہیں۔

مانعین کہتے ہیں کہ ان سب روایتوں میں کلام ہے اور سب کی سند مجروح ہے صرف حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت صحیح ہے۔ مگر یہ غزوۂ اُحد کے آٹھ برس بعد کا واقعہ ہے۔ خود بخاری میں حضرت عقبہؓ سے مروی ہے عن عقبة بن عامر قال صلی رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم علے قتلی اُحد بعد ثمانی سنین کالمودع للاحیاء والاموات۔ یہ وفات کے قریب حضورؐ نے شہداء پر وداع کے طور پر دُعاء پڑھی تھی جسطرح جنت البقیع میں جا کر آپؐ موتٰی کے لئے دُعائیں پڑھتے تھے اگر حقیقۃً صلوٰۃ جنازہ ہوتی تو آٹھ برس تاخیر کے کیا معنی۔

احناف کہتے ہیں کہ اِن روایات کی سندیں درجہ حسن سے نازل نہیں ہیں۔ اور حدیث حسن قابل استدلال ہے خصوصاً جب متعدد طریقہ سے اعتضاد موجود ہے۔ اِس کے علاوہ یہ حدیثیں مثبت ہیں۔ اور اِس کے خلاف صرف ایک حدیث حضرت جابرؓ کی ہے اور وہ نافی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ مثبت کو نافی پر تقدم ہوتا ہے۔ روایات میں یہ تشریح موجود ہے کہ حضرت جابرؓ اپنے والد اور ماموں کی لاش کو لے کر مدینہ چلے گئے تھے تاکہ اپنے قبرستان میں اُن کو دفن کریں۔ غالباً نماز کے وقت وہ موجود نہ تھے اِس لئے اُن کو حال معلوم نہ ہوا لیکن جو لوگ موجود تھے اور بیان کرتے ہیں کہ نماز ہوئی ان کے بیان سے انکار کی کیا وجہ ہے۔

مولانا شاہ عبد الحق صاحب شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق رضؓ نے عمرو بن العاص رضؓ کو نو ہزار آدمیوں کے ساتھ ایلہ اور شام کی جانب بھیجا تھا۔ اُن میں سے ایک سو تیس آدمی شہید ہوئے اُن شہداء کے جنازہ کی نماز عمرو بن العاص رضؓ نے پڑھی۔

تدفین

سُنّت یہ ہے کہ شہداء کو اُن کے مقتل میں دفن کیا جائے۔ اور دوسری جگہ اُن کو نہ لے جایا جائے۔ غزوۂ اُحد میں بعض صحابہ رضؓ اپنے شہداء کو مدینہ لے گئے۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی طرف سے منادی ہوئی کہ شہداء کو اُن کے مقتل میں لے آؤ۔ حضرت جابر رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے والد اور ماموں کی نعش کو پانی کے اونٹ پر رکھ کر مدینہ لے گئے۔ اور چاہتے تھے کہ اپنے مقبرہ میں دفن کریں۔ کہ ایک شخص نے آواز دی کہ رسول اللہ صلعم تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ مقتولوں کو اُن کے مقتل میں واپس لے جاؤ اور وہیں دفن کرو جب ہم نے یہ سُنا تو واپس ہوئے اور دونوں کو اُن کے مقتل میں دفن کیا۔ حضرت معاویہ رضؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ ہمیں لوگوں نے خبر دی کہ تمھارے والد کی قبر کھل گئی ہے۔ ہم گئے اور جا کر دیکھا کہ جس طرح ہم نے اُن کو دفن کیا تھا بالکل اُسی طرح ہیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے۔ ہم نے قبر کو درست کر دیا۔ اور اُس کے بعد قاعدہ ہو گیا کہ شہداء کو اُن کے مقتل میں دفن کیا جائے۔ حضرت جابر رضؓ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے والد سوئے ہوئے ہیں۔ تھوڑا بہت بھی تغیر نہیں ہوا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کفن کو بھی دیکھا تھا۔ فرمایا کہ ایک خط دار چادر اُن کے مُنہ پر ڈال دی گئی تھی اور پیروں پر گھانس ڈال دی گئی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ چادر بھی اُسی طرح ہے اور گھاس میں بھی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے۔ حالانکہ دفن کو چھیالیس برس ہو چکے تھے۔

غزوۂ اُحد میں حضورؐ نے دو دو تین تین شہداء کو ایک قبر میں دفن کیا دفن کے وقت دریافت فرماتے کہ اُن میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے جس کی نسبت لوگ خبر دیتے اُس کو آگے کرتے۔

حضرت حمزہ رضؓ کو اور حضرت عبد اللہ بن جحش رضؓ کو جو حضرت حمزہ رضؓ کے بھانجے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے لڑکے تھے اور اُن کو بھی کفار نے مُثلہ کر دیا تھا اور پیٹ چاک کر دیا تھا ایک قبر میں دفن کیا۔

عبداللہ بن عمروؓ بن حرام اور عمرو بن الجموحؓ میں بڑی محبت اور دوستی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُن دونوں دوستوں کو ایک قبر میں دفن کرو عرصۂ دراز کے بعد اُن کی قبر بھی کُھل گئی تھی۔ عبداللہ بن عمروؓ بن حرام کا ہاتھ زخم پر تھا جب زخم لگا تھا تو اُنھوں نے اُس پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ لوگوں نے اُن کے ہاتھ کو وہاں سے ہٹا دیا تو خون جاری ہو گیا۔ فوراً پھر ہاتھ کو وہیں رکھدیا تو خون بند ہو گیا۔

سریہ ابو سلمہ رضؓ

غزوۂ اُحد سے لوٹ کر جب حضورؐ مدینہ آئے تو بقیہ شوال اور ذیقعدہ و ذی الحجہ مدینہ میں رہے جب محرم کا چاند ہوا تو ایک شخص نے مدینہ میں یہ خبر پہنچائی کہ طلحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد دونوں بھائی اپنی قوم اور اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے ہیں۔ اور بنی اسد بن خزیمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہؓ کو اُن کی طرف بھیجا اور اُن کے ماتحت ڈیڑھ سو آدمیوں کو روانہ کیا۔ جن میں ابو سبرہؓ، ابو عبیدہؓ اور بڑے بڑے معزز مہاجر و انصار بھی تھے۔ یہ لوگ راستہ بدل کر پوشیدہ گئے مگر غنیم کو خبر ہو گئی وہ بھاگ گیا۔ اور بہت سی اونٹ بکریاں چھوڑ گیا۔ جن کو یہ لوگ لے آئے۔ بعض روایت میں ہے کہ خمس دے کر ہر شخص کے حصہ میں پانچ یا سات اونٹ پڑے تھے۔

جنگِ اُحد میں حضرت ابو سلمہؓ کے شانہ پر ایک زخم لگا تھا اور اچھا ہو گیا تھا مگر اس سفر کے بعد پھر تازہ ہو گیا۔ اور اُسی سے اُن کا اِنتقال ہو گیا۔

سریہ عبداللہ بن انیس رضؓ

محرم کی پانچ تاریخ کو خبر ملی کہ خالد بن سفیان الہذلی نے فوج اکٹھی کی ہے حضورؐ نے عبداللہ بن انیسؓ کو بھیجا۔ اُنھوں نے اس کو قتل کیا اور اُس کا سر لاکر حضورؐ کے سامنے رکھا حضورؐ نے اُن کو اپنا عصا مرحمت فرمایا۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ قیامت کے روز یہ آپؐ کی نشانی ہو گی اور اِنتقال کے وقت وصیت کی کہ اِس کو میرے کفن میں رکھ دیجیو۔

یوم الرجیع

ماہ صفر کی ابتداء میں کچھ لوگ عضل و قارہ کے مدینہ آئے۔ اور کہا کہ ہماری قوم میں کچھ لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ حضورؐ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ اپنے کچھ آدمی بھیجئے جو دین کی باتیں اُن کو بتائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔ ابنِ اسحٰق کی روایت ہے کہ حضورؐ نے چھ آدمی کو اُن کے ساتھ بھیجا۔ مرثد ابن ابی مرثد الغنوی۔ خالدؓ بن بکیر اللیثی۔ عاصم بن ثابت بن ابی الافلح۔ خبیب بن عدی۔ زیدؓ بن الدثنہ[1] بن معاویہ۔ عبداللہ بن طارق۔ اور مرثد بن ابی المرثد کو امیر مقرر کر دیا۔ لیکن بخاری میں ہے کہ دسؓ آدمی بھیجے۔ اور عاصم بن ثابت کو امیر مقرر کیا واللہ اعلم۔

جب یہ لوگ رجیع میں پہنچے جو ہذیل کے پانی کا مقام ہے۔ تو اُن کمبختوں نے غدر کیا۔ اور آواز دی۔ بنی ہذیل تلوار لیکر پہنچ گئے صحابہؓ ابھی اپنی سواریوں پر تھے کہ اُن لوگوں نے گھیر لیا۔

صحابہؓ تلواریں لے کر لڑنے کے لئے مستعد ہوئے مگر اُنھوں نے کہا کہ ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے صرف اہلِ مکہ سے کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم خود ہمارے ساتھ آجاؤ ہم خدا کو درمیان دے کر عہد کرتے ہیں کہ تمھارے ایک شخص کو بھی ہم قتل نہ کریں گے۔

مرثدؓ۔ خالدؓ۔ اور عاصمؓ نے کہا کہ ہم مشرکین کا عہد قطعاً قبول نہ کریں گے یہ لوگ لڑے اور تینوں حضرات شہید ہوئے۔ مگر خبیبؓ۔ زیدؓ۔ اور عبداللہ بن طارقؓ نے نرمی کی اور تینوں قید ہو گئے اُن سبھوں نے ان تینوں اصحاب کو باندھا اُسی وقت عبداللہ بن طارقؓ نے کہا کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے گر وہاں کچھ نہ کر سکے مقام ظہران میں پہنچے تو کسی طرح ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ تلوار ہاتھ میں لے لی مگر کفار نے دور سے پتھر مار کر شہید کر دیا۔ اور وہیں اُن کو دفن کر دیا۔

حضرت خبیبؓ اور زیدؓ کو مکہ لے گئے۔ اور قریش کے پاس ہذیل کے دوؓ قیدی تھے اُن کے بدلہ اُن کو بیچ دیا۔ جحیر ابن اہابؓ تمیمی نے حضرت خبیبؓ کو عقبہ بن حارث بن عامر کے لئے لیا تا کہ

---

[1] زید ابن الدثنہ۔ بفتح دال مہملہ وکسر مثلثہ بعدہٗ نون ۱۲ منہ۔

حارث کے بدلہ اُن کو قتل کرے کیونکہ غزوۂ بدر میں حارث کو حضرت خبیبؓ نے قتل کیا تھا۔ اور زید بن الدثنہؓ کو صفوان ابن امیہ نے لیا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلہ قتل کرے۔

صفوان نے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ زید بن الدثنہؓ کو حرم کے باہر تنعیم میں بھیجا تاکہ قتل کرے، کچھ قریش بھی اِس قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں گئے اُن میں ابوسفیان بھی تھا۔ اُس نے پوچھا کہ اے زیدؓ! کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل کے ساتھ خوشی سے رہو اور تمہاری جگہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن ماریں۔ زیدؓ نے کہا کہ واللہ ہمیں یہ بھی پسند نہیں ہے کہ ہم آزاد اپنے اہل میں ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت جہاں ہیں وہیں اُن کو ایک کانٹا گڑ جائے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو کسی کا ایسا محب نہیں پایا جیسا کہ محمدؐ کے اصحابؓ محمدؐ کو محبوب رکھتے ہیں۔ پھر نسطاس نے حضرت زیدؓ کو اس کے بعد قتل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خبیبؓ اُن لوگوں کی قید میں رہے۔ حجیر بن اہاب کی لونڈی ماویہ بعد میں مُسلمان ہو گئی وہ بیان کرتی ہے کہ خبیبؓ جب ہم لوگوں کے قید میں تھے تو ہم نے ایک روز دیکھا کہ وہ انگور کا ایک بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر لئے ہوئے تھے اور اُس میں سے انگور کھا رہے تھے حالانکہ مکہ میں انگور بالکل نہیں ہوتا ہے۔ وہی کہتی ہے کہ جب قتل کا وقت قریب ہوا تو اُنھوں نے صفائی کے لئے مجھ سے اُسترہ مانگا۔ میں نے ایک لڑکے کو اُسترہ دے کر اُن کے پاس بھجدیا۔ مگر فوراً مجھے خیال ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا۔ دیکھتی ہوں تو لڑکا خبیبؓ کے زانو پر ہے اور اُسترہ اُن کے ہاتھ میں۔ میں مضطرب ہوئی۔ خبیبؓ نے کہا کہ ڈرتی ہو کہ میں لڑکے کو قتل کردوں گا۔ نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ اِس کے بعد لڑکے کو چھوڑ دیا۔

جب حضرت خبیبؓ کو صلیب دینے حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے۔ تو اُنھوں نے اجازت لے کر بڑے خشوع وخضوع سے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو میں نماز میں اور تاخیر کرتا۔

اِس کے بعد آپ نے یہ دُعا کی اللّٰھم احصھم عددًا واقتلھم بددًا ولا تغادر

منهم احدًا۔ اِس کے بعد اشعار پڑھے جو خلوص اور صداقت سے لبریز ہیں۔ ابن ہشام نے اُن کو نقل کیا ہے۔ اُن میں سے دو اشعار امام بخاریؒ نے صحیح میں نقل کئے ہیں اور وہی دونوں اشعار کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ولستُ اُبالی حین اُقتل مسلمًا | علیٰ ایّ شقٍ کان فی اللہ مضجعی
وذالک فی ذات الالٰہ وان یشا | یبارک علیٰ اوصال شلوٍ ممزّع

اِس کے بعد کُفّار نے اُس پیکرِ رضا و صبر کو صلیب پر چڑھایا۔ اور نگرانی کے لئے نگہبان مقرر کردیا۔ مگر کسی طرح رات کے وقت حضرت عمرو بن امیۃ الضمری اُن کی نعش کو لے گئے اور دفن کردیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

واقعہ بیر معونہ

اِسی صفر کے مہینہ ۴ھ میں بیر معونہ کا واقعہ ہوا۔ ابو براء عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ مشہور تھا حضورؐ کے خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے اِسلام کی دعوت دی۔ وہ نہ مسلمان ہوا اور نہ اُس نے اِسلام سے نفرت ظاہر کی بلکہ عرض کیا کہ یارسول اللہؐ اگر آپؐ اپنے اصحابؓ کو نجد بھیجیں اور وہ وہاں آپؐ کے دین کی دعوت دیں تو ہمیں اُمید ہے کہ وہ لوگ قبول کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اہلِ نجد سے اندیشہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ ہم اپنے جوار میں لیتے ہیں اور ذمہ قبول کرتے ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر ابن عمرو کو امیر بناکر اُن کے ساتھ حارث ابن الصمۃ۔ حرامؓ ابن ملحان[1] عروہ ابن اسماء[2]۔ نافع بن بدیل۔ عامر بن فہیرہ اور منتخب صلحاء کو جو قرّاء مشہور تھے بھیجا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ چالیس آدمی تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ ستّر آدمی تھے جیساکہ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے اور دوسری صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

---

[1] حرام بفتح حا و را۔ ملحان بن ملحان بکسر میم یہ حضرت انسؓ کے ماموں ہیں اُن کی ماں اُمِّ سلیم کے بھائی ۱۲ منہ۔

[2] عروہ ابن اسماء السلمی حلیف بنی عمرو بن عوف ۱۲ منہ۔

صحابہؓ رسول اللہؐ جب بیر معونہ پر پہنچے جو ارض بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان ہے تو وہاں سے اُن لوگوں نے حرام بن ملحان کو رسول اللہؐ کا خط لے کر عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا۔ اُس بدمعاش نے خط دیکھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے آ کر اُن کو شہید کر دیا۔

اِس کے بعد ہی اُس نے بنی عامر میں صحابہؓ پر حملہ کرنیکا اعلان کیا۔ مگر اُن لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کے ذمّہ کو خفیف کرنا نہیں چاہتے۔ تب اُس نے قبائل بنی سلیم یعنی رعل ۔ ذکوان۔ عُصَیّہ بنی لحیان میں اعلان کیا وہ سب تیار ہو گئے اور فوراً اصحاب رسول اللہؐ کو گھیر لیا۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہم رسول اللہؐ کی طرف سے ایک کام پر مامور ہیں اور وہیں جا رہے ہیں ہم یہاں ٹھہرنا بھی نہیں چاہتے مگر کفار نے نہ مانا۔ مجبوراً اصحابہؓ نے کچھ مدافعت کی مگر سب کے سب بزرگان شہید کر دیئے گئے صرف کعب بن زید بن النجار جو گو بہت زخمی ہو گئے تھے مگر مقتولوں کے درمیان سے کسی طرح بچ گئے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت کے پیچھے دو۲ شخص نگرانی کے لئے تھے عمرو بن امیۃ الضمری اور ایک انصاری جن کا نام ابن قیم نے منذر بن عقبہ بن عامر لکھا ہے اور ابن ہشام منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن الجلاح لکھتے ہیں۔ ان حضرات نے دُور سے معرکہ کی جگہ جانوروں کو منڈلاتے دیکھا شبہ ہوا آئے۔ منذر سے نہ رہا گیا لڑے اور شہید ہو گئے۔ عمرو بن امیہ قید ہو گئے۔ مگر عامر کو معلوم ہوا کہ یہ مضر سے ہیں تو اُس نے اُن کے پیشانی کے بال کاٹ کر اپنی ماں کی طرف سے آزاد کر دیا۔

عمروؓ بن امیہ وہاں سے چلے مقام قرقرہ میں جب آئے تو ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرے وہیں بنی کلاب کے دو۲ اشخاص اور آ کر ٹھہرے۔ وہ دونوں سو گئے تو عمرو بن امیہ نے دونوں کو قتل کر دیا اور سمجھے کہ ہم نے اصحاب رسول اللہؐ کا بدلہ لیا مگر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہد تھے اُن کو اِس کی خبر نہ تھی۔ یہ جب مدینہ آئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کی تو ہمیں دیت دینی ہو گی۔

بنوالنضیر بنو کلاب کے حلیف تھے۔ اس لئے حضورؐ اسی دیت کی گفتگو کے لئے بنوالنضیر میں گئے تھے جو غزوۂ بنوالنضیر کی وجہ ہوئی اس کی تفصیل یہودیوں کے حال میں بیان ہو چکی ہے۔

واقعہ بیر معونہ کے بعد ایک مہینہ تک نماز میں رکوع کے بعد آپ نے قنوت پڑھی۔ اور اس میں رعل و ذکوان، عُصیّہ و بنی لحیان یعنی قاتلین قراء صحابہؓ کے لئے بددُعا کی پھر موقوف کر دیا۔

قنوتِ نازلہ

تمام روایتیں متفق ہیں کہ حضورؐ نے بیر معونہ کے واقعہ کے بعد قراء صحابہؓ کے قاتلین پر ایک مہینہ تک نماز فجر میں رکوع کے بعد بددُعا کی اور لعنت کی۔ صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے پورا قصہ بیر معونہ کا بیان کیا۔ پھر فرمایا کہ اُس کے بعد حضورؐ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قاتلین کے قبیلوں پر بددُعا کی۔ حضرت انسؓ نے پھر فرمایا کہ قنوت کی یہ ابتدار تھی اِس سے پہلے ہم لوگ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ایک مہینہ تک عشاء میں یہ دُعا پڑھی اللّٰھم انج الولید بن الولید اللّٰھم انج سلمۃ بن ھشام اللّٰھم انج عیاش ابن ابی ربیعۃ اللّٰھم انج المستضعفین من المؤمنین اللّٰھم شدّد وطائك علی مضر اللّٰھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔ پھر ایک روز آپ نے دُعا ترک کر دی میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ نہیں دیکھتے ہو وہ لوگ تو آ گئے۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے دوسری روایت ہے کہ فجر کی نماز میں جب حضورؐ قرأت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر مبارک اُٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربّنا لك الحمد کے بعد کھڑے رہتے اور دُعا پڑھتے اللّٰھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ھشام و عیاش ابن ابی ربیعۃ والمستضعفین من المؤمنین اللّٰھم اشدد وطائك علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔ اللّٰھم العن لحیان ورعلاً وذکوان وعُصیّۃ عصت اللّٰہ و رسولہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ثم بلغنا انہ ترك ذلك لما انزل لیس لك من الام

شیٔ اویتوب علیہم اویعذبہم فانہم ظالمون۔

اِس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اِن دونوں دعاؤں کا زمانہ ایک ہے۔ اگرچہ صحابہؓ کبھی صرف ضعفاء صحابہؓ کی دُعاء کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی صرف کُفّار پر لعنت کی دُعاء کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قنوت کی ابتداء تھی اِس سے پہلے کبھی آپؐ نے نماز میں اِس قسم کی دُعاء نہ کی تھی۔ اور یہ بھی دونوں روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس دُعاء کی مدت ایک مہینہ تھی۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اِس کے بعد بھی اِس قسم کا قنوت آپؐ نے نہ کیا۔ امام محمدؒ صاحب کتاب الآثار میں لکھتے ہیں اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم یر قانتاً فی الفجر حتےٰ فارق الدنیا الا شھراً واحداً اقنت یدعوا علی حیّ من المشرکین لم یر قانتاً قبلہ ولا بعدہٗ۔ اور مسند امام اعظمؒ بروایت حصفکی میں اِس روایت کی سند ہے ابوحنیفۃ عن ابراھیم عن علقمۃ عن ابن مسعود اِس سند کے نسبت ابن امیر الحاج لکھتے ہیں لاغبار علیہ۔ لیکن دوسرے محدثوں نے بھی عبداللہ بن مسعودؓ سے اِسی کے مثل روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر میں کبھی قنوت نہ کیا حتیٰ کہ دُنیا سے رخصت ہوئے سوائے ایک مہینہ کے جب مشرکین کے ایک قبیلہ کے لئے آپؐ نے بددُعاء کی نہ اِس سے قبل قنوت کیا نہ اِس کے بعد۔

ایک مہینہ کے بعد جب حضورؐ نے ترک کر دیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے حضورؐ سے اس کی وجہ پوچھی آپؐ نے ضعفاء کے لئے دُعاء ترک کرنیکی وجہ تو یہ بتائی کہ وہ آ گئے اِس لئے حاجت نہ رہی اور مشرکین کے لئے دُعاء ترک کی۔ اِس لئے کہ یہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شیٔ اویتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون۔ یعنی حضورؐ کو دُعاء کرنے سے منع کر دیا گیا۔

اِس منع کے دو مطلب ہو سکتے ہیں یا اس خاص گروہ پر دُعاء کرنے سے منع کیا گیا۔ یا مطلقاً اِس قسم کی دُعاء سے منع کیا گیا۔ صحیح یہ ہے کہ مطلق امتناع نہ تھا بلکہ ضرورت کے وقت اِس قسم کی دعاء مشروع رہی۔ صحابہ کرام کا تعامل اس پر دلیل ہے۔

مسیلمہ کذاب سے حضرت صدیق رضؓ کے وقت میں جنگ ہوئی تو انھوں نے قنوت میں دُعا کی حضرت عمرؓ نے اہلِ کتاب سے مقابلہ کے وقت قنوت میں دُعا کی۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ ہوئی تو دونوں نے قنوت میں دُعا کی۔ اور مختلف صحابہؓ سے جو قنوت کرنے اور نہ کرنے کی بظاہر متضاد روایتیں آئی ہیں اُن کا صحیح محل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ فجر میں ہمیشہ قنوت نہیں پڑھتے تھے لیکن ابتلاء اور مُصیبت کے وقت پڑھتے تھے۔ امام ابو جعفر طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں نہایت بسط سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ۔ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہؓ کبار کا یہی مسلک تھا اور اس کے ثبوت میں بہت سی روایتیں لاتے ہیں۔ اسی وجہ سے صحیح یہ ہے کہ علماء حنفیہ بھی نازلہ کے وقت قنوت کے قائل ہیں۔

بحر الرائق میں غایت سے منقول ہے کہ اگر مُسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام صلوٰۃ جہریہ میں قنوت پڑھے یہی قول سفیان ثوریؒ اور امام احمدؒ کا ہے اور جمہور اہل حدیث کہتے ہیں کہ نوازل کے وقت ہر نماز میں قنوت مشروع ہے۔

علامہ شامیؒ منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ شارح نے غایت کا حوالہ دیا ہے لیکن غایت البیان میں یہ مسئلہ ہمیں نہ ملا شاید غایت السروجی مُراد ہو واللہ اعلم مگر حواشی مسکین اشباہ اور شرح اسمٰعیل میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ پھر علامہ شامیؒ اسی میں لکھتے ہیں کہ آیت سے امتناع کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس وقت کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ قنوت کی ضرورت ہو لیکن قنوت عند النازلہ اُس کے بعد بھی مشروع رہا۔ صحابہ کرامؓ کے قنوت کا صحیح محل یہی ہو سکتا ہے یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ حافظ ابو جعفر طحاویؒ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں صلوٰۃ فجر میں قنوت نہیں چاہیئے لیکن اگر کوئی فتنہ ہو جائے یا مُسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فقہاء تصریح فرماتے ہیں کہ بلا سے مُراد ہے کہ مثلاً طاعون یا ہیضہ پھیل جائے یا کوئی سخت دشمن حملہ کر دے۔

طحاوی کے اِس قول کو ابن امیر الحاج نے شرح منیہ میں نقل کیا ہے۔ اُن سے علامہ شامیؒ۔ ملا علی

قاری اور مولانا عبدالحی صاحبؒ وغیرہ نقل کرتے ہیں۔

بحرالرائق میں ہے کہ قنوت کی اجازت عندالنازلہ صلوٰۃ جہریہ میں ہے۔ بنایہ اور اشباہ وغیرہ میں بھی یہی ہے۔ لیکن امام طحاویؒ اور دوسرے فقہاء کی روایتیں ہیں کہ صرف صلوٰۃ فجر میں قنوت پڑھے اور یہی عندالعلماء مشہور ہے۔ علامہ شامیؒ کہتے ہیں کہ غالباً ہمارے یہاں دو روایتیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

قنوت فی الفجر

امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیشہ صبح کی نماز کی آخر رکعت میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا سنت راتبہ ہے اور وہ دعاء یہ ہے اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ فرماتے ہیں کہ امام جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔ امام مالکؒ صاحب بھی یہی کہتے ہیں مگر وہ جہر نہیں کہتے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زادالمعاد میں نہایت بسط سے اس کی تردید کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ امر محال ہے کہ رسول اللہؐ نے روزانہ صبح کے وقت جہر سے اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھا ہو۔ صحابہؓ برابر آمین کہتے ہوں۔ پھر وفات تک آپ کا یہ دستور رہا ہو۔ اور جمہور صحابہ بلکہ کل صحابہ اس کو بھول جائیں اور یہاں تک کہ بعض محدث اور بعض بدعت کہیں۔

ابو مالک الاشجعیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ نے تقریباً پانچ برس یہاں اور کوفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ لوگ فجر میں قنوت پڑھتے تھے۔ فرمایا بیٹا یہ محدث ہے اصحاب سنن اور امام احمدؒ نے اس کو روایت کیا اور ترمذیؒ نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دارقطنی میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں شاہد ہوں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ قنوت صلوٰۃ فجر میں بدعت ہے۔

بیہقی ابن مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انھوں نے قنوت نہ پڑھا۔

مَیں نے پُوچھا تو فرمایا کہ ہمیں یاد نہیں ہے کہ میرے اصحاب میں سے کسی نے پڑھا ہو۔ ابن عمرؓ کی غرض اصحاب سے لامحالہ اصحاب رسول اللہؐ ہیں۔ اور جو چیز روزانہ صبح کی نماز میں ہو اُس کا یاد نہ رہنا کیا معنے درحقیقت یہ شدید اِنکار ہے۔

شافعیہ کی مکمّل دلیل اِس باب میں سب سے واضح روایت ابن ابی فدیک کی ہے وہ عبداللہ بن سعید المقبری سے۔ وہ اپنے باپ سے۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے نماز کی دوسری رکعت میں جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا پڑھتے اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارك لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت۔ انك تقضی ولا یقضی علیك انہ لایذل من والیت۔ تبارکت ربنا وتعالیت۔ مگر یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ عبداللہ بن سعید المقبری منکر الحدیث ہیں۔

ابوجعفر رازی۔ ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ۔۔ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے حتی کہ آپ نے دنیا چھوڑی۔ مسند اور ترمذی وغیرہ میں یہ روایت ہے مگر ابوجعفر رازی صاحب مناکیر ہیں اُن کی روایت حجت نہیں ہے۔ دوئم اس روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ قنوت سے دُعا خاص مُراد ہے یا تطویل ارکان۔ سوئم اس روایت کے خلاف حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے شبابہ قیس بن ربیع سے اور وہ عاصم بن سلیمان سے، عاصم کہتے ہیں کہ مَیں نے انسؓ بن مالک سے پوچھا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ رسول اللہؐ ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا کہ جھُوٹ کہتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھا مشرکین کے بعض قبیلہ پر دُعا کرتے تھے۔ قیس پر یحٰیؒ ابن معین نے جرح کی ہے مگر بہر حال ابوجعفر سے اچھے ہیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے اس باب میں متعدد روایتیں ہیں اور بظاہر ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صحیح مفہوم سمجھنے کے بعد اختلاف باقی نہیں رہتا۔ فقہاء خاص دُعاء کو قنوت کہتے ہیں۔ اور صحابہ تعدیل ارکان اور طول قیام کو قنوت کہتے تھے اور کبھی قنوت میں خاص دُعاء کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اِس فرق کو پیش نظر رکھ کر تمام روایات کو

دیکھو کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا۔

البتہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بطریق صحیح مروی ہے کہ وہ صبح کی اخیر رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہٗ کے بعد قنوت پڑھتے تھے جس میں مؤمنوں کے لئے دُعاء اور کُفّار پر لعنت کرتے تھے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضورؐ نے اسی طرح قنوت پڑھا اور حضرت ابو ہریرہؓ اُسی کی تعلیم کے لئے ایسا کرتے تھے۔ اِس سے اہلِ کوفہ کی تردید ہوتی ہے اِس لئے کہ اِس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی صبح کی نماز میں اِس طرح قنوت پڑھے تو وہ بدعت نہیں ہے جیسا اہل کوفہ کہتے ہیں اہلحدیث کا مسلک تو یہ ہے کہ کوئی پڑھے تو بھی اچھا، نہ پڑھے تو بھی اچھا۔ ترک اور فعل دونوں رسولؐ کی سُنّت ہیں کوئی بدعت نہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ بدعت صرف اہل کوفہ نہیں کہتے بلکہ بدعت کا فتوٰی خود صحابہؓ کا ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔ اِس لئے ابو ہریرہؓ کی روایت کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ نازلہ کے وقت ایسا کیا کرتے تھے تو کوئی دقت نہیں ہوتی کیونکہ نازلہ کے وقت ایسا کرنا بلاشک سُنّت مستمرہ ہے۔ واللہ اعلم۔

غزوۂ بنی النضیر

بیر معونہ کے واقعہ کے بعد غزوۂ بنی النضیر ہوا۔ اِس غزوہ کا حال ہم ذکر کر چکے ہیں۔

غزوۂ ذات الرّقاع

جمادی الاوّل ۴ھ یا محرم ۵ھ میں بنی غطفان کے قبائل بنی محارب اور بنی ثعلبہ کے مقابلہ کی نیت سے حضورؐ خود نکلے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ یا حضرت عثمانؓ بن عفان کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؐ کے ساتھ چار سو آدمی تھے بعض روایات میں سات سو ہے۔

بنی غطفان کی ایک بڑی جمعیت مقابلہ میں آئی۔ مگر جنگ نہ ہوئی۔ حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضورؐ کی جگہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھی اور حضورؐ کی تلوار درخت میں لٹک رہی تھی ایک مشرک آیا اور وہی تلوار نکال کر حرکت دینے لگا اور حضورؐ سے پوچھا کہ آپؐ ہم سے

ڈرتے نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اُس نے کہا کہ نہیں ڈرتے میرے ہاتھ میں تلوار ہے آپ کو کون بچا سکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ خدا بچانے والا ہے۔ آخر اُس نے تلوار پھر غلاف میں کر کے درخت میں لٹکا دی۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ اس مشرک کا نام غورث تھا اور اپنی قوم سے کہہ کر آیا تھا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرتا ہوں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃِ خوف پڑھی۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف غزوۂ ذات الرقاع میں مشروع ہوئی یا غزوۂ بنی النضیر میں۔

الغرض اس کے بعد حضورؐ وہاں سے لوٹ آئے لوٹتے وقت ایک کافر کی ایک عورت کو کسی مسلمان نے سخت بات کہی تھی۔ وہ مشرک جب آیا اور اُس کو معلوم ہوا تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک ایک مسلمان کو قتل نہ کرلوں گا دم نہ لوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کے لشکر کا اُس نے پیچھا کیا۔ حضورؐ وہاں سے لوٹ کر ایک شعب میں ٹھہرے اور پہرے پر حضرت عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشرؓ کو حفاظت کے لئے مقرر کر دیا۔ ان دونوں حضرات نے طے کیا کہ پہلی نصف شب عباد بن بشرؓ جاگیں اور آخر نصف میں عمار بن یاسرؓ۔ عباد بن بشرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ اُس کافر نے تیر مارا اُن کو لگا۔ انھوں نے تیر نکال کر پھینک دیا مگر نماز کو نہ توڑا اس نے پھر تیر مارا اور تین تیر مارے مگر انھوں نے نماز کو نہ توڑا آخر نماز پوری کر کے ساتھی کو جگایا حال کہا دشمن کو تلاش کیا وہ بھاگ گیا۔ جب حضرت عمارؓ نے اُن کا خون دیکھا تو کہا سبحان اللہ آپ نے ہمیں پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگا دیا۔ حضرت عبادؓ نے فرمایا کہ میں ایک سورت پڑھ رہا تھا یہ بات پسند نہ آئی کہ اُس کو پورا نہ کروں۔

صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع میں ہم چھ آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہو کر گئے تھے۔ ہم لوگوں کے پیر پھٹ گئے تھے اس لئے پیروں میں چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع ہو گیا۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ ایک درخت کا نام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سب باتیں ہوں۔

ابن اسحٰق اور دوسرے اصحاب سیر و مغازی اِس غزوہ کو غزوۂ خندق سے پہلے لکھتے ہیں۔ اور اِس میں شبہ نہیں کہ حضورؐ نے اس غزوہ میں صلوٰۃ خوف پڑھی۔ صحیح مسلم کی روایت لکھی گئی اور کئی صحابہؓ سے صحیح روایتیں اس باب میں ہیں اور اصحاب سیر بھی یہی لکھتے ہیں۔ مگر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اِس لئے کہ امام احمد اور اصحاب سنن ابو عیاش الزرقی رضؓ سے اور ترمذی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف پہلے پہلے غزوۂ عسفان میں حضورؐ نے پڑھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضورؐ ضجنان اور عسفان کے درمیان اُترے تھے۔ اور کفار کے لشکر میں سردار خالد بن ولید تھے۔ مسلمان ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو کفار نے افسوس کیا کہ ہم نے ایک موقع کھو دیا پھر خالد نے کفار سے مشورہ کیا کہ عصر کی نماز مسلمانوں کو اپنے مال و اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے جب یہ لوگ عصر کی نماز شروع کریں تو متفقہ حملہ کر دیا جائے۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضورؐ کو اس مشورہ کی خبر دی اور اصحاب کو دو حصہ کر کے صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلے پہلے حکم دیا۔ شبہ یہ ہے کہ غزوۂ عسفان یقیناً غزوۂ خندق کے بعد ہے اس پر سب کا اتفاق ہے پھر اگر ذات الرقاع خندق سے پہلے ہے تو اس میں آپ نے صلوٰۃ خوف کیسے پڑھی۔

دوئم صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ وہ غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے اور مسند امام احمد اور سنن میں روایت ہے کہ مروان بن الحکم کے سامنے حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ہم نے صلوٰۃ خوف غزوۂ نجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ غزوۂ خیبر کے قریب مُسلمان ہوئے اور ابو موسیٰ اشعریؓ غزوہ خیبر کے بعد مدینہ آئے تو اگر ذات الرقاع خندق سے بھی پہلے تھا تو یہ لوگ کیونکر شریک ہوئے۔ اِس لئے ابن قیم کہتے ہیں کہ ذات الرقاع غزوۂ عسفان اور غزوۂ خیبر کے بعد ہوا۔ واللہ اعلم۔

بدرِ ثانیہ

غزوۂ اُحد سے لوٹتے وقت ابو سفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تمہارا وعدہ ہے کہ آئندہ سال بدر

میں مقابلہ ہوگا۔ حضورؐ نے بھی قبول کیا تھا۔ دوسرے سال یعنی سنہ ۴ھ کے شعبان یا ذی قعدہ میں اس وعدہ کے موافق حضورؐ روانہ ہوئے ایک ہزار پانچسو آدمی اور دس گھوڑے آپؐ کے ساتھ تھے۔ حضرت علیؓ علمبردار تھے۔ مدینہ میں عبداللہ بن رواحہ کو خلیفہ کردیا تھا۔ حضورؐ بدر تک گئے۔ آٹھ روز تک کفار کا انتظار کیا۔ اُدھر ابوسفیان بھی مکہ سے چلا دو ہزار آدمی اور پچاس گھوڑے اس کے ساتھ تھے۔ مکہ سے ایک منزل ظہران تک یا عسفان تک آیا وہاں اُس نے کہا کہ یہ سال[1] مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ سب وہیں سے لوٹ گئے۔ اس سال خشک سالی تھی۔

غزوہ دومۃ الجندل

اصل لغت دُومہ بضم دال و جَندَل بفتح جیم و فتح دال ہے لیکن ابن اثیر کہتے ہیں کہ محدثین دَومہ بفتح دال کہتے ہیں۔ دُومۃ الجندل ایک قلعہ ہے۔ اور دَومہ بفتح دال ایک قریہ ہے حمص کے قریب۔ حضورؐ کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں بہت سے مشرکین جمع ہوئے ہیں۔ اور مدینہ کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے ربیع الاول سنہ ۵ھ میں سباع بن عرفط الغفاری کو مدینہ کا خلیفہ بناکر ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ اُس طرف کا رُخ کیا۔ اور بنی عذرہ کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ لیا یہ مقام مدینہ سے پندرہ روز کے راستہ پر ہے جب دومۃ الجندل میں حضورؐ کی خبر پہنچی تو وہ لوگ منتشر ہوگئے۔ حضورؐ پہنچے تو کوئی نہ ملا۔ چند روز وہاں ٹھیرے۔ مختلف اطراف میں سرایا بھیجے۔ مختلف جوانب میں فوج تقسیم کی مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آپؐ مدینہ لوٹ آئے۔

غزوہ بنی المصطلق[2] کب ہوا

چونکہ تحقیق یہی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق بھی سنہ ۵ھ میں ہوا اس واسطے غالباً صحیح مقام اُسکا

---

[1] اس سال خشک سالی اور قحط تھا ۱۲ منہ۔

[2] مصطلق بضم میم و سکون صاد مہملہ و فتح طاء مہملہ و کسر لام بعدہٗ قاف ۱۲ منہ۔

یہی ہے۔ مگر اِس غزوہ کے تاریخ کی تعیین میں جو اختلافات اور اشکالات واقع ہوئے ہیں پہلے اختصاراً اُن کو ذکر کر دینا مناسب ہے۔

امام بخاریؒ نے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق یعنی غزوہ مُریسیع سنہ ۶ھ میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ سنہ ۴ھ میں ہوا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابن اسحٰق سنہ ۶ھ میں خندق کے بعد لکھتے ہیں اور یہی قول جمہور کا ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ باستثناء واقدی اہلِ سیر کا اجماع ہے کہ سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے اور اُس کے بعد ہی اُن کا انتقال ہو گیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ مُریسیع سنہ ۵ھ میں ہوا اور اُس کے بعد قریظہ و خندق ہوئے۔

سنہ ۴ھ کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ اِس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوہ میں ہوا۔ اور افک کی روایت صحیحین میں ہے اُس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ دوئم افک کے وقت حضرت زینب بنت جحشؓ حضورؐ کے عقد میں تھیں اور اُنھوں نے اس واقعہ کے متعلق رائے بھی دی ہے۔ سوئم حمنہ بنت جحشؓ اہلِ افک کے ساتھ تھیں اُس کی وجہ یہی تھی کہ اُن کی بہن بھی حضورؐ کی زوجہ تھیں۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت زینبؓ کا عقد اور حجاب کا نزول سنہ ۵ھ میں ہوا۔ تو غزوہ مُریسیع اِس سے پہلے نہیں ہو سکتا۔

ایک اشکال یہ ہے کہ جب غزوہ مُریسیع سے حضورؐ مدینہ واپس آئے اور اہلِ افک نے بہت چہ میگوئیاں شروع کیں۔ اُس وقت حضورؐ نے منبر پر فرمایا کہ کون ہے جو ان منافقین کے خلاف ہماری امداد کرے تو حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا کہ میں ہوں یا رسول اللہؐ الخ یہ صحیحین کی روایت ہے۔ لیکن ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مریسیع سنہ ۶ھ میں خندق کے بعد ہوا۔ اور اِس پر اجماع ہے کہ سعد بن معاذؓ کا غزوہ خندق کے بعد ہی اِنتقال ہو چکا تھا۔ تو پھر غزوہ مُریسیع کے بعد اُن کا موجود ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ وہ کیونکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ سکے۔

اِس کے جواب دو طرح کے ہو سکتے ہیں موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کہتے ہیں کہ مُریسیع خندق سے پہلے ہوا۔ اور قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول ابن قیمؒ اور امام نوویؒ نے نقل کیا ہے کہ یہی قول بہتر ہے۔

اگر یہ صحیح ہو تو صحیحین کی روایت سے تطبیق ہو جاتی ہے مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مُریسیع حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد اور خندق سے پہلے ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حضورؐ کے مطالبہ پر جو کچھ بولے حضرت اُسید بن حُضیر بولے جیسا کہ ابن اسحٰق نے لکھا ہے۔ اور سعد بن معاذؓ کا کوئی تذکرہ اُنھوں نے نہیں کیا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ بلا شک یہی صحیح ہے اس صورت میں صحیحین کی روایت میں حضرت سعدؓ کا ذکر رواۃ کا تسامح ہوگا۔ واللہ اعلم۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا باتفاق اہل سیر اِلّا واقدی اور واقدی و ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ۵ھ میں ہوا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ خندق ۵ھ میں ہوا۔ کیونکہ غزوۂ اُحد ۳ھ میں ہوا اور اُس میں ابو سفیان نے آئندہ سال جنگ کی دعوت دی تھی ۴ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر تک گئے مگر وہ خشک سالی کی وجہ سے نہ آیا اُس کے دوسرے سال یعنی ۵ھ میں آیا اور غزوۂ خندق واقع ہوا۔

الغرض راجح یہ ہے کہ ۵ھ ہی میں حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد پہلے مریسیع ہوا پھر اُسی سال غزوۂ خندق ہوا۔ واللہ اعلم۔

غزوۂ بنی المصطلق

مصطلِق بنی خزاعہ کے ایک شخص جذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ اور بنی خزاعہ کا ایک کنواں ہے جس کو مُریسیع کہتے ہیں۔ اسی کوئیں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیرے تھے اس لئے اُس کو غزوۂ بنی المصطلِق بھی کہتے ہیں اور غزوۂ مُریسیع بھی۔

یہ غزوہ شعبان ۵ھ میں ہوا۔ حضورؐ کو خبر ملی کہ حارث بن ابی ضرار بنی المصطلِق کا سردار اپنی قوم اور دوسرے عرب قبائل کو لے کر رسول اللہؐ سے جنگ کرنے کی نیّت سے نکلا ہے۔

حضورؐ نے پہلے بُریدہ ابن الحَصیب الاسلمی[۱] کو تحقیق کے لئے بھیجا۔ وہ حارث سے ملے اور خود

---

[۱] بُریدہ بضم موحدہ و فتحہ مہملہ ابن الحَصیب بضم حائے مہملہ و فتحہ صاد مہملہ بصیغۂ تصغیر ۱۲ منہ۔

اُس کی زبانی دریافت کیا کہ وہ واقعی اس کی تیاری کر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی تحقیق ہوگئی تو آپ نہایت عجلت کے ساتھ نکلے۔ اور منافقین جو پہلے غزوات میں ساتھ نہیں جاتے تھے وہ بھی اُس میں ساتھ ہوئے۔ حضورؐ نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہؓ یا حضرت ابوذر غفاریؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ بعض لکھتے ہیں کہ نمیلہ[1] بن عبد اللہ اللیثی کو خلیفہ بنا دیا۔ شعبان کی دوسری تاریخ پیر کے دن آپ مدینہ سے نکلے۔ مہاجرین کا عَلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کو مقدمہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ تھے۔ راستہ میں ایک جاسوس ملا جس کو کفّار نے مخبری کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُس کو گرفتار کر لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اس کو قتل کیا۔ اس سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔

جب کفار کو حضورؐ کی روانگی اور جاسوس کے قتل ہونے کی خبر ملی تو کفار پر رُعب چھا گیا اور قبائل کے لوگ منتشر ہو گئے۔ حارث کے ساتھ صرف اُس کے قبیلہ کے آدمی رہ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو مُریسیع پر ٹھہرے۔ اور پہلے ہی حملہ میں کفّار کو شکست ہوئی۔ مرد اور عورتیں سب گرفتار ہو گئیں۔ اُونٹ بکریاں بہت غنیمت میں ملیں۔ کوئی مسلمان اس غزوہ میں شہید نہ ہوا۔ مگر کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صبابہؓ خود حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اُنھوں نے دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا۔

اُمّ المومنین جویریہؓ

حضورؐ جب تقسیم غنائم و سبایا سے فارغ ہوئے تو حضرت جویریہؓ آپ کی خدمت میں آئیں فرمایا کہ یارسول اللہؐ میں مسلمان ہو کر آئی ہوں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسولہ۔ میں حارث ابن ابی ضرار کی لڑکی ہوں جو اس قبیلہ کا سردار ہے اسلامی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئی ہوں۔ اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑی ہوں۔ ثابت نے مجھ سے مکاتبت کر لی ہے مگر میں

[1] نمیلہ بہ نون بعدہٗ میم بعدہٗ تحتانیہ بعدہٗ لام ۱۲ منہ۔

مال ادا نہیں کر سکتی۔ اُمید لے کر آئی ہوں کہ آپ میری امداد کریں تاکہ مَیں وہ مال ادا کر سکوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس سے بہتر سلوک میں تمھارے ساتھ کروں گا پوچھا کہ وہ کیا یا رسول اللہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال مکاتبت ادا کرکے مَیں خود تمھارے ساتھ عقد کر لوں گا۔ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ ہاں یا رسول اللہؐ! آپ نے ثابت بن قیس کو بُلوایا۔ مال ادا کر دیا اور حضرت جویرہؓ کو آزاد کرکے اُن سے عقد کر لیا۔

صحابہؓ میں جب یہ خبر پھیلی تو سب نے کہا اللہ اکبر اصہارِ رسول اللہؐ چونکہ بنی المصطلق کے قیدی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا میں داخل ہو گئے۔ اس لئے صحابہؓ نے مشورہ کرکے سب کو آزاد کر دیا۔ ایک سَو سے زیادہ قیدی تھے۔ سُبحان اللہ۔

مُنافقین کی شرارت

ابھی مسلمان اِسی کنوئیں پر تھے کہ ایک واقعہ ہو گیا۔ بنی غفار کے ایک شخص جھجاہ[1] ابن مسعودؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کے اجیر تھے اور سنانؓ بن وبر الجہنی[2] بن عوف ابن خزرج کے حلیف تھے۔ پانی بھرنے کے ڈول کے متعلق دونوں میں تکرار ہو گئی۔ جھجاہؓ نے سنانؓ کو تھپڑ مار دیا۔ سنانؓ نے انصار کو آواز دی۔ جھجاہؓ نے مہاجرین کو آواز دی۔ دونوں جمع ہو گئے اور بات بڑھ گئی قصور جھجاہ کا تھا۔ مہاجرین نے سنانؓ کو راضی کر لیا اور بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر اِس سفر میں عبداللہ ابن اُبَیّ منافق بھی تھا جب اُس کو یہ خبر ملی تو بہت برافروختہ ہوا اور کہا کہ یہ تو وہی مثل ہوئی سمّن کلبک یاکلک انا واللہ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ یعنی کُتّے کو موٹا کرو کہ تمھیں کو کھالے۔ خدا کی قسم مدینہ لوٹے تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کریگا۔ گویا ملعون نے اپنے کو اعز کہا اور رسول اللہؐ کو اذل۔ اور اِس قصّہ کی وجہ سے لوگوں کو

---

[1] جھجاہ بن مسعود یا ابن سعید یا ابن مسعود والاوّل ہو الراجح ۱۲ منہ۔

[2] سنان بکسر سین مہملہ وخفتہ نون ابن وبَرہ یا وبَر ۱۲ منہ۔

حضورؐ سے برانگیختہ کرنا چاہا۔ جس وقت وہ یہ بک رہا تھا حضرت زید ابن ارقم وہاں موجود تھے انھوں نے حضورؐ سے جب تذکرہ کیا تو اُس وقت حضرت عمرؓ بھی موجود تھے اُن کو جلال آگیا کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اجازت دیجئے ابھی اس منافق کو قتل کروں۔ حضورؐ نے منع کیا کہ جو سُنے گا کہے گا کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ مگر یہ قصّہ مہاجرین و انصار میں پھیل گیا۔ اور ہر جگہ اسی کا تذکرہ ہونے لگا۔ دونوں طرف غصّہ اور جوش پیدا ہو گیا۔

سخت دھوپ کا وقت تھا اور ایسے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر اُس روز اسی وقت کوچ کا حکم دیدیا اُسید بن حضیرؓ نے مؤدبانہ عرض کیا کہ حضورؐ آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے آج کیا ہے؟ فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ عبداللہ بن اُبَی نے کیا کہا ہے؛ حضرت اُسیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کو بکنے دیجئے وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اُس کی امارت چھین لی ہے۔ آپ تمام دن چلتے رہے کہ شام ہو گئی۔ پھر تمام رات چلتے رہے کہ صبح ہو گئی۔ دوسرے روز جیسے ہی صحابہ کرامؓ کی پیٹھ زمین سے لگی سب کو نیند آگئی۔ رات دن کے سفر سے ہر شخص چُور ہو گیا تھا۔ آپؐ کی غرض یہ تھی کہ اس منافق کی گفتگو کا تذکرہ زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ کہیں مہاجرین وانصار میں اختلافات پیدا نہ ہوں۔

اُس منافق سے انصار نے دریافت کیا کہ تو نے ایسا کیوں کہا؟ تو اُس نے انکار کیا کہ مَیں نے نہیں کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر اُس نے قسم کھائی کہ مَیں نے نہیں کہا ہے زید ابن ارقم کم سِن تھے لوگوں نے سمجھا کہ اُنھوں نے غلطی کی اور انصار اُن سے کہنے لگے کہ تم نے ایک معزز سردار پر تہمت باندھ کر یہ کیا ہنگامہ مچا دیا ہے۔ زید اس الزام سے بہت افسردہ اور پریشان ہوئے۔ لیکن اس کے بعد سورۂ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں جن میں اُن کے قول کی تصدیق ہوئی اور جھوٹ سچ ظاہر ہو گیا۔

جب اِس منافق کی تکذیب قرآن پاک نے کردی اور صحابہؓ کو صحیح حال معلوم ہوا تو یہ مدینہ میں ہر جگہ ذلیل ہوا۔ اور لوگوں کو گمان ہوا کہ اب یہ قتل کر دیا جائے گا۔ اُس کے لڑکے نے آکر

عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں نے سُنا ہے کہ آپ میرے والد عبداللہ بن اُبی کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ارادہ ہو تو آپؐ مجھے حکم دیں میں اُس کا سر خدمت میں حاضر کروں۔ مَیں خزرج میں باپ کا سب سے مُطیع لڑکا مشہور ہوں لیکن آپؐ کا حکم مقدّم ہے اگر آپؐ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ باپ کے قاتل کو گھومتا دیکھ کر مجھ میں حمیّت پیدا ہو جائے اور مبادا ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو قتل کر کے جہنمی نہ بن جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو عبداللہ ابن اُبیّ کے ساتھ سختی کا برتاؤ مَیں کرنا نہیں چاہتا۔

قِصّہ اِفک

اسی غزوہ میں اِفک کا واقعہ پیش آیا۔ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب غزوہ میں جاتے تو اُمّہات المومنین کے نام قرعہ ڈالتے۔ جس کا نام نکلتا اُس کو ساتھ لیجاتے۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ ساتھ تھیں۔ فتح کے بعد لوٹے تو مدینہ کے قریب ایک منزل میں قیام کیا۔ حضرت عائشہؓ حاجتِ ضروری کے لئے میدان گئیں۔ وہاں سے آئیں تو دیکھا کہ گلے میں مالا نہیں ہے۔ یہ ظفار کی ایک مالا تھی جو اپنی بہن سے عاریۃً لے کر آئی تھیں۔ اُس کو تلاش کرنے پھر اُسی مقام پر گئیں۔ اور یہاں قافلہ کو روانگی کا حکم ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ کا ہودج اُٹھانے کے لئے جو لوگ مقرر تھے وہ آئے۔ سمجھا کہ حضرت عائشہؓ ہودج میں ہیں اُنھوں نے اٹھا کر اُونٹ پر کس دیا اور روانہ ہو گئے۔ کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ خالی ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کم عمر تھیں۔ دُبلی پتلی تھیں۔ اِس کے علاوہ کئی آدمی مل کر اُٹھاتے تھے وزن سے کچھ انداز نہ کر سکے۔

حضرت عائشہؓ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ میدان صاف ہے۔ اب کیا کرتیں سمجھا کہ جب منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے تو کوئی تلاش کرنے آئے گا۔ خدا کی مرضی پر بھروسہ کر کے چادر لپیٹ کر لیٹ رہیں۔ رات باقی تھی نیند آگئی۔ خود فرماتی ہیں کہ میری نیند صفوانؓ[1] بن معطلؓ کے استرجاع

[1] صفوان بن مُعطّل بضم میم و فتح عین مہملہ و تشدید طاء مہملہ بعدہٗ لام ۱۲ منہ۔

سے ٹوٹی۔ وہ فوج کے آخر میں تھے جب فوج روانہ ہو چکی تو وہ یہاں آئے۔ مجھے دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ حجاب سے پہلے اُنھوں نے مجھے دیکھا تھا۔ دیکھ کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو رسول اللہؐ کی زوجہ ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا خدا آپ پر رحم کرے۔ مَیں نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ اونٹ میرے قریب لے آئے اور کہا سوار ہو جائیے اور خود الگ ہو گئے۔ مَیں اُونٹ پر سوار ہو گئی۔ وہ ڈوری پکڑ کر روانہ ہوئے اور تیز چلے کہ جلد لوگوں سے مل جائیں۔ دن زیادہ ہو گیا تھا لوگ ایک منزل پر ٹھیرے اور اطمینان سے بیٹھ چکے تھے کہ اس کے بعد میرا اُونٹ پہنچا۔

ساری فوج میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ خصوصًا خبیث عبداللہ بن اُبَی منافق نے باتیں بنا بنا کر خوب لوگوں میں پھیلائیں سب سے اس کا تذکرہ کرتا۔ کچھ لگاتا کچھ بڑھاتا تھا۔ اور اِس کے ساتھی ہر جگہ اسی کا تذکرہ کرتے تھے اور مجھے اِن باتوں کا مطلق علم نہ ہوا۔

فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچکر میں بیمار ہو گئی۔ اور وہاں ہر طرف اس کا تذکرہ ہونے لگا حتّٰے کہ کچھ صادق مسلمان بھی اِس بلا میں مبتلا ہو گئے اور منافقین کی باتوں کو پھیلانے لگے۔ اُن میں تین شخصوں کے نام معلوم ہیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ رسول اللہؐ کے مشہور شاعر مِسْطَح[1] بن اُثاثہ حضرت صدیقؓ کی خالہ کے ناتی۔ اور حمنہ بنت جحش، ام المومنین زینبؓ بنت جحش کی بہن تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے کوئی علم ان باتوں کا نہ ہوا۔ نہ رسول اللہؐ نے اِس کا ذکر کیا نہ میرے والدین نے مجھ سے کچھ کہا۔ نہ کسی اور شخص نے۔ لیکن میں یہ دیکھتی تھی کہ رسول اللہؐ کا لطف و کرم جو اور بیماریوں میں میرے حال پر ہوتا تھا وہ اس دفعہ نہ تھا۔ آتے خیریت پوچھتے اور چلے جاتے۔ اس تغیر کا سبب میں سمجھ نہ سکی۔ مگر اس کا مجھ کو رنج ہوتا تھا۔

ایک رات مَیں مِسطح بن اُثاثہ کی ماں کے ساتھ حاجتِ ضروری کے لئے مناصع میں مدینہ سے باہر گئی۔ کیونکہ اُن دِنوں گھروں میں بیت الخلاء نہ تھا۔ عورتیں صرف رات کے وقت حاجت ضروریہ کے لئے باہر جایا کرتی تھیں۔ اور ام مسطح ابی[2] رُہم بن المطلب بن عبد مناف کی لڑکی تھیں اور اُن کی

[1] مِسطح بکسر میم و سکون سین مہملہ و فتحہ طاء مہملہ و سکون حاء مہملہ ۱۲ منہ۔
[2] ابی رُہم بضم رائے مہملہ و سکون ہائے ہوز ۱۲ منہ۔

ماں حضرت صدیق رضؓ کی خالہ تھیں۔ لوٹتے وقت اُن کا پیر چادر میں پھنس گیا تو اُن کی زبان سے نکلا کر مِسطح ہلاک ہو۔ مَیں نے کہا کہ ایک ایسے شخص کو جو مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور بدری ہیں تم ایسا کہتی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ اے نادان تجھے خبر نہیں کہ مِسطح کیا بکتا ہے؛ مَیں نے کہا وہ کیا۔ تو اُنھوں نے سب حال بیان کیا۔ میرا تو ہوش جاتا رہا۔ مَیں نے کہا کہ کیا سچ کہتی ہو اُنھوں نے کہا کہ ہاں بالکل سچ۔

مَیں لوٹ کر گھر آئی رسول اللہؐ حسب معمول خیریت پوچھنے آئے تو مَیں نے کہا کہ کیا آپؐ اجازت دیں گے کہ مَیں ماں باپ کے گھر جاؤں۔ آپؐ نے اجازت دیدی۔ میری ماں ام رومان بیماری کی وجہ سے میرے ہی پاس رہتی تھیں مَیں نے اُن سے کہا کہ یہ کیا قِصّہ ہے۔ اتنی بات ہو رہی ہے اور تم نے مجھ سے ذکر نہ کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو سوکن والی عورتوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ کیا واقعی لوگوں نے ایسا کہا ہے۔ لوگوں کے مُنہ سے یہ بات نکلی ہے۔ کیا رسول اللہؐ تک ایسی گفتگو پہنچی ہے۔ کیا میرے باپ نے یہ سب سُنا ہے؛ یہ کہہ کر مَیں بے اختیار رونے لگی تمام رات روتی رہی صبح ہو گئی مگر آنسو نہ تھمے پھر تمام دن ختم ہوا مگر آنسو نہ رُکے نہ نیند آئی۔ بیماری اور بھی بڑھ گئی۔ دوسرے گھر میں والد قرآن پڑھ رہے تھے۔ میرے رونے پر وہ بھی روئے اور کہا کہ عائشہ رضؓ صبر کرو دیکھو خدا کیا حکم کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ کی بیماری کی حالت حضورؐ کو ملتی تھی۔ اور خاطر شریف کو بہت خلجان تھا۔ اکثر گھر میں تنہا اور ملول رہتے تھے۔ اِس عرصہ میں کوئی وحی بھی اِس معاملہ کے متعلق نازل نہ ہوتی۔

حضورؐ نے مشورہ کے لئے لوگوں کو بُلایا حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں آپؐ کے اہل میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ یہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ حضرت علی رضؓ نے تلویحاً حضرت عائشہ رضؓ کے خلاف رائے دی کہا کہ یا رسول اللہؐ خدا نے آپؐ پر تنگی نہیں کی عورتیں اور بہت ہیں۔ آپؐ اپنی جاریہ سے دریافت کیجئے ٹھیک حالت معلوم ہو جائے گی۔ اس پر حضرت بریرہ بلائی گئیں اُنھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے عائشہ رضؓ کی کوئی ناپسندیدہ حرکت نہیں دیکھی۔ البتہ غافل اور کمسن

لڑکی ہے سو جاتی ہے بکری آکر گُندھا ہوا خمیر کھا جاتی ہے۔ یہ تو صحیح بخاری میں ہے۔ لیکن ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب سادات صحابہؓ کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ سُبحانک ھٰذا بہتان عظیم۔ مولانا شاہ عبدالحق محدّث دہلوی بعض ارباب سیر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ یہ ہو نہیں سکتا کہ خدائے ذوالجلال آپ کی اہلیہ کو ایسی ناپاکی میں ملوّث ہونے دے۔ اور حضرت علیؓ نے بھی پیچھے ایسا ہی کہا واللہ اعلم۔ صحاح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ زینب بنت جحشؓ سے رسول اللہؐ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہؐ میں اپنے کان آنکھ کو اِس سے بچانا چاہتی ہوں کہ بغیر دیکھے سُنے کوئی بات دیکھنے سُننے کی طرف منسوب کردوں۔ خدا کی قسم عائشہؓ سے سوائے بھلائی کے مَیں کچھ نہیں جانتی۔ حالانکہ زینبؓ حسن و جمال اور قدر و منزلت میں رسول اللہؐ کے نزدیک میری برابری کرتی تھیں۔ لیکن زہد و تقویٰ کی وجہ سے وہ کذب و افترا میں نہ پھنسیں۔ اُن کی بہن حمنہ بنت جحشؓ اُن سے لڑتی تھی کہ اِس وقت کچھ کہتی کیوں نہیں۔

الغرض اِس کے بعد حضورؐ مسجد تشریف لے گئے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو ہماری مدد کرے اور انتقام لے اُس شخص سے (عبداللہ بن اُبی مراد ہے) جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق سخت ایذا دی ہے۔ حالانکہ بخدا مَیں اپنے اہل کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اِس کے متعلق ایسے شخص کا (صفوان بن معطلؓ مراد ہیں) ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔

اِس پر حضرت سعدؓ بن معاذ اُٹھے یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ مَیں ہوں اگر وہ شخص میرے قبیلہ کا ہے تو بتایئے مَیں اُس کی گردن ماروں۔ اور اگر میرے بھائی خزرج کے قبیلہ کا ہے تو آپ حکم دیجئے آپ کے حکم کی تعمیل کروں۔ عبداللہ بن اُبی قبیلہ خزرج کا تھا اِس لئے حضرت سعد بن عبادہؓ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے بول اُٹھے حالانکہ یہ مخلص مسلمان تھے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا اور تم ہرگز اُس کو قتل نہیں کر سکتے ہو اور تم نے صرف اِس وجہ سے یہ کہا ہے کہ تم جانتے ہو کہ وہ قبیلہ خزرج کا آدمی ہے۔ اِس پر حضرت اُسید بن حضیرؓ جو سعد بن معاذؓ کے ابن عم تھے سعد

ابن عبادہؓ سے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور تم منافقوں کی پاسداری کرتے ہو۔ اس پر بات بڑھ گئی عصبیت پیدا ہو گئی۔ دونوں طرف لوگ جنگ کے لئے مستعد ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش کر کے لوگوں کو ساکت کیا۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اوس و خزرج کا یہ قصہ جب مجھ کو میری ماں کے گھر معلوم ہوا تو روتے روتے میری بُری حالت ہو گئی۔ میری بیماری اور اس قصہ کو ایک مہینہ ہو گیا تھا اور اب تک خدا کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ یک بیک حضورؐ تشریف لاتے سلام کیا۔ حال پوچھا بیٹھ گئے۔ پہلے تشہد پڑھا پھر فرمایا کہ اے عائشہؓ مجھ کو تیرے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اگر تو پاک ہے تو خداوند کریم خود تیری برأت ظاہر کرے گا۔ اور اگر تو گناہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو خدا سے معافی طلب کر۔ توبہ کر۔ اور خدا کی طرف رجوع کر کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، اور توبہ کرتا ہے تو خداوند کریم اُس کے گناہ کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہؐ نے جب یہ تقریر کی تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے میں نے والدین سے کہا کہ رسول اللہؐ کو جواب دو۔ اُنھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں وہ ساکت رہے سچ تو یہ ہے کہ آل ابی بکر پر جو مصیبت اُن دنوں گزری ویسی کبھی نہ گزری تھی۔

مجھ کو ایک اطمینان تھا سمجھتی تھی کہ میں پاک ہوں ضرور خداوند کریم اپنے رسولؐ پر حق ظاہر کرے گا۔ مگر میں اپنے کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتی تھی کہ میری برأت میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوں گی۔ میں سمجھتی تھی کہ خواب میں یا اور کسی طرح حضورؐ کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ والدین ساکت ہیں تو میں نے کہا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں میں نے قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھا لیکن یہ جانتی ہوں کہ جو باتیں آپ لوگوں نے سُنی ہیں وہ آپ کے دِلوں میں جم گئی ہیں آپ لوگ اُس کو سچا سمجھ چکے ہیں۔ اب اگر میں کہوں کہ میں پاک اور مُنزّہ ہوں تو آپ لوگ یقین نہ کریں گے اور میری بات کو سچّا نہ سمجھیں گے۔ لیکن اگر میں آپ کے سامنے اِن خرافات کا اعتراف کر لوں اور خُدا جانتا ہے کہ میں اُس سے پاک ہوں تو آپ اُس کو سچا سمجھیں گے۔ پس

اِس وقت میری حالت وہی ہے جس میں یوسفؑ کے والد نے کہا تھا فصبرٌ جمیل واللّٰہ المستعان علیٰ ما تصفون۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غایت حزن و اضطراب کی وجہ سے اس وقت مجھ کو باوجود کوشش کے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا۔ اِس لئے یوسفؑ کا باپ کہا۔ فرماتی ہیں کہ مَیں نے یہ کہہ کر مُنہ پھیر لیا اور تکیہ پر جُھک گئی۔

فرماتی ہیں کہ اِن باتوں کے بعد ابھی اہلِ بیت میں سے کوئی شخص باہر نہ گیا تھا کہ آپ پر نزولِ وحی کے آثار شروع ہو گئے۔ اور رخسار مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔ مَیں یہ دیکھ کر بہت مطمئن ہوئی اور سمجھی کہ اب اللہ پاک حق ظاہر کرے گا اور مَیں نے حضورؐ کے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا۔ لیکن میرے والدین کی یہ حالت تھی کہ گویا جان نِکل رہی ہے اس خیال سے کہ نہ معلوم حق کیا ظاہر ہوتا ہے۔

جب رسول اللہؐ کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اے عائشہؓ! تجھ کو بشارت ہو خدا نے تجھ کو تہمت سے پاک کیا تیری پاکی کی گواہی دی۔ اور تیری شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل کیں۔ والدین نے کہا کہ اے عائشہؓ! اُٹھ رسول اللہؐ کا شکریہ ادا کر اور رسول اللہؐ کے پاس جا۔ مَیں نے کہا کہ خدا کی قسم! مَیں اُن کا شکریہ ادا نہیں کرتی۔ مَیں اپنے خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کرتی ہُوں جس نے مجھ کو اس تہمت سے بچایا اور میرے حق میں قرآن نازل فرمایا۔

اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لے گئے خطبہ پڑھا۔ جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ سُنائیں۔ پھر اہلِ اِفک میں سے حسّان بن ثابتؓ۔ مسطح ابن اثاثہؓ۔ حمنہ بنتِ جحشؓ کو حدِ قذف میں اسّی اسّی دُرّے مارے گئے۔

مسطح ابن اثاثہؓ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور محتاج تھے۔ حضرت صدیقؓ اُن کی کفالت کرتے تھے۔ مگر واقعہ اِفک کے بعد قسم کھالی کہ اب اس کی امداد نہ کروں گا آیت نازل ہوئی اور اِس طرح کی قَسم سے منع کیا گیا۔ آپ نے پھر امداد شروع کر دی اور قسم کھائی کہ کبھی امداد

بند نہ کروں گا۔

حسان بن ثابتؓ کو اگر کوئی شخص حضرت عائشہؓ کے سامنے برا کہتا تو آپ منع کرتیں کہ حسانؓ نے کفار کے مقابلہ میں رسول اللہؐ کی مدح کی ہے اُن کو بُرا نہ کہو۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حسانؓ نے صفوان بن معطلؓ کی ہجو میں اشعار لکھے تھے۔ ایک روز صفوانؓ نے راستہ میں اُن کو تلوار ماری۔ اور کہا کہ مجھے شعر کہنا نہیں آتا اس لئے اُس کا یہ بدلہ ہے۔ لوگ اُن کو پکڑ کر رسول اللہؐ کے پاس لے گئے۔ حضورؐ نے حسانؓ کو بلوایا اور کہا کہ حسان نیکی کرو۔ تم ہی نے اس کو متوحش کر دیا ہے۔ حسانؓ نے کہا کہ یہ آپؐ کو اختیار ہے۔ حضورؐ نے حسانؓ کو اس کے بدلے بیرحاءؔ[1] جہاں اب قصر جدیلہ ہے دیدیا۔ یہ پہلے ابو طلحہ بن سہل کا مال تھا۔ اُنھوں نے آلِ رسولؐ کو دیدیا تھا۔ رسول اللہؐ نے وہ حسانؓ کو دیدیا۔ اسی قصہ میں شیریںؔ اور قیصریؔ دو قبطی لونڈیاں بھی آپ نے حسانؓ کو دیدیں۔ واللہ اعلم۔

تیمّم کے حکم کا نزول

ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کی مالا کے گم ہو جانے پر آیت تیمم نازل ہوئی یہ قصہ صحیحین میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم بعض سفر میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ ہم لوگ جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں تھے تو میری مالا گم ہو گئی رسول اللہؐ اُس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپ کے ساتھ سب کو ٹھہرنا پڑا۔ اُس جگہ پانی نہ تھا نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا اس لئے سب لوگ بہت پریشان ہو گئے۔ کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عائشہؓ نے کیا کیا۔ رسول اللہؐ کو اور ساری جماعت کو ایسی جگہ روک دیا

[1] ابن اثیر کہتے ہیں کہ حدیث میں ابی طلحہؓ کے آیا ہے احبّ اموالی الیّ بیرحاء اس لفظ میں محدثین کا بڑا اختلاف ہے کہتے ہیں کہ بیرحاء بفتح با وکسرہا وبفتح راء وضمہا والمد فیہما وبفتحہما والقصر وھی اسم مالٍ وموضعٌ بالمدینۃ اور زمخشری کہتے ہیں کہ فیعلیٰ کے وزن پر ہے براح سے اس کے معنی بلند زمین ہے ۱۲ منہ۔

ہے جہاں پانی نہیں ہے۔ فرماتی ہیں کہ حضرت صدیق رضؓ میرے پاس آئے اُس وقت رسول اللہؐ میری زانو پر سر مُبارک رکھ کر سو گئے تھے۔ آ کر بہت غصّہ ہوئے کہا کہ تو لوگوں کے لئے بلا اور مصیبت کا ذریعہ بن گئی ہے۔ ایسی جگہ لوگوں کو روک دیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ یہ کہہ کر پھر مجھے مارنے لگے اور مَیں رسول اللہؐ کے خیال سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی الغرض بغیر پانی کے صبح ہو گئی۔ صبح کے وقت تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔ اور لوگوں نے تیمّم کر کے صبح کی نماز پڑھی۔ صحابہؓ بڑے خوش ہوئے اُسید بن حُضیرؓ نے کہا کہ ماھی باول برکتکم یاآل ابی بکر۔ یعنی اے آل ابی بکر تیمّم کا حکم تمھاری پہلی پہلی برکت نہیں ہے۔ یعنی تمھاری برکت سے اور بھی آسانیاں ہو چکی ہیں۔

اُسید بن حضیرؓ اور دوسرے لوگ اُس مالا کو تلاش کرنے گئے نہ ملی جب یہ لوٹ کر آئے اور حضرت عائشہؓ کا اونٹ اُٹھا تو اُس کے نیچے سے مالا مل گئی۔ بعض روایت میں ہے کہ جو لوگ مالا کو تلاش کرنے گئے تھے اُن کو راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی ملا نہیں اس لئے اُنھوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ اور آنے کے بعد رسول اللہؐ سے اِس کی شکایت کی تو تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔ واللہ اعلم۔

شیخین کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ قصّہ کس غزوہ کا ہے۔ مدارج النبوت میں ہے کہ مواہب لدنیہ میں فتح الباری سے منقول ہے کہ تمہید میں ہے کہ آیت تیمّم کا نزول غزوہ مُریسیع میں ہوا۔ استذکار میں اسی پر جزم اور وثوق کیا ہے۔ اور اسی طرف ابن سعد اور ابن حبّان گئے ہیں۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ طبرانی نے معجم میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میری مالا گم ہو گئی جس پر اہلِ اِفک کو جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اِس کے بعد پھر ایک دفعہ دوسرے سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور میری مالا گم ہو گئی الحدیث اس کے بعد تیمّم کے نزول کا قِصّہ ہے۔ اِس سے صریح معلوم ہو گیا کہ یہ کسی دوسرے غزوہ کا قِصّہ ہے اور یہی ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

تاریخ غزوۂ خندق

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ شوال ۵ھ میں غزوۂ خندق ہوا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ ۳ھ میں غزوۂ اُحد ہوا باتفاق۔ اُس میں ابوسفیان نے کہا کہ آیندہ سال بدر میں مقابلہ ہوگا۔ حضورؐ بدر تک گئے لیکن قریش خشک سالی کی وجہ سے نہ آئے۔ یہ ۴ھ کا قصہ ہے۔ اس کے دوسرے سال یعنی ۵ھ میں وہ لوگ آئے اور غزوۂ خندق ہوا۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ۴ھ میں غزوۂ خندق ہوا۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ صحیحین کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اُحد کے وقت چودہ برس کے تھے رسول اللہؐ نے اُن کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی لیکن خندق کے وقت پندرہ برس کے تھے تو اجازت دیدی۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے اِس لئے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اُس وقت پندرہ برس گیارہ مہینے کے ہوں تاہم یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خندق کے وقت پندرہ برس کے تھے۔ مہینوں کا ذکر نہ کرنا مستبعد نہیں ہے۔

غزوۂ خندق

اس غزوہ میں چونکہ حفاظت کے لئے صحابہؓ نے خندق کھودی تھی اِس لئے اُس کو غزوۂ خندق کہتے ہیں۔ اور چونکہ بہت سے قبائل متفق ہوکر اس دفعہ مُسلمانوں کو فنا کرنے آئے تھے۔ اِس لئے اسی غزوہ کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔

یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ یہود بنی نضیر کو حضورؐ نے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اِس کے بعد وہ مختلف دیار میں منتشر ہوگئے۔ اور ایک جماعت اُن کی خیبر میں جاکر مقیم ہوئی۔ جب خیبر والوں کو خبر ملی کہ غزوۂ اُحد میں قریش کو غلبہ ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے پھر جنگ کی دھمکی دی ہے تو سلام بن ابی الحقیق۔ سلام بن مشکم۔ حی بن اخطب۔ کنانہ بن الربیع وغیرہ رؤسا بنی نضیر۔ اور ھوذہ بن قیس۔ ابو عمارہ وغیرہ سرداران بنی وائل کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ گئے

اور قریش کو رسول اللہؐ سے جنگ کرنیکی ترغیب دی۔ وعدہ کیا کہ تم لوگ اُٹھو ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ اور جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا استیصال نہ کرلیں تمہارے ساتھ رہیں گے۔

قریش نے کہا کہ اے معشرِ یہود تم لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہو۔ ہم میں اور محمدؐ میں اختلاف ہے۔ ہم بیت اللہ کی خدمت کرتے ہیں۔ حجاج کے لئے کھانا شراب اور دودھ مہیا کرتے ہیں۔ اپنے بُتوں کی پرستش کرتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے اجداد کے معبود ہیں۔ لیکن محمدؐ نے نیا مذہب نکالا ہے۔ اور ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہیں۔ تم بتاؤ کہ ہم دونوں میں کس کا مذہب اچھا ہے اور کون حق پر ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ تمھارا دین محمدؐ کے دین سے اچھا ہے۔ اور تمھارا دین مقدم ہے۔ انہی یہود کی شان میں آیت نازل ہوئی۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلا۔ اولٰئک الذین لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجدلہ نصیرا۔ تا وکفیٰ بجہنم سعیرا۔ یعنی ان ملعونوں کو دیکھو جن کو کتاب اللہ میں سے حصّہ ملا تھا وہ شیاطین اور بُتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور کُفار سے کہتے ہیں کہ تمھارا طریقہ خدا پر ایمان لانے سے بہتر ہے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ اور جس پر خدا لعنت کرے اُس کا کوئی نصیر و معاون نہ پاؤ گے۔

کُفار قریش یہودیوں کے اِس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہؐ سے لڑنے پر مستعد ہوئے۔ اور عہد کرلیا۔ اِس کے بعد یہ اشرار بنی غطفان[۱] کے پاس گئے جو قیس بن عیلان[۲] کا ایک قبیلہ ہے اور اُس کو بھی مستعد کیا۔ پھر اور قبائل کے پاس گئے اور جہانتک ممکن ہو سکا سب کو اس پر مستعد کیا۔

الغرض اِس دفعہ قریش چار ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے۔ اُن کا سردار ابو سفیان تھا اور اُن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور ایک ہزار اونٹ۔ جب یہ لوگ مرّ الظہران میں پہنچے تو بنی سلیم کا قبیلہ بھی اُن سے آکر مل گیا۔ اور بنی اسد۔ فزارہ۔ اشجع۔ بنو مرّہ۔ سب اپنی اپنی جگہ سے روانہ

۱؎ غطفان بغین معجمہ مفتوحہ و طاء مہملہ مفتوحہ ۱۲ منہ۔

۲؎ قیس بن عیلان بن مضر بفتح عین مہملہ و سکون تحتیہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

ہوئے۔ بنی غطفان آئے اور اُن کا سردار عُیینہ بن حصن تھا اس طرح ایک انبوہ کثیر کافروں کا جمع ہو گیا۔ سارے کُفّار جو غزوہ خندق میں جمع ہوئے اُن کی تعداد دس[۱] ہزار تھی۔

حضورؐ کو جب خبر ملی کہ قبائل اتنی کثیر تعداد میں جمع ہو کر روانہ ہو چکے ہیں تو آپؐ نے صحابہؓ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ حفاظت کے لئے خندق کھودی جائے۔ یہ رائے پسند ہوئی اور عجلت کے ساتھ خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا گیا۔ مدینہ سے پورب کوہ سلع کے آگے یہ خندق کھودی گئی۔ اس طرح کہ سلع اور خندق کے بیچ میں مسلمانوں کا قیام ہو سکے۔ درحقیقت یہ بڑا مشکل کام تھا۔ میدان کے ایک وسیع حصہ کو خندق سے محصور کرنا تھا۔ مزدور یا غلام کوئی نہ تھا۔ خود رسول اللہؐ اور تمام مہاجرینؓ و انصارؓ کھدائی کا کام کرتے تھے۔ موسم جاڑے کا تھا۔ سب بھوکے تھے۔ کھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ تین تین روز فاقہ ہو جاتا تھا۔ خود رسول اللہؐ کے پیٹ مبارک پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں کھودنا پھر خود ہی سروں پر مٹی ڈھونا۔ حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سینہ اور پیٹ مبارک پر بال تھے وہ سب مٹی سے چھپ گئے تھے مگر آپؐ فرماتے تھے۔ اللّٰھم لا خیر الا خیر الآخرۃ۔

یہ مصائب تھے مگر صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ ہر شخص نیکی میں بڑھ جانا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ سب سے زیادہ میرا کام ہو۔ حضرت سلمانؓ نے اُس روز تنہا دس آدمیوں کا کام کیا۔ مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہم میں سے ہیں۔ انصارؓ کہتے تھے کہ ہم میں سے ہیں۔ یہ قصہ رسول اللہؐ کے پاس آیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہیں۔ سُبحان اللہ نہ ہے نصیبؓ۔ الغرض ہر مسلمان

[۱] حضرت سلمانؓ سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ کا نسب کیا ہے؟ تو کہتے تھے سلمان بن اسلام۔ پہلے آتش پرست تھ فارس کے رہنے والے پہلے اِن کا نام تھا مابہ ابن بودخشان بن مور سلان ابن یہوذان بن فیروز اس کے بعد شام گئے ایک اسقف کے پاس ٹھہرے عیسائی ہوئے وہ لوگوں کو خیرات کی نصیحت کرتے اور جو کچھ آتا خود رکھ لیتے پانچ قلال سونا ان کے پاس جمع ہو گیا تھا اِن کو اُس سے نفرت تھی۔ پھر موصل اور عموریہ وغیرہ میں گھومے عموریہ میں ایک بزرگ عیسائی نے ان سے کہا کہ ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو ارض ذات النخل میں ہجرت (باقی ص۱۹۰ پر)

ہر مسلمان خلوص سے کام کر رہا تھا۔ کسی کو بضرورت جانا ہوتا تو رسول اللہؐ سے پوچھ کر جاتے۔ البتہ منافقین کی حالت اس کے خلاف تھی وہ کام سے جی چُراتے تھے۔ اور رسول اللہؐ سے چُھپ کر گھر چلے جایا کرتے تھے۔ ان دونوں مخلصین اور منافقین کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے۔

اِس غزوہ میں اور خصوصاً خندق کھودنے کے درمیان نبوت کی بڑی بڑی دلیلیں رسالت کے بڑے بڑے آثار اور بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ اور نہایت معتبر اور صحیح اسناد سے مروی ہیں جو شہرت کے درجہ تک پہنچے ہیں۔ ہم بعض کو دلائل النبوۃ میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

بخاری میں ہے کہ خندق کھودنے میں ایک پتھر ملا جس سے صحابہ پریشان ہوئے۔ آپ نے اس پر کدال ماری تو ریگ کا ڈھیر ہو گیا۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر آپؐ نے تین ضرب ماریں۔ ہر ضرب میں اُس سے روشنی نکلتی تھی جو صحابہؓ نے دیکھی۔ اُس روشنی میں آپ نے شام، ایران اور یمن دیکھا۔ اور ان ممالک کے فتح ہونے کی بشارت دی۔ بشیر بن سعدؓ کی لڑکی یعنی نعمان بن بشیرؓ کی بہن کو اُن کی ماں نے کچھ کھجوردے کر بھیجا کہ اپنے باپ بشیر بن سعدؓ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہؓ کو دے آئے۔ وہ کھجور اُس لڑکی سے لے کر رسول اللہؐ نے اصحابِ خندق کو کھلائیں جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے رسول اللہؐ کو بھوکا دیکھ کر کچھ کھانے کا انتظام کیا۔ ایک بکری تھی اُس کو ذبح کیا۔ اور ایک صاع جو تھے دونوں چیزوں کو پکوا کر چاہا کہ رسول اللہؐ کو اور دوسرے دو تین آدمیوں کو کھلائیں۔ رسول اللہؐ کو خبر دی۔ آپؐ تمام اصحابِ خندق کو اُن کے گھر لے گئے اور سب نے آسودہ ہو کر کھایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ خندق بیس روز میں تیار ہوئی واقدی کہتے ہیں کہ چوبیس روز

(بقیہ۔ ص۱۸۸) کرکے آئیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے۔ عموریہ سے کچھ یہود اُن کو وادی القریٰ لائے اور وہاں سے بنی قریظہ کا ایک شخص مدینہ لایا یہ وہیں تھے کہ ہجرت ہوئی اُنھوں نے جب سُنا تو گئے اور علامتیں معلوم تھیں اُن کی بنا پر یقین ہوا اور ایمان لائے۔ ۳۵ھ ہجری میں اُن کا اِنتقال ہوا۔ آپ کی بڑی عمر ہوئی ہے بعض تین سو برس کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ دو سو پچاس میں شبہ نہیں ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

میں۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ پندرہ روز میں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک مہینہ میں واللہ اعلم۔ لیکن خندق کے تیار ہو جانے کے بعد کفار قریش آئے۔

کفار قریش اپنے تمام احباش اور بنی کنانہ واہل تہامہ کے ساتھ آئے تو جرف[1] اور رغالہ کے درمیان ٹھہرے۔ اور بنی غطفان اہل نجد کے ساتھ آئے تو جبلِ اُحد کی جانب ٹھہرے۔ رسول اللہؐ نے یہ اِنتظام کیا کہ عورتوں اور اطفال کو مدینہ کے نسبتاً محفوظ اور بلند مکانوں میں جمع کر دیا۔ اور ابن اُمِ مکتومؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ اُس کے بعد تین ہزار مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ سے آکر کوہ سلع کے دامن میں ٹھہرے۔ سلع آپ کی پُشت کی جانب تھا اور سامنے خندق۔

تنبیہ: ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سات سو مسلمان خندق میں شریک ہوئے مگر یہ غلط ہے اِس لئے کہ اُحد سے اس میں کم نہیں ہو سکتے۔ یہ ابن قیم کا بیان ہے مگر سیرت ابن ہشام کا مصری نسخہ جو اِس وقت میرے سامنے ہے اس میں ابن اسحاق کی روایت یہی ہے کہ تین ہزار تھے۔ سات سو نہیں ہے۔

اس کے بعد حی ابن اخطب ابو سفیان کے مشورہ سے کعب ابن اسد کے پاس گیا جو بنو قریظہ کا سردار تھا۔ کعب رسول اللہؐ کا حلیف تھا پہلے تو اُس نے دروازہ نہ کھولا۔ اور کہا کہ اے بدبخت! تو جانتا نہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے حلیف ہیں اور ان کے خلاف نہیں کر سکتے۔ مگر اُس نے باتیں بناکر دروازہ کھولنے پر راضی کر لیا۔ پھر اُس کو مستعد کیا کہ تم معاہدہ توڑ دو۔ کعب آخر اس پر بھی راضی ہو گیا۔ مگر یہ شرط کی کہ اگر شکست ہوئی تو تم کو میرے ساتھ اِسی قلعہ میں آکر رہنا ہو گا تاکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے جو تکلیف ہمیں پہنچے اُس میں تم بھی شریک رہو۔ بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑا اور کُفار سے مل گئے تو کُفار کو بڑی مسرّت اور خوشی ہوئی۔

حضورؐ کو جب اس کی خبر ملی تو آپؐ نے تحقیق کے لئے سعد بن معاذؓ، سعد بن عبادہؓ، عبد اللہ ابن رواحہؓ۔ اور خوات بن جبیرؓ کو بھیجا۔ اور غالباً عبد اللہ بن زبیرؓ کو بھی۔ اور اُن سے کہا کہ اگر خبر صحیح

[1] جرف بجیم وراء مہملہ وفا مدینہ کے قریب ایک نشیبی مقام ہے۔ اور رغال سحاب کے وزن پر پہاڑ کا نام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔
[2] بفتح رائے مہملہ وتخفیف واو وحائے مہملہ ۱۲ منہ۔

ہو تو ہمیں اِس طرح اطلاع دیجیو کہ مسلمانوں میں بددلی نہ پھیلے یہ لوگ جب بنو قریظہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جو خبر وہاں پہنچی ہے حالت اُس سے زیادہ خراب ہے وہ علانیہ رسول اللہؐ کو بُرا کہتے ہیں کہ کون رسولؐ؟ اور کیسا معاہدہ؟ ہم سے اور محمدؐ سے کوئی معاہدہ نہیں ہے اور نہ کوئی وعدہ ہے۔ یہ لوگ لوٹ آئے اور حضورؐ کے سامنے عرض کیا کہ عضل۔ وقارہ۔ یعنی جس طرح عضل وقارہ نے اصحابِ رجیع اور حضرت خبیبؓ سے بدعہدی کی یہی حالت بنی قُریظہ کی ہے حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

اِس کے بعد مُسلمانوں کے خوف و پریشانی کی حد نہ رہی۔ ضعفاء اہلِ اسلام کی آنکھیں خوف سے پتھرا گئیں۔ لوگوں کے قلوب اُلٹنے لگے۔ دِلوں پر رُعب چھاگیا۔ ایک طرف کُفار کی کثرت۔ دوسری طرف یہ اندیشہ کہ عورتیں بچے مال متاع سب مدینہ میں غیر محفوظ ہیں۔ بنی قُریظہ قریب ہیں نہ معلوم کِس وقت حملہ کر دیں۔ اللہ پاک نے قرآن شریف میں مسلمانوں کے اُس وقت کے اضطراب کو دل ہلا دینے والے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہؐ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے زید بن حارثہؓ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ بھیجدیا۔

منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے کمزوری کا اظہار شروع کر دیا۔ معتب بن قشیر نے کہا کہ کہاں تو محمدؐ ہمیں قیصر و کسرٰی کے خزانہ کی کُنجیاں دِلواتے تھے کہاں یہ حال ہے کہ ہم میں کا کوئی شخص خوف سے پائخانہ بھی نہیں جاسکتا۔ بنی حارثہ کے بعض منافقین کہنے لگے کہ یارسول اللہؐ! ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں اجازت دیجئے کہ ہم مدینہ جائیں۔ مقصود بھاگنا تھا۔

ایک مہینہ سے کچھ کم کفار کا محاصرہ رہا۔ خندق کی وجہ سے بالمقابلہ جنگ نہ ہوسکی مگر تیر چلا کرتے تھے۔ کُفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر عبور کیا جائے۔ آخر ایک روز عمرو بن عبدوُد جو مشہور شہ سوار تھا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل۔ اور ہبیرہ بن ابی وھب اور ضرار بن الخطاب شاعر مسلح ہوئے گھوڑوں پر سوار ہو کر بنی کنانہ کے پاس آئے اور کہا کہ اٹھو آج مقابلہ کر کے بتادو کہ کون شہ سوار ہے۔ یہ سب خندق کے پاس آئے ہر طرف دیکھا۔ حیران ہوئے کہ یہ تو عجیب ترکیب

ہے عرب اس ترکیب سے کبھی واقف نہ تھے۔ آخر ایک تنگ جگہ دیکھ کر پار ہو گئے۔ اور سلع و خندق کے درمیان والے میدان میں پہنچ گئے۔ اور مبارزت طلب کی حضرت علیؓ اور چند مسلمان پہنچ گئے۔ مقابلہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا۔ بقیہ بھاگ گئے۔ یہ عمرو عرب کا مشہور شجاع شخص تھا۔

محاصرہ طویل ہوا۔ اور مسلمانوں پر جو پریشانیاں اور مصیبتیں اس غزوہ میں نازل ہوئیں وہ کسی غزوہ میں نہ ہوئی تھیں۔ گو غزوۂ اُحد میں بڑے بڑے مصائب پیش آئے مگر وہ ایک روز کا قصہ تھا اور صرف قریش سے مقابلہ تھا۔ اس غزوہ کی مصیبتیں طویل ہوئیں اور بہت سے قبائل کا مقابلہ تھا۔ تمام کافر جمع تھے اور مخالفین کی کثرت سے مسلمان سخت اضطراب میں تھے یہ حال دیکھ کر رسول اللہؐ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو بلوایا۔ یہ دونوں غطفان کے سردار تھے۔ آپ نے ان سے مدینہ کی ثلث پیداوار پر مصالحت کی بات پختہ کی تھی۔ تحریر بھی لکھی جا چکی تھی صرف دستخط ہونے باقی تھے۔ پھر آپ نے سعد بن معاذؓ[1] اور سعد بن عبادہؓ[2] کو

---

[1] حضرت سعد بن معاذؓ قبیلۂ اوس کے سردار تھے خود بنی عبد الاشہل میں سے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تو اپنے لوگوں سے کہدیا کہ تم لوگوں سے گفتگو حرام ہے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ اس پر سارے بنی عبد الاشہل مسلمان ہو گئے یہ اسلام کے لئے بڑے بابرکت ثابت ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بنی عبد الاشہل میں تین۳ شخص تھے جن کی نظیر نہیں ہے۔ سعد بن معاذؓ اور اُسید بن حضیر اور عُباد بن بشرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا جنازہ فرشتوں نے اُٹھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کی موت سے اللہ کا عرش لرز گیا ۱۲ منہ

[2] سعد بن عبادہؓ بنی خزرج کے سردار تھے۔ عقبہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ بارہ۱۲ نقیبوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو۲ عَلَم تھے ایک مہاجرین کا وہ حضرت علیؓ کے ذمہ تھا اور ایک انصار کا وہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس تھا۔ یہ بڑے سخی مشہور تھے اور اس کے لئے برابر دُعا کرتے تھے۔ آن کا منادی ندا دیتا تھا کہ جس کو شحم و لحم کھانا ہو وہ سعد بن عبادہؓ کے پاس جائے۔ اصحابِ صفہ کو سب سے زیادہ امداد سعد ابن عبادہؓ سے ملتی تھی۔ ابن سیرین سے ایک روایت ہے کہ ہر روز رات کے وقت اسّی۸۰ اہلِ صفہ کو کھانا کھلاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں انہی کی بیعت کرنا چاہتے تھے ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کا حوران علاقہ شام میں انتقال ہوا ۱۲ منہ۔

بُلوایا۔ اور اُن سے اس مصالحت کے بارے میں مشورہ کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ جس میں میری رائے کو دخل نہیں ہے۔ یا ہماری حالت دیکھ کر آپ نے اپنی رائے سے یہ ارادہ کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ہم اپنی رائے سے کر رہے ہیں دیکھتے ہیں کہ تم دشمنوں کی کثرت میں گھر گئے ہو اس لئے اِس طرح دشمنوں کی کثرت توڑنے کے خیال سے یہ کیا گیا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کفر کی حالت میں تو یہ قبائل کبھی میرا مال اِس طرح لے نہ سکے۔ آج جب اللہ پاک نے ہم کو اسلامی شرف عنایت کیا تو اپنا مال ہم اُن کو یونہی دیدیں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاہدہ کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تحریر سعد بن معاذؓ کو دیدی اور اُنھوں نے اُس کو محو کر دیا۔

بعض روز کفار نے خندق کے ہر طرف ہجوم کیا۔ اور صحابہؓ کو ہر طرف مدافعت کرنی پڑی حتی کہ حضورؐ کی اور صحابہؓ کی کئی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ اس وقت تک یا تو صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہ ہوا تھا یا دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے نماز کے لئے صحابہ کا تقسیم کرنا بھی خطرناک تھا۔

اِس غزوہ کے واقعاتِ عظیمہ میں سے حضرت سعد بن معاذؓ کا مجروح ہونا ہے کُفّار نے ایک تیر مارا جو اُن کے ہاتھ میں لگا اور اکحل کٹ گئی جس سے بہت خون نکل گیا۔ اور بنی قُریظہ کا فیصلہ کرنے کے بعد اسی زخم سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ یہ تیر حبان بن قیس بن العرقہ نے مارا تھا یہی بخاری و مسلم میں ہے۔ یا ابو اسامۃ الجشمی نے (ابن اسحاق) اور ابن ہشام ایک روایت لکھتے ہیں کہ خفاجہ بن عاصم بن حبان نے واللہ اعلم۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ سعد بن معاذؓ کی موت سے اللہ کا عرش لرز گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صحابہ اِس شدت و مصیبت میں گھرے ہوئے تھے۔ کُفّار کا ہر طرف سے زرغہ تھا۔ شب و روز کی مصیبت تھی اور بظاہر کوئی اُمید افزا حالت نہ تھی کہ خدا نے لطائف غیبی سے امداد کا ایک عجیب ذریعہ پیدا کر دیا۔ بنی غطفان کے ایک شخص نعیمؓ بن مسعود بن عامر رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مُسلمان ہو گیا ہوں اشھد ان

لہ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں ۱۲ منہ۔

لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ لیکن ابتک کفار کو اس کا علم نہیں ہے۔ اِس لئے جو ارشاد ہو وہ خدمت بجالاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرب میں فریب جائز ہے اس لئے جو مناسب سمجھتے ہو کرو۔ یہ پہلے بنی قُریظہ میں گئے اظہار یگانگت اور ہمدردی کے بعد کہا کہ تم لوگ حرب میں شریک تو ہوگئے ہو مگر یہ بھی سوچ لیا ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا؟ قریش اور غطفان کا کیا ہے۔ اگر فتح ہوئی تب تو خیر اور اگر شکست ہوئی تو یہ سب چلے جائیں گے پھر تمہارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سابقہ ہوگا۔ اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا؟ بنی قُریظہ نے پُوچھا کہ کیا رائے ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ پہلے اطمینان کرلو۔ قریش اور غطفان کے کچھ آدمی رہن رکھو۔ اگر دیدیں تو شرکت کرو۔ سب نے کہا کہ واقعی یہ بہت صحیح ہے۔

نعیم بن مسعودؓ اس کے بعد قریش کے پاس آئے۔ اور اُن سے کہا کہ مَیں نے ایک بات سُنی ہے اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو اس کی خبر کردوں۔ سُنا ہے کہ یہود اب اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور اُنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ کیا تم راضی ہوگے اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کرکے تمہارے حوالہ کردیں۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے رضامندی ظاہر کردی ہے۔ اب یہودیوں کا ارادہ ہے کہ تم سے بطور رہن کچھ آدمی طلب کریں گے اور اُن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالہ کردیں گے۔ نعیم بن مسعودؓ نے اِس کے بعد یہی باتیں غطفان سے بھی بیان کیں۔

اُس کے بعد قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کو بنی قُریظہ کے پاس بھیجا کہ ہمیں بہت دن ہوگئے۔ لڑائی جلد ختم ہونی چاہیئے۔ تم لوگ بھی باہر نکلو تو مل کر زبردست حملہ کیا جائے۔ بنی قُریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کل سبت ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ ہم سبت کے روز کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اِس کے علاوہ ہم تمھارے ساتھ مل کر جنگ بھی نہیں کرسکتے جب تک ہمیں اطمینان نہ ہوجائے کہ تم کسی حال میں ہم کو تنہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں چھوڑ کر چلے نہ جاؤ گے۔ اطمینان کی صورت یہ ہے کہ قریش اور غطفان اپنے کچھ سردار بطور رہن ہمارے پاس رکھیں۔

اِس جواب سے قریش اور غطفان کو یقین ہوگیا کہ نعیم بن مسعودؓ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ ان لوگوں نے پھر آدمی بھیجا کہ ہم رہن نہیں رکھ سکتے۔ تم کو اگر لڑنا ہے تو آؤ۔ اِس جواب سے بنی قریظہ کو بھی معلوم ہوگیا کہ نعیم نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

اِس طرح ان کُفّار میں سخت اختلافات پیدا ہوگئے۔ پھر لطائف غیبی سے ایک دوسری امداد ہوئی۔ اُس روز رات کے وقت سخت طوفان آیا۔ قریش کے تمام خیمے ڈیرے اُکھڑ گئے طنابیں ٹوٹ گئیں۔ ظروف منتشر ہوگئے۔ چولھے بجھ گئے۔ ساری قوم پریشان ہوگئی۔ سردی کا موسم تھا اس ہوا کی وجہ سے سردی اتنی بڑھی کہ ناقابل برداشت ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دیکھے کہ کُفّار کا کیا حال ہے اور کیا ارادہ ہے۔ لیکن یہاں بھی سردی سے ہر شخص پریشان تھا کوئی نہ اُٹھا۔ آخر حضورؐ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو نام لے کر بُلایا اور بھیجا۔ اُنھوں نے جاکر دیکھا کہ سارے کُفّار حواس باختہ ہیں اور یہ وہیں موجود تھے کہ ابوسفیان نے قریش سے کہا کہ اب ٹھہر نہیں سکتے اور ٹھہرنا بیکار ہے اُن کے سامنے کفار روانہ ہوگئے۔ اور قریش کی خبر سُن کر بنی غطفان بھی روانہ ہوگئے۔ اِس طرح یہ تمام قبائل جو متفقہ طور پر اسلام اور رسول اللہؐ کو فنا کرنے کے لئے مجتمع ہوئے تھے خائب و خاسر واپس ہوئے۔

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے صبا کے ذریعہ میری امداد فرمائی اور دبور سے قوم عاد کو ہلاک کیا۔ صبا اور دبور ہوا کے قسموں کے نام ہیں۔

غزوۂ بنی قریظہ

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے جب کفار کے واپس ہونے کی خبر دی تو رسول اللہؐ اور تمام صحابہؓ نہایت خوش ہوئے۔ دشمن اپنے غصہ میں خائب و خاسر لوٹ گیا۔ اور اُن کو کسی طرح کا فائدہ نہ ہوا۔ خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ اُس نے اپنے مخلص بندوں کو فتح دی۔ اور خدا کی فوج باعزت رہی۔ تمام احزاب و قبائل کے متفقہ کوششوں کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد قریش کی

ہمتیں پست ہو گئیں اور اُس کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت پھر قریش کبھی نہ کر سکے حضورؐ نے فرمایا کہ قریش اب کبھی ہم پر حملہ نہ کریں گے بلکہ اب ہم اُن پر حملہ کریں گے۔ اور یہی ہوا۔

الغرض صبح کے وقت رسول اللہؐ اور صحابہ مدینہ گئے۔ رسول اللہ اپنے سلاح اُتار چکے تھے اور حضرت ام سلمہؓ کے مکان میں غسل فرمارہے تھے ابھی ایک ہی طرف کا بدن دھونے پائے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور حکم ہوا کہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ آپ فوراً تشریف لے گئے۔ اور بنو قریظہ کے غزوہ کا جو حال ہوا وہ یہودیوں کے تذکرہ میں لکھ چکا ہوں۔

قتل ابورافع

امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ابورافع کا نام عبداللہ بن ابی الحُقیق تھا یا سلام بن ابی الحقیق۔ حقیق بصیغۂ تصغیر ہے۔ اور سلام بہ تشدید لام و بہ تخفیف دونوں صحیح ہے۔ یہ خیبر میں تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ارض حجاز ہی میں اس کا قلعہ تھا۔ یہ اُن لوگوں میں تھا جو احزاب و قبائل کو آمادہ کر کے غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لائے تھے۔ اس کا ساتھی حی بن اخطب تو معاہدہ کے مطابق خندق کے بعد بنی قریظہ میں جاکر ٹھہرا اور وہیں مارا گیا لیکن یہ بچ نکلا۔

یہ معلوم ہے کہ قبیلۂ اوس اور قبیلۂ خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔ اور رسول اللہؐ کے سامنے ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کی کوشش کرتے تھے۔ قبیلۂ اوس کے لوگوں نے بڑے خطرہ میں پڑ کر کعب ابن اشرف کو قتل کیا تھا۔ خزرج کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب رسول اللہؐ کا سب سے بڑا دشمن ابورافع ہے اُس کو ہم لوگ قتل کریں۔ عبداللہ بن عَتیک[1]۔ عبداللہ بن انیس۔ ابوقتادہ۔ حارث بن ربعی۔ مسعود بن سنان۔ خزاعی بن اسود۔ اِس کے لئے مستعد ہوئے اور یہ سب صرف بنو سلمہ کے آدمی تھے۔ اُن لوگوں کی درخواست پر

[1] عَتیک عین مہملہ مفتوحہ و مثناہ فوقانیہ مکسورہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی۔ اور عبداللہ بن عتیکؓ کو اُن کا امیر مقرر کر دیا۔ اور منع کر دیا کہ بچے اور عورتیں قتل نہ کی جائیں۔

امام بخاریؒ کی روایت ہے کہ یہ لوگ شام کے وقت وہاں پہنچے۔ عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ ٹھہرایا۔ اور خود موقع نکال کر تنہا مکان کے اندر داخل ہوئے اور اُس کے سونے کے کمرہ میں بستر پر تاریکی کی حالت میں اُس کو قتل کیا۔ نکلتے وقت سیڑھی سے گر گئے جس سے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر پیر کو عمامہ سے باندھ کر کسی طرح باہر آئے۔ اور اسی حالت میں ساتھیوں کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کہا پیر پھیلاؤ اُنھوں نے پیر پھیلائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر ہاتھ مبارک پھیر دیا تو یہ بالکل اچھے ہو گئے گویا کچھ تھا ہی نہیں۔

لیکن ابن اسحاقؒ کی روایت ہے کہ سب ساتھی اندر گئے۔ اور سب نے تاریکی میں ایک ساتھ تلوار ماری۔ اِسی وجہ سے جب یہ لوگ مدینہ آئے تو ہر شخص نے دعویٰ کیا کہ مَیں نے مارا ہے۔ رسول اللہؐ نے سب کی تلواریں دیکھی اور فیصلہ کیا کہ عبداللہ بن انیسؓ نے مارا ہے کیونکہ اُن کی تلوار پر غذا کی علامتیں پائی گئیں۔

غزوۂ بنی لحیان

غزوۂ بنی قریظہ کے چھٹے مہینے، مدینہ میں ابن اُمِ مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر دو سو مہاجرین و انصار کے ساتھ بنی لحیان کے ارادہ سے حضورؐ نکلے۔ اصحاب رجیع کے ساتھ جو سلوک بنی لحیان نے کیا تھا اُس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس دفعہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ بنی لحیان کو سزا دی جائے۔ مگر مقصد کو پوشیدہ رکھنے کے خیال سے آپؐ نے شام کی طرف سفر کیا۔ اور شام کے راستہ میں صخیرات الیمام تک گئے وہاں فجہ کی طرف مکہ کی راہ میں پلٹے۔ بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے غرانؒ آئے۔ غران

لہ غران بضم غین معجمہ وتخفیف راء جہلا قریب من الحدیبیہ کذا فی النہایہ ۱۲ منہ۔

ایک وادی ہے اَمَج[1] اور عُسفان[2] کے درمیان جہاں بنی لحیان کے منازل ہیں۔ اور یہی جگہ ہے جہاں اصحاب رسول اللہؐ مصائب میں مبتلا ہوئے اور قتل کیے گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے رحم و مغفرت کی دُعا فرمائی۔

حضورؐ کے پہنچنے کی خبر جب بنو لحیان کو ملی تو وہ جبال و شعوب میں بھاگ گئے۔ دو روز ۲ یک حضورؐ وہاں ٹھہرے کوئی نظر نہ آیا۔ آپؐ نے اِدھر اُدھر سرایا بھیجے مگر کوئی نہ ملا۔ تب آپ وہاں سے مکہ کی طرف بڑھے اور عُسفان پہنچے۔ عُسفان میں ٹھہر کر وہاں سے حضرت صدیقؓ یا حضرت سعدؓ بن عبادہ کو دس ۱۰ آدمی کے ساتھ آپ نے آگے بھیجا جو کراع الغمیم تک گئے مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا واپس آئے۔ اِس سے مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کو مسلمان سواروں کے آنے کا حال معلوم ہو جائے اور رُعب طاری ہو جائے۔ اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آئے۔ اِس سفر میں چودہ ۱۴ روز آپؐ مدینہ سے باہر رہے واللہ اعلم۔

سریۂ نجد

اِس کے بعد رسول اللہؐ نے ایک جماعت کو نجد بھیجا۔ وہ لوگ بنی حنفیہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو گرفتار کر کے لے آئے۔ رسول اللہؐ نے اُن کو مسجد کے ستون سے بندھوا دیا۔ جب حضورؐ اس طرف گئے تو پوچھا کہ ثمامہ کیا حال ہے؟ ثمامہ نے کہا کہ اے محمدؐ! اگر قتل کرو تو ایک مستحق کو قتل کروگے۔ اور اگر چھوڑ دو تو ایک شکر گزار کو چھوڑوگے۔ اور اگر مال چاہتے ہو تو بتاؤ دیا جائے گا۔ آپؐ چلے گئے۔ دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا۔ تیسرے روز بھی یہی ہوا۔ حضورؐ نے اُن کو چھوڑوا دیا۔ وہ وہاں سے ایک درخت کے پاس گئے۔ غسل کیا اور پھر خدمت

[1] اَمَج بفتح الف و میم و سکون جیم کذا فی النہایہ ۱۲ منہ۔

[2] عُسفان ہو قریۃ جامعۃ بین مکۃ و المدینۃ کذا فے النہایہ اور قاموس میں ہے کہ عُسفان عثمان کے وزن پر مکہ سے دو ۲ مرحلہ پر ہے ۱۲ منہ

میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ خدا کی قسم! ہمیں جس قدر آپؐ کے چہرے سے نفرت تھی اُتنی کسی چہرہ سے نہ تھی۔ اور آج جتنی آپؐ کے چہرہ سے محبت ہے اُتنی کسی چہرہ سے نہیں۔ کوئی دین میری نظر میں اتنا بُرا نہ تھا جتنا آپ کا دین۔ اور آج کوئی دین میری نظر میں اتنا محبوب نہیں ہے جتنا آپ کا دین۔ اور یا رسول اللہؐ میں عمرہ کے لئے جا رہا تھا کہ آپ کے لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو عمرہ کر لوں۔ رسول اللہؐ نے اُن کو بشارت دی اور عمرہ کا حکم دیا۔ جب یہ مکہ گئے تو قریش نے کہا کہ ثمامہ تم صابی یعنی بے دین ہو گئے۔ اُنھوں نے کہا کہ نہیں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور اے اہل مکہ اب تم کو ایک دانہ غلّہ کا نہیں مِل سکے گا جبتک رسول اللہؐ اجازت نہ دیں۔ مکہ میں یمامہ ہی سے غلّہ آیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب یہ نجد پہنچے تو غلّہ رُکوا دیا۔ اہلِ مکہ سخت پریشان ہوئے۔ اور آخر رسول اللہؐ سے قرابت کا واسطہ دے کر سفارش کر دی تو غلّہ حسبِ معمول آنے لگا۔ یہ قصّہ صحیح مسلم میں بالتفصیل ہے اور بخاری میں بالاختصار۔

غزوہ ذی قَرَد

ذی قرد بفتح قاف و رائے مہملہ و دال مہملہ ایک چشمہ ہے مدینہ سے ایک منزل پر بلاد بنی غطفان کے قریب اِس غزوہ کو غزوۂ غابہ بھی کہتے ہیں بالغین معجمہ و فتح موحّدہ۔ غابہ کے معنی جنگل یہاں وہ میدان مُراد ہے جہاں رسول اللہؐ کے اُونٹ رہا کرتے تھے۔ یہ جگہ کوہِ سلع کے پاس تھی اور اُس طرف درخت بہت تھے۔ لقاح جمع ہے۔ لقحہ بفتح لام و کسر ہا دودھ والی اونٹنی جو قریب العہد بالولادۃ ہو۔

ایک روز رسول اللہؐ نے اپنے غلام حضرت رباحؓ کو اپنے اونٹوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ اُن کے ساتھ سلمہ بن الاکوع[۱]ؓ تھے اور سلمہؓ کے پاس طلحہ بن عبید اللہؓ کا گھوڑا تھا جس کا نام اُندیہ[۲] تھا بالضم الف و نون مفتوح

---

[۱] اکوع بفتح الف و سکون کاف و فتح واو و اہمال عین۔ کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

[۲] صحیح مسلم کی روایت میں گھوڑے کا نام اسی طرح ہے اُنَدِیَہ بہمزہ مضمومہ و نون مفتوحہ و دال مشددہ مکسورہ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ لفظ اسی طرح ہے قاضی عیاضؒ نے شرح مسلم میں اس کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا۔ اور مشارق میں ہے جمہور رواۃ مسلم سے اسی طرح مروی ہے۔ لیکن ابن الحذاء سے ابدیہ یعنی بائے موحدہ بجائے نون کے مروی ہے اور ابن قتیبہ نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو جمہور محدثین نے کہا ہے۔ ازہری نے کہا کہ ابن قتیبہ نے خطا کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ودال مشدد مکسور- یہ لوگ بہت سویرے راستہ ہی میں تھے کہ عیینہ بن حصن فزاری[1] یا عبدالرحمن بن عیینہ نے رسول اللہؐ کے اونٹوں پر حملہ کر دیا۔ اور سب کو ہانک کر لے گئے۔ راعی کو جو عسفان کا ایک شخص تھا قتل کر دیا اور اُس کی عورت کو بھی لے گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ راعی حضرت ابوذر غفاری کے لڑکے تھے مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ قول نادر ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سلمہ بن الاکوعؓ ثنیۃ الوداع میں پہنچے تو واقعہ کا علم ہوا اور دشمن کے سوار نظر آئے اُنھوں نے رباحؓ سے کہا کہ تم اس گھوڑے کو لے جاؤ طلحہؓ کو دیدیجیو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی خبر کر دو۔ اور ہم دشمن کے تعاقب میں جاتے ہیں۔ حضرت سلمہؓ بڑے زبردست تیر انداز تھے اور اُس وقت اُن کے پاس تیر موجود تھے اور تلوار بھی پاس تھی۔ اُنھوں نے سلع کے دامن میں زور سے آواز دی۔ یا صباحاہ تاکہ خطرہ کی خبر مدینہ میں ہو جائے اور اس کے بعد روانہ ہو گئے۔ اور تنہا پیادہ دشمن کے تعاقب میں چلے۔ اس کے بعد دشمن کے قریب پہنچ کر تیر مارنا شروع کیا۔ ہر تیر میں ایک شخص کو مجروح کرتے تھے اور پھر کہتے تھے انا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع۔ یعنی ہم ابن اکوع ہیں اور آج امتحان کا دن ہے دیکھیں کس نے کتنا ماں کا دودھ پیا ہے۔ اُن کی طرف کوئی رُخ کرتا تو درخت کی آڑ سے تیر مار کر زخمی کر دیتے کبھی پہاڑیوں پر چلے جاتے۔ کبھی نظر سے چھپ جاتے۔ ایک تنگ راستہ دوؔ پہاڑیوں کے درمیان سے جاتا تھا جب دشمن اُس راستہ سے چلے تو اُنھوں نے اُوپر جا کر پتھر مارنا شروع کیا۔ الغرض اِس طرح دشمن کو حواس باختہ کر دیا اور اُن سبھوں نے ہزار کوشش کی یہ ہاتھ نہ آئے۔ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے اُونٹ تھے وہ ہم نے اُن سے واپس لے لئے اُونٹوں کو مدینہ کی طرف ہنکا دیا اور پھر اُن کا تعاقب کیا۔ اب یہ حالت ہوئی کہ چادریں اور نیزے۔ بوجھ ہلکا کرنے کے لئے وہ پھینک دیتے ہم اُن پر نشان کے لئے پتھر رکھ دیتے اور پھر تعاقب کرتے۔ حتیٰ کہ تیس[30] سے زیادہ چادریں اور اتنے ہی نیزے اُنھوں نے پھینکے مگر ہم نے تعاقب نہ چھوڑا۔

---

[1] فزاری بفتح فا بعدہٗ زائے معجمہ خفیفہ بعدہٗ الف بعدہٗ رائے مہملہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

یہ تو اس طرح تنہا دشمن کے پیچھے لگے رہے۔ وہاں مدینہ میں جب خبر پہنچی تو شور ہوگیا۔ سب سے پہلے مقداد بن عمروؓ گھوڑے پر سوار ہوکر خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے نیزہ سے لوا باندھ دیا۔ اور فرمایا کہ بڑھو۔ سلمہؓ تنہا تعاقب کر رہے ہیں۔ ہم لوگ بھی ابھی آتے ہیں۔ پھر عباد بن بشرؓ [1]۔ سعد بن زیدؓ۔ اُسید بن ظہیرؓ۔ عُکاشہ بن مُحصنؓ۔ محرز بن نضلہؓ۔ ابو قتادہؓ۔ ابو عیاشؓ۔ عبید بن زیدؓ۔ کو حضورؐ نے روانہ کیا۔ ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ سعد بن زیدؓ کو حضورؐ نے علم دیا۔ واللہ اعلم۔ اِس کے بعد مدینہ میں ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بناکر خود حضورؐ مع لشکرِ اسلام روانہ ہوئے۔

سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک مقام پر ایک فزاری اُس جماعت کے پاس آیا اور سب مِل کر کھانے لگے ہم بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ فزاری نے سب کو پریشان دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے؟ کہا کیا کہوں آج صبح سے اس شخص نے ہم لوگوں کو پریشان کر دیا ہے حتّٰے کہ ہمارے پاس کچھ نہ رہا اس کے بعد رسول اللہ کے سوار درختوں میں سے نمودار ہوئے سب سے آگے اخرمؓ تھے پھر ابو قتادہ انصاریؓ فارس رسول اللہ پھر مقداد بن الاسودؓ الکندی (مقداد بن عمرو ہی کو مقداد بن الاسود کہتے ہیں) دشمن اُن کو دیکھتے ہی بھاگے۔ مگر ہم نے اخرم کی لگام پکڑلی کہ تنہا نہ جاؤ رسول اللہ کو آنے دو۔ اخرم کا نام محرز بن نضلہ تھا اور اُنہی کو قُمیر بھی کہتے تھے، اُنھوں نے کہا کہ اے سلمہؓ! اگر خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور جنت و دوزخ کو حق جانتے ہو تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ بنو۔ مَیں نے لگام چھوڑدیا آخر وہ بڑھے عبدالرحمٰن فزاری سے اُن کا مقابلہ ہوا اور شہید ہوئے۔ اِس کے بعد ابو قتادہؓ فارس رسول اللہ بڑھے اور عبدالرحمٰن بن عیینہ کو قتل کیا۔ ابن اسحاقؒ نے بجائے عبدالرحمٰن کے حبیب بن عیینہ نام بتایا ہے۔ واللہ اعلم۔

اِس کے بعد حضرت سلمہؓ نے پھر تعاقب شروع کیا۔ وہ لوگ چشمہ ذی قَرَد پر پانی پینا چاہتے تھے اُنھوں نے تیر مارنے شروع کئے وہ بھاگے۔ مغرب تک پیچھا کیا اور دو گھوڑے چھینے۔ جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ ذی قَرَد پر رسول اللہ تشریف فرما ہیں اور بلالؓ گوشت بھون رہے ہیں۔ اُنھوں نے

[1] یعنے عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعورا۔ ۱۲ منہ۔

عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب پیاسے اور پریشان ہیں آپ ہمیں ایک سو آدمی دیجئے سب کو مارے ڈالتا ہوں۔ حضور مسکرائے اور فرمایا اذا ملکت فاسجح[1]۔ یعنی جب خدا نے تم کو غلبہ دیا تو اب نرمی کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ بنی غطفان میں پہنچ گئے ہیں۔

اس غزوہ میں دو اشخاص شہید ہوئے ایک اخرم یعنی محرز بن نضلہؓ اور دوسرے وقاص بن مجزز المدلجی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابو قتادہؓ ہیں اور پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ بن الاکوعؓ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹتے وقت حضرت سلمہؓ کو اپنا ردیف بنایا۔

تمام اصحاب سیر اس غزوہ کو حدیبیہ سے پہلے لکھتے ہیں اسی لئے میں نے بھی یہاں لکھا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ غزوۂ حدیبیہ کے بعد ہوا۔ صحیحین کی روایت ہے سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ پہنچے اس کے بعد لقاح رسول اللہؐ پر حملہ کا یہ واقعہ ہوا۔ اور اس غزوہ سے لوٹ کر تین دن کے بعد غزوۂ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔

بعض سرایا

حدیبیہ سے قبل سنہ ۶ھ میں بعض سرایا کا ذکر واقدی نے کیا ہے۔ اور روضۃ الاحباب مواہب لدنیہ۔ معارج النبوۃ۔ مدارج النبوۃ۔ وغیرہ میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ مگر ان سرایا کی ترتیب میں بڑا اختلاف ہے۔ ٹھیک زمانہ کی تعیین بہت مشکل ہے۔ ان سرایا کے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے مگر ان میں بھی تاریخ مذکور نہیں۔ البتہ بعض شواہد ایسے موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ حدیبیہ سے پہلے کے واقعات ہیں یا بعد کے یا کون پہلے کے کون بعد کے۔ ہم اصحاب سیر کی اتباع میں ان سرایا کو یہاں پر لکھتے ہیں۔ لیکن جن سرایا کو حدیبیہ کے بعد ہونا چاہیئے ان کی وجوہات کو اس ضمن میں بتا دیں گے۔

عکاشہ بن محصن لغمر	عکاشہ بضم عین مہملہ و تخفیف کاف۔ محصن بکسر میم و سکون حاء

[1] فاسجح اوّل ہمزہ پھر سین مہملہ ساکنہ پھر جیم مکسورہ پھر حاء مہملہ معناہ فاحسن وارفق کذا قال النووی فی شرح المسلم ۱۲ منہ۔

مہملہ و فتح صاد مہملہ۔ رغمر بغین معجمہ مکسورہ۔

عکاشہ بن محصن رض اسدی کو حضورؐ نے چالیس آدمیوں کے ساتھ بنی اسد کے مقابلہ کے لئے رغمر بھیجا ان میں ثابت بن ارقم اور سباع بن وہب بھی تھے۔ یہ لوگ قریب پہنچے تو بنی اسد مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ کوئی نہ ملا۔ البتہ ایک شخص سے اُن کے مویشی اور چراگاہ کا پتہ مل گیا۔ جہاں دو سو اونٹ ملے یہ لوگ ان کو مدینہ لے آئے۔

محمد بن مسلمہ رض بذی القصہ

ذی القصہ بضم قاف و فتح صاد مہملہ مشددہ۔

ربیع الاول سنہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رض کو دس آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی طرف بھیجا یہ لوگ اُن کے موضع ذی القصہ تک پہنچے مگر وہ لوگ کمین گاہوں میں چھپ گئے۔ شب کے وقت جب صحابہ رض بے خبر سو رہے تھے اُنھوں نے حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا۔ محمد بن مسلمہ رض بھی مجروح پڑے تھے کوئی مسلمان اُن کو پیٹھ پر لاد کر مدینہ لایا۔

ابی عبیدہ ابن الجراح رض بذی القصہ

محمد بن مسلمہ رض کے واقعہ کے بعد ربیع الآخر سنہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو چالیس آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ بھیجا۔ یہ راتوں رات گئے اور صبح کو اُن پر حملہ کر دیا۔ وہ تاب نہ لا سکے اور پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ ایک شخص ملا وہ مسلمان ہو گیا اس لئے اُس کو چھوڑ دیا۔ لیکن اُن کے سب جانور اور اسباب کو مدینہ لے آئے۔

زید بن حارثہ رض بہ بنی سلیم

اسی ربیع الآخر سنہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے ساتھ زید بن حارثہ رض کو بنی سلیم کی طرف جموم بھیجا۔

جموم بجیم و دو میم بطن نخلہ کے پاس بنی سلیم کا موضع ہے مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے چار کوس ہے۔ جب زید رض وہاں پہنچے تو ایک عورت ملی جن کا نام حلیمہ تھا۔ اُس نے بنی سلیم کے ایک مقام کا پتہ بتایا جہاں اُن کے جانور رہتے تھے وہاں بہت سے اونٹ۔ بکریاں اور قیدی ملے۔ ان قیدیوں میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا۔ یہ سب کو مدینہ لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ اور

اُس کے شوہر کو آزاد کر دیا۔

زید بن حارثہؓ لطرق بنی ثعلبہ

جمادی الاوّل سنہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے زید بن حارثہؓ کو طرق کی جانب بھیجا۔ طرق بنی ثعلبہ کا ایک چشمہ ہے مدینہ سے چھتیس ۳۶ میل پر۔ کفّار ڈر سے بھاگ گئے اُن کے اموال میں سے بیس ۲۰ اُونٹ ملے جن کو یہ مدینہ لے آئے۔

زید بن حارثہؓ لعیص

عیص بکسر عین مہملہ وسکون تحتانیہ۔ مدینہ سے چار ۴ میل پر ایک مقام ہے اسی جمادی الاوّل سنہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر ۷۰ آدمیوں کے ساتھ زید بن حارثہؓ کو عیص بھیجا۔ غرض یہ تھی کہ قریش کا ایک قافلہ شام گیا تھا اُس کو روکا جائے۔ چنانچہ اُس قافلہ کو اُن لوگوں نے روکا آدمیوں کو گرفتار کیا اور اموال پر قبضہ کیا۔

مشہور یہ ہے کہ ابو العاص بن الربیع رسول اللہؐ کے داماد اور حضرت زینبؓ کے شوہر اسی قافلہ میں تھے اور زید بن حارثہؓ کے اسی سریہ نے اُن کے مال پر قبضہ کیا جو بعد کو حضرت زینبؓ کے امان دینے کی وجہ سے واپس ہوا اور ابو العاص مسلمان ہوئے۔ اسد الغابہ سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ مدارج النبوت میں روضۃ الاحباب وغیرہ سے یہی منقول ہے۔ بعضوں نے ابن اسحاق کا قول بھی یہی بیان کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابو العاص بن الربیع فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوئے صلح حدیبیہ کے بہت بعد۔ اور رسول اللہؐ کے سریہ نے اُن کے قافلہ پر قبضہ نہیں کیا کیونکہ صلح کے بعد ہدنہ کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے خلاف کوئی سریہ نہیں بھیجا کیونکہ یہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ ہم ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت نقل کرتے ہیں جس سے واقعہ کی اصلی نوعیت معلوم ہو جائے گی۔

ابن اسحاقؒ نے غزوہ بدر کے قیدیوں میں اِس واقعہ کو بالتفصیل لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ابو العاص جب بدر سے چھوٹ کر مکہ گئے اور زینبؓ مدینہ آگئیں تو دونوں میں اِسلام کی وجہ سے تفریق ہو گئی۔ وہ مکہ میں رہے اور یہ مدینہ میں رہیں۔ حتیٰ کہ فتح مکہ سے تھوڑا قبل ابو العاص

بن الربیع تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔ اور چونکہ یہ بہت امانت دار شخص مشہور تھے قریش کے بہت سے آدمیوں کا مال اُن کے ساتھ تھا۔ جب یہ فارغ ہوکر شام سے لوٹے تو رسول اللہؐ کے سریہ نے ان کو روکا۔ تمام اموال پر قبضہ کر لیا اور اُن کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ اصحاب سریہ مال لے کر واپس آئے۔ اور ابوالعاص رات کے وقت چھپ کر زینبؓ بنت رسول اللہؐ کے پاس آئے اور اُن سے امان چاہی اُنھوں نے امان دی مگر ابوالعاص کی اصل غرض یہ تھی کہ کسی طرح مال واپس مل جائے۔

صبح کے وقت جب رسول اللہؐ نماز کے لئے نکلے اور تکبیر ہوئی تو صف کے درمیان سے حضرت زینبؓ نے آواز دی کہ اے لوگو! میں نے ابوالعاص ابن الربیع کو امان دی ہی اور اپنے جوار میں لیا ہی نماز کے بعد رسول اللہؐ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے کچھ سُنا۔ سب نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان باتوں کا ہمیں کچھ علم نہیں ہے بس جو تم نے سُنا وہی ہم نے بھی سُنا ہے۔

حضورؐ گھر تشریف لے گئے تو حضرت زینبؓ سے کہا کہ بیٹی دیکھو وہ تم سے ملنے نہ پائے۔ تو اُس کے لئے حلال نہیں ہے (کیونکہ وہ ابتک کافر ہیں) اس کے بعد حضورؐ نے اُس سریہ کے لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ ابوالعاص کا اور میرا جو تعلق ہے اس سے تم لوگ واقف ہو۔ تم نے اُس کے مال پر قبضہ کیا ہے اگر احسان کرو اور واپس کردو تو یہ بات مجھ کو پسند ہوگی۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو وہ غنیمت ہے اور تم اُس کے زیادہ مستحق ہو۔ سب نے کہا کہ ہم واپس کئے دیتے ہیں جس کے پاس اُس میں سے جو چیز تھی وہ لے آیا۔ یہانتک کہ ڈول اور اُونٹ باندھنے کی رسّی بھی آگئی اور کوئی چیز بھی اُس میں سے گم نہ ہوئی۔ ابوالعاص ان سب چیزوں کو لے کر مکہ گئے اور جس کی جو چیز تھی اُس کو دیدی۔ اور پوچھا کہ اے قریش! کیا کسی کی کوئی چیز باقی ہے؟ سب نے کہا کہ نہیں جزاک اللہ ہم نے تم کو پورا پورا امانت دار پایا۔ اُنھوں نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ ہم اب تک اس ڈر سے مسلمان نہ ہوئے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمھارا مال لینے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ پھر مدینہ چلے آئے۔

ابن اسحق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے چھ برس کے بعد پہلے ہی نکاح پر حضرت زینبؓ کو ابوالعاص ابن الربیعؓ کے سپرد کیا اور کوئی جدید بات نہ ہوئی۔

قابل غور یہ ہے کہ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے تھوڑا قبل یہ واقعہ ہوا۔ اور پھر آخر میں کہتے ہیں کہ تفریق کے چھ برس بعد زینبؓ اور ابوالعاصؓ ملے۔ تفریق سنہ ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی۔ اس لئے یہ ملاپ سنہ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے ہونا چاہیئے۔ لیکن درمیان میں کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سریہ نے اُن کے مال پر قبضہ کیا۔ حالانکہ وہ ہُدنہ کا زمانہ ہے اور ہدنہ کے زمانہ میں قریش کے خلاف حضورؐ نے کوئی سریہ نہیں بھیجا کیونکہ یہ معاہدہ حدیبیہ کے خلاف تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابن اسحاقؒ نے اس سریہ کا یا اُس کے امیر کا نام نہیں بتایا ہے موسیٰ بن عقبہ کی روایت اب ہم لکھتے ہیں اس سے مطلب واضح ہوجائے گا۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ابوالعاص بن الربیع کو جن لوگوں نے اسیر کیا اور اُن کے مال پر قبضہ کیا وہ ابوبصیرؓ[1] عتبہ بن اَسید ثقفی۔ اور ابوجندل بن سُہیل اور اُن کی جماعت تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کا کوئی شخص مسلمان ہوکر مدینہ جاتا تو صلح کے شرائط کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو مدینہ میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ایسے لوگ نہ مکہ جاسکتے تھے نہ جانا پسند کرتے تھے اِس لئے ایسے مُسلمان ابوبصیر ثقفیؓ کے ماتحت ساحلِ بحر پر ٹھہر گئے اور اُن لوگوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ بند کردیا۔ یہ لوگ معاہدہ کے پابند نہ تھے اِس لئے کہ مدینہ آئے نہیں نہ حضورؐ اُن کے ذمہ دار تھے۔ اِس لئے کہ خود قریش نے شرط کرکے اُن کو حضورؐ سے الگ کر رکھا تھا یہ لوگ ہُدنہ کے زمانہ میں برابر قریش کے قافلوں کو لُوٹتے رہے۔ اور انہی لوگوں نے ابوالعاصؓ ابن لربیع کا قافلہ لُوٹا تھا۔ لیکن چونکہ مسلمان تھے اور رسول اللہؐ کے رشتہ کا ادب کرتے تھے اس قافلہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا۔ اور ابوالعاصؓ کو بھی چھوڑ دیا۔ جب ابوالعاصؓ نے حضرت زینبؓ

[1] ابوبصیر بفتح موحدہ وکسرہ صاد مہملہ ہے اور اُن کے والد کا نام اَسید ثقفی بفتح الف وکسرہ سین مہملہ ہے بخلاف اُسید بن حُضیر انصاری کے اُن کا نام بضم الف وفتح سین ہے تصغیر کے وزن پر ۱۲ منہ۔

کی پناہ لی تو رسول اللہؐ نے صحابہؓ سے کہا کہ ابوالعاص کے اموال پر ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ نے قبضہ کر لیا ہے مگر کسی آدمی کو مارا نہیں ہے۔ اب زینبؓ سفارش کرتی ہے کہ ہم ابوالعاص کو اپنی پناہ میں لے لیں۔ کیا تم لوگ راضی ہو؟ اس پر سب صحابہؓ نے رضامندی ظاہر کی۔ یہ خبر جب ابوبصیرؓ وغیرہ کو ملی تو اُن لوگوں نے تمام مال واپس کر دیا۔

اِس کے بعد رسول اللہؐ نے ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ کو لکھا کہ تم لوگ مدینہ چلے آؤ اور اپنے ساتھیوں کو منتشر کر دو جو جہاں جانا چاہے چلا جائے اور قریش کے قافلوں سے تعرض نہ کرو۔ یہ خط جس وقت پہنچا اس وقت ابوبصیر سکرات میں تھے اُن کا اِنتقال ہوگیا اور یہ خط اُن کے سینہ پر تھا۔ ابوجندلؓ نے اُن کو وہیں دفن کیا اور اِس کے بعد مدینہ چلے آئے اِس کے بعد قریش کے قافلے مامون ہو گئے۔

موسیٰ بن عقبہ نے اس قصّہ کو امام زہریؒ سے روایت کیا ہے۔

ابن اِسحاق کی روایت میں جو سریّہ رسول اللہؐ کا ذکر ہے اُس سے یہی لوگ مُراد ہوں تو اختلاف باقی نہیں رہتا۔ اور چونکہ یہ لوگ بھی مسلمان تھے اِس لئے سریّہ رسول اللہؐ کا اطلاق ان پر بیجا نہ ہوگا۔ الغرض یہ قصّہ غزوہٴ حدیبیہ کے بہت بعد کا ہے یعنی ۷ھ ہجری کا اور زید بن حارثہؓ کے سریّہ کے ساتھ اس قصّہ کو ملا دینا تسامح ہے۔ ابوالعاص بلاشبہ زمانۂ ہُدنہ میں مسلمان ہوئے فتح مکّہ کے قریب۔ ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت کو ترمذی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اُس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے یعنی لاباس بہ ہے اور یزید بن ہارون کا قول لکھتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ اجود ہے اسناداً۔ واللہ اعلم۔

سریّہ زید بن حارثہؓ بہ حسمی

ابن اثیر کہتے ہیں کہ حسم بحائے مہملہ وسین مہملہ بنی جذام کا ایک بلدہ ہے اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ یہ وادی القریٰ کے آگے ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کو حسمی کی جانب بھیجا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضورؐ نے دِحیہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر کے پاس دعوتِ اسلام کا خط دے کر بھیجا تھا۔ وہ جب واپس ہوئے اور اُن کے ساتھ قیصر کے دیئے ہوئے تحائف بھی تھے؛ تو حسمی نے راستہ روکا اور سب

چھین لیا۔ اُنھوں نے رسول اللہؐ کو آکر خبر دی۔ رسول اللہؐ نے زید بن حارثہؓ کو حسمی کی طرف بھیجا۔ اور دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو بھی اُن کے ساتھ واپس بھیجا۔ اُنھوں نے جاکر انتقام لیا اور تحائف بھی واپس لائے اور ہزاروں جانور اور سیکڑوں قیدی لائے۔

یہ قصہ یقیناً حدیبیہ کے بعد کا ہی بلاشک۔ اس لئے کہ حضورؐ نے حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد محرم ۷ھ میں ایک روز چھ قاصد شاہانِ عالم کے پاس روانہ کئے۔ اُن چھ میں ایک دحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ بھی تھے جو قیصر کے پاس حضورؐ کا خط لے کر گئے تھے۔

سریۂ علی مرتضیٰؓ بہ فدک

ابن قیم واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ اسی سال حضرت علیؓ دو سو ۲۰۰ آدمی کے ساتھ فدک گئے۔ معلوم ہوا تھا کہ وہاں کا قبیلہ بنی سعد بن بکر فوج جمع کر رہا ہے تاکہ خیبر کے یہود کی امداد کرے۔ حضرت علیؓ اس طرح گئے کہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے۔ اِن لوگوں کو ایک شخص ملا جس کو بنی سعد نے خیبر بھیجا تھا اور امداد کا وعدہ کیا تھا۔ اس شرط پر کہ خیبر کی کھجور اُن کو دی جائے۔ مدارج النبوت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اِس قبیلہ پر یکایک حملہ کیا وہ بھاگ گئے پانچ سو ۵۰۰ اونٹ اور دو ہزار ۲۰۰۰ بکری غنیمت میں لیں جن کو یہ مدینہ لائے۔ مسلمانوں کا کچھ نقصان نہ ہوا۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ بدومۃ الجندل

اِسی سال شعبان کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دومۃ الجندل بھیجا۔ اور اُن سے کہہ دیا کہ قوم مُطیع ہو جائے تو اُس کے سردار کی لڑکی سے تم نکاح کر لینا۔ وہ قوم مسلمان ہو گئی اور انھوں نے تماضر بنت الاصبغ سے نکاح کر لیا اصبغ اس قوم کا رئیس اور سردار تھا۔ یہی تماضر ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کی ماں ہیں۔ ابو سلمہ اکابر تابعین میں سے ہیں اور مدینہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔

زید بن حارثہؓ بوادی القریٰ

حضورؐ نے اسی سال رمضان ۶ھ میں زید بن حارثہؓ کو وادی القریٰ کی طرف بھیجا۔ وجہ یہ ہوئی کہ زیدؓ تجارت

کے لئے شام گئے تھے اور صحابہ کا مال بھی اُن کے ساتھ تھا لوٹتے وقت وادی القریٰ میں قبیلۂ فزارہ کی ایک جماعت بنی بدر نے ان کے قافلہ پر ڈاکہ ڈالا۔ اُن کی تعداد کم تھی اِس لئے اُن سبھوں نے اُن کو بہت مارا بھی اور سب مال بھی لے لیا۔ یہ مدینہ آئے تو رسول اللہؐ نے اُن کی امداد کے لئے ایک جماعت دی اور پھر انہی کو بھیجا۔ اِس دفعہ یہ گئے تو ان سے بدلہ لیا۔ کچھ لوگوں کو قتل کیا باقی بھاگ گئے۔ اُن کی عورتوں کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔

سریہ کُرز بن خالد الفہری

ابن قیم واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ شوال ۶ھ میں ۲۰ بیس سوار عُرینین کی طلب میں کُرز بن خالد الفہری کے ماتحت گئے۔ ابن سعد اور ابن حبان نے بھی اسی قول کو قبول کیا ہے۔ اِس بنا پر یہ واقعہ حدیبیہ سے قبل کا ہے اِس لئے کہ حدیبیہ کا عمرہ ذیقعدہ میں ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

عُکل و عُرینہ

عُکل بضمِ عین مہملہ و سکون کاف۔ عُرینہ بضم عین مہملہ و فتح رائے مہملہ۔ یہ دونوں ۲ دو قبیلوں کے نام ہیں اُن کا قصہ صحیحین میں اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ عُکل و عُرینہ کی ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں آئی اور مسلمان ہوئی۔ پیچھے رسول اللہؐ سے اُن لوگوں نے شکایت کی کہ مدینہ کی آب و ہوا ہمیں موافق نہیں کیونکہ ہم لوگ اہل ضرع ہیں یعنی اونٹ۔ گائے۔ بکری پالتے ہیں۔ اہل ریف یعنی اہل زراعت نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ میدانوں میں جانور چراتے ہیں آبادیوں میں رہنے کی عادت نہیں ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اُن کے پیٹ پھول گئے تھے اور چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ حضورؐ نے ان کو ذود دلوایا اور کہا کہ اس کو چرایا کرو اور اُسی کا دودھ اور پیشاب پیو۔ ذود ایسے جھنڈ کو کہتے ہیں جس میں ۳ تین سے زیادہ اور ۱۰ دس سے کم جانور ہوں۔ چنانچہ اس دودھ اور پیشاب کے پینے سے وہ سب بالکل اچھے ہو گئے۔ مگر جب اچھے ہوئے تو رسول اللہؐ کے راعی کو قتل کر دیا اور اُونٹوں کو لے کر بھاگ گئے

اور اسلام کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ راعی کی آنکھ میں سلائی پھیر دی۔

حضور کو خبر ہوئی تو اُن کے تعاقب میں آپ نے بیس سوار بھیجے۔ کرز بن خالد الفہری اُن کے سردار تھے۔ اور حضور نے دُعا کی کہ خداوندا ان پر راستہ تنگ کردے۔ آخر یہی ہوا۔ وہ راستہ بھول گئے اور پکڑے گئے جب پکڑ کر لائے گئے تو حضور نے حکم دیا کہ اُن کی آنکھوں میں سلائی پھیری جائے۔ اور اُس کے بعد حضور کے حکم سے اُن کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ کر حُرّہ کے ریگستان میں ایک طرف چھوڑ دیئے گئے حتیٰ کہ سب کے سب وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

سمل عین تو ظاہر ہے کہ راعی کے قصاص میں تھا۔ باقی اس سے معلوم ہوا کہ مختلف ذنوب کے لئے متعدد سزاؤں کا جمع کرنا جائز ہے۔ وہ لوگ محارب کافر تھے۔ چور تھے۔ راعی کے آنکھ میں سلائی پھیری تھی۔ ان تمام ذنوب کبیرہ کی سزا کو جمع کیا گیا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محارب کے ہاتھ پاؤں کو ایک ساتھ قطع کرنا جائز ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ گو یہ قصہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے مگر حدود کی وجہ سے منسوخ نہیں ہوا۔ اِس لئے کہ حدود نے سزا کو معین کیا ہے منسوخ نہیں کیا۔

اِس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوا کے لئے ماکول اللحم جانور کا پیشاب پینا جائز ہے۔ گو اِس میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم اُنہی کم بختوں کے لئے مخصوص تھا واللہ اعلم۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ عُکل و عُرَینَہ دو مشہور قبیلے ہیں۔ عُکل بنی عدنان ہیں اور عُرَینَہ بنی قحطان۔

صلح حُدیبیہ

حضرت نافع رض سے مروی ہے کہ عمرۂ حدیبیہ سنہ ۶ھ کے ذیقعدہ میں ہوا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ یہی قول ہے امام زہری رح۔ قتادہ رح۔ موسیٰ بن عقبہ رح۔ اور محمد بن اسحاق رح وغیرہ کا۔ البتہ ہشام

بن عروہ حضرت عروہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ مدینہ سے رمضان میں نکلے اور شوال میں حدیبیہ میں تھے۔ مگر یہ وہم ہے خود حضرت عروہ سے ابوالاسود روایت کرتے ہیں کہ ذیقعدہ میں ہوا۔ اور حضرت انسؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ حضورؐ نے چار عمرے کئے سب ذیقعدہ میں۔ اُن میں عمرہ حدیبیہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

اور صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ میں حضورؐ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے۔ اور انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ چودہ سو تھے۔ اور صحیحین ہی میں عبداللہ ابن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے کہ تیرہ سو آدمی تھے۔ بظاہر چودہ سو کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ حضرات معقل بن یسارؓ براء بن عازبؓ۔ اور سلمہ بن الاکوعؓ بھی یہی کہتے ہیں۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک خواب دیکھا کہ آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ حج کیا۔ اور خانہ کعبہ کی کلید اپنے قبضہ میں کر لی۔ بعض اصحاب نے حلق کیا بعض نے قصر۔[1] اس خواب کو آپؐ نے اصحاب سے بیان کیا۔ اور عمرہ کی تیاری شروع کردی۔ اور آخر انصار و مہاجرین کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوگئے۔ اعراب میں سے جو شخص خوشی سے ساتھ ہوا اُس کو لیا۔ نہ ساتھ ہوا اُس پر اصرار بھی نہ کیا۔ سوائے تیر اور تلوار کے کوئی سلاح ساتھ نہ لیا۔ اور یہ بات اچھی طرح ظاہر کردی گئی کہ آپؐ کا یہ سفر محض عمرہ کی غرض سے ہے جنگ کا قطعاً ارادہ نہیں ہے۔

جب آپؐ ذی الحلیفہ پہنچے تو وہاں۔ ہدی یعنی قربانی کے جانور آپؐ کے ساتھ تھے اُن کی اشعار اور تقلید کی۔ اشعار یہ ہے کہ کوہان کو دو جانب سے تھوڑا تھوڑا شق کردیتے ہیں تاکہ اُس سے خون جاری ہوجائے۔ اور تقلید یہ ہے کہ نعلین وغیرہ کو باندھ کر قلادہ بناتے ہیں اور ہدی کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں اِس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ جن اصحاب کو حیثیت تھی اُنھوں نے بھی ہدی مقرر کی۔ اِس طرح ستر اونٹ قربانی کے لئے آپؐ کے ساتھ تھے۔ اور حضورؐ کے ہدی میں ایک ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا اور غزوہ بدر میں آپؐ کے قبضہ میں آیا تھا۔

[1] حلق یعنی سر منڈانا اور قصر یعنی بال کتروانا ۱۲ منہ۔

وہیں سے آپ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ خبر لائے کہ قریش کا کیا خیال ہے۔ جب آپ عسفان پہنچے تو آپ کا مقرر کردہ شخص وہاں آیا۔ اُن کا نام بشر بن سفیان تھا بشین معجمہ لیکن ابن ہشام لکھتے ہیں بسین مہملہ۔ اُنھوں نے خبر دی کہ جس وقت ہم بنی کعب بن لوی سے جدا ہوئے اُس وقت وہ آپ سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ فوجیں جمع کی ہیں، احباش کو اکٹھا کیا ہے۔ اور وہ آپکو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ رسول اللہؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ کیا اُن لوگوں کے مکانوں پر حملہ کر دیا جائے جو قریش کی امداد کے لئے گئے ہیں تاکہ وہ منتشر ہو جائیں یا ہم بیت اللہ چلیں اور جو کوئی روکے اُس سے لڑیں۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم کسی سے مقابلہ کے لئے نہیں نکلے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگا تو ہم ضرور لڑیں گے۔ حضورؐ نے کوچ کا حکم دیا مگر فرمایا کہ کراع الغمیم میں خالد بن الولید قریش کے طلیعہ پر مقرر ہیں اِس لئے داہنے ہاتھ سے بچ کر چلو۔ یہ نیا راستہ بڑا مشکل اور بڑا نشیب و فراز تھا مگر صحابہؓ نے تعمیل حکم کی اور اسی راستہ سے چلے۔ جب ثنیۃ المرار میں پہنچے تو آپؐ کا اونٹ قصوی بیٹھ گیا لوگوں نے اُٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اُٹھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے اصحاب فیل کو مکہ سے روک دیا تھا اُسی نے اس کو روک دیا ہے ورنہ یہ اونٹ ایسا نہیں ہے۔ اِس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اُن تمام باتوں کو قبول کروں گا جن میں حرم کی تعظیم ہوگی۔ اِس کے بعد قصوی کو اُٹھایا گیا تو وہ اُٹھ کر چلنے لگا۔ حتی کہ آپؐ حدیبیہ کے ایک انتہائی مقام میں ٹھہرے۔ وہاں پر جو قلیب تھا یعنی پُرانا کنواں اس میں پانی بہت قلیل تھا۔ اُس کا پانی جلد ختم ہو گیا۔ سب لوگ راستہ چلے ہوئے تھے پیاس سے پریشان ہو گئے اور العطش العطش کہنے لگے۔ حضورؐ نے اپنے تیردان سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اُس میں ڈال دو۔ ڈالتے ہی اتنا پانی نکلا کہ سارا لشکر سیراب ہو گیا۔

اِس کے بعد رسول اللہؐ نے ارادہ کیا کہ کسی کو قریش کی طرف بھیجیں حضرت عمر بن الخطابؓ کو آپؐ نے کہا مگر انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مکہ میں کوئی بنی کعب نہیں ہے کہ کفار اگر ہمیں ایذا دیں

تو وہ طرفداری کرے آپ عثمان بن عفان رضؓ کو بھیجے۔ آپ نے حضرت عثمان رضؓ کو قریش کی طرف بھیجا۔ اُن سے کہا کہ تم کفار سے کہنا کہ ہم محض عمرہ کی نیت سے آئے ہیں قتال مقصود نہیں ہے۔ اور کفار کو اسلام کی دعوت دیجیو۔ اور جو مرد و عورت مسلمان مکہ میں ہیں اُن کو بشارت دیجیو کہ خداوند کریم جلد اسلام کو مکہ میں غالب کرنے والا ہے۔ جب یہ چلے تو راستہ میں ابان بن سعید بن العاص نے اُن کو اپنے گھوڑے پر بٹھالیا۔ اور اُن کو اپنے جوار میں مکہ لے گئے۔ حضرت عثمان رضؓ کے جانے کے بعد صحابہ رضؓ کہنے لگے کہ عثمان رضؓ کو ہم سے قبل طواف کا موقع مل گیا۔ رسول اللہؐ نے کہا کہ مجھے اُمید نہیں ہے کہ ہم لوگ محصور رہیں اور عثمان رضؓ طواف کرلے۔ لوگوں نے کہا کہ ان کو طواف سے کیا چیز مانع ہوگی یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا کہ اُن کا خلوص۔ میرا گمان ہے کہ وہ طواف نہیں کریں گے جب تک ہم لوگ بھی ساتھ نہ ہوں۔

بیعۃ الرضوان

حدیبیہ میں فریقین کے لوگ موجود تھے۔ کسی نے ایک فریق پر تیر پھینک دیا۔ بس دونوں طرف سے تیر اور پتھر چلنے لگے۔ رسول اللہؐ کو کسی نے خبر دی کہ حضرت عثمان رضؓ کو کفار نے قتل کر دیا۔ حضورؐ اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ رضؓ آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوئے۔ آپ نے سب مسلمانوں سے بیعت لی اس بات پر کہ اگر لڑائی شروع ہو جائے تو کوئی شخص فرار نہ ہو۔ سب سے پہلے ابوسنان الاسدی نے بیعت کی۔ اور سلمہ بن الاکوع رضؓ نے تین دفعہ بیعت کی۔ شروع میں وسط میں۔ اور پھر آخر میں اور جس قدر مسلمان موجود تھے سب نے بیعت کی سوائے ایک شخص کے[1]۔ حضرت عثمان رضؓ موجود نہ تھے اِس لئے آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو کہا کہ یہ عثمان رضؓ کا ہاتھ ہے اور اُس پر دوسرا ہاتھ رکھ کر حضرت عثمان رضؓ کی بیعت لی۔

[1] جد بن قیس بن صخر سید بنی سلمہ نے بیعت نہیں کی تھی اونٹ کے پیٹ میں چھپ گیا تھا اُس کے نفاق کا ذکر غزوۂ تبوک میں آتا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیعت تمام ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ آئے صحابہؓ نے کہا کہ اے اباعبداللہ! تم نے تو بیت اللہ کا طواف کرلیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بڑی سخت بدگمانی کی۔ خدا کی قسم اگر ہمیں ایک سال تک موقع ملتا۔ اور رسول اللہؐ حدیبیہ میں رُکے رہتے تو میں بغیر رسول اللہؐ کے طواف نہ کرتا قریش نے تو مجھ سے طواف کے لئے کہا مگر میں نے انکار کر دیا۔

گُفت و شُنید

اس کے بعد بُدیل بن ورقا خزاعی بنی خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس آئے یہ رسول اللہؐ کے مخلصین میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ پوشیدہ مُسلمان تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسلمان تو نہ تھے مگر اہل مکّہ کی باتوں سے رسول اللہؐ کو مطلع کر دیا کرتے تھے۔ اور ان کا قبیلہ بنی خزاعہ بھی جو اہل تہامہ میں سے تھا رسول اللہؐ کا طرفدار مشہور تھا۔ بُدیل نے آکر بیان کیا کہ کعب بن لوی تیاری کے ساتھ حدیبیہ میں آگئے ہیں۔ انھوں نے قبائل کو بھی جمع کیا ہے اور انھوں نے آپ کو بیت اللہ سے روکنے اور مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں صرف عُمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ قریش قتال کے بڑے خواہشمند ہیں مگر یہ اُن کے لئے سراسر ضرر ہے اگر وہ چاہیں تو ایک مدّت کے لئے مصالحت کر کے جنگ روک سکتے ہیں۔ ہم کو دوسرے مشرکین عرب کے مقابل چھوڑ دیں۔ اگر ہم مغلوب اور خراب خستہ ہوئے تو اُن کا مقصد حاصل ہو جائیگا۔ اور اگر ہم غالب ہوتے تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح اس دین میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی پسند نہ ہو تو ایک مدّت کے لئے تو جنگ موقوف رہیگی۔ اور اگر وہ قتال کے سوا کچھ نہیں چاہتے تو خدا کی قسم اس دین کے لئے ہم اُن سے اس وقت تک مقابلہ کریں گے کہ یا تو میری گردن نہ رہے گی یا خُدا کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

بدیل نے کہا کہ میں جاتا ہوں آپؐ کا کلام قریش تک پہنچاتا ہوں۔ دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ باتیں سُنی ہیں۔ اگر

اجازت دو تو بیان کروں۔ اس پر عکرمہ بن ابی جہل اور حکم بن العاص وغیرہ نوجوانوں نے کہا کہ اُن کی باتوں کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم سننا نہیں چاہتے۔ لیکن قریش کے معمر اور اہل الرائے لوگوں نے کہا کہ کہو وہ کیا ہے۔ اُنھوں نے جو کچھ حضورؐ سے سُنا تھا بیان کر دیا۔ اس پر عروہ ابن مسعود ثقفی نے اُٹھ کر کہا کہ اگر یہ باتیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہی ہیں تو پسندیدہ اور مُناسب ہیں اور قبول کرنی چاہیئے مگر اجازت دو کہ ہم خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر دیکھیں کہ ان کی غرض کیا ہے اور مصلحت کیا ہے۔

عروہ[1] بن مسعود بڑے معزز اور ذی اثر شخص تھے۔ اُن کے تعلقات بڑے وسیع تھے۔ اس وقت کافر تھے پیچھے مسلمان ہو گئے۔ سب نے کہا کہ ہاں تم جاؤ۔ یہ حضورؐ کے خدمت میں آئے۔ حضورؐ نے اُن سے وہی کہا جو بدیل سے کہا تھا۔ عروہ نے کہا کہ اے محمدؐ! تم نے اگر اپنی قوم کو تباہ بھی کر دیا تو کونسا اچھا کام کیا۔ کیا اس سے پہلے کسی عرب کو تم نے سُنا ہے کہ اُس نے اپنی قوم کو اس طرح تباہ کیا ہو۔ اور ہم تو کسی شریف کو تمھارے پاس نہیں دیکھتے یہ اطراف کے اوباش جمع ہو گئے ہیں زیادہ دن نہیں گزریں گے کہ یہ سب تم کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔ عروہ کی یہ بات حضرت صدیق رضؓ کو بہت ناگوار گزری۔ اور آپ نے غصہ میں کہا امصص بظر اللات انفر عنہ وندعہ یعنی تو جا کر اپنے لات کی پیشاب گاہ چاٹ تو کیا جانے کہ ہمیں رسول اللہؐ سے کیسی محبت ہے ہم لوگ اور رسول اللہؐ سے بھاگ جائیں گے اور اُن کو چھوڑ دیں گے۔ عربوں میں یہ سخت گالی تھی

---

[1] عروہ ایام کفر میں بڑا معزز شخص تھا۔ جب قریش کے لوگوں نے کہا تھا لولا انزل ھٰذا القراٰن علےٰ رجل من القریتین عظیم تو بعض روایت میں ہے کہ اُس میں ایک یہی عروہ مُراد ہے اور دوسرا ولید بن مغیرہ خالد کے والد۔ پھر اسلام کے بعد بھی عروہ کا بڑا مرتبہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنھوں نے اپنے قوم میں تبلیغ کی اجازت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اندیشہ ہے تو اُنھوں نے کہا کہ ہماری قوم ہم کو سوتے میں ادب سے جگاتی نہیں ہے بدسلوکی کیسے کریگی۔ آخر یہ گئے۔ نماز پڑھ رہے تھے کہ کھڑکی سے تیر مار کر کسی نے اُن کو شہید کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عروہ کی مثال صاحب یٰسٓ کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت عیسٰیؑ کو دیکھا عروہ بن مسعودؓ سے بہت مشابہ تھے ۱۲منہ۔

اور لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ۔ عروہ نے کہا کہ تمھارا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ ہم نے ادا نہیں کیا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اس سخت کلامی کا جواب بتا دیتے۔ ایام جاہلیت میں عروہ پر ایک دفعہ دیت لازم ہو گئی تھی۔ اور حضرت صدیقؓ نے دس جوان گائیں دے کر اس کی امداد کی تھی۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

عروہ یہ کہہ کر پھر حضور سے گفتگو میں مشغول ہو گیا جب یہ گفتگو کر رہا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ خود پہنے ہوئے اور تلوار لئے ہوئے کھڑے تھے۔ عروہ جب بات کرتا تو رسول اللہؐ کی داڑھی مبارک پر ہاتھ لے جاتا جیسا کہ عام عربوں کا قاعدہ تھا۔ حضرت مغیرہؓ تلوار کے نعل سے عروہ کے ہاتھ پر مارتے کہ ہاتھ رسول اللہؐ کی داڑھی سے الگ رکھ۔ عروہ نے سر اٹھا کر کہا کہ یہ کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمھارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہؓ ہے۔ عروہ نے کہا او غدار! میں نے تیرے غدر کی اصلاح کے لئے کوشش کی اور اب تک کر رہا ہوں اور تیرا یہ سلوک ہے۔

عروہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ مغیرہ بن شعبہ اور بنی مالک کے تیرہ آدمی مقوقس کے پاس اسکندریہ گئے تھے (بنی مالک قبیلہ ثقیف کا جزو تھا) وہاں مقوقس نے مغیرہ پر ان لوگوں کو ترجیح دی اور انعامات دیئے۔ اس سے مغیرہؓ کو بڑا ملال ہوا۔ راستہ میں ایک روز شراب پی کر وہ سب غافل سوئے تھے۔ اُنھوں نے سب کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کا مال واسباب لے کر مدینہ چلے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام تو تمھارا صحیح ہے مگر اس مال سے ہمیں سروکار نہیں۔ یہ خبر جب بنی مالک کو ملی تو وہ مغیرہ کے خاندان سے قصاص لینے کو مستعد ہو گئے جنگ کا سامان ہو گیا تھا۔ مگر عروہ بن مسعود نے بیچ میں پڑ کر بنی مالک کو دیت پر راضی کر لیا۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

عروہ اس طرح باتیں کر رہا تھا مگر پرانا تجربہ کار شخص تھا۔ گوشۂ چشم سے اصحاب رسول اللہؐ کے

لہ عروہ کا نسب یہ عروہ بن مسعود بن مُعتّب بمیم بعدہٗ عین مہملہ مفتوحہ بعدہٗ تائے مثناۃ فوقیہ مشددہ بن مالک ثقفی اور مغیرہ کا مغیرہ بن شعبہ بن معتب بن مالک ثقفی ۱۲ منہ۔

طرزِ عمل کو خوب جانچ رہا تھا۔ اور صحابہؓ کی تعظیم و تکریم سے حیران تھا۔ لوٹ کر گیا تو کہا کہ اے معشرِ قریش! میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں۔ اور اُن کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ مگر بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں۔ اگر اُن کا تھوک ان کے ہاتھ پر پڑ جائے تو یہ اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتے ہیں۔ کوئی بات محمدؐ کے زبان سے نکلتی ہے تو سب اس کو پورا کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں تو غسالہ کا پانی لینے کے لئے اس طرح کوشش کرتے ہیں کہ گویا لڑ جائیں گے۔ محمدؐ کے سامنے بات بولتے ہیں تو نیچی آواز سے۔ تعظیم اور جلالتِ شان کی وجہ کبھی نظر نہیں ملاتے۔ اور اے قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی بیجا بات نہیں کہی ہے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں مناسب ہی مان لو۔

اُس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام حُلیس تھا بصیغہ تصغیر اُٹھ کر کہا کہ اجازت دو ذرا ہم محمدؐ سے باتیں کر کے دیکھیں۔ قریش نے اجازت دی۔ یہ شخص جب حضورؐ کو سامنے سے نظر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اس کی قوم قربانی کی دلدادہ ہے۔ قربانی کے جانور اُس کے سامنے لاؤ۔ صحابہؓ لبیک کہتے ہوئے اُس کے استقبال کو گئے۔ اور ہدی کے جانوروں کو اُس کے سامنے ہنکا دیا۔ اس نے جب دیکھا کہ وادی کی طرف سے اونٹوں کا ایک سیلاب آرہا ہے۔ اور سب کے گلے میں قلادے پڑے ہوتے ہیں۔ تو اُس کے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور اُس نے کہا کہ سبحان اللہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ایسی قوم کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ یہ حضورؐ سے ملا بھی نہیں اور لوٹ گیا۔ قریش سے جا کر حال بیان کیا۔ قریش نے کہا کہ تو اعرابی ہے تجھ کو علم نہیں بیٹھ جا۔ حُلیس کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اُس نے کہا کہ اے قریش! ہمارا تمہارا یہ معاہدہ نہیں ہے نہ اس پر ہم حلیف ہوئے ہیں۔ کیا خدا کے گھر سے اُس شخص کو روکا جائیگا جو اُس کی تعظیم کے لئے آیا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں حُلیس کی جان ہے تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موقع دو کہ وہ جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ ورنہ ہم تمام احباش

یعنی گروہوں کو لے کر جاتے ہیں قریش نے حُلیس کی دلدہی شروع کی اور کہا ذرا تم چپ رہو اور ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مناسب فیصلہ کر لینے دو۔

الھُدنہ

اِس کے بعد مکرز بن حفص آیا۔ رسول اللہؐ نے دیکھا تو فرمایا یہ مکرز بن حفص ہے فاجر شخص ہے اُس نے باتیں شروع ہی کی تھیں کہ سہیل بن عمرو آیا۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ ہاں اب قریش نے اِس شخص کو بھیجا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا ارادہ صلح کا ہے۔ سہیل بن عمرو آیا تو بنارِ صلح پر گفتگو شروع ہوئی۔

حضورؐ نے فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان تم لوگ حائل نہ ہو تاکہ ہم بیت اللہ کا طواف کر سکیں۔ سہیل نے کہا کہ سارا عرب یہ کہے گا کہ ہم نے ڈر سے تم کو چھوڑ دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں آئندہ سال آکر تم طواف کر سکتے ہو۔ حضورؐ نے اِس کو مان لیا۔ سہیل نے پھر یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص بلا اذن اپنے ولی کے تمہارے پاس جائے تو گو وہ تمہارے دین پر ہو اس کو ہماری طرف واپس کر دینا ہو گا۔ اور تمہارا کوئی شخص قریش کے پاس جائے تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ صحابہؓ نے کہا سبحان اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اُس کو ہم کیونکر واپس کریں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس شرط کو بھی قبول کر لیا۔

جب یہ شرائط زبانی طے ہو چکے تو تحریر کی نوبت آئی۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ اور کہا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں جانتے۔ جو طریقہ تحریر کا ہم میں چلا آتا ہے باسمک اللّٰھم لکھو۔ حضورؐ نے کہا کہ اچھا باسمك اللّٰھم لکھو۔ اِس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ لکھو یہ وہ شرائط ہیں جس پر محمد رسول اللہؐ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ سمجھتے تو طواف سے کیوں روکتے اور مخالفت کیوں کرتے۔ اپنا اور اپنے والد

کا نام لکھو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں گو تم لوگوں نے تکذیب کی۔ اچھا لکھو محمدؐ بن عبداللہ نے سہیل سے صلح کی۔ مگر حضرت علیؓ محمد رسول اللہ لکھ چکے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے لفظ کو محو کردو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ اور غصہ میں حضرت علیؓ نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے علیؓ! تم کو بھی ایسا موقع پیش آئے گا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ لفظ مجھے دکھاؤ۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہؐ کے لفظ کو محو کردیا۔ اس کے بعد بعض روایتوں میں ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ لکھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علیؓ کو دیا کہ محمدؐ بن عبداللہ لکھو۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ بطور معجزہ حضورؐ نے خود لکھا اور شیخ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ پہلی روایت میں کَتَبَ سے مُراد اَمر بکتابت ہے۔ واللہ اعلم۔

ابھی یہ تحریر لکھی جا رہی تھی کہ اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابوجندل بن سہیل اپنی قید کی زنجیروں کے ساتھ اسفل مکہ کی طرف سے کسی طرح مسلمانوں میں آگئے۔ یہ مُسلمان تھے۔ کفّار نے انھیں تکلیفیں دی تھیں۔ زنجیروں میں باندھ رکھا تھا۔ کسی طرح موقع پاکر اس وقت یہاں پہنچ گئے۔ اُن کو دیکھتے ہی سہیل نے کہا کہ اے محمدؐ! سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابوجندل کو میری حوالہ کرو۔ ہم سے تم سے شرط طے پاچکی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی تو تحریر مکمّل نہیں ہوئی ہے۔ سہیل نے کہا کہ تب تو قطعاً کسی بات پر ہرگز صلح نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو میری خاطر سے اجازت دیدو۔ سہیل نے کہا میں تمھاری خاطر سے ہرگز اجازت نہ دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا مان جاؤ۔ سہیل نے کہا میں ہرگز نہ مانوں گا۔ مکرز بن حفص سہیل کے ساتھ تھا اُس نے کہا کہ ہم اجازت دیتے ہیں مگر سہیل نے کہا کہ ہم ہرگز اجازت نہ دیں گے۔ اس کے بعد سہیل نے ابو جندل کو اپنی طرف کھینچا۔ ابوجندل نے آواز دی کہ یا معشر مسلمین! کیا ہم کو دشمن کے سپرد کر رہے ہو حالانکہ ہم جیسی مُصیبتیں جھیل چکے ہیں اس سے واقف ہو۔ اس وقت مسلمانوں کے اضطراب کا جو عالم ہوگا وہ ظاہر ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوجندل! صبر کرو دیکھو اللہ پاک جلد تم لوگوں کے لئے سامان پیدا کرے گا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو حالت اُس وقت میری ہوئی اسلام کے بعد ویسی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ میں رسول اللہؐ کے پاس گیا اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ خدا کے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ ہاں بیشک ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا کہ ہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر کیوں ہم اپنے دین میں کمزوری دکھائیں؟ کیوں نہ خدا کی طرف رجوع کریں کہ وہ جو کچھ چاہے ہمارے اور ہمارے دشمن کے درمیان فیصلہ کرے۔ فرمایا کہ ہم خدا کے رسول ہیں۔ وہی میرا ناصر و مددگار ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اُس کی نافرمانی کریں۔ میں نے کہا کہ کیا آپؐ نے ہم سب سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے؟ فرمایا کہ ہاں۔ کہا مگر کیا ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تب ذرا صبر کرو ضرور سب لوگ بیت اللہ میں جاؤ گے اور طواف کرو گے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور اُن سے بھی ٹھیک یہی سوالات کئے اور اُنھوں نے بھی ٹھیک وہی جوابات دیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے اتنا اور زیادہ کہا کہ اے عمرؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مستحکم رہو جب تک موت نہ آجائے۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

الغرض صلحنامہ میں جو باتیں لکھی گئیں وہ یہ ہیں۔ دسؔ برس تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ سب لوگ ایک دوسرے سے بالکل بے خوف ہو جائیں گے۔ اور یہ کہ مسلمان اس سال لوٹ جائیں گے۔ سال آئندہ میں آئیں اور تینؔ دن مکہ میں رہیں۔ اِس شرط پر کہ تلوار جُلُبّانؔ[1] میں ہو (جُلُبّان جیم مضموم بعدہٗ لام مضموم بعدہٗ بائے موحدہ مشددہ۔ نیام کی طرح تلوار رکھنے کی چمڑہ کی ایک چیز ہوتی ہے۔ اس میں تلوار رکھ کر تسمہ لگا کر رحال میں باندھ دیتے ہیں)

---

[1] جُلبان امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض جُلُبّان بضم جیم ولام وتشدید بار موحدہ کہتے ہیں اور یہی اکثر کا قول ہے۔ اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اُسی کی تصحیح کی ہے۔ لیکن بعض بسکون لام کہتے ہیں ہروی اور ثابت اس کو صحیح کہتے ہیں اور ثابت نے تو صرف سکون لام ہی کے قول کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

اور یہ کہ جو مسلمان قریش کے پاس آئیں قریش اُن کو واپس نہ کریں گے۔ اور قریش کا کوئی شخص اگر بغیر اذن اپنے ولی کے چلا جائے تو وہ قریش کو واپس کر دیا جائے گا۔ (وان بیننا و بینك عیبة مکفوفة[1]) اور یہ کہ ہم لوگوں میں موادعت ہے یعنی کوئی کسی سے مکر و فریب نہ کریگا۔ اور دوستوں کی طرح ایک دوسرے پر اعتبار کرے گا لڑائی سے کنارہ کرے گا۔ صلح کو پُورا کرے گا۔ (وان لا اسلال ولا اغلال) اور یہ کہ پوشیدہ یا ظاہر کسی طرح ایک دوسرے کے خلاف جنگ کا انتظام نہ کرے گا۔ اور یہ کہ جو شخص یا جو قبیلہ چاہے رسول اللہؐ سے معاہدہ کر سکتا ہے اور جو چاہے قریش سے معاہدہ کر سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ اس پر بھی راضی ہیں کہ ہمارا آدمی وہ واپس نہ کریں اور ہم مسلمان کو کافروں کے سپرد کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ میرا آدمی جو جائے گا وہ ضرور منافق ہوگا اس کا جانا ہی اچھا ہے۔ البتہ جس مسلمان کو ہم واپس کریں گے تو اس کے لئے خداوند کریم جلد سامان کرے گا۔ اس معاہدہ کی شرط کی بناء پر بنو خزاعہ نے اُسی وقت رسول اللہؐ سے معاہدہ کیا اور بنو بکر نے قریش سے۔ اس معاہدہ پر چند کُفّار کے دستخط ہوئے اور چند صحابہؓ کے۔ ابنِ اسحاقؒ نے دستخط کرنیوالوں کے نام یہ لکھے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ۔ عمر بن الخطاب۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ محمود بن مسلمہؓ مکرز بن حفص۔ علیؓ بن ابی طالب کاتب صلحنامہ۔

---

[1] عیبة مکفوفة کے لفظی معنی ہیں امرٌ مطویة فی صدور سلیمة یعنی پہلے کی مخالفتیں اور لڑائیاں نہ کر دی جائیں اُس کی بناء پر کوئی کسی سے مواخذہ نہ کرے اور ہمارے صدور صاف اور سلیم رہیں گے جن میں کوئی کدورت نہ رہے گی۔ اور یہ قید ضروری ہے اِس لئے کہ صدور سلیمہ نہ ہوں تو امور اختلافی بھلائے نہیں جا سکتے اور مکفوفہ کے لفظ میں محافظۃ علی العہد کے طرف بھی اشارہ ہے وانه لا اسلال ولا اغلال۔ سلہ بمعنی سرقہ اور سلہ سل السیوف سے بھی ہے یعنی تلوار نکالنا۔ اور غلول خیانت اور اغلال ذرہ پہرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چوری اور خیانت نہ ہوگی یا یہ کہ جان و مال ایک کا دوسرے سے پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح محفوظ رہے گا ۱۲ منہ۔

اِس صلح کے بعد جب حضورؐ مدینہ گئے تو مکہ کی چند عورتیں جو مسلمان ہو گئی تھیں اور اُن میں عقبہ بن ابی معیط کی لڑکی ام کلثوم بھی تھیں مدینہ آئیں۔ اور اِس کے بعد اِن عورتوں کے لوگ ان کو اسی صلح نامہ کی بناء پر طلب کرنے آئے۔ مگر رسول اللہؐ نے اُن کو واپس کرنے سے انکار کیا۔ اور عورتوں کو واپس دینے کے امتناع میں قرآن بھی نازل ہوا۔ علماء مختلف ہیں کہ اِس امتناع کی کیا وجہ تھی؟ بعض کہتے ہیں کہ معاہدہ کا یہ حصّہ قرآن سے منسوخ ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عورتیں اِس معاہدہ میں شامل نہ تھیں۔ کفّار عام کرنا چاہتے تھے البتہ اِن عورتوں کا مہر اُن کے شوہروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس دلوایا۔ اِس سے پہلے جو عورتیں آئی تھیں اُن کا مہر واپس نہیں کیا گیا تھا۔

بعض معجزات

اِس غزوہ میں کئی عظیم الشان معجزے ظاہر ہوئے جن کا ذکر صحاح و سیر میں آتا ہے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں پانی کی قلت تھی اور آپ کے تیر ڈلوانے سے سوکھے کوئیں میں اتنا پانی ہو گیا کہ سب سیراب ہو گئے۔ حضرت براء بن عازبؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب لوگ پانی کے لئے بہت پریشان ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بئر حدیبیہ کے مُنہ پر بیٹھ کر وضو کیا اور کنوئیں میں اپنے دہن مبارک کا پانی ڈالا تو اُس میں بہت پانی ہو گیا حتیٰ کہ آدمی اور جانور سب سیراب ہوئے۔ ایک دفعہ آپنے ڈول منگوایا اُس سے وضو کیا اور مُنہ کا پانی ڈول میں ڈالا اور حکم دیا کہ اس کو کنوئیں میں ڈال دو۔ پھر تیر دان میں سے تیر نکال کر دیا کہ اِس کو بھی ڈال دو اِس کے بعد آپ نے دُعاء کی تو کنوئیں میں اِتنا پانی ہو گیا کہ لوگ کنارہ پر بیٹھ کر چلو سے پانی نکالتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضورؐ ایک دفعہ ایک پیالہ سے وضو کر رہے تھے۔ صحابہؓ آپؐ کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ پوچھا کیا ہے؟ سب نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! نہ ہم لوگوں کے پاس پینے کا پانی ہے نہ وضو کرنے کا۔ جو کچھ ہے وہ یہی ہے جو آپ کے پیالہ میں ہے۔ آپؐ نے پیالہ میں ہاتھ دیا تو آپ کی اُنگلیوں سے پانی اِس طرح نکلنے لگا جس طرح چشمہ سے پانی نکلتا ہے۔ پندرہ سو آدمی

تھے سب سیراب ہوئے۔

کفار نے چالیسؓ یا پچاس آدمیوں کو بھیجا تھا کہ مسلمانوں کے اطراف میں چکّر لگائیں اور موقع ملے تو مسلمانوں کو گرفتار کر کے لائیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں پر پتھر بھی پھینکے اور تیر... بھی چلاتے ان سب کو محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی نے گرفتار کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا آپؐ نے بلا کسی معاوضہ کے ان سب کو چھوڑ دیا۔ بعض اصحابِ سیر لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے بدلہ میں چھوڑا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

نحر و حلق

جب مصالحت کی تحریر سے فراغت ہوئی تو آپؐ نے صحابہؓ سے کہا کہ اُٹھو نحر یعنی قربانی کے اُونٹ کی قربانی کرو۔ اور اُس کے بعد حلق کراؤ۔ یہ گویا احرام کے ختم کرنے اور طواف کے ملتوی کرنے کا حکم تھا مگر شرائط صلح کی وجہ سے صحابہؓ کے غم و غصّہ کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص بھی نہ اُٹھا۔ آپؐ نے پھر کہا پھر کوئی نہ اُٹھا۔ ۳ بارہ کہا پھر بھی کوئی نہ اُٹھا۔ اس وجہ سے حضورؐ نہایت رنجیدہ اور ملول حضرت اُمّ سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے صحابہؓ کی اس نافرمانی کا تذکرہ کیا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! صحابہؓ معذور ہیں اُن کے دِلوں کو صدمۂ عظیم پہنچا ہے۔ اُن کو اُمید تھی کہ مکہ فتح ہوگا۔ وہ عزم کر کے آتے تھے کہ عمرہ ادا کریں گے۔ اُن کا یہ مقصد حاصل نہ ہوا۔ پھر آپؐ نے کفار سے صلح کی اور اس طرح کہ اُن کے سارے شرائط کو تسلیم کر لیا۔ اب اگر آپؐ کا ارادہ ہے کہ سب لوگ نحر کریں اور حلق کرائیں تو آپؐ کسی سے کچھ نہ کہیئے۔ اپنے اونٹ کو نحر کیجئے اور خود حلق کرائیے آپؐ کو دیکھ کر سب صحابہ بھی کریں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہؓ نے دیکھا کہ حضورؐ نے احرام توڑ دیا تو سب نے نحر کیا۔ اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے مگر سب کا غم سے یہ عالم تھا کہ معلوم ہوتا تھا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

فتح مُبین

اِس صلح کو تمام صحابہؓ نے ذلّت آمیز سمجھا۔ حضرت عمرؓ سے تو ضبط نہ ہو سکا اور جو کچھ وہ بولے لکھا جا چکا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ایسی حالت میری کبھی نہ ہوئی تھی اس روز کی گفتگو کے کفارہ میں ہم ہمیشہ صدقات وغیرہ کرتے رہے اور خدا سے اِس روز کے قصور کی معافی چاہتے رہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ رموزِ الٰہی کو کوئی سمجھ نہیں سکتا جب حدیبیہ سے سب لوگ روانہ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

انا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطاً مستقيماً وينصرك الله نصراً عزيزاً۔

یعنے ہم نے تم کو فتح مبین عطا کی۔ تاکہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو خدا معاف کر دے۔ اور تمہارے اوپر اپنی نعمتیں تمام کرے۔ اور تم کو ہدایت کا سیدھا راستہ دکھا دے۔ اور تمہاری زبردست امداد کرے۔

اللہ پاک نے اس مصالحت کو فتح مبین بتایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا یہ فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں فتح ہے۔

یہ تو اُس وقت صحابہؓ کے خیالات تھے جب صلح ہوئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اِس کے بعد واقعات نے بتا دیا کہ اشاعتِ اسلام اور تمام فتوحاتِ اسلامی کی بنیاد اسی صلح پر ہے۔ سارے صحابہؓ متفق ہیں کہ حدیبیہ کی مصالحت فتحِ عظیم اور نعمتِ کُبرای تھی۔ یہی مصالحت فتح مکہ کا ذریعہ بنی اور یہی مصالحت اشاعتِ اسلام کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ اِسلام نے جس اسوہ حسنہ کی بنیاد ڈالی تھی اور اِسلام کی وجہ سے صحابہ کرام کی جماعت اخلاقِ حسنہ کے جس مرتبہ پر پہنچ گئی تھی اس سے قریش اور دوسرے دشمن قبائل مطلع نہیں ہو سکتے تھے۔

ہر وقت کے جدال وقتال کی وجہ سے وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ اس مصالحت کے بعد جب اطمینان کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے تو اُنھوں نے دیکھا کہ خود ہماری ایک جماعت تھوڑے دنوں میں اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو کر انسانیت اور شرافت کے کیسے اعلیٰ مرتبہ میں پہنچ گئی ہے۔ اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور تمام قبائل نے اسلام کے متعلق اب تک جو رائے قائم کی تھی اس میں خود بخود ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا۔ اور دشمنوں کے قلوب بھی یک بیک اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔

دوسری بڑی بات اس صلح کی وجہ سے یہ ہوئی کہ اب تک ساری اسلامی طاقت قریش کی بے نتیجہ جنگ میں پھنسی ہوئی تھی۔ اس صلح کی وجہ سے مہماتِ عظیمہ کی طرف توجہ کا موقع ملا۔ مدینہ واپس آنے کے بعد ہی حضورؐ نے بادشاہانِ عالم کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اب بجائے قریش اور قبائل کے اسلامی طاقت قیصر۔ کسریٰ۔ اور قبط کی عظیم الشّان طاقتوں سے ٹکرانے کے قابل ہو گئی تھی۔

اس صلح کی شرطیں گو بظاہر سخت ذلّت آمیز تھیں۔ مگر اس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو مقاصدِ عظیمہ میں رُکاوٹ پیدا کر سکے۔ صرف لفظی نزاعات یا بیہودہ ہٹ دھرمی تھی سب سے ناقص شرط اس میں یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ جائے تو قریش واپس نہ کریں گے۔ اور مکہ سے کوئی مسلمان بھاگ کر مدینہ آئے تو اس کو قریش واپس لیں گے۔ اس شرط کی پہلی شق یا تو واقع ہوئی نہیں۔ یا ہوئی تو شاذ۔ البتہ دوسری شق واقع ہوئی مگر اس طرح کہ یہ شرط خود قریش کے لئے آفت بن گئی اور اُنھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستدعا کی کہ اس شرط کو باطل کر دیجئے۔

مُستضعفینِ مکّہ

مکہ میں کچھ نوجوان مسلمان ہو گئے تھے۔ ہجرت کے وقت اُن کے اولیا نے اُن کو روک لیا اور آنے

نہ دیا۔ اور ہجرت کے بعد بھی کچھ لوگ وہاں مسلمان ہوئے۔ یہ لوگ صادق مسلمان تھے ہجرت کی اُن لوگوں نے بہت کوشش کی مگر آنہ سکے۔ اُن لوگوں نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ اُن کو کوڑے مارے گئے۔ زنجیروں میں باندھے گئے۔ لیکن جب اُن میں سے کوئی شخص موقع پاتا تو مدینہ آجاتا۔ انہیں کے لئے حدیبیہ میں قریش نے یہ شرط کی تھی کہ اگر قریش کا کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو وہ قریش کو واپس دیا جائے گا۔ جب حضورؐ حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو اُس کے بعد ہی ابو بصیر عتبہ بن اَسید مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے۔ قریش کو جب معلوم ہوا تو ازہر بن عوف اور اخنس بن شریق نے بنی عامر کے ایک شخص کو ایک خط دے کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ اور حدیبیہ کی شرط کے موافق ابو بصیر کو طلب کیا۔ یہ عامری اور اس کا ایک غلام مدینہ آیا اور یہ خط رسول اللہؐ کو دیا۔ رسول اللہؐ نے ابو بصیر کو بُلا کر کہا کہ ہم نے قریش سے معاہدہ کیا ہے اس کا تم کو علم ہے۔ اور ہمارے دین میں غدر جائز نہیں ہے۔ خدا تمہارے لئے اور تمام مُستضعفین مکہ کے لئے جلد کوئی سامان نکالیگا۔ لیکن ابھی تم اپنی قوم کی طرف جاؤ۔ ابو بصیر نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپ ہمیں دشمنوں کے سپرد کر رہے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابو بصیر جاؤ اللہ پاک سامان کریگا۔ آخر یہ اُن دونوں کے ساتھ چلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو سب کھانے کے لئے بیٹھے۔ اور باتیں بولنے لگے۔ ابو بصیر نے عامری سے پوچھا کہ تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں بہت تجربہ کی ہوئی ہے۔ اور ان کو دیکھنے کے لئے دی انہوں نے اُسی تلوار کے ایک وار میں عامری کا کام تمام کر دیا۔ اُس کا غلام بھاگ کر مدینہ گیا اور رسول اللہؐ کو خبر دی۔ اِس کے بعد ابو بصیر مع اس تلوار کے پہنچے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپ نے اپنا عہد پورا کیا ہمیں دشمن کے سپرد کر دیا لیکن خدا نے ہمیں بچا لیا۔ حضورؐ نے فرمایا ویل امہ محش حرب لو کان معہ رجال۔ یعنی یہ تو جنگ بھڑکا دے اگر اس کے ساتھ آدمی ہوں۔ اِس جملہ سے ابو بصیر سمجھے کہ رسول اللہؐ ہمیں پھر کافروں کے سپرد کر دیں گے۔ اِس لئے وہ وہاں سے چلے گئے اور سیف البحر میں مقام عیص کے قریب جا کر ٹھہرے۔ ابو جندل بن سہیل

جن کا ذکر اُوپر ہوا وہ بھی وہاں آگئے۔ اور جب مستضعفین[1] مکہ کو اس کی خبر ملی تو باری باری کر کے وہ لوگ بھی یہاں جمع ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اُن کی جماعت ستر[70] آدمیوں کی ہو گئی تھی۔ ان لوگوں نے قریش کا ناک میں دَم کر دیا۔ یہی راستہ قریش کے تجارتی قافلوں کا تھا جو قافلہ قریش کا اِس طرف سے جاتا یہ لوگ لُوٹ لیتے۔ آخر تنگ آ کر قریش نے رسول اللہؐ کو لکھا کہ آپؐ اپنے پاس اُن لوگوں کو بُلا لیجئے۔ ہم شرط سے باز آتے۔ اُن لوگوں کا ذکر ابو العاص بن الربیع کے حال میں اس غزوہ سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔

غزوۂ خیبر

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ خیبر کی طرف روانگی سنہ ۷ھ میں ہوئی۔ حضورؐ حدیبیہ سے لَوٹ کر ذی الحجہ میں مدینہ آئے۔ بقیہ ذی الحجہ اور چند روز محرم کے مدینہ میں رہے۔ پھر محرم ہی میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ حضورؐ حدیبیہ سے لَوٹ کر مدینہ آئے تو بیس[20] دن یا اس کے قریب مدینہ میں رہے۔ اِس کے بعد غزوۂ خیبر کے ارادہ سے نِکلے۔ لیکن امام مالکؒ صاحب کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر سنہ ۶ھ میں ہوا۔ اور ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ بلا شک یہی صحیح ہے۔ اِس اختلاف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بعض لوگ سنہ کی ابتداء محرم سے کہتے ہیں اِس لئے اُن کے نزدیک محرم میں سنہ ۷ھ شروع ہو گیا۔ اور بعض ربیع الاوّل سے ابتداء لیتے ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کی ہجرت ربیع الاوّل میں ہوئی لہٰذا اُن کے نزدیک محرم اور صفر سنہ ۶ھ کے تھے واللہ اعلم۔ صحیح مسلم میں سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ حدیبیہ سے لَوٹنے کے بعد رسول اللہؐ کے اونٹوں پر عیینہ کا حملہ ہوا اور غزوۂ ذی قرد واقع ہوا۔ اِس غزوہ سے لَوٹ کر آئے تو اس کے تین[3] دن بعد غزوۂ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حدیبیہ ذی قعد میں ہوا۔

---

[1] حضورؐ کا یہ جملہ جب مکہ پہنچا تو مستضعفین نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہے کہ ہم ابو بصیر کی امداد کریں چنانچہ وہ وہاں جمع ہونے لگے اُن کی تعداد ستر[70] تھی اور بعض اصحاب سیر تین[300] سو لکھتے ہیں ۱۲ منہ

حضورؐ جب حدیبیہ سے لوٹے تو راستہ ہی میں سورۂ فتح کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں ان میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً ومغانم کثیرۃً یاخذونھا۔ یعنی اللہ مومنین سے راضی ہوا جب وہ شجرہ کے نیچے تم سے بیعت کرنے لگے اور خدا کو معلوم ہو گیا جو کچھ اُن کے قلوب میں ہے تو ان پر اطمینان اور سکون نازل فرمایا اور اُن کو ایک فتح عطا فرمائی جو جلد حاصل ہوگی۔ اور بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن پر وہ قبضہ کریں گے؛ انعام میں خدا نے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ مغانم کثیرہ اور فتح قریب۔ چونکہ خیبر دولت کے اعتبار سے مشہور جگہ تھی اس لئے سب نے سمجھا کہ یہ فتح خیبر کی پیشین گوئی ہے۔

اس کے علاوہ خیبر ہی وہ جگہ تھی جہاں بڑے بڑے اعداء اسلام جمع ہو گئے تھے اور فسادات کا بڑا سرچشمہ وہی تھا۔ اس لئے حضورؐ نے خیبر پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اور حکم دیا کہ سوائے اُن لوگوں کے جو حدیبیہ میں شریک تھے اور کوئی اس غزوہ میں شریک نہ ہو۔ کیونکہ خیبر کی مغانم اصحاب بیعت الرضوان کا انعام تھا جیسا کہ آیتِ مذکورہ سے معلوم ہوا۔

خیبر آٹھ قلعوں کا مجموعہ تھا النطاۃ[1]۔ الشق[2]۔ الناعم[3] ایک جانب تھے۔ اور الکتیبہ[4]۔ الوطیح[5] السلالم[6] دوسری جانب تھے اس کے علاوہ سب سے مستحکم قلعہ القموص[7] تھا جو ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ اور

---

[1] النطاۃ بنون وطاء مہملہ و ہمزہ ثم مثناۃ فوقیہ قال ابن اثیر وہی من النطو والبعد۔ اور قاموس میں ہے کہ انطاۃ۔ بلا لام کے خیبر کا، یا اُس کے قلعہ کا، یا اُس کے چشمہ کا نام ہے۔ الشق بفتح معجمہ خیبر کا قلعہ اور اُس کی وادی کا نام ہے۔ قاموس میں ہے کہ بالکسر بھی ہے لیکن لغت میں بالفتح صحیح ہے اور الکتیبہ بضم کاف تصغیر کے وزن پر ہے۔ اور الوطیح قاموس میں ہے کہ شریف کے وزن پر ہے۔ بجائے مہملہ الوضیح بعض کتابوں میں بجائے معجمہ ہے وہ غلط ہے۔ ابو داؤد کی بعض روایتوں میں الوطیحۃ آیا ہے بفتح واو وحاء مہملہ اور السلالم نہایہ میں ہے کہ بضم سین مہملہ ہے اور فتح سین کے ساتھ بھی آیا ہے اور السلالیم بھی آیا ہے ۱۲ منہ۔

[2] قموص۔ قاموس میں ہے کہ بفتح قاف وضم میم وسکون واو وصاد مہملہ صبور کے وزن پر خیبر کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر ابی الحقیق کا قلعہ تھا ۱۲ منہ۔

النطاۃ کے پاس قلعہ صعب بن معاذ تھا۔ یہ لوگ بڑے خوشحال تھے تاجر تھے۔ زراعت کرتے تھے اور باغاتِ کثیرہ کے مالک تھے۔ سب سے پہلے النطاۃ اور الشق فتح ہوئے۔ قموص حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اور یہیں کی لڑائی فیصلہ کُن جنگ تھی۔ الکتیبہ۔ الوطیح۔ السُلالم پر دیر تک محاصرہ رہا اور آخر یہاں کے لوگ سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان بچاکر نکل جانے پر راضی ہو گئے۔

مدینہ سے روانگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سباع بن عرفطہؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ چودہ سو[۱۴۰۰] آدمی تھے۔ دو سو[۲۰۰] گھوڑے۔ اور اونٹ بہت زیادہ۔ حضرت اُم سلمہؓ کو آپؐ نے ساتھ لیا۔ امیمہ[۱] بنت الصلت غفاریہ۔ بنی غفار کی چند عورتوں کے ساتھ مریضوں کی خدمت کے لئے ساتھ ہوئیں کچھ اور عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ حضرت صفیہؓ کا ذکر آگے آئے گا۔

سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رات کے وقت جا رہے تھے اور ہمارے چچا[۲] عامر بن الاکوعؓ نے اور بعض روایتوں میں ہے کہ میرے بھائی عامر حدی پڑھتے تھے۔

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا[۳]	ولا تصدقنا ولا صلینا	فاغفر فداءً لک ما ابقینا
والقین سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا	انا اذا صیح بنا اتینا

۱؎ امیمہ بنت الصلت۔ ابن اثیر لکھتے ہیں امیمہ بنت قیس بن ابی الصلت اور کہتے ہیں کہ شاید یہ اور امیۃ بنت ابی الحکم ایک ہی ہیں ابوداؤد نے سُنن میں اس خیبر جانے کے قصہ کو روایت کیا ہے مگر نام لکھے ہیں امیمہ بنت ابی الصلت ۱۲ منہ

۲؎ ابن اسحاق سلمہ بن الاکوعؓ کا نسب لکھتے ہیں سلمہ بن عمرو بن الاکوعؓ۔ اس لئے عامر بن الاکوعؓ اُن کے چچا ہوئے۔ لیکن مسلم کی بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے عامر کو بھائی کہا ہے امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ شاید نسب کے چچا تھے اور رضاعت سے بھائی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۳؎ بخاری اور مسلم دونوں میں اسی طرح ہے اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا، امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ یہ وزن صحیح نہیں ہے مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے واللہ لولا انت الخ یا تاللہ لولا انت الخ وہ صحیح ہے۔ (باقی بر صفحہ ۲۳۰)

وبالصیاح عولوا علینا | وان ارادوا فتنۃ ابینا

یہ اشعار عبداللہ بن رواحہ رضؓ کے ہیں۔ حضورؐ انہی اشعار کو خود رجز کے طور پر غزوۂ خندق میں پڑھتے تھے عامرؓ خوش الحان تھے۔ حضورؐ نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا عامر بن الاکوعؓ حضورؐ نے فرمایا یرحمہ اللہ یا یغفرہ اللہ صحابہ میں مشہور تھا کہ غزوہ میں حضورؐ کسی کو یہ دُعا دیتے تھے تو وہ شہید ہوجاتے تھے۔ اِسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے یا اور کسی صحابی نے کہا کہ یارسول اللہؐ! ان کو تو شہادت لازم ہوگئی کاش اُن کو مہلت ملتی اور ان کی حُدی خوانی سے ہم اور حظ اُٹھاتے۔ الغرض جب حضورؐ مقام الصہبا میں پہنچے جو خیبر کا قریبی علاقہ ہے تو وہاں عصر کی نماز پڑھی۔ اُس کے بعد کھانا طلب کیا۔ صرف ستوُ تھا وہی حضورؐ نے بھی کھایا اور صحابہؓ نے بھی۔ پھر سب نے کُلی کر کے مغرب کی نماز پڑھی۔ کسی نے وضو نہیں کیا۔ (بخاری)

اب رات ہوگئی تھی اور حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ رات کے وقت کسی قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ صبح سویرے تاریکی میں آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور حملہ کے لئے تیار ہوئے۔ اہلِ قلعہ اپنی کھرپی کدال وغیرہ لے کر کاموں کے لئے نکلے تھے دُور سے فوج پر نظر پڑی چِلّا اُٹھے محمد واللہ محمد والخمیس۔ یعنی محمدؐ ہیں واللہ محمدؐ ہیں اپنی کُل فوج کے ساتھ۔ مکمّل فوج کو خمیس کہتے ہیں کیونکہ اس میں پانچ چیزیں ہوتی ہیں۔ مقدمہ۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ ساقہ۔ یہ کہہ کر سب قلعہ میں بھاگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر خربت خیبر اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔

(بقیہ۔ صفحہ ۲۲۹) ترجمہ :۔ خداوندا اگر تو اور تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ نہ تو ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ تو اے خدا! ہمیں بخش دے ہم تیرے قربان ہوں جبتک ہم باقی رہیں۔ یا تاکہ ہم تیرے فدا ہوں اور پرہیزگاری کریں۔ اے خدا! ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما۔ دشمنوں کا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رکھ۔ جب مقابلہ کی طرف ہمیں بُلایا جائے تو ہم حاضر ہوجائیں۔ اور جب جنگ کی آواز دی جائے تو لوگ ہم پر اعتماد کریں۔ اگر دشمن ہمیں فتنہ میں ڈالنا چاہیں تو ہم اُس کو روک سکیں اور فتنہ میں نہ پڑیں ۱۲ منہ۔

حملہ صحابہ جب قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے تو زور سے تکبیر کہی۔ حضورؐ نے منع کیا کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے ہو۔ تم ایسی ذات کو پکارتے ہو جو تمھارے ساتھ ہے اور تمھاری آہستہ آواز کو بھی سُنتی ہے۔ حضرت ابُو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں پڑھ رہا تھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کلمہ بہشت کا خزانہ ہے۔ اِس کے بعد حضورؐ نے ساری فوج کو روک دیا اور دُعا پڑھی جب وہ ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا بِسم اللہ اب بڑھو۔

قلعہ النطاۃ یہودیوں نے اپنے اہل و عیال کو ایک پُرانے قلعہ میں رکھدیا تھا۔ اور کھانے پینے کی چیزیں قلعہ ناعم اور صعب میں جمع کی تھیں۔ اور لڑنے کے قابل سب مرد قلعہ النطاۃ میں جمع ہوئے تھے اور اِسی میں اُن کا رئیس سلام بن مشکم بھی تھا۔ حضورؐ نے اسلامی فوج کے قیام کی جگہ مقام رجیع میں ٹھہرائی۔ یہ جگہ خیبر اور غطفان کے بیچ میں تھی۔ غطفان مسلمانوں کے خلاف تھے اور اہلِ خیبر کے حلیف تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ وہ امداد کو آئیں گے۔ اور وہ لوگ چلے بھی تھے مگر اُن کو اپنی منزل کا (ایک آواز کی وجہ سے) اندیشہ پیدا ہو گیا اِس لئے لَوٹ گئے۔

الغرض پہلے قلعہ النطاۃ پر جنگ شروع ہوئی۔ یہود قلعہ کے اندر سے تیر مارتے تھے اور مُسلمان باہر سے حملہ آور تھے۔ ہر روز حضرت عثمانؓ رجیع میں منزل کی نگرانی کرتے تھے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے ساتھ شریک جنگ ہوتے تھے۔ آخر خدا کے فضل سے یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ پچاس مسلمان مجروح ہوئے۔

محمود بن مسلمہؓ ان دِنوں گرمی سخت تھی۔ شدّتِ گرما کی وجہ سے محمُود بن مسلمہؓ۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بھائی قلعہ ناعم کے نیچے تنہائی اور سناٹا دیکھ کر سو گئے تھے۔ مگر

---

[1] صحیح روایتوں میں حضرت ابو موسیٰؓ سے یہ مروی ہے۔ مگر ابو موسیٰ اشعریؓ اس کے بعد فتح کے وقت آئے شاید انھوں نے محض اِس کلمہ کی فضیلت بتانے کے لئے کسی اور موقع کا حال ملا دیا ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[2] ابن حجر اصابہ میں ابن سعدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ پتھر لگنے کے تین دن بعد محمود بن مسلمہؓ کا انتقال ہوا۔ اور جس روز ان کا انتقال ہوا اسی روز محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کو قتل کیا۔ محمود بن مسلمہؓ اور عامر بن الاکوعؓ ایک قبر میں دفن کئے گئے ۱۲ منہ۔

کنانہ ابن ابی الحقیق یا مرحب نے دیکھ لیا اور اُوپر سے اُن کے اُوپر ایک بڑا پتھر گرا دیا جس سے ان کا سر پھٹ گیا اور اُسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اسود راعی

اسود راعی جس کا قصہ احادیث صحیحہ میں آتا ہے وہ اِسی قلعہ کی جنگ کے وقت پیش آیا۔ اہلِ خیبر کا ایک حبشی چرواہا تھا۔ جب یہود جنگ کی تیاری کر رہے تھے اُس نے پُوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہود نے کہا کہ اس شخص سے جنگ ہے جو نبوّت کا دعوٰی کرتا ہے یہ سُن کر اُس کے دِل میں اِسلام کے جذبات پیدا ہوئے وہ اپنی بکریاں لئے ہوئے حضورؐ کے پاس چلا آیا۔ اور حضورؐ سے پوچھا کہ آپؐ کیا کہتے ہیں؟ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اِس بات کی کہ خُدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ہمیں خدا کا رسول سمجھو۔ اُس نے کہا کہ اگر ہم خُدائے ذوالجلال پر ایمان لائیں اور آپ کی نبوّت کو قبول کریں تو کیا ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جنّت ملے گی۔ اُس نے کہا کہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں ان کو کیا کریں؟ آپ نے فرمایا کہ ان کو قلعہ کی طرف لے جا کر ہنکا دو اور کنکریاں مارو یہ سب اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا یا رسول اللہؐ میرا رنگ سیاہ ہے میرا چہرہ بدشکل ہے۔ بدن میں بدبُو ہے۔ مال میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ کیا میں بھی اگر خدا کی راہ میں لڑوں اور قتل کیا جاؤں تو مجھ کو بھی جنّت ملے گی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ملے گی۔ اس کے بعد وہ لڑا اور شہید ہوا۔ اُس کی نعش حضورؐ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ خداوند پاک نے اُس کے چہرہ کو حسین کر دیا۔ اُس کے بدن کو خوشبودار کر دیا اور دو۲ حوریں جنّت کی اُس کو ملیں۔ اُس نے جہاد فی سبیل اللہ کے سوا اور کوئی عمل خیر نہیں کیا، ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی مگر ایمان اور صداقت کی وجہ سے اِس مرتبہ کو پہنچا۔ سُبحان اللہ۔

ایک اعرابیؓ

شدّاد ابن الہاد سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہؐ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوئے اور غزوہ خیبر میں ساتھ آئے۔ خیبر کی کسی فتح میں حصہ ہوا

لہ یہ قصہ خیبر کا ہے مگر کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس قلعہ پر یہ واقع ہوا۔ اسود راعی کے قصہ کی مناسبت سے اس کو یہاں درج کیا ۱۲ منہ

تو اُن کا حصہ بھی رسول اللہؐ نے رکھا۔ وہ اس وقت حضورؐ کا اونٹ چرانے کے لئے گئے ہوئے تھے جب آئے تو اُن کے ساتھیوں نے اُن کا حصہ اُن کو دیا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا کہ رسول اللہؐ نے مالِ غنیمت میں سے تمہارا حصہ دیا ہے۔ وہ اُس کو لئے ہوئے رسول اللہؐ کے پاس آئے کہ یہ کیا ہے؟ یا رسول اللہؐ! فرمایا کہ یہ ہم نے تم کو غنیمت میں سے حصّہ دیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! مَیں نے اِس لئے آپؐ کی اتباع نہیں کی۔ ہم نے اتباع اِس لئے کی ہے کہ خدا کی راہ میں میری گردن کی رگ کٹے اور ہم کو جنّت ملے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو خدا یہ بھی عنایت کرے گا۔ آخر اُنھوں نے قتال کیا اور شہید ہوئے۔ اُن کی نعش حضورؐ کے سامنے آئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا یہ وہی ہے وہی۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص خُدا کے پاس سچا ثابت ہوا اور خدا نے اپنا وعدہ پُورا کیا۔

قلعہ صعب

اِس کے بعد قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا۔ مرحب یہودی نکلا اور مبارزت چاہی عامر ابن الاکوعؓ اس کے مقابل گئے۔ اُس نے تلوار ماری وہ اُن کی سپر میں پھنس گئی۔ اُنھوں نے نیچے سے اُس کے پیر میں تلوار ماری۔ اس کے پیر تک تلوار نہ پہنچی اور جھٹکے میں خود اُنھی کی تلوار اُن کی ران میں آکر لگی اور اُسی سے شہید ہوئے۔ اِس کے بعد سلمہ بن الاکوعؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو رو رہے تھے۔ حضورؐ نے رُونے کا سبب پوچھا تو کہا کہ حضورؐ صحابہؓ کہتے ہیں کہ عامر کے اعمال حبط ہوگئے۔ کیونکہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلط کہتے ہیں۔ اُس نے جہاد کیا وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ آپؐ نے عامر کے جنازہ کی نماز پڑھی اور تمام صحابہؓ نے پڑھی۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ بنی سہم کے لوگ مسلمان ہوئے تھے انھوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم بھوک سے مرے جاتے ہیں اور ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے رسول اللہؐ کے پاس بھی کچھ نہ تھا جو اُن کو دیتے آپؐ نے بارگاہِ صمدیت میں دُعا کی کہ خداوندا تو ان کے حال سے واقف ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں اُن کو دے

سکوں. خداوندا کسی ایسے قلعہ کی فتح عنایت کر جس سے ان کی عسرت رفع ہو۔ اُس کے بعد قلعہ صعب فتح ہوا۔ جس میں کھانے پینے کی چیزوں کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا۔

بخاری میں ہے کہ جس روز فتح حاصل ہوئی۔ اُسی روز رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سب گوشت پکا رہے ہیں۔ پوچھا کس چیز کا گوشت؟ کہا اہلی گدھوں کا گوشت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ نجس ہے سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو۔ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ گوشت پھینک دیں اور برتنوں کو دھو ڈالیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو ڈالو۔

قلعہ قموص

قموص کا جب محاصرہ ہوا تو رسول اللہ صلعم کو صُداع یعنی دردِ سر لاحق ہو گیا تھا۔ آپؐ خود معرکہ میں نہیں جاتے تھے۔ مہاجر یا انصار میں سے کسی کو سالار فوج مقرر کر دیا کرتے تھے۔ یہ قلعہ سب سے زیادہ مستحکم تھا۔ اِس لئے محاصرہ طویل ہوا۔ اور فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک روز حضرت صدیقؓ گئے اور بڑی کوشش کی مگر فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت عمرؓ گئے اور بہت بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو علم دیں گے۔ یا یہ فرمایا کہ کل ایسا شخص علم لے گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا و رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اسی کے ہاتھ پر اللہ پاک اس قلعہ کی فتح عنایت کرے گا۔

سب صحابہؓ رات کے وقت آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ دیکھئے کل کس کو علم نصیب ہوتا ہے جب صبح کے وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں صحابہؓ حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ علیؓ کہاں ہیں؟ صحابہؓ نے کہا کہ اُن کی آنکھوں میں رمد کی وجہ سے درد ہے وہ آنے کے قابل نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کو بُلاؤ وہ آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لُعاب دہن ڈالا۔ اور خدا سے دُعا کی۔ اُن کی آنکھیں ایسی اچھی ہو گئیں جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔ پھر فرمایا کہ جاؤ پہلے اسلام کی دعوت دو۔ اور خدا کے حقوق کو سمجھاؤ۔ اے علیؓ! اگر تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت ہو گئی تو یہ تمہارے لئے سب سے بڑی نعمت ہو گی۔

مرحب یہود آپ جب قلعہ کے قریب گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے سر نکال کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں علیؓ بن ابی طالب ہوں۔ اُس نے کہا قسم ہے توریت کی تم لوگ غالب ہوئے۔

اس کے بعد قلعہ سے مرحب نکلا جو یہودیوں میں سب سے بڑا دلیر شخص تھا اور اس نے رجز پڑھا۔

انا الذی سمتنی امی مرحب	شاک السلاح بطل مجرب

حضرت علیؓ مقابلہ میں گئے اور فرمایا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہؔ	کلیث غابات کریہ المنظرہ

یہ کہا اور ایک تلوار ماری کہ اُس کا سر اُڑ گیا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں اِسی طرح ہے کہ مرحب کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ مگر موسیٰ ابن عقبہؒ نے امام زہریؒ اور ابوالاسود سے روایت کیا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ نے کہا کہ مرحب کو محمد بن مسلمہؓ نے قتل کیا۔ جب مرحب نے نکل کر مبارزت چاہی تو محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے۔ ان سب نے میرے بھائی (محمود بن مسلمہؓ) کو قتل کیا ہے۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ یہ گئے۔ دونوں کے بیچ میں ایک درخت پڑ گیا دونوں موقع تلاش کرتے رہے۔ آخر محمد ابن مسلمہؓ نے اس کو قتل کیا۔ سلمہ بن سلامہ اور مجمع بن حارثہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مرحب کو محمد بن مسلمہؓ نے قتل کیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہؓ کی ضرب سے مرحب کی دونوں ساق کٹ گئی تھیں اُنھوں نے چھوڑ دیا اور کہا کہ تکلیف کا مزہ چکھ جسطرح میرے بھائی نے تکلیف اُٹھائی۔ اِس کے بعد اس طرف حضرت علیؓ آئے تو انھوں نے اس کی گردن ماردی اور اُس کی تلوار اور سامان لے لیا۔ یہ معاملہ رسول اللہؐ کے سامنے گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں میں نے قتل کیا ہے مگر پیر اس کا پہلے سے کٹا ہوا تھا۔ حضورؐ نے اس کی تلوار۔ مغفر۔ نیزہ وغیرہ سب محمد بن مسلمہؓ

۱؎ حضرت علیؓ پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ نے اُن کے نانا کے نام پر ان کا نام اسد رکھا تھا۔ خواجہ ابو طالب سفر میں تھے وہ آئے تو اُنھوں نے علیؓ نام رکھا۔ حیدر اسی اسد کا ترجمہ ہے ۱۲ منہ۔

کو دلوا دیا۔ یہ تلوار محمد بن مسلمہؓ کی اولاد کے پاس موجود تھی اور اُس میں مرحب کا نام کُھدا ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

مرحب کے بعد اس کا بھائی یاسر نکلا۔ یہ بھی عظیم الجثہ طویل القامت اور بڑا شہ زور تھا۔ اِس کے مقابل حضرت زبیر بن العوامؓ گئے۔ حضرت صفیہؓ[1] نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے لڑکے کو قتل کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ تمہارا لڑکا اُس کو قتل کرے گا۔ آخر حضرت زبیرؓ نے اس کو قتل کیا۔

قلعہ قموص پر تقریباً بیس روز محاصرہ رہا۔ یہ سب سے مستحکم قلعہ تھا۔ اور اس قلعہ پر حضرت علیؓ کے کارناموں کے متعلق بہت سی مبالغہ آمیز روایتیں مشہور ہیں۔

حضرت علیؓ کی جوانمردی

مدارج النبوت میں روضۃ الاحباب اور معارج النبوت سے منقول ہے کہ حضرت علیؓ کی سپر گر گئی اُس کو یہود لے بھاگے حضرت علیؓ نے قلعہ کا دروازہ اُکھاڑ کر سپر بنا لیا۔ جنگ کے بعد آپ نے اس دروازہ کو پھینک دیا تو سات قوی آدمی اس کو پلٹ نہیں سکتے تھے۔ اور چالیس آدمیوں نے مل کر اُٹھانا چاہا لیکن نہ اُٹھا سکے۔ اور معارج سے نقل کیا ہے کہ اُس کا وزن آٹھ سو من تھا۔ اور مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے تنہا اُس دروازہ کو اُکھاڑ لیا۔ لیکن اُس کے بعد ستر آدمی مل کر بمشکل حرکت دے سکے۔ اور حاکم و بیہقی سے نقل کیا ہے کہ جس دروازہ کو حضرت علیؓ نے تنہا اُکھاڑ لیا۔ چالیس آدمیوں نے مل کر تجربہ کیا اُٹھا نہ سکے۔ بیہقی سے روایت کیا ہے کہ قلعہ کے دروازہ کو حضرت علیؓ نے تنہا اُکھاڑ دیا اس کے بعد ہم میں سے ستر آدمیوں نے چاہا کہ اُٹھا کر اُس کو اُس کی جگہ پر لگا دیں تو اُٹھا نہ سکے۔ ان سب روایتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ مواہب لدنیہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ یہ سب روایات واہیہ ہیں۔ بعض علماء نے ان سب سے انکار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

لیکن اِس میں شبہ نہیں کہ اِس قلعہ کو حضرت علیؓ نے فتح کیا اور اس کے فتح ہو جانے کے

[1] یہ صفیہ رسول اللہ صلعم کی پھوپھی اور حضرت زبیر بن العوامؓ کی ماں ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

بعد یہودیوں کو جرأت کہ بالمقابلہ لڑنے کی ہمت نہ ہوئی اس لئے حضرت علیؓ فاتح خیبر کے نام سے مشہور ہیں۔
بخاری میں بھی یہ روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو عَلم دیا اور اُنھوں نے فتح کیا لیکن اُس میں یہ
نہیں ہے کہ یہ خیبر کے کس قلعہ کا واقعہ ہے۔ اور نہ اُس میں دروازہ کی ڈھال بنانے کا ذکر ہے۔ ابن
اسحاق نے ابی رافع مولیٰ رسول اللہؐ سے دروازہ کو ڈھال بنانے کی روایت نقل کی ہے مگر اس
میں بھی یہ نہیں ہے کہ یہ کس قلعہ کا واقعہ ہے۔

حضرت صفیہؓ

قلعہ قموص ہی ابن ابی الحُقیق کا قلعہ تھا۔ جب یہود اس قلعہ سے بھاگے اور یہ قلعہ فتح ہوا تو اُس میں صفیہ بنت حی بن اخطب اور اُن کی دو چچازاد بہنیں بھی قید ہوئیں۔ صفیہ کنانہ بن ابی الحُقیق کی زوجہ تھیں۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ کنانہ بن ربیع بن ابی الحُقیق
کی یہ کمسن تھیں اور نئی دُلہن تھیں۔ تھوڑا ہی عرصہ پہلے اِن کا بیاہ ہوا تھا۔ یہ پہلے دحیہ بن خلیفہ
کلبی کے حصّہ میں آئی تھیں۔ لیکن ان کے حُسن کا شہرہ ہوا۔ اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہنا شروع کیا کہ وہ معزز سردار کی لڑکی ہے اور ایسی پاکیزہ صورت ہے دحیہ کلبی
کے پاس نہیں رہنی چاہیئے اُس کو آپؐ اپنے پاس رکھیں اندیشہ ہوا کہ اس کی وجہ سے صحابہؓ میں
بدمزگی نہ پیدا ہو جائے۔ آپؐ نے اس کو دحیہ کلبی سے خرید لیا۔ اور اس کے بدلہ اس کی
بہنوں کو دحیہ کلبی کے سپرد کیا۔

حضرت صفیہ کا خواب

صفیہؓ کے چہرہ پر نیلا داغ تھا۔ اُس کی وجہ اُنھوں نے یہ بتائی کہ چند روز پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میری
گود میں آگیا ہے۔ اپنے شوہر سے مَیں نے ذکر کیا تو اس نے طمانچہ مارا کہ تو بادشاہ مدینہ کی تمنا
کرتی ہے حالانکہ مجھے آپ کا حال کُچھ معلوم نہ تھا۔

رسول اللہؐ نے ان کو آزاد کیا اور عتق ان کا مہر ٹھہرا۔ فرمایا اعتقہا صداقہا۔ مقام الصہبا
میں رجُوع کے وقت خلوت ہوئی اور تینؐ روز حضورؐ وہاں مقیم رہے۔ خلوت کے پہلے روز بغیر
اطلاع حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے تلوار لیکر تمام رات پہرا دیا۔ صبح کے وقت رسول اللہؐ نے

دیکھا تو پوچھا کہ ایسا کیوں کیا۔ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اندیشہ تھا کہ اس عورت کے باپ بھائی۔ شوہر اور تمام اقربا قتل ہوئے ہیں۔ خوف ہوا کہ کہیں کچھ شرارت نہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اُن کو دُعا دی۔

ولیمہ اور حجاب

خلوت کے روز کچھ کھجور اور پنیر کا آپؐ نے ولیمہ کیا۔ صحابہؓ کو شبہ تھا کہ یہ اُمّ المؤمنین ہیں یا ملک یمین کی بنا پر تصرف ہے۔ طے ہوا کہ اگر حجاب ہو تو اُمّ المومنین ہیں ورنہ تملک یمین۔ جب روانگی ہوئی تو اونٹ پر کپڑا کھینچ کر حجاب کیا گیا۔ اِس سے سب نے سمجھ لیا کہ اُمّ المؤمنین ہیں۔ واللہ اعلم۔

قلعۂ الزبیر

اِس کے بعد ابن قیم نے واقدی سے ایک اور قلعہ کا حال لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہود قلعۂ الزبیر میں چلے گئے۔ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ اور بہت محفوظ تھا۔ تین دن تک حضورؐ نے اُس کا محاصرہ کیا۔ اِس کے بعد ایک یہودی حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ اے ابو القاسمؐ! آپ ایک مہینہ تک اِس قلعہ پر لڑیں گے تو کچھ نہ ہوگا۔ البتہ ایک صورت ہے جس سے آپؐ اُن کو مجبور کرسکتے ہیں۔ پانی کا چشمہ نیچے ہے جہاں سے وہ رات کے وقت پانی لے کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اگر آپؐ اس کو روک دیں تو وہ مجبور ہو جائیں گے صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمہ پر جا کر اُن کا پانی روک دیا وہ مجبور ہو کر نکلے اور وہاں پر سخت جنگ اُنھوں نے کی۔ تقریباً دس یہود اور کچھ مسلمان مارے گئے۔ اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

بقیہ قلعجات

ایک طرف کے تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا۔ دوسری طرف کے تین قلعے الکتیبہ۔ الوطیح اور السلالم باقی رہ گئے۔ ہر طرف سے یہود اب یہیں جمع ہو گئے تھے۔ اور مقبوضہ قلعوں کے مال و اسباب کو بھی یہیں لاکر جمع کیا تھا۔ چودہ روز حضورؐ نے ان کا محاصرہ کیا۔ جب وہ لڑنے کے لئے نہ نکلے تو حضورؐ نے ارادہ کیا کہ منجنیق نصب کی جائے۔ جب اُن لوگوں نے سُنا اور ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ تو ابن ابی الحقیق نے کہلا بھیجا کہ ہم کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

اگر اجازت ہو تو آؤں۔ وہ آئے اور مصالحت ہوئی۔ یہ بات قرار پائی کہ قلعہ میں جتنے مرد اور ان کے اہل و عیال ہیں سب کو چھوڑ دیا جائے وہ خیبر کی زمین سے مع اپنی ذریات کے نکل جائیں۔ مال زمین۔ سامانِ حرب۔ اور اسباب میں سے کوئی چیز نہ لیں سوائے بدن پر کے کپڑے کے۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر مال و اسباب میں سے کوئی چیز تم نے چھپائی تو پھر میرا ذمہ باقی نہیں رہے گا۔

تمام شرائط منظور ہو گئے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ حی بن اخطب کا مسک کہاں ہے؟ حی بن اخطب بنی النضیر کا سردار تھا۔ وہ خصی یا گائے کے چمڑے کو سی کر تھیلہ بناتا تھا اور اُسی میں دراہم و دنانیر زیورات اور سونا چاندی وغیرہ نقدیات رکھتا تھا۔ اس مسک میں بہت مالیت کا خزانہ تھا۔ جس وقت بنی النضیر مدینہ سے نکالے گئے تو یہ اس مسک کو اپنے ساتھ خیبر لے آیا۔ اُسی مسک کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ تو اُس نے کہا کہ وہ نفقات اور حروب میں صرف ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصہ زیادہ روز کا نہیں ہے اور مال بہت تھا۔

آخر حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کے سپرد کیا کہ اُن کو سزا دو تاکہ اقرار کریں۔ اس کے بعد کنانہ کے چچا زاد بھائی نے اقرار کیا۔ اور معلوم ہوا کہ ایک ویرانہ میں رکھا ہے۔ تلاش کیا گیا تو مل گیا۔ خلاف معاہدہ مال چھپانے کی وجہ سے ابی الحقیق کے دونوں لڑکوں کے قتل کا حضورؐ نے حکم دیا۔ جس میں ایک صفیہؓ کا شوہر تھا۔ لیکن اُن کے سوا اور کسی کو صلح کے بعد قتل نہیں کیا گیا۔

مخابرہ

شرط کے موافق حضورؐ نے چاہا کہ یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا جائے۔ مگر یہودیوں نے کہا کہ اجازت دیجئے کہ ہم یہیں رہیں۔ اور اس زمین کی اصلاح اور خدمت کریں کیونکہ اس سے ہم لوگ خوب واقف ہیں۔ رسول اللہؐ نے بھی دیکھا کہ صحابہؓ کو اتنی مہلت نہیں ہے کہ زمین خود آباد کر سکیں۔ غلام ہم لوگوں کے پاس اتنے ہیں نہیں گمان کے ذریعہ سے آباد کی جائے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس شرط پر زمین دی کہ وہ زراعت کریں اور

درختوں کی خدمت کریں۔ اور زراعت یا نخل سے جو پیدا ہوگا اُس میں نصف اُن کا حصّہ ہوگا چونکہ اس طرح کا معاملہ پہلے پہلے خیبر میں ہوا اِس لئے ایسے معاملہ کا نام ہی مخابرہ ہوگیا۔

فدک

اہل فدک کو جب خیبر کا حال اور زمین کا معاملہ معلوم ہوا۔ تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ اسی طرح کے معاملہ پر ہم سے بھی صلح کرلی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور کرلیا۔ اور اُن سے بھی صلح ہوگئی۔ اور محیصہ[1] بن مسعود کے ذریعہ فدک کی گفتگو طے پائی۔ لیکن وہاں چونکہ کوئی فوج نہیں گئی اِس لئے وہ خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوئی اور خیبر تمام مسلمانوں کی۔

خیبر کے اراضی کی تقسیم

خیبر کی غنیمت میں سب سے بڑی چیز زمین تھی اس کی تقسیم حضورؐ نے اِس طرح کی۔ ابوداؤد میں بشر بن یسار سے مروی ہے کہ سب کو چھتیس ٣٦ سہام پر تقسیم کیا۔ اور ایک ایک سہم میں سَو سَو ١٠٠ حصّہ مقرر کیا پھر اس میں سے نصف یعنی اٹھارہ ١٨ سہام کو علٰحدہ کردیا۔ یعنی تقسیم نہیں کیا بلکہ محفوظ رہا کہ وہ وفود اور نوائب یا دوسری ملکی اور قومی ضروریات پر خرچ کیا جائے۔ باقی اٹھارہ سہام کو تقسیم کیا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ صرف اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔ اور ان میں سے جو حاضر یا غائب تھے سب کو دیا۔ اصحاب سیر تصریح کرتے ہیں کہ اصحاب حدیبیہ میں سے صرف جابر بن عبداللہؓ خیبر نہ آئے تھے لیکن اُن کو حصّہ دیا گیا۔

جو نصف علٰحدہ کیا گیا اور تقسیم نہ کیا گیا اُس میں الکتیبہ۔ الوطیح۔ السلالم اور اُس کی ملحقہ

---

[1] حویصہ اور محیصہ دو ٢ بھائی تھے دونوں مُسلمان ہوگئے مگر محیصہ پہلے مسلمان ہوئے اور حویصہ بعد میں اور عمر میں حویصہ بڑے تھے اور محیصہ چھوٹے۔ محیصہ نے فدک کا معاملہ طے کیا تھا اور اِسی لئے حضورؐ نے تیس ٣٠ وسق تمر اور تیس ٣٠ وسق شعیر خیبر کی پیداوار سے الکاتبہ بھی مقرر کردیا تھا۔ اِن بھائیوں کا ایک قصہ مشہور ہے کہ محیصہ نے رسول اللہؐ کے حکم سے ایک یہود کو قتل کردیا تھا حویصہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اُنھوں نے اُن کو مارا کہ تو نے اُس کو کیوں قتل کردیا۔ اُنھوں نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قتل کیا ہے اگر وہ حکم دیتے تو ہم تم کو بھی قتل کردیتے۔ حویصہ بعد میں مسلمان ہوگئے۔ صحیحین میں ان کا ذکر عبداللہ بن سہل کے قتل میں آیا ہے ١٢ منہ۔

زمین تھی۔ اور جو حصہ تقسیم ہوا اُس میں الشق اور النطاۃ اور ان کی ملحقہ زمین تھی۔

اب اِس کی تفصیل کہ جو اٹھارہ سہام تقسیم ہوئے ان کی تقسیم کیونکر ہوئی اس میں روایتیں مختلف ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ چودہ سو آدمی تھے چودہ سہام اُن کے ہوئے کیونکہ ایک سہم سو حصے کا تھا۔ اور دو سو گھوڑے تھے ہر گھوڑے کو دو حصے ملے اِس لئے چار سہام گھوڑوں کے ہوئے اِس طرح اٹھارہ پُورے ہوئے۔

لیکن مجمع بن حارثہ کی روایت تین اُمور میں اِس سے خلاف ہے۔ اوّل یہ کہ اُس میں گھوڑے کا ایک حصّہ ہے دو نہیں۔ دوم اُس میں ہے کہ آدمی پندرہ سو تھے۔ سوم اُس میں ہے کہ گھوڑے تین سو تھے اِس حساب سے پندرہ سہام پندرہ سو آدمیوں کے۔ اور تین سہام تین سو گھوڑوں کے اٹھارہ پُورے ہو جاتے ہیں۔

امام نووی ؒ لکھتے ہیں کہ گھوڑے کے حصّہ میں اِختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ گھوڑے کے دو حصے ہوتے ہیں۔ اِس لئے پیدل کا ایک حصّہ اور سوار کے تین حصے ہوتے ہیں۔ ایک سوار کا اور دو گھوڑے کے یہی قول ہے۔ ابن عباس۔ مجاہد۔ حسن۔ ابن سرین۔ عمر بن عبد العزیز۔ امام مالک ؒ۔ امام اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ لیث۔ امام ابو یوسف ؒ۔ امام محمد ؒ۔ امام احمد ؒ۔ اسحٰق۔ ابو عبید۔ ابن جریر ؒ۔ اور دوسرے لوگوں کا۔ لیکن امام ابو حنیفہ ؒ کہتے ہیں کہ سوار کے دو حصے ہوتے ہیں ایک اُس کا اور ایک گھوڑے کا اور اِسی طرح حضرت علی ؓ اور ابو موسیٰ اشعری ؓ سے بھی مروی ہے۔

امام ابو حنیفہ ؒ کا استدلال مجمع بن حارثہ کی روایت سے ہے۔ لیکن ابن قیم ؒ کہتے ہیں کہ امام شافعی ؒ نے کہا ہے کہ مجمع بن حارثہ کا حال معلوم نہیں۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ عبد اللہ العمری نافع سے اور وہ ابن عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فارس کے دو سہم ہیں اور راجل کا ایک سہم لیکن عبید اللہ بن عمر ؓ نافع سے اور وہ ابن عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرس کے دو سہم ہیں اور فارس کا ایک سہم۔ اور صحیحین کی روایت میں تصریح ہے کہ فارس کے تین سہام ہیں دو فرس کے اور ایک فارس کا۔ اور عبید اللہ حفظ و ضبط میں اپنے بھائی سے بڑھے ہوئے

ہیں۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ غالباً نافعؒ نے فرس کہا اس کو عبداللہؓ نے فارس سمجھا۔ اس کے علاوہ واقدی کی بعض روایتوں میں فارس کے دو سہام مذکور ہیں۔ مگر صحاح کے مقابلہ میں واقدی کی روایتوں سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

مجمع بن حارثہ کی روایت میں تین سو گھوڑے ہیں مگر جابر بن عبداللہؓ ابن عباسؓ۔ صالح بن کیسان بشر بن یسار۔ اور تمام اہل مغازی کہتے ہیں کہ دو سو گھوڑے تھے۔

اب اگر دو سو گھوڑوں کے چار سہام نکال دیئے جائیں تو چودہ سہام بچتے ہیں لہذا چودہ سو آدمی ہونے چاہئیں۔ اور حدیبیہ کی بھی راجح تعداد یہی ہے۔ لیکن اگر پندرہ سو بھی ہوں تو ممکن ہے کہ موالی و غلام ایک سو ہوں۔ جن کو زمین میں سے حصّہ نہ دیا گیا ہو الغرض حصّہ پانے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔

البتہ ایک مشکل یہ ہے کہ فتح خیبر کے وقت اصحاب سفینہ آئے یعنی حضرت جعفرؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ اور ان دونوں کے ساتھی جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ بخاری میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ہم لوگوں کو حصّے دیئے۔ اس لئے تقسیم مذکورۂ بالا منطبق نہیں ہوتی۔ لیکن غالباً ان حضرات کو صرف منقولات میں سے حصّہ دیا گیا ہو غیر منقولہ اراضی میں سے نہیں کیونکہ وہ صرف اصحاب بیعۃ الرضوان کا انعام تھا۔

حضورؐ جب خیبر کے لئے روانہ ہو چکے تو مدینہ میں حضرت ابو ہریرہؓ پہلے پہلے آئے اور

لہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ خیبر میں کچھ عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں امیہ بنت الصلت غفاریہ اور دوسری بنی غفار کی عورتیں۔ اور سب مجروحین کی خدمت بھی کرتی تھیں ان کو نہ منقولات میں حصّہ ملا نہ غیر منقولات میں لیکن حق خدمت یا اعانت کے طور پر ان کو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا اُسی کو ان میں سے بعض عورتیں بیان کرتی ہیں کہ خیبر میں ہمیں غنیمت میں سے حصّہ ملا تھا۔ ورنہ غنیمت میں سے عورتوں کو کسی غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حصّہ نہیں دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

لہ یہ حصّہ غیر منقولہ اراضی میں تو یقیناً نہ تھا اور غالب قرینہ ہی کہ منقولات میں بھی باقاعدہ حصّہ نہ تھا بلکہ یا تو منقولات کے خمس سے دیا گیا تھا یا قبل تقسیم غنیمت کے اعانت کے طور پر دیا گیا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

سباع بن عرفطہؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر خیبر آئے لیکن فتح کے بعد پہنچے۔ ابان کو ایک سریہ میں حضورؐ نے بھیجا تھا وہ وہاں سے خیبر آئے اور فتح کے بعد پہنچے ان دونوں نے غنیمت میں حصّہ کی خواہش بھی ظاہر کی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حصّہ نہ دیا۔

علامہ عینی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے خیبر کی کُل زمین تقسیم نہ کی۔ بلکہ بعض حصّہ تقسیم کیا بعض نہیں۔ صرف الشق اور النطاۃ کو تقسیم کیا اور باقی کو نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض مفتوحہ میں امام کو اختیار ہے جو مصلحت دیکھے کرے۔ ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ اور خلفاء راشدین کے آثار کو دیکھنے سے ارض مفتوحہ کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ اور جس قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے ہوں اُن کی زمین اُن کی ملکیت میں رہتی ہے اور عُشر کے سوا اور اُن پر کچھ لازم نہیں ہوتا۔ اور جو زمین صلح کے ذریعہ فتح ہوئی ہو اس میں صلح کی شرائط کے موافق عمل ہوتا ہے۔ جو خراج صلح میں مقرر ہو جاتے اُس سے زیادہ اُن پر لازم نہیں آتا ہے لیکن جو زمین قہر اور غلبہ کی وجہ سے فتح ہوئی ہو اُس میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابن المنذرؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ اور ابو ثور کا مسلک یہ ہے کہ ایسی زمین جو قہر اور غلبہ سے فتح ہوئی ہو اس کا حکم مثل غنیمت کے ہے۔ یعنی ایک خمس لے کر باقی چار خمس کو فاتحین پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ صاحبین اور ثوری وغیرہ کہتے ہیں کہ ایسی زمین میں امام کو اختیار ہے کہ تقسیم کرے یا نہ کرے یا کچھ کرے کچھ نہ کرے۔ رسول اللہؐ نے خیبر کا نصف حصّہ تقسیم کیا نصف نہیں۔ بنی قریظہ کی کُل زمین تقسیم کر دی سوائے خمس کے مکّہ کو بالکل تقسیم نہ کیا۔ حالانکہ یہ سب قہراً فتح ہوتے۔ فتح مکّہ کے متعلق اختلافات کو انشاء اللہ فتح مکّہ میں ذکر کروں گا۔

شافعیہ خیبر کی تقسیم کی تاویل کرتے ہیں کہ جو نصف قہراً فتح ہوا اُس کو تقسیم کیا اور جو نصف صلح سے فتح ہوا وہ تقسیم نہیں ہوا مگر تمام روایات اور سیر میں تصریح ہے کہ وہاں سخت جنگ ہوئی اور جنگ سے مجبور ہو کر یہود اپنی ہر قسم کی مِلک اور اختیار سے دست بردار ہوئے۔ صلح میں زمین مکانات اور اموال پر ان کو کسی طرح کا کوئی حق نہیں دیا گیا۔ شرط یہ تھی کہ صرف

بدن کا کپڑا۔ یا بعض روایت میں ہے کہ سواری پر جو چیز لے سکیں لے کر علاقہ خیبر سے نکل جائیں اگر صلح ہوتی تو یہ شرط کیونکر ہوتی۔

ابن شہاب سے امام مالکؒ صاحب نے یہ روایت کی ہے کہ خیبر کا بعض حصّہ قہراً فتح ہوا یا انہی نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ خیبر کا بعض حصّہ قہراً فتح ہوا اور بعض صلحاً اور الکُتیبہ کا اکثر حصّہ قہراً فتح ہوا۔ امام مالکؒ سے پُوچھا گیا کہ الکُتیبہ کیا ہے؟ کہا خیبر کی ایک زمین ہے جس میں چالیس ہزار نخل تھے۔ اِس صلح کی تشریح خود ابن شہاب سے ابوداؤد میں مروی ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ خیبر قہراً فتح ہوا قتال کے بعد۔ اور اہلِ خیبر جو اپنی جگہ سے نکلے اور مُلک چھوڑ دینے پر راضی ہوئے وہ قتال کے بعد نکلے تھے۔ لیکن اِس کے بعد اہلِ خیبر سے بٹائی کا معاملہ ہوا۔ اور زمین پھر انہی کو کاشت کے لئے دی گئی اور مکانات بھی رہنے کے لئے دیئے گئے مگر اس کو مصالحت سے کوئی تعلّق نہ تھا۔ وہ محض اجیر تھے زمین یا مکان کی ملکیت میں اُن کو کوئی دخل یا دعوٰی نہ تھا بلکہ حضورؐ نے شرط کرلی تھی کہ جب تک ہم چاہیں گے اس معاملہ کو قائم رکھیں گے اور جب چاہیں گے زمین واپس لے لیں گے۔ چنانچہ اِسی شرط کی بنا پر حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اپنے زمانہ میں ان سے زمین واپس لے لی اور اُن کو مُلک بدر کیا۔

مُراجعت اہلِ حبشہ

اسی غزوہ میں حضرتؓ جعفر ابن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ[1] اور ابوموسیٰ اشعریؓ یعنی عبداللہ بن قیس اشعریینؓ کے ساتھ کشتی کے ذریعہ حبشہ سے خیبر آئے۔ بخاری میں ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر ملی تو ہم اور ہمارے دو[2] بھائی جو ہم سے بڑے تھے۔

---

[1] ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بحیرا کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر کے ساتھ چالیس[۴۰] آدمی حبشہ سے آئے تھے جن میں بتّیس[۳۲] حبشہ کے تھے اور آٹھ[۸] شام کے۔ بحیرا۔ ابرہہ۔ اشرف۔ تمام۔ ادریس۔ ایمن۔ نافع۔ تمیم۔ ان میں حضرت ابوموسیٰؓ کے ساتھی اور قریش مرد و عورتیں داخل نہیں ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ابو رُہم اور ابو بُردہ باون۵۲ یا ترپن۵۳ آدمیوں کے ساتھ کشتی پر یمن سے روانہ ہوئے۔ مگر نیری کشتی حبشہ چلی گئی اور وہاں حضرت جعفر ابن ابی طالب مل گئے انھوں نے روک لیا۔ یہاں تک کہ ہم سب مل کر آئے اور خیبر اس وقت پہنچے جب کہ وہ فتح ہو چکا تھا۔ لیکن باوجود اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو غنیمت میں سے حصّہ دیا۔ مگر اور کسی شخص کو جو فتح سے غائب رہا ہو حصّہ نہیں دیا۔

جب اصحابِ سفینہ آئے تو رسول اللہؐ حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملے۔ اور اُن کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو زیادہ خوشی فتح خیبر کی ہے یا جعفر کے آنے کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو اصحابِ ہجرتین کہا ہے۔ یعنی ان لوگوں کو دو۲ ہجرت کا ثواب ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ بنی فزارہ خیبر میں آئے تھے کہ رسول اللہؐ کی مدد کریں۔ مگر حضورؐ نے انکار کیا۔ اور واقدی روایت کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن فزاری فتح خیبر کے بعد حضورؐ کے پاس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے حلیفوں سے جو کچھ آپ کو ملا ہے اس میں سے ہمیں بھی حصّہ دیجئے کیونکہ وہ میرے حلیف تھے باوجود اس کے ہم نے اُن کی مدد نہ کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔ تم لوگ تو اُن کی مدد کو چل پڑے تھے مگر خدا نے تم کو روک دیا۱۔ اب تمھارے لئے ذوالرقیبہ ہے۔ پوچھا ذوالرقیبہ کیا؟ فرمایا کہ خیبر کا پہاڑ ہے جو تم نے خواب میں دیکھا ہے۔ عیینہ لوٹ کر گھر گیا تو اُس کے پاس حارث بن عوف آیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً مشرق و مغرب میں غالب ہوں گے۔ ہم نے یہود سے سُنا ہے اور ہم اس بات کے شاہد ہیں کہ خود ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے کہا تھا کہ ہم کو محمدؐ سے

۱ے بنی فزارہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر پر حملہ کا حال معلوم ہوا تو یہ لوگ اہلِ خیبر کی امداد کو چلے مگر ان لوگوں نے ایک آواز سُنی جس سے اُن کو معلوم ہوا کہ خود ہماری منازل پر کسی نے حملہ کر دیا ہے اس لئے یہ لوگ واپس ہو گئے یہ اُسی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اس بات کا حسد ہے کہ نبوت بنی ہارون سے نکل گئی ورنہ بلاشبہ وہ نبی مُرسل ہیں۔ اور یہود میری بات اِس معاملہ میں سنتے نہیں۔ ہم کو اس بارے میں دو قربانیاں سخت دینی ہوں گی ایک یثرب میں اور دوسری خیبر میں۔ حارث نے کہا کہ اس پر میں نے سلام سے پوچھا کہ کیا وہ تمام زمین پر غالب ہوجائیں گے۔ اُس نے کہا کہ "ہاں"۔

زہر دینے کا واقعہ

جب اطمینان ہوا تو سلام بن مشکم کی عورت زینب بنت الحارث نے ایک بکری پکاکر حضورؐ کو ہدیہ دیا۔ اور اس میں زہر ملادیا تھا۔ حضورؐ نے اس میں سے گوشت مُنہ میں لیا مگر معلوم ہوگیا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ گوشت نے کہدیا کہ زہر ملا ہوا ہے۔ آپ نے تھوک دیا۔ لیکن بشر[1] بن براء بن المعرور نے باوجود تلخی محسوس کرنے کے ادب سے حضورؐ کے سامنے تھوکنا پسند نہ کیا اور کھا گئے۔ اور اُسی سے اُن کا اِنتقال ہوگیا۔ حضورؐ نے اُس عورت کو اور یہودیوں کو بُلاکر پوچھا تو اُنھوں نے اقرار کیا کہ ہم نے زہر اِس لئے دیا تھا کہ اگر آپ سچے ہیں اور نبی مُرسل ہیں تو آپ کو معلوم ہوجائیگا اور اگر جھوٹے ہیں تو ہم نجات پائیں گے۔

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ وہ عورت مُسلمان ہوگئی اور حضورؐ نے اس کو چھوڑ دیا۔ لیکن ابوسلمہ کہتے ہیں کہ بشر بن براء کا انتقال ہوا تو آپ نے اُس عورت کو بُلایا اور قتل کا حکم دیا یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں ایک روایت متصل حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ پہلے حضورؐ نے چھوڑ دیا لیکن بشر کے اِنتقال کے بعد اُس کے قتل کرنیکا حکم دیا واللہ اعلم۔ اُس کے تین برس بعد جب حضورؐ کا اِنتقال ہوا تو حضورؐ فرماتے تھے کہ خیبر کے زہر کا اثر ہم پر غالب ہے اِسی لئے امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ شہید فوت ہوئے۔

حجاج[2] بن علاط

موسیٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاقؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص حجاج بن علاط السلمی مسلمان ہوئے تھے۔ اور فتح خیبر میں موجود تھے یہ دولتمند

---

[1] بشر بکسر با و شین معجمہ ۱۲ منہ۔

[2] ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ حجاج بن علاط بکسر مہملہ و تخفیف لام بن خالد بن ثُویرہ بالمثلثہ مصغر بن ہلال (باقی برصفحہ ۲۴۷)

شخص تھے اورارضِ بنی سلیم کی معادن کے مالک تھے۔ اُن کی عورت ام شیبہ بنی عبدالدار کی ایک عورت تھی اور مکہ میں رہتی تھی۔ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرا سونا اور میرا مال میری عورت کے پاس مکہ میں ہے۔ اگر اس کو میرے اسلام کا حال معلوم ہو گیا تو ہمیں کچھ نہ ملے گا۔ آپ اجازت دیں تو فتحِ خیبر کی خبر سے پہلے ہم پہنچ کر جو مناسب ہو اس سے کہہ کر اپنا مال لے آئیں۔ رسول اللہؐ نے اجازت دی یہ تیزی کے ساتھ مکہ پہنچے اور اپنی عورت سے کہا کہ کسی پر ابھی ظاہر نہ کرو۔ میرا مال جو تمھارے پاس ہے جلد لاؤ۔ خیبر میں محمدؐ اور اُن کے اصحاب کو شکست ہوئی ہے محمدؐ قید ہو گئے۔ اُن کے اصحاب منتشر ہو گئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُن کے غنائم کو خرید لیں۔ اہلِ خیبر محمدؐ کو مکہ بھیج دیں گے تاکہ یہ لوگ اپنے مقتولین کے بدلے اُن کو قتل کریں۔ یہ خبر جلد مکہ میں پھیل گئی۔ کفار بڑے مسرور ہوئے۔ اور جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی تو سناٹا چھا گیا۔ حضرت عباسؓ نے سُنا تو اُن کا غم سے بُرا حال ہو گیا۔ اُنھوں نے اپنے غلام کو حجاج کے پاس بھیجا کہ صحیح خبر لائے کیا قصہ ہے؟ حجاج نے غلام سے کہا کہ ابوالفضل سے میرا اسلام کہو۔ اور ہم آتے ہیں وہ ہم سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا انتظام کریں یہ خبر سُن کر وہ خوش ہوں گے۔ غلام نے آ کر حضرت عباسؓ کو بشارت دی۔ حضرت عباسؓ بیمار تھے مگر خوشی میں سب بھول گئے۔ اُٹھے اور غلام کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر حجاج نے تنہائی میں مل کر اُن سے سب حال بیان کیا۔ لیکن وعدہ لیا کہ تین دن تک کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ ہم یہاں سے چلے جائیں تو پھر جس طرح دل چاہے ظاہر کیجیو۔ ہم نے جو کچھ کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر کہا ہے۔

تین روز کے بعد جب حجاج جا چکے تو یہ اُس عورت کے پاس۔ اور پھر قریش کے پاس گئے قریش اپنی خوشی میں تھے۔ اور ان لوگوں کو معلوم تھا کہ عباسؓ کو بڑا صدمہ ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۴۶) ان کی کنیت ابو کلاب تھی اور کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابو محمد اور ابو عبداللہ تھی۔ ابن حجر اور ابن اثیر دونوں نے ان کے مسلمان ہونے کا قصہ اور جنّات کی آواز کا سُننا تفصیل سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ۔

ان کو دیکھ کر سبھوں نے کہا کہ عباس رضؓ کیا حال ہے؟ خدا تم کو خوش رکھے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں حال بہت اچھا ہے اور خبر بہت خوشی کی ہے۔ محمدؐ نے خیبر فتح کیا۔ اور صفیہؓ سے عقد کیا۔ وہاں کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کیا۔ سب نے تعجب سے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کس سے معلوم ہوئی؟ انھوں نے کہا کہ اسی حجاج سے جس سے تم نے پہلی خبر سُنی تھی۔ وہ اپنا مال لینے آیا تھا اور مجھ سے وعدہ لیا کہ تین روز اِس خبر کو ظاہر نہ کرنا۔ سارے کُفّار متحیر رہ گئے۔ اِس کے بعد مسلمان حضرت عباس رضؓ کے پاس جمع ہوئے اور جب انھوں نے یہ خبر سُنائی تو سب کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

احکامِ فقہیّہ

غزوۂ خیبر سے بہت سے احکامِ فقہیہ پر استدلال کیا گیا ہے ہم اُن میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں۔

مخابرہ اس غزوہ میں زمین بہت فتح ہوئی اور وہ سب اہلِ خیبر کو بٹائی پر دی گئی۔ یہ کسی روایت سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیج دینے کا وعدہ کیا ہو یا دیا ہو۔ بظاہر بیج اور عمل اہلِ خیبر کا تھا۔ اور زمین مسلمانوں کی اِس سے معلوم ہوا کہ رب الارض کو بیج دینا لازم نہیں ہے۔

ممنوعاتِ خیبر ابن اسحاقؒ مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ چار چیزیں خیبر میں منع کی گئیں۔ نمبر ۱۔ سبایا میں اگر حاملہ عورتیں ہوں تو اُن سے صحبت کرنے کو منع کیا گیا۔ نمبر ۲۔ اہلی گدھے کے گوشت سے منع کیا گیا۔ نمبر ۳۔ درندوں کے گوشت سے منع کیا گیا۔ نمبر ۴۔ غنیمت کا مال جب تک تقسیم نہ ہو جائے اُس کے بیچنے سے منع کیا گیا۔

حقوق بخاری میں روایت ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم اور عثمان بن عفان آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے بنی المطلب کو خمس میں سے دیا اور ہم لوگوں کو نہیں حالانکہ ہمارا اور اُن کا ایک مرتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب شئ واحد ہیں۔ کفر میں بھی اور اسلام میں بھی۔ اور آپ نے بنی عبدالشمس اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا۔

قتال شہر حرام

یہ معلوم ہوچکا ہے کہ اِس غزوہ کے لئے آپ محرم میں نکلے یعنی ابتداء ۷ھ میں تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتال ممنوع نہیں ہے۔ اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کفار کی طرف سے ابتدا ہو تو مسلمانوں کو بھی قتال جائز ہو جاتا ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ مسلمان کو ان مہینوں میں ابتدا کرنی جائز ہے یا نہیں۔ ائمہ اربعہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور نہی منسوخ ہے لیکن عطاء وغیرہ کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے منع ہے اور عطاء قسم کھاتے تھے کہ شہر حرام میں قتال حرام ہے اور تحریم منسوخ نہیں ہوئی ہے لیکن جمہور کا استدلال غزوہ خیبر سے درست نہیں ہے۔ اِس لئے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے آخر محرم میں مگر غزوہ ہوا صفر میں۔ البتہ محاصرہ طائف سے استدلال صحیح ہے اِس لئے کہ طائف کا محاصرہ بیس (۲۰)[لہ] روز سے زیادہ ہوا۔ اور آخری ایام ذیقعدہ کے تھے واللہ اعلم۔

تحریم لحوم الحمر الاہلیہ

بسند جید ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں اہلی گدھے کے گوشت سے منع فرمایا اور فرمایا کہ وہ نجس ہے۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ منع اِس لئے ہوا کہ سواری کا جانور ہے۔ بعض نے کہا کہ اطراف کی پلیدی کھاتا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجس ہے۔

طہارت

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ گوشت پھینکدو اور برتن توڑ دو۔ مگر ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہؐ گوشت پھینکدیا جائے اور برتن دھو دیا جائے۔ آپنے فرمایا کہ اچھا دھو ڈالو۔ پہلا حکم عمل سے قبل منسوخ ہوگیا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ برتن کی نجاست دھونے سے زائل ہوجاتی ہے۔

متعہ کا حکم

صحیحین میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے نکاح متعہ کو خیبر میں منع فرمایا۔ اور اہلی گدھوں کے گوشت کو۔ اِس سے قبل نکاح متعہ جائز تھا۔ نکاح متعہ یہ ہے کہ مدتِ معینہ کے لئے مہر معینہ پر نکاح کیا جائے۔

اِس میں شبہ نہیں کہ ابتداء اِسلام میں نکاح متعہ کی رخصت تھی بشرطیکہ ضرورت شدید

لہ لیکن وہ بھی استدلال تام نہیں ہے جیسا کہ وہاں معلوم ہوگا ۱۲ منہ۔

ہو۔ جیسے مُردہ۔ اور سور کا گوشت کھانے کی جان بچانے کے لئے رخصت ہے۔ اسی طرح اضطرار کی حالت میں اُس کی بھی رخصت تھی حضرت ابن ابی عمرۃ انصاری سے صحیح مسلم میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اضطرار کی حالت میں متعہ کی رخصت تھی جیسے مُردہ۔ دم۔ اور لحم خنزیر کی رخصت ہے۔ لیکن جب بعد میں خداوند پاک نے دین کو مستحکم کردیا تو اس سے بھی منع کردیا۔ اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے۔ اور جوان تھے۔ ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ ایک دفعہ ہم لوگوں نے رسول اللہؐ سے کہا کہ اجازت ہو تو ہم لوگ خصی کرالیں۔ حضورؐ نے منع فرمایا اور رخصت دی کہ کپڑا[1] دے کر ایک مدت کے لئے نکاح کرلیں۔

مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوعؓ سے بھی رخصت مروی ہے گو اُس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ یہ رخصت کس حالت میں تھی مگر ظاہر ہے کہ وہ بھی ضرورت پر محمول ہوگی۔ مگر اس کے بعد یہ رخصت ممنوع ہوگئی اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے سوائے مبتدع روافض کے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ اضطرار کی حالت میں جواز کا فتویٰ دیتے تھے مگر بعد میں اُنھوں نے بھی رجوع کیا اور سب کی طرح حرام کہنے لگے۔

ہاں اِس میں اختلاف ہے کہ کب حرام ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں۔ بعض کہتے ہیں کہ عمرۃ القضاء میں۔ بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ میں۔ بعض کہتے ہیں کہ غزوہ اوطاس میں بعض کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں۔ اس میں عام اوطاس اور فتح مکہ تو ایک ہی زمانہ ہے۔ حجۃ الوداع اور عمرۃ القضاء کا منع اِس پر محمول ہوسکتا ہے کہ پہلے منع کی تاکید تھی اور اعلان۔ منع جدید نہ تھا۔ اِس لئے اصل اختلاف رہ جاتا ہے خیبر اور فتح مکہ کا۔ فتح مکہ میں صرف تاکید اور اعلان نہ تھا بلکہ وہاں اجازت اور فعل تھا۔

صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ منع کیا رسول اللہؐ نے نکاح متعہ

---

[1] یعنی مہر میں کپڑا دے کر نکاح کرلیں ۱۲ منہ۔

سے خیبر میں اور اہلی گدھوں کے گوشت سے۔ یہ روایت متعدد طریقوں سے اعلیٰ سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ متعہ خیبر میں منع ہوا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ صحیح طریقوں سے مسلم میں یہ روایت ہے کہ اس کے بعد فتح مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں متعہ کی اجازت دی۔ اور تین روز کے بعد منع فرمایا۔ لہٰذا شبہ ہوا کہ اگر خیبر میں حرام ہو گیا تھا تو پھر یہ اجازت کیسی تھی۔

فتح خیبر ۷ھ کی ابتدا میں ہوا۔ اور فتح مکہ ۸ھ میں اور فتح مکہ کے بعد غزوہ اوطاس ہوا۔ سلمہ بن الاکوع رضؓ سے مسلم میں بسند ثقات مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے عام اوطاس میں تین دن متعہ کی اجازت دی پھر منع فرمایا۔ اور مسلم ہی میں ربیع بن سبرہ سے متعدد طریقہ سے مروی ہے کہ اُن کے والد سبرہ ابن معبد الجہنی نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے متعہ کی اجازت دی تو میں اور میری قوم کا ایک دوسرا شخص بنی عامر کی ایک عورت سے ملے۔ اور میں اپنے ساتھی سے خوبصورت تھا۔ اور ہم دونوں کے پاس چادر تھی مگر میری چادر پھٹی ہوئی تھی اور میرے ساتھی کی چادر نئی اور اچھی تھی۔ اُس عورت سے کہا کہ کیا تو راضی ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک تجھ سے متعہ کرے۔ اُس نے کہا کہ کیا دو گے؟ ہم لوگوں نے کہا کہ چادر۔ پھر ہم لوگوں نے چادریں پھیلا دیں۔ اُس نے جب میرے ساتھی کی چادر کو دیکھا تو پسند کیا۔ اور پھر مجھ کو پسند کیا۔ کچھ دیر دونوں چادروں اور ہم دونوں کو دیکھتی رہی۔ پھر میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص اور اس کی چادر میرے لئے کافی ہے میں اُس کے ساتھ تین دن رہا۔ پھر حضورؐ نے منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ کسی کے پاس ایسی عورت ہو تو اُس کو علیحدہ کر دے۔ اور جو کچھ تم لوگوں نے ایسی عورت کو دیا ہو اُس سے واپس نہ لو۔

یہی سبرہ بن معبد روایت کرتے ہیں کہ عام الفتح میں جب ہم لوگ مکہ میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے متعہ کا حکم دیا۔ اور پھر مکہ سے باہر آنے سے پہلے منع کر دیا۔

خیبر کا امتناع اور پھر فتح مکہ کے وقت اجازت اور امتناع اس کی تطبیق دینے میں

علماء کی رائے مختلف ہے۔ مازری اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ متعہ خیبر میں حرام ہوا حضرت علیؓ کی روایت ثقات اور مستند لوگوں سے مروی ہے۔ اور عمرۃ القضاۃ یا فتح مکہ یا اوطاس میں جو نہی وارد ہے وہ اسی خیبر کی نہی کی تاکید ہے نہی جدید نہیں ہے۔ مگر امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول اُن تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے جن میں فتح مکہ کے وقت اجازت دینا مذکور ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی روایت میں حرمتِ متعہ کا وقت نہیں بتایا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا ہے اور وقت صرف اہلی گدھوں کی حرمت کا بتایا گیا۔ متعہ فتح مکہ کے وقت حرام ہوا خیبر میں حرام نہیں ہوا تھا۔ ابن قیمؒ بھی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور اس پر انھوں نے بڑی بسیط تقریر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی روایت صحیحین میں بھی ہے اور مسند امام احمدؒ میں بھی ہے۔ صحیحین کے الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت کا زمانہ خیبر ہے۔ مگر مسند کی روایت کے الفاظ صاف ہیں کہ گدھوں کا گوشت خیبر میں منع ہوا۔ اور متعہ کی حرمت کے وقت میں اطلاق ہے اس کا زمانہ نہیں بتایا گیا۔ لہذا متعہ خیبر میں نہیں بلکہ پہلے پہلے فتح مکہ کے وقت حرام ہوا۔ مگر اس تاویل میں صحیحین کی روایت کو ترک کرنا یا اس کے مفہوم صریح کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ متعہ پہلے مباح تھا خیبر میں حرام ہوا پھر فتح مکہ کے وقت مباح ہو گیا۔ اور تین۳ روز کے بعد پھر حرام ہو گیا۔ یعنی اباحت اور حرمت دونوں مکرر ہوئیں۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہی مختار اور صحیح ہے۔ مگر امام شافعیؒ صاحب خود فرماتے ہیں کہ اس کی نظیر شریعت میں نہیں پائی جاتی۔ جو چیز عند الشرع علی الاطلاق مذموم ٹھہر گئی اور حرام ہونا اُس کا بیان کر دیا گیا وہ پھر کیونکر مباح ہو سکتی ہے؟ یا اباحت کسی ضرورت کی وجہ سے ہوگی تو ایسی ضرورت کے وقت ہمیشہ اُس کی اباحت قائم رہنی چاہیے۔ لہٰذا وہ فعل علی الاطلاق حرام نہ ہوگا حالانکہ خود امام شافعیؒ اور دوسرے تمام علماء یہی کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد اب کسی ضرورت سے بھی متعہ مُباح نہیں ہو سکتا۔

تمام شبہات اِس وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں کہ خیبر کے امتناع کو حرمت شرعی پر محمول کیا جارہا ہے حالانکہ حضرت علیؓ کی روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے حُرمت کا مفہوم متعین ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے خیبر میں متعہ سے منع کیا لیکن کسی روایت سے پتہ نہیں ملتا کہ یہ امتناع حُرمت کی وجہ سے تھا یا مصلحت کی وجہ سے۔ ابن ابی عمرہ کی روایت صریح ہے کہ ابتداء اسلام میں جب رخصت تھی تو وہ بھی رخصتِ عام نہ تھی بلکہ اضطرار کی حالت میں رخصت تھی لہٰذا بلا اضطرار تو اس وقت بھی منع ہی تھا البتہ حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے خلاف استدلالاً فرمایا کہ حضورؐ نے خیبر میں متعہ سے منع فرمایا۔ اِس سے یہ بیشک معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ فتح مکہ سے قبل اس کو منع سمجھتے تھے مگر منع ہمیشہ حُرمت ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ جواز کا فتویٰ دیتے تھے جیساکہ حضرت عروہ بن زبیرؓ کی روایت سے جو صحیح مسلم میں ہے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ اس کو منع فرماتے تھے۔

لیکن فتح مکہ کے روز حضورؐ نے صاف طور سے متعہ کا حرام مؤبد ہونا بیان کردیا۔ چنانچہ مسلم میں وہی سبرہ بن معبدؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذٰلک الی یوم القیٰمۃ۔ اے لوگو! مَیں نے تمھیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور البتہ خُدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کردیا ہے۔

اِس سے معلوم ہوگیا کہ اس سے پہلے آپ کو خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ ملا تھا۔ خیبر کا امتناع بحکمِ خداوندی نہ تھا بلکہ خود حضورؐ نے اس فعل کو مکروہ سمجھ کر منع کیا تھا۔ اور ضرورت کے وقت خود اجازت دی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب خدا کا حکم آگیا تو آپؐ نے متعہ کا منجانب اللہ حرام ہونا بیان کردیا۔ لہٰذا عمرۃ القضاۃ میں جو امتناع مروی ہے وہ پہلی قسم کے امتناع پر محمول ہوگا۔ اور حجۃ الوداع میں جو امتناع مروی ہے وہ حُرمت کا اعلان اور تاکید ہے واللہ اعلم۔ فتح مکہ میں اس مسئلہ کی مزید توضیح ہوگی انشاء اللہ۔

فدک و وادی القریٰ و تیماء

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ فدک کا تصفیہ انہی شرائط پر طے ہو گیا تھا جن شرائط پر خیبر کا معاملہ طے ہوا تھا۔ لیکن دوسری روایتیں ہیں کہ فدک کا معاملہ نصف اراضی پر تصفیہ ہوا تھا۔ یعنی نصف زمین فدک کی اہلِ فدک کو ملی اور نصف رسول اللہؐ کو۔ اور یہی صحیح ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہودیوں کو حجاز سے جلاوطن کیا تو اہلِ خیبر کو اراضی کی کوئی قیمت نہیں دی گئی لیکن اہلِ فدک کو نصف زمین کی قیمت دی گئی تھی۔

جب خیبر سے فراغت ہوئی تو حضورؐ نے وادی القریٰ کا ارادہ کیا وہاں یہودیوں کی ایک جماعت تھی اور کچھ عرب بھی اُن میں شامل ہو گئے تھے۔ جب مسلمان وہاں پہنچے تو اطمینان سے قبل ہی اُن لوگوں نے تیر مارنا شروع کر دیا۔ اور رسول اللہؐ کے ایک غلام جن کا نام مدعمؓ تھا شہید ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ مدعمؓ کو جنت مبارک ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اُس پر آگ مشتعل ہے۔ اُس نے خیبر کی غنیمت میں سے کچھ پوشیدہ لے لیا تھا جو اُس کو حصہ میں نہ ملا تھا۔ اس کے بعد حضورؐ نے صف قتال درست کی۔ اور لوا حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا۔ ایک رایت حضرت حبابؓ[1] بن المنذر کو۔ ایک رایت حضرت سہل بن حنیفؓ کو۔ ایک رایت حضرت عبادؓ بن بشر کو۔ صف درست کرنے کے بعد اہل وادی القریٰ کو اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو اُن کے جان و مال سے کوئی تعرض نہ ہو گا۔ اور اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ رہے گا۔ لیکن اُن میں سے ایک شخص مقابلہ کے لئے نکلا اُس کو حضرت زبیر بن العوامؓ نے قتل کیا۔ دوسرا نکلا اس کو بھی اُنھوں نے قتل کیا۔ تیسرا نکلا اس کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ حتیٰ کہ اُس روز اُن کے گیارہ[2] آدمی قتل کئے گئے۔ اور جب اُن کا کوئی شخص قتل

---

[1] حباب بن المنذر وہی ہیں بجائے جنھوں نے بدر میں مناسب مقام معین کیا تھا اور اُنہی کی رائے پر عمل ہوا تھا ۱۲ منہ۔

[2] آدمی ہیں ۱۲ منہ۔

ہوتا تھا تو اُس کے بعد رسول اللہؐ اُن کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو رسول اللہؐ مع اصحاب کے باجماعت نماز پڑھتے پھر اسلام کی دعوت دیتے اور خدا اور رسولؐ کی طرف بلاتے۔ مگر جنگ ہوتی رہی حتّٰی کہ شام ہو گئی۔ دوسرے روز آفتاب ایک نیزہ بھی بلند نہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کی فتح ہوئی اور جو کچھ مال و اسباب اُن کے پاس تھا وہ اُنھوں نے چھوڑ دیا بہت مال اور کثیر اثاثہ غنیمت میں ملا۔ حضورؐ نے سب وہیں تقسیم کر دیا۔ اور زمین و درخت یہودیوں کے ہاتھ میں رہنے دیئے اور حضورؐ نے اُن پر اپنا عامل مقرر کر دیا۔

اہل تیما یہود تھے جب اُن کو خیبر۔ فدک۔ اور وادی القریٰ کے یہودیوں کا حال معلوم ہوا تو رسول اللہؐ سے صلح کر لی وہ اپنے اموال اور زمین پر بدستور قائم رہے۔ اور اُن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ یہ تمام یہود اپنے اپنے اُن شرائط کے ساتھ جو اُن کے ساتھ طے پائی تھی اپنی اپنی جگہ قائم رہے رسول اللہؐ کے زمانہ میں بھی اور حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں بھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں خیبر اور فدک کے یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا۔ اور اہل تیما و وادی القریٰ کو رہنے دیا۔ کیونکہ یہ دونوں مقام جزیرۂ عرب میں داخل نہیں سمجھے گئے اُن کے نزدیک وادی القریٰ سے مدینہ کی طرف سب حجاز کی زمین تھی۔ اور وادی القریٰ کے بعد شام کا علاقہ تھا واللہ اعلم۔

مُراجعت وادی القریٰ میں حضورؐ چار روز ٹھہرے۔ اُس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لوٹتے وقت راستہ میں کسی مقام پر آخر شب میں منزل ہوئی۔ سب کو نیند آگئی۔ حضرت بلالؓ ایک راحلہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے اُن کو بھی نیند آگئی۔ رسول اللہؐ اور تمام صحابہ سو گئے حتّٰی کہ جب آفتاب بلند ہوا تو اُس کی تمازت سے سب سے پہلے رسول اللہؐ بیدار ہوئے۔ صبح کا وقت جا چکا تھا آپ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ بلالؓ! تم نے یہ کیا کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! جو چیز آپ کے نفس پر غالب آئی وہی میرے نفس پر بھی غالب آگئی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس وادی میں شیطان ہے جلد یہاں سے نکلو۔ سب لوگ روانہ ہوئے۔ جب اس وادی سے باہر ہوئے

توسب لوگ ٹھہر گئے۔ وضو کیا۔ فجر کی سنت پڑھیں پھر حضرت بلالؓ کو آپؐ نے حکم دیا۔ انھوں نے تکبیر کہی اور سب نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے نماز کے وقت سو جائے یا بھول جائے۔ تو جب یاد ہو اُسی طرح ادا کرے جس طرح وقت پر ادا کرتا ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت پیش آیا۔ اور بعض میں ہے کہ تبوک سے لوٹتے وقت۔ موطا میں زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ مکہ کے راستہ میں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ حارس تھے۔ اور غندرؒ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ واللہ اعلم۔

ردّ منائح الانصار

ابتداء اسلام میں جب مہاجرین مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے تو اُن کی معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ انصار نے اپنے درخت اُن کو دیئے کہ اُسکی خدمت کریں اور جو پیدا ہو وہ کھائیں۔ اسی طرح رسول اللہؐ کو بھی انصار نے درخت دیئے تھے جب بنی النضیر نکالے گئے اور اُن کی زمین خاص رسول اللہؐ کی ہو گئی کیونکہ صحابہ کرامؓ کو لڑنا نہ پڑا تھا۔ پھر جب بنی قریظہ قتل کئے گئے تو اُن کی زمین کا خمس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ اِس لئے حضورؐ نے انصار کے درخت اُن کو واپس کر دیئے لیکن مہاجرین کی معاش کا ذریعہ ابھی وہی انصار کے درخت تھے۔ جب خدا نے خیبر میں فتح دی اور وہاں کا حصّہ صحابہ میں تقسیم ہوا تو مہاجرین کی حالت بدل گئی۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو سب نے انصار کے درخت ان کو واپس کئے۔ ام سلیمؓ یعنی حضرت انسؓ کی ماں نے بھی رسول اللہؐ کو چند درخت دیئے تھے اور رسول اللہؐ نے وہ درخت اُمّ ایمن کو دیدیئے تھے یعنی اُسامہ بن زیدؓ کی ماں کو جب مہاجرین نے سب انصار کے درخت واپس دیئے تو اُمّ سلیمؓ نے رسول اللہؐ سے اپنے درخت طلب کئے۔ رسول اللہؐ نے ام ایمنؓ سے کہا کہ واپس کردو اُنھوں نے انکار کیا کہ ہم واپس نہیں کریں گے۔ یہ رسول اللہؐ کی حاضنہ تھیں لڑکپن میں آپؐ کی پرورش کی تھی اور آپؐ کے والد کی لونڈی تھیں اِس لئے حضورؐ اُن کو ناراض کرنا نہیں چاہتے

تھے مگر یہ راضی نہ ہوئیں جب تک کہ ایک ایک کے بدلے دس۱۰ دس درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ لے لئے۔ بعض امہات المومنین رضؓ سے روایت ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد ہم لوگوں کو آسودہ ہو کر کھانے کو کھجوریں ملیں۔ اس سے پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔

خیبر کا انتظام خیبر کی پیداوار کا تخمینہ اور تقسیم کرنے کے لئے پہلے سال حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ کو مقرر کیا۔ ان کا انتقال ہو گیا تو اُن کے بعد عبداللہ ابن سہل رضؓ انصاری کو آپ نے مقرر کیا۔ اُن کو حضورؐ کے وقت ہی میں یہودیوں نے شہید کر دیا۔ اس لئے اُن کے دو۲ چچا زاد بھائی حویصہ بن مسعود رضؓ اور محیصہ بن مسعودؓ اور ایک حقیقی بھائی عبدالرحمٰن ابن سہل رضؓ نے اِن کے خُون کا دعوٰی کیا۔ مگر قاتل کا پتہ نہ چلا تو حضورؐ نے اپنے پاس سے ایک سو۱۰۰ اُونٹ دیت میں اُن لوگوں کو ادا کئے۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ خیبر کا نصف جس میں الوطیح اور السلالم کے قلعے تھے آپؐ نے محفوظ رکھا تھا۔ باقی نصف کی تقسیم کے متعلق ابن اسحاق رضؓ لکھتے ہیں کہ الکُتیبہ۔ الشق۔ اور النطاۃ تقسیم ہوئے۔ اس میں سے الکتیبہ کو خمس۔ اور رسول اللہؐ کا سہم۔ ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ اور مساکین کے اخراجات۔ اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفقات وغیرہ کے لئے رسول اللہؐ کو مخصوص کر دیا گیا۔ اور اس میں سے تیس۳۰ وسق تمر اور تیس۳۰ وسق شعیر محیصہ بن مسعود رضؓ کے لئے مقرر ہوا کیونکہ انھوں نے فدک کے معاملہ میں آمد و رفت کر کے بات طے کی تھی۔

باقی الشق اور النطاۃ کو اٹھارہ۱۸ سہام پر تقسیم کئے۔ ہر سہم میں ایک سو۱۰۰ حصے تھے اس طرح یہ دو۲ قلعے اٹھارہ۱۸۰۰ سو حصوں پر تقسیم ہوئے۔ پانچسو۵۰۰ حصے النطاۃ میں۔ اور تیرہ۱۳۰۰ سو الشق میں۔

الکتیبہ میں علیٰ قدر مراتب اور حسب ضرورت و احتیاج ازواج مطہرات رضؓ بنی المطلب وغیرہ کے لئے اس طرح اخراجات مقرر کئے۔ بنی المطلب چونکہ بہت حاجتمند تھے اُن کے لئے ایک سو۱۰۰ وسق اور اسی۸۰ وسق مقرر کئے۔ حضرت فاطمہ رضؓ بنتِ رسول اللہؐ کے لئے پچاسی۸۵ وسق اور اسامہ ابن زید رضؓ کے لئے چالیس۴۰ وسق۔ مقداد بن الاسود کے لئے پندرہ۱۵ وسق۔ اُمّ رمیثہ کے لئے پانچ

وسق۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ رہاویین کے لئے ایک سو وسق داریین کے لئے ایک سو وسق۔ سبائیین کے لئے ایک سو وسق۔ اشعریین کے لئے ایک سو وسق۔ یہ روایت ابن اسحاقؒ کی ہے اور ابوداؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے ہر ایک کو اسی وسق تمر اور بیس وسق شعیر دیتے تھے۔ اور انہی سے ابوداؤد ہی میں دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی تمر کو خمس نکالنے کے بعد سہام پر تقسیم کرتے تھے۔ اور خمس میں سے ہر زوجۂ مطہرہ کو ایک سو وسق تمر اور بیس وسق شعیر دیتے تھے۔

(تنبیہ) ایک وسق حجازی تین سو بیس رطل کا ہوتا ہے جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ اور رطل موجودہ انگریزی سیر کے نصف سیر سے کچھ کم ہوتا ہے۔ لہذا وسق تقریباً دو من سے کچھ کم ہوا۔ اور اعراقی وسق۔ چار سو اسی رطل کا ہوتا ہے لہذا وہ تقریباً تین من سے کچھ کم ہوگا۔

رسول اللہ کی خاص زمینیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ملکیت اور قبضہ میں جو زمینیں کسی طرح آئیں وہ سب یہی ہیں جو اب تک آچکی تھیں۔ لہذا اس کی تفصیل کو یہاں پر لکھ دینا بہتر ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی ملکیت اور زیر حقوق تین طرح کی زمینیں آئیں ایک یہ کہ رسول اللہؐ کو کسی نے ہبہ کیا اس قسم میں ایک زمین وہ ہے جو مخریق یہودی نے اپنے اسلام کے وقت غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہؐ کے لئے وصیت کی تھی۔ یہ بنی النضیر میں اُس کے سات مکانات تھے۔ اور اس قسم میں دوسری زمین وہ تھی جو انصار نے آپ کو عطا کی تھی اور وہاں پانی نہیں پہنچتا تھا۔ یہ زمینیں خاص رسول اللہؐ کی ملکیت تھیں۔ دوئم بنی النضیر جب نکالے گئے تو اُن کی زمینیں فَی میں آپ کو ملیں۔ یہ آپ کیلئے خاص تھیں کیونکہ مسلمانوں کو وہاں لڑنا نہیں پڑا تھا۔ بنی النضیر اپنے اموال منقولہ کو جتنا وہ اُونٹوں پر لے جاسکے آلاتِ حرب کے سوا وہ لے گئے باقی کو حضورؐ نے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ لیکن زمینیں آپ کی خاص

تھیں اِس میں سے آپؐ نفقات کے بعد سب مسلمانوں کی قومی مصلحتوں میں صرف کرتے تھے۔ اِسی طرح فدک کی نصف زمین جس پر فتح خیبر کے بعد اہلِ فدک سے آپؐ نے صلح کی تھی۔ وہ آپ کی خاص ملکیت تھی۔ اور اسی طرح وادی القرای کی زمین کی ایک تہائی جس پر وہاں کے یہودیوں سے آپؐ نے صلح کی تھی۔ اور اسی طرح خیبر کے دو قلعے الوطیح۔ اور السلالم جن کو آپؐ نے صلح سے لیا تھا۔

سویم خیبر کی فتوحات کا خمس۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہم جو سب مسلمانوں کی طرح آپؐ کو ملا تھا۔ یہ سب زمینیں رسول اللہؐ کی ملکیت تھیں اور ان میں کسی دوسرے کا حق نہ تھا۔ ان پر رسول اللہؐ نے کبھی کسی کو تصرف اور قبضہ کا اختیار نہ دیا۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے نفقات مقرر کر دیئے تھے اُن کو نفقات ملتے تھے۔ اُس کے بعد بقیہ مسلمانوں پر اور مصالح عامہ پر صرف کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیقؓ سے خیبر۔ فدک۔ اور مدینہ کی اراضی سے جو رسول اللہؐ کی ملکیت تھی اپنا حِصّہ طلب کیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ زمین ملکیت نہیں ہو سکتی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انبیاءؑ کے متروکہ میں وراثت نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ جس جس کا نفقہ اِس میں مقرر ہے وہ اسی طرح رہے گا۔ اور جس جس کام میں حضورؐ خرچ کرتے تھے اسی کام میں خرچ ہو گا۔ لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں مدینہ کی زمین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو دیدی مگر ان سے شرط کر لی کہ جس طرح حضورؐ کے وقت میں صرف ہوتا تھا اسی طرح صرف کیا جائے گا۔ لیکن فدک اور خیبر کے دینے سے انکار کیا کہ وہ رسول اللہؐ کا صدقہ ہے مسلم ہی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ مدینہ کی اسی زمین کے متعلق اختلاف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ اختلاف یہ تھا کہ حضرت عباسؓ رسول اللہؐ کے متروکہ میں سے نصف کا مطالبہ کرتے تھے اِس لئے کہ رسول اللہؐ نے ایک بیٹی اور ایک چچا چھوڑا

تھا۔اس لئے بیٹی کا نصف دے کر باقی نصف بطور عصوبت چچا کو پہنچا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ کی زمین آپ دونوں صاحبوں کو اس شرط پر دی ہے کہ اس کا مصرف اسی طرح آپ لوگ قائم رکھیں گے جس طرح کہ رسول اللہؐ کے وقت میں تھا۔ آج کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کے خلاف ہم کوئی فیصلہ کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ لوگ اس شرط کے موافق انتظام نہیں کر سکتے تو آپ زمین چھوڑ دیجئے۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔

بعض سرایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے لوٹ کر مدینہ آئے۔ تو شوال تک مدینہ میں رہے۔ اور اس درمیان میں آپ نے مختلف اطراف میں سرایا بھیجے۔ ان سرایا کی ترتیب اور تاریخ میں بڑا اختلاف ہے مگر ہم ان سرایا کو ذیل میں درج کرتے ہیں جو بقرینہ راجح غزوہ خیبر اور عمرۃ القضاء کے درمیان میں ہیں۔

سریہ صدیق اکبرؓ

ان میں ایک سریہ حضرت صدیق اکبرؓ ہیں ان کو حضورؐ نے نجد بنی فزارہ کی جانب بھیجا اور ان کے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ بھی تھے۔

سریہ عمر بن الخطابؓ

دوسرا سریہ عمر بن الخطابؓ ہے ان کو حضورؐ نے تیس ۳۰ سواروں کے ساتھ بنی ہوازن کی جانب بھیجا وہ سب بھاگ گئے۔ ایک دوسری مخالف جماعت کا پتہ ملا مگر انھوں نے کہا کہ ان سے لڑنے کا ہمیں حضورؐ نے حکم نہیں دیا ہے۔

سریہ عبداللہ بن رواحہؓ

عبداللہ بن رواحہؓ کو تیس ۳۰ سواروں کے ساتھ بشیر بن وارم یہودی کی جانب بھیجا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن انیسؓ بھی تھے۔ خبر ملی تھی کہ بشیر بن وارم نے بنی غطفان کو لڑنے کے لئے جمع کیا ہے یہ لوگ اس کو اور اس کے تیس ساتھیوں کو کچھ باتیں بنا کر خیبر سے باہر لے آئے۔ تیس مسلمان تیس یہودیوں کے ردیف تھے۔ جب کچھ دور آئے تو ہر مسلمان نے اپنے ردیف کو قتل کر دیا۔ صرف ایک شخص ان میں سے

بچ گیا۔ عبداللہ بن انیسؓ کو کچھ چوٹ آئی تھی۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہؐ نے اس پر آب دہن ڈال دیا وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

سریہ بشیر بن سعدؓ

حضورؐ نے بشیر بن سعد انصاریؓ کو بنی مرہ کی جانب فدک بھیجا۔ ان لوگوں نے پہنچکر اُن کے مال پر غارت ڈالی اور اُن کے اونٹ اور بکری وغیرہ ہنکا لے آئے۔ اُن سب نے پیچھا کیا۔ راستہ میں لڑائی ہوئی۔ کچھ بھاگے کچھ قید ہوئے۔ مسلمان غنیمت کے ساتھ مدینہ آئے۔ مگر بشیر بن سعدؓ زخمی ہو گئے تھے اِس لئے وہ فدک واپس گئے۔ اور ایک یہودی کے یہاں رہے جب اچھے ہو گئے تب مدینہ آئے۔

قصہ اُسامہ بن زیدؓ

حضورؐ نے جُہینہ کی جانب ایک سریہ بھیجا۔ اُس میں اُسامہ بن زیدؓ بھی تھے وہ لوگ جمع ہو کر رات کے وقت مقابلہ میں آئے۔ پہلے حضرت اُسامہؓ نے سمجھایا کہ اطاعت کرو مخالفت نہ کرو۔ اُنھوں نے نہ مانا۔ تب انھوں نے مسلمانوں کو منظم کر کے ایک سخت حملہ کیا۔ حضرت اُسامہؓ نے ایک شخص نہیک بن مرداس کا پیچھا کیا۔ اُس کے قریب پہنچ کر جب انھوں نے تلوار اُٹھائی تو اُس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ مگر انھوں نے اُس کو قتل کر دیا۔ پھر اُن کے اموال اور ذریہ کو لے کر مدینہ آئے۔ تو حضورؐ کو اس واقعہ کی لوگوں نے خبر دی۔ آپؐ کو یہ سُن کر بہت شاق گزری آپؐ نے کہا کہ کیا تو نے اُسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟ اُسامہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! اُس نے محض بچنے کے لئے کہا تھا آپؐ نے فرمایا کہ تو نے اِس کا دل چاک کر کے نہیں دیکھا کہ اُس نے دِل سے کہا تھا یا نہیں۔ صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُسامہؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو اپنے فعل پر تردّد ہوا تو میں نے خود رسول اللہؐ سے کہا تھا اس پر حضورؐ کو سخت رنج ہوا۔ فرمایا کہ قیامت کے روز تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا کیا جواب دیگا؟ تو قیامت کے روز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا کیا جواب دیگا؟ آپؐ بار بار یہی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ مَیں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوتا۔ اس کے بعد مَیں نے کہا کہ یا رسول اللہ

لہ ابن حجرؒ نے اصابہ میں واقدی سے روایت کیا ہے کہ فدک شعبان کے مہینہ میں بھیجا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

صلی اللہ علیہ وسلم اب کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد۔ میں نے کہا کہ آپ کے بعد بھی۔

سریہ غالبؓ بجانب بنی الملوح

حضورؐ نے غالب بن عبداللہ الکلبیؓ کو بنی الملوح کی جانب کدید بھیجا۔ اُسی کو قدید بھی کہتے ہیں۔ ابن قیم ابن اسحٰق سے نقل کرتے ہیں کہ جندبؓ بن مکیث الجہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس سریہ میں میں بھی تھا۔ جب ہم لوگ قدید پہنچے تو حارث بن مالک بن البرصاء اللیثی ملا۔ اس کو گرفتار کر لیا۔ اُس نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہونے کے لئے آئے ہیں غالبؓ نے کہا کہ اگر تم مسلمان ہونے کے لئے آئے ہو تو ایک دن رات ٹھہرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اُس کو باندھ کر وہیں چھوڑ دیا۔ اور چند حبشیوں کو وہاں رکھ دیا کہ میرے آنے تک اس کو دیکھتے رہو اور اگر شرارت کرے تو قتل کر دو۔ اس کے بعد ہم لوگ بطن کدید میں عصر کے بعد پہنچے ٹھہر گئے جب رات زیادہ ہو گئی تو غارت ڈالی جس کو قتل ہونا تھا قتل ہوا اور اُن کے جانوروں کو ہم لے کر چلے اُن لوگوں نے قوم کو آواز دی۔ مگر ہم لوگ تیزی کے ساتھ بڑھے حارثؓ کو اور وہاں سے آدمیوں کو ساتھ لیا ہم لوگ اُن کے شور کی آواز کو سُن رہے تھے۔ وہ بھی تیزی سے آئے حتیٰ کہ میرے اور اُن کے درمیان صرف قدید کی ایک وادی رہ گئی۔ مگر نہ معلوم کس طرح اُس وادی میں یکایک سیلاب آگیا۔ پہلے سے کچھ بارش وغیرہ بھی نہ تھی۔ اب وہ ہمیں دیکھ رہے تھے اور ہم ان کو مگر کسی کی ہمت بڑھنے کی نہ ہوئی۔ ہم تمام مال کو لے کر مدینہ چلے آئے۔ بعض اس سریہ کو اور اُس سے پہلے والے سریہ کو ایک بتاتے ہیں واللہ اعلم۔

سریہ بشیر بن سعدؓ

حُسَیل بن نویرہ نے آکر عرض کیا کہ یمن۔ غطفان اور حیان کے لوگ جمع ہوئے ہیں عُیینہ نے اُن کو کہلا بھیجا تھا کہ تم آتے ہو یا ہم آئیں۔ اُن لوگوں

۱؎ رافع بن مکیث کے بھائی ہیں۔

۲؎ حُسیل بصیغۂ تصغیر اور بعض بفتح حا و کسر سین کہتے ہیں ابن نویرہ اور بعض ابن خارجہ کہتے ہیں (باقی بر صفحہ ۲۶۳)

نے جواب دیا ہے کہ تم ہی آؤ۔ ان سب کا ارادہ ہے کہ آپ پر یا آپ کے اطراف پر حملہ کریں۔ حضورؐ نے حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا۔ اور بشیر بن سعدؓ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اِن لوگوں نے پہنچ کر پہلے غارت ڈالی خبر سُن کر وہ جماعت منتشر ہوگئی۔ یہ لوگ اُن کے مقام میں گئے تو کوئی نہ تھا اُن کے جانوروں کو لے کر چلے۔ راستہ میں عیینہ کا جاسوس ملا اس کو قتل کیا۔ پھر اُس کی جماعت ملی مگر اُن سب نے سمجھا نہیں کہ یہ کون لوگ ہیں بڑھ گئے۔ اُس جماعت کے دوؔ آدمی علٰحدہ ملے۔ ان کو یہ لوگ مدینہ لے آئے دونوں مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد جب عیینہ پریشان جارہا تھا تو اس سے حارث بن عوف ملا اور کہا کہ تو دیکھتا نہیں کہ محمدؐ سارے بلاد پر غالب ہوں گے۔ اور تو بے محل دشمنی کر رہا ہے۔

سریّہ ابو حدردؓ الاسلمی

قیس بن رفاعہ یا رفاعہ بن قیس بنی جشم کا معزز شخص تھا۔ اُس کے پاس کچھ لوگ جمع ہوئے کہ اس کو رسول اللہؐ سے جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو ابو حدرد الاسلمی کو اور اُن کے ساتھ دوؔ اور شخصوں کو بھیجا کہ اُس کی خبر لاؤ۔ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم غروب آفتاب کے قریب وہاں پہنچے۔ جہاں مجمع تھا اُس کے ایک طرف ہم چھپ گئے۔ اور دوسری طرف ساتھیوں کو چھپنے کے لئے کہا۔ اور کہدیا کہ اگر ہم تکبیر کہیں تو ساتھ ہی تکبیر کہہ کر تم بھی نکل آؤ۔ اِس روز قیس کا چرواہا کسی وجہ سے دیر تک نہ آیا۔ قیس نے کہا کہ ضرور کوئی حادثہ ہوا ہے۔ اُس نے تلوار حمائل کی اور دیکھنے کے لئے نکلا۔ لوگ ساتھ آنے لگے تو اُس نے منع کیا کہ کوئی نہ آئے۔ اور تنہا نکلا۔ جب میری

(بقیہ ص۲۶۲) اشجعی ہیں۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ انہی کو حسین بن خارجہ بھی کہتے ہیں۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسین دوسرے شخص ہیں ان کے بھائی اور ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لقا ہوئی۔ حُسیل وہی شخص ہیں جن کو خیبر کا راستہ بتانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اُجرت پر مقرر کیا تھا۔ بعد میں مسلمان ہو گئے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

لہ ابو حدرد الاسلمی ہوازن بن اسلم کی اولاد میں اہل حجاز میں محسوب ہیں اُمّ درداء کے والد اور ابو درداءؓ کے خسر ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

جگہ کے قریب آیا تو ہم نے ٹھیک اُس کے سینہ پر تیر مارا فوراً گر گیا۔ میں نے نکل کر گردن کاٹ دی اور تکبیر کہی یہ سُن کر ہمارے ساتھیوں نے بھی زور سے تکبیر کہی اور نکلے۔ مجمع نے سمجھا کہ فوج آگئی سب بھاگ گئے۔ بہت سی جانور اور غنیمت ملا۔ مدینہ لے آئے۔ رسول اللہؐ نے اس میں سے تیرہ اونٹ ہمیں دیئے۔ ابو حدرد الاسلمیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے نئی شادی کی تھی دو سو درہم مہر ٹھہرا تھا۔ میں نے رسول اللہؐ سے امداد چاہی تھی آپ نے قسم کھائی کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمہاری امداد کر سکوں اُس کے بعد یہ قصّہ پیش آیا۔

ابو قتادہؓ و محلم بن جثامہؓ

حضورؐ نے ایک سریہ بھیجا۔ اس میں ابو قتادہؓ اور محلم بن جثامہؓ تھے اُن کو راستہ میں عامر بن الاضبط الاشجعی چند آدمیوں کے ساتھ ملا۔ اور مسلمانوں کی طرح ان لوگوں کو سلام کیا۔ لیکن محلم نے اس کو قتل کر دیا اور اُس کا اونٹ وغیرہ لے لیا۔ جب یہ لوگ لوٹے اور رسول اللہؐ کو اس کی خبر دی تو یہ آیت نازل ہوئی [1] یا ایہا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی علیکم السلام لست مؤمنا تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذالک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ بما تعملون خبیر۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ اکبر اُس نے اٰمنت باللہ کہا پھر بھی اس نے اُس کو قتل کر دیا۔ اِس کے بعد عیینہ بن بدر آیا اور اُس نے عامر کے خون کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ وہ بنی قیس کا سردار تھا۔ اور اقرع بن حابس محلم کی طرف سے بول رہے تھے یہ خندف کے سردار تھے۔ رسول اللہؐ نے عامر کی قوم کو کہا کہ ہم دیت میں پچاس اُونٹ اِس وقت دیتے ہیں اور پچاس مدینہ پہنچنے کے بعد دیں گے۔ مگر عیینہ بن بدر نہیں مانتا تھا مگر آخر بڑی مشکل سے راضی ہوا۔ لوگ محلم کو رسول اللہؐ کے پاس لائے کہ اس کیلئے مغفرت کی دُعا کیجئے۔ آپ نے تین [3] دفعہ فرمایا اللّٰھم لا تغفر لمحلم۔ ابن اسحٰقؒ [2] کہتے ہیں کہ

[1] اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ عامر کو محلم بن جثامہؓ ہی نے قتل کیا تھا یا دوسرے محلم نے ۱۲ منہ۔

[2] ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ قصّہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے لیکن پھر عروہ بن زبیرؓ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ قصہ اسوقت پیش آیا جب حضور حنین میں تھے ابن قیم نے عمرۃ القضا کے پہلے اسکا حال ذکر کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اُن کی قوم کا گمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے محلّم کے مغفرت کی دعا کی- اور ابن اسحٰقؒ روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ دیت قبول نہیں کرتے تھے تو اقرع بن حابس نے کہا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض مصالحت کے لئے یہ کہہ رہے ہیں- یا تو تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات قبول کرلو ورنہ ہم بنی تمیم کے پچاس آدمیوں کی گواہی پیش کریں گے کہ عامر بن الاضبط نے کبھی نماز نہیں پڑھی- تو تمہارا یہ سارا مطالبہ لغو ہو جائے گا- جب اقرع نے یہ کہا تو اُن لوگوں نے دیت قبول کرلی واللہ اعلم-

سریۂ عبداللہ بن حذافۃ السہمی

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ اُن کی سُنو اور اتباع کرو- وہ کسی بات پر اُن لوگوں سے ناخوش ہو گئے- اور اُن لوگوں سے لکڑی جمع کروائی- پھر اُس میں آگ لگوائی- اس کے بعد پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا کہ تم لوگ میری سنو اور اتباع کرو؟ سب نے کہا کہ ہاں حکم دیا ہے- انھوں نے کہا کہ تم سب اِس آگ میں داخل ہو جاؤ- صحابہؓ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے- پھر سب نے کہا کہ ہم آگ کے عذاب سے رسول اللہؐ کی طرف بھاگے ہیں- اِس پر اُن کا غصّہ سرد ہوا- اور آگ بجھائی گئی- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی آیت عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے- جب حضورؐ نے یہ سُنا تو فرمایا کہ اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی آگ سے نہ نکلتے- یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جاتے- طاعت معروف میں ہے منکر میں نہیں اِس سے معلوم ہوا کہ جب تعذیب نفس امیر کی اطاعت میں حرام ہے تو تعذیب مسلم یا ترک اوامر یا فعل نواہی امیر کے حکم سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے- خدا کی نافرمانی کسی مخلوق کی اطاعت کی وجہ سے جائز نہیں ہو سکتی واللہ اعلم-

عمرة القضاء

ابن قیم کہتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہؓ کہتے ہیں کہ ذیقعدہ ۷ھ میں حضورؐ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے۔ یعنی اسی مہینہ میں جس میں مشرکوں نے آپ کو اس سے پہلے سال مسجد حرام سے روکا تھا جب حضورؐ مقام یاجج[1] میں پہنچے تو تمام آلاتِ حرب کو وہیں رکھدیا۔ ساتھ صرف سلاح راکب یعنی تلوار تھی۔ اور جعفر ابن ابی طالبؓ کو میمونہؓ بنت الحارث بن الحزن العامریہ کے پاس مکہ بھیجا۔ اُنھوں نے حضورؐ کے نکاح کا پیغام دیا۔ میمونہؓ نے اپنا اختیار عباسؓ بن عبدالمطلب کو دیدیا۔ کیونکہ میمونہؓ کی بہن ام الفضلؓ عباسؓ کی زوجہ تھیں۔ عباسؓ نے اُن کا نکاح رسول اللہؐ سے کردیا جب رسول اللہؐ مکہ میں داخل ہوئے تو صحابہؓ سے فرمایا کہ مونڈھوں کو کھول دو۔ اور پھیل کر طواف کرو تاکہ کفار مسلمانوں کی قوت اور دلیری کو دیکھیں۔ کُفار عورت مرد لڑکے، سب کھڑے ہو کر دیکھتے رہے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان طواف کر رہے تھے اور عبداللہ بن رواحہؓ آپؐ کے سامنے رجز پڑھ رہے تھے۔

کچھ مشرکین غصہ اور عداوت سے رسول اللہؐ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے وہ وہاں سے کہیں غائب ہو گئے تھے اِس کے بعد رسول اللہؐ نے تین روز مکہ میں قیام فرمایا۔ جب چوتھا دن ہوا تو سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ رسول اللہؐ کے پاس آئے۔ حضورؐ انصار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سعد بن عبادہؓ کے ساتھ بات کر رہے تھے۔ حویطب نے آواز دی کہ تین[2] دن ہو چکے اب صلح کے مطابق میری زمین سے نکل جاؤ۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے زمین نہ تیری ہے نہ تیرے باپ کی ہم ہرگز نہ نکلیں گے۔ رسول اللہؐ نے حویطب اور سہیل کو بُلایا اور کہا کہ ہم نے تمھارے میں سے ایک عورت کے ساتھ عقد کیا ہے۔ تمھارا کیا نقصان ہے اگر ہم اُس سے ملیں۔ کھانا پکوائیں اور تم لوگ بھی ہمارے ساتھ کھاؤ۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم یہ سب نہیں جانتے تم

---

[1] یاجج یئج یا یضرب کے وزن پر بدو جیم جیسا کہ قاموس میں ہے ۱۲ منہ۔ [2] یعنی حدیبیہ میں ۱۲ منہ۔

عقد صلح کی پیروی کرو اور نکل جاؤ۔ آپ نے ابو رافعؓ کے ذریعہ تمام صحابہ کو کوچ کا حکم دیا۔ اور خود سوار ہوئے حتی کہ مقام سرفؔ[1] میں آکر قیام فرمایا۔ ابو رافعؓ کو مکہ میں چھوڑ دیا کہ شام کے وقت میمونہؓ کو لے کر آئیں حضرت میمونہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئیں لیکن سفہاء مشرکین اور اُن کے لڑکوں نے اُن کو تکلیف دی تھی اور شرارت کی تھی۔ وہیں حضرت میمونہؓ سے زفاف ہوا۔ اس کے بعد آپ مدینہ آئے۔ خدا نے یہ مقرر کر دیا تھا کہ حضرت میمونہؓ کی قبر بھی اسی مقام پر ہوئی جہاں زفاف ہوا تھا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب آپ عمرۃ القضاء میں جانے لگے تو مدینہ میں عُویف[2] بن الاضبط الدیلی کو خلیفہ بنایا۔ ابن اسحاقؒ نے کہا کہ اس عمرہ میں آپ کے ساتھ وہ سب لوگ نکلے جو اس سے پہلے روکے گئے تھے اور قریش کہتے تھے کہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کی حالت بھوک اور مدینہ کے بخار اور گندگی کی وجہ سے خراب ہو گئی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ مشرکین دار الندوہ کے پاس صف باندھ کر رسول اللہؐ اور ان کے اصحاب کی حالت دیکھنے کے لئے کھڑے تھے حضورؐ جب مسجد میں داخل ہوئے تو چادر اس طرح اوڑھ لی کہ داہنا بازو کھل گیا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ خدا اس پر رحم کرے جو کفّار کے سامنے قوت کا اظہار کرے۔ استلام رکن یمانی سے استلام رُکن اسود تک تو آپؐ مشی کرتے تھے۔ یعنی نرم چال۔ اس کے بعد ہرول کرتے تھے۔ یعنی دُلکی دوڑ۔ اِس طرح تینؔ میں شوط کیا باقی میں مشی کی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا گمان تھا کہ یہ اسی سال قریش کے دِکھلانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے۔ مگر جب حجۃ الوداع میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تو یہ طریقہ مسنون ہو گیا۔

مولانا شاہ عبد الحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مدینہ میں آپ نے ابو رُہم غفاریؓ کو خلیفہ بنایا۔

---

[1] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ سرف بجسر راء مہملہ مکہ سے کم و بیش دس میل پر یہ مقام ہے اس کا ذکر حدیثوں میں بہت آتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

[2] عُویف بتصغیر ابن ماکولا سے مروی ہے کہ ان کے نام میں عوث بمثلثہ بھی کہا جاتا ہے۔ اضبط کا نام ربیعہ تھا ۱۲ منہ۔

اور دو ہزار آدمی ۔ ایک سو گھوڑے ۔ اور ساٹھ ہدی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے ۔ بعض روایتوں میں اسّی ہدی ہے ۔ اور حضورؐ نے حکم دیا کہ جتنے لوگ حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب چلیں ۔ جب حضورؐ ذی الحلیفہ پہنچے تو گھوڑوں کو محمد بن مسلمہؓ کے سپرد کیا ۔ اور اسلحہ کو بشیر بن سعدؓ کے ۔ اور وہیں احرام باندھا اور تلبیہ کہا ۔ صحابہؓ نے بھی احرام باندھا اور تلبیہ کہا ۔ گھوڑے اور اسلحہ کو پہلے روانہ کیا اور یہ چیزیں مرّ الظہران میں پہنچیں تو وہاں قریش کی ایک جماعت تھی حضورؐ دوسرے روز صبح کو پہنچے تو بطن یاجج کے قریب ٹھہرے ۔ گھوڑے اور اسلحہ کو دیکھ کر کفار نے کہا کہ یہ تو جنگ کا ارادہ معلوم ہوتا ہے ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں صلح علیٰ حالہٖ قائم ہے ۔ حضورؐ قصواء پر سوار ہوئے اور سب نے تلواروں کو غلاف میں رکھا ۔ اور تلبیہ کہتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ عبداللہ بن رواحہؓ اونٹ کی مہار پکڑے رجز پڑھتے ہوئے جا رہے تھے ۔ اور رسول اللہؐ تلبیہ کہہ رہے تھے ۔ حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے پاس پہنچے اور آپ نے سواری پر سے حجرِ اسود کا استلام کیا ۔ استلام ایک لکڑی کے ذریعہ کیا جس کا نام مِحجن تھا اور آپ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی ۔ پھر سوار ہی پر طواف کیا ۔ اور طواف میں اضطباع کیا یعنی چادر کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ داہنا مونڈھا کھل گیا ۔ اور پہلے تین شوط میں رمل کیا ۔ اور باقی آخر کا چار شوط معمولی چال سے پورا کیا پہلے تین شوط میں بھی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آہستہ چلنے کا حکم دیا کیونکہ وہاں سے کفار نظر نہ آتے تھے وہ لوگ جبل قُعَیقعان[1] کی طرف تھے ۔ اور وہاں سے رکن شامی اور رکن عراقی نظر آتا تھا ۔ طواف کے درمیان بھی عبداللہ بن رواحہؓ رجز پڑھتے تھے اور مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا تھا ۔

لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ وانجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ ۔

اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان آپؐ نے سعی کی اور وہ بھی سواری پر ۔ پھر مروہ کے قریب

---

[1] قُعَیقعان بضم قاف و فتح عین مہملہ و سکون تحتیہ و کسر قاف ثانی و تخفیف مہملہ ثانی قاموس میں ہے کہ مکہ کا ایک پہاڑ ہے جس کا رخ جبل ابو قبیس کی جانب ہے ۱۲ منہ ۔ [2] شوط بمعنے چکر ۱۲ منہ ۔

نحر کیا اور فرمایا کہ یہ سب جگہ منحر ہے۔

ان تمام مناسک سے فراغت کے بعد ایک جماعت کو آپ نے بطن یاجج بھیجا کہ اسلحہ کی حفاظت کریں۔ اور جو لوگ وہاں حفاظت کے لئے رہ گئے ہیں وہ آکر نسک ادا کریں۔

نکاحِ محرم

اِس عمرہ میں جیسا کہ معلوم ہوا کہ حضورؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا۔ میمونہؓ حضرت عباسؓ کی زوجہ ام الفضل کی بہن۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت صحاح ستہ اور سُنن کی دوسری کتابوں میں ہے کہ یہ نکاح حضورؐ نے حالتِ احرام میں کیا۔ امام محمدؒ صاحب موطا میں فرماتے ہیں کہ اِس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اہلِ مدینہ کہتے ہیں کہ محرم اگر نکاح کرے تو باطل ہے۔ لیکن اہلِ مکہ اور اہلِ عراق کہتے ہیں کہ نکاح جائز ہے۔ جو لوگ منع کرتے ہیں۔ اُن میں سعیدؒ بن المسیب۔ قاسمؒ۔ سلیمانؒ بن یسار ہیں۔ اور یہی لیثؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ اور اسحٰقؒ بھی کہتے ہیں۔ اور وہی حضرت عمرؓ۔ ابن عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ اور حضرت ابانؓ سے بھی ثابت ہے اور جو لوگ جائز کہتے ہیں اُن میں ابراہیم نخعیؒ۔ سفیان ثوریؒ۔ عطاءؒ بن رباح۔ حکمؒ بن عتبہ۔ حمادؒ بن سلیمان۔ عکرمہؒ۔ مسروقؒ۔ اور امام ابو حنیفہؒ ہیں اور اُن کے اصحاب۔ اور یہی ثابت ہے حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابو ہریرہؓ۔ اور حضرت انس رضوان اللہ علیہم سے۔

اِس میں اتفاق ہے کہ حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضاء میں حضورؐ نے نکاح کیا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کس وقت کیا احرام کی حالت میں یا قبل۔ یا بعد۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ ابو داؤد میں سعید ابن المسیبؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے میمونہؓ سے عقد احرام کی حالت میں کیا۔ حالانکہ رسول اللہؐ مکہ آئے تو محرم نہ تھے نکاح بھی اُسی وقت ہو گیا اِس لئے لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ مگر اِس قول میں شبہ ہے۔ یعنی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عمرہ کی نیت سے

حضورؐ مکہ آئے اور احرام نہ کیا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ احرام سے قبل ہی کسی کو وکیل بالنکاح کر دیا ہو۔ اور اُنھوں نے مکہ میں آنے کے بعد نکاح کر دیا ہو۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ امام شافعیؒ نے اِس کو ایک مستقل قول قرار دیا ہے۔ اِس طرح تین اقوال ہو گئے۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ عمرہ سے فارغ ہو کر احرام ختم کرنے کے بعد نکاح کیا۔ یہ قول خود میمونہؓ کا ہے۔ اور ابو رافعؓ بھی یہی کہتے ہیں جو اس معاملہ میں سفیر تھے۔ یہی قول سعید بن المسیبؒ اور جمہور اہل نقل کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ احرام کی حالت میں آپؐ نے نکاح کیا۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ اور اہل کوفہ۔ اور ایک جماعت کا ہے۔ تیسرا قول حضرت ابن عباسؓ کے قول کی تاویل ہے۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ حضورؐ نے نکاح کیا تو محرم تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ حالتِ احرام میں تھے۔ جو شخص شہر حرام یا بلد الحرام میں ہو اُس کو بھی محرم کہتے ہیں۔ اور چونکہ عقد شہر حرام میں ہوا اِس لئے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو محرم کہا۔

مانعین کا استدلال یہ ہے کہ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ اور ابن حبانؒ نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ محرم نہ خود اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ ابن عباسؓ کی روایت اِس کے معارض ہے۔ تاہم یہ قول ہے اور قول کو فعل پر عند التعارض ترجیح دینا واجب ہے۔

دوسری روایت خود حضرت میمونہؓ کی ہے۔ ابوداؤد۔ مسلم۔ ترمذی۔ اور ابو یعلےٰ نے روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا تو حلال تھے دوسری روایت میں ہے کہ ہم دونوں حلال تھے۔ ایک روایت تصریح ہے کہ مکہ سے لوٹنے کے بعد نکاح ہوا۔ مانعین کہتے ہیں کہ خود حضرت میمونہؓ کا قصہ ہے اِن سے زیادہ اِس کو کون جان سکتا ہے۔

یزید بن الاصمؓ روایت کرتے ہیں کہ جب میمونہؓ سے حضورؐ نے نکاح کیا تو حلال تھے۔ روایت کیا اس کو طحاوی نے۔ یزید بن الاصمؒ میمونہؓ کے بھانجے ہیں۔ ایک بہن کے لڑکے

ابن عباسؓ ہیں ایک بہن کے یہ ہیں اِس لئے قرابت میں دونوں برابر ہیں۔ لہذا ابن عباسؓ کی قرابت وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی۔

چہارم ابو رافعؓ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور زفاف کیا تو حلال تھے۔ اور نکاح کی بات میں ہم قاصد تھے۔ اِس کو ترمذیؒ۔ امام احمدؒ۔ اور ابن حبانؒ و ابن خزیمہؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ ابو رافعؓ نکاح کے سفیر تھے اور ظاہر ہے کہ سفیر کے قول کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

سعیدؒ بن المسیب کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کو وہم ہو گیا ہے۔ اور اُن کا وہم جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس وقت کم سن تھے۔ اِس وجہ سے واقعہ میں بھول ہو جانا تعجب نہیں ہے خصوصاً جب کہ ابو رافعؓ سفیرِ واقعہ، اور حضرت میمونہؓ صاحبِ واقعہ اُن کے خلاف بیان کر رہے ہیں۔

اُن استدلالات کے جواب میں امام طحاویؒ نے بڑی طویل بحث کی ہے۔ اور اسناد کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے جن لوگوں نے روایت کیا ہے وہ اہلِ علم۔ ائمہ اور فقہاء ہیں جن کی رائیں اور روایتیں حُجّت ہیں۔ اور وہ ابن عباسؓ کے بہترین اصحاب ہیں جیسے سعید بن جبیرؒ۔ عطاءؒ۔ طاؤسؒ۔ مجاہدؒ۔ عکرمہؒ۔ جابر بن یزیدؒ۔ یہ سب کے سب حضرات ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے جب میمونہؓ سے نکاح کیا تو محرم تھے۔ اور اُن سے جو لوگ روایت کرتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں عمرو بن دینارؒ۔ ایوبؒ سختیانی۔ عبداللہ بن ابی نجیحؒ۔ یہ وہ ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتدا کی جاتی ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی روایت بھی ہے۔ اُس کی سند میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا ابو عوانہؒ۔ عن مغیرہؒ۔ عن ابی الضحیٰؒ۔ عن مسروقؒ۔ عن عائشہؓ۔ یہ سب ائمہ حدیث ہیں جن کی روایتیں حجت ہیں۔ اِن لوگوں کی روایتیں اُن سے راجح ہوں گی جو ضبط۔ ثبت تعفۃ اور امانت میں اِن کے مثل نہیں ہیں۔

ابن عباسؓ کی روایت کے خلاف سب سے بڑا استدلال حضرت عثمانؓ بن عفان کی روایت ہے۔ لیکن اس کو نبیہ بن وہبؓ نے روایت کیا ہے۔ وہ نہ تو عمرو بن دینارؓ کے مثل ہیں جنھوں نے مسروق عن عائشہؓ سے روایت کیا ہے نہ علم میں اُن کا مرتبہ اُن لوگوں کی مثل ہے اس لئے جائز نہ ہوگا کہ اس روایت سے اُن روایتوں کا معارضہ کیا جائے جو نبیہ کی روایت کے خلاف ہیں۔

اور ابورافعؓ کی روایت تو اس کو متصلاً مطر الوراق نے روایت کیا ہے۔ اور مطرؓ محدثین کے نزدیک ایسے شخص نہیں ہیں جن کی حدیث حجت ہو۔ اس حدیث کو مالکؒ نے بھی روایت کیا ہے جو ضبط اور حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں وہ منقطع کرتے ہیں اور سلیمان بن یسارؓ کا سماع ابورافعؓ سے ثابت نہیں کرتے اُن کی روایت ہے کہ سلیمان بن یسارؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافعؓ اور ایک انصاری کو بھیجا انھوں نے رسول اللہؐ کا نکاح میمونہؓ بنت الحارث سے کردیا اس سے پہلے کہ رسول اللہؐ مدینہ سے روانہ ہوں۔

باقی یزیدؓ بن الاصم کی روایت۔ عمروؓ بن دینار کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہریؒ نے یزید بن الاصمؓ سے روایت بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہؓ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور میمونہؓ اُن کی خالہ تھیں۔ عمرو بن دینارؓ کہتے ہیں کہ میں نے زہریؒ سے کہا کہ یزید بن الاصمؓ کی نسبت تو یہی معلوم ہے کہ وہ ایک اعرابی بوّال تھے۔ کیا آپ اُن کو ابن عباسؓ کے مقابلہ میں رکھتے ہیں؟ امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ عمرو بن دینارؓ نے امام زہریؒ کو مخاطب کرکے اس روایت کی تضعیف کی اور امام زہریؒ نے جواب نہ دیا۔ اور اہل علم اسی وجہ سے اُن کو اعرابی بوّال لکھتے ہیں۔ محدثین اس سے کم مرتبہ کے کلام پر۔ اور عمرو بن دینارؓ و امام زہریؒ سے کم درجہ کے لوگوں کی جرح پر رواۃ کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں ائمہ اس جرح پر متفق ہیں تو روایت کا کیا حال ہوگا؟ مع ہذا روایت منقطع ہے۔ یزید بن الاصمؓ نے یہ نہیں بتایا کہ انھوں نے یہ کس سے سُنا اس لئے کہ وہ تو اس وقت نہیں

تھے۔ اوّل اُن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اور اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوئے بھی تو بچے ہوں گے۔ ان کا انتقال ایک سو ایک ۱۰۱ھ۔ یا ایک سو تین ۱۰۳ھ۔ یا ایک سو چار ۱۰۴ھ میں ہوا۔ اور ابن حجر اصابہ میں واقدی سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کی عمر اُس وقت تہتر ۷۳ سال کی تھی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے تو اُن کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً بیس ۲۰ سال بعد ہوئی اور ابن حجر عسقلانیؒ تقریب میں لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اُن کو رویت حاصل تھی مگر ثابت نہیں ہوتا۔

ہاں بعض طریقوں میں میمون ابن مہرانؓ سے ان کی روایت متصل ہے۔ یعنی میمون بن مہرانؓ عن یزید بن الاصمؓ عن میمونہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیکن امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ میمون بن مہرانؓ کے راویوں میں جعفر بن بُرقانؓ حجت ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میمون بن مہرانؓ نے بیان کیا کہ ہم عطاءؓ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا محرم کو نکاح کرنا جائز ہے۔ عطاءؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ تو مَیں نے کہا کہ مجھ کو عمر بن عبد العزیزؒ نے لکھا کہ یزید بن الاصمؓ سے پوچھو کہ حضرت میمونہؓ کے نکاح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے یا حلال۔ یزیدؒ نے کہا کہ جب رسول اللہؐ نے نکاح کیا تو حلال تھے۔ عطاءؓ نے کہا کہ ہم تو یہی سُنتے رہے کہ محرم تھے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ میمونؓ نے عطاءؓ کے سامنے استدلالاً یہ روایت پیش کی تھی۔ اگر اُن کو اتصال کا عِلم ہوتا کہ یزیدؒ نے میمونہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے تو ضرور ایسے موقع پر پیش کرتے۔

امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ اِن بیانات سے یہ معلوم ہو گیا کہ آثار کی قوت وضعف کے اعتبار سے جواز کا قول راجح ہے۔ لیکن قیاس اور نظر کے اعتبار سے بھی یہی راجح ہے کہ محرم کو وطی منع ہونے کی وجہ سے نکاح کا امتناع ضروری نہیں باتفاق محرم کو لونڈی خریدنا جائز ہے مگر وطی منع۔ خوشبو خریدنا جائز ہے مگر استعمال منع۔ سِلا ہوا کپڑا خریدنا جائز ہے مگر پہننا منع اِسی طرح عورت سے گو وطی منع ہے مگر نکاح جائز۔ اگر کوئی کہے کہ نکاح اور خریداری میں فرق ہے۔

رضاعی بہن سے نکاح ناجائز ہے خریدنا جائز۔ نکاح وہاں جائز نہیں ہو سکتا جہاں محل وطی نہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ جہاں محل وطی نہ ہو وہاں نکاح جائز نہیں ہو سکتا مگر احرام کی وجہ سے وطی کا امتناع تو ایسا ہی ہے جیسا کہ روزہ دار سے وطی منع ہے۔ یا جیسے حائضہ سے وطی منع ہے مگر باوجود اس کے روزہ دار اور حائضہ سے نکاح جائز ہے۔ ٹھیک اسی طرح احرام کی حالت میں وطی ممنوع ہے اور نکاح جائز۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ۔ امام ابوجعفر طحاویؒ نے محض نُبیہ بن وہبؓ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کی روایت کو قابل ترک سمجھا۔ حالانکہ نُبیہ کی ثقاہت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور امام بخاریؒ کے سوا تمام جماعت نے اُن سے روایت اخذ کی ہے۔ اسی طرح حضرت میمونہؓ کی روایت میں دو جگہ کلام کیا ہے اوّل خود یزید بن الاصمؓ میں دوئم یہ کہ میمون بن مہرانؒ نے عطاءؒ کے سامنے یزید بن الاصمؓ کا قول پیش کیا۔ اور محل استدلال میں حضرت میمونہؓ کی طرف اتصال نہیں کیا۔ لیکن یزید بن الاصمؓ سے ساری جماعت روایت کرتی ہے۔ خود بخاریؒ نے بھی ادب المفرد میں اُن کی روایت کو اخذ کیا ہے۔ باقی حضرت میمونہؓ کی طرف اتصال تو وہ علاوہ میمون بن مہرانؒ کے اور لوگوں نے بھی حضرت میمونہؓ سے متصل روایت بیان کی ہے جیسا کہ مسلم میں موجود ہے۔

الغرض دونوں جانب روایات صحیحہ موجود ہیں ہاں اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سنداً راجح ہے لیکن خود ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ جب اختلاف دائر ہو منع اور جواز میں تو حکم منع پر ہوگا۔ کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

قصہ بنت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضورؐ نے جب مکہ سے روانہ ہونیکا ارادہ کیا تو حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی لڑکی جو چھوٹی تھی آئی اور پکارنے لگی یا عم یا عم۔ حضرت علیؓ نے اس کو ساتھ لے لیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر حضرت

فاطمہؓ کے پاس لے آئے کہ یہ تمھاری بنت العم ہے اِس کی خبر لو۔ اُنھوں نے اپنے ساتھ سوار کرلیا۔ اِس کے بعد وہیں یا مدینہ میں آنے کے بعد اِس لڑکی کے حق حضانت کے بارے میں حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب۔ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ میں اختلاف ہوگیا۔ تینوں حضرات دعوای کرتے تھے کہ اِس لڑکی کو ہم رکھیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ میری بنت العم ہے اور ہم اس کو پہلے ساتھ لائے ہیں حضرت جعفرؓ فرماتے تھے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اُس کی خالہ میرے پاس ہے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اِس لئے یہ لڑکی خالہ کے سپرد کی جائے۔ اور پھر تینوں حضرات کی دلدہی فرمائی۔ حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور مَیں تم سے۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تم سیرت وصورت میں میرے مثل ہو۔ زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور میرے مولا ہو۔ یہ حدیث باتفاق صحیح ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حق حضانت خالہ کو ہے عصبات کو نہیں۔ اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ اُس وقت زندہ تھیں گو یہ معلوم نہیں ہے کہ اُنھوں نے حضانت کی خواہش ظاہر کی یا نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اِس علم کے کہ صفیہؓ موجود ہیں فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ پھوپھو کے عدم مطالبہ کی وجہ سے خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔

اِس لڑکی کی ماں سلمی بنت عمیسؓ زوجہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھیں۔ اور اُن کی بہن اسماء بنت عمیسؓ اس وقت حضرت جعفرؓ کی زوجہ تھیں اِس لئے اس لڑکی کی حضانت کا حق حضرت اسماءؓ کو ملا۔

اِس قصہ میں زید بن حارثہؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ اِس سے مُراد یہ ہے کہ ہجرت سے قبل رسول اللہؐ نے مکہ میں اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ اُسی مواخات کی بناء پر یہ دعوای تھا۔ یہ مواخات مہاجرین کی بعض کی بعض سے تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کا

حضرت عمرؓ سے۔ حضرت حمزہؓ کا حضرت زیدؓ سے۔ حضرت عثمانؓ کا حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے۔ حضرت زبیرؓ کا حضرت ابن مسعودؓ سے۔ حضرت عبیدہؓ بن الحارث کا حضرت بلالؓ سے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کا سعدؓ بن ابی وقاص سے۔ ابو عبیدہؓ کا سالمؓ مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ سعیدؓ بن زید کا طلحہ بن عبیداللہؓ سے۔

یہ مواخات حضورؐ نے صرف مہاجرین کے درمیان ہجرت سے پہلے کرایا تھا۔ اور ہجرت کے بعد مہاجر اور انصار کے درمیان دار انسؓ میں جو مواخات آپؐ نے کرایا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ دوسرا مواخات ہے۔ واللہ اعلم۔

اسلام خالدؓ بن الولید و عمرو بن العاصؓ

اسلام کے مشہور سالار فوج حضرت خالدؓ بن الولید۔ اور عرب کے مشہور عاقل اور اہل الرائے عمرو بن العاصؓ انہی ایام میں مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں اختلاف ہے۔ مگر یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے وقت خالدؓ بن الولید کفّار کی فوج میں تھے جیسا کہ پہلے[1] لکھ چکا ہوں۔ اور بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ غزوۂ موتہ میں حضرت خالدؓ شریک تھے۔ بلکہ انہی کے ہاتھ پر وہاں فتح ہوئی اور اُس روز نو تلواریں اُن کے ہاتھ سے ٹوٹی تھیں اور غزوۂ موتہ فتح مکہ سے چار[2] مہینے پہلے ہوا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ حدیبیہ اور غزوۂ موتہ کے درمیان یہ مسلمان ہوئے۔ بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ خیبر کے بعد ان کا اسلام ہے اور ابن اثیر کا قول آگے آتا ہے کہ صفر سنہ ۸ھ میں یعنی غزوۂ موتہ سے دو[3] مہینے پہلے مسلمان ہوئے اور مدینہ آئے۔

خالدؓ بن الولید کے والد ولید بن المغیرہ قریش کے نامی سردار تھے۔ اور ان کی ماں لبابہؓ صغریٰ بنت الحارث حضرت ابن عباسؓ کی حقیقی خالہ تھیں۔ ابن عباسؓ کی ماں لبابہ کبریٰؓ خالدؓ کی ماں لبابہؓ صغریٰ اور اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ سب حقیقی بہنیں تھیں اور یزید

[1] یعنی ہجرت کے بعد ابتداء سال میں ۱۲ منہ۔ [2] یعنی غزوۂ حدیبیہ میں ۱۲ منہ۔

بن الاصم رضؓ کی ماں برزہ بنت الحارث بھی بہن تھیں۔ اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفرؓ کی زوجہ اور سلمیٰ بنتِ عمیسؓ حضرت حمزہؓ کی زوجہ اُن کی سوتیلی بہنیں تھیں۔ اُن کے علاوہ اور بھی اُن کی بہنیں تھیں اور یہ سب حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالدؓ کی خالہ تھیں۔

حضرت خالدؓ اسلام سے قبل شرفاء قریش میں بڑے معزز شخص تھے۔ قبۃ اور اعنۃ الخیل اُن کے سپرد تھا۔ قبۃ کا یہ مطلب ہے کہ قریش جنگ کے موقع پر ایک خیمہ کھڑا کیا کرتے تھے اور تمام سامانِ حرب اُس میں جمع کیا جاتا تھا۔ اُس کا انتظام اور اسلحہ کا تقسیم کرنا اُنہی کے اختیار میں تھا۔ اور اعنۃ الخیل کا یہ مطلب ہے کہ مقدمۃ الجیش کا انتظام اُن کے سپرد تھا۔ یہ قریش کے بڑے بہادر لوگوں میں سے تھے۔ اور اِس سے قبل اسلام کے خلاف اُنھوں نے اپنی پوری قوت صرف کی تھی مگر مقدراتِ الٰہیہ کا مقابلہ اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو خدا کی تلوار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ اُس کے بعد اُن کی تلوار نے عرب۔ شام اور رُوم میں زلزلہ ڈال دیا۔ وہ وہ کام کئے جو خدا نے اُنہی کے حصہ میں ودیعت کئے تھے۔ غزوۂ موتہ کے بعد سے اُن کے کارناموں کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت خالدؓ کے ساتھ ہی حضرت عمرو بن العاصؓ بھی مسلمان ہوئے۔ کہتے ہیں کہ عرب میں چار اشخاص عقل میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ اُن میں ایک عمرو بن العاصؓ ہیں۔ قریش نے مہاجرینِ حبشہ کے خلاف نجاشی کے پاس اُنہی کو بعض آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا۔ یہ عمر میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے بڑے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ جس رات کو عمر بن الخطابؓ پیدا ہوئے وہ ہمیں یاد ہے۔ اسلام کے بعد حضورؐ نے اُن کو غزوۂ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا۔ حضورؐ کے وقت میں عمان کے یہ حاکم ہوئے۔ آخر میں یہ مصر کے حاکم تھے۔ انہیں کے ہاتھ پر قلسرین اور مصر فتح ہوئے۔ یہ حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر امیر معاویہؓ سے مل گئے تھے۔ مشہور ہے کہ جنگِ صفین کے وقت مصالحت کی گفتگو میں اُنھوں نے حضرت علیؓ کے خلاف

بڑی چال بازی کی تھی۔

زبیر بن البکار سے ابن حجر اصابہ میں نقل کرتے ہیں کہ کسی نے عمرو بن العاصؓ سے پوچھا کر تم اتنے بڑے عقلمند ہو باوجود اس کے اسلام کو سمجھنے میں تم نے اتنی تاخیر کی اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم ایسی قوم میں تھے جن کو ہم پر تقدم حاصل تھا۔ اور سب کی رسیاں اُن کے ہاتھوں میں تھیں۔ جب رسول اللہؐ مبعوث ہوئے تو اُن لوگوں نے انکار کیا ہم نے اُن کی تقلید کی۔ جب وہ لوگ ختم ہو گئے اور اختیار ہم لوگوں کے ہاتھوں میں آیا۔ تو ہم نے اس کے متعلق غور و فکر کیا۔ حق بالکل واضح تھا ہم نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد قریش نے بعض شخصوں کو مناظرہ کے لئے میرے پاس بھیجا ہم نے اُن لوگوں سے سوال کیا کہ حق پر کون ہے؟ ہم لوگ یا فارس و روم۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ۔ ہم نے پوچھا کہ دنیاوی حالت ہم لوگوں کی اچھی ہے یا اُن کی؟ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ان کی۔ ہم نے کہا کہ ہم کو جو کچھ ملنا ہے وہ یہیں دنیا میں (تناسخ کے عقیدہ کی طرف اشارہ ہے) اگر ہمارے حق و صداقت کی وجہ سے اِس دنیا میں بھی ہمیں فضیلت حاصل نہ ہو تو بتاؤ یہ حق و صداقت ہمارے کس کام کی ہے۔ مجھ کو تو یقین ہو گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں کہ اچھے اور بُرے اعمال کا اچھا یا بُرا بدلہ مرنے کے بعد ہو گا یہی صحیح ہے۔ اور حق واضح ہو جانے کے بعد باطل پر قائم رہنا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔

زبیر ابن البکار۔ واقدیؒ اور ابن اسحٰقؒ سب لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مگر ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ بغوی نے بسند جید روایت کیا ہے کہ جب جعفر ابن ابی طالبؓ رسول اللہؐ سے اجازت لے کر حبشہ گئے تھے تو وہیں عمرو بن العاصؓ نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اور ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ کی ماں بنی عنزہ کی ایک عورت سلمٰی بنت حرملہ تھی اُس کا لقب نابغہ تھا۔ اُس کو فاکہہ بن المغیرہ نے عکاظ میں خریدا۔ پھر اُس سے

عبداللہ بن جدعانؓ نے خریدا پھر وہ عاص بن وائلؓ کو ملی اور اسی سے عمرو بن العاصؓ پیدا ہوئے۔ یہ حبشہ گئے تو نجاشی نے کہا کہ اے عمرو تعجب ہے کہ تم سے تمہارے ابن عم کا حال اب تک پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم وہ رسول اللہؐ ہیں۔ عمروؓ نے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی اس کا یقین ہے؟ نجاشی نے کہا کہ اے عمروؓ خدا کی قسم یہ صحیح ہے۔ یہ وہیں سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور عام خیبر میں مسلمان ہوئے۔ دوسری روایت ہے کہ وہیں مسلمان ہو گئے اُس کے بعد مدینہ آئے۔ اور اُس میں ہے کہ یہ صفر ۸ھ میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے خالد بن الولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ عبدری راستہ میں اُن کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی اسلام قبول کرنے کے لئے جا رہے تھے پہلے خالدؓ نے بیعت کی۔ اُن کے بعد انھوں نے اِس شرط پر بیعت کی کہ جو کچھ پہلے ہوا وہ معاف ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِسلام اور ہجرت پہلے کی تمام بُرائیوں کو مٹا دیتے ہیں۔

غزوۂ مُوتہ

مُوتہ بہمزہ و بلا ہمزہ دونوں آیا ہے۔ لیکن بخاری کے اکثر راویوں نے یہاں مُوتہ بضم میم و سکون واو بلا ہمزہ روایت کیا ہے۔ یہ جگہ شام کے علاقہ میں ارض بلقاء کے ابتداء میں واقع ہے۔ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں یہاں غزوہ ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ حضورؐ نے حارث بن عُمیر ازدی کو خط دے کر شام یا بصرای بھیجا تھا۔ اُن کو شرجیل بن عمرو الغسانی نے قتل کر دیا۔ حضورؐ قاصد کو قتل نہیں کیا کرتے تھے نہ حضورؐ کا کوئی قاصد اُن کے سوا قتل کیا گیا اس لئے یہ فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت شاق ہوا۔ اگرچہ مقام بہت دور تھا۔ اور غیر ملک مگر وہاں آپ نے فوج بھیجی اور زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر ابن ابی طالبؓ امیر ہوں۔

[1] اصحاب حدیث غزوۂ مُوتہ لکھتے ہیں اگرچہ اس میں حضورؐ شریک نہ تھے ۱۲ منہ۔

[2] حارثؓ بن عُمیر الازدی ثم اللہبی بکسر لام وسکون ہا اس قصہ کو ابن حجر نے بھی اصابہ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ۔

اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور اُن کے ساتھ تین ہزار فوج آپ نے بھیجی۔

جب یہ لوگ معان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ارض بلقا میں خود ہرقل ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ موجود ہے اور بنی لخم و بنی جذام و بلقین و بہرا کے ایک لاکھ آدمی اس کے علاوہ اُس کی امداد کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔ یہ خبر جب ملی تو مسلمان متردد ہوئے اور دو روز تک معان میں رُکے رہے اور سوچنے لگے کہ کیا کریں۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جائے آپ یا تو امداد بھیجیں یا جیسا حکم دیں اُس پر عمل ہو۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ اے لوگو! تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اسی کو مکروہ سمجھتے ہو۔ ہم قوت اور تعداد کے بھروسہ پر نہیں لڑتے۔ دین کے لئے لڑتے ہیں۔ دو نیکیوں میں ایک بہر صورت ہمارے لئے ضرور ہے۔ فتح یا شہادت۔ یہ سُن کر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا سب نے کہا کہ عبداللہؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ اور سب لوگ روانہ ہو گئے۔ جب خاص بلقا کی سرزمین میں پہنچے تو مخالفین کی جماعت ایک قریہ کے پاس جس کا نام مشارف تھا موجود تھی۔ اِس لئے مسلمان ایک مقام پر ٹھہر گئے جس کا نام مُوتہ تھا اور اسی مقام پر جنگ ہوئی۔ پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کے ہاتھ میں علم تھا وہ لڑے اور شہید ہوئے۔ اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے علم لیا اُن کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لیا وہ بھی کٹ گیا مگر پھر بھی علم کو گرنے نہ دیا سنبھالے رہے حتٰی کہ شہید ہوئے۔ اس وقت اُن کی عمر تیس ۳۰ سال کی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم لیا اور وہ بھی شہید ہوئے اُن کے بعد سارے مسلمان حضرت خالد بن الولیدؓ پر متفق ہوئے۔ جب خالدؓ نے علم اُٹھایا تو بڑی سختی سے لڑے حتٰی کہ فتح ہوئی۔ بخاری میں خود حضرت خالدؓ بن الولید سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ مُوتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور صرف ایک یمانی تلوار میرے پاس باقی رہ گئی۔

بخاری میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے غزوۂ مُوتہ کی خبر آنے سے پہلے زیدؓ۔ جعفرؓ۔ اور ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ زیدؓ نے علَم لیا اور شہید ہوئے پھر فرمایا کہ جعفرؓ نے علَم لیا اور شہید ہوئے۔ پھر فرمایا کہ ابن رواحہؓ نے علَم لیا اور شہید ہوئے۔ آپؐ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر کہا کہ سیف من سیوف اللہ نے علَم لیا اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔

موسیٰ بن عقبہؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ مُوتہ کی خبر لے کر یعلےٰ بن امیہ آئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو تم ہمیں خبر دو۔ یا اگر کہو تو ہم تمھیں خبر سُنائیں۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ ہی سُنائیں تو رسول اللہؐ نے حال بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے تو ایک بات بھی نہ چھوڑی۔

بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے شہداء میں حضرت جعفرؓ کو تلاش کیا اور اُن کے جسم پر تیر و تلوار کے نوّے زخم سے زیادہ پائے۔ اُنہی سے دوسری روایت ہے کہ پچاس سے زیادہ زخم اُن کے جسم پر گِنے اور سب آگے تھے کوئی پُشت پر نہ تھا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ خُدا نے جعفرؓ کو دو پَردار بازو عنایت کئے ہیں وہ جنّت میں جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں اِسی لئے حضرت جعفرؓ کو ذی الجناحین اور جعفر طیارؓ کہتے ہیں۔

بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب حضرت جعفرؓ کے لڑکوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے السّلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔

غزوۂ مُوتہ میں یہ حضرات شہید ہوئے جعفر ابن ابی طالبؓ۔ زید بن حارثہؓ۔ عبداللہ

ؔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رجز کے اشعار پڑھتے تھے وہ صحیح نہیں ہے اِس لئے کہ عبداللہ بن رواحہؓ بلاشبہ غزوۂ مُوتہ میں شہید ہوئے۔ فتح مکہ کے روز عبداللہ بن رواحہؓ خود نہیں پڑھتے تھے بلکہ اُن کے اشعار پڑھے جاتے تھے ۱۲ منہ۔

بن رواحہؓ۔ مسعود بن الاوسؓ۔ وہب بن سعد بن ابی سرحؓ۔ عباد بن قیسؓ۔ حارثہ بن النعمانؓ۔ سراقہ بن عمرو بن عطیہ۔ ابو کلیب بن عمرو بن زید۔ اُن کے بھائی جابرؓ۔ عامر بن سعدؓ بن الحارث اور اُن کے بھائی عمروؓ۔ شہداء مؤتہ کی یہ فہرست ابن قیمؒ نے لکھی ہے مگر اس میں بعض شبہات[1] ہیں۔

ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر صحیح وہ ہے جو ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں بلا فیصلہ الگ ہوگئیں۔ لیکن ابن ہشام زہری سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جب خالدؓ امیر بنائے گئے تو خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔ واللہ اعلم۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ جب مسلمان اس غزوہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو رسول اللہؐ اور مسلمان راستہ میں اُن کو لانے گئے۔ اور مسلمان اس جیش کے لوگوں پر مٹی پھینکتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فرار کرنے والو! تم خدا کی راہ سے فرار کرکے آئے ہو۔ رسول اللہؐ کہتے تھے کہ نہیں یہ کرار ہیں پھر جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابن اسحٰقؒ ہی کہتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے سلمہؓ بن ہشام بن المغیرہؓ کی عورت سے دریافت کیا کہ ہم سلمہؓ کو رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں نہیں دیکھتے کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو گھر سے نکل ہی نہیں سکتے۔ جہاں نکلے لوگ آوازیں دینا شروع کرتے ہیں۔ یا فرار فررتم فی سبیل اللہ۔ یعنی اے فراری تو خدا کی راہ سے بھاگا ہے۔

---

[1] شبہات ہیں۔ مثلاً اس میں ایک مسعود ابن الاوس ہیں حالانکہ مسعود بن اوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ فتح مصر تک زندہ تھے۔ واقدی نے ایک مسعود بن اوس بن زید بن اصرم صحابی کا نام لکھا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ وہی مسعود بن اوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ ہیں نہ معلوم ابن قیمؒ نے کون سے مسعود بن الاوس کو شہداء مؤتہ میں لکھا ہے اسی طرح ابو کلیب کی نسبت بھی شبہ ہے۔ بعض شہداء مؤتہ کا اس میں نام نہیں ہے مثلاً سوید بن عمرو وغیرہ ۱۲ منہ۔

غزوۂ ذات السلاسل

سلاسل بضم سین اوّل یا بفتح دونوں لغت ہیں۔ وادی القریٰ کے آگے مدینہ سے دسؔ منزل پر یہ مقام ہے۔ یہ غزوہ جمادی الآخر ۸ھ میں ہوا۔ ابن سعدؓ اِس کی وجہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کو خبر ملی کہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت جمع ہوتی ہے کہ مدینہ کے اطراف پر حملہ کرے۔ حضورؐ نے اِس غزوہ کے لئے عمرو بن العاصؓ کو منتخب کیا اور اُن کے لئے ایک سفید علم درست فرمایا۔ تین سو آدمی ساتھ کئے اور تیس ۳۰ گھوڑے۔ اور بڑے بڑے مہاجرین وانصار کو اُن کے ماتحت روانہ فرمایا۔ یہ لوگ رات کے وقت چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے۔ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے عمرو بن العاصؓ نے رافع بن مکیث الجہنیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر امداد طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو دو سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کو علٰحدہ علم عنایت فرمایا۔ اور اُن کے ساتھ بھی مہاجرین وانصار کے معزز ترین لوگوں کو بھیجا۔ حتے[1] کہ ابوبکر صدیقؓ۔ اور عمر فاروقؓ بھی اُن میں تھے۔ اور اُن لوگوں سے کہا کہ عمرو بن العاصؓ سے مل کر کام کرنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ اس غزوہ میں سعید بن زیدؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ عامر بن ربیعہؓ۔ حبیب بن سنان رومیؓ[2]۔ اُسید بن حضیرؓ۔ سعید بن عبادہؓ وغیرہ بزرگان قدیم الاسلام بھی شریک تھے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ لوگ پہلی جماعت میں تھے یا پچھلی میں۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو اُنھوں نے امامت کرنی چاہی۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر میں ہوں آپ لوگ امداد کے لئے آئے ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ

---

[1] اِس غزوہ میں رسول اللہؐ شریک نہ تھے مگر باوجود اس کے اصحاب سیر اور بعض اصحاب حدیث اسکو غزوہ لکھتے ہیں ۱۲ منہ

[2] یہ فہرست اسی طرح مدارج النبوۃ میں ہے مگر اس میں دو نام غلط ہیں حبیب بن سنانؓ رومی کوئی صحابی نہیں ہیں یہاں صہیب بن سنانؓ رومی مراد ہیں اور سعید بن عبادہؓ بھی کوئی صحابی نہیں ہیں۔ مراد سعد بن عبادہؓ ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

میں علیحدہ ہوں تم علیحدہ گو مقصد ایک ہے مگر رسول اللہؐ نے اِس جماعت کا علم علیحدہ درست کیا ہے۔ عمروؓ نے کہا کہ امیر جماعت میں ہوں۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا ہے کہ اختلاف نہ کیجیو اِس لئے گو میں اپنی جماعت کا امیر ہوں۔ لیکن اگر تم کو یہ منظور نہیں ہے تو میں اطاعت کے لئے مستعد ہوں۔ آخر عمرو بن العاصؓ نماز پڑھاتے رہے۔ جب یہ لوگ بنی قُضاعہ[۱] میں پہنچے اور اُن کا سارا علاقہ طے کیا تو آخری حد پر اُن کی جماعت ملی۔ اُس پر مسلمانوں نے حملہ کیا وہ لوگ بھاگے اور منتشر ہو گئے۔ اِس کے بعد عوف بن مالک الاشجعیؓ کو خبر دے کر مدینہ روانہ کیا۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ سُلسُل ایک چشمہ تھا اِسی وجہ سے اس غزوہ کو ذات السّلاسل کہتے ہیں۔ ابن قیمؒ نے امام احمدؒ صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذات السّلاسل میں جیش بھیجا تو ابو عبیدہؓ کو مہاجرین پر اور عمرو بن العاصؓ کو اعراب پر امیر مقرر کیا۔ اور فرمایا کہ مُتفق رہو۔ اور حکم دیا کہ بکر پر حملہ کرو۔ لیکن عمرو بن العاصؓ نے قضاعہ پر حملہ کر دیا اِس لئے کہ بکریں اُن کے خالو تھے کیونکہ بنی بکر کی ایک عورت عاص بن وائلؓ کی ماں تھی۔ اِس پر مغیرہ بن شعبہؓ۔ ابو عبیدہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہم پر امیر مقرر کیا ہے اور ابن فلاں نے قومیت کی پاسداری کی ہے آپ کو اس میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختلاف سے بچنے کا اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ گو عمرو بن العاصؓ نے نافرمانی کی ہے۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہؓ نرم طبیعت کے آدمی تھے۔ دُنیا کی رغبت نہ تھی۔ امارت کے خواہشمند نہ تھے اِس لئے اُنھوں نے کاوش نہ کی۔ بعض اُمور کے متعلق حضرت عمر بن الخطابؓ اور عمرو بن العاصؓ میں بھی کچھ ناراضگی پیدا ہو گئی تھی۔ حضرت صدیقؓ

---

[۱] قُضاعہ بالضم اسم ابی قبیلۃ ۱۲ منہ

نے حضرت عمر بن الخطاب رضؓ کو روکا۔

اِس غزوہ میں ایک اور اہم واقعہ پیش آیا۔ رات بہت سرد تھی عمرو بن العاص رضؓ کو احتلام ہو گیا اُنھوں نے غسل نہ کیا تیمم کر کے اپنے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا۔ آپ نے کہا کہ اے عمروؓ! تم نے جنابت کی حالت میں امامت کی اور نماز پڑھائی۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! جان کا خطرہ تھا اور خدا نے فرمایا ہے۔ لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور اُن سے کچھ نہ کہا۔ بظاہر چونکہ یہ تھوڑے ہی روز پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضورؐ کو اُن کا تالیف قلب مقصود تھا اس لئے کچھ نہ فرمایا ورنہ اگر یہ واقعی صاحبِ عذر بھی تھے تو حضرت صدّیق رضؓ حضرت عمر رضؓ۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضؓ کے ہوتے ہوئے ایسی حالت میں امامت کیوں ضروری تھی حالانکہ حضورؐ نے اُن کو بھی باوجود تیمم کے جُنبی کہا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر بھی کافی نہ تھا۔ اور تیمم سے جنابت بھی دفع نہ ہوئی تھی واللہ اعلم۔

سریۂ خبط

اِس کے بعد رجب ۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ قبیلۂ جُہینہ[1] کی جانب سیف البحر یعنی ساحل بحر بھیجا۔ یہ جگہ مدینہ سے پانچ منزل ہے اس جماعت میں حضرت عمر بن الخطاب رضؓ بھی تھے۔ خبط درخت کی پتیوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ صحابہ کرام نے زادِ راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اِس سفر میں درختوں کی پتیاں کھائی تھیں اِس لئے اِس سریہ کو سریہ خبط کہتے ہیں۔ اِس سریہ کا قصہ بالتفصیل صحیحین میں موجود ہے۔

ابن قیم اور ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس سریہ کا ۸ھ میں بھیجنا صحیح نہیں ہے اِس لئے

[1] جُہینہ بضم جیم و فتح ہائے ہوز بعدہٗ تحتانیہ ساکن بعدہٗ نون تصغیر کے وزن پر کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

کہ رسول اللہؐ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایام ہُدنہ میں آپ نے کوئی سریہ قریش یا اُن کے کسی حلیف کی جانب بھیجا ہو۔ رسول اللہؐ اپنی طرف سے عہد شکنی کبھی نہ کرتے تھے بلکہ بہت بُرا سمجھتے تھے اِس لئے یہ قصّہ غالباً ۶ھ کا یعنی حُدیبیہ سے پہلے کا ہے۔ لیکن مولانا شاہ عبدالحق صاحب نے شیخ الاسلام ابن العراقی سے نقل کیا ہے کہ یہ قصّہ فتح مکہ سے تھوڑا پہلے اور قریش کی عہد شکنی کے بعد کا ہے اِس لئے کوئی منافات نہیں ہے۔ بظاہر یہی صحیح ہے۔ اِس لئے کہ حضورؐ رمضان میں فتح مکہ کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ اور رجب میں اِس سریہ کو بھیجا تھا درمیان میں صرف شعبان کا مہینہ رہ جاتا ہے۔ اِس لئے قریش کی عہد شکنی کے بعد فتح مکہ کا اہتمام آپؐ نے رجب میں شروع کر دیا ہو گا۔ اور اُسی اہتمام میں غالباً ایک سریہ بھی ہو۔

صحیحین میں متعدد طریقوں سے یہ قصّہ مروی ہے بعض روایات کا بعض سے کچھ خفیف اختلاف بھی ہے ہم اُن روایات کا ملخص لکھتے ہیں اور اختلاف و تطبیق وغیرہ کی طویل بحث یہاں مناسب نہیں سمجھتے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے تین سو۳۰۰ آدمی ساحلِ بحر پر ارضِ جُہینہ کی طرف بھیجے۔ اُن میں مَیں بھی تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضورؐ نے امیر مقرر کر دیا تھا۔ لیکن وہاں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور ہم لوگوں کو ایک مہینہ یا کم و بیش وہاں رہنا پڑا۔ ہم لوگوں کے ساتھ زادِ راہ تھا اور حضورؐ نے بھی ایک جراب میں کھجوریں ساتھ دی تھیں۔ وہ سب ختم ہو گیا۔ ایک روز تین۳ اونٹ ذبح ہوئے۔ دوسرے روز پھر تین۳ اونٹ ذبح ہوئے۔ تیسری روز پھر تین۳ ذبح ہوئے۔ اِس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اونٹ ذبح کرنے والے قیسؓ بن سعد بن عبادہؓ تھے۔ حضرت جابرؓ کہتے

ف حضرت سعد بن عبادہؓ کے صاحبزادے ہیں اور اپنے والد کی طرح یہ بھی بڑے سخی مشہور ہیں جیش العسرۃ میں اتنا خرچ کیا کہ قرضدار ہو گئے تھے۔ ان کے چہرہ پر بال نہیں نکلے تھے۔ صحابہ میں قیس بن سعدؓ شریح اور عبداللہ بن زبیر (باقی بر صفحہ ۲۸۷)

ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ انتظام کیا کہ جس کے پاس جو کچھ نادراہ رہ گیا تھا سب کو جمع کرایا۔ اور سب کو ایک ایک مٹھی کھجوریں تقسیم کیں روزانہ اسی طرح تقسیم کرتے۔ پھر یہ نوبت ہوئی کہ ہر شخص کو صرف ایک کھجور ملتی تھی۔ اسی کو چوس کر پانی پیتے تھے۔ اور اپنی لکڑیوں سے درختوں کے پتے توڑ کر کھاتے تھے۔

ہم لوگوں کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ دریا سے ایک بہت بڑی مردہ مچھلی کنارہ پر آ لگی۔ جو ایک بڑے تودہ کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے پہلے کہا کہ یہ مردہ ہے اور مردہ کھانا جائز نہیں۔ لیکن پھر اس پر سب متفق ہوئے کہ ایسی حالت میں تو مردہ بھی جائز ہے۔ اٹھارہ روز یا اس سے زیادہ سب نے اس میں سے کھایا۔ روزانہ ایک بیل کے برابر ٹکڑا اس میں سے کاٹ لیتے تھے۔ اور اسی کی چربی جلاتے تھے۔ اس کے اضلاع کی دو ہڈیوں کو ابو عبیدہؓ نے کھڑا کیا۔ اور سب سے لمبے اونٹ پر سب سے زیادہ لمبا آدمی چن کر سوار کیا اور اس کے نیچے سے جانے کے لئے کہا تو چلا گیا۔ جب ہم لوٹ کر مدینہ آئے اور رسول اللہؐ سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ خدا نے تم لوگوں کے لئے رزق بھیجا تھا۔ اگر اس میں سے کچھ گوشت ہو تو لاؤ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا اور آپؐ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

یہ سریہ اس بات پر حجت ہے کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے اس لئے کہ حضورؐ نے رجب میں یہ سریہ بھیجا۔ دوئم اس میں یہ دلیل ہے کہ دریا کی مچھلی گو وہ مردہ ہو حلال ہے کیونکہ گو صحابہ نے مجبوری کی حالت میں کھایا لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بغیر مجبوری کے کھایا۔ سوئم معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہؐ کا حکم اور نص نہ معلوم ہو تو جزئیات مسائل میں ضرورت کے وقت اپنی رائے پر عمل درست ہے جیسا کہ صحابہؓ نے اس سریہ میں

(بقیہ صفحہ ۲۸۶) رضی اللہ عنہم کو داڑھیاں نہ نکلی تھیں جوانمردی۔ دلیری۔ اور سخاوت میں ان کا شہرہ تھا۔ اور جنگوں میں ان کی رائے کا بڑا اثر تھا بڑے صاحب تدبیر تھے ۱۲ منہ

کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قائم رکھا۔

فتح مکہ

قریش کی عہد شکنی اور فتح مکہ کا سبب

صلح حدیبیہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے کرے۔ اور جو قبیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے کرے۔ اور اسی بنا پر بنی بکر نے وہیں قریش سے معاہدہ کیا تھا۔ اور بنی خزاعہ[1] نے رسول اللہؐ سے۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب تھے اور اُن دونوں مین اِسلام کے قبل سے عداوت چلی آ رہی تھی اور یہی عداوت فتح مکہ کا سبب بنی۔ امام السیر محمد بن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے ایک شخص مالک بن عباد حضرمی بنی بکر کے ایک سردار اسود بن رزن کا حلیف تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے نکلا جب ارض خزاعہ کے وسط میں پہنچا تو اُس کو بنی خزاعہ نے قتل کر دیا اور اُس کا مال و اسباب لے لیا۔ چونکہ وہ بنی بکر کا حلیف تھا اس لئے بنی بکر نے اُس کے بدلہ میں بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ اِس واسطے بنی خزاعہ نے اِسلام سے تھوڑا پہلے اسود بن رزن الدیلی کے لڑکوں کو قتل کر دیا۔ اُن کے نام سلمی۔ کلثوم۔ اور ذؤیب تھے اور یہ بنی کنانہ کے بڑے معزز لوگ تھے۔ ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی الدیل[2] کے ایک شخص نے بیان کیا کہ ایام جاہلیت میں ہم لوگوں کی دیت ایک تھی۔ لیکن بنی الاسود بن رزن کی دو دیت تھی۔

ان دو قبیلوں میں یہ اختلافات چل رہے تھے۔ اور بنی بکر بنی الاسود کا بدلہ نہ لینے پاتے تھے کہ اسلام کی تبلیغ شروع ہو گئی۔ اور سارے کفار اسلام کی مخالفت میں مشغول

[1] خزاعہ بضم خائے معجمہ و تخفیف زائے معجمہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

[2] بنی الدیل بکسر دال مہملہ وسکون یائے تحتانیہ و بضم دال مہملہ وسکون ہمزہ کذا فی المغنی عن الزرکشی اسی طرف منسوب ہیں۔ نوفل بن معاویہ الدیلی وغیرہ بکسر دال مہملہ وسکون یائے تحتانیہ ۱۲ منہ۔

ہو گئے۔ جب حدیبیہ میں صلح ہوئی ہو تو بنی بکر قریش کے معاہد ہو گئے۔ اور بنی خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور ہدنہ کے ایام کو غنیمت سمجھ کر بنی خزاعہ سے بدلہ لینا چاہا۔ اور یہ سب کچھ بنی الدیل نے کیا جو بنی بکر کے جزو تھے اور اُسی جزو میں سے الاسود بن الرزن تھا۔ بنی الدیل کا سردار نوفل بن معاویہ الدیلی بنی الدیل کو لے کر بنی خزاعہ پر حملہ آور ہوا اور بنی خزاعہ کا ایک چشمہ تھا الوتیر وہاں اُن کے ایک شخص کو قتل کیا۔ باقی بنی خزاعہ بھاگے اور بنی الدیل نے اُن کو قتل کرنا شروع کیا۔ قریش نے بنی بکر کی امداد کی اُن کو آلاتِ حرب بھی دیئے اور شب کے وقت چھپ کر لڑے اور بنو خزاعہ کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ بھاگ کر حرم میں چلے گئے۔ اور بنو بکر نے اپنے سردار سے کہا کہ اے نوفل ہم لوگ حرم میں آگئے ہیں اب رُک جاؤ۔ مگر وہ فتح کے جوش میں تھا اور بڑی سخت بات اُس کی زبان سے نکلی۔ اُس نے کہا کہ آج کوئی خدا نہیں ہے اے بنی بکر بدلہ وصول کرو کیا حرم کی عزت میں اپنا بدلہ چھوڑ دو گے۔

منبّہ بنی خزاعہ کا ایک ضعیف شخص الوتیر پر تھا۔ اور اُس کی قوم کا ایک شخص تمیم بن اسد اُس کے ساتھ تھا۔ منبّہ نے کہا کہ تمیم تم اپنی جان بچاؤ۔ میرا کیا ہے ہم تو مرے ہوئے ہیں ہم کو قتل کریں یا چھوڑ دیں۔ میرا تو بنی خزاعہ کا یہ حال دیکھ کر دل بھر گیا ہے۔ تمیم تو وہاں سے ہٹ گیا۔ لیکن منبّہ کو بنی بکر نے واقعی وہیں پر قتل کر دیا۔ جو بنو خزاعہ بھاگ کر مکہ گئے تھے۔ وہ مجبور ہو کر بُدَیل بن ورقا[ل] اور اس کے غلام رافع کے مکان میں چھپے۔

الغرض بنو بکر اور قریش نے مل کر بنو خزاعہ پر خوب ظلم کیا۔ اور اس وجہ سے عملاً قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا۔ کیونکہ بنو خزاعہ رسول اللہ کے معاہد تھے۔ عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ آ کر رسول اللہ سے امداد چاہی۔ اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

[ل] بُدَیل بن ورقا یہ مسلمان ہوئے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے یا پہلے ہو چکے تھے۔ بضم موحدہ و فتح مہملہ ۱۲ منہ۔

حضورؐ سے استعانت اور قریش کا اضطراب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمروؓ بن سالمؓ[1] آئے اور ایک قصیدہ پڑھا اِس میں مظالم کی پوری داستان بیان کی۔ پہلے وتیر پر پھر مسجد حرام میں اور رکوع و سجود کی حالت میں بنو خزاعہ کا قتل ہونا۔ اور حرم میں مارا جانا بیان کیا۔ اِس کے بعد کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہو چکے تھے اُس کے بعد مظلوم قتل کیے گئے۔ پھر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد کیجئے۔

فانصر ہداک اللہ نصراً ابداً

حضورؐ نے یہ سب سُنا اور وہیں سے آواز دی نصرت یاعمرو بن سالمؓ۔ پھر حضورؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کیا اور کہا کہ یہ ابر کا ٹکڑا ابھی بنی کعب کی نُصرت چاہتا ہے۔

بُدیل بن ورقا

اِس کے بعد بُدیل بن ورقا۔ بنو خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ اور سب حال رسول اللہؐ کو سُنایا۔ اور بتایا کہ قریش نے کس کس طرح بنو بکر کا ساتھ دیا۔ اور اِس کے بعد لوٹ گئے اِس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اب ابوسفیان آیا ہی چاہتا ہے۔ بُدیل وغیرہ جارہے تھے تو عُسفان میں اُن کو ابوسفیان مِلا۔ اور پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ خزاعہ کی اس وادی تک ہم لوگ گئے تھے۔ پوچھا کہ کیا تم محمدؐ کے پاس نہیں گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ لیکن ابوسفیان کو شبہ ہوا اُس نے کہا کہ اِن کے اونٹوں کی مینگنیاں دیکھو اگر بُدیل مدینہ گیا ہوگا تو اُس میں کھجور کی گٹھلیاں نکلیں گی مینگنی دیکھنے کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ بُدیلؓ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گیا ہے۔

[1] عمرو بن سالم خزاعی بنی مُلیح سے تھے مُلیح بصیغۂ تصغیر اور آخر میں حائے مہملہ۔ ابن اسحاق نے ان کے سب اشعار کو لکھا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہو گئے تھے اِس لئے ان کا شمار صحابہؓ میں ہے سہیلی نے اس پر طعن کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ۔

ابوسفیان کی کوشش

اس کے بعد ابوسفیان مدینہ آیا۔ پہلے اپنی لڑکی ام المومنین ام حبیبہ رض[۱] کے پاس گیا انھوں نے اس کو دیکھ کر فرش اُٹھا دیا۔ اُس نے پوچھا کہ بیٹی تو نے فرش اُٹھا دیا۔ فرش کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھ کو فرش کے قابل نہ سمجھا۔ انھوں نے کہا کہ یہ رسول اللہؐ کا فرش ہے اور تم مشرک اور نجس ہو اس لئے ہم نے پسند نہ کیا کہ تم رسول اللہؐ کے فرش پر بیٹھو۔ یہ سُن کر وہ وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہؐ کے پاس گیا۔ مقصد بیان کیا مگر رسول اللہؐ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ تب ابوبکر صدیق رض کے پاس گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تب حضرت عمر بن الخطاب رض کے پاس گیا۔ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ ہم تیری سفارش رسول اللہؐ سے کریں۔ ہم تو خود کسی حال میں تجھ سے جہاد ترک کرنا نہیں چاہتے۔ وہاں سے حضرت علی رض کے پاس گیا۔ حضرت علی رض کے پاس حضرت فاطمہ رض بھی تھیں۔ اور حضرت حسن رض بن علی رض سامنے کھیل رہے تھے۔ اُس نے کہا کہ اے علی رض تم قوم میں رحیم ہو۔ ہم ایک ضرورت سے یہاں آئے ہیں کیا اسی طرح ناکام واپس چلے جائیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم محمدؐ سے میری سفارش کر دو۔ حضرت علی رض نے فرمایا کہ اے ابوسفیان ہم لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ رسول اللہؐ کے ارادہ میں مداخلت کریں۔ تب ابوسفیان حضرت فاطمہ رض سے مخاطب ہوا کہ اے بنتِ محمدؐ! کیا تم یہ کر سکتی ہو کہ اپنے لڑکے کو اجازت دو کہ لوگوں کو اپنے جوار میں لے اور سارے عرب کا آخر زمانہ تک سردار سمجھا جائے۔ حضرت فاطمہ رض نے کہا کہ اوّل تو میرا لڑکا ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا۔ دوئم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی جوار لے سکتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اے ابوالحسن رض! معاملہ سخت ہو گیا ہے کوئی تدبیر بتاؤ۔ حضرت علی رض نے فرمایا کہ میں کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا مگر تم بنی کنانہ کے سردار ہو۔ خود ہی لوگوں کے سامنے اپنے جوار کا اعلان کر دو۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا یہ مفید ہوگا۔ حضرت علی رض نے کہا کہ میرا گمان تو ایسا نہیں ہے مگر اس کے سوا اور کوئی صورت بھی نہیں

---

[۱] یہ ابوسفیان کی لڑکی اور معاویہ رض کی بہن تھیں ۱۲ منہ۔

معلوم ہوتی۔

ابوسفیان وہاں سے مسجد میں آیا۔ اپنے جوار کا اعلان کیا۔ پھر اُونٹ پر سوار ہوکر روانہ ہوگیا۔ مکہ آیا تو سب نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اُس نے پوری حالت بیان کی تو سب نے پوچھا کہ کیا محمدؐ نے تیرے جوار کو قبول کیا؟ کہا کہ نہیں۔ تو سب نے کہا کہ یہ تو علیؓ نے تیرے ساتھ مذاق کیا۔ اس نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم اس کے سوا اور کوئی صورت تھی ہی نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ

رسول اللہؐ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔ اور اپنے اہل کو بھی حکم دیا کہ سلاح جنگ درست کریں۔ مگر کسی کو حضورؐ نے یہ نہ بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے۔ حضرت صدیقؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ سلاح جنگ نکال رہی ہیں۔ پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے۔ کہا کہ ہاں۔ پوچھا کہ کیا تم جانتی ہو کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا کہ واللہ یہ معلوم نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ نے ایک خط محض انداز پر قریش کو لکھا کہ رسول اللہؐ کا ارادہ جنگ کا معلوم ہوتا ہے۔ سامان درست ہو رہا ہے گو یہ معلوم نہیں کہ کس طرف کا ارادہ ہے۔ مگر میرا گمان ہے کہ قریش پر حملہ ہوگا۔ اور یہ خط ایک عورت کو دیا کہ قریش تک پہنچا دے۔ وہ روانہ ہوئی اور خدا نے رسول اللہؐ کو اطلاع دی کہ حاطب نے کیا کیا ہے۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا۔ لیکن صحیحین میں خود حضرت علیؓ سے مفصل واقعہ مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا کہ تم لوگ روضۂ خاخ[1] میں جاؤ وہاں ایک عورت ہے اور اُس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اُس سے لے لو۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ گھوڑوں پر سوار ہوکر وہاں پہنچے اور عورت کو بھی پایا

[1] روضۂ خاخ۔ دو خائے معجمہ درمیان میں الف۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ تمام روایتیں اور تمام علماء اس پر متفق ہیں لیکن بخاری کی ایک روایت ابوعوانہ سے ہے کہ حاج ہے بجائے مہملہ وجیم ہے وہ غلط ہے ابوعوانہ کو دھوکہ ہوا ہے ۱۲ منہ۔

کہا کہ تیرے پاس خط ہے نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس خط تو نہیں ہے۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے پہلے اِس کے اسباب میں تلاش کیا۔ نہ ملا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں کہا۔ نہ ہم لوگ جھوٹ بولے۔ خط نکال نہیں تو ہم تجھ کو ننگا کر کے تلاش کریں گے۔ جب اس نے اس طرح ان کو مستعد دیکھا تو کہا کہ اچھا ہٹ جاؤ۔ یہ لوگ ہٹ گئے تو اُس نے اپنے سر کی چوٹی کھولی اور اُس میں سے خط نکال کر دیا۔ یہ لوگ اُس خط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ پڑھا گیا تو وہ خط حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے بعض مشرکین مکہ کے نام تھا اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کی اُن کو خبر دی گئی تھی۔ رسول اللہؐ نے حاطبؓ کو بلوایا اور کہا کہ حاطبؓ یہ کیا ہے؟ حاطبؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں عجلت نہ فرمائی جائے خدا کی قسم میں خدا اور خدا کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں۔ نہ میں نے دین بدلا ہے نہ مُرتد ہوا ہوں۔ یہ کام میں نے ارتداد یا کفر کی وجہ سے نہیں کیا۔ وجہ صرف یہ ہوئی کہ میری بیوی بچے مکہ میں ہیں۔ اور وہاں اُن کا کوئی حامی نہیں ہے۔ اِس لئے کہ میں باہر کا آدمی ہوں قریش کا صرف حلیف تھا اُن سے رشتہ نہیں ہے اور دوسرے مہاجرین قریش ہیں۔ اُن کے اقربا۔ اُن کی حمایت کے لئے وہاں موجود ہیں۔ اِس لئے نسبی تعلق نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اُن کی ہمدردی اِس طرح حاصل کرنی چاہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچی بات تم لوگوں سے کہہ دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے ہم اس منافق کو قتل کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ! یہ حاطبؓ بدر میں شریک ہوا ہے۔ تم کو کیا معلوم ہے اگر خدا نے اہل بدر کے ارادوں سے واقف ہو کر کہا ہو کہ جو تمہارا دل چاہے کرو خدا نے تم کو بخش دیا۔ حضرت عمرؓ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور کہا کہ خدا اور خدا کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

مدینہ سے روانگی

حضورؐ اس کے بعد دس رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ خود بھی روزہ سے تھے اور صحابہ بھی۔ جب مقام کدید میں پہنچے تو حضورؐ نے بھی

افطار کیا اور صحابہ نے بھی۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ کدید مج اور عُسفان کے درمیان ہے۔ اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ کدید پانی کی جگہ ہے۔ قدید اور عُسفان کے درمیان۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ کدید وہی جگہ ہے جس کو پیچھے قدید کہنے لگے۔ اور بخاری میں اِسی فتح مکہ کے باب میں اور ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سفر کیا۔ جب عُسفان پہنچے تو پانی مانگا۔ اور لوگوں کو دِکھلا کر دن کے وقت پانی پی کر افطار کیا۔ بہر کیف اِس کے بعد آپ مرّ الظہران آئے۔ اور آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے۔

حضرت عباسؓ و ابو سفیانؓ

اس سفر میں جب حضورؐ مدینہ سے چل کر جحفہ پہنچے تو وہاں حضورؐ کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب مع اہل وعیال کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہو کر اور مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور اس سے پہلے جب آپؐ مقام ابواء میں تھے تو آپ کے چچا کے لڑکے ابوسفیانؓ[1] بن حارث بن عبدالمطلب۔ اور آپ کی پھوپھی کے لڑکے عبداللہ[2] بن ابی امیہؓ جو ام المومنین ام سلمہؓ

---

[1] یہ ابوسفیانؓ رسول اللہ صلعم کے بڑے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور انھوں نے حضرت حلیمہؓ سعدیہ کا دودھ بھی پیا ہے۔ اس لئے حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ انھوں نے پہلے رسول اللہ صلعم کی ہجو میں بہت اشعار لکھے تھے۔ لیکن جب مسلمان ہوئے تو بڑے صادق مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد ہی غزوۂ حُنین میں جب لوگ بھاگ گئے تھے تو یہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ حضور صلعم نے ان کو جنّت کے جوانوں کا سردار کہا ہے ۱۲ منہ۔

[2] عبداللہ بن ابی امیہ رسول اللہ صلعم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب لڑکے ہیں۔ اُن کے والد ابی امیہ زاد الراکب رسول اللہ صلعم کے پھوپھا تھے۔ اور وہی ام المومنین ام سلمہؓ کے والد ہیں اس لئے یہ عبداللہ حضرت ام سلمہؓ کے سوتیلے بھائی ہیں۔ بعثت کے بعد یہ رسول اللہؐ کے شدید مخالف ہو گئے تھے۔ لیکن آخر فتح مکہ کے وقت ابوسفیان بن الحارث کے ساتھ سقیا اور عروج کے درمیان حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور محمد ابن اسحاقؒ و موسےٰ بن عقبہ دونوں لکھتے ہیں کہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے۔ صحیحین میں کسی جگہ ان کا ذکر آتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کا خیال ہے کہ اُن کے علاوہ حضرت اُم سلمہؓ کے کسی اور بھائی کا نام بھی (باقی بر صفحہ ۲۹۵)

کے سوتیلے بھائی بھی تھے حاضر ہوئے۔ ان دونوں صاحبوں کی حاضری کی جب حضورؐ کو خبر دی گئی تو آپؐ نے اُن سے ملنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں نے بہت تکلیفیں دی تھیں۔ اور ابوسفیان نے قصائد میں حضورؐ کی سخت ہجو کی تھی۔ مگر ام المومنین ام سلمہؓ نے حضورؐ سے اُن کی بہت سفارش کی۔ اور ابوسفیانؓ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا قصور معاف نہ کیا تو ہم اپنے چھوٹے بچوں کو لے کر عرب کے ریگستان میں چلے جائیں گے۔ اور دانہ پانی چھوڑ دیں گے۔ تاکہ اس طرح تڑپ کر بھوکے پیاسے مرجائیں۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں کو مشورہ دیا۔ کہ رسول اللہؐ کے پاس اُن کے سامنے سے جاؤ۔ اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم بھی کہو کہ ہم گنہگار تھے خدا نے آپؐ کو ہم پر غالب کیا اب آپؐ جو چاہیں کریں۔ ان لوگوں نے اسی طرح کیا۔ حضورؐ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ جب قصور معاف ہو گیا تو ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار لکھے۔ اور اس سے پہلے جہالت کی وجہ سے جو کچھ ہجو میں لکھا تھا اُس کی معذرت کی۔ اور اس کے بعد نہایت سچے اور ثابت قدم مسلمان رہے۔ کبھی حیا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر نہیں اُٹھاتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ ہمیں اُمید ہے کہ ابوسفیانؓ ہمارے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔

ابوسفیانؓ کا اسلام

حضورؐ جب مرّ الظہران[1] میں پہنچے تو حکم دیا کہ ہر شخص اپنی آگ علیحدہ روشن کرے۔ اور حضرت عباسؓ کو قریش کی حالت پر افسوس

(بقیہ صفحہ ۲۹۴) عبداللہ بن ابی امیہ تھا۔ چنانچہ ابن عیینہ کی ایک روایت اصابہ میں لکھتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے بعد مسلم بن عقبہ نے جب مدینہ میں بیعت لینا چاہی تو حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ کو بیعت کا مشورہ دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[1] مرّ الظہران۔ بفتح میم وشدۃ الراء وفتح ظاء معجمہ واسکان ہاء مخفف ونون مکہ کے قریب ایک جگہ ہے جو اب وادیٔ فاطمہ مشہور ہے کذا فی حواشی ابی داؤد ۱۲ منہ۔

ہوا۔ وہ سمجھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قوت کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ تو قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ رات کے وقت رسول اللہؐ کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے نکلے کہ قریش کو اس کی اطلاع دیں اور پیغام دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی چاہو اور صلح کر لو ورنہ خیر نہیں ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر اُن کو یہ پتہ نہ تھا کہ حضورؐ مرّ الظہران میں پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے ابوسفیان بن حرب۔ حکیم بن حزام۔ بُدیل بن ورقاء اس تلاش میں نکلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لگائیں۔ یہاں آئے تو دیکھا کہ اس قدر آگ روشن ہے۔ اُن کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ جماعت کس کی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے تو اتنی آگ کبھی نہیں دیکھی تھی۔ بُدیل بن ورقا نے کہا کہ بنوخزاعہ معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ بنوخزاعہ قلیل اور ذلیل ہیں یہ تعداد اور یہ شوکت اُن کی کہاں؟

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچانی اور کہا کون ہے اباحنظلہ۔ اُس نے کہا کون ابوالفضل۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا اے ابوالفضل! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ رسول اللہؐ ہیں اپنے اصحاب کے ساتھ اب قریش کی خیر نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ کیا تدبیر کی جائے تمہارے صدقہ جائیں بتاؤ۔ میں نے کہا کہ تم کو تو یہ لوگ دیکھ لیں تو ابھی قتل کر دیں گے۔ تم میرے پیچھے بغلہ پر بیٹھ جاؤ ہم تمہارے لئے رسول اللہؐ سے امن طلب کریں گے۔ وہ بغلہ پر بیٹھ گیا۔ اور اُس کے ساتھی مکہ واپس گئے۔ ہم اُس کو لے کر چلے جب کسی آگ کے پاس پہنچتے تو لوگ پوچھتے کہ کون ہے؟ پھر پہچان کر کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغلہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔

جب عمر بن الخطابؓ کی آگ کے پاس پہنچے تو پوچھا کون ہے؟ پھر خود عمرؓ اٹھ کر دیکھنے آئے۔ اور ابوسفیان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔ الحمدللہ کہ تجھ پر بلا کسی عہد یا شرط کے موقع ملا۔ اور پھر رسول اللہؐ کی طرف اجازت لینے کے لئے تیز چلے۔ میں نے بھی بغلہ کو

دوڑایا اور پہلے پہنچ گیا۔ مگر فوراً عمرؓ بھی پہنچے اور کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیجئے کہ اس عدوّ اللہ کو قتل کر دوں۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اِس کو اپنے جوار میں لیا ہے۔ عمرؓ نے بہت کچھ اس کے بارے میں کہنا شروع کیا۔ تو میں نے کہا کہ اے عمرؓ! اگر بنی عدی بن کعب کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز یہ اصرار نہ کرتے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے عباسؓ! آپ یہ کیا کہتے ہیں؟ خدا کی قسم آپ کا اسلام مجھ کو میرے باپ خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا اِسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اچھا اس کو اس وقت لے جاؤ اور صبح کے وقت میرے پاس لاؤ۔ صبح کے وقت اُس سے رسول اللہؐ نے کہا کہ اے ابوسفیان! بڑا افسوس ہے کہ تجھ پر اب تک یہ بات ظاہر نہ ہوئی کہ خُدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ کیسے حلیم ہیں اور کیسے کریم ہیں۔ صلہ رحم کا آپؐ کو کتنا خیال ہے۔ بیشک اب میرا گمان ہے کہ خُدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو ہم لوگوں کی امداد کرتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! کیا اب تک تیری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ میں خُدا کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ کیا حلم ہے، کیسا کرم ہے اور کیسا صلۂ رحم ہے لیکن اس امر کے متعلق میرے دل میں ابتک تردّد ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ ارے کلمہ پڑھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اِسلام قبول کر۔ ورنہ ابھی لوگ تیری گردن مار دیں گے۔ پس اُس نے کلمہ پڑھا اور شہادت دی۔ اور مسلمان ہوا۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے۔ اُس کے لئے کوئی امتیازی بات عطا فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ جو ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔

پھر حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ روانگی کے وقت ابوسفیان کو کہیں گزرگاہ

کے تنگ مقام پر رکھو تاکہ وہ خدا کی فوج کو دیکھے حضرت عباسؓ نے یہی کیا۔ قبیلہ قبیلہ کے لوگ روانہ ہونا شروع ہوئے۔ جب کوئی قبیلہ آتا تو پوچھتا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا یہ بنی سلیم ہیں۔ کہا بنی سلیم سے ہمیں سروکار نہیں ہے۔ دوسرا قبیلہ آیا تو پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا مزینہ۔ کہا مزینہ سے ہمیں سروکار نہیں۔ اسی طرح ہر قبیلہ کو پوچھتا اور کہتا بنی فلاں سے ہمیں سروکار نہیں۔ اس کے بعد جب قبیلۂ خضراء میں مہاجرین و انصار کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور سب لوہے میں غرق تھے۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ سبحان اللہ اے عباسؓ! یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے مہاجرین و انصار ہیں۔ کہا کہ اِن لوگوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے اے عباسؓ تمہارے بھتیجے کی سلطنت بڑی زبردست ہو گئی۔ عباسؓ نے کہا کہ اے ابوسفیان! یہ نبوت کی طاقت ہے۔ اُس نے کہا ہاں ہاں ٹھیک ہے۔

انصار کا علم سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جب ابوسفیان کے سامنے آئے تو کہا آج جنگ کا دن ہے۔ آج خدا نے خوں ریزی حلال کر دی ہے۔ آج خدا نے قریش کو ذلیل کر دیا ہے۔ اِس کے بعد جب رسول اللہؐ سامنے آئے تو ابوسفیان نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے نہیں سُنا۔ سعدؓ کیا کہتے ہیں؟ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا کہتے ہیں۔ کہا کہ اُنھوں نے اِس اِس طرح کہا ہے۔ اِس پر مہاجرین کو بھی چونکہ وہ قریش تھے رنج ہوا۔ حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمن ابن عوفؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہمیں اطمینان نہیں ہے کہ اگر سعدؓ کو قریش پر صولت حاصل ہو جائے تو کیا ہو جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سعدؓ نے غلط کہا۔ آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج خدا نے قریش کو صحیح عزت دی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آدمی بھیجا جس نے سعدؓ سے علم لے کر اُن کے لڑکے قیس بن سعدؓ[1] کو دیدیا۔ یہ بظاہر صرف قریش صحابہ کے اطمینان کے لئے کیا گیا۔ ورنہ حضرت سعدؓ سے علم لینا مقصود نہ تھا کیونکہ ان سے لے کر

[1] قیس بن سعد بن عبادہؓ۔ ان کا ذکر سریۂ خبط میں ہو چکا ہے ۱۲ منہ۔

اُنہی کے لڑکے کو دیا گیا۔ لیکن ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ سے عَلَم لے کر حضرت زبیرؓ کو دیا گیا۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا اِس لئے کہ عَلَم انصار کا تھا۔

اِس کے بعد ابو سفیان بعجلت مکہ گیا۔ اور بلند آواز سے پکارا کہ اے قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگئے اور کسی کو اُن سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے۔ یہ سُنکر ابو سفیان کی عورت ہندؔ بنت عتبہ نے غصہ میں اُس کی مونچھ پکڑ لی۔ اور چلائی کہ اے بنی کنانہ! اِس کم بخت کو قتل کر دو۔ یہ کیا بک رہا ہے۔ اور اُس نے بہت گالیاں دیں۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ابو سفیان نے کہا کہ اِس وقت اِن باتوں سے کچھ نہ ہوگا۔ کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو میرے گھر میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ارے کم بخت خدا تجھ کو ہلاک کرے۔ تیرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے۔ ابو سفیان نے کہا کہ جو اپنا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو بھی امن ہے۔ لوگ بھاگے کوئی مسجد کی طرف گیا کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکہ میں داخلہ

اِس کے بعد رسول اللہؐ کَدَآء[1] کی طرف سے مکہ میں داخل ہوتے۔ کَدَآء بفتح کاف و مد ثنیۃ علیا میں حجون[2] یعنی جنت المعلےٰ کی طرف ہے۔ اور اِسی

---

[1] قاموس میں ہے کہ کداء اسماء کے وزن پر عرفات کا نام ہے اور ایک پہاڑ کا نام ہے جو اعلیٰ مکہ میں ہے۔ جس طرف سے رسول اللہؐ مکہ میں داخل ہوتے تھے اور سُمّی کے وزن پر یعنی بضم سین و فتح میم و تشدید یائے تحتانیہ ایک پہاڑ ہے اسفل مکہ میں جس طرف سے آپؐ نکلے اور یہی ایک اور پہاڑ کا نام ہے جو عرفہ کے قریب ہے اور قُرَیّ بضم قاف فتح راء و فتح تحتانیہ کے وزن پر ایک پہاڑ کا نام ہے جو یمن کے راستہ میں ہے اور کدا منقوصہ طائف میں ایک ثنیۃ ہے صاحب قاموس کہتے ہیں کہ متاخرین نے اس کی تفصیل میں غلطی کی ہے اور تقریباً تیس۳۰ اقوال اس میں ہیں مگر صحیح یہی ہے جو ذکر ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[2] حجون حائے مہملہ مفتوحہ بعدہٗ جیم مضموم بعدہٗ واو و نون۔ ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ ایک پہاڑ ہے شعب الجزارین کے قریب بعض کہتے ہیں کہ مکہ کی ایک جگہ ہے۔ مدارج النبوت میں ہے کہ یہ وہی مقام ہے جس کو اب جنت المعلےٰ کہتے ہیں۔ حجون میں قریش کا قبرستان تھا اور وہیں حضرت خدیجہؓ مدفون ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

مقام پر آپ کے لئے قُبّہ نصب کیا گیا۔ اور خالد بن الولیدؓ کو حکم دیا کہ کُدیٰ کی طرف سے مکّہ میں داخل ہوں۔ کُدیٰ بضم کاف و قصر ثنیّہ سفلیٰ میں ہے۔ حضرت خالدؓ میمنہ پر مقرر تھے اور اُن کے ساتھ اسلم۔ سلیم۔ غفار۔ مزینہ۔ جہینہ۔ اور دوسرے عرب قبائل تھے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ غیر مُسلّح لوگوں پر امیر تھے۔ اور باہر وادی میں تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ وہ رجالہ یعنی پیدل پر امیر تھے۔ بعض میں ہے کہ حُسّر پر یعنی غیر مُسلّح لوگوں پر۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ خالد بن الولیدؓ کو آپ نے فرمایا کہ اگر قریش کا کوئی شخص متعرض ہو تو اُس کو کاٹ کر ڈال دو۔ اور ہم سے صفا پر آ کر ملو۔

عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان بن امیہ۔ اور سہیل بن عمرو نے خندمہ[1] میں سُفہاء قریش اور مختلف قبائل کے اوباش کو جمع کیا تھا۔ اور حماس بن قیس بن خالد جس نے پہلے سے سلاح حرب درست کر کے لڑنے کی تیاری کی تھی۔ انہی لوگوں کے ساتھ آ کر شریک ہوا تھا۔ اُن لوگوں نے کچھ شرارت بھی کی تھی۔ کرز بن جابر الفہریؓ۔ اور خنیس بن خالد بن ربیعہؓ کو شہید کر دیا تھا۔ یہ دونوں صحابہ خالدؓ کے لشکر میں تھے۔ مگر لشکر سے جُدا ہو کر دوسرے راستہ سے جا رہے تھے کہ اُن کو کُفّار نے شہید کر دیا۔ خالدؓ کو معلوم ہوا تو پلٹے اور اُن کو قتل کرنا شروع کیا۔ بارہ مشرکین مارے گئے بقیہ بھاگے اور حماس بھی بھاگا۔

ابن اسحاق نے حماس کا ایک لطیفہ لکھا ہے۔ یہ جب اہتمام سے اپنے آلات کو درست کر رہا تھا تو اُس کی عورت نے کہا کہ یہ کس سے لڑنے کا اہتمام ہے۔ اُس نے کہا کہ محمدؐ اور اُن کے اصحابؓ سے۔ عورت نے کہا کہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کے سامنے یہ کچھ کام نہ آئے گا اُس نے کہا کہ دیکھ تو میں قوم کی کیسی خدمت کرتا ہوں۔ اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب

[1] ابن اثیر کہتے ہیں کہ خندمہ مشہور پہاڑ ہے مکّہ کا۔ خندمہ بفتح خائے معجمہ و سکون نون و فتح دال مہملہ و میم مفتوح ۱۲ منہ۔

یہ تھا کہ اگر وہ لوگ آج آئے تو دیکھ لیں گے کہ مجھ میں کچھ نقص نہیں ہے۔ کامل سلاح اور تمام آلات میرے پاس ہیں۔ جب یہ بھاگ کر پیچھے گھر گیا تو اسی عورت نے کہا کہ وہ دعوے کیا ہوئے۔ اس نے اس وقت بھی اشعار پڑھے جس کا یہ مطلب ہے۔

کاش تو خندمہ میں ہوتی	صفوان اور عکرمہ سب بھاگ گئے

ایسی تلواریں ہم پر جھکیں جو بازوؤں اور سروں کو اڑا رہی تھیں۔

ہمارے اطراف میں دلیروں کا ہمہمہ تھا	اور ضربات کی صدا کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔

اس وقت میری ملامت میں کچھ نہ کہہ

دخول مکہ کی تفصیل صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایتوں میں ہے کہ رسول اللہؐ نے میمنہ پر خالد بن الولیدؓ کو۔ میسرہ پر حضرت زبیرؓ کو مقرر کیا۔ اور غیر مسلح لوگوں پر حضرت ابوعبیدہؓ کو مقرر کیا جو بطن وادی میں تھے اور حضورؐ خود اپنی ایک جماعت میں تھے۔ قریش نے اوباش واتباع کو جمع کیا تو حضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو آواز دی۔ انھوں نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہؐ وسعدیک۔ حضورؐ نے فرمایا کہ انصار کو بلاؤ اور صرف انصار کو انصار دوڑتے ہوئے آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کی شرارت دیکھتے ہو۔ سب نے کہا کہ ہاں دیکھتے ہیں۔ آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو پھیلا کر اس پر دوسرا ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ سب کو صاف کر دو۔ اور اس کے بعد مجھ سے صفا پر ملو۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ چلے۔ اور ہم میں سے جو شخص جس کافر کو قتل کرنا چاہتا تھا قتل کرتا تھا۔ لیکن دشمن کا کوئی شخص ہماری طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ ابوسفیان نے یہ حال دیکھا تو رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا یا رسول اللہؐ! قریش تباہ ہوئے۔ اب قریش کا نام دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امان ہے۔ جو شخص سلاح اتار دے اس کو امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اس کو امان ہے۔

انصار نے جب قریش جیسے دشمنوں کے ساتھ رسول اللہؐ کی اس عنایت کو دیکھا تو اُن کو بتقاضائے فطرتِ انسانی شبہ ہوا اور آپس میں بولنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم اور اپنے وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت حضورؐ پر نزول وحی کے آثار شروع ہوئے۔ اور جس وقت وحی نازل ہوتی تھی کوئی شخص نظر اُٹھا کر رسول اللہؐ کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ الغرض جب وحی نازل ہو چکی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے معشر انصار! تم لوگوں نے کہا ہے کہ اس شخص پر قوم اور وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ خُدا کی قسم یہ نہیں ہے۔ میں خُدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مَیں نے خُدا کی طرف اور تمھاری طرف ہجرت کی۔ اب میری زندگی تمھاری زندگی کے ساتھ ہے، اور میری موت تمھاری موت کے ساتھ ہے۔ یہ سُن کر انصار پر رقّت طاری ہوئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! یہ کلمہ ہم لوگوں نے محض جذبۂ شوق کی وجہ سے کہا تھا۔ یعنی اِس لئے کہ حضورؐ کی جُدائی ہمیں پسند نہ تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے۔ خُدا نے تمھاری تصدیق کی ہے۔ اور تم کو اس کلام میں معذور رکھا ہے۔

بیت اللہ کا داخلہ حضورؐ کا علم حجون میں۔ جس کو جنّت المعلےٰ کہتے ہیں مسجد فتح[1] کے قریب نصب کیا گیا۔ پھر حضورؐ بیت اللہ کی طرف چلے۔ خاص مہاجرین و انصار آپ کے آگے پیچھے اور اطراف میں ساتھ تھے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے حجر اسود کا استلام کیا۔ اُس کے بعد سواری پر طواف کیا اور اُس روز آپؐ احرام کی حالت میں نہ تھے اِس لئے صرف طواف پر اکتفا کیا۔ طواف کی حالت میں قوس آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور بیت اللہ کے اطراف میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بُت نصب تھے۔ آپ قوس سے بُت کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے تو مُنہ کے بل گر جاتا اور مُنہ کی طرف اشارہ کرتے تو پیٹھ کے بل گر جاتا۔

---

[1] یعنی جہاں پیچھے مسجد فتح بنائی گئی ۱۲ منہ۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اسی روز مکہ کے دوسرے بڑے بڑے بُت توڑے گئے۔ صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ یہ دو قدیم بُت تھے۔ قریش کا اُن بُتوں کے متعلق یہ اعتقاد تھا کہ قومِ جرہم کے یہ دو عورت و مرد تھے اور بیت اللہ میں زنا کیا تھا اس لئے مسخ کر دیئے گئے۔ باوجود اس اعتقاد کے اُن کی پرستش کرتے تھے۔ مکہ میں ایک بڑا بُت ہبل تھا یہ جب توڑا گیا تو حضرت زبیر بن العوام رض نے ابوسفیان سے کہا کہ یہی معبود ہے جس پر تجھ کو ناز تھا۔ اور غزوۂ اُحد کے روز کہتا تھا اعل ھُبل۔ ابوسفیان نے کہا اب اُس قصہ کو چھوڑو۔ اور اُس خیال پر اب سرزنش نہ کرو۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خُدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو وہ ہم لوگوں کی مدد کرتا۔ اور آج حالت دوسری ہوتی۔ کعبہ کی دیوار میں جو بُت بلندی پر نصب تھے اور وہاں ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اُس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض کو اپنے کاندھے پر سوار کیا۔ اس طرح حضرت نے اُن کو توڑا اور گرا دیا۔

جب حضور ؐ طواف سے فارغ ہوتے تو عثمان بن طلحہ رض کو بُلایا۔ اور اُن سے کعبہ کی کلید لے کر دروازہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت اسمٰعیل ؑ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اور اُن کے ہاتھوں میں قمار کے تیر ہیں۔ حضور ؐ نے فرمایا کہ خدا ان کفار کو غارت کرے یہ دونوں جلیل القدر انبیا ہیں کبھی اُن لوگوں نے جوا نہیں کھیلا۔ اور دیکھا کہ لکڑی کے دو کبوتر تھے اُن کو حضور ؐ نے اپنے ہاتھوں سے توڑ دیا۔ اور تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ تصویریں مٹا دی گئیں۔

نماز و خطبہ

ہجوم کی وجہ سے حضور ؐ نے بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اندر آپ کے ساتھ حضرت بلال رض اور حضرت اُسامہ رض رہ گئے۔ اِس کے بعد دروازہ کے سامنے والی دیوار کی طرف آپ ؐ گئے۔ جب دیوار سے تین ذرع کا فاصلہ رہ گیا تو ٹھہر گئے۔ اور وہیں پر آپ ؐ نے نماز پڑھی۔ اِس کے بعد بیت اللہ کے اطراف میں آپ ؐ گھومے۔ اور ہر گوشہ پر

توحید اور تکبیر کی آواز بلند کی۔ اس کے بعد دروازہ کھولا۔ قریش مسجد میں بھر گئے تھے اور صفیں بنا کر انتظار کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر کھڑے ہوئے اور دروازہ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور بعض رسوم جاہلیت کے متعلق فرمایا کہ یہ سب آج باطل ہیں اور میرے پیروں کے نیچے ہیں۔ ثار، قصاص۔ اور دیت کے پہلے قواعد کو آج سے باطل ٹھہرایا اور قتل خطا اور شبہ عمد میں دیت مغلظہ اور دیت غیر مغلظہ کے فرق کی تعیین و تحدید فرمائی اور کہا کہ اے معشر قریش! تمھارا جاہلیت کا فخر۔ آباء کے نسب پر بڑائی کا اظہار اب خدا نے تم سے ہٹا دیا۔ سب انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر آیت پڑھی کہ خدا نے تم سب کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ اور شعوب و قبائل میں محض اس لئے تقسیم کر دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ ورنہ خدا کے نزدیک مکرم وہی ہے جو زیادہ مُتّقی اور پرہیز گار ہو۔

اِس کے بعد حضورؐ نے پوچھا کہ اے قریش! تمھارا کیا خیال ہے کہ میں تمھارے ساتھ اب کیسا سلوک کروں گا سب نے کہا کہ بھلائی۔ آپؐ خود کریم ہیں۔ کریم کی اولاد ہیں اس لئے آپؐ سے خیر ہی کی اُمید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ جاؤ تم لوگ چھوڑ دیئے گئے۔ انتم الطلقاء

حجابہ وسقایہ

اِس کے بعد حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! کعبہ کی کُنجی ہمیں عنایت فرمائی جائے تاکہ سقایہ اور حجابت دونوں بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں۔

سعید بن المسیّبؒ کہتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلبؓ نے اس روز کلید کعبہ کے لئے بڑی کوشش کی۔ اور بعض بنی ہاشم کو بھی اس مطالبہ میں اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا۔ سقایہ حضرت

عباس رضؓ کے ہاتھ میں تھا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حجابت حضرت علی رضؓ اپنے لئے طلب کرتے تھے یا حضرت عباس رضؓ کے لئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عثمان بن طلحہ رضؓ کہاں ہیں؟ وہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم لوگوں میںؑ رہے گی یہ کلید تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ کعبہ کی کلید پہلے بھی عثمان بن طلحہ رضؓ کے پاس رہا کرتی تھی۔ اور وہ سوموار اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی غیر دن میں دروازہ کھولنے کی خواہش رسول اللہ صؐ نے اُن سے کی۔ اُنھوں نے بڑی سختی سے انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عثمان! ایک دن ایسا ہوگا کہ یہ کنجی میرے اختیار میں ہوگی اور ہم اپنے اختیار سے جس ہاتھ میں چاہیں گے رکھیں گے۔ عثمان نے کہا کہ شاید اُس روز سارے قریش ہلاک ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ قریش کی اصلی عزت کا دن ہوگا۔ فتح مکہ کے روز جب اُس کنجی کا بنی ہاشم نے مطالبہ کیا تو حضورؐ نے عثمان کو بُلا کر کہا کہ آج تو وعدہ کے پورا ہونے کا دن ہے اور اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ کنجی تم لوگوں میں رہے گی۔ جب عثمان کلید لے کر چلے تو حضورؐ نے اُن کو بُلایا۔ اور وہ قصّہ یاد دلایا۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ شیبی جو اب کعبہ کے کلید بردار ہیں وہ شیبہ بن عثمان بن طلحہ کی اولاد میں سے ہیں لیکن دوسری روایت ہے کہ آپؐ نے کعبہ کی کلید شیبہ بن عثمان الاوقص بن ابی طلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عبدالدار القرشی العبدری کو دی تھی اُن کی اولاد شیبی ہیں۔ یہ شیبہ غزوۂ حنین میں مسلمان ہوئے۔ اور اُن کا باپ عثمان بن ابی طلحہ غزوۂ اُحد میں کافر قتل ہوا۔ اور شیبہ کی ماں مصعب بن عمیر کی بہن ام جمیل ہند بنت عمیر تھیں۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز کلید کعبہ شیبہ اور عثمان کو دی اس وقت سے عثمان کے پاس رہی اُن کے انتقال کے بعد شیبہ نے لے لی اور شیبہ کے بعد ان کی اولاد میں اب تک ہے بظاہر عثمان اور شیبہ چچا زاد بھائی تھے۔ عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبداللہ بن عبدالعزیٰ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی دی اور جو مسلمان ہوئے اُن کا چچا تھا عثمان ابن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ جو اُحد میں کفر کی حالت میں مرا اور جو شیبہ کا باپ تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

بیشک آپ خدا کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہوئے۔

فتح مکہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن طلحہ کلید ملنے کے بعد فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ لیکن حضرت خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ کے اسلام کا قصہ اصحاب سیر جہاں لکھتے ہیں وہاں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عثمان بھی اسی وقت ان لوگوں کے ساتھ مسلمان ہو چکے تھے۔ بظاہر دونوں اشکال سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ کعبہ کی کلید فتح کے بعد غیر مسلم کو بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیتے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پہلے ہو چکے تھے۔ لیکن اگر پہلے مسلمان ہو چکے تھے تو اب تک قریش نے ان کے پاس کلید کیسے رہنے دی یہ بھی مستبعد ہے شاید مکہ میں اپنے اسلام کا انہوں نے پہلے اعلان نہ کیا ہو۔ اور مسلمان پہلے ہو چکے ہوں اعلان اس روز ہوا ہو واللہ اعلم۔

کعبہ میں پہلی اذان

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ پر چڑھ کر اذان دو۔ اس وقت قریش کے بڑے بڑے شرفا۔ ابوسفیان بن حربؓ۔ عتابؓ بن اسید۔ حارث بن ہشام وہیں علیحدہ فناء کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا کہ اچھا ہوا خدا نے اسید کو اٹھا لیا اور یہ سننے کے لئے زندہ نہ رکھا جس کو وہ سن نہیں سکتے تھے۔ حارث نے کہا کہ ہم تو اگر سمجھ لیں کہ حق یہی ہے تو اس کی اتباع کریں۔ ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کچھ نہ بولیں گے۔ ہم بولیں تو یہ کنکریاں جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دیں گی۔ اس کے بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو کچھ تم لوگ بولے اس کا علم ہمیں ہو گیا ہے۔ پھر ایک ایک کے کلام کو حضورؐ نے ان کے سامنے دہرایا اسی وقت عتاب بن اسیدؓ اور حارث بن ہشام مسلمان ہو گئے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری باتوں سے کوئی واقف نہ تھا جس پر ہم شبہ بھی کر سکیں۔ یقیناً آپ کا علم خدا کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضورؐ ام ہانیؓ کے مکان میں تشریف لے گئے۔ غسل کیا اور آٹھ رکعتیں نماز

پڑھیں۔ کسی نے سمجھا کہ یہ صلوٰۃ الضحیٰ تھی۔ کسی نے کہا کہ فتح کے شکریہ میں یہ نماز آپؐ نے پڑھی تھی۔ واللہ اعلم۔

عام معافی باستثناء چند جب فتح مکہ حاصل ہوگئی اور چین ہوگیا تو آپ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ لیکن چند مرد و عورتوں کو اس معافی سے مستثنیٰ کیا۔ اور حکم دیا کہ یہ جہاں ملیں قتل کئے جائیں گو وہ استار کعبہ میں لپٹے ہوئے ہوں۔ ابن قیم نے اُن کی تعداد نو لکھی ہے مگر اور لوگوں نے زیادہ لکھی ہے۔ اُن میں بعض قتل کئے گئے۔ بعضوں نے اسلام قبول کیا وہ معاف کر دیئے گئے ان کا خلاصہ لکھتا ہوں۔

۱۔ عبدالعزمی بن خطل یہ مسلمان ہوگیا تھا۔ صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ خدمت کے لئے ایک مسلمان کو اُس کے ساتھ کیا گیا۔ کام میں کچھ اس کی مرضی کے خلاف ہوا تو اُس مسلمان کو قتل کر دیا۔ اور قصاص کے خوف سے صدقات کے جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ گیا۔ اعلان کے بعد معلوم ہوا کہ کعبہ کے پردہ میں چھپا ہوا ہے۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ اُس کو وہیں قتل کر دو۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ سعیدؓ بن حریث مخزومیؓ[1] اور ابوبرزہ اسلمیؓ[2] دونوں نے مل کر اُس کو قتل کیا۔

۲۔ صفوان ابن امیہ اسلام کی مخالفت میں مشہور شخص ہے۔ بھاگ کر یمن جا رہے تھے جدہ جا چکے تھے عمیر بن وہب الجحیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے لئے امن کی خواہش کی۔ حضورؐ نے امن دیا اور اس کی نشانی میں اپنا عمامہ دیا۔ یہ جا کر اُس کو لائے۔ اُس نے آکر رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ عمیرؓ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے معاف

---

[1] سعید بن حریث کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور اپنے بھائی عمرو بن حریث سے بڑے تھے ۱۲ منہ

[2] مشہور صحابی ہیں نام میں بہت اختلاف ہے۔ ابن حجر نے ان کے نام میں نضلہ بن عبید کو ترجیح دی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ یہ اہواز میں خوارج کے قتال میں شریک تھے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ صفین اور نہروان کی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ خراسان میں ان کا انتقال ہوا ۱۲ منہ۔

کر دیا گیا یہ صحیح ہی، حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے ہمیں دو مہینوں کی مہلت دی جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم کو چار مہینوں کی مہلت ہے۔ بعد میں غزوۂ حنین کے وقت مسلمان ہو گئے۔ مگر مؤلفۃ القلوب میں تھے۔

۳۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ یہ ابو جہل کے صاحبزادے تھے اِس لئے اُن کی دشمنی کا کیا کہنا۔ یہ بھاگ کر یمن چلے گئے لیکن ان کی زوجہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام۔ جو ابو جہل کی بھتیجی تھیں مسلمان ہو گئیں۔ اور اپنے شوہر عکرمہ کے لئے معافی بھی چاہی۔ حضورؐ نے معاف کر دیا۔ یہ خود یمن گئیں اور معافی کا حال بیان کیا۔ عکرمہ کو بڑا تعجب ہوا کہ مجھ کو اور محمدؐ نے معاف کر دیا۔ آخر اپنی زوجہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوئے۔ اور اس کے بعد صادق مسلمان رہے۔

صفوان ابن امیۃ کی زوجہ اور عکرمہ بن ابی جہل کی زوجہ دونوں مسلمان ہو چکی تھیں۔ اور ان کے شوہر بھاگ بھی چکے تھے مگر جب بعد میں وہ دونوں مسلمان ہوئے تو اُن کو اپنی اپنی زوجہ کے ساتھ پہلے ہی نکاح پر رہنے کی حضورؐ نے اجازت دی۔

۴۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح یہ پہلے مسلمان تھے اور کاتب وحی بھی تھے۔ مگر مُرتد ہو گئے اور جھوٹی جھوٹی باتیں مشہور کر کے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے اِن کے قتل کا حکم ہوا۔ لیکن یہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے اُنھوں نے اِن کے لئے سفارش کی۔ حضورؐ دیر تک ساکت رہے۔ آخر معاف کر دیا۔ لیکن صحابہؓ سے فرمایا کہ ہم نے دیر اس لئے کی تھی۔ کہ کوئی اس کو قتل کر دے۔ صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ فرمایا کہ نبی اشارہ سے قتل نہیں کیا کرتا۔ بہر کیف یہ بعد میں صادق مسلمان رہے۔

۵۔ حُویرث بتصغیر ابن نقید بن وہب شاعر تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو لکھتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔

۶۔ مِقیس بکسر میم وسکون قاف وفتح تحتانیہ۔ ابن صُبابہ بضم صاد اس کو نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ نمیلہ بنون ہے۔

۷۔ ہبّار بن الاسود بفتح ہا۔ وتشدید موحدہ۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ہجرت کے وقت حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچائی تھی اور اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ بہت عرصہ تک اِدھر اُدھر چھپا رہا۔ اور صحابہؓ اُس کی تلاش میں تھے۔ آخر تنگ آکر ایک روز خود یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ میں گنہگار اور قصوروار تھا۔ مگر خدا نے میری ہدایت کی۔ اور مسلمان ہوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور کہا کہ میں آپ سے سخت شرمندہ ہوں۔ اور مجھ سے بڑی زیادتیاں ہوئی ہیں اِس اعتراف اور معذرت کے بعد رسول اللہؐ نے اُس کو سزا دینا یا قتل کرنا پسند نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں نے ہبّار کو معاف کر دیا۔

۸۔ حارث بن طُلاطِلہ بضم طا اُولٰے وکسر طا ثانیہ بڑا موذی تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔

۹۔ کعب بن زہیرؓ۔ یہ ۹ھ میں اپنے بھائی کے ساتھ حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں مشہور قصیدہ بانت سعاد پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بہت خوش ہوئے معاف کیا اور اپنی چادر عنایت فرمائی[۲]۔

۱۰۔ وحشی قاتل حضرت حمزہؓ۔ حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ حضورؐ نے اس کی زبان سے حضرت حمزہؓ کے قتل کا حال سُنا۔ اس کو چھوڑ دیا مگر کہا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ گو یہ مسلمان ہو گیا تھا مگر آخر عمر تک شراب پیتا رہا۔ اور اُسی حالت میں مرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کو منظور نہ تھا کہ حمزہؓ کا قاتل یوں بخش دیا جائے۔

---

[۱] نمیلہ بن عبداللہ اللیثی یہ مِقیس کی قوم میں سے تھے ۱۲ منہ

[۲] اِن کا ذکر آگے آتا ہے ۱۲ منہ

۱۱- عبداللہ بن زبعریٰ - یہ بھی شاعر تھا۔ بعد میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو معاف کر دیا۔

عورتیں

۱۲- ہند بنت عتبہ اسلام کی بڑی دشمن تھی۔ حضرت حمزہؓ کا اسی نے مثلہ کیا تھا۔ اور فتح مکہ کے وقت تک اِس کی دشمنی کا یہ حال تھا کہ اپنے شوہر ابوسفیان کی مونچھ پکڑ لی تھی۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ چہرہ چھپا کر اور عورتوں کے ساتھ آکر مسلمان ہوئی۔ اِس کے بعد ظاہر کیا کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ اُس کی بیعت کا قصہ صحیحین میں بہت دلچسپ ہے۔ بیعت کے وقت بھی جرح کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا۔

۱۳۔۱۴- قریبہ بتصغیر و قرتنا بفتح قاف وسکون را۔ و فتح تا۔ و نون۔ یہ دونوں ابن خطل مذکور کی لونڈیاں تھیں۔ اور گانا جانتی تھیں۔ اور گا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھیں۔ قُریبہ تو قتل کی گئی۔ لیکن قرتنا بھاگی اور بعد میں آکر مسلمان ہو گئی۔

۱۵- ازبت۔ یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی قتل ہوئی۔

۱۶- سارہ۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ وہی عورت ہے جس کی معرفت حاطب ابن ابی بلتعہؓ نے قریش کو خط بھیجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کو حضرت علیؓ نے قتل کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گئی۔ اور اصابہ میں ہے کہ یہ بنی المطلب کی لونڈی تھی اور اسی کے پاس حاطب کا خط تھا۔ فتح کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امن دیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ اس فہرست میں نہیں آتی۔

۱۷- ام سعد۔ یہ بھی قتل کی گئی مگر اس کا مزید حال معلوم نہیں۔

دوسرا خطبہ فتح کے دوسرے روز رسول اللہؐ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اِس کے بعد کہا کہ اے لوگو! خدا نے مکہ کو اُسی روز

حرم بنایا جس روز آسمان و زمین کو پیدا کیا، یہ جگہ خود خدا کے حرم بنا دینے سے حرم ہے۔ اور قیامت تک حرم رہے گی۔ کوئی شخص جو خدا اور قیامت پر ایمان لایا ہو اُس کے لئے جائز نہیں ہے کہ یہاں خون بہائے۔ یا یہاں کے درخت کو کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتال کی وجہ سے قتال کی یہاں اجازت دے تو اُس کو کہدو کہ خُدا نے صرف اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اجازت دی تھی۔ تم کو خُدا نے اجازت نہیں دی ہے۔ میرے لئے دن کے ایک حصّہ میں یہاں قتال حلال کیا گیا۔ لیکن آج پھر اُس کی حُرمت ویسی ہی قائم ہو گئی جس طرح کل تھی۔ اور جو لوگ اِس وقت موجود ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ اس خبر کو اُن تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ انصار کا یہ شبہ کہ حضورؐ یہاں رہ جائیں گے۔ اور حضورؐ کا یہ فرمانا کہ معاذ اللہ المحیا محیاکم والممات مماتکم۔ گو صفا پر اِس خطبہ کے بعد ہوا تھا واللہ اعلم۔

انہی ایام میں یہ قصّہ ہوا کہ حضورؐ طواف کر رہے تھے۔ فُضالہ بن عُمیر بن الملوح نے ارادہ کیا کہ اِس وقت رسول اللہؐ کو قتل کر دیں۔ اتنے میں حضورؐ اُن کے پاس پہنچے اور کہا کہ کون ہے؟ فضالہ نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ! آپؐ نے فرمایا کہ ابھی دل میں کیا سوچ رہے تھے۔ فضالہ نے کہا کہ کچھ نہیں خدا کا ذکر کر رہا تھا۔ حضورؐ مُسکرائے اور فرمایا کہ استغفار کرو استغفار۔ پھر فضالہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ فضالہ خود کہتے ہیں کہ حضورؐ کے ہاتھ اُٹھانے سے پہلے ہی مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ خدا کی مخلوق میں حضورؐ سے زیادہ ہمیں کوئی محبوب نہیں ہے۔

انہدام اصنام

اس کے بعد حضورؐ نے اہتمام کیا کہ مکہ سے باہر۔ اطراف میں جو بڑے بڑے بُت ہیں اُن کو منہدم کر دیا جائے۔ چنانچہ لات۔ منات۔ عزّیٰ کے انہدام کے لئے آپؐ نے آدمی بھیجے۔ حضورؐ کے مُنادی نے تمام مکہ میں اعلان کیا کہ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھروں میں کوئی بُت نہ رہنے دے۔ نخلہ میں عرب کے نامی اور مشہور بُت عزّیٰ کا صنم خانہ تھا۔ جب رمضان کے پانچ دن باقی رہے تو آپؐ نے

حضرت خالد بن الولیدؓ کو تیس سواروں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ وہ اُس کو منہدم کر کے واپس آئے تو حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے وہاں کچھ دیکھا بھی۔ کہا کہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تب تو ابھی وہ منہدم نہیں ہوا ہے۔ جاؤ اس کو پھر منہدم کرو۔ یہ غصّہ میں اپنی تلوار نکالے ہوئے پھر پہنچے۔ تو ایک عورت سیاہ۔ ننگی۔ منتشر بال نکلی۔ اور بتخانہ کا خادم شور کر رہا تھا۔ انھوں نے اُس عورت کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ عزّیٰ تھی۔ اور اب تمھارے ملک میں اس کی پرستش نہ ہوگی۔ یہ عزّیٰ قریش اور تمام بنی کنانہ کا سب سے بڑا بُت تھا۔ اور بنی شیبان اس کے خادم تھے۔

ہُذیل کا مشہور بُت سواع تھا۔ اس کو منہدم کرنے کے لئے عمرو بن العاصؓ کو بھیجا۔ یہ جب وہاں پہنچے تو اس کے خادم نے کہا کہ کیا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ اِسے منہدم کر دیں۔ اُس نے کہا کہ ایسا نہ کر سکوگے۔ میں نے کہا کیوں۔ اُس نے کہا کہ وہ مدافعت کرے گا۔ میں نے کہا کہ کیا تو اب تک باطل پر ہے افسوس۔ کیا وہ کچھ دیکھتا سُنتا ہے؟ اِس کے بعد میں قریب گیا اور منہدم کیا اور میرے ساتھیوں نے اُس کے بیت خزانہ کو گرایا مگر کچھ اُس میں نہیں تھا۔ اِس کے بعد میں نے خادم سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ میں مسلمان ہو گیا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

مناۃ۔ اَوس۔ خزرج۔ اور غسّان وغیرہ کا مشہور بُت تھا۔ اُس کا صنم خانہ مشلّل میں قدید کے قریب تھا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زید اشہلی کو بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ بیس سوار گئے۔ وہاں کے خادم نے کہا کہ کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ مناۃ کا انہدام۔ اُس نے کہا کہ تم جانو اور وہ۔ سعد انہدام کے لئے بڑھے تو ایک ننگی عورت جس کے سر کے بال منتشر تھے سینہ پیٹتی ہوئی نکلی۔ خادم نے کہا کہ مناۃ یہ تیرے نافرمان بندے ہیں۔ سعد نے بڑھ کر اُس عورت کو قتل کیا۔ پھر اُس کے صنم کو منہدم کیا۔ اور بیت خزانہ کو گرایا مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا۔

خالدؓ بن ولید الیٰ بنی جَذِیمہ

خالد بن ولیدؓ جب عزّیٰ کو منہدم کر کے آئے تو اُن کو حضورؐ نے بنی جذیمہؑ کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا۔ مقاتلہ کا اُن کو حکم نہ تھا۔ یہ تین سو پچاس مہاجر و انصار اور بنی سلیم کے ساتھ وہاں گئے اُن سے پوچھا کہ تم لوگ کیا ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ ادا کرتے ہیں۔ ہماری مسجد ہے اذان ہوتی ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ پھر سلاح لے کر کیوں نِکلے؟ کہا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ کوئی دشمن قبیلہ ہوگا۔ یہ روایت اصحابِ سیر کی ہے لیکن بخاری میں ہے کہ وہ صاف طرح یہ بیان نہ کر سکے کہ ہم مسلمان ہیں۔ بلکہ کہا ہم صابی ہو گئے ہیں۔ یہ اِس لئے کہ جو شخص مسلمان ہوتا تھا قریش اُس کو صابی کہتے تھے۔ بہر کیف جو بھی ہو۔ حضرت خالدؓ نے اُن کو قتل کیا۔ اور اِس کے بعد گرفتار کر کے مونڈھوں پر باندھ باندھ کر اپنے لوگوں میں حفاظت کے لئے تقسیم کر دیا۔ اور صبح کے وقت حکم دیا کہ جس کے پاس جو قیدی ہے وہ اُس کو قتل کر دے۔ بنی سلیم کے پاس جو قیدی تھے ان سب کو اُنھوں نے قتل کر دیا۔ لیکن انصار اور مہاجرین نے قتل نہ کیا۔ بلکہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا کہ خداوندا میں اِس سے بری ہوں جو خالدؓ نے کیا۔ خداوندا! میں اِس سے بری ہوں جو خالدؓ نے کیا۔ اِس کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ بنی جذیمہ کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں اُن کی دیّت ادا کریں۔ اور جن کا مال ضائع ہوا ہے اُن کا مال ادا کریں۔

اس معاملہ کے متعلق حضرت خالدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں کچھ سُوءِ مزاجی بھی ہو گئی تھی۔ حضورؐ نے کہا کہ خالدؓ چپ رہو۔ اگر تمھارے لئے اُحد کا پہاڑ سونا بن جائے اور تم سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ تاہم تم میرے صحابی میں سے کسی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور کچھ روز تک حضورؐ اس بارے میں حضرت خالدؓ سے ناراض بھی رہے۔

؁ بنی جذیمہ بجیم مفتوح بعدہٗ ذال معجم مکسور بعدہٗ تحتانیہ ساکن بعدہٗ میم مفتوح ۱۲ منہ

حکم اراضیٔ مکّہ و مکاناتِ مکّہ

سیاق قِصّہ فتح سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مکّہ عنوۃً فتح ہوا۔ کفار سے کسی قِسم کی صلح نہ ہوتی۔ نہ کوئی صلح نامہ مُرتب ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ اپنی فوج کا میمنہ میسرہ مرتب کیا۔ ایک طرف سے حضرت خالدؓ اور دوسرے طرف سے حضرت زبیرؓ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ مکّہ میں داخل ہوئے عکرمہ اور صفوان وغیرہ نے کچھ اوباش کو لے کر مقابلہ کیا اور شکست کھاکر بھاگے۔ فتح کے بعد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خوشی سے قریش کو معاف کردیا۔ اور کہا کہ انتم الطلقاء اِس لفظ میں اِس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ہم تم کو قدرت اور اختیار حاصل ہو جانے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جس جس کو آپؐ نے چاہا اُس کے قتل کا اعلان کیا۔ اسی قتال کی وجہ سے ایک دن یا کچھ حصّہ ایک دن کا مکّہ میں حرم کا حکم نہ رہا۔ دوسرے روز آپؐ نے فرمایا کہ آج حرم کا پھر وہی حکم قائم ہوگیا جو اس سے پہلے تھا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ اب کسی شخص کو کبھی مکّہ میں قتال جائز نہیں ہے۔ اِن سب اُمور کو دیکھنے کے بعد اس میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ مکّہ جبرًا فتح ہوا۔ لیکن باوجود اس کے مکّہ کی اراضی فاتحین پر تقسیم نہیں کی گئی جیسا کہ غنیمت کا حکم ہے۔ اِس کی وجہ وہی ہے جو ہم خیبر کی اراضی کے باب میں لکھ چکے ہیں۔ اراضی کا حکم منقولات کا نہیں ہے۔ غنیمت میں سے خمس لینے کے بعد بقیہ کو غانمین پر تقسیم کر دینے کا حکم ہے۔ مگر زمین کا یہ حکم نہیں ہے۔ اُس میں امام کو اختیار ہے تقسیم کرے یا مصالح عمومی کے لئے محفوظ رکھے۔

شبہ یہ ہے کہ مفتوحہ زمین اگر تقسیم نہ کی جائے تاہم وہ مصالح عامہ کے لئے وقف رہتی ہے۔ یا امام کے قبضہ میں رہتی ہے۔ جیسا کہ خیبر وغیرہ میں ہوا۔ لیکن مکّہ میں یہ بھی نہ ہوا۔ حتےٰ کہ خود رسول اللہؐ سے صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہؐ کل آپؐ اپنے مکان میں ٹھہریں گے حضورؐ نے جواب دیا کہ کیا عقیل[1] نے ہم لوگوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ مہاجرین صحابہؓ کے مکانات پر

[1] عقیل بن ابی طالب بفتح عین مہملہ ۱۲ منہ۔

کفار نے قبضہ کر لیا تھا مگر کسی ایک مہاجر کو بھی آپ نے اُس کا مکان نہیں دلوایا۔ یہ اِس امر کی دلیل نہیں ہے کہ مکہ جبراً فتح نہ ہوا۔ ایسا کہنا واقعات کا صریح انکار ہے۔ بلکہ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی اراضی اور مکانات کا حکم دوسری جگہ سے علٰحدہ ہے۔ مکہ حج اور مناسک کی جگہ ہے۔ مسجد حرام اور صفا و مروہ منیٰ و عرفات تمام دنیا کی عبادت کے لئے مشترک ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی کی ملکیت ہو نہیں سکتی۔ مگر اِس کے سوا مکہ کی تمام زمین حرم ہے وہ بھی کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ جمہور ائمہ سلف و خلف یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی اراضی کی بیع اور مکانات کا اجارہ جائز نہیں ہے۔ اہل مکہ میں سے مجاہدؒ اور عطارؒ کا یہی مذہب ہے۔ اہل مدینہ میں امام مالکؒ صاحب۔ اہل عراق میں امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اور اسی طرح امام احمدؒ۔ اسحٰق بن راہویہؒ۔ رحمہم اللہ سب کہتے ہیں کہ اراضی مکہ کی بیع درست نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جو شخص بیوت مکہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ اس کو دار قطنی نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ امام احمدؒ نے قاسم بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بیوت مکہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ آگ کھاتا ہے۔ اسی طرح طاؤس۔ عطار اور مجاہدؒ سے بھی امتناع مروی ہے۔

لیکن باوجود اِن روایات کے علماء کی ایک جماعت ملکیت کی قائل ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ مکہ کے مکانات میں مبعث سے پہلے اور بعد ہمیشہ وراثت جاری رہی۔ اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ عقیل نے ابی طالب کے مکان پر وراثۃً قبضہ کیا اور حضورؐ نے اس قبضہ سے انکار نہ کیا۔ صفوان ابن امیہ سے ایک مکان حضرت عمرؓ نے چار ہزار درہم میں خریدا اور قید خانہ بنایا۔ معاویہؓ نے دار الندوہ خریدا۔ اِسی طرح اور مکانات کی بیع کا ذکر بھی احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ اگر وقف ہوتا اور ملکیت نہ ہوتی تو اس میں بیع اور وراثت کیونکر جاری ہوتی؟ علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ بیع اور وراثت مکانات کے ابنیہ اور عمارات

میں جاری تھی اور جاری ہے۔ یہ بلا شبہ جائز ہے۔ لیکن مکانات کی اراضی میں وراثت اور بیع جائز نہیں ہے اور عمارات وابنیہ میں بھی بیع اور وراثت جائز ہے اور ملکیت بھی ہے۔ لیکن ان کا اجارہ احادیث مذکورہ کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ مکانات کا حکم یہ ہے کہ ان پر ملکیت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے دار ام ہانی رضؓ دار خدیجہ رضؓ۔ دار ارقم۔ دار فلاں۔ دار فلاں کی نسبت جو احادیث میں آتی ہے وہ صحیح ہے۔ مگر وہ مکان اگر ویران ہو جائے اور بنا باقی نہ رہے تو دوسرا شخص اُسی جگہ مکان بنا سکتا ہے۔ باقی تعمیرات میں باوجود ملکیت کے اجارہ جو درست نہیں ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس طرح اصحاب مناسک اور مستحقین کے لئے ایک طرح کی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور چونکہ بیع اور اجارہ دونوں عقود متبائنہ ہیں اس لئے ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بعض جگہ اجارہ درست ہے بیع جائز نہیں جیسے اوقاف میں۔ اسی طرح یہاں بیع جائز ہے اور اجارہ درست نہیں جیسے مکاتب[1] غلام میں۔

دُورِ مکہ گو مملوکِ خاص ہیں مگر اس کے انتفاع سے کسی کو روکنا جائز نہیں ہے۔ امام احمدؒ صاحب روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے امیر مکہ کو لکھا کہ بیوت مکہ کو کرایہ پر نہ دیا جائے۔ انھوں نے حضرت عمر رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے اہلِ مکہ کو مکانات میں دروازہ لگانے سے منع کیا۔ تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہر سکیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے اہل مکہ کو دروازہ بند کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جس کے گھر میں دروازہ نہیں ہے وہ نہ لگائے اور جس کے مکان میں دروازہ ہے وہ بند نہ کرے۔

الغرض مکہ کی اراضی اور اس کے منافع تمام عالم کے مسلمانوں میں مشترک ہیں صرف ابنیہ

---

[1] مکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں جس سے یہ بات طے ہو گئی ہو کہ اگر وہ اتنا بدلہ ادا کرے تو آزاد ہو جائے گا وہ جب تک بدل الکتابت ادا نہ کرے غلام ہے اس لئے اُس کی بیع درست ہے لیکن اجارہ درست نہیں کیونکہ اگر مالک اُجرت لے لیگا تو وہ بدل الکتابت ادا نہیں کر سکے گا ۱۲ منہ۔

میں ملکیت خاصہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی زمین کا حکم اسلام سے قبل بھی یہی تھا۔ اس لئے مکہ کی اراضی نہ تقسیم کی جاسکتی تھی۔ نہ امام قبضہ کرکے اُس سے انتفاع حاصل کر سکتے تھے۔ اِس لئے اُس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا واللہ اعلم۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مکہ گو عنوۃً فتح ہوا مگر دوسری مفتوحہ اراضی کی طرح مکہ کی اراضی مزروعہ پر خراج نہیں لگایا جاسکتا۔ یہ معظم اور محترم جگہ ہے خدا نے خود اس کو محترم بنایا ہے اور فتح کے بعد اس کا احترام اسی طرح قائم ہوگیا جس طرح پہلے تھا۔ تمام روئے زمین کا یہ قبلہ ہے۔ مناسک کی جگہ ہے اور عبادت کا مقام ہے۔ اس کا مرتبہ اس سے افضل ہے کہ اُس پر خراج لگے جو درحقیقت زمین کا جزیہ ہے۔

خطبات عظیمہ رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے وقت دو اہم بالشان خطبے ارشاد فرمائے۔ ان دونوں خطبوں سے بہت سے علوم و مسائل پر استدلال کیا گیا ہے۔

یہ خطبات مہمات دین سے ہیں۔ پہلا خطبہ بیت اللہ کے دروازہ پر تھا جس میں آپؐ نے رسوم جاہلیت کی نفی کی۔ انساب پر فخر کو منع فرمایا۔ اور دیت مغلظہ وغیر مغلظہ کی تعیین و تحدید فرمائی جس کے ضمن میں بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اور دوسرا خطبہ دوسرے روز آپؐ نے کوہ صفا پر دیا۔ اس میں حرم کے احکام بیان فرمائے۔ حرم میں جانوروں کا مارنا۔ شکار کرنا۔ درخت کاٹنا۔ یا اذخر کے سوا کسی سبزی کا کاٹنا۔ سب کو ممنوع قرار دیا۔ اِن مسائل پر تفصیلی بحث اور ان کے جزئیات و توضیحات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اِس لئے سیرت میں اُس کی تفصیل مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

متعہ کی بقیہ بحث ہم غزوۂ خیبر میں متعہ کے حکم پر مفصل بحث کرچکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ فتح مکہ میں حضورؐ نے متعہ کی اجازت دی۔ اور سبرہ بن معبد الجہنیؓ نے متعہ کیا۔ اُس کے تین دن بعد حضورؐ نے منع کر دیا اور فرمایا کہ میں نے پہلے اجازت دی تھی لیکن اب خدا نے قیامت تک کے لئے اِس کو حرام کر دیا ہے۔ ایسی کوئی عورت

کسی کے پاس ہو تو چھوڑ دے۔ اور جو کچھ اُس کو دے چکا ہے وہ واپس نہ لے۔ سلمہ بن الاکوع رضؓ کی روایت بھی صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے عام اوطاس میں متعہ کی تین دن رخصت دی تھی پھر اُس سے منع فرما دیا۔ عام اوطاس اور عام فتح ایک ہی ہے اِس لئے اِس سے بھی مراد وہی فتح مکہ کی اجازت اور منع ہے۔

لیکن حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے زمانہ میں اور حضرت صدیق رضؓ کے ایام میں ایک مٹھی کھجور یا ایک مُٹھی ستّو پر متعہ کیا کرتے تھے حتیٰ کہ عمر بن الخطابؓ نے عمرو بن الحریث کے قصّہ کے بعد بالکل منع کر دیا۔ اور ایک حدیث حضرت عمر رضؓ سے بعض لوگوں نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں دوؔ متعہ تھے۔ ایک متعۃ النساء اور دوسرا متعۃ الحج ہم دونوں سے منع کرتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے امتناع کو تحریم پر محمول نہیں کر سکتے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اس کے منافی نہیں ہے جو رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے وقت فرمایا کہ آج سے خدا نے متعہ کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا۔ جن لوگوں نے اِس کے بعد بھی متعہ کیا بلاشبہ اُن کو فتح مکہ کے اِس امتناع کا علم نہ ہوا ہوگا۔ ورنہ وہ اِس کے بعد ہرگز ایسا نہ کرتے۔ امام نووی رحؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جابر رضؓ نے یہ اِس لئے کہا کہ ان کو حضورؐ کے مطلق منع کر دینے کا علم نہ ہوا تھا۔ حضورؐ کو حجۃ الوداع میں اِسی لئے اعلان کی ضرورت پڑی کہ بہتوں کو اُس کی خبر نہ ہوئی تھی کہ متعہ حرام ہو گیا ہے۔ حضرت صدیق رضؓ یا حضرت عمر رضؓ کے وقت میں بعض لوگ اسی دلیل پر متعہ کرتے تھے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہؐ کے وقت میں کیا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے زجراً ایسے لوگوں سے کہا کہ ہاں رسول اللہؐ کے وقت میں لوگ کرتے تھے مگر ہم منع کرتے ہیں۔ یعنی باوجود کرنے کے پھر منع ہو گیا جس سے ہم واقف ہیں۔ حاشا و کلّا حضرت عمر رضؓ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ جو چیز رسول اللہؐ کے وقت میں جائز تھی اُس کو ہم اپنی رائے سے حرام بناتے ہیں۔

بعض لوگوں نے سبرہ بن معبد الجہنی رضؓ کی روایت کو جو صحیح مسلم میں ہے محض اس وجہ سے

ناقابل حجت سمجھا ہے کہ اُس کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت نہیں کیا۔ حالانکہ ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ یہ اِس باب میں سب سے بہتر روایت ہے۔ پھر یہی لوگ، جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے متعہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کو بھی بخاری نے روایت نہیں کیا۔ دوئیم اِس روایت سے زیادہ سے زیادہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کو حُرمت کا علم نہ ہوا تھا۔

اصل یہ ہے کہ صحابہؓ نے جس کام کو خود رسول اللہؐ کے سامنے دیکھا یا رسول اللہؐ سے سُنا اس پر وہ نہایت وثوق سے قائم رہتے تھے اور بڑی مشکل سے وہ اپنے علم کے خلاف کسی کی بات کا یقین کرتے تھے۔ حالانکہ بہت سے احکام منسوخ ہو جاتے تھے اور دوسرے صحابہؓ کو ان کے نسخ کا یقینی علم ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کو متعہ کے جواز پر سخت اصرار تھا۔ باوجودیکہ اُن کو حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ نے کہا کہ یہ منع ہو گیا ہے تاہم وہ عرصہ تک اپنے خیال پر مُصر رہے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیٹھے ہوئے تھے تو عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ بعض آدمی جن کے قلوب بھی ایسے ہی اندھے ہو گئے ہیں جیسے اُن کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں[۱] وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ کیا نا سمجھی ہے رسول اللہؐ کے وقت میں ہم لوگوں نے متعہ کیا ہے۔ ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ اچھا اب آزما کر دیکھو ہم تمھیں رجم کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کو اس وقت تک اصرار تھا اور اِسی بناء پر کہ رسول اللہؐ کے وقت میں ہوا ہے لیکن اس کے بعد انھوں نے رجوع کیا جیسا کہ ان سے ثابت ہے تا بت ہے حضرت جابرؓ کا طرز بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے بھی بعد میں رجوع کیا۔ ان کی روایت کے الفاظ لکھ چکا ہوں کہتے ہیں کہ عمرؓ نے عمرو بن الحریث کے قصہ کے بعد بالکل منع کر دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے منع کو انھوں نے قبول کر لیا۔ اور مسلم میں ایک روایت ہی کہ اُن کے سامنے ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے اختلاف کا ذکر ہوا تو

---

[۱] حضرت ابن عباسؓ نابینا ہو گئے تھے ۱۲ منہ۔

انھوں نے کہا کہ عمرؓ نے بعد میں منع کر دیا ہے یعنی بظاہر انھوں نے ابن زبیرؓ کے قول کو ترجیح دی۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ منع ہو گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کر دیا اور صحابہؓ نے اُن کے نسخ کو قبول کر لیا واللہ اعلم۔

بعض قضایا

دس رمضان ۸ھ ہجری چہار شنبہ کے روز عصر کے بعد حضورؐ مدینہ سے غزوۂ فتح کے لئے روانہ ہوئے مع اختلاف الروایات۔ اور ۲۰ر رمضان کو مکہ میں داخل ہوتے اور اسی روز مکہ فتح ہوا۔ اس کے بعد رمضان کا بقیہ مہینہ۔ اور چند روز شوال کے آپؐ مکہ میں ٹھہرے۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فتح کے بعد آپ دس روز مکہ میں رہے اور ابن عباس کی روایت ہے کہ اُنیس[۱۹] روز۔ ترمذی میں ہے کہ بضع عشر کی روایت راجح ہے یعنی دس روز سے کچھ زیادہ۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ پندرہ[۱۵] روز اور یہی ابن اسحاقؒ بھی کہتے ہیں واللہ اعلم۔ اور ان ایام میں سب نے برابر نماز میں قصر کیا۔ اور اُن ایام میں بعض قضایا بھی آپؐ سے صادر ہوئے۔

سرقہ فاطمہ بنت ابی الاسد

بخاری میں حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے غزوۃ الفتح میں چوری کی حضورؐ نے حکم دیا کہ اُس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اُس کی قوم میں بڑا اضطراب پیدا ہوا سب نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو مستعد کیا کہ وہ رسول اللہؐ سے سفارش کر دیں کہ اُس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ حضرت اُسامہؓ نے جب رسول اللہؐ سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو آپؐ کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ اے اُسامہؓ! تو حدود اللہ کے خلاف سفارش کرتا ہے۔ حضرت اُسامہؓ نے معذرت کی اور کہا کہ یارسول اللہؐ! میرے لئے استغفار کیجئے۔ پھر شام کے وقت حضورؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تم سے پہلے دوسری اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ اُن میں جب کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی ضعیف کرتا تھا تو حدود قائم

کرتے تھے۔اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو ہم اس کا ہاتھ کاٹتے۔اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا اور اُس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔اور پھر وہ اچھی تائب رہیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ آیا کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہم اُن کی حاجتیں پیش کر دیا کرتے تھے۔

ابو عمرو اور ابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ جس عورت کا ہاتھ سرقہ میں کاٹا گیا تھا وہ فاطمہ بنت ابی الاسد بن عبدالاسد مخزومی تھیں یعنی حضرت ابو سلمہؓ کی بھتیجی۔بعض روایت میں اُن کی نسبت ہے فاطمہ بنت ابی الاسود بن عبدالاسد اور ابن سعدؒ لکھتے ہیں ام عمرو بنت سفیان بن عبدالاسد بہرصورت حضرت ابو سلمہؓ کے بھائی کی لڑکی تھیں۔بنی مخزوم میں یہ نہایت معزز خاندان تھا۔

زمعہ کی عورت کا لڑکا

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاصؓ کو کہا تھا کہ زمعہ کی عورت کا جو لڑکا ہے وہ میرا ہے تم اُس پر قبضہ کیجیو۔یہ جب فتح مکہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ آئے تو اُس لڑکے پر قبضہ کیا۔اور اُس کو رسول اللہؐ کے پاس لائے۔ساتھ ہی عبد بن زمعہ بھی آئے۔سعدؓ نے کہا کہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے۔عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔زمعہ کی عورت کا لڑکا ہے اور اُن کی زوجیت میں پیدا ہوا ہے۔حضورؐ نے دیکھا تو وہ لڑکا شکل میں عتبہ کے مشابہ تھا۔آپؐ نے عبد زمعہ سے کہا کہ وہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ الولد للفراش جس کی زوجیت میں پیدا ہوا اُسی کا لڑکا ہے۔اور آپؐ نے اُم المومنین سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ تم اُس سے پردہ کیجیو کیونکہ یہ لڑکا ہمیں عتبہ کے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔

غزوۂ حُنین و اوطاس

غزوۂ حُنین

حنین اور اوطاس مکہ اور طائف کے درمیان دو مقامات ہیں۔یہ غزوہ اُن دونوں مقامات کی طرف منسوب ہے۔اور اس کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے

ہیں اِس لئے کہ بنی ہوازن سے مقابلہ تھا۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ جب ہوازن کو خبر ملی کہ رسول اللہؐ نے مکہ فتح کیا۔ تو مالک بن عوف النضری نے تمام ہوازن اور ثقیف کو جمع کیا۔ اور اُن کے ساتھ بنی نضر اور بنی جشم کے سب لوگ شریک ہوئے اور سعد بن بکر اور بنی ہلال کے کچھ لوگ مگر یہ تھوڑے تھے۔ یہ سب قیس[۱] بن عیلان کے آدمی تھے۔ ہوازن کی دو جماعتوں بنی کعب اور بنی کلاب میں سے کوئی مشہور شخص شریک نہ ہوا۔ بنی جشم میں عرب کا مشہور اور نامی شہسوار درید بن الصمۃ تھا۔ مگر یہ بہت بوڑھا اندھا ہوگیا تھا۔ تبرک کا اُس کو ساتھ رکھتے تھے لیکن مواقع حرب سے خوب واقف تھا۔ اُس کی رائیں زبردست تجربوں پر مبنی ہوتی تھیں۔ اِس لئے اُس کے مشورہ پر عمل کرتے تھے۔ ثقیف کے دونوں سردار اُن کے ساتھ تھے۔ اور حلیفوں میں سے قارب بن الاسود بن مسعود۔ اور بنی مالک میں سے ذوالخمار[۲] سبیع بن الحرث بن مالک۔ اور اُس کا بھائی احمر بن الحارث بھی اُن کے ساتھ تھے۔ یہ سب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے چلے تو اپنے جانور۔ اپنی عورتیں۔ اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے لیا۔

جب یہ جماعت اوطاس میں پہنچی تو وہاں کے لوگ اس سے ملنے کے لئے جمع ہوتے اور اُنہی میں درید بن الصمۃ بھی تھا۔ درید نے پوچھا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اوطاس۔ کہا ہاں یہ مقام جنگ کے لئے خوب ہے۔ زمین اچھی ہے مگر یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں اُونٹ چلّا رہے ہیں۔ گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں۔ بکریاں ممیا رہی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ مالک نے لوگوں کے ساتھ اُن کے مال و متاع اور عورت و بچوں کو بھی لے لیا ہے۔ درید نے کہا کہ مالک کہاں ہے؟ مالک کو لوگوں نے بُلایا۔ درید بن الصمۃ نے کہا کہ مالک تو ہمیں قوم ہے

---

[۱] قیس بن عیلان بن مضر بفتح عین مہملہ وسکون تحتیہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

[۲] ذوالخمار بہ خائے معجمہ مکسورہ و فتح میم اور ذوالحمار بہ حائے مہملہ اسود عنسی ہے جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا ۱۲ منہ۔

مگر یہ ہم کیا سُن رہے ہیں۔ اُونٹ چلاّ رہے ہیں۔ گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں۔ بکریاں میمیا رہی ہیں۔ مالک نے کہا کہ ہم نے لوگوں کے مال و اسباب اور لڑکے اور عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ درید بن الصمّہ نے کہا کہ کیوں؟ مالک نے کہا اس لئے کہ ان چیزوں کی محبت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے گا۔ درید نے کہا کہ کہیں شکست خوردہ یہ سب دیکھتا ہے اگر تم کو فتح ہوئی تو صرف مرد اور تیر و تلوار کام آئے گی۔ اور اگر شکست ہوئی تو مال و عیال تم کو مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔ پھر پوچھا کہ کعبؓ و کلابؓ نے کیا کیا۔ کہا اُن میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ کہا جد و جہد کی بنیاد ہی غائب ہوگئی۔ اگر آج غلبہ اور فتح حاصل ہونی تھی تو کعب و کلاب ہرگز غائب نہ ہوتے۔ میری تو رائے ہے کہ تم سب بھی وہی کرتے جو کعب و کلاب نے کیا۔ اچھا تم لوگوں کے ساتھ کون کون ہے۔ کہا عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔ کہا یہ تو نہ نفع پہنچائیں گے نہ نقصان۔ اے مالک! ہوازن کی جماعت کو اس تہلکہ میں مت ڈال۔ ان سب کو اپنے علاقہ کے کسی محفوظ مقام میں رکھ دے۔ اور پھر آزاد ہو کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کرو۔ اگر فتح ہوئی تو یہ سب آکر تجھ سے مل جائیں گے۔ اور اگر شکست ہوئی تو تم نے اپنے اہل و عیال کو بچا لیا۔ مالک نے کہا۔ واللہ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے پھر ہوازن کے لوگوں سے مخاطب ہوا کہ اے بنی ہوازن! تم میری بات مانو ورنہ ہم ابھی خود کشی کر لیں گے اور ہم اپنی تلوار پر سینہ کے بل اڑیں گے تاکہ چھید کر پیٹھ سے نکل جائے مالک کو یہ پسند نہ تھا کہ لوگ درید بن الصمّہ کا ذکر کریں یا اُس کی عقل و تدبیر کی تعریف کریں۔ چونکہ درید بہت بوڑھا تھا۔ اور عملاً رہبری کے لائق نہ تھا سب نے کہا کہ اے مالک! ہم تیری بات پر راضی ہیں۔ درید بن الصمّہ اس کے بعد اُن سے علٰحدہ ہو گیا۔

جب اس گفتگو سے فراغت ہوئی تو مالک نے لوگوں سے کہا کہ جب تمہاری نظر مسلمانوں پر پڑے تو سب اپنی اپنی کاٹھیاں توڑ کر پھینک دیں۔ اور سب مل کر ایک ساتھ زبردست حملہ کر دیں۔ ابن اسحٰقؒ لکھتے ہیں کہ مالک نے دریافت حال کے لئے کچھ جاسوس بھیجے تھے۔ جب وہ لوٹ کر مالک

کے پاس آئے تو سب کے جوڑ جوڑ ڈر سے کانپ رہے تھے۔ مالک نے پوچھا کہ تمھاری ایسی حالت کیوں ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم دیکھ کر آ رہے ہیں کہ سفید لوگ ابلق گھوڑوں پر کچھ سوار ہیں اُن کو دیکھ کر ہماری یہ حالت ہے۔ اگر ہم اپنے مقصد کے لئے جاتے تو ایک بھی بچ کر نہ آتا۔

رسول اللہ ؐ کو جب ہوازن کے ارادہ کی خبر ملی تو آپؐ نے ابو حدرد الاسلمی کو تحقیق کے لئے بھیجا۔ اُنھوں نے جب آ کر اس خبر کی تصدیق کی تو حضورؐ نے اُن کے مقابلہ کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ معلوم ہوا کہ صفوان ابن امیہ کے پاس سلاح اور آلاتِ حرب بہت ہیں۔ آپؐ نے صفوان سے سلاح طلب کئے۔ صفوان نے کہا کہ اے محمدؐ! کیا یہ چیزیں ہم سے غصباً لینا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں عاریۃً ضمانت کے ساتھ۔ سب چیزیں تم کو واپس کر دی جائیں گی۔ صفوان نے کہا کہ اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ اُس نے ایک سو (۱۰۰) درع اور اُس کے موافق دوسرے سلاح دیئے۔ رسول اللہؐ نے اُس کی باربرداری کا انتظام بھی صفوان ہی کے سپرد کیا۔ اور صفوان نے اِس کو قبول کیا۔

اِس انتظام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو ہزار (۲۰۰۰) اہل مکہ۔ اور دس (۱۰۰۰۰) ہزار صحابہ جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور جن کے ہاتھ پر خدا نے مکہ فتح کرایا تھا۔ بارہ (۱۲۰۰۰) ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور عتاب[1] بن اَسید کو مکہ میں امیر بنا دیا۔

ابن اسحٰق حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ حنین کی وادی کی طرف جا رہے تھے۔ تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کے اندر تیز گزر رہے تھے۔ ابتداء صبح کا وقت تھا لیکن دشمن اس تنگ راستہ میں پہلے سے آ کر چھپے ہوئے تھے۔ گلیوں میں۔

---

[1] عتابؓ بالتشدید بن اَسیدؓ بفتح اول بعض روایت ہے کہ حنین و طائف سے لوٹنے کے بعد حضورؐ نے اُن کو امیر مکہ مقرر کیا اور ہو سکتا ہے کہ دونوں ہوں۔ یہ پہلے امیر مکہ ہیں۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بیس (۲۰) برس کی عمر اُن کی کچھ زیادہ تھی جب امیر مقرر ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پھر حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں یہ امیر مکہ رہے۔ فتح مکہ میں یہ مسلمان ہوئے اور فتح مکہ ہی میں حضرت بلالؓ کی اذان پر جن شرفاء قریش نے افسوس کیا تھا اُن میں ایک یہ بھی تھے مگر اس کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابو جہل کی لڑکی سے جب حضرت علیؓ نے عقد کرنا چاہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اُس لڑکی سے انہی عتابؓ بن اَسید نے عقد کیا ۱۲ منہ

گڑھوں میں۔ تنگ مقامات میں بیٹھے ہوئے تھے جس کی ہم لوگوں کو بالکل خبر نہ تھی اور ہم لوگ بے خطر جا رہے تھے۔ اور ہماری جماعت بے خطر وہاں سے گزر رہی تھی۔ اسی حالت میں اُن سب نے ہم پر ایک بار ہر طرف سے ایک ساتھ شدّت کا حملہ کر دیا۔ پھر تو یہ حال تھا کہ ہماری جماعت بے تحاشا پلٹی۔ آدمی پر آدمی اور اونٹ پر اونٹ گرنے لگا۔ رسول اللہؐ داہنے رُخ پلٹے اور کہا کہ لوگو! کہاں اور کدھر جا رہے ہو؟ میری طرف آؤ۔ مَیں خُدا کا رسول ہوں۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ مَیں محمدؐ ابن عبداللہ ہوں۔ مگر کیفیت یہ ہوئی کہ رسول اللہؐ کے ساتھ صرف چند مہاجر اور اہل بیت رہ گئے۔ جو بزرگان اُس وقت رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے اُن میں یہ حضرات تھے۔

ابوبکر صدّیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ علی بن ابی طالبؓ۔ عباس بن عبدالمطلبؓ۔ ابوسفیان بن الحارثؓ بن عبدالمطلب۔ فضل بن عباسؓ۔ ربیعہ بن الحارثؓ۔ اُسامہ بن زیدؓ۔ ایمن ابن اُمّ ایمنؓ۔ یہ اسی روز شہید ہوئے۔ قثم بن عباسؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ بن عبدالمطلب۔ عقیل بن ابی طالبؓ۔ ابن مسعودؓ اور دوسرے بعض بزرگان رضی اللہ عنہم۔

حضورؐ اُس روز سفید بغلہ پر سوار تھے۔ حضرت عباسؓ داہنی طرف باگ پکڑے ہوئے تھے۔ اور ابوسفیانؓ بائیں طرف بعض آدمی آگے تھے بعض بغل میں۔ یہ بغلہ وہی تھا جو فروۃ الجذامی نے آپ کے لئے ہدیۃً بھیجا تھا۔ اِس قدر پریشانی اور اِنتشار کے باوجود آپ پر کوئی اضطراب نہ تھا۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ جب مسلمان منہزم ہوئے۔ تو اُس وقت کُفّار مکہ۔ اور نو مسلم جو ساتھ آئے تھے اُنھوں نے طعن اور شرارت کی باتیں شروع کر دیں۔ اور جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا اُس کو زبان سے ظاہر کرنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ بھگوڑے ہیں۔ اب کیا ساحل بحر کے اِس طرف ٹھہر سکتے ہیں۔ ابن اسحٰقؒ لکھتے ہیں کہ جبلہ ابن الحنبل اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ کلدہ بن الحنبل صحیح ہے۔ صفوان ابن امیہ کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اُس نے کہا کہ لوگو! آگاہ ہو جاؤ آج سحر باطل

۱؎ یعنی صفوان کے بھائی کا نام ابن اسحاقؒ نے جبلہ بجیم و موحدہ ولام لکھا ہے اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام کلدہ بکاف ولام و دال مہملہ تھا۔ ۱۲ منہ

ہو گیا۔ صفوان نے باوجود اس کے کہ کافر تھا کہا کہ چپ رہ۔ خدا تیرا منہ توڑے۔ قریش کا ایک شخص بھی اگر ہمارا تربیت دینے والا رہے تو بہتر ہے اِس سے کہ ہوازن کا کوئی شخص ہماری سرداری کرے۔

ابن اسحاق اور ابن سعد دونوں نے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ الحجبی کا ایک قصّہ لکھا ہے۔ ابن سعد میں کچھ تفصیل زیادہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ خود شیبہ بن عثمان کا بیان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ قریش کے ساتھ میں بھی حنین جاؤں اور موقع ملے تو قریش کے خون کے بدلہ محمدؐ کو قتل کروں۔ اور کہتے ہیں کہ اُس وقت صرف میں تھا جو سارے قریش کے خُون کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ اگر سارا عرب و عجم محمدؐ کا تبّع ہو جائے تاہم میں ہرگز اتباع نہ کروں گا۔ اِس کے بعد جب سب کے ساتھ روانہ ہوا میں اپنے خیال میں رہا اور میرا ارادہ اور مضبوط ہوتا گیا۔ جتے کہ جس وقت لوگ مختلط ہوئے تو میں اپنے مقصد سے تلوار نکال کر رسول اللہؐ کی طرف بڑھا اور تلوار کو بلند بھی کر لیا تھا کہ یکایک آگ کی ایک لہر بجلی کی طرح میرے اور رسول اللہؐ کے درمیان ظاہر ہوئی۔ اُس کو دیکھ کر خوف سے میری بُری حالت ہو گئی۔ میں نے ڈر سے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لیا۔ اُسی حال میں رسول اللہؐ نے مجھ کو آواز دی۔ میں نزدیک گیا تو فرمایا اور قریب آؤ اور نزدیک گیا تو آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا۔ اُسی وقت میرے ارادہ میں ایک تغیّرِ عظیم پیدا ہوا۔ اور مجھ کو محسوس ہوا کہ رسول اللہؐ کی محبت میرے دل میں میری سمع و بصر بلکہ خود اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ حضورؐ نے پھر فرمایا کہ اور نزدیک آؤ اور دشمنوں سے مقاتلہ کرو۔ میں بڑھا اور تلوار چلانے لگا۔ خُدا جانتا ہے کہ اس کے بعد میری صرف خواہش یہ تھی کہ اپنی جان اور اپنا سب کچھ فدا کر کے جس طرح ممکن ہو رسول اللہؐ کی حفاظت کروں۔ جذبات محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور اُس وقت سامنے آتا تو میں تلوار سے اُس کا مقابلہ کرتا۔ جنگ کے بعد جب خیمہ میں لوٹے تو اشتیاق دیدار میں میں حضورؐ کے خیمہ میں

لہ شیبہ کو حضورؐ نے کلید کعبہ دی تھی اُن کی اولاد شیبی ہیں جن کے پاس ابتک کلید کعبہ ہے فتح مکہ میں عثمان بن طلحہ کو کلید عطا کرنے کے بیان میں میں نے حاشیہ پر اس کو بیان کر دیا ہے ۱۲ منہ۔

گیا۔ اُس وقت حضورؐ تنہا تھے فرمایا کہ اے شیبہ جو کچھ خدا نے تیرے لئے پسند کیا وہ اس سے بہتر ہے جو تو چاہتا تھا۔ اور حضورؐ نے اُن خیالات کو بیان فرمایا جو میں نے ارادہ کیا تھا۔ میں نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے لئے مغفرت کی دُعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ خُدا نے تجھ کو بخش دیا۔

ابن اسحاق حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ بھاگے تو میں رسول اللہؐ کے بغلہ کی باگ پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں جسیم آدمی تھا۔ میری آواز بھی بلند تھی۔ فرمایا کہ اے عباسؓ آواز دو کہ یا معشر انصار۔ یا معشر اصحاب السمرہ۔ سمرہ سے وہ درخت مراد ہے جس کے نیچے حدیبیہ میں اصحاب نے بیعت کی تھی۔ یہ آواز سُنتے ہی ہر طرف سے لبیک لبیک کی صدا آئی۔ اور اطراف سے لوگ آکر وہاں جمع ہونا شروع ہوئے۔ عجلت میں جو اونٹ نہ لا سکتا تھا وہ درع کو گلے میں ڈال لیتا۔ اور تیر و کمان و تلوار لے کر اُونٹ سے کود پڑتا اور رسول اللہؐ کی طرف میری آواز کے سمت دوڑتا جب ایک سو آدمی جمع ہو گئے تو جنگ شروع ہو گئی۔ خزرج کے لوگ بڑے ثابت قدم لڑنے والے تھے جب اُنھوں نے مقاتلہ شروع کر دیا تو حضورؐ دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ الآن حمی الوطیس یعنی اب تنور گرم ہوا۔ اور فرماتے تھے کہ

انا النبی لا کذب	وانا ابن عبدالمطلب
مَیں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے۔	اور میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضورؐ بغلہ سے اُترے۔ زمین سے ایک مُٹھی مٹی لی۔ کفار کی طرف متوجہ ہوئے اور شاھت الوجوہ پڑھ کر جب وہ مٹی کفار کی طرف پھینکی تو دشمن کا کوئی شخص نہ بچا جس کی آنکھ میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔ بس کُفار بھاگے۔ اور خُدا نے فتح دی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ متفق ہیں کہ رسول اللہؐ پیچھے نہ ہٹے۔ اور کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ حضورؐ کسی جنگ میں کبھی بھاگے ہوں۔ نہ ایسا ممکن تھا۔ شانِ نبوت یہ تھی کہ عین اُس وقت جبکہ لوگ منہزم ہو کر پیچھے بھاگ رہے تھے رسول اللہؐ آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ اور اسی لئے

حضرت عباسؓ اور ابو سفیانؓ آپ کے بغلہ کی باگ پکڑے تھے تاکہ حضورؐ تنہا آگے نہ جائیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے قیس کے ایک شخص نے سوال کیا کہ غزوۂ حنین میں آپ لوگ بھاگ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ ہم اس امر کے شاہد ہیں کہ رسول اللہؐ منہزم نہ ہوئے مگر بات یہ ہوئی کہ آگے جو لوگ تھے وہ ناتجربہ کار اور غیر مسلح تھے۔ ان لوگوں پر یکبارگی ہوازن نے حملہ کر دیا۔ ہوازن بڑے تیر انداز تھے ایک ساتھ ٹڈی کی طرح اُن کے تیر آتے تھے اور کوئی تیر نشانہ سے خالی نہیں جاتا تھا۔ اس لئے انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہ ہٹے تھے۔

ابن اسحاق جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی چیز چادر کی طرح سیاہ آسمان سے زمین پر آئی۔ اُس میں سیاہ چیونٹیاں تھیں۔ تھوڑی دیر میں ان چیونٹیوں سے وادی بھر گئی۔ اس کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔ ہم میں سے کسی کو اس میں شبہ نہ رہا کہ یہ خدا کے فرشتے تھے۔

ابن اسحٰقؒ لکھتے ہیں کہ جب مشرکوں کو ہزیمت ہوئی تو وہ تین حصّوں میں تقسیم ہو گئے ایک حصّہ اُن کا طائف چلا گیا۔ اور اُس میں خود مالک بن عوف تھا۔ دوسرا حصّہ اوطاس گیا اور تیسرا حصّہ نخلہ گیا۔

جس وقت مکّہ سے حضورؐ حنین کی طرف روانہ ہوئے تو مسلمانوں کے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر بنی بکر کے ایک شخص نے کہا تھا کہ ان پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ لیکن کثرت تعداد نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ جب فتح ہوئی تو خدا ہی کی طرف سے وما النصر الا من عند اللہ قرآن پاک میں خداوند کریم نے اس طرف اشارہ کیا ہے ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا وضاقت علیکم الارض الآیۃ۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ جب ہوازن منہزم ہوئے تو قبیلہ ثقیف کی ایک جماعت بنی مالک میں ستّر آدمی قتل ہوئے۔ اُن کا علمبردار ذوالخمار تھا وہ قتل ہوا۔ تو عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ

نے عَلَم لیا۔ یہ بھی قتل ہوا اور اُس کے قتل ہونے کی خبر جب حضورؐ کو ملی تو فرمایا کہ خُدا نے اُس کو دُور کیا یہ قریش کے ساتھ بہت عداوت رکھتا تھا۔

غزوۂ نخلہ و اوطاس

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ حنین سے شکست کھا کر جو کُفّار نخلہ کی طرف گئے تھے ان میں صرف بنی غیرہ[1] تھے۔ یہ ثقیف کے ایک جزء تھے۔ ان کے تعاقب میں جو لوگ گئے تھے اُن میں ایک شخص ربیعہ بن رفیع بن اہبان تھے۔ جو ابن الدغنہ[2] مشہور تھے کیونکہ دغنہ ان کی ماں کا نام تھا۔ اُنھوں نے ایک اونٹ پکڑا اور سمجھا کہ اس میں کوئی عورت ہے مگر معلوم ہوا کہ اس میں ایک ضعیف شیخ ہے۔ یہ نامور اور مشہور شہسوار درید بن الصمہ تھا۔ مگر ربیعہ کمسن تھے اور اس سے واقف نہ تھے۔ درید نے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ پوچھا تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا ربیعہ بن رفیع السلمی[3]۔ یہ کہتے ہی ایک تلوار ماری مگر اُس کو کچھ اثر نہ ہوا۔ درید نے کہا کہ تیری ماں نے تجھ کو اچھا حربہ نہیں دیا۔ میری تلوار لے لو، رحال کے پیچھے لٹکی ہوئی ہے۔ اُس سے مجھ کو قتل کرو اور اپنی ماں سے کہنا کہ مَیں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا ہے۔ مَیں بہت دفعہ بنی سلمہ کی عورتوں کے لئے لڑا ہوں۔ ربیعہ نے درید کی تلوار لے کر درید کو قتل کیا۔ اُس کے بعد جب اپنی ماں سے اُنھوں نے اس کا ذکر کیا تو اُن کی ماں نے کہا کہ تُو نے درید بن الصمہ کو قتل کر دیا۔ درید بن الصمہ نے تین مرتبہ تیری امہات کو آزاد کیا ہے۔

ابن ہشامؒ کہتے ہیں کہ بعضوں نے درید بن الصمہ کے قاتل کا نام عبداللہ بن قنیع[4] بن اہبان

۱؎ غیرہ بکسر غین معجمہ و فتح تحتانیہ و فتح رائے مہملہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ۔

۲؎ ابن الدغنہ بفتح دال مہملہ و کسر غین معجمہ و فتح نون اُن کی ماں کا نام تھا ۱۲ منہ۔

۳؎ ابن حجر نے ان کا نسب لکھا ہے ربیعہ ابن رُفیع بالتصغیر ابن اہاب بن ثعلبہ بن ضبیعہ بن ربیعہ اور عبداللہ بن رفیع السلمی میں لکھتے ہیں کہ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ درید بن الصمہ کے قاتل عبداللہ بن رُفیع بن اہاب بن ثعلبہ بن رُفیع السلمی ہیں اور کہتے ہیں کہ اُن کے باپ کے نام کو ضبط کیا ہے قُنیع بقاف و نون مصغراً ۱۲ منہ۔

۴؎ میرے پاس جو نسخہ سیرت ابن ہشام کا ہے اس میں اہبان ہے مگر ابن حجر وغیرہ اہاب لکھتے ہیں ۱۲ منہ۔

بتایا ہے مگر بخاری میں اِن دونوں کے خلاف ہی جیسا اِس کے بعد کی روایت میں آتا ہے۔

اور حنین سے جو جماعت اوطاس گئی تھی اُس کا حال بخاری میں ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامرؓ اشعری کو ایک فوج کے ساتھ اوطاس بھیجا۔ اُنھوں نے درید بن الصمۃ کو قتل کیا۔ اور پیچھے خدا نے وہاں کفّار کی فوج کو شکست دی۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ کو بھی ابو عامرؓ کے ساتھ اوطاس بھیجا تھا۔ ابو عامرؓ کو ایک جشمی نے تیر مارا۔ وہ تیر اُن کے زانو پر لگا ابو عامرؓ ابو موسیٰ اشعریؓ کے چچا تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے پاس جاکر پوچھا کہ چچا آپ کو یہ تیر کس نے مارا؟ اُنھوں نے اشارہ سے جشمی کو بتایا۔ میں نے اس کو قتل کیا اور ابو عامرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ اُنھوں نے کہا کہ اس تیر کو نکالو۔ جب میں نے تیر نکالا تو زخم میں سے پانی نکلا۔ ابو عامرؓ نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور کہا کہ رسول اللہؐ سے کہیو کہ میرے لئے دُعاء کریں۔ اِس کے بعد ابو عامرؓ کا انتقال ہو گیا۔ فتح کے بعد میں رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا اور سب حال سُنایا۔ اور یہ بھی کہا کہ اُنھوں نے دُعاء کی خواہش کی ہے۔ آپؐ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ اور اس قدر ہاتھ اُٹھا کر دعاء کی کہ آپؐ کی بغل کی سفیدی میں نے دیکھی آپؐ نے دُعاء کی کہ خداوندا! ابو عامرؓ کو قیامت کے روز بہتوں سے عالی مرتبہ بنا دے۔ مَیں نے کہا کہ حضورؐ میرے لئے بھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ خداوندا! عبد اللہؓ بن قیس کے گناہوں کو قیامت کے روز بخش دے۔ عبد اللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعریؓ کا نام ہے۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابو عامرؓ کو سلمہ بن درید بن الصمۃ نے تیر مارا تھا۔ اور روایات میں اسی کو جشمی کہا گیا ہے کیونکہ درید جشم کا آدمی تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ علاء بن الحارث اور اوفی بن الحارث بنی جشم کے دو۲ شخص تھے۔ انہی دونوں نے ایک ساتھ تیر مارا جس سے ابو عامرؓ شہید ہوئے اور ان دونوں کو ابو موسیٰ اشعریؓ نے قتل کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو بنی سعد بن بکر کے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے بنی سعد بن بکر کے ایک شخص کو جس کا نام بجاد[1] تھا گرفتار کیا۔ اور اُس کو مع اُس کے اہل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ اس کے اہل میں ایک عورت تھیں الشیما[2]۔ اُنھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا علامت ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ آپ نے میری پیٹھ میں دانت سے کاٹ لیا تھا۔ آپ نے پہچانا۔ اور اپنی چادر اُن کے لئے بچھادی۔ اور بہت عزت کی۔ اُنھوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا تو اُن کو تحائف دیئے اور ایک غلام دیا جس کا نام مکحول تھا۔ اور ایک لونڈی۔ ان دونوں کا عقد ہوگیا تھا اور اُن کی نسل بنو سعد میں باقی رہی۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ الشیما ایمان لائیں۔ اور رسول اللہ نے ان کو تین غلام دیئے اور لونڈی اور بہت سے اُونٹ اور بکریاں۔ اُن کا نام حُذامہ رکھا اور لقب الشیما تھا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ غزوۂ حنین اور اوطاس میں جو مسلمان شہید ہوئے ان کے نام یہ ہیں ایمن ابن عبید یعنی ایمن ابن ام ایمن۔ یزید بن زمعہ۔ اور انصار کے ایک شخص۔ سراقہ بن الحارث[3] جو قبیلۂ بنی عجلان میں سے تھے۔ اور ابو عامر اشعری۔

غزوۂ حنین میں سبایا اور غنائم مسلمانوں کے قبضہ میں بہت آئے۔ اِس سے پہلے کبھی اتنا بلکہ اِس کا نصف و رُبع بھی شاید نہیں ملا تھا۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ چوبیس ہزار اُونٹ چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ حضور نے حکم دیا کہ تمام

---

[1] بجاد بفتح موحدہ وخفۃ جیم ۱۲ منہ۔

[2] رضاعت کے بیان میں اور اُس کے حاشیہ میں اِن کا مفصّل ذکر ہے ۱۲ منہ۔

[3] میرے پاس مصری نسخہ ہے اُس میں سراقہ بن الحُر ہے۔ شہداء حنین میں بعض نے سراقہ بن الحارث لکھا ہے اور بعض نے سرقہ بن الحباب بجائے حطّی۔ ابن عمر نے دونوں کو دو سمجھا ہے اور شہداء حنین میں دو سراقہ لکھا ہے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ایک ہی لکھا ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ باقی سراقہ بن الحُر نہ تو شہداء حنین میں سے کوئی ہیں نہ کسی صحابی کا یہ نام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کیا جائے اور خود طائف تشریف لے گئے۔ اموال غنیمت کی تقسیم طائف سے لوٹنے کے بعد ہوئی۔ اس لئے اس کا ذکر غزوۂ طائف کے بعد ہوگا۔

غزوۂ طائف

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ہوازن اور ثقیف کی ایک جماعت حنین سے بھاگ کر طائف گئی تھی اور انہی میں ان کا سردار مالک بن عوف النضری تھا۔ اس لئے حضورؐ خود مع فوج کے حنین سے طائف گئے اور اسی شوال ۸ھ میں غزوۂ طائف واقع ہوا۔

ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جب طائف کا ارادہ کیا تو طفیل بن عمرو الدوسی کو بھیجا کہ وہ ذا الکفین کے بتخانہ کو منہدم کر دیں۔ یہ عمرو بن حممۃ الدوسی کا بت تھا اور لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں تم اپنی قوم سے مدد لیجیو۔ اور ہدم کرنے کے بعد ہم سے طائف میں آکر ملو۔ یہ نکلے اور عجلت کے ساتھ اپنی قوم میں گئے۔ ذا الکفین کو منہدم کیا۔ اور اُس کے مُنہ کو آگ سے جلا دیا اور اس کے بعد اپنی قوم کے چار سو آدمیوں کے ساتھ حضورؐ سے طائف میں آکر ملے۔ یہ چار دن کے بعد آئے تھے۔ سب لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ ذا الکفین کو منہدم کر رہے تھے اور اُس کے مُنہ کو جلا رہے تھے۔ تو یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

یا ذا الکفین لست عبادکا	میلادنا اکبر من میلادکا	انی حشوت النار فی فوادکا
اے ذا الکفین میں تیرا بندہ نہیں ہوں	میری پیدائش تیری پیدائش سے بڑی ہے	میں نے تیرے دل میں آگ لگائی۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ حضورؐ حنین سے روانہ ہوئے۔ اور نخلہ یمانیہ۔ پھر قرن۔ پھر ملیح ہوتے ہوئے بحرۃ الرغا میں آئے۔ یہ جگہ لیہ کے علاقہ میں ہے۔ یہاں آپؐ نے ایک مسجد بنوائی اور لیہ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا حضورؐ نے حکم دیا وہ گرا دیا گیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے جب طائف پہنچے تو حضورؐ اور صحابہؓ قلعہ کے قریب ٹھہرے۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضورؐ حنین سے روانہ ہوئے تو خالد بن الولیدؓ کو مقدمہ پر مقرر کیا۔ اور ثقیف جب اوطاس سے بھاگے تو طائف کے قلعہ

میں آکر ٹھہرے قلعہ کو بند کر لیا۔ اور ایک سال کے خرچ کا سامان قلعہ میں محفوظ کر لیا تھا۔ اور پوری طرح لڑنے اور مقابلہ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تھے جضورؐ اور اسلامی لشکر جب قلعہ کے قریب آکر ٹھہرے تو اُنھوں نے بڑی سخت تیر باری کی۔ ثقیف تیر باری میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے مسلمان زخمی اور شہید ہوئے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو وہاں سے ہٹا کر اُس مقام پر لے آئے جہاں اب مسجد طائف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی..... ازواج مطہرات میں سے دو ساتھ تھیں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں کے لئے دو قبّے نصب کئے گئے۔ اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا حضورؐ اُن دونوں قبّوں کے درمیان کی جگہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ جب بعد میں ثقیف مسلمان ہوئے تو عمرو بن امیہ بن وہب[۱] نے اُسی مقام پر مسجد بنادی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن دنوں نماز پڑھا کرتے تھے۔

ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ اٹھارہ[۱۸] روز طائف کا محاصرہ رہا۔ اور وہی ایک دوسری روایت لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے اہل طائف پر چالیس[۴۰] دن تک منجنیق نصب رکھی۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ بیس[۲۰] دن سے زیادہ محاصرہ رہا۔ اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ سترہ[۱۷] روز واللہ اعلم۔ اس پر اتفاق ہے کہ حضورؐ نے طائف میں منجنیق نصب کی تھی۔ اور یہ اسلام میں پہلی منجنیق تھی۔ طفیل بن عمرو دوسی جب ذا الکفین کے بتخانہ کو ڈھانے گئے تھے تو وہاں سے اپنے ساتھ منجنیق کا سامان بھی لائے تھے۔ اور قلعہ کی دیوار توڑنے کا سامان بھی۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ جس روز قلعہ کی دیوار توڑنے اور جلانے کا ارادہ تھا اُس روز اصحاب رسول اللہؐ دبابہ[۲] کے زیر سایہ قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچے تاکہ دیوار میں سوراخ کریں اور

---

[۱] عمرو بن امیۃ بن وہب الثقفی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ عمرو بن امیۃ بن وہب اور اموی مغازی میں ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ ابو امیۃ بن عمرو بن وہب اور واقدی لکھتے ہیں کہ امیۃ بن عمرو بن وہب واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ دبابہ ایک آلہ ہوتا ہے۔ لکڑی اور چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ اس کے سایہ میں محاصرہ کرنے والے قلعہ تک جاتے ہیں تاکہ قلعہ کی تیر باری سے محفوظ رہیں واللہ اعلم۔ دبابہ بدال مہملہ وبائے موحدہ ۱۲ منہ

آگ لگائیں مگر ثقیف نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سُرخ کر کے دبابہ کے اُوپر ڈالیں۔ صحابہ دبابہ کے نیچے سے نکلے تو انھوں نے تیر مارنے شروع کر دیئے اس سے کئی صحابہ شہید ہوئے۔

اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا کہ ثقیف کے انگوروں کے درخت کاٹ دیئے جائیں۔ جب لوگ کاٹنے لگے تو ثقیف بڑے بے چین ہوئے۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہؐ سے التجا کی کہ خدا کے واسطے رحم کا خیال کر کے اس کو چھوڑ دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم خُدا اور رحم کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اس کے بعد حضورؐ کے منادی نے اعلان کیا کہ کوئی غلام اگر قلعہ سے نکل کر میرے پاس چلا آئے تو وہ آزاد ہے۔ چنانچہ قلعہ سے تقریباً بیس غلام نکل کر لشکرِ اسلام میں آ گئے۔ حضورؐ نے اُن کو آزاد کر دیا اور مختلف صحابہؓ کے سپرد کیا کہ اُن کے خرچ کا خیال رکھیں اور اُن کی خبرداری کریں۔ اُن میں سے ایک شخص وقت بُکرہ[1] یعنی صبح سویرے آتے تھے اس لئے وہ ابو بکرہ مشہور ہو گئے۔ یہ اخیار اور مشاہیر اصحاب رسول اللہؐ میں سے ہیں۔ ان کا نام نُفیع بضم اول و فتح فا ہے۔ اور چونکہ حارث بن کلدہ یا مبروح بن کلدہ کے غلام تھے اس لئے ان کا نسب نفیع بن الحارث بن کلدہ یا نفیع بن مبروح بن کلدہ لکھتے ہیں۔ ان غلاموں ... کا آنا ثقیف کو بڑا شاق گزرا اور برابر اُن کے واپس کرنے کی فکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بہت عرصہ کے بعد جب ثقیف مسلمان ہو گئے تب بھی اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ وہ سب غلام اُن کو واپس دیئے جائیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ وہ اب غلام نہیں ہیں۔ وہ اب اللہ پاک کے آزاد بندے ہیں۔ وہ اب کیونکر دیئے جا سکتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اسی محاصرہ کے زمانہ میں حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ اطراف میں جو جابجا ثقیف کے بُتخانے ہیں سب کو منہدم کر دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کئی روز میں تمام اصنام اور بُتخانوں کو منہدم کر دیا۔ یہ جب لوٹ کر خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کو دیکھ کر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور بہت دیر تک اُن سے تنہائی میں گفتگو کرتے رہے۔ جس سے

---

[1] بُکرہ بائے موحدہ مضموم صبح کا وقت ۱۲ منہ۔

صحابہ کو بہت تعجب ہوا۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ محاصرہ کے ایام میں حضورؐ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ مجھ کو دیا گیا۔ لیکن ایک مُرغ نے آکر ٹھوکر ماری اور جو کچھ اس پیالہ میں تھا۔ سب گر گیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ آپؐ کا ارادہ جو اِس قلعہ کے فتح کرنے کا ہے وہ ابھی حاصل نہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ یہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضورؐ نے نوفل[1] بن معاویۃ الدیلی سے اس باب میں مشورہ کیا اُنھوں نے بھی جو جواب دیا اُس سے اسی خیال کی تائید ہوئی۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا۔ اور حضورؐ نے حضرت خولہ بنت حکیمؓ سے یعنی حضرت عثمانؓ بن مظعون کی زوجہ سے بھی اشارۃً اس کا تذکرہ کیا تھا۔ انھوں نے بھی حضرت عمرؓ سے کہا۔ حضرت عمرؓ خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ ہاں حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا آپؐ کو ابھی اس کی اجازت نہ ملی۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پوچھا کہ تب میں اعلان کردوں کہ لوگ کوچ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔

جب کوچ کا اعلان ہوا تو صحابہ میں بڑا جوش تھا۔ سب کہنے لگے کہ کیا ہم بغیر طائف کو فتح کئے چلے جائیں۔ جب حضورؐ نے صحابہؓ کا یہ بے موقع اشتیاق دیکھا تو فرمایا کہ اچھا کل جنگ کرو۔ دوسرے روز مسلمان جوش میں لڑے اور بہت نقصان پہنچا۔ حضورؐ نے شام کے وقت فرمایا کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کل یہاں سے چلے جائیں گے۔ آج یہ سُن کر سب صحابہ بہت خوش ہوئے اور کسی نے اعتراض نہ کیا۔ صبح کے وقت قافلے روانہ ہونا شروع ہوئے اور ہر شخص خوش خوش چل پڑا۔ صحابہؓ کے خیال میں اتنا جلد تغیّر پیدا ہونے پر حضورؐ نے تبسّم فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف کے لئے بددعا کیجئے۔ آپؐ نے دعا کی کہ خداوندا! ثقیف کو ہدایت دے۔ اور ان کو مسلمان کرکے میرے پاس بھیج۔ اس کے بعد حضورؐ جعرانہ تشریف لے گئے۔

[1] نوفل کا ذکر فتح مکہ میں ہوا ہے ۱۲ منہ۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ طائف میں رسول اللہؐ کے کُل بارہؓ اصحاب شہید ہوئے۔ ساتؓ قریش چارؓ انصار۔ اور ایک شخص بنی لیث کے۔ قریش میں سے سعید بن العاصؓ۔ عرفطہؓ بن جنابؓ۔ بجیم و نون اور بعض کہتے ہیں کہ بجائے ہملہ وبائے موحدہ پہلی روایت ابن اسحاق کی ہے۔ عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو حضرت صدیقؓ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ ان کو طائف میں تیر لگا اور اُس کا زخم رہا۔ رسول اللہؐ کے بعد حضرت صدیقؓ کی خلافت میں اُسی زخم کی وجہ سے انتقال ہوا۔ عبداللہ بن ابی امیہؓ ام المومنین ام سلمہؓ کے بھائی عبداللہ بن عامرؓ۔ سائب بن الحرثؓ۔ یہ ساتؓ قریش۔ اور انصار میں سے ثابت ابن الجذعؓ۔ حارث ابن سہلؓ۔ منذر ابن عبداللہؓ۔ رقیم ابن ثابت رضی اللہ عنہم۔

وفد ہوازن بہ جعرانہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے جعرانہ تشریف لائے۔ تو آپ کی خدمت میں ہوازن کا ایک وفد آیا۔ اِس وفد میں بارہؓ آدمی تھے۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ اُس وفد کے سردار ایک شخص تھے جن کا نام زہیر تھا۔ اور کنیت ابوصرد۔ اور ایک شخص تھے ابو برقان جو حضورؐ کے رضاعت کے رشتہ سے چچا تھے۔ قبیلہ بنی سعد بن بکر جس قبیلہ کی حلیمہ سعدیہؓ تھیں وہ ہوازن کا ایک جزو تھا۔ اور یہ لوگ بنی سعد ہی کے تھے۔ اس وفد میں جو لوگ آئے تھے وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ابوصرد زہیر نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ جو مصیبت میرے قبیلہ پر نازل ہوئی اُس سے آپ واقف ہیں۔ ہم لوگ ایک درخواست لے کر آئے ہیں۔ اِس وقت ہم پر احسان کیجیئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ ہم کو ہماری عورتیں۔ ہمارے بچے۔ اور ہمارے اموال واپس کر دیجئے یا رسول اللہؐ جو عورتیں گرفتار ہوئی ہیں۔ اُن میں آپ کی خالائیں۔ پھوپھیں۔ آپ کی پرورش کرنے والیاں۔ آپ کی کفالت کرنیوالی

لہ عرفطہ بعین ہملہ ورائے ہملہ وفا وطائے ہملہ ابن حباب بجائے ہملہ بعدہٗ بائے موحدہ والف بعدہٗ بائے موحدہ یہ ابن ہشامؒ کہتے ہیں اور ابن حجر کہتے ہیں کہ یہی موسیٰ بن عقبہ نے بھی کہا ہے۔ اور ابن اسحاق بجیم و نون کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

عورتیں بھی ہیں۔ یارسول اللہؐ اس وقت جو حالت میری ہے۔ اگر ایسی حالت میں ہم حارث بن شمر اور نعمان بن منذر سے بھی رحم کی درخواست کرتے تو میرا خیال ہے کہ وہ رد نہ کرتا۔ اور آپ تو سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو میرے ساتھ جماعت ہے اور سب کے حقوق ہیں۔ دونوں چیزیں تو ممکن نہیں ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم کو عورتوں اور بچوں کی واپسی زیادہ مرغوب ہے یا اموال کی۔ انھوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ جب آپؐ ہمیں احباب و اموال کے درمیان ایک چیز اختیار کرنے کو فرماتے ہیں۔ تو ہمارے بچے اور ہماری عورتیں ہم کو زیادہ محبوب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمھاری عورتیں اور تمھارے بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے واپس کئے۔ مگر جو دوسرے مسلمانوں کے پاس ہیں اُس میں میں صرف سفارش کرسکتا ہوں۔ تم ظہر کی نماز کے بعد اُٹھ کر کہو کہ ہماری یہ حالت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہؐ ہماری سفارش مسلمانوں سے کردیں۔ اور مسلمان رسول اللہؐ سے تاکہ ہماری عورتیں اور بچے ہم کو واپس مل جائیں۔ میں سفارش کردوں گا۔ ظہر کے بعد اِن لوگوں نے اُسی طرح کہا جس طرح رسول اللہؐ نے بتادیا تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تمھاری عورتیں اور بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے تم کو واپس کئے۔ اس پر مہاجرین نے اُٹھ کر کہا کہ جو ہمارے پاس ہیں اُن میں رسول اللہؐ کو اختیار ہے۔ انصار نے کہا کہ جو ہمارے پاس ہیں اُن میں رسول اللہؐ کو اختیار ہے۔ مگر اقرع بن حابسؓ نے کہا کہ جو میرے اور بنی تمیم کے پاس ہیں وہ نہیں۔ عیینہ[1] بن حصن نے کہا کہ جو میرے اور بنو فزارہ کے حصہ میں ہیں وہ نہیں۔ عباس بن مرداس نے کہا کہ جو میرے اور بنی سلیم کے حصہ میں ہیں وہ نہیں۔

---

[1] عیینہ نام حذیفہ کنیت ابو مالک کسی روایت میں تصریح نہیں ہے کہ یہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا۔ اس کے بعد بھی مؤلفۃ القلوب سے تھا حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مرتد ہوگیا اور طلحہ کی بیعت کرلی تھی پھر مسلمان ہوا۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ ارتداد کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کیا مگر یہ مشتبہ ہے اور کسی نے نہیں لکھا مگر بڑا بے ادب تھا۔ رسول اللہؐ نے اس کو احمق مطاع کہا ہے یعنے اپنی قوم میں مطاع ہے ۱۲ منہ۔

اس پر بنو سلیم کے لوگوں نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے جو میرے حصّہ میں ہے اس میں رسول اللہؐ کو اختیار ہے۔
عباس نے بنو سلیم سے کہا کہ تم ہمیں ذلیل کرتے ہو۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہتا اُس سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو سبی[1] حاصل ہونگے ان میں سے ہم اُس کو ایک کے بدلے چھ دیں گے مگر ان بیچاروں کو ان کی عورتیں اور بچّے واپس کردو۔ اِس پر سب راضی ہو گئے مگر عیینہ بن حصن پھر بھی راضی نہ ہوتا تھا۔ آخر مشکل سے بعد میں وہ بھی راضی ہو گیا۔ اور اُن لوگوں کی عورتیں اور بچے سب اُن کو واپس مل گئے۔ ایک لڑکی جس کا نام ریطہ بنت ہلال تھا حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دیدی تھی ایک لڑکی زینب بنت حیان تھی وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو حضورؐ نے دی تھی۔ ایک لڑکی حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو دی تھی۔ اور انھوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہبہ کردی تھی۔ اِن سب نے جب سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی عورتوں اور بچوں کو واپس کردیا ہے تو سبنے فوراً واپس کردیا۔

رسول اللہؐ نے وفد کے لوگوں سے دریافت کیا کہ مالک بن عوف کہاں ہے؟ اُن سب نے کہا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مالک بن عوف کو خبر کردو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آتے تو ہم اس کا اہل اور اس کا مال سب اس کو واپس کردیں گے اس کے علاوہ ایک سو اونٹ اور دیں گے۔ مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ رات کے وقت ثقیف سے چھپکر طائف سے نکل آئے۔ اور رسول اللہؐ سے جعرانہ میں یا مکہ میں ملے۔ حضورؐ نے ان کا کُل مال اور اہل اُن کے سپرد کیا۔ اور ایک سو اونٹ اُس کے علاوہ دیئے۔ وہ مسلمان ہوتے اور صادق مسلمان۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصائد کہے۔ اُن کے ایک قصیدہ کا شعر یہ ہے ؎

ما ان رایت ولا سمعت بمثلہ	فی الناس کلھم بمثل محمد
نہ مَیں نے دیکھا نہ ایسا سُنا۔	کہ تمام انسانوں میں کوئی محمدؐ کے مثل ہو

حضورؐ نے اُن لوگوں پر جو اُن کی قوم میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور بنی ثمالہ۔ اور بنی سلمہ کے مسلمانوں

[1] سبی یعنی قیدی عورتیں۔۱۲

پر اُن کو امیر بنا دیا۔ اُنھوں نے اِس کے بعد ثقیف کو بہت تنگ کیا۔

تقسیمِ غنیمت بہ جعرانہ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے سبایا کو اُن کے اہل پر رد کر دیا تو صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غنیمت کو تقسیم کر دیجئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مستعد ہوئے۔

فرمایا کہ اے لوگو! تمھارے مالِ غنیمت میں میرا کچھ نہیں ہے حتیٰ کہ ایک سوئی میں نہیں لے سکتا۔ سوائے خُمس کے۔ اور خُمس بھی پھر تم ہی لوگوں کے لئے ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے کچھ لیا ہو تو وہ داخل کر دے حتیٰ کہ سوئی یا تاگا کسی نے لیا ہو تو وہ بھی داخل کرے۔ مالِ غنیمت میں غلول یعنی چھپا کر لینا عیب ہے جہنم کی آگ ہے۔ اور قیامت کے روز مصیبتِ عظمیٰ ہے۔ جب لوگوں نے یہ سُنا تو بعض نے ضرورت کی بعض بہت ہی معمولی چیزیں لی تھیں وہ لے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ تو معمولی چیز ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنا حق تم کو دیدیا۔ انھوں نے کہا کہ کیا اس میں سب کے حقوق بھی مانگتے ہوں گے۔ اُس کو اُنھوں نے غنیمت میں ڈال دیا کہ باز آئے ایسے لینے سے۔ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کچھ دھاگہ اور ایک سُوئی لے گئے تھے اور کسی کو دیا تھا جب یہ سُنا تو گئے۔ مانگ کر لائے اور فوراً داخل کر دیا۔

ہر ایک کا حصہ اِس کے بعد حضورؐ نے اموالِ غنیمت کو تقسیم کیا۔ ہر شخص کے حصہ میں چار۴ اونٹ اور چالیس۴۰ بکری آئی اور ہر سوار کو بارہ۱۲ اونٹ اور ایک سو بیس۱۲۰ بکریاں ملیں۔

مؤلفۃ القلوب اس روز آپ نے مؤلفۃ القلوب کو اموال کی بڑی مقدار عنایت کی۔ آپؐ کے عطا و بخشش نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ صفوان بن امیہ۔ ابوسفیان بن حرب مالک بن عوف وغیرہ نے صاف اقرار کیا کہ یہ بخشش غیر نبی سے ممکن نہیں ہے۔ صفوان نے اُس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اِسی بخشش کو دیکھ کر مسلمان ہوا۔ مؤلفۃ القلوب قبائل اور جماعتوں کے سردار تھے۔ اُس وقت اِن لوگوں نے اِسلام کے اور خود حضورؐ کے خلاف بڑی سخت عداوتیں کی تھیں۔ اور اُس وقت اُن میں سے بعض مسلمان بھی نہ ہوئے تھے۔ بعض وہ تھے جو گو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر دل کے سخت

مخالف تھے۔ اور اسی غزوہ میں اپنی مخالفتوں کا اظہار کر چکے تھے۔ لیکن باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اموالِ کثیرہ عنایت فرمائے۔

ابو سفیان بن حرب کو آپؐ نے چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ عنایت فرمائے۔ اُس نے کہا کہ یارسول اللہؐ! میرے لڑکے یزید کو بھی کچھ ملنا چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ دیدو۔ ابو سفیان نے کہا کہ میرا لڑکا معاویہ بھی ہے یارسول اللہؐ! آپؐ نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ دیدو۔ حکیم بن حزام کو آپؐ نے ایک سو اونٹ دیئے۔ اُنھوں نے ایک سو اور مانگے آپؐ نے ایک سو اونٹ اور دیئے۔ حارث بن ہشام کو سو اونٹ۔ سہیل بن عمرو کو سو اونٹ۔ حویطب بن عبدالعزی کو سو اونٹ۔ علا[۱] بن جاریۃ الثقفی کو سو اونٹ۔ عیینہ[۲] بن حصن فزاری کو سو اونٹ۔ اقرع بن حابس التیمی کو سو اونٹ۔ مالک ابن عوف النضری کو سو اونٹ۔ صفوان بن امیہ کو سو اونٹ۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ یہ سب ایک ایک سو پانے والے ہیں۔ چند آدمیوں کو سو سے کم دیئے۔ مخرمہ[۳] بن نوفل الزہری۔ عمیر بن وہب الجمحی۔ ہشام بن عمر۔ اور اُس کا بھائی اِن سب کی نسبت یہ معلوم نہیں ہوا کہ کتنا دیا۔ صرف ہمیں اِس قدر معلوم ہوا کہ اِن سب کو سو سے کم دیئے۔ عدی بن قیس السہمی کو پچاس اونٹ دیئے۔

عباس بن مرداس کو حضورؐ نے چالیس اونٹ دیئے تھے۔ وہ بہت غصہ ہوا۔ اور ایک قصیدہ میں اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ جس طرح ہو میری طرف سے اُس کی زبان کاٹ لو۔ صحابہؓ گئے اور جتنے میں راضی ہوا دے کر اُس کو راضی کیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قطع لسان کا مطلب تھا۔

---

[۱] علا بن جاریہ بجیم مفتوحہ والف ورائے مہملہ و یائے مثناۃ تحتانیہ ۱۲ منہ۔

[۲] عیینہ بن حصن فزاری بفتح فا و زائے معجمہ غطفان کے قبیلہ بنی فزارہ کی طرف نسبت ہے ۱۲ منہ۔

[۳] مخرمہ بفتح میم و سکون خائے معجمہ و فتح رائے مہملہ و میم ۱۲ منہ۔

مؤلفۃ القلوب کی دوسری فہرست

ابن اسحاق نے ابن شہاب زہری سے ان لوگوں کی ایک دوسری فہرست لکھی ہے جن کو حضورؐ نے جعرانہ میں عطایائے عظیمہ عنایت فرمائے۔ اُس فہرست اور اس میں کچھ فرق ہے اور بڑی بھی ہے۔ اِس لئے ہم وہ فہرست بھی لکھ دیتے ہیں۔ قریش میں سے جن لوگوں کو حضورؐ نے دیا وہ یہ ہیں۔ ابوسفیان بن حرب۔ طلیق بن سفیان خالد بن اُسید۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ۔ ابوالسنابل بن بعکک۔ عکرمہ بن عامر۔ زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ۔ حارث بن ہشام بن المغیرہ۔ خالد بن ہشام بن المغیرہ۔ ہشام بن الولید بن المغیرہ۔ سفیان بن عبدالاسد۔ سائب ابن ابی السائب۔ مُطیع بن الاسود بن حارثہ۔ ابوجہم بن حُذیفہ بن غانم۔ صفوان بن امیہ۔ اُحیحہ بن امیہ۔ عدی بن قیس سہمی۔ حویطب بن عبدالعزی۔ ہشام بن عمر بن ربیعہ اور غیر قریش کے یہ لوگ تھے یعنی باہر کے قبائل کے۔ نوفل بن معاویۃ الدیلی۔ علقمہ بن علاثہ بن عوف کلابی۔ خالد بن ہوذہ۔ حرملہ بن ہوذہ یعنی خالد مذکور کے بھائی۔ مالک بن عوف النصری۔ عباس بن مرداس سلمی۔ عیینہ بن حصن فزاری۔ اقرع بن حابس حنظلی تمیمی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے عیینہ بن حصن۔ اور اقرع بن حابس کو سَو سَو اونٹ دیئے اور جعیل بن سراقہ کو کچھ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ جعیل بن سراقہ کے اسلام پر ہمیں اطمینان ہے۔

حضورؐ نے جو جعرانہ میں قریش۔ اور قبائل کے سرداروں کو عطایائے عظیمہ عنایت فرمائے۔ اُن کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اشخاص اور خصوصاً انصار بہت ناخوش ہوئے۔ اور بعضوں نے خلاف شان نبوت کچھ الفاظ بھی کہے۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ ایک شخص تمیمی جس کا نام ذوالخویصرہ[1] تھا۔ تقسیم کے وقت کھڑا دیکھتا رہا۔

[1] ذوالخویصرہ کو ابن اثیر نے صحابہ میں شمار کیا ہی۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ حُرقوص بضم حائے مہملہ وسکون رائے مہملہ وضم قاف بعدہٗ واو ساکن بعدہٗ صاد ذوالخویصرہ کا نام ہی۔ یہ خوارج کا سردار تھا اور نہروان میں قتل ہوا۔ ابن اسحاق نے جو ذوالخویصرہ کا یہ قول نقل کیا ہی اسی طرح امام بخاریؒ نے بھی نقل کیا ہی اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اِس کے صحابی ہونے میں تامل ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اور اُس کے بعد کہا کہ اے محمدؐ! آج آپ نے جو کچھ کیا مَیں نے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہاں تم نے کیا دیکھا۔ اُس نے کہا کہ آپؐ نے عدل نہیں کیا۔ حضورؐ کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا اور فرمایا کہ اگر عدل میں نہ کروں تو دنیا میں عدل کس کے پاس ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ! اجازت دیجئے کہ ہم اس کمبخت کو قتل کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو اس کی نسل سے صادق مسلمان پیدا ہوں گے۔

بخاری میں ہے کہ انصار کے ایک شخص نے کہا کہ آج رسول اللہؐ کی تقسیم لوجہ اللہ نہیں ہے۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ خدا حضرت موسیٰؑ پر رحم کرے اُن کو ہم سے زیادہ تکلیف دی گئی۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حنین میں جب مسلمانوں کی جماعت منہزم ہو گئی تھی تو حضورؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا تھا کہ آواز دو یا معشر انصار! بعض انصار نے اس کا بھی طعنہ دیا۔ بخاری میں ہے کہ بعض انصار نے کہا کہ جب مُصیبت آتی ہے تو انصار کو آواز دی جاتی ہے۔ اور جب غنیمت کی تقسیم کا وقت آتا ہے تو اپنی قوم میں تقسیم کرتے ہیں۔

جب انصار میں اِس قسم کی ناراضگی کا ذکر زیادہ ہوا تو حضرت سعد بن عبادہؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! انصار بہت ناخوش ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اموال غنیمت میں سے ایسے ایسے عطایائے عظیم آپ نے قریش کو دیئے اور ہمیں کچھ نہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں میں ابھی قریش کا خون بھی خشک نہیں ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ سعدؓ! تمھارا کیا خیال ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ مَیں بھی تو اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔

توضیح مقصد

ذوالخویصرہ تمیمی۔ اقرع بن حابس۔ عیینہ بن حصن وغیرہ نے اگر خلاف شان رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) اِس قسم کی باتیں کیں تو یہ تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نو مُسلم تھے۔ اور ابھی ان کا اسلام برائے نام تھا۔ ابھی اپنے بُتوں کی محبت بھی شاید اُن کے دلوں سے نہیں گئی تھی۔ ابھی تھوڑا ہی پہلے

وہ رسول اللہؐ کے اور اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ اب گو بظاہر وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر نہ وہ رسولؐ کے مرتبہ سے واقف تھے نہ اسلام اور خدا کے احکام سے۔ اُن کے نزدیک جو کچھ تھا یہی دنیا کا مال تھا۔ یا اونٹ اور بکریاں۔ وہ عدل اور انصاف کو اُتنا ہی جانتے تھے جتنا اُنھوں نے اپنی جاہل اور وحشی قوم سے سیکھا تھا۔ اُن کے نزدیک بڑا عدل یہ تھا کہ اُن کو بہت کچھ دیدیا جائے۔ مقاصدِ عظیمہ اور مہماتِ ضروریہ اُن کی سمجھ اور ادراک سے بھی باہر تھیں۔ اگر ایسے جاہل اور وحشی رسول اللہؐ کے عدل اور عدل کے اُس معیار کو جس کی بنیاد اِسلام نے رکھی تھی نہ سمجھ سکے اور خُدا ورسولؐ کے طریقہ کو ناپسند کیا تو تعجب نہیں ہے۔ اور اُن کو اس کا سمجھنا بھی اُس وقت مشکل تھا اسی لئے بخاری کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ صبر ہے اور کہا کہ حضرت موسیٰؑ کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی۔

البتہ افسوس یہ ہے کہ مخلص انصار بھی رسول اللہؐ کے اِس طرزِ عمل کو نہ سمجھ سکے۔ اور بیجا شبہات میں مبتلا ہو گئے۔ اُن کے شبہات غلط فہمی اور حقیقت سے عدم واقفیت پر مبنی تھے۔ اُن شبہات کی وجہ بے دینی اور بد تہذیبی نہ تھی۔ یہ لوگ اِسلام کے سچے جاں نثار تھے اِس لئے اُن کا غلط فہمی میں مبتلا رہنا اچھا نہ تھا۔ حضورؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کرو۔ اور وہاں انصار کے سوا اور کوئی نہ رہے۔ جب انصار جمع ہو گئے تو حضور وہاں تشریف لے گئے اور پوچھا کہ اے انصار! کیا یہ صحیح ہے کہ تم لوگ ہم سے ناخوش ہو گئے ہو۔ انصار نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم میں سے فقہاء اور سمجھدار لوگوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قریش کو ایسے بڑے بڑے عطایا عنایت کئے۔ اور ہمیں کچھ نہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی قریش کے خُون کے قطرات گر رہے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اے انصار! کیا تم دُنیا کے مال ناپائدار کے لئے مجھ سے ناخوش ہوئے ہو۔ یہ مال تو میں نے صرف اُن لوگوں کو دیا ہے جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں جن کے دلوں میں ابھی اِسلام کی محبت نہیں ہے۔ اس سے میری غرض تالیفِ قلوب تھی۔ تاکہ وہ اسلام کی طرف توجہ کریں۔

دشمنی سے باز آئیں۔ خدا کے دین کی حمایت کریں۔ اے انصار! کیا تم کو یہ بات پسند نہ آئی کہ لوگوں کو اونٹ اور بکریاں دے کر اسلام کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی اور تمہارے اسلام اور ایمان پر اعتماد کیا۔ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ لوگ مال اور اونٹ لے جائیں اور تم لوگ اپنے ساتھ رسول اللہؐ کو لے جاؤ۔ خدا کی قسم کوئی کسی راستہ میں جائے میرا راستہ انصار کا راستہ ہے میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں میری موت و حیات تمہارے ساتھ ہے۔

اے معشر انصار! تم آج مجھ سے ناراض ہو گئے۔ کیا ہم نے تم کو گمراہ نہیں پایا پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تمہاری ہدایت نہیں کی۔ کیا تم متفرق اور جُدا جُدا نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو متحد کیا۔ کیا تم محتاج نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی کیا۔ جب حضورؐ یہ فرما رہے تھے تو انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک خدا اور خدا کے رسولؐ نے احسان کیا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا کہ تم اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے کہا کہ یا رسول اللہؐ اس کا جواب کیا دیں؟ یہ تو صحیح ہے کہ خدا اور اُس کے رسولؐ نے ہم پر احسانات کئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم اگر کہو تو سچ کہو گے کہ جب تم کو سب نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی۔ جب تم کو سب نے ذلیل کیا تو ہم نے عزت دی۔ جب سب نے تم کو تمہارے گھر اور وطن سے نکال دیا تو ہم نے پناہ دی۔ جب تم بالکل محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی۔ اے انصار! تم ہمارے شعار ہو اور سب لوگ دثار ہیں۔ خداوندا! انصار پر رحم کر۔ انصار کی اولاد پر رحم کر۔ انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم کر۔

سارے انصار رونے لگے۔ اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! ہم راضی ہیں جو تقسیم خدا اور خدا کے رسولؐ نے پسند کی اُس پر ہم خوش ہیں۔ اِس کے بعد حضورؐ تشریف لے گئے اور قوم منتشر ہو گئی۔

تنبیہ۔ حضورؐ نے انصار کو شعار۔ اور دوسروں کو دثار کہا۔ شعار کپڑے کی اُس تہہ کو کہتے ہیں جو بدن سے ملی ہوتی ہے اور دثار اُوپر کی تہہ کو کہتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے کہا کہ ہم وثیقہ لکھدیتے ہیں کہ اِس کے بعد جو مال غنیمت ملیگا

وہ سب انصار کا ہوگا۔ مگر انصار نے معذرت کی اور کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم دین کے کام کو دنیا کی خواہش سے ملوّث کرنا نہیں چاہتے۔

مسئلہ کی حقیقت

کسی روایت میں یہ تشریح نہیں ہے کہ رسول اللہؐ نے مؤلفۃ القلوب کو جو اموال جعرانہ میں عطا فرمائے وہ مجموعہ غنائم میں سے تھے یا خمس میں سے۔ علماء کی رائے اس میں مختلف ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خمس میں سے۔ بلکہ خمس الخمس میں سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص حصّہ تھا۔ اور بظاہر یہی قول قوی ہے اس لئے کہ حضورؐ نے اس عطا کے وقت غانمین سے اجازت نہیں لی۔ اور یہ حضورؐ کا قاعدہ نہ تھا کہ اموالِ صحابہؓ یا اُن کے حقوق کو بغیر اُن کی اجازت کے کسی کو دیدیں۔ اِسی قصّہ میں ہے کہ آپ کی رائے تھی کہ ہوازن کے سبایا کو واپس کر دیا جائے۔ مگر گو آپ کی یہ رائے تھی آپ نے صحابہؓ سے صرف سفارش کی نہ خود اُن کے حصّہ کو واپس کیا۔ نہ اُن کو حکم دیا کہ واپس کر دو۔ سفارش کے بعد بھی جن لوگوں نے واپس کرنے سے انکار کیا۔ اُن سے بدلہ دینے کا آپؐ نے وعدہ کیا۔

خمس خدا کا مال ہے اور اُس میں رسول اللہؐ کو تصرّف کا کامل اختیار ہے۔ وہ ایسے ہی مصالح کے لئے جُدا کیا گیا ہے۔ اِس سے بہتر مصرف اُس کے خرچ کا اور کیا ہوگا کہ سردارانِ قریش اور رؤسا۔ قبائل جن کی خوشی وناخوشی پر قبائل کی خوشی وناخوشی کا دارومدار تھا۔ اُن کو ساکت کیا جائے۔ جن کی دشمنی اور عداوت سے اب تک مسلمانوں کو بڑے بڑے صدمات پہنچ چکے تھے اُن کی دشمنی کو روکا جائے۔ اسلام کی اشاعت کی راہ میں جو لوگ سدِ راہ بنے ہوئے تھے اُن کو ہٹایا جائے۔ اور اس عطا وبخشش کی وجہ سے بلاشبہ یہ تمام فوائد حاصل ہوئے۔ بعض تو اُن میں سے مسلمان ہوگئے بعض نے اقرار کیا کہ اس سے قبل ہماری نظر میں رسول اللہ سے زیادہ بُرا کوئی نہ تھا۔ اور اِس کے بعد ہماری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

زیادہ کوئی محبوب نہ رہا۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انصار کا اعتراض یہ نہ تھا کہ ہمارا حق دوسروں کو دیدیا گیا۔ بلکہ اعتراض کا منشاء یہ تھا کہ حق کے علاوہ انعام واکرام کے مستحق بھی ہم تھے۔ قریش نہ تھے نہ سردارانِ قبیلہ جن کی عداوتیں بھی اب تک سرد نہ ہوئی تھیں۔ لیکن یہ غلط فہمی تھی۔ یہ تمام مال سب کا سب انصار کو دیدیا جاتا تو خود اُن کے لئے اور اسلام کے لئے اتنا مفید نہ ہوتا جتنا مؤلفۃ القلوب کے دینے سے ہوا۔ مؤلفۃ القلوب کے دینے میں جو حکمتِ غامضہ اور مصالح عظیمہ پوشیدہ تھیں اُن کے فوائد اِس کے بعد ہی ظاہر ہوگئے۔

اس کو یہ سمجھنا کہ حضورؐ نے اپنی قوم کا خیال کیا سخت نادانی ہے۔ آپؐ نے اپنے اہلبیت میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ اُن مہاجرین کو کچھ نہیں دیا جو آپؐ کی محبت اور اسلام کی صداقت کے لئے اپنا گھر۔ اپنا وطن۔ اور اپنے اقرباء کو چھوڑ کر آپؐ کے ساتھ تھے۔ اور اسلام کے لئے شروع سے ابتک سخت سے سخت مصیبتیں برداشت کر چکے تھے۔ یہ بھی قریش ہی تھے۔ مگر معلوم تھا کہ مزخرفاتِ دنیاوی کی وجہ سے اُن کی صداقتِ ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہو سکتا۔ مومنین صادقین کو مالی ترغیب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مہاجر ہوں یا انصار۔ اہل بیت ہوں یا غیر اہلِ بیت۔ مالی ترغیب کی اُنہی کے لئے ضرورت تھی جن کے نزدیک اب تک سب کچھ مال ہی تھا۔

مَیں نے یہ سب کچھ اِس بنا پر لکھا ہے کہ حضورؐ نے مؤلفۃ القلوب کو جو کچھ دیا وہ خمس میں سے دیا مگر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایسے موقع پر حضورؐ کُل مال میں سے بھی صرف کر سکتے تھے یا نہیں جواب ظاہر ہے کہ تمام اموال میں حکم خداوندی نافذ ہے اور آپؐ جو کچھ کرتے تھے وہ بحکمِ خداوندی کرتے تھے۔ جس خدا نے مالِ غنیمت کو مسلمانوں کے لئے جائز کیا وہ آپؐ کو کسی خاص مصرف میں صرف کرنیکا اختیار بھی دے سکتا ہے اور نہ وہ عدل کے خلاف ہوگا نہ مصلحت کے۔ مکہ کے غنائم سے حضورؐ نے سب کو روک دیا وہ عین عدل تھا۔ اراضی مکّہ کو خدا نے حرم بنا دیا وہی

عدل تھا۔ ایک روز حرم میں خونریزی جائز کردی یہی عدل تھا۔ پھر اس کو علیٰ حالہٖ حرم کردیا یہی عدل تھا۔ عدل تو وہی ہے جو خدا اور خدا کے رسولؐ کے حکم کے مطابق ہو۔ یہ عدل نہیں ہے کہ مصالح عامّہ پر احباب اور اشخاص کے فوائد کو ترجیح دی جائے۔

حضورؐ کے افعال پر تو وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جو خدا اور رسولؐ سے واقف نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو امام اور امیر اسلام بھی ایسا کرسکتا ہے یا نہیں۔ خمس میں تو بالکل ظاہر ہے اُس کو بلا تامّل مصالحہ عامّہ پر صرف کرسکتا ہے لیکن غیر خمس میں بھی اگر ضرورت شدید داعی ہو تو اُس کو بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔ مصالحہ عامّہ اسلامی بہرحال فوائد شخصیّہ پر مقدّم ہیں۔ اور عدل کے خلاف نہیں بلکہ عین عدل ہے لیکن تقسیم سے قبل یا اموال کو دار الاسلام میں لانے سے پہلے۔ تقسیم کے بعد نہیں واللہ اعلم۔

عمرہ جعرانہ

ابن اثیر جعرانہ میں دو لغت[1] لکھتے ہیں۔ بکسر جیم و سکون عین۔ اور بکسر جیم و عین و تشدید راء۔ مکہ سے ایک مرحلہ پر یہ ایک مقام ہے۔ یہ حل میں ہے اور یہی میقات ہے۔ طائف کی طرف سے آنے والے یہیں احرام باندھتے ہیں۔ معلوم ہوچکا ہے کہ حضورؐ نے ہوازن کی غنیمت کو یہیں تقسیم کیا۔ اور مؤلفۃ القلوب کو اسی مقام پر بڑے بڑے عطایا عنایت فرمائے۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ تقسیم کے بعد فئ میں جو کچھ بچ رہا تھا حضورؐ نے حکم دیا کہ اس کو مجنّہ[1] لے چلو جو مرّ الظہران کے قریب ہے۔ اور خود حضورؐ نے عمرہ کی نیّت کی۔ احرام باندھا اور مکہ تشریف لے گئے۔ عمرہ ادا کیا پھر مدینہ روانہ ہوگئے۔

مولانا شاہ عبد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ عشاء کی نماز جعرانہ میں پڑھ کر آپ روانہ ہوئے اور صبح کی نماز مکہ میں پڑھی۔ رات کے وقت یہ سفر طے ہوا۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ یہ عمرہ آپؐ نے

[1] مجنّہ بعض بکسر میم کہتے ہیں اور اکثر بفتح یہاں بازار لگا کرتا تھا ہجرت سے پہلے اس کا ذکر آچکا ہے ۱۲ منہ۔

ذیقعدہ میں کیا۔ اور مکہ میں عتاب بن اُسید کو خلیفہ مقرر کیا۔ اُن کے لئے ایک درہم روزانہ خرچ مقرر کیا۔ حضرت معاذؓ ابن جبل کو مکہ میں رہنے دیا تاکہ لوگوں کو دین کی باتیں تعلیم کریں۔ اِس کے بعد مکہ سے روانہ ہوئے۔ مرّ الظہران سے فی کے اموال کو لیتے ہوئے مدینہ آئے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ذیقعدہ ہی میں یا ابتداء ذی الحجہ میں مدینہ پہنچے اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب آپ مدینہ پہنچے تو ذی قعدہ میں چھ دن باقی تھے واللہ اعلم۔

اس سال یعنی ۸ھ ہجری میں کفار نے حسب معمول اپنے طریقہ سے حج ادا کیا۔ اور مسلمانوں نے عتاب ابن اُسید کے ساتھ حج ادا کیا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ حضورؐ نے عتاب ابن اُسید کو امیر الحج بھی مقرر کیا تھا یا نہیں۔ ابھی اہل طائف یعنی ثقیف اپنے کفر پر تھے۔ اور اِس کے بعد رمضان کے مہینہ تک وہ اِسلام کے مخالف رہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

غزوہ طائف کی تاریخ کی تعیین

پہلے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکہ کے لئے حضورؐ دسؔ رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے یہی قول اکثر کا ہے۔ لیکن امام احمد صاحبؒ نے مسند میں شداد بن اوس سے ایک روایت لکھی ہے کہ وہ فتح مکہ کے زمانہ میں ۱۸ر رمضان کو رسول اللہؐ کے ساتھ بقیع کی طرف گئے تو ایک شخص فصد لے رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ فصد کرنے والا اور فصد لینے والا دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ روایت سنداً علیٰ شرطِ مسلم صحیح ہے اور اُن روایتوں سے بہتر ہے جن میں ہے کہ حضورؐ دسؔ رمضان کو روانہ ہوگئے تھے حالانکہ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ ۱۸ر رمضان تک مدینہ میں تھے اِس کے بعد دسؔ روز راستہ میں صرف ہوئے اور ۲۰ر رمضان کو مکہ فتح ہوا۔ لیکن مسند کی روایت کے مطابق ۲۹ر یا ۳۰ر رمضان فتح کی تاریخ ہونی چاہیئے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ کی روایت کے مطابق جو بخاری میں ہے آپؐ نے ۱۹ر یا بیسؔ روز مکہ میں قیام فرمایا یعنی ۹ر شوال تک۔ اور مسند کی روایت کے مطابق تقریباً ۱۸ر شوال تک۔ پھر غزوہ حنین واوطاس میں اور اس کے بعد طائف تک جانے میں تقریباً آٹھ یا دسؔ روز صرف ہوئے۔ لہٰذا بہر صورت طائف کا غزوہ

شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ گو مسند کی روایت کے موافق شوال کے صرف دو۲ تین۳ روز باقی تھے۔ لیکن ہر روایت کی بنا پر یہ غزوہ ذیقعدہ میں بھی ضرور جاری رہا۔

طائف کا محاصرہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق بیس۲۰ دن سے زیادہ رہا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق اٹھارہ۱۸ دن۔ اور مکحول کی روایت کے مطابق چالیس۴۰ دن۔ اور طائف سے لوٹنے کے بعد آپ نے جعرانہ میں غنیمت تقسیم کی اس کے بعد عمرۂ جعرانہ ادا فرمایا۔ یہ متفق علیہ ہے کہ عمرۂ جعرانہ ذیقعدہ میں ہوا۔ اب اگر مسند کی روایت کو مدینہ سے روانگی کی تاریخ میں راجح قرار دیا جائے اور مکحول کی روایت کو محاصرۂ طائف کے باب میں تو عمرۂ جعرانہ ذیقعدہ میں ناممکن ہے۔ اس لئے ان میں سے ایک روایت تو یقیناً صحیح نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔

اس توضیح سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ غزوۂ طائف سے اس بات پر استدلال کرنا کہ شہر حرام میں غزوہ جائز ہے یہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ غزوۂ طائف شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اختلاف اس میں ہے کہ شہر حرام میں غزوہ شروع کرنا درست ہے یا نہیں۔ شروع پہلے ہو تو شہر حرام میں جاری رکھنا باتفاق درست ہے۔

عاملینِ صدقہ کا تقرر

ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضورؐ جب طائف سے مدینہ واپس آئے اور سنہ ۹ ہجری شروع ہوا تو اعراب سے صدقات وصول کرنے کے لئے آپؐ نے آدمی بھیجے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم سنہ ۹ ہجری کا ہلال دیکھا گیا تو آپؐ نے قبائل میں عاملینِ صدقہ کو روانہ فرمایا۔ عیینہ بن حصن کو بنی تمیم کی طرف بھیجا۔ یزید بن الحصین کو اسلم اور غفار کی طرف۔ عباد بن بشر الاشہلی رضؓ کو سلیم اور مزینہ کی طرف۔ رافع بن مکیث رضؓ کو جہینہ کی طرف۔ عمرو بن العاص رضؓ کو بنی فزارہ کی طرف۔ ضحاک[1] ابن سفیان رضؓ کو

[1] ضحاک بن سفیان کلابی بڑے شجاع تھے سو۱۰۰ سواروں کے مقابل شمار ہوتے تھے ابن حجر کہتے ہیں کہ ضحاک بن سفیان رضؓ ایک سلمی ہیں ایک کلابی مگر میرا گمان ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں واللہ اعلم ۱۲منہ۔

بنی کلاب کی طرف۔ بشر بن سفیان رضؓ کو بنی کعب کی طرف۔ ابن اللتبیۃ الازدی رضؓ کو بنی ذبیان کی طرف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے تاکید کر دی تھی کہ لوگوں کے بہترین اور مرغوب اموال صدقہ میں نہ لئے جائیں۔ چنانچہ جب ابن اللتبیۃ رضؓ واپس آئے تو اُن سے اس بارے میں محاسبہ کیا گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجر ابن ابی امیہ رضؓ کو صنعاء بھیجا۔ زیاد بن لبید انصاری رضؓ کو حضر موت کی طرف۔ عدی بن حاتم رضؓ کو قبیلۂ طی اور بنی اسد کی طرف۔ مالک بن نویرہ رضؓ کو بنی حنظلہ کی طرف۔ بنی سعد کے صدقات کو دو حصہ کیا۔ زبرقان بن بدر رضؓ کو ایک طرف بھیجا۔ اور قیس بن عاصم رضؓ کو دوسری طرف۔ علاء بن الحضرمی رضؓ کو بحرین۔ اور حضرت علی رضؓ کو نجران تاکہ صدقہ جمع کریں اور جزیہ وصول کریں۔ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمراء اور عاملین ہیں۔

لہ مغنی میں ہے اللتبیۃ رضؓ بضم لام و فتح مثناہ فوق وکسر موحدہ و شدۃ یار تحتیہ۔ وقیل بفتح لام و ہو بسکون فوقیۃ و فتحہا۔ لیکن امام نووی رحؒ کہتے ہیں کہ اللتبیۃ بضم لام و سکون تا ہے اور بعضوں نے کہا ہے بفتح لام و تا وہ خطا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مسلم کی روایت میں دونوں کو فتحہ ہے یہ بھی خطا ہے یہ نسبت ہے بنی لُتب مشہور قبیلہ کی جانب۔ ابن اللتبیۃ کا نام عبد اللہ ہے ۱۲ منہ۔

سلہ مالک بن نویرہ تمیمی یربوعی ایام جاہلیت میں بہت معزز تھے مسلمان ہوئے اور حضورؐ نے اُن کو بنی حنظلہ کے صدقات پر مقرر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو انھوں نے صدقات کو روک دیا اور سجاح نے نبوۃ کا دعویٰ کیا تھا اُس سے مصالحت کر لی تھی لیکن ارتداد کی کوئی بات ظاہر نہیں کی۔ یہ لوگ نماز برابر پڑھتے رہے اور اذان ہوتی رہی حضرت خالد رضؓ جب بنی اسد اور غطفان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو مالک ابن نویرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مالک نے ظاہر کر دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور پابند شریعت اسلام ہیں مگر حضرت خالد رضؓ کے حکم سے حضرت ضرار ابن الازور اسدی رضؓ نے اُن کو قتل کر دیا۔ اور مالک کی عورت پر خالد رضؓ نے قبضہ کر لیا یہ خبر جب مدینہ پہنچی تو حضرت عمر رضؓ حضرت خالد رضؓ سے بہت برافروختہ ہوئے اور بہت تشدد کیا۔ مگر حضرت صدیق رضؓ نے حضرت خالد رضؓ کے ساتھ سختی مناسب نہ سمجھی۔ بعض لکھتے ہیں کہ مالک مرتد ہو گئے تھے مگر یہ غلط ہے۔ باتفاق وہ صحابی ہیں۔ اگر وہ مرتد مقتول ہوتے تو صحابہ میں کیسے شمار ہوتے اور خالد رضؓ کے خلاف حضرت عمر رضؓ تشدد کیوں کرتے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

سریہ عیینہ بن الحصن و وفد بنی تمیم

ابن قیم کہتے ہیں کہ محرم سنہ ۹ھ میں حضورؐ نے عیینہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ بنی تمیم سے غزوہ کے لئے بھیجا۔ اُس میں مہاجر و انصار کا کوئی شخص نہ تھا۔ اِن لوگوں نے بنی تمیم پر اُن کے صحرا میں حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے یہ لوگ گیارہ مرد۔ اکیس عورتیں اور تیس لڑکوں کو گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ اور رملہ بنت الحارث کے مکان میں سب کو رکھا۔

اِس کے بعد بنی تمیم کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اس میں اُن کے چند رؤسا بھی تھے۔ عطارد بن حاجب۔ زبرقان بن بدر۔ قیس بن عاصم۔ اقرع بن حابس۔ قیس بن الحارث۔ نعیم بن سعد۔ عمرو بن الاہتم۔ رباح بن الحارث۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ اور حجاب بن یزید۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حُتات بن یزید جن کا حضورؐ نے حضرت معاویہؓ سے مواخات کرائی تھی اور بعد میں اُن کے اِنتقال کے بعد اُن کے اموال پر معاویہؓ نے اُسی مواخات کی بناء پر قبضہ کیا۔ ابن اثیر اور ابن حجر نے بھی اُن کا نام حُتات ہی لکھا ہے بضم حائے مہملہ و تخفیف مثناۃ فوقیہ۔

ابن اسحاقؒ نے یہاں سریہ کا تذکرہ نہیں لکھا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن الحصن الفزاری بھی اس وفد کے ساتھ مدینہ آئے تھے۔ عیینہ بن الحصن اور اقرع بن حابس فتح مکہ۔ اور غزوہ حنین و طائف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اب پھر بنی تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے۔ واللہ اعلم۔

یہ لوگ اعرابی تھے۔ آدابِ رسالت سے واقف نہ تھے۔ حجروں کے باہر سے پکارنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلو۔ جلد آؤ۔ اس بے عقلی سے پکارنا اور آواز دینا خدا کو ناپسند ہوا۔ اس طرح پکارنے کے امتناع میں آیتِ کلام اللہ نازل ہوئی۔ بہر کیف حضورؐ نکلے اور اُسی وقت حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی۔ حضورؐ مسجد تشریف لے گئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد صحن مسجد میں بیٹھے اِن سب نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لئے آئے ہیں ہمارے شاعر اور خطیب کو اجازت دیجے۔ حضورؐ

نے اجازت دی۔ پہلے عطاؓرد بن حاجب نے خطبہ پڑھا۔ اور اس میں کہا۔

خدا کے لئے حمد ہے جس نے ہم میں ملوک بنائے جن کو ہم سب پر فضیلت حاصل ہے۔ اور جس نے ہم لوگوں کو بڑی دولت دی جس کو ہم نیک کام میں صرف کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو سارے مشرق میں سب سے زبردست بنایا۔ ہماری تعداد بہت زیادہ کی۔ ہمارے لئے سامانِ حرب مہیّا کرنا آسان کردیا۔ تو سارے انسانوں میں ہمارے مثل کون ہے؟ کیا ہم تمام انسانوں سے بالا نہیں ہیں؟ کیا ہم سب سے فضل میں برتر نہیں ہیں؟ اگر کوئی ہمارے فخر میں مقابلہ کرنا چاہے تو بتائے کہ کیا یہ باتیں اس میں ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اپنی مفاخرت میں طویل تقریر کرسکتے ہیں لیکن ہمیں شرم معلوم ہوتی ہے کہ خود ستائی کریں۔ جو کچھ کہا وہ بھی اس لئے کہ اگر کوئی لاسکتا ہے تو اس کے مثل یا اس سے بہتر کوئی بات اپنی فضیلت کی پیش کرے۔ اتنا کہہ کر وہ بیٹھ گیا۔

لہ ابن حجرؒ نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ جس جماعت نے حجروں کے باہر سے آواز دی جس کے متعلق آیت نازل ہوئی اُس میں عطارد بن حابس تھے اور بنی تمیم کا جو وفد آیا اُس میں عطارد بن حاجب تھے گویا یہ دو واقعے ہیں جیسا کہ ابن اسحاقؒ کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے مگر صحابہ میں عطارد بن حابس کا ذکر صرف ابن فتحون نے کیا ہے اور عطارد بن حاجب کا ذکر بخاری میں بھی ہے کہ یہ ریشمی حلہ پہنے ہوئے تھے جو اُن کو کسریٰ نے دیا تھا۔ اور جس کو دیکھ کر صحابہ کو تعجب ہوا تھا۔ صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ ریشم دنیا میں وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو اور طبرانی وغیرہ میں بھی اُس حلہ کا قصہ آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سعد بن معاذؓ کی مندیل اس سے اچھی ہے۔ عطارد بن حاجب اس وفد کے ساتھ مسلمان ہوئے پھر بنی تمیم میں سجاح نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ اُس کے ساتھ ہوگئے اس کے بعد پھر تائب ہوئے اور صادق مسلمان رہے ۱۲ منہ۔

اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضؓ انصاری کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔

ساری تعریف خدا ہی کے لئے سزاوار ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور اُس میں اپنا حکم نافذ فرمایا۔ اس کا علم آسمان و زمین اور کُل چیزوں کو محیط تھا جب کہ اِن چیزوں کا قطعاً کوئی وجود نہ تھا۔ جو کچھ ہوا اُسی کے فضل سے ہوا اور صرف اُسی کے فضل سے۔ یہ اُسی کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو حکومت دی۔ اپنی تمام مخلوق میں سے بہترین شخص کو اپنا رسول بنایا جو نسب میں سب سے اکرم ہے۔ بات میں سب سے سچا ہے۔ حسب میں سب سے افضل ہے۔ پھر خُدا نے اُن پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اور اپنی ساری مخلوق پر اُن کو اَمین بنایا۔ اور وہی خدا کے نزدیک ساری مخلوقات سے افضل ہیں پھر اُنھوں نے تمام انسانوں کو خُدا پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ سب سے پہلے اُن کے مہاجرین اُن پر ایمان لائے۔ جو نسب میں بہتر حسب میں افضل و بزرگ ہیں۔ جن کی صورتیں اچھی اور جن کے اعمال افضل ہیں اور نبی کی دعوت کو قبول کرنے میں بھی وہی سب سے مقدم ہیں۔ اور ہم لوگ اللہ کے انصار اور رسول اللہ ؐ کے وزراء ہیں۔ ہم لوگوں سے اُس وقت تک مقاتلہ کرتے ہیں جب تک لوگ ایمان نہ لے آئیں۔ لیکن جب کوئی اللہ اور اُس کے رسول ؐ پر ایمان لائے تو پھر اُس کا مال اور اُس کا خون

لہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضؓ خزرجی تھے، اور انصار کے خطیب تھے اُن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نعم الرجل ثابت بن قیس یہ ترمذی میں مرفوعاً مروی ہے اور اس کی اصل مسلم میں بھی ہے اُن کے اور قصے بخاری و مسلم میں ہیں ۱۲ منہ۔

سب محفوظ ہوجاتا ہے۔ اور جو اس سے رُکا ہم ہمیشہ اُس سے خدا کے لئے جہاد کریں گے۔ اور اسیوں کا قتل کر دینا ہمارے لئے بالکل آسان ہے۔ یہ ہے جو کچھ ہمیں کہنا تھا۔ اور خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ تمام مومنین و مومنات کی مغفرت کرے۔ السلام علیکم۔

جب ثابت بن قیس رضؓ خطبہ سے فارغ ہو کر بیٹھے تو بنی تمیم کا شاعر زبرقان بن بدر[1] کھڑا ہوا۔ اور اپنی قومی مفاخرت کا قصیدہ پڑھا۔ اُس کے جواب کے لئے حضرت حسان بن ثابت رضؓ کھڑے ہوئے اور فی البدیہہ ایک زبردست قصیدہ جواب میں پڑھا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اقرع بن حابس نے کہا کہ رسول اللہ ؐ کا خطیب میرے خطیب سے اچھا ہے۔ اُن کا شاعر میرے شاعر سے بہتر ہے۔ اُن کی آواز ہماری آوازوں سے افضل ہے پھر سب مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ؐ نے اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

ابن اسحاق رحؒ نے دوسری جگہ اس کے بہت بعد عیینہ بن حصن کے سریہ کا علیحدہ ذکر کیا ہے کہ اُن کو رسول اللہ ؐ نے تمیم کی ایک جماعت بنی العنبر کی طرف بھیجا تھا۔ اور وہ وہاں سے مرد و عورت قیدی لائے تھے۔ اس لئے تمیم کا ایک وفد حضور ؐ کی خدمت میں آیا۔ اور حضور ؐ سے قیدیوں کے متعلق اُن لوگوں نے گفتگو کی۔ آپ ؐ نے بعض قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ بعض کا فدیہ لیا۔ مگر لکھتے ہیں کہ اس وفد میں حسب ذیل اشخاص تھے۔

ربیعہ بن رفیع۔ سبرہ بن عمرو۔ قعقاع بن معبد۔ وردان بن محرز۔ قیس بن عاصم۔ مالک بن عمرو۔ اقرع بن حابس۔ فراس بن حابس۔

بظاہر یہ دونوں قصے ایک ہی وفد کے ہیں واللہ اعلم۔

[1] زبرقان کے معنی قمر کے ہیں۔ اُن کے حسن کی وجہ سے اُن کو زبرقان کہتے ہیں یہ ارتداد کے ایام میں ثابت رہے اور قبائل نے جب صدقات روک دیئے تھے تو انھوں نے حضرت صدیق رضؓ کو صدقہ ادا کیا ۱۲ منہ۔

سریہ قطبہ بن عامرؓ الیٰ خثعم

ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قطبہ بن عامرؓ کو بیس[1] آدمیوں کے ساتھ دس اونٹ پر خثعم کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا۔ جو تبالہ[1] کے ایک طرف رہتے تھے۔ اُن لوگوں نے وہاں ایک شخص کو پکڑا اور اُس سے کچھ باتیں دریافت کیں وہ پہلے گونگا بن گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کو پکار کر متنبہ کرنے لگا اور ڈرانے لگا۔ ان لوگوں نے اس کو قتل کردیا۔ اور ٹھہرے رہے۔ جب وہاں کے لوگ سو گئے تو انھوں نے حملہ کردیا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ فریقین کے لوگ زخمی ہوئے اور خود قطبہ ابن عامرؓ شہید ہو گئے[2]۔ بقیہ آدمی اُن کی عورتیں۔ اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ آئے۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامر بن حدید کا غزوہ صفر سنہ ۹ ہجری میں ہوا۔

اور لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں بھی یہ واقعہ مروی ہے کہ جب مسلمان۔ جانور اور قیدی عورتوں کو لے کر چلے تو خثعم کے لوگوں نے تعاقب کیا۔ مگر اُسی وقت بیچ میں سیلابِ عظیم حائل ہوگیا۔ جس کو وہ عبور نہ کر سکے اور دیکھتے رہے۔ یہ لوگ سب کچھ لے کر مدینہ چلے آئے۔

سریہ ضحاک[3] بن سفیانؓ کلابی

پھر ربیع الاول سنہ ۹ ہجری میں حضورؐ نے ایک فوج بنی کلاب کی طرف بھیجی اور اُس پر ضحاک بن سفیانؓ بن عوف کو امیر مقرر کیا اور اُنہی کے ساتھ اُصَیدؓ[4] بن سلمہ بھی تھے۔ زج[5] میں جنگ ہوئی اور کُفّار کو

---

[1] تبالہ بفتح مثناۃ فوقیہ وتخفیف بائے موحدہ یمن کا ایک شہر ہے کذا فی النہایہ ۱۲ منہ

[2] یہ ابن قیم نے ابن سعد سے نقل کیا ہے لیکن ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن حاتم کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامر کا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا اور ابن حبان کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[3] عاملین صدقہ میں ان کا ذکر ہوا ہے ۱۲ منہ

[4] اُصَید بروزن احمد بن سلمہ دو صحابی ہیں ایک سلمی ہیں اور ایک کلابی۔ اصید سلمی کے والد سلمہ مسلمان ہو گئے اور اُصَید کلابی کا یہ قصہ ہے بعض علماء کو ان دونوں میں دھوکہ ہوا ہے ۱۲ منہ

[5] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ زج لاوہ بضم زائے معجمہ وتشدید جیم نجد میں ایک جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک بن سفیانؓ کو بھیجا تھا ۱۲ منہ

ہزیمت ہوئی۔ وہاں پر ایک کنواں تھا اس پر اُصَید بن سلمہ کو ان کے باپ سلمہ تھے اور سلمہ اپنے گھوڑے پر تھے۔ اُصَید نے سلمہ کو اسلام کی دعوت دی اور امان دیا۔ مگر سلمہ نے اُصَید کو اور اس کے دین کو گالی دی۔ اُصَید نے سلمہ کے گھوڑے کو تلوار ماری جس سے وہ گھوڑا گر گیا۔ اور خود سلمہ نیزے کے بل پانی میں گرا۔ یہ رو کے رہے حتےٰ کہ ایک شخص نے آکر اُس کو قتل کر دیا۔ خود اُصَید نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا۔

سریہ علقمہ بن مُجَزِّز الی الحبشہ

خبر ملی کہ جدّہ میں کچھ حبشی آئے ہیں حضورؐ نے ربیع الآخر ۹ھ میں علقمہ بن مجزز المدلجی کو تین سو آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ یہ گئے تو وہ سب بھاگ گئے۔ یہ لوگ بعض جزیرہ تک گئے۔ مگر وہ سمندر میں لاپتہ ہو گئے یہ لوگ لوٹے مگر فوج کے کچھ آدمیوں نے اپنے اہل کی طرف جانے میں عجلت کی اور اُن میں عبداللہ بن حذافۃ السہمی بھی تھے۔ راستہ میں بعض مقام پر علقمہ بن مجزز نے آگ جلوائی اور عجلت کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب کچھ لوگ آگ میں جانے کے لئے مستعد معلوم ہوئے تو علقمہ نے کہا کہ ٹھہرو ہم نے تو مذاق سے کہا تھا جب یہ لوگ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی معصیت کا حکم دے تو نہ مانو۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قصہ اس طرح مواہب لدنیہ میں حاکم اور ابن ماجہ سے منقول ہے حضرت ابی سعید خدری رضؓ کی یہ روایت ہے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور صحیحین میں حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں ایک انصاری کو امیر بنایا اور اس میں اسی قسم کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ سے مسند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ آیہ شریفہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ عبداللہ ابن حذافہ رضؓ ابن قیس بن عدی کے باب میں نازل ہوئی ہے اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا تھا۔

[1] علقمہ بن مجزز۔ ابن اثیر اور ابن حجر لکھتے ہیں کہ مجزز بضم میم وجیم و دو زائے معجمہ پہلا مکسور ثقیلہ ۱۲ منہ۔

میں نے عمرۃ القضاء سے پہلے عبداللہ بن حذافہؓ کے سریہ کا تذکرہ کیا ہے۔ نہ معلوم یہ اُسی واقعہ کا حال ہے جو صحیح حدیث میں محفوظ ہے۔ یا دوبارہ ہوا واللہ اعلم۔

سریہ علیؓ بن ابی طالب الی الطی

اسی سال حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ وہ قبیلۂ طی کے بتخانہ کو گرادیں۔ اُن کے ساتھ ایک سو پچاس[150] آدمی ایک سو پچاس گھوڑوں پر تھے۔ اور اُن کے ساتھ سیاہ رایۃ اور سفید لواء تھا۔ یہ لوگ جب قلس میں پہنچے (قلس بضم قاف وسکون لام قبیلۂ طی کا بڑا بتخانہ تھا) تو فجر کے وقت حملہ کیا۔ اور بتخانہ کو گرادیا۔ پھر عورتیں۔ اونٹ۔ بکریاں اُن کی گرفتار کرلیں۔ قیدی عورتوں میں مشہور حاتم طائی کی لڑکی اور عدی بن حاتم کی بہن بھی تھیں۔ خود عدی بن حاتم بھاگ کر شام چلے گئے اُن کے سلاح خانہ میں تین[3] تلواریں اور تین[3] درعیں ملیں۔

ابن اسحاق نے خود عدی بن حاتمؓ سے مفصل واقعہ نقل کیا ہے۔ اس کا ملخص یہ ہے کہ عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا متنفر تھا۔ میں نصرانی تھا۔ بادشاہ تھا۔ سمجھتا تھا کہ میرا دین حق ہے اور قوم کا رئیس ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات کی شہرت ہوئی تو مجھے سخت اندیشہ ہوا۔ میں نے اپنے خادم سے کہدیا تھا کہ اگر اسلامی فوج کا رُخ اس طرف ہو تو مجھے خبر دیجیو۔ اُس نے ایک روز آکر کہا کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج آگئی۔ میں نے خود عَلَم دیکھا ہے۔ میں نے اونٹ منگوایا۔ اور اپنے اہل وعیال کو لے کر شام چلا آیا۔ کیونکہ شام کے لوگ نصرانی اور میرے ہم مذہب تھے۔ لیکن اپنی بہن حاتم کی لڑکی کو وہیں چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہؐ کی فوج نے حملہ کیا۔ اور عورتوں کو قید کیا تو قیدیوں میں حاتم کی لڑکی بھی تھیں۔ وہ جب رسول اللہؐ کے سامنے پیش ہوئیں۔ تو کہا کہ یا رسول اللہؐ! میرے باپ کا انتقال ہوگیا۔ میرا محافظ ہمیں چھوڑ کر غائب ہوگیا۔ میں ضعیفہ ہوں۔ اور کسی خدمت

[1] امام بخاریؒ نے دونوں کو جمع کرکے لکھا ہے سریہ عبداللہ بن حذافۃ السہمی وعلقمۃ بن مجزز المدلجی اس کے بعد آگ جلانیکا قصہ روایت کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی واقعہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

کے لائق بھی نہیں ہوں مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تمھارا محافظ کون تھا؟ کہا کہ عدی بن حاتم۔ حضورؐ نے اُن کو چھوڑ دیا۔ اور جانے کے لئے اونٹ بھی دیا۔ میری بہن وہاں سے میرے پاس شام آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی۔ کہا کہ اُنھوں نے وہی کیا ہے جو تمھارا باپ کرتا تھا۔ اُن کے پاس فلاں آیا اُس پر یہ احسان کیا۔ فلاں آیا اُس پر یہ عنایت فرمائی۔ تم اُن کے پاس جاؤ۔

آخر میں مدینہ آیا۔ حضورؐ مسجد میں تھے۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ عدی بن حاتم آیا ہے اور میں بغیر کسی امان یا تحریر کے چلا آیا تھا۔ خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضورؐ نے اخلاق کریمانہ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور پہلے لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ چکے تھے۔ کہ خداوند پاک جلد عدی بن حاتم کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ میرے سامنے اُسی وقت ایک عورت آئی اُس کے ساتھ اُسکا لڑکا بھی تھا۔ اُس نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھ کو آپؐ سے ایک کام ہے۔ آپ مجھ کو چھوڑ کر اُس کے ساتھ چلے گئے اور اُس کا کام انجام دے کر پھر تشریف لائے اور پھر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے گھر آئے۔ ایک عورت تھیں اُنھوں نے گدا ڈال دیا۔ حضورؐ اُس پر بیٹھے اور میں بھی سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے عدی! تو کس چیز سے بھاگا؟ کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے سے۔ کیا خدا کے سوا اور کوئی معبود ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ کیا تو اللہ اکبر کہنے سے بھاگا؟ یعنی اِس بات کے اقرار کرنے سے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ کیا تو کسی کو خدا سے بڑا سمجھتا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہود پر خدا کا غضب ہے۔ اور نصاریٰ گمراہ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور دین حنیف پر ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے روشن ہو گیا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ میں ایک انصاری کے مکان میں ٹھہرا۔ اور صبح شام خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جماعت آئی۔ نماز کے بعد آپ نے اُن لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا:۔

اے لوگو! خدا نے تم پر فضل کیا ہے اِس سے دوسروں پر بھی احسان کرو اگرچہ ایک صاع ہو یا اگرچہ نصف صاع ہو۔ یا اگرچہ ایک مٹھی ہو۔ یا اگرچہ ایک مٹھی سے بھی کم ہو۔ یہی تم کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ اگرچہ ایک کھجور ہو۔ یا کھجور کا ایک ٹکڑا ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات سے احسان کرو۔ تم میں سے ہر شخص کو خُدا کے سامنے جانا ہے۔ اور خدا بھی یہی کہے گا جو ہم کہتے ہیں۔ خُدا کے سامنے جب کوئی جائے گا تو خدا سوال کرے گا کہ کیا میں نے تم کو مال اور اولاد نہیں دیا تھا؟ بندہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ خدا پوچھے گا کہ آج کے لئے تم نے کیا رکھا ہے؟ وہ آگے پیچھے۔ دائیں بائیں دیکھے گا کوئی چیز نہ پائے گا جو اُس کو اُس روز جہنم کی آگ سے بچا سکے۔ نہ کھجور کا ٹکڑا نہ اچھی بات۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! مَیں اِس سے نہیں ڈرتا کہ تم فاقہ سے مرجاؤ گے خدا تمہارا مددگار ہے۔ اور تم کو اتنا غنی بنادے گا کہ ایک عورت یثرب سے حیرہ چلی جائے گی۔ بلکہ زیادہ اور اُس کو چوری کا بالکل خطرہ نہ رہے گا۔ عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ مَیں دل میں سوچتا تھا کہ یہ طَیّ کے چور کہاں چلے جائیں گے۔

کعب بن زہیرؓ

پہلے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکہ میں جن لوگوں کا خون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدر کر دیا تھا۔ اور جن کے قتل کا حکم دیا اُن میں کعب بن زہیرؓ شاعر کا نام بھی تھا۔ غزوہ طائف اور غزوہ تبوک کے درمیان کعب بن زہیرؓ خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ جب حضورؐ طائف سے لوٹے تو بجیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو لکھا کہ جو شعراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے وہ قتل کئے گئے۔ اب قریش کے شعراء میں سے صرف ابن الزبعری اور ہبیرہ بن وہب رہ گئے ہیں۔ حضورؐ کا قاعدہ ہے کہ جو شخص تائب

اور مسلمان ہو کر اُن کے پاس آجائے اُس کو قتل نہیں کرتے۔ اگر تم کو اپنی زندگی مقصود ہے تو آکر معافی چاہو اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اور بجیر نے اشعار بھی لکھے جن میں اسلام کی ترغیب دی تھی۔

جب کعب نے دیکھا کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے تو ایک قصیدہ غزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا اور مدینہ آئے۔ اور جُہینہ کے ایک آدمی کے یہاں ٹھہرے جس سے اُن کی پہلے سے شناسائی تھی۔ اور صبح کے وقت اُنہی کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو یہ پاس گئے۔ حضورؐ اُن کو پہچانتے نہ تھے۔ اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! کعب بن زہیر توبہ کرکے اور مسلمان ہو کر آیا ہے اور آپ سے امان چاہتا ہے۔ کیا آپؐ اُس کو امان دیں گے؟ رسول اللہؐ نے کہا کہ ہاں۔ اُنھوں نے کہا کہ میں کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہؐ! ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اُن کے اِس کہنے پر انصار میں سے ایک شخص اُٹھے کہ یا رسول اللہؐ! اجازت دیجئے کہ اس عدو اللہ کی گردن ماروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جانے دو تائب ہو کر آیا ہے۔ اس کی وجہ سے کعبؓ کو انصار کی طرف سے ملال ہوا۔ بہرکیف اس کے بعد کعبؓ نے اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جو "بانت سعاد" کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس پر بہت سے شروح و تراجم لکھے گئے ہیں۔

اس قصیدہ میں اُنھوں نے مہاجرین کی تعریف و توصیف لکھی۔ لیکن انصار کی نہیں کیونکہ انصار سے غصہ ہو گئے تھے۔ انصار کو اس کا بہت ملال ہوا۔ لیکن مسلمان ہونے کے بعد انصار کی منقبت میں بھی قصیدہ لکھا اور اُس کی تلافی ہو گئی۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ جب کعب بن زہیرؓ نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا تو حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے۔ اور اپنی چادر مبارک جو بدن پر تھی وہ اُن کو عنایت فرمائی۔ حضورؐ کی یہ چادر کعب بن زہیرؓ کے پاس تھی۔ حضرت معاویہؓ حضورؐ کے بعد کعب بن زہیرؓ کو دس ہزار درہم دے رہے تھے کہ یہ چادر ہمیں دیدو۔ مگر اُنھوں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ ہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جامۂ مبارک ہرگز نہ دیں گے۔ لیکن آخر حضرت معاویہؓ نے کعب بن زہیرؓ کے بعد اُن کے ورثار کو بیس۲۰ ہزار درہم دے کر وہ چادر لی۔ اور عرصہ تک وہ چادر سلاطینِ اسلام کے پاس رہی واللہ اعلم۔

کعب بن زہیرؓ بڑے زبردست شعرا میں تھے۔ اُن کے لڑکے عقبہ بن کعب اور اُن کے پوتے عوام بن عقبہ بھی اچھے شاعر ہوئے ہیں۔ اس خاندان کو شاعری مبارک ہوئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ذریعہ بنی۔

غزوۂ تبوک وجیش العُسرۃ

مدارج النبوۃ میں ہے کہ تبوک ایک مقام ہے مدینہ سے چودہ۱۴ مرحلہ پر شام اور مدینہ کے درمیان۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے۔ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ قاموس میں ہے کہ تبوک ایک زمین ہے شام اور مدینہ کے درمیان۔ ان سب معنوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یہ غزوہ سخت قحط کے ایام میں ہوا تھا۔ دور کا سفر تھا۔ ہوا گرم۔ سواری کم۔ کھانے پینے کی تکلیف۔ جیش کی تعداد زیادہ۔ بڑی تنگی ہوئی تھی۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اس لئے اس کو جیش العُسرۃ بھی کہتے ہیں۔ منافقوں کو اس میں شرمساری ہوئی تھی اور ان کا نفاق ظاہر ہوگیا تھا اس لئے اس کو غزوۂ فاضحہ بھی کہتے ہیں اور حدیثوں میں اس غزوہ کے یہ سب نام آتے ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رجب سنہ ۹ ہجری میں جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ کسی غزوہ میں جاتے وقت صحیح مقام بہت کم بتاتے تھے۔ لیکن اس غزوہ میں چونکہ جگہ دُور تھی۔ زمانہ شدت کا تھا۔ دشمن کی تعداد بہت تھی۔ آپؐ نے ظاہر کردیا کہ روم سے مقابلہ ہے اور وہیں جانے کا ارادہ ہے تاکہ سب لوگ مناسب حال تیاری کرسکیں۔

غزوہ کی وجہ

ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کو خبر ملی کہ شام میں روم نے بڑی فوج جمع کی ہے۔ اور ہرقل نے ایک سال کا خرچ اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور اُن کے ساتھ لخم وجذام۔ اور عاملہ وغسان کے آدمی بھی آکر شامل ہوگئے ہیں۔ اور اُن کی فوج کے مقدمات ارض بلقا تک آگئے ہیں۔ مدارج النبوت میں یہ بھی ہے کہ اس دیار کے نصاریٰ نے ہرقل سے یہ جھوٹ کہا تھا کہ مدینہ میں جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اس کا انتقال ہوگیا۔ اور وہاں اس وقت سخت قحط اور تنگی ہے۔ اور اُن کے اموال ضائع ہوگئے ہیں۔ اس لئے اس ملک کو اس وقت بآسانی لیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہرقل نے ایک رُومی سردار کو چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور مدینہ کے لئے نامزد کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اغنیاء کو فی سبیل اللہ نفقہ اور سواری مہیا کرنے کی ترغیب دی۔ تمام صحابہ اپنی اپنی استطاعت کے موافق اونٹ اور مال لائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا نصف مال لاکر حاضر کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا کُل مال لاکر حاضر کر دیا اور خدا اور خدا کے رسولؐ کا نام اپنے اہل وعیال کے لئے رکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بہت سا مال پیش کیا۔ مگر اُس روز جو نفقۂ عظیم حضرت عثمان غنیؓ نے دیا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ تین سو اونٹ لدے ہوئے مع ساز وسامان جیش العُسرۃ کی ترتیب کے لئے حضرت عثمانؓ نے دیئے۔ اور ایک ہزار اشرفی نقد۔ نادار صحابہ نے مزدوری کی اور جو کچھ ملا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ عورتوں نے اپنے اپنے زیورات لاکر حاضر کر دیئے۔ الغرض جس قدر اموال جمع ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فوج پر تقسیم کیا اور تاکید کی کہ نعلین زیادہ رکھو۔ فوج بڑی تھی۔ آدمی زیادہ سواری اور نفقہ کی بڑی تنگی ہوئی۔

بکّاؤن

ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ سات آدمی جو بکّاؤن کہے جاتے تھے یعنی رونے والے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے سواری طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے کہ ہم تم کو دے سکیں۔ یہ لوگ لوٹے تو غم کی وجہ سے اِن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ کہ حمل اور نفقہ کا کوئی سامان نہ ہو سکا۔ وہ ساتؔ بزرگوار یہ ہیں۔ سالم بن عمیرؓ[1]۔ علبہ بن زیدؓ[2]۔ ابو لیلے المازنیؓ۔ عمرو بن غنمہؓ[3]۔ سلمہ بن صخرؓ[4]۔ عرباض بن ساریہؓ[5]۔ اور ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں عبد اللہ بن مغفلؓ اور معقل بن یسارؓ کا نام بھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بکاؤن مزنیہ کی جماعت بنو مقرن کے ساتؔ آدمی تھے۔ ابن اسحاقؒ نے بکاؤن میں عمر بن الحمام بن الجموحؓ کا نام بھی شمار کیا ہے۔ قرآن پاک میں اُن لوگوں کے خلوص اور اُن کے رونے کا ذکر ہے۔

ابو موسیٰ الاشعریؓ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اُن لوگوں نے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم ہم تم کو سواری نہ دیں گے۔ اور نہ میرے پاس ہے کہ تم کو دوں لیکن اِس کے بعد جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُونٹ آ گئے۔ آپؐ نے اُن کو بلوایا۔ اور چھؔ اونٹ اُن کو دیئے۔ اور قسم کے بارے میں فرمایا کہ تم کو سواری مَیں نے نہیں دی خدا نے دی ہے اس کے علاوہ ہم قسم کھا لیں اور اِسکے بعد معلوم ہو جائے کہ اس کے خلاف کرنا بہتر ہے تو ہم قسم کا کفارہ ادا کر دیتے ہیں۔ اور جو بہتر ہوتا ہے اُسی پر عمل کرتے ہیں۔

---

[1] سالم بن عمیر خوات بن جبیر کے ابن عم ہیں انصاری ہیں۔ بنی عمرو بن عوف سے ہیں عطا اور ضحاک نے ابن عباسؓ سے ان کو بکاؤن میں روایت کیا ہی لیکن مجمع بن جاریہ سے بجائے ان کے سالم بن عمر عمری کا نام مروی ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[2] علبہ بن زید۔ بعین مہملہ مضموم بعدہٗ لام ساکن بعدہٗ بائے موحدہ انصاری اوسی ۱۲ منہ۔

[3] عمرو بن غنم بن مازن بن قیس خزرجی کذا فی اسد الغابہ ۱۲ منہ۔

[4] سلمہ بن صخر بصاد مہملہ ہذلی وہی سلمہ بن المحبق ہیں۔ ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ ابو احمد عسکری نے کہا کہ تمام اہل حدیث محبق بفتح باء موحدہ کہتے ہیں میں نے جوہری کے سامنے پڑھا تو اُنھوں نے انکار کیا اور کہا کہ محبق بکسر باء ہے ۱۲ منہ۔

[5] عرباض بن ساریہ۔ اول بکسر عین مہملہ و آخر ضاد معجمہ سلمی ہیں کنیت ابو نجیح ہے ۱۲ منہ۔

عُلبہ بن زیدؓ

حضرت عُلبہ بن زیدؓ نے رات کے وقت نماز پڑھی۔ اور اُس کے بعد بہت روئے۔ کہا کہ خداوندا! تو نے جہاد کا حکم دیا۔ جہاد کی ترغیب دی۔ لیکن میرے پاس کچھ ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں تقویت ہو۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کچھ ہے کہ وہ کم از کم ہماری سواریوں کا کچھ بندوبست کر دیں۔ خداوندا میرے پاس مال نہیں ہے مگر جو زمین ہے وہ سب ہم مسلمانوں کے لئے صدقہ کرتے ہیں۔ صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ رات کس نے صدقہ کیا ہے کوئی نہ بولا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا اور پھر پوچھا تو اُنھوں نے حال بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا صدقہ مقبول ہوا۔

معذورین

ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ بیاسی[۸۲] اعراب نے شرکت سے معذوری ظاہر کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اذن چاہا کہ وہ غزوہ میں شریک نہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذن نہ دیا اور اذن قبول نہ ہوا۔

روانگی اور متخلفین

اس کے بعد جب حضورؐ نے سفر کا ارادہ کیا تو علی الصبح مدینہ پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کو خلیفہ بنایا۔ اور حضرت علیؓ کو اہلِ بیت کی نگرانی کے لئے مدینہ میں رکھا۔ اور تیس[۳۰۰۰۰] ہزار فوج دس[۱۰۰۰۰] ہزار گھوڑوں کے ساتھ روانہ ہوئی۔ ثنیۃ الوداع میں مقام کیا۔ وہاں فوج کا مقدمہ میمنہ میسرہ مُرتب کیا علم اور الویہ تقسیم کئے۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند صحابہ رہ گئے۔ ان میں یہ حضرات تھے۔ کعب بن مالکؓ۔ ہلال ابن امیہؓ۔ مرارہ ابن الربیعؓ۔ ابو خثیمہؓ۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ ان میں ابو خثیمہؓ اور ابوذرؓ بعد میں جاکر شریک ہو گئے۔ لیکن تین[۳] آدمی نہ گئے۔ حضورؐ تبوک پہنچے تو وہاں بیس[۲۰] روز قیام فرمایا۔ اور وہاں برابر آپ نے نماز میں قصر کیا

ؔلہ زاد المعاد میں علیہ بن یزید ہے علیہ بیائے تحتانیہ و یزید اول یائے تحتانیہ مگر اصابہ اور اسد الغابہ میں اس نام کا پتہ نہیں ہے یہ قصہ عُلْبہ بضم عین مہملہ بعدہٗ لام ساکن بعدہٗ بائے موحدہ ابن زید بزائے معجمہ و تحتانیہ کا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اور معلوم ہوا کہ قیصر اُن دِنوں حمص میں مقیم تھا۔

منافقین منافقین نے اس غزوہ میں بڑی بڑی شرارتیں کیں۔ جاتے وقت بھی۔ اور لوٹتے وقت بھی۔ مراجعت کا حال تو بعد میں آئے گا۔ ابھی جانے کا حال لکھتا ہوں۔

یہ تو لکھ چکا ہوں کہ اس غزوہ کے وقت قحط کا زمانہ تھا۔ دوسرے درختوں میں پھل تیار تھے۔ ایسے وقت میں ہر شخص قیام کو پسند کرتا تھا۔ گرمی اور دھوپ کی ایسی شدت تھی کہ کوئی شخص باہر نکل نہیں سکتا تھا۔ فوج زیادہ تھی اور اُس کے اعتبار سے سامان کم تھا۔ بعض اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ اٹھارہ اٹھارہ فقراء صحابہ میں بعض وقت صرف ایک اُونٹ ہوتا تھا جس پر وہ باری باری سفر کرتے تھے۔ باوجود ان تمام مشکلات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی تیاری میں کوشش فرما رہے تھے۔ لیکن منافقین کی ایک جماعت نے لوگوں کو بہکانا شروع کیا۔ اور کہا کہ ایسی گرمی میں سفر نہ کرو۔ اِن منافقوں کا ذکر خدا نے کیا ہے وقالوا لا تنفروا فی الحر الآیہ۔

بنی سلمہ میں ایک منافق جد بن قیس[۱] تھا۔ حضورؐ نے کہا کہ اے جد کیا تم اس دفعہ بنی الاصفر کے مقابلہ میں چلو گے۔ اُس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔ اجازت دیجئے کہ میں نہ جاؤں۔ میری قوم جانتی ہے کہ مجھ کو عورتوں کی طرف رغبت بہت زیادہ ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں بنی الاصفر کی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس جواب پر اُس سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا کہ ہاں تم نہ جاؤ۔ اُسی کی بابت آیت نازل ہوئی ومنھم من یقول ائذن لی ولا تفتنی الآیہ۔

ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ کچھ منافقین

---

[۱] جد بن قیس بن صخر سید بنی سلمہ حضرت براء بن معرورؓ کا ابن عم تھا۔ حدیبیہ میں صرف اِس شخص نے بیعت نہیں کی تھی چھپ گیا تھا۔ ابن عمرؓ نے لکھا ہے کہ بعد میں تائب ہو گیا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

سویلم یہودی کے مکان میں جمع ہوئے ہیں۔ اور لوگوں کو رسول اللہ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جانے سے بہکاتے ہیں۔ اُس کا مکان جاسوم کے پاس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رض کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ بیت سویلم کو آگ لگا کر جلا دو۔ ان حضرات نے جب آگ لگائی اور گھر جلنے لگا تو ضحاک بن خلیفہ نے دیوار کے پیچھے سے کُود کر بھاگنا چاہا تو اس کا پیر ٹوٹ گیا۔ اُس کے دوسرے ساتھی کُود کر بھاگ گئے۔

عبد اللہ بن اُبی بن سلول نے ثنیۃ الوداع میں علیحدہ ذباب کی طرف اپنے حلیف یہود اور منافقوں کی ایک بڑی فوج جمع کی جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کی تعداد کم نہ تھی۔ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو وہ سب رہ گئے۔

حضرت علی رض

حضور نے حضرت علی رض کو اہل بیت کی نگرانی کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔ حضور کے جانے کے بعد منافقین نے کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رض کی طرف سے طبیعت میں کچھ گرانی ہے اس لئے اُن کو چھوڑ دیا حضرت علی رض نے جب یہ سُنا تو اپنا سلاح لیا اور روانہ ہوگئے۔ حضور نے جب مقام جُرف میں منزل کی تو یہ وہاں پہنچے۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ منافقین ایسا کہتے ہیں۔ کیا آپ نے مجھے مدینہ میں اِس لئے چھوڑا تھا؟ حضور نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں۔ مَیں نے تم کو اس لئے چھوڑا تھا کہ جن کو ہم چھوڑ آئے ہیں اُن کی نگرانی کرو۔ تم جاؤ میرے اہل اور اپنے اہل میں میرے قائم مقام رہو۔ اے علی رض! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ الغرض حضرت علی رض پھر مدینہ لوٹ گئے۔

لہ سیرۃ ابن ہشام میں جو میرے پاس ہی اُس میں یہ قصہ ابن اسحاق سے اسی طرح غزوۂ تبوک میں مروی ہی اور یہودی صاحب بیت کا نام سویلم سین مہملہ واو و تحتانیہ بعدہٗ لام و میم سے ہی۔ لیکن ابن حجر نے اصابہ میں اس قصہ کو ابن اسحاق ہی سے روایت کیا ہی اور اسی غزوۂ تبوک سے لیکن یہودی کا نام شویکر شین معجمہ و واو و تحتانیہ و کاف و رائے مہملہ لکھا ہے اصابہ بھی مصری چھاپہ کا ہے ۱۲ منہ۔

ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ

حضورؐ کے مدینہ سے روانہ ہونے کے کئی دن بعد حضرت ابو خیثمہ ایک روز اپنی عورتوں کے پاس آئے۔ گرمی شدید تھی۔ اور دھوپ تیز تھی۔ اُن کی دو عورتیں تھیں۔ دونوں نے اپنے اپنے حُجروں کی دیوار پر پانی چھڑکا تھا۔ پینے کے لئے سرد پانی کا انتظام کیا تھا۔ اور وہیں اُن کے لئے کھانے کا سامان بھی کیا تھا یہ آئے تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اپنی عورتوں کو دیکھا۔ اور جو کچھ اُنھوں نے انتظام کیا تھا اُس کو دیکھا۔ پھر بولے کہ رسول اللہؐ دھوپ ہوا۔ اور گرمی میں ہوں۔ اور ابو خیثمہ ٹھنڈے سائے میں۔ تیار کھانا۔ اور حسین عورتوں کے ساتھ بیٹھا رہے یہ انصاف نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں تم دونوں میں سے کسی کے حجرے میں داخل نہ ہوں گا جب تک کہ رسول اللہؐ کے ساتھ نہ مل جاؤنگا میرے لئے زادِ راہ تیار کرو۔ عورتوں نے تیار کر دیا۔ اُنھوں نے اونٹ منگوایا اور اُس پر روانہ ہو گئے۔ حضورؐ نے جب تبوک پہنچ کر قیام کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ کوئی تنہا راکب معلوم ہوتا ہے دُور۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو خیثمہؓ ہوگا۔ جب کچھ نزدیک آئے اور لوگوں نے پہچانا تو کہا کہ یارسول اللہؐ خدا کی قسم ابو خیثمہ رضؓ ہیں۔ یہ حاضر ہوئے۔ سلام کیا۔ اور حال بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے حق میں دُعائے خیر کی اور کلماتِ خیر کہے۔

دیارِ ثمود

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ حضورؐ جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کا مُلک ہے تو فرمایا کہ یہاں کا پانی نہ پیو۔ اِس پانی سے نماز کے لئے وضو نہ کرو۔ جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹ کو کھلا دے خود بالکل نہ کھائے۔ اور کوئی شخص تنہا نہ نِکلے۔ سب نے اِس پر عمل کیا لیکن بنی ساعدہ کے دو اشخاص باہر نِکلے۔ ایک کسی ضرورت سے گئے تھے۔ اور ایک اونٹ تلاش کرنے گئے تھے۔ جو کسی ضرورت سے نکلے تھے وہ راستہ میں بے ہوش ہو گئے اور جو اونٹ کی تلاش میں نِکلے تھے اُن کو ہوا نے اُٹھا کر جبل طی پر پھینک دیا۔ حضورؐ نے جب سُنا تو فرمایا کہ کیا مَیں نے منع نہیں کیا تھا کہ کوئی شخص تنہا باہر نہ جائے۔ اِس کے بعد جو بیہوش ہو گئے تھے اُن کے لئے حضورؐ نے دعا کی وہ اچھے ہو گئے۔ اور دوسرے کو قبیلہ طی کے لوگوں نے

مدینہ پہنچنے کے بعد ہدیۃً آپ کے پاس بھیجا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں یہ روایت اِس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک پہنچے تو فرمایا کہ آج رات کو بڑی سخت ہوا چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اُس کے عقال کو باندھ دے۔ آخر شدید ہوا چلی ایک شخص کھڑے ہوئے اُن کو ہوا نے اُٹھا لیا اور جبل طی پر پہنچا دیا۔

ابن ہشامؒ کہتے ہیں کہ مجھ کو امام زہریؒ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ حجر سے گزرے تو مُنہ پر کپڑا ڈال لیا اور سواری کو تیز کیا۔ اور فرمایا کہ ظالموں کے بیوت میں داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے۔

اور صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس معذب قوم پر داخل ہو تو روتے رہو۔ اور رونا نہ آئے تو داخل نہ ہو۔ کہیں تم پر بھی وہی مُصیبت نہ آجائے جو اُن پر آئی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ جو آٹا وہاں کے پانی سے گوندھا گیا ہو اُس کو پھینکدو۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ وہ آٹا اونٹوں کو کھلادو اور پانی پھینکدو۔ صرف اس کنوئیں سے پانی پیو جہاں اُونٹ ٹھہرتے ہیں۔ یہ کنواں بیر ناقہ کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی ہے۔

اُونٹ کا گم ہونا

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ مقام حجر میں حضورؐ کے حکم سے سب پانی پھینکدیا گیا۔ صبح کے وقت کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ صحابہؓ نے حضورؐ سے شکایت کی۔ حضورؐ نے دُعاء کی پانی برسا اُس سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوئیں۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو کسی مقام میں حضورؐ کا اونٹ گم ہو گیا۔ زیدؑ بن لُصَیب منافق نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعوای کرتے ہیں۔ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ اُن کا اونٹ کہاں ہے۔ حضورؐ

ؑ زید بن لُصَیب بہ لام مضموم و بفتح صاد مہملہ و مثناۃ تحتیہ بعدہٗ موحدہ تصغیر کے وزن پر ۱۲ منہ۔

نے فرمایا کہ ایک شخص اس طرح کہتا ہے۔ خدا کی قسم ہمیں کچھ معلوم نہیں سوائے اس کے جو ہمارے خدا نے ہمیں بتایا۔ اور اونٹ کا حال ہمیں خدا نے بتا دیا وہ وادی کے فلاں شعب میں ہے اس کی ڈوری درخت سے پھنس گئی ہے۔ جاؤ لے آؤ۔

حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ

جب کوئی شخص راستہ میں رہ جاتا تھا تو صحابہؓ آکر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ صلعم! فلاں شخص رہ گیا۔ حضورؐ فرماتے کہ چھوڑ دو اگر اس میں کچھ خیر ہوگا تو خدا اس کو تمہارے ساتھ ملا دے گا۔ اور اگر اس کی حالت کچھ اور ہے تو خدا نے تم کو اس سے بچایا حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اونٹ راستہ میں سست ہوگیا۔ انھوں نے کوشش کی مگر جب تاخیر زیادہ ہوگئی تو اپنا ضروری اسباب اپنے پیٹھ پر رکھا اور حضورؐ کی تلاش میں پیادہ چلے۔ جب حضورؐ کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے تو کسی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کوئی شخص دور سے تنہا آرہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابوذرؓ ہوں گے۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم ابوذرؓ ہیں حضورؐ نے فرمایا خدا ابوذرؓ پر رحم کرے۔ وہ تنہا چلتے ہیں تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائیں گے۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف خارج کر دیا تو وہاں صرف اُن کی زوجہ تھیں اور غلام۔ انتقال کے وقت حضرت ابوذرؓ نے ان دونوں سے وصیت کی کہ تم دونوں مجھے نہلا کر اور کفن پہنا کر راستہ میں رکھ دینا۔ اور جو پہلا راکب اس طرف آئے اس سے کہنا کہ یہ رسول اللہؐ کے صحابی ابوذرؓ ہیں ان کو دفن کرنے میں مدد دو۔ اس طرف پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی جماعت کے ساتھ آئے۔ اس جماعت میں ابو عمار عراقی بھی تھے۔ غلام نے کہا کہ یہ رسول اللہؐ کے صحابی ابوذرؓ ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں آپ لوگ اعانت کیجیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب یہ سُنا تو پڑھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوذرؓ تنہا چلتے ہیں۔ تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائیں گے۔ پھر سب اُتر پڑے اور حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ نے تبوک کا سب قصّہ اپنے ساتھیوں سے بیان کیا۔

ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ ابن اسحاقؒ کی روایت میں تامل ہے۔ اس لئے کہ ابوحاتم ابن حبان نے اپنی صحیح میں۔ اور دوسرے لوگوں نے ام ذرؓ سے یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے ایک روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر موت کی حالت طاری ہوئی تو مَیں رونے لگی۔ کہا روتی کیوں ہو۔ مَیں نے کہا کیسے نہ روؤں آپ اس میدان میں مَر رہے ہیں اور میرے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں ہے جو آپ کو کفن دے سکوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِس کے لئے نہ روؤ۔ میں ایک بشارت دیتا ہوں سُنو۔ ہم چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص تنہائی کی حالت میں ایک میدان میں مَرے گا۔ لیکن وہاں ایک جماعت مسلمانوں کی آجائیگی۔ اُن چند آدمیوں میں سے صرف ہم رہ گئے ہیں۔ اور سب کا آبادی میں انتقال ہو چکا ہے۔ جاکر راستہ میں دیکھو ام ذرؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے کہا۔ حاجی جا چکے۔ راستہ منقطع ہو چکا اب آدمی کہاں؟ فرمایا کہ جاؤ جاکر دیکھو تو۔ مَیں اُن کے کہنے پر جاکر ٹیلہ پر سے اِدھر اُدھر دیکھتی اور پھر آکر اُن کی تیمارداری کرتی۔ اِسی حال میں کچھ آدمی اُونٹ پر سوار مجھے نظر آئے۔ مَیں نے اشارہ کیا وہ بعجلت میرے پاس آتے اور پوچھا کہ اے خدا کی بندی! کیا ہے؟ مَیں نے کہا کہ ایک مسلمان مَر رہے ہیں اُن کے کفنانے میں مدد دو۔ پوچھا کون ہیں؟ مَیں نے کہا ابوذرؓ۔ انھوں نے کہا کون ابوذرؓ۔ کیا رسول اللہ صلعم کے صحابی؟ مَیں نے کہا کہ ہاں۔ سب بیتاب ہوگئے۔ اور اُن کے نام پر آباء اور اُمہات کو فدا کرنے لگے۔ اور اُن کے پاس پہنچنے میں بڑی جلدی کی۔ جب پاس آئے تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ سچ فرمایا کہ رسول اللہؐ نے۔ سب لوگ سُن لو ہم چند آدمی تھے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں یہی ایک شخص میدان میں تنہائی کی حالت میں مَرے گا۔ اور وہاں مومنین کی ایک جماعت حاضر ہو جاتی اُن چند آدمیوں میں سے صرف مَیں رہ گیا ہوں۔ اور سب کا آبادی کے اندر جماعت میں اِنتقال ہو چکا ہے۔ اگر میرے یا میری عورت کے پاس اتنا کپڑا ہوتا جو میرے کفن کے لئے کافی ہوتا تو میں تم سے

نہ کہتا۔ لیکن میں تم لوگوں کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہمیں کفن نہ دے جو امیر[1] ہو۔ یا عریف ہو۔ یا برید ہو۔ یا نقیب ہو۔

مشکل یہ ہوئی کہ اُس جماعت میں جتنے لوگ تھے اُن سب میں اِن عہدوں میں سے کوئی نہ کوئی بات تھی جس کو حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا تھا۔ اِلّا ایک انصاری نوجوان۔ اُس نے کہا کہ اے چچا میں آپ کو کفن دوں گا۔ یہ میری چادر ہے اس میں دو کپڑے ہیں۔ یہ خاص میری ہیں اور اِن میں میری ماں کے ہاتھ کا کاتا ہوا سُوت ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ ہاں تم ہمیں اسی میں کفنائیو۔ اِنتقال کے بعد انصاری نے کفن پہنایا پھر سب نے مل کر دفن کیا۔

مُنافقین کی شرارت

پھر تبوک کا قصّہ یہ ہے کہ کچھ منافقین جن میں ودیعہ بن ثابت۔ اور بنی اشجع کا ایک شخص مخشن[2] بن حُمیر تھا۔ یہ سب ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا تم لوگوں نے دلیرانِ بنی الاصفر کو بھی عربوں کا سا لڑنے والا سمجھا ہے کل دیکھ لینا سب کے سب رسّیوں میں باندھ دیئے جائیں گے۔ یہ کہہ کر یہ لوگ مسلمانوں کو ڈراتے تھے مخشن نے کہا کہ اچھا ہو سب پر سو سو کوڑے کا حکم ہو۔ اور کہیں ہمارے متعلق قرآن نازل نہ ہو جائے اور اُس میں تمھاری اس گفتگو کا تذکرہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو اُن کے پاس بھیجا کہ پوچھو وہ کیا بکتے ہیں اگر انکار کریں تو کہو کہ تم نے ضرور اس اِس طرح کہا ہے۔ حضرت عمارؓ نے جا کر اُن سے کہا تو وہ سب خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم تو مذاق سے اس طرح آپس میں بول رہے تھے۔ اُنھی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب۔ مخشن بن حُمیر نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! یہ

---

[1] امیر فوج یا قبیلہ کا سردار۔ عریف رئیسِ قوم۔ برید قاصد۔ نقیب عریف سے کم مرتبہ کا رئیس چاروں لفظ ایک وزن پر ہیں بفتح اوّل وکسر ثانی ۱۲ منہ۔

[2] مخشن سیرۃ ابن ہشام میں آخر میں نون ہے لیکن ابن اثیر اور ابن حجر دونوں مخشی آخر میں یائی مثناۃ تحتیہ لکھتے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں بسکون خائے معجمہ بعدہ شین معجمہ بن حُمیر بضم حائے مہملہ و فتح میم و تشدید یائے بعدہ رائے مہملہ اشجعی حلیف بنی سلمہ ۱۲ منہ۔

میرے اور میرے باپ کے نام کا قصور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف کیا۔ اور عبدالرحمن ان کا نام رکھا۔ انھوں نے خدا سے دعا کی کہ ایسی جگہ شہید ہوں جس کا کسی کو علم نہ ہو۔ چنانچہ یمامہ میں وہ شہید ہوئے اور کسی کو اُن کا پتہ نہ ملا۔

عین تبوک

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے۔ اور آفتاب کے بلند ہونے کے بعد پہنچو گے۔ لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی میں ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آجاؤں۔ وہاں دو شخص پہلے پہنچ گئے۔ رسول اللہ جب وہاں پہنچے تو پانی کی ایک پتلی دھار بہہ رہی تھی۔ اُن دونوں سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے پانی میں ہاتھ لگایا ہے؟ دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور جو کچھ کہنا تھا اُن کو کہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کیا۔ اُس سے مُنہ اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اُس پانی کو چشمہ میں ملا دیا۔ تو چشمہ سے بہت پانی بہنے لگا۔ سب لوگوں نے اِس کے بعد اُس سے پانی پیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ! اگر تمھاری عمر زیادہ ہوئی تو دیکھو گے کہ اُس کے پانی سے یہاں تمام باغات بھر جائیں گے۔

اطراف سے مصالحت

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچے تو آپ کی خدمت میں صاحب ایلہ آیا صلح کی اور جزیہ دیا۔ اور اہل جرؔبا اور اذرحؔ[1] آئے اور اُن سب نے بھی جزیہ دیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تحریر لکھ دی جو اُن کے پاس محفوظ رہی۔ اور صاحب ایلہ کو آپ نے جو لکھ کر دیا اس کا مضمون یہ تھا:-

> بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ امان ہے خدا کی طرف سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو نبی ہیں اور خدا کے رسول ہیں یحنہ بن رویت

[1] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اذرح بفتح ہمزہ وضم رائے مہملہ دحائے مہملہ شام میں ایک قریہ ہے اور اسی طرح جرؔبا ۱۲ منہ

صاحب ایلہ کو۔ اہلِ ایلہ کی کشتیاں۔ اُن کے مسافر جو خشکی میں ہوں یا تری میں۔ اُن کا ذمّہ خدا اور خدا کے رسول پر ہے۔ اور اسی طرح اُن لوگوں کا جو اُن کے ساتھ ہیں۔ اہل شام۔ یا اہل یمن۔ یا اہل بحر میں سے۔ اور اگر کوئی اُن میں سے خلاف معاہدہ نئی حرکت کرے تو اُس کا مال اُس کے نفس کو نہیں بچائے گا اور وہ اسی کا ہو جائے گا جو اُس کو لیوے۔ اور یہ کہ جو راستہ یا جو پانی تری یا خشکی سے اُن کے علاقہ میں جاتا ہو اُس کو روکنا حلال نہیں ہو گا۔

خالدبن الولیدؓ الی اکیدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے حضرت خالدبن الولیدؓ کو دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کی طرف بھیجا۔ اکیدر بن عبدالملک بنی کندہ کا ایک نصرانی تھا۔ اور وہاں کا بادشاہ تھا۔ جب حضرت خالدؓ جانے لگے تو حضورؐ نے اُن سے کہا کہ تم اُس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ خالدؓ روانہ ہوئے اور جب وہاں پہنچے تو خوب صاف چاندنی تھی۔ وہ اپنی عورت کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک جنگلی گائے آئی اور سینگ سے قصر کے دروازہ پر دھکا مارنے لگی۔ اُس کی عورت نے کہا کہ ایسا کبھی تم نے دیکھا ہے۔ اکیدر نے کہا کہ کبھی نہیں۔ عورت نے کہا کہ ایسا شکار بھی چھوڑا جاتا ہے۔ اکیدر نے کہا کہ ہرگز نہیں۔

اکیدر نے گھوڑا منگوایا اور اپنے چند اہل بیت کے ساتھ جن میں ایک اس کا بھائی بھی تھا جس کا نام حسّان تھا شکار کے لئے نکلا تو اس کو حضرت خالدؓ اور مسلمانوں کی جماعت ملی۔ ان لوگوں نے اُس کو پکڑ لیا۔ اور اس کے بھائی کو قتل کیا۔ اس کا بھائی حسّان دیباج کی قبا پہنے ہوئے تھا اور اُس میں زری کا کام تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس قبا کو پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ بھجدیا۔ اس کے بعد اکیدر کو لے کر خود حاضر خدمت ہوتے۔ حضورؐ نے اس سے جزیہ لے کر صلح کی اور چھوڑ دیا۔ وہ واپس گیا۔

ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس کے بعد وہی اُوپر کا قصہ لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے شرط کی کہ اگر دومۃ الجندل کا دروازہ کھول دو تو ہم تم کو رسول اللہ کے پاس پہنچنے سے پہلے قتل نہ کریں گے۔ اُس نے منظور کیا۔ اور دو ہزار اونٹ آٹھ سو راس۔ چار سو درع۔ چار سو نیزہ پر صلح ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اس میں سے پہلے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حصہ علیحدہ کیا۔ پھر خمس نکالا بقیہ اپنے سپاہیوں پر تقسیم کیا۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ اکیدر اور یحنہ دونوں رسول اللہ کے خدمت میں جمع ہوئے۔ حضورؐ نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی۔ دونوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور دونوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو دومۃ الجندل تبوک۔ ایلہ اور تیماء پر حاکم مقرر کر دیا۔ اور دونوں کے لئے تحریر لکھ دی۔

بقیہ قصہ تبوک

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن سے کم ٹھہرے۔ پھر مدینہ کی طرف لوٹے۔ راستہ میں پانی تھا جس سے ایک دو راکب سیراب ہو سکتے تھے یا تین۔ یہ پانی ایک وادی میں تھا جس کو وادی المشقق کہتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی وہاں پہنچے تو پانی نہ پیئے جب تک ہم نہ آجائیں۔ مگر کچھ منافق وہاں پہلے پہنچ گئے۔ اور پانی پیا مگر اُن کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو معلوم ہوا کہ فلاں فلاں اشخاص نے پانی پی لیا ہے۔ حضورؐ نے اُن پر لعنت اور بددعا کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے اُتر کر اُس میں ہاتھ ڈالا اور منہ مبارک دھویا پھر دُعا کی تو بڑے زور کا پانی جاری ہوا اور کڑک کی سی آواز لوگوں نے سنی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی زندہ رہا تو دیکھ لے گا کہ یہ تمام وادی اِس پانی سے سرسبز ہو جائے گی۔

اِس قسم کا واقعہ آتے وقت عین تبوک پر ہوا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں دونوں کی توضیح میں ذرا سا فرق ہے۔ اگر ایک ہی واقعہ ہے تو مسلم کی روایت راجح ہے۔ لیکن اگر دو واقعہ ہوں تو ممکن ہے۔

وفات حضرت ذو البجادین رضؓ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں تھے۔ ایک روز آدھی رات ہم اُٹھے۔ دیکھا کہ فوج کے ایک طرف آگ کا بڑا شعلہ ہے ہم اُس طرف گئے دیکھا کہ وہاں رسول اللہؐ۔ اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ ہیں۔ حضرت عبد اللہ ذو البجادین مزنی کا اِنتقال ہو گیا تھا۔ ان حضرات نے قبر کھودی تھی۔ حضورؐ خود قبر کے اندر تھے۔ اور یہ لوگ نعش دے رہے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کو اور میرے نزدیک کرو۔ اِن صاحبوں نے نزدیک کیا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ خداوندا! ہم اِس سے آخر وقت تک راضی رہے تو بھی اس سے راضی رہو۔ حضرت عبد اللہؓ نے اِس قصّہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ کاش ہم اُس قبر میں دفن ہوتے۔

حضورؐ نے تبوک سے لوٹتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ میں ایک جماعت ہے کہ جس راستہ سے تم گزرے۔ اور جس وادی کو تم نے قطع کیا وہ تمہارے ساتھ رہی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! اور وہ لوگ مدینہ ہی میں مقیم ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں مدینہ ہی میں رہے۔ عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔

انتہائی شرارت

ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابو الاسود نے اپنے مغازی میں حضرت عروہؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضورؐ تبوک سے لوٹے تو بعض منافقین نے مشورہ کیا کہ رسول اللہؐ جب عقبہ سے جانے لگیں تو اُن کو عقبہ سے نیچے گرا دیا جائے (نعوذ باللہ منہ) اور اسی لئے یہ مکّار حضورؐ کے ساتھ چلنے لگے۔ حضورؐ کو خدا نے خبر کر دی۔ حضورؐ جب عقبہ کے قریب پہنچے تو حکم دیا کہ جس کا جی چاہے بطن وادی سے جائے۔ کیونکہ وہ کشادہ راستہ ہے۔ اور خود حضورؐ عقبہ کی طرف سے چلے۔ اُن مکّاروں نے جب یہ سُنا تو گو اور لوگ بطن وادی کی طرف گئے تھے مگر اِن سبھوں نے اسی طرف سے جانے کا ارادہ کیا۔ مُنہ پر نقاب ڈال لیا۔ اور اس عظیم کام کے پورا کرنے کا ارادہ کیا جو سوچ رکھا تھا۔ حضورؐ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ۔ اور عمار بن یاسرؓ کو ساتھ لیا۔ فرمایا کہ اے عمارؓ! تم ناقہ کی باگ پکڑ لو۔ اور اے حذیفہؓ! تم ناقہ کے پیچھے رہو۔ جس وقت حضورؐ

ؔ اصحاب صفہ میں سے تھے ۱۲ منہ۔

عقبہ سے گزر رہے تھے ان ملعونوں کے پیچھے سے آنے کی آواز معلوم ہوئی۔ وہ مُنہ چھپائے ہوئے تھے اور رات بھی تاریک تھی۔ حضورؐ کے چہرہ پر آثارِ غضب تھے حکم دیا کہ اُن کو پیچھے لوٹا دو۔ حضرت حذیفہؓ لوٹے اور اپنے تیر دان سے اُن کے اُونٹ کے مُنہ پر مارا۔ پہلے تو وہ سمجھے کہ کوئی مسافر ہے مگر جب اُنھوں نے حضرت حذیفہؓ کو پہچانا تو سمجھے کہ راز ظاہر ہو گیا۔ اور اُن پر رعب طاری ہو گیا۔ تیزی کے ساتھ لوٹ گئے۔ اور جا کر لوگوں کے ساتھ مل گئے۔

جب حضرت حذیفہؓ لوٹ کر آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو تیز ہنکاؤ۔ اور حضرت عمارؓ کو حکم دیا کہ تیز چلو حتیٰ کہ آپ عقبہ سے نکل گئے اور لشکر کے انتظار میں ٹھہرے۔ حضرت حذیفہؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس جماعت کو پہچانا۔ اُنھوں نے کہا کہ سواری تو پہچانی فلاں فلاں کی تھی۔ مگر آدمی کو نہ پہچان سکا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے ان کا ارادہ سمجھا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کا ارادہ تھا کہ ہمیں عقبہ سے نیچے گرا دیں اور فرمایا کہ ابھی پوشیدہ رکھو خدا نے ہمیں اُن کے ارادہ اور اُن کے ناموں سے مطلع کر دیا ہے انشاء اللہ صبح بتا دیں گے۔

ابن اسحاقؒ کی روایت ہے کہ صبح کے وقت حضورؐ نے فرمایا کہ بلاؤ عبداللہ بن اُبی۔ سعد بن ابی سرح۔ اباخاطر[۱] الاعرابی۔ عامر۔ ابو عامر راہب۔ جلاس[۲] بن سوید کو۔ جلاس بن سوید نے کہا تھا کہ آج کی رات ہم محمدؐ کو عقبہ سے گرائے بغیر نہ رہیں گے۔ اگرچہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب ہم سے بہتر ہوں۔ ہم لوگ تو بکری ہیں اور یہ ہمارے چرواہے ہیں۔ ہم بے عقل ہیں اور وہ بڑے عاقل ہیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ بلاؤ مجمع بن جاریہ کو اور ملیح التیمی کو۔ یہ وہ شخص ہے جو آخر مرتد ہو گیا اور لاپتہ ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ بلاؤ حصن[۳] بن نمیر کو۔ یہ وہ شخص ہے جس نے تمر صدقہ پر ڈاکہ ڈالا تھا اور چوری کی تھی۔

لہ زاد المعاد میں ابن اسحاق سے اسی طرح مروی ہے اباخاطر بخائے معجمہ والف وطاء مہملہ وراءے مگر ہم اس کے نام و ترجمہ سے واقف نہ ہو سکے اور ابو خاطر نہ اصابہ میں کوئی ہے نہ اسد الغابہ میں ۱۲ منہ۔

۲ جلاس بن سوید بن الصامت الانصاری منافق تھا۔ اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بعد میں تائب ہو گیا اور صادق رہا واللہ اعلم جلاس بجیم ہے ۱۲ منہ۔

۳ میری نسخہ میں حصن بن نمیر ہے حائے مہملہ صاد مہملہ د نون لیکن ابن حجر اصابہ میں حصین بن نمیر ان کا نام لکھتے ہیں یعنی بہ زیادتی مثناۃ تحتانیہ درمیان صاد و نون ۱۲ منہ۔

حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا مجھے یقین نہ تھا کہ آپ کو اس کی خبر ہو گی۔ مگر آج معلوم ہوا کہ واقعی آپ خدا کے رسول ہیں۔ میں اس سے قبل کبھی دل سے مسلمان نہ تھا۔ اس وقت صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔ حضورؐ نے معاف کر دیا۔ پھر حکم دیا کہ بلاؤ طعیمہ ابن ابیرق کو۔ اور عبداللہ بن عیینہ کو۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج کی رات جاگو تو ہمیشہ سلامت رہو گے۔ تمہارا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ اس شخص کو آج قتل کر دو۔ حضورؐ نے پوچھا کہ میں قتل ہو جاتا تو میرے قتل سے تجھ کو کیا فائدہ پہنچتا؟ اس نے معذرت کی حضورؐ نے چھوڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ بلاؤ مرہ بن الربیع کو اس نے کہا تھا کہ اگر ہم ایک شخص کو قتل کر دیں تو سب کو اطمینان ہو جائے گا۔ یہ سب بارہ آدمی تھے جنہوں نے حضورؐ کے قتل کا مشورہ کیا تھا۔ حضورؐ نے ایک ایک کے کلام اور گفتگو کو بتایا۔ اور فرمایا کہ تم نے یہ کہا تمہارے دل میں یہ ہے۔ یہی ہیں جن کے نسبت خداوند پاک نے فرمایا وھموا بما لم ینالوا الآیۃ۔ ابو عامر فاسق ان سب کا سردار تھا۔ اس کو پہلے ابو عامر راہب کہتے تھے۔ حضورؐ نے اس کو فاسق کہا۔ وہ حضرت حنظلہؓ غسیل الملئکہ کا باپ تھا۔ اسی کے لئے منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی۔

لیکن ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں چند اوہام ہیں۔ ایک یہ کہ ابن اسحاقؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ان منافقین کے اسماء ظاہر کر دیئے۔ حالانکہ سوائے حضرت حذیفہؓ کے اور کسی کو آپؐ نے ان کے نام نہیں بتلائے۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کو بھی معلوم نہ تھا۔ حضرت حذیفہؓ اسی لئے صاحب سر رسول اللہؐ کہے جاتے تھے۔ منافقوں میں سے کوئی مرتا تھا تو حضرت عمرؓ دریافت کرتے تھے کہ حذیفہؓ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی یا نہیں۔ اگر ان میں سے ہوتا تھا تو وہ اس کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ دوئم وہ لکھتے ہیں کہ ان میں خود عبداللہ بن ابی تھا۔ حالانکہ وہ تبوک میں شریک نہ ہوا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ ہی میں رہ گیا تھا۔ سوئم وہ سعد بن ابی سرح کا بھی نام لکھتے ہیں حالانکہ وہ مسلمان ہوا ہی نہیں۔ اس کے لڑکے عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح

لہ ابن حجر طعمہ بن ابیرق لکھتے ہیں بغیر یائے تحتانیہ اور ابو موسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ طعمہ کے ایمان میں کلام ہے ۱۲ منہ۔

مسلمان ہوئے۔ کاتب وحی تھے پھر مرتد ہو گئے۔ حضرت عثمان رضؓ کی سفارش پر فتح مکہ کے بعد اُن کو معاف کیا گیا۔ اور مسلمان ہوئے۔ اور اس کے بعد اُن کی کوئی حرکت ایسی معلوم نہ ہوئی جس سے نفاق کا شبہ ہو۔ پنجارم وہ کہتے ہیں کہ ابو عامر ان لوگوں کا سردار تھا یہ بھی ظاہراً غلط ہے۔ اور ابن اسحاق سے کم درجہ کے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ بلکہ ابن اسحاق نے خود ابو عامر کا حال لکھا ہے۔ وہ ہجرت کے بعد مکہ چلا گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد طائف گیا۔ اہل طائف کے اسلام کے بعد شام چلا گیا۔ اور وہیں تنہائی میں مرا کہاں وہ فاسق اور کہاں غزوۂ تبوک۔

مسجد ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تو مقام ذی اوان میں قیام فرمایا اس مقام سے مدینہ ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔ حضورؐ کے تبوک جانے سے پہلے انصار کے بعض لوگوں نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔ اور حضورؐ کے پاس آئے تھے کہ ہم نے ضعفاء و معذورین کے لئے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ چل کر اُس میں نماز پڑھا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابھی مَیں سفر میں جا رہا ہوں۔ واپس آنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا او کما قال۔

جب حضورؐ تبوک سے لوٹ کر ذی اوان پہنچے تو آپ کے پاس آسمان سے خبر آئی اور اُس مسجد کے بانیوں کی نیت سے آپ کو مطلع کیا گیا۔ آپ نے مالکؓ[1] بن الدخشم رضؓ کو جو بنی سلمہ بن عوف کے ایک بزرگ تھے۔ اور معن[2] بن عدی رضؓ عجلانی کو بلایا اور حکم دیا کہ جاؤ اور ان ظالموں کی مسجد کو گرا دو اور جلا دو۔ یہ لوگ گئے۔ بعجلت روانہ ہوئے جب بنی سالم بن عوف میں آئے تو مالک نے کہا کہ ٹھہرو ہم اپنے گھر سے آگ لے آئیں۔ کیونکہ اسی قبیلہ میں اُن کا گھر تھا۔ یہ گئے اور ایک درخت کی شاخ کو

لہ مالک بن الدخشم۔ بضم دال مہملہ و سکون خائے معجمہ و ضم شین معجمہ انھوں نے سہیل بن عمرو کو بدر میں گرفتار کیا تھا۔ عتبان بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ بعض لوگ ان کو بھی منافق کہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہنے سے منع کیا ۱۲ منہ۔

کہ معن بن عدی عجلانی بلوی رضؓ۔ عاصم بن عدی رضؓ کے بھائی ہیں یمامہ میں شہید ہوئے ۱۲ منہ۔

جلا کر لائے پھر دونوں آدمی اس مسجد میں گئے۔ اور اُس کو گرا دیا اور جلا دیا۔ جتنے لوگ اُس میں تھے سب اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اسی مسجد کے بارے میں آیت پاک نازل ہوئی۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وتفریقاً بین المؤمنین الی اخر القصۃ۔

دارمی میں حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ انصار کے چند آدمی تھے۔ ابو عامر فاسق نے اُن سے کہا تھا کہ تم ایک مسجد بناؤ۔ اور جہاں تک ہو سکے قوت اور سلاح جمع کرو۔ میں قیصر کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک فوج لاؤں گا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جن منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بارہ آدمی تھے اُن کے نام یہ ہیں جذام بن خالد والد خنسا۔ ثعلبہ[۱] بن حاطب معتب بن قشیر بن زید بن العطاف۔ ابو جبیبہ ابن الازعر بن زید ابن العطاف۔ عباد بن حنیف۔ جاریہ[۲] بن عامر۔ مُجمّع بن جاریہ۔ زید بن جاریہ۔ نبتل بن الحارث۔ بحزج۔

[۱] ثعلبہ بن حاطب ایک بدری ہیں جو احد میں شہید ہوئے۔ یہ ثعلبہ بن حاطب منافق دوسرا شخص ہے بعضوں کو دونوں میں اشتباہ ہو گیا ہے ۱۲ منہ۔

[۲] جاریہ بن عامر بن مجمع بن العطاف اور مُجمّع بن جاریہ بن عامر یعنی پہلے کا لڑکا۔ اور زید بن جاریہ بن عامر ابن مجمع یعنی مجمع ابن جاریہ کا بھائی اور جاریہ بن عامر کا لڑکا ابن اسحاق نے تینوں کو مسجد ضرار کے بانیوں میں لکھا ہے۔ یہ جاریہ بجیم ہے۔ اس میں مُجمّع اور زید کا باپ جاریہ بن عامر مشہور منافق اور بانی مسجد ضرار ہے اُس کا لڑکا مجمع بن جاریہ بضم میم و فتح جیم و تشدید میم مکسورہ و عین مہملہ مسجد ضرار کے امام تھے حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں اُن کو امام مقرر کیا جانے لگا تو اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مسجد ضرار کا امام تھا مگر اس نے معذرت کی کہ میں کمسن تھا قرآن سب سے زیادہ پڑھتا تھا اس لئے لوگوں نے مجھے امام مقرر کر دیا مجھے ان کی نیتوں سے کیا خبر تھی چنانچہ یہ عذر تسلیم کیا گیا لیکن مجمع بن جاریہ کے بھائی زید بن جاریہ کے متعلق ابن حجر اور ابن اثیر نفاق کا کوئی ذکر نہیں کرتے لکھتے ہیں کہ یہ اُن میں سے ایک ہیں جن کو کم عمری کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں شریک نہیں کیا ان کا باپ جاریہ بن عامر منافق تھا اور حمار الدار کے نام سے مشہور تھا۔ زید بن جاریہ کو حضورؐ نے خیبر میں حصّہ دیا تھا ان کا انتقال حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کے سامنے ہوا اور انھوں نے خبر سُن کر ترحم کی دعا کی۔ یہ صفین کی جنگ میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے ۱۲ منہ

بجاد بن عثمان - وودیعۃ بن ثابت۔

رسول اللہؐ کی مسجدیں

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ مدینہ سے تبوک تک رسول اللہؐ کی مسجدیں یہ مشہور تھیں۔ مسجد تبوک۔ مسجد ثنیۃ مدران۔ مسجد ذات الزراب۔ مسجد بالاخضر۔ مسجد بالشق۔ مسجد ذی الجیفہ۔ مسجد بصدر حوضی۔ مسجد بالحجر۔ مسجد بالصعید۔ مسجد وادی القریٰ مسجد بالرقعہ شقہ بنی عذرہ۔ مسجد ذی المروہ۔ مسجد فیفاء۔ مسجد ذی خشب۔

مدینہ میں داخلہ

حضورؐ جب مدینہ کے قریب آئے تو اشتیاق میں عورتیں۔ بچے سب استقبال کے لئے نکل آئے۔ اور وہ ذوق و شوق میں پڑھتے تھے۔

طلع البدر علینا | من ثنیات الوداع | وجب الشکر علینا | ما دعا للہ داع

بعض رواۃ بیان کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہجرت کے وقت پڑھے گئے تھے۔ مگر ثنیۃ الوداع شام سے آنے میں ملتا ہے مکہ سے آنے میں نہیں۔ یہ مدینہ سے شام کی طرف ہے واللہ اعلم۔

حضورؐ جب مدینہ میں داخل ہوئے فرمایا ھذہ طابۃ وھذا جبل احد یحبنا ونحبہ۔ یہ طابہ ہے اور جبل اُحد کو میں پیارا ہوں مجھ کو جبل اُحد پیارا ہے۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے اجازت چاہی کہ میں مدح کے اشعار پڑھوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اور اُنھوں نے ایک قصیدہ مدحیہ پڑھا۔

متخلفین کی معذرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مسجد میں تشریف لائے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ لوگ آئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اور عدم شرکت کے عذرات پیش کئے۔ اُن لوگوں کی تعداد اسّی سے زیادہ تھی۔ سب کے عذرات ظاہری کو آپ نے قبول فرمایا۔ اور اُن کے باطن کو خدا کے سپرد کیا۔ اِن سب کی بیعت لی۔ اور سب کے لئے استغفار کیا۔

لیکن کعب بن مالکؓ۔ ہلال بن امیہؓ اور مرارہ ابن الربیعؓ کی توبہ کا قصہ خلوص۔ صداقت۔ اور استقلال و صبر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ ان حضرات نے جھوٹا عذر بنانا پسند نہ کیا صداقت

کی وجہ سے سخت تکلیف برداشت کی مگر مستقل رہے۔ آخر بڑی ابتلا و آزمائش کے بعد مقبول بارگاہ نبوت اور مقبول بارگاہ ذوالجلال ہوئے۔ ہم اختصار کے ساتھ ان کا حال لکھتے ہیں۔ خود حضرت کعبؓ نے مفصل کیفیت بیان کی ہے جو صحاح و غیر صحاح میں موجود ہے اور ہم اُسی کا خلاصہ لکھتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ تو حضورؐ نے تبسم فرمایا مگر یہ تبسم غضب آلود تھا۔ فرمایا نزدیک آؤ۔ یہ سامنے جاکر بیٹھے۔ فرمایا کہو کیوں رہ گئے خود کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر میں اِس وقت کسی دُنیادار کے سامنے ہوتا تو بحث اور حیلے نکال کر بچ سکتا تھا لیکن خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اگر اس وقت جھوٹی باتیں بناکر آپ کو راضی کرلوں تو ممکن ہے کہ خدائے قدوس صحیح بات ظاہر کرکے آپ کو مجھ سے ناراض کردے لیکن اگر سچ کہوں تو اس وقت آپؐ مجھ سے خوش نہ ہوں گے۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ خداوند پاک میرے قصور کو معاف کردے۔ اور آپ کو مجھ سے راضی کردے۔

یا رسول اللہؐ خدا کی قسم تاخیر کی کوئی صحیح وجہ نہ تھی۔ واللہ میں قادر تھا کسی طرح کی رُکاوٹ نہ تھی باوجود اِس کے میں پیچھے رہ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا وہ صحیح کہا۔ اُٹھو۔ جب تک خدا تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کردے ٹھہرو۔ میں کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے بعض اشخاص کے پیچھے ٹھہرا۔ لوگوں نے مجھ سے کہنا شروع کیا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ ہم لوگ نہیں جانتے کہ تم نے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ آج تم وہی عذر پیش کرسکتے تھے جو دوسرے متخلفین نے پیش کئے۔ اور تمہارے گناہ کے لئے رسول اللہؐ کا تمہارے لئے استغفار کرنا کافی تھا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اتنا لوگوں نے سمجھایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کوئی عذر پیش کرکے اپنے پہلے بیان کی تکذیب کروں۔ مگر میں نے دریافت کیا کہ میرے بیان جیسا اور بھی کسی نے بیان دیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں دو شخصوں نے اور بھی اسی طرح کہا ہے جس طرح تم نے کہا۔ ایک مرارہ بن الربیع العامری۔ اور ایک ہلال ابن امیۃ الواقفی۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ ایسے دو

شخصوں کا لوگوں نے نام لیا جو دونوں صالح اور سچے مسلمان تھے۔ دونوں بدر کے شرکا میں سے تھے۔ ایسے لوگ تھے جن کا اسوۂ حسنہ قابل تقلید تھا۔ اس لئے میں پھر اپنے قول پر ثابت رہا۔ اور ساکت رہا۔

وہی کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو ہم تینوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے منع کر دیا۔ لوگ ہم سے بچنے لگے اور سب کی حالت بدل گئی۔ زمین متغیر ہو گئی معلوم ہوتا تھا کہ یہاں ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ میرے دو ساتھی تو گھروں میں بیٹھ گئے اور برابر روتے رہے۔ میں نکلتا تھا۔ اور نماز میں لوگوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ بازاروں میں چکر لگاتا تھا۔ مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔ حضورؐ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور دیکھتا رہتا کہ جواب میں حضورؐ کے لبوں کو حرکت ہوتی ہے یا نہیں۔ میں حضورؐ کے قریب ہی نماز پڑھتا۔ اور چوری سے حضورؐ کو دیکھتا رہتا جب میں نماز میں ہوتا تھا تو حضورؐ میری طرف دیکھتے تھے۔ لیکن جب میں متوجہ ہوتا تھا تو حضورؐ منہ مبارک پھیر لیتے تھے۔

ایک روز جب کہ بہت عرصہ ہو چکا تھا۔ میں شہر کے باہر ابو قتادہؓ کے باغ میں گیا۔ وہ میری چچازاد بھائی تھے۔ اور ہم دونوں کو ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی۔ میں نے سلام کیا تو خدا کی قسم انھوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہؓ! میں تم سے قسمیہ پوچھتا ہوں کہ کیا میں خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں؟ وہ ساکت رہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ وہ پھر ساکت رہے۔ میں نے پھر قسم دی۔ انھوں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں واپس چلا آیا۔

کہتے ہیں کہ مدینہ کے بازاروں میں چکر لگا رہا تھا۔ اور ایک شامی تاجر لوگوں سے دریافت کر رہا تھا کہ کعب بن مالکؓ کہاں ہیں؟ مجھ پر نظر پڑی تو سب نے متفقہ اشارہ میری طرف کیا کہ وہ ہیں۔ وہ میرے پاس آیا اور ملک غسان کا ایک خط مجھ کو دیا۔ اُس خط کا یہ مضمون تھا۔ اما بعد۔ مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تمھارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے۔ حالانکہ خدا نے تمھارا مرتبہ کم نہیں کیا۔ نہ تم اس طرح چھوڑ دینے

کے لائق ہو۔ تم ہم لوگوں سے ملو تب تم اپنا مرتبہ خود دیکھ لوگے؛ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور بلا ہے اُس خط کو مَیں نے تنور میں جلا دیا۔

چالیسؓ دن اِس حالت میں گزر چکے تھے اُس کے بعد حضورؐ کا قاصد آیا اور کہا کہ رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ رہو۔ مَیں نے کہا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا حکم ہے؟ کہا طلاق نہ دو مگر علیحدہ رہو۔ اور میرے دوسرے ساتھیوں کے پاس بھی یہی حکم گیا۔ مَیں نے اپنی عورت سے کہا کہ جب تک خدا اس بارے میں کوئی حکم نہ دے تم اپنے میکہ چلی جاؤ۔ اور اپنے لوگوں کے ساتھ رہو۔ لیکن ہلال بن امیہؓ کی عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! میرا شوہر شیخ ہے اور اُن کا کوئی خادم بھی نہیں ہے وہ ضائع ہو جائیں گے۔ کیا آپ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ مَیں اُن کی خدمت کروں؛ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں مَیں خدمت کو مکروہ نہیں سمجھتا لیکن قرابت نہ ہونے پائے۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم اُن کو کسی بات کی مطلق خواہش نہیں ہے جب سے آپ کا حکم ہوا ہے وہ تو برابر رو رہے ہیں۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میرے بعض اقارب نے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہؓ کی عورت نے اجازت لی ہے بہتر ہوگا کہ تم بھی اپنی عورت سے خدمت لینے کی اجازت لے لو۔ مَیں نے کہا کہ یہ نہیں معلوم کہ حضورؐ میرے اس سوال کا کیا جواب دیں گے۔ دوئم مَیں جوان ہوں۔

قبولیتِ استغفار اور معافی

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دسؓ دن اور گزرے اور پورے پچاس دن ہوگئے۔ تو ٹھیک پچاسویں دن صبح کے وقت مَیں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا وہی حال تھا جو خود خداوند پاک نے ذکر کیا ہے قد ضاقت علی نفسی وضاقت علی الارض۔ اسی حال میں مَیں نے آواز سنی کہ کوئی شخص جبل سلع سے بلند آواز میں پکار رہا تھا کہ اے کعب بن مالکؓ! بشارت ہو۔ مَیں سجدہ میں گر گیا اور سمجھا کہ خدا کی طرف سے خلاصی ہوئی۔ شاید صبح کی نماز میں حضورؐ کو خدا کی طرف سے توبہ قبول کرنے کی اجازت ہوئی۔ اس کے بعد لوگ بشارت دینے کے لیے بعد دیگرے آنے لگے۔ اور ہر شخص جلدی کر رہا تھا حتیٰ کہ بعض گھوڑوں پر چڑھ کر دوڑے ہوئے آئے۔ پہاڑوں پر سے آوازیں آ رہی تھیں۔ اور آواز گھوڑوں سے بھی پہلے پہنچتی تھی۔ جس کی آوازیں

پہلے ملی جب وہ آئے تو میرے بدن پر دو کپڑے تھے۔ مَیں نے وہ دونوں اُتار کر اُن کو دیدیئے اور کہا خدا کی قسم میرے پاس اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں۔ مَیں نے دو سرے سے عاریۃً کپڑا لے کر پہنا۔ اس کے بعد مَیں رسول اللہؐ کی خدمت میں چلا تو راستہ میں جماعت پر جماعت توبہ قبول ہونے پر بشارت اور تہنیت دیتی تھیں۔ مسجد میں پہنچا تو دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے دوڑ کر مصافحہ کیا۔ اور مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سے صرف حضرت طلحہؓ کھڑے ہوئے اور میں اُن کو کبھی نہ بھولوں گا۔ اس کے بعد مَیں نے رسول اللہؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ کا چہرہ مبارک خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اور ہم لوگوں کو معلوم تھا کہ حضورؐ کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت منوّر ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے کعبؓ! بشارت ہو۔ ماں سے پیدا ہونے کے بعد آج کا دن تیرے لئے سب سے زیادہ مبارک دن ہے۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ آپؐ کی جانب سے ہے یا خدا کی جانب سے۔ فرمایا کہ خدا کی جانب سے۔

مَیں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میں چاہتا ہوں کہ مقبولیّت دُعا کے شکریہ میں اپنا سارا مال صدقہ کردوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمھارے لئے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھو۔ مَیں نے عرض کیا کہ اپنا خیبر کا حصّہ رکھ لیتا ہوں۔ اس کے بعد مَیں نے رسول اللہؐ کے سامنے عہد کیا کہ صداقت کی وجہ سے خدا نے میری توبہ قبول کی اب میری توبہ یہ ہے کہ سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اب تک مَیں نے کبھی کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالی۔ اور خدا بقیّہ زندگی بھی محفوظ رکھے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے ہم تینوں کی توبہ کا ذکر قرآن پاک میں بالتخصیص کیا ہے۔ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا سے ہم تینؐ آدمی مراد ہیں۔ اور ہم لوگوں کے سوا اور کسی کی توبہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

دارمی نے حضرت ابن عباسؓ سے واخرون اعترفوا بذنوبھم کی تفسیر میں ایک روایت لکھی ہے کہ تبوک کے متخلفین میں سے دسؐ آدمیوں کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ تینؐ یہ۔ اور ساتؐ آدمی ابولبابہؓ اور اُن کے ساتھی تھے۔ جنھوں نے ستونِ مسجد سے اپنے کو باندھ دیا تھا واللہ اعلم۔ حضرت ابولبابہؓ کا قصّہ اسی طرح کا بنی قریظہ کے زمانہ میں بھی مروی ہے۔ نہ معلوم یہ اُسی قصّہ سے التباس ہوا ہے یا اس وقت

بھی اُسی طرح کا واقعہ دوبارہ پیش آیا واللہ اعلم۔

نفیر کا عام حکم تبوک کا قصہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جب امام کی طرف سے جہاد کے لئے نفیر عام ہو جائے تو کسی شخص کو رُکنا جائز نہیں ہے۔ جب تک امام سے اجازت حاصل نہ کرلے۔ اور معلوم ہوا کہ نفیر کے بعد جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ گو فرداً فرداً اس کی خبر نہ دی گئی ہو۔

قصر صلوٰۃ تبوک میں بھی حضورؐ نے نماز قصر ادا کی اور فتح مکہ میں بھی حالانکہ علی الصحیح اٹھارہ بیس روز ان مقامات میں قیام کرنا پڑا۔ یہ دلیل ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کرلے قصر کرتا رہے ائمہ اربعہ اور اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ اصحاب رسول اللہ رام ہرمز میں سات مہینے رہے اور برابر قصر کرتے رہے۔ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کابل میں دو برس رہے اور برابر قصر کرتے رہے لوگوں نے رَی میں ایک سال تک قصر کیا۔ اور سجستان میں دو برس تک قصر کیا واللہ اعلم۔

قضا علی الظاہر تبوک کے متخلفین کا قصہ اس پر دال ہے کہ قضا ظاہر پر ہوتا ہے۔ منافقین جن کا نفاق معلوم تھا عذر کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے۔ لیکن مخلصین کو چونکہ انھوں نے کوئی شرعی عذر پیش نہ کیا تنبیہ کی گئی۔ حالانکہ ان کا مخلص مومن ہونا سب کو معلوم تھا۔

صدقہ علی البشارۃ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ بشارت کے وقت بقدر استطاعت صدقہ مستحب ہے۔ جیساکہ حضرت کعبؓ نے کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پسند فرمایا۔ مگر کہا کہ کچھ اپنے لئے رکھو۔ اسی طرح بشارت دینے والے کو کچھ انعام دینا۔ جیساکہ حضرت کعبؓ نے اپنے بدن کے کپڑے اُتار کر بشیر کو دیدیئے حالانکہ اُن کے پاس صرف وہی کپڑے تھے۔

جمیعِ غزوات

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ غزوۂ تبوک سب سے آخری غزوہ ہے یعنی اس کے بعد حضورؐ کسی غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ اس کے بعد بھی بعض سرایا کا بھیجنا ثابت ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا اس لئے غزوات وسرایا کی ابتدا ہجرت کے بعد ہوئی۔ اور دس برس میں ستائیس یا انتیس[۲۹]

یا پچیس ۲۵ یا کم و بیش غزوات میں حضورؐ شریک ہوئے۔ سات ۷ غزوات میں حضورؐ نے خود بھی مقاتلہ کیا۔ بدر۔ اُحد۔ خندق۔ قریظہ۔ بنی المصطلق۔ فتح مکہ۔ اور حُنین وطائف۔ بعض کہتے ہیں کہ بنی النضیر غابہ۔ اور وادی القریٰ میں بھی آپ نے مقاتلہ کیا ہے۔

بڑے بڑے غزوات

آپ نے ساٹھ ۶۰ کے قریب سرایا بھیجے۔ ان سب کی تہذیب و ترتیب بہت مشکل ہے۔ بڑے بڑے غزوات سات ۷ ہیں۔ بدر۔ اُحد۔ خندق۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ تبوک۔ قرآن پاک میں ان سب کا مجملاً یا مفصلاً ذکر موجود ہے۔ سورۃ انفال میں تقریباً سب کا سب غزوہ بدر کا حال ہے۔ اسی لئے اس کو سورہ بدر کہتے ہیں۔ اور آل عمران کے آخر میں غزوہ اُحد کا ذکر ہے واذ غدوت من اھلک تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال۔ سے ختم سورہ سے تھوڑا پہلے تک سب غزوہ اُحد ہی کا ذکر ہے۔ سورۃ احزاب کی ابتداء میں خندق۔ قریظہ۔ اور خیبر کا حال ہے۔ سورہ حشر میں بنی النضیر کا حال ہے۔ حُدیبیہ اور خیبر کا حال سورۃ فتح میں ہے۔ حُنین اور تبوک کا ذکر سورۃ توبہ میں ہے۔ فتح مکہ کا سورۃ فتح میں بھی اور سورۃ نصر میں بھی۔

نزول ملائکہ

ایک غزوہ میں حضورؐ مجروح ہوئے یعنی غزوہ اُحد میں۔ دو ۲ غزوات میں فرشتوں نے آپ کی امداد میں مقاتلہ کیا غزوہ بدر۔ اور غزوہ حنین میں۔ غزوہ احزاب میں فرشتوں نے مقاتلہ نہیں کیا لیکن نزول ملائکہ سے کفار میں زلزلہ پڑ گیا اور وہ بھاگے۔ غزوہ اُحد میں بھی بہت فرشتے نازل ہوئے اور بعض دوسرے غزوات میں بھی فرشتے آئے۔ بدر و اُحد میں فرشتوں کے نزول کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے مگر فرشتوں کے مقاتلہ کی صحیح روایت صرف بدر و حُنین کے بارے میں آتی ہے۔ نزول ملائکہ کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ دلائل النبوت کے بیان میں ہوگی۔

تین ۳ غزوات میں حضورؐ نے کنکریوں پر دم کر کے کفار کی طرف پھینکیں جس سے کفار کو شکست ہوئی۔

ایک غزوہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھود کر مع لشکر حضورؐ متحصن ہوئے یعنی غزوہ احزاب میں۔ ایک غزوہ میں آپ نے منجنیق نصب کی یعنی غزوہ طائف میں۔

حراست ابتداء غزوات میں قاعدہ تھا کہ جب آپ سوتے تھے یا شب کے وقت جب قیام فرماتے تھے یا جب

ل اس میں حُنین اور طائف کو ایک شمار کیا گیا ہے۔ اور قریظہ خندق کا جزو شمار ہوا ہے ۱۲ منہ

آپ کے لئے عریش بنایا جاتا تھا تو بعض صحابہؓ ننگی تلوار لے کر پہرہ دیتے تھے۔ جیسے بدر میں حضرت سعد بن معاذؓ نے اور اُحد میں حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حنین میں حضرت زبیر بن العوامؓ نے خیبر میں حضرت ایوب انصاریؓ نے اور کئی مقامات میں حضرت عباد بن بشرؓ نے پہرہ دیا۔ اور اسی طرح مختلف اصحاب کے متعلق صحیح روایتیں موجود ہیں کہ اُنھوں نے حراست کی، لیکن جب آیت نازل ہوئی واللہ یعصمك من الناس تو آپؐ نے صحابہ کو اس کی خبر دی اور اس کے بعد حراست کا قاعدہ موقوف ہو گیا۔

حدی خوانی دور کے سفر میں، یا کفار پر بعض دفعہ اثر ڈالنے کے لئے کبھی کبھی بعض صحابہ آپ کے سامنے حُدی پڑھتے تھے۔ اور حضورؐ اس کو پسند فرماتے تھے۔ اور حُدی پڑھنے والوں کے لئے دُعائے خیر کرتے تھے۔ حُدی پڑھنے والے یہ حضرات تھے عبداللہ بن رواحہؓ۔ انجشہؓ عامر بن الاکوعؓ۔ سلمہ بن الاکوعؓ انجشہؓ بہت خوش آواز تھے صحیح مسلم میں ان کا ذکر ہے۔ اور عامر بن الاکوعؓ کا ذکر خیبر میں ہو چکا ہے۔

جہاد کی فضیلت حضورؐ نے جہاد فی سبیل اللہ کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان کی ہیں۔ اور ہمیشہ صحابہؓ کو اسکی ترغیب دیتے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دو قطرے خدا کو بہت محبوب ہیں اور اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ ایک آنسو کا قطرہ جو خدا کے خوف سے نکلے۔ اور ایک خون کا قطرہ جو خدا کی راہ میں بہے۔ حضرت جابرؓ کے والد غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ کیا میں تمھیں یہ نہ بتادوں کہ خدا نے تمھارے والد سے کیا کہا؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ! آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے کسی سے بلا حجاب کلام نہ کیا مگر تمھارے والد سے اور اُن سے کہا الخ صحیح ابن حبان میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرے حتیٰ کہ دشمن سے مقاتلہ کرے اور قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ خُدا کے خیمہ میں عرش کے نیچے اُسکی جگہ ہے۔ اُس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ نبوت کا فرق ہے۔ اور بسند صحیح حضورؐ سے ثابت ہے کہ کافر اور اس کا قاتل ہرگز ایک ساتھ جہنم میں جمع نہ ہوں گے۔ الغرض قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث صحیحہ جہاد کے احکام اور اُس کی فضیلت سے معمور ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت کی ایک جماعت قیامت تک حق کے لئے مقاتلہ کرتی رہے گی۔ کسی کا خلاف اُن کو مضر نہ ہوگا۔

آدابِ جہاد حضورؐ اپنے اصحاب سے جنگ شروع ہونے سے پہلے بیعت لیتے تھے کہ فرار نہ کریں گے۔ اور کبھی موت پر بیعت لیتے تھے۔ اور جہاد کے اقرار کی بیعت بھی اسی طرح لیتے تھے جس طرح اسلام قبول کرنے کی۔ جہاد کے معاملہ میں اصحاب سے مشورہ کرتے تھے۔ جہاد کے موقع پر منزل کے انتخاب میں مشورہ کرتے تھے اور ہر ہر بات پر مشورہ کرتے تھے۔ جاسوس مقرر فرماتے تھے جو دشمن کی خبر لاتے تھے۔ دشمن کے جاسوس کو قتل کا حکم دیتے تھے اپنے مشورہ اور ارادہ کو دشمن سے مخفی رکھتے تھے۔ کوئی مسلمان اگر مسلمانوں کے پوشیدہ مشورہ کی خبر کفّار کو دیتا تو اُس سے سخت ناراض ہوتے اور وہ منافق سمجھا جاتا تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہؓ کا حال فتح مکہ میں معلوم ہو چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسی بناء پر کہا کہ یا رسول اللہؐ! اجازت دیجیے کہ اِس منافق کو قتل کردوں۔ لیکن حضورؐ نے اُن کو اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ اصحابِ بدر سے تھے۔ نفیرِ عام کے بعد جو شخص جہاد میں شریک نہ ہوتا اُس سے آپ سخت ناراض ہوتے تھے۔ غزوۂ تبوک میں متخلفین تبوک کا ذکر بالتفصیل ہو چکا ہے جیش کی ترتیب اور مقاتلہ کی تنظیم کا آپ بہت اہتمام کرتے تھے۔ عَلَم اور رایات سے کوئی لشکر خالی نہ ہوتا تھا۔ زرہ اور سلاحِ حرب کا جہاں تک ممکن ہوتا بندوبست کرتے خود اپنے لئے بھی اور لشکر کے لوگوں کے لئے بھی۔ کم ہوتا تو عاریۃً لیتے تھے اور ضرورت کے وقت کافر سے بھی یہ چیزیں عاریۃً لیتے تھے جیسا کہ غزوۂ ہوازن کے وقت صفوان ابن امیہؓ سے ایک سو زرہیں آپؐ نے لیں۔ سفر کے وقت فوج کی راحت کا خیال فرماتے تھے اور دھوپ کی تیزی کے وقت مقام کرتے تھے۔ غزوۂ بنی المصطلق سے لوٹتے وقت عبداللہ بن اُبَی کی شرارت کی وجہ سے دھوپ کی تیزی کے وقت بھی جب آپؐ نے سفر موقوف نہ کیا تو حضرت سعدؓ نے تعجب سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجبوری بیان کی۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب دشمن کے مقام کے قریب پہنچتے تو جیش کو روکتے۔ خدا سے نصرت کی دُعا کرتے پھر فرماتے کہ اب بڑھو بسم اللہ۔ ایسے وقت کی مختلف دُعائیں آپؐ سے مروی ہیں۔ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جیش کو صبر و استقامت کی تلقین فرماتے۔ دشمن کی تعداد اور تیاری زیادہ ہوتی تو صحابہؓ سے کہتے کہ فتح و نصرت کثرتِ تعداد اور کثرتِ آلاتِ حرب پر موقوف نہیں ہے بلکہ اصلی چیز اس کے لئے خدا پر اعتماد

اور صبر و استقامت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ دشمن پر حملہ صبح کے وقت کرتے تھے۔ یا آفتاب ڈھلنے کے بعد ٹھنڈے وقت۔ رات کے وقت حضور خود حملہ نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ غزوۂ خیبر میں معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن جو سرایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے اُن لوگوں نے بعض دفعہ رات کو بھی حملہ کیا اور آپ نے اُن کو اس سے منع نہ فرمایا عین معرکۂ جنگ میں اُن کافروں کو جن سے حرب قائم ہو دھوکہ دینے کی اجازت دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے الحرب خدعۃ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ عورت۔ بچے۔ اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ جب سریہ بھیجتے تو اُن لوگوں کو تاکید کر دیتے کہ منکرین خدا کو قتل کرو مگر مثلہ نہ کرو۔ کفار سے جب کچھ معاہدہ کرو تو بدعہدی نہ کرو۔ عورت۔ بچے اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔ البتہ جو بوڑھا جنگ کے بارے میں اہل الرائے اور صاحب تجربہ ہوتا اور کفار اُس کی رائے سے فائدہ اُٹھاتے تو ایسے بوڑھے کے قتل کی اجازت دیتے تھے۔

کفار سے استعانت بہت دفعہ آپ نے کفار کی اعانت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر خیبر میں اور بعض دوسرے مواقع میں آپ نے مشرکین اہل کتاب سے مدد لی۔ اور اُن کو غنیمت میں سے اس کا بدلہ بھی دیا۔ مگر صحابہؓ کی طرح اُن کا باقاعدہ سہم قرار نہ دیا۔ غزوۂ ہوازن میں کفار قریش بھی آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اور آپ نے اُن کو شرکت سے منع نہ کیا۔

تقدیم دعوت حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ دشمن کے علاقہ میں قرآن پاک ساتھ نہ لے جاؤ۔ اور امیر سریہ کو حکم دیتے تھے کہ مقاتلہ شروع ہونے سے پہلے اسلام اور ہجرت کی یا صرف اسلام کی دعوت دو۔ اگر قبول نہ کرے تو مقاتلہ کرو۔ وادی القریٰ کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے وہاں خود بار بار اسلام کی دعوت دی۔ اسی طرح بعض دوسرے غزوات میں بھی مروی ہے۔ لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ بعض دفعہ اصحاب سرایا چھپے رہے جب دشمن غافل سو گئے تب اُن لوگوں نے حملہ کیا۔ بعض جگہ جاتے ہی حملہ کیا۔ بعض جگہ دشمن کو اطلاع ہو گئی وہ لوگ ہٹ گئے اصحاب سریہ نے اُن کے اموال پر

حملہ کر دیا۔ ایسے مقامات میں بظاہر پہلے دعوتِ اسلام کی کوئی صورت نہ تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن لوگوں کو دعوت پہلے پہنچ چکی تھی۔ یا دشمن کی کسی شرارت یا پیش دستی کی وجہ سے اُن مواقع میں بلا تقدیم دعوت کی اجازت تھی۔

احتیاط

جس بستی یا قبیلہ سے اذان کی آواز سُنی جائے۔ یا اسلام کی کوئی علامت معلوم ہو وہاں حملہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور جو شخص کلمہ پڑھ لیتا گو اُس نے تلوار کے خوف ہی سے پڑھا ہو اُس کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ صحابہؓ کہتے تھے کہ یا رسول اللہؐ! اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا آپ فرماتے کہ تم نے اُس کا دل چیر کر کیوں دیکھ نہ لیا۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ اور محلم بن جثامہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی بنا پر جیسا ناراض ہوئے وہ ذکر ہو چکا ہے۔ حضورؐ نے حضرت اُسامہؓ سے وعدہ لیا کہ میرے سامنے یا میرے بعد کبھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جو کلمہ پڑھ لے حضرت خالدؓ سے اس بارے میں بد احتیاطی ہو گئی اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ بنی جذیمہ کے حال میں اِس کا ذکر ہو چکا ہے۔

بعض دستور

عموماً غزوات میں حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ فتح کے بعد وہاں تین دن قیام فرماتے۔ اموالِ غنیمت کو کبھی وہیں تقسیم کرتے۔ کبھی وہاں سے چل کر راستہ میں۔ کبھی مدینہ پہنچ کر۔ غزوات میں کوئی نہ کوئی امّ المومنین ساتھ ہوتی تھیں۔ قبائل کی کچھ عورتیں بھی کبھی ساتھ ہو جایا کرتی تھیں۔ جو زخم کا علاج اور مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں۔ یا بیمار کی خدمت کرتی تھیں۔ یا پانی پلاتی تھیں۔ اُن کے علاوہ غلام بھی ساتھ ہوتے تھے کبھی کفّار بھی ساتھ ہو جاتے تھے یا کسی کام کے لئے ساتھ لے لئے جاتے تھے اُن لوگوں کو غنیمت میں سے اُن کی خدمتوں کا لحاظ کر کے حضورؐ کچھ دیدیا کرتے۔ مگر عورتوں کو۔ اور غلاموں کو اور کفّار کو غنیمت میں سہام کبھی نہیں دیا گیا۔ خیبر کی بعض شریک عورتوں نے بیان کیا کہ ہمیں خیبر کی غنیمت میں سہم ملا جیسا کہ سُنن کی روایتوں میں ہے اس سے مراد وہی مال ہے جو اُن کو دیا گیا۔ وہ غانمین کے مثل سہم نہ تھا۔ کم ہوتا تھا۔ اور بعض کفّار جو رہبری یا اہم مخبری کی خدمت انجام دیتے تھے اُن کو سہم سے زیادہ بھی ملتا تھا۔

طعام غنیمت غلول یعنی اموالِ غنیمت میں سے چھپاکر کچھ لینے کو حضورؐ کبائر میں شمار کرتے تھے۔ حنین کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کرتے وقت فرمایا کہ غلول عیب ہی جہنم کی آگ ہے۔ قیامت کے روز مصیبت عظمیٰ ہے۔ سوئی یا تاگا بھی جس نے لیا ہو وہ لاکر داخل کرے۔ اموالِ خیبر میں سے حضورؐ کے ایک خادم نے کوئی معمولی سی ضرورت کی چیز لے لی تھی وہ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس غلول کی وجہ سے اس پر آگ دہک رہی ہے۔ لیکن شہد۔ انگور۔ اور کھانا اس میں داخل نہیں ہے صحابہ بقدرِ ضرورت کھانے کی چیزیں کھاتے تھے۔ ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں طعام اور عسل غنیمت میں ہوتا تھا تو اس میں سے خمس نہیں لیا جاتا تھا۔ عبداللہ بن المغفل رضؓ نے خیبر میں ایک جراب شحم پر قبضہ کیا اور کہا کہ اس میں سے ہم آج کسی کو کچھ نہ دیں گے۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور اُن سے کچھ نہ کہا۔ حضرت ابن ابی اوفی رضؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا طعام میں سے آپ لوگ خمس دیتے تھے۔ فرمایا کہ ہم لوگوں کو خیبر میں طعام ملا۔ تو کوئی آتا تھا اپنی ضرورت کے مطابق لے لیتا تھا۔ بعض صحابہؓ فرماتے ہیں کہ غزوات میں ہم لوگ اخروٹ کھالیتے تھے تقسیم نہیں کرتے تھے۔

کتاب الاموال

چونکہ مغازی کی بحث غزوۂ تبوک پر ختم ہوئی اس لئے اِس موقع پر مالی انتظامات کا بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جیش کی ترتیب اور مغازی کے انتظام میں سب سے اہم چیز مالی اخراجات کا فراہم کرنا ہے۔ مغازی کے ضمن میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس وقت تک عرب کا بڑا حصہ اِسلام کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ ایک طرف قبیلۂ طی محکوم ہو چکا تھا اور دوسری طرف خیبر اور تبوک کا علاقہ فتح ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد اسی سال بلا جنگ بقیہ قبائل عرب نے وفود وغیرہ کے ذریعہ اطاعت قبول کر لی تھی جیسا کہ آگے وفود کے بیان میں معلوم ہوگا۔ صرف چند قبیلے رہ گئے تھے ورنہ یمن سے بحرین تک اور عمان سے تبوک تک سارا ملک اسلام کے اقتدار کے ماتحت آگیا تھا۔ اتنے بڑے ملک کا انتظام۔ اور اُس کے لئے فوجی قوت بحال رکھنے کے لئے کتنے بڑے مالی انتظام کی ضرورت تھی، اس کا اندازہ کرنا

کچھ مشکل نہیں ہے۔ مغازی کے ضمن میں مالیات کے متفرق احکام بیان ہو چکے ہیں مگر ان تمام انتظامات کی تشریح اختصار کے ساتھ یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ اس سے اسلام کے مالی انتظامات کی بنیادی کیفیت واضح ہو جائے گی۔

فوج پر یا غربا و مساکین پر جو اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے تھے وہ تین قسم کے تھے زکوٰۃ۔ غنائم اور فئی۔ ان تینوں قسم کے اموال کے جمع و تقسیم کے احکام و قواعد قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور اس کے متعلق حضورؐ کا طریق عمل مفصل احادیث میں منضبط ہے۔ ہم تینوں قسم کے احکام کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد آخر میں کفار سے جزیہ لینے کا حکم ہوا۔ اور آپ کے حکم سے جزیہ وصول کیا گیا اس لئے اسی کے ساتھ اس کو بھی بیان کریں گے۔ پانچویں چیز خراج ہے اور چھٹی چیز عشر ساتویں وہ ہدایا ہیں جو آپؐ کی خدمت میں اطراف کے امرا و سلاطین نے یا اور کسی نے بھیجے ان سب کے احکام اور اس کے جمع و خرچ کے متعلق حضورؐ کا طریق عمل اسی کے ساتھ بیان کر دیں گے تاکہ مالیات کے متعلق تمام طریقہ نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) ایک جگہ جمع ہو جائے۔

زکوٰۃ کے احکام

ہر مسلمان عاقل بالغ پر جو نصاب نامی کا مالک ہو اور اس پر سال پورا ہو جائے زکوٰۃ فرض ہے اس پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نماز و روزہ کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے اس کا منکر کافر اور تارک فاسق ہے۔ مال زکوٰۃ کا نصاب ادائے زکوٰۃ کا وقت و طریقہ۔ مصرف زکوٰۃ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالتفصیل بتا دیا ہے اور اس کا مکمل قانون جس میں پوری طرح تمام مصالح کا لحاظ رکھا گیا ہے خود حضورؐ کی تعلیم اور تربیت حضورؐ کے عمل سے ثابت ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی نمو کے ہیں۔ اور زکوٰۃ کو زکوٰۃ اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے سے مال کا تحفظ اور نمو ہوتا ہے۔ اس سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ اور آخرت میں جو اس کا بدلہ ہو گا وہ اس کے علاوہ ہے۔ زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے اور صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔ کفار پر نہیں۔ نہ کافر سے

زکوٰۃ لی جاتی ہے۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی میں اکثر جگہ زکوٰۃ کی تاکید نماز کے ساتھ آئی ہے۔ مثلاً اقیموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وغیرہ۔

اموال قابل زکوٰۃ زکوٰۃ چار ۴ قسم کے اموال پر ہے۔ اور فی الواقع مالیت کے اعتبار سے ان چار ۴ اقسام میں ہر طرح کے اموال آجاتے ہیں۔ اور جو متفرقات اس میں داخل نہیں ہیں وہ مصارف اور ضروریات کی چیزیں ہیں ان چیزوں پر زکوٰۃ کا فرض ہونا دقت کا باعث تھا اِس لئے ان چیزوں کو زکوٰۃ سے استثنا کر دیا گیا۔ وہ چار ۴ قسمیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے یہ ہیں۔ اوّل ۱ زراعت کے غلے اور درختوں کے ثمار۔ دوئم ۲ مولیشی یعنی جانور اونٹ۔ گائے۔ بھینس۔ بکری۔ بھیڑی۔ سوئم ۳ وہ دونوں جواہر بالذات جن پر انتظام عالم کا مدار ہوگیا ہے۔ یعنی سونا و چاندی۔ چہارم ۴ اموال تجارت بجمیع اقسامہ۔

وقت زکوٰۃ زکوٰۃ سال میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ اور اس میں توسط ملحوظ ہے۔ اگر سال سے کم میں فرض ہوتی۔ یا سال میں کمرّر فرض ہوتی تو اغنیاء کے لئے مضر تھی کیونکہ زراعت اور ثمار وغیرہ فطری پیداوار کی چیزیں عموماً سال میں ایک ہی دفعہ پیدا ہوتی ہیں۔ اور اگر سال سے زیادہ مدت میں زکوٰۃ فرض ہوتی۔ یا عمر میں ایک ہی دفعہ فرض ہوتی تو یہ فقراء و مساکین کے لئے مضر تھی کیونکہ اُن کو ہر پیداوار سے مناسب انتفاع کا موقع نہ ملتا۔

مقدار زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ مختلف چیزوں کی مختلف ہے۔ اور اُس میں اس امر کی رعایت رکھی گئی ہے کہ جس مال کی تحصیل میں مشقت کم ہے اُس میں زکوٰۃ زیادہ ہے۔ اور جس میں مشقت زیادہ ہے اس میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے۔

رکاز بجسر راء مہملہ و کاف و آخر زائے معجمہ اُس مال کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر جمع ہو۔ اس کی دو ۲ قسمیں ہیں اگر وہ مال زمین ہی کے اندر پیدا ہوا ہو تو اُس کو معدن کہتے ہیں۔ اور جس مال کو کسی شخص نے زمین کے اندر دفن کر کے رکھا ہو وہ کنز و خزانہ ہے۔ اور رکاز معدن و کنز دونوں کو عام ہے۔ اگر کسی شخص کو خزانہ

مدفونہ یا کسی چیز کا معدن ملا تو اس پر خمس[1] واجب ہوگا جو زکوٰۃ کی سب سے بڑی مقدار ہے۔ کیونکہ رب المال کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی دقت اور تکلیف پیش نہ آئی۔

زراعت جو بارش یا نہر کے پانی سے پیدا ہو اس کے بونے اور کاٹنے میں رکاز سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس لئے اس پر عشر واجب ہے۔ یعنی اُس کی زکوٰۃ رکاز سے نصف ہے۔

زراعت جو چاہ یعنی کنوئیں یا تالاب کے پانی سے پٹائی جائے۔ اس میں آدمی کی قوت صرف ہوتی ہے اور پہلی قسم کی زراعت سے بہت زیادہ محنت لیتی ہے۔ اس کے لئے جوتنا۔ بونا۔ پانی پٹانا وغیرہ سخت محنتوں کا کام پیش آتا ہے اس لئے اس کی زکوٰۃ نصف عشر ہے یعنی بیسواں حصہ ہے۔

اموال تجارت اس میں اُس سے بھی محنت زیادہ ہوتی ہے۔ تجارت کے لئے سفر کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور نفع پھر بھی بہ نسبت زراعت کے بہت کم ہوتا ہے اس لئے اس کی زکوٰۃ ربع عشر ہے یعنی چالیسواں حصہ اور یہ زکوٰۃ کی سب سے کم مقدار ہے۔

سونا چاندی چونکہ عموماً خرید و فروخت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اسکی زکوٰۃ بھی اموال تجارت کی طرح ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ ہے۔ البتہ معدن یا کنز میں ملے تو خمس ہوگا۔

نصاب زکوٰۃ ہر چیز کے لئے ایک مقدار حضورؐ نے معین کر دی ہے کہ کسی کے پاس وہ مال اُس نصاب سے کم ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اس مقدار کو نصاب زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ اُسی شخص پر واجب ہے جو نصاب کا مالک ہے۔

صحیحین اور سنن کی روایت میں تصریح ہے کہ ذہب یعنی سونے کا نصاب بیس مثقال ہے۔ اور فضہ یعنی چاندی کا دو سو درہم۔ جو چیز چاندی یا سونے سے بنی ہوتی ہو اُس میں اسی کے نصاب کا وزن معتبر ہوگا۔ اور سونے یا چاندی کے ساتھ دوسری چیز ملی ہوئی ہو تو اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اموال تجارت میں قیمت کا اعتبار ہے یعنی دونوں میں سے کسی ایک کے نصاب کی قیمت کا مال ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔ چاندی اور سونا دونوں نصاب سے کم ہوں لیکن دونوں کی قیمت ملا کر کسی ایک کا نصاب

---

[1] رکاز کا حکم زمین مملوکہ اور غیر مملوکہ میں مختلف ہے اُس کی تفصیل تطویل کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ۱۲ منہ

ہوجاتا ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔

زمین کی پیداوار کے متعلق صحیحین کی روایت ہے کہ پانچ وسق سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ گویا اس کا نصاب پانچ وسق ہے۔ وسق بفتح واؤ و سین مہملہ بعدہ قاف اُونٹ کے بوجھ کو کہتے ہیں۔ اس کے وزن کی تعیین غزوہ خیبر کے بیان میں ہم بتا چکے ہیں۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ زمین کی پیداوار میں کوئی نصاب معین نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ کم ہو یا زیادہ۔ اُس پر زکوٰۃ واجب ہے مگر صاحبین اور امام شافعی صاحب صحیحین کی روایت کی بنا پر پانچ وسق نصاب مقرر فرماتے ہیں اس سے کم پر وہ زکوٰۃ واجب نہیں کہتے۔

زکوٰۃ مویشی

تین قسم کے سائمہ جانوروں پر زکوٰۃ لینے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ایک اونٹ دوسرے گائے اور اُسی قسم میں بھینس بھی داخل ہے۔ تیسرے غنم اس میں بکری خصی، بھیڑی، دُنبہ داخل ہے۔

قسم اوّل اُونٹ

صحیحین میں حضورؐ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ ذود سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ذود سے مراد اُونٹ ہے اس لئے باتفاق اُونٹ کا نصاب پانچ ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اُن کو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے بحرین بھیجا تو زکوٰۃ کے متعلق ان کو ایک تحریر لکھ کر دی اُس کا مضمون یہ تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ صدقہ فریضہ ہے جو رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ مسلمانوں سے جب اس کے موافق طلب کیا جائے تو ادا کریں۔ اور جب کوئی شخص اس سے زیادہ طلب کرے تو نہ دیں۔ اُونٹ جب چوبیس یا چوبیس سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری زکوٰۃ ہے اور جب پچیس ہو جائیں تو ان میں ایک بنت مخاض ہے پینتیس تک۔ اور جب چھتیس ہو جائیں تو ایک بنت لبون ہے پینتالیس تک۔ اور جب چھیالیس ہو جائیں تو ایک حقہ ہے ساٹھ تک۔ اور جب اکسٹھ ہو جائیں تو ایک جذعہ ہے پچھتر تک۔ اور جب چھتر ہو جائیں تو دو بنت لبون ہیں نوّے تک۔ اور جب اکانوے ہو جائیں تو دو حقّے ہیں ایک سو بیس تک اور جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہے اور ہر پچاس میں ایک حقہ ہے۔

اور جس کے پاس چار ہی اونٹ ہوں اُن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ لیکن اگر صاحب مال خود اپنی خوشی سے چاہے تو ادا کرے۔

تنبیہ۔ بنت مخاض اونٹ کے ایسے مادہ بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا پورا ہو گیا ہو اور دوسرے سال کی ابتدا میں ہو۔ مخاض بفتح میم وخائے معجمہ وآخر ضاد معجمہ۔ ابن مخاض ویسا ہی نر بچہ۔ بنت لبون اور ابن لبون بفتح لام جو دو سال کا ہو گیا ہو یعنی گویا اس کی ماں دوسرے بچہ کے حمل سے دودھ والی ہو گئی ہو۔ حقہ بکسر حائے مہملہ وتشدید قاف جو بچہ تین برس کا ہو کر چوتھے میں داخل ہو گیا ہو یعنی اب اُس پر سواری کرنا حق ہو گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس تحریر میں ایک سو بیس تک کی زکوٰۃ کا جو قاعدہ درج ہے یہ تو جمہور کے نزدیک متفق علیہ ہے اور یہی طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ وغیرہ میں مروی ہے لیکن ایک سو بیس سے زیادہ کا قاعدہ اس روایت میں یہ ہے کہ ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ ہے۔ امام شافعیؒ اسی کے موافق کہتے ہیں۔ لیکن احناف فرماتے ہیں ایک سو بیس کے بعد پھر استیناف ہوگا۔ یعنی ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو چوبیس تک ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس یا زیادہ ہوں تو ایک بنت مخاض وعلی ہذا۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ماخوذ ہے۔ جس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور سنن کی دوسری روایتیں بھی اس کی مؤید ہیں۔

قسم دوم گائے بقر یعنی گائے کا نصاب تیس ہے۔ اصحاب سنن اربعہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذؓ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ ہر تیس گائے میں ایک تبیع یا تبیعہ زکوٰۃ میں وصول کریں۔ علامہ زیلعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کی حدیث کی وجہ سے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بقر کا نصاب تیس ہے بلا خلاف۔

تنبیہ۔ تبیع فعیل کے وزن پر گائے کے اُس بچہ کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو گیا ہو اور تبیعہ ویسے ہی مادہ۔ یہ اس لئے کہ ایسا بچہ ماں کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ اور مُسِن بضم میم وکسر سین مہملہ وتشدید نون جو دو سال کا ہو گیا ہو۔ مُسِنّہ اس کی مادہ۔ مُسِن کا لفظ سن سے مشتق ہے دانت کے معنی میں۔ چونکہ اس عمر میں دانت ظاہر ہو جاتے ہیں اس لئے اُس کو مُسِن کہتے ہیں۔

گائے اور بھینس کا ایک حکم ہے۔ یعنی تیس سے کم ہوں تو کچھ نہیں۔ تیس میں ایک تبیع یا تبیعہ یعنی ایک سالہ بچھڑا نر ہو یا مادہ۔ اور چالیس ہوں تو مُسن یا مُسِنہ یعنی دو سالہ بچھڑا۔ یہ دونوں قسم کی زکوٰۃ کا حکم وہی حضرت معاذؓ کی مذکور بالا حدیث میں ہے اور جو سنن اربعہ میں مروی ہے۔ اس کے بعد ساٹھ میں دو تبیع۔ اور حضرت معاذؓ ہی کی روایت مسند امام احمد اور طبرانی میں ہے اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ تیس اور چالیس کے درمیان جو عدد رہ جاتا ہے اُس کی زکوٰۃ نہ لیں۔ متفرقات کی زکوٰۃ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے لی جائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ معاف ہے۔ ساٹھ کے بعد ہر دہائی کو جوڑ کر دیکھ لیں جتنا تبیعہ یا مُسِنہ اس سے ہوتا ہو وہ ادا کریں۔

قسم سوم غنم غنم کا لفظ جنس ہے اس میں دو نوع داخل ہیں۔ ایک ضأن بفتح ضاد معجمہ بعدہٗ ہمزہ بمعنی بھیڑ۔ جس میں دنبہ بھی داخل ہے۔ اور دوسری نوع مَعز بفتح میم بکرا۔ بکری خصی۔ یہ سب ایک جنس ہے اور ان کا نصاب چالیس ہے۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ فرض ہے اگر چالیس سے ایک کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی جس تحریر کا اوپر ذکر ہوا اس میں ہے کہ چالیس سے ایک سو بیس تک میں ایک بکری ہے۔ اس سے زیادہ ہوں تو دو بکریاں دو سو تک میں۔ اس سے زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک میں۔ اس سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری۔

طریق اخذ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جن قبائل کے پاس اموال ظاہرہ ہوتے تھے۔ جیسے مویشی۔ زراعت اور درخت وغیرہ۔ اُن کے پاس سعاۃ روانہ فرماتے تھے۔ جو اموال ظاہرہ کی کل زکوٰۃ کو اغنیاء سے جمع کرتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تو حکم دیا کہ اُن کے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے اُن کے فقراء پر تقسیم کرو۔

گھوڑے۔ غلام۔ خچر۔ گدھے۔ ان چیزوں کی زکوٰۃ لینا حضورؐ سے یا حضورؐ کے عاملین سے ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ قبائل میں جا کر زکوٰۃ وصول کرتے تھے اُن کو ساعی کہتے ہیں۔ اور جو لوگ راستوں پر تاجروں سے زکوٰۃ یا جزیہ وصول کرنے پر مقرر تھے اُن کو عاشر کہتے ہیں۔

مصارفِ زکوٰۃ

قرآن پاک میں خداوند کریم نے زکوٰۃ کے مصارف کی تعیین کر دی ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ یہ آٹھ مصارف زکوٰۃ کے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ خُدا نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ اُس کا مقرب فرشتہ یا نبی مرسل اپنی رائے سے زکوٰۃ کے مال کو تقسیم کرتا۔ بلکہ خدا نے خود تصریح کر دی کہ یہ مال کس کس جگہ صرف کیا جائے۔ امام رازیؒ کہتے ہیں کہ ان تاکیدات سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مال کو ان اقسام ثمانیہ کے باہر صرف کرنا حرام ہے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جنھوں نے حیلے نکال کر اور ضرورتوں کا بہانہ بنا کر مصارف زکوٰۃ بالکل ہی بدل دیئے ہیں اور اُس کا جو کچھ نتیجہ مُسلمان دیکھ رہے ہیں وہ ظاہر ہے۔

خداوند کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بتائے ہیں۔ اس میں اب مؤلفۃ القلوب کا حِصّہ نہیں رہا جیسا پہلے کسی جگہ لکھ آیا ہوں۔ اور عاملین صدقہ کا حق اُسی وقت ہے جب امام عامل کے ذریعہ صدقہ کے جمع و خرچ کا اِنتظام کرے۔ لیکن جب صاحب مال خود زکوٰۃ تقسیم کرے تو عامل کا حق نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت عامل ہوتا ہی نہیں ہے۔ اس لئے صرف چھ مصرف باقی رہ جاتے ہیں اور انہی چھ مصارف میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) فقراء (۲) مساکین یعنے محتاج (۳) گردنوں کے چھڑانے میں یعنے غلاموں کے آزاد کرانے میں (۴) تاوان میں امداد کرنا (۵) غزوات میں (۶) مسافروں کی امداد میں۔

اموال ظاہرہ کے کُل صدقات کو حضورؐ کے عاملین جمع کر لیتے تھے۔ صاحب مال خود نہیں ادا کرتا تھا البتہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ میں صاحب مال کو اختیار ہوتا تھا کہ امام یا عاملین کے سپرد کرے یا خود زکوٰۃ کے مصارفِ معیّنہ میں صرف کرے۔

لہ بیشک صدقات یعنی زکوٰۃ فقراء کے لئے ہے مساکین کے لئے ہے۔ اور اُن لوگوں کے لئے ہے جو صدقہ ہی کے کام پر مقرر ہوں۔ اور مؤلفۃ القلوب کے لئے ہے اور گردنوں کے آزاد کرانے میں خرچ ہوگا۔ اور اسی میں خرچ ہوگا جس پر تاوان ہے اور فی سبیل اللہ خرچ ہوگا اور مسافروں کی امداد میں خرچ ہوگا ۱۲ منہ۔

غنائم

مقاتلہ اور جنگ کے بعد قہر اور غلبہ سے کفار کے جن اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اُس کو غنیمت کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے اس اُمّت کے لئے غنیمت کو حلال کیا ہے۔

سب سے پہلی غنیمت جو مسلمانوں کو ملی وہ عبداللہ بن جحشؓ کے سریہ میں جو غزوۂ بدر سے بھی پہلے تھا جیسا کہ مغازی میں بیان کر چکا ہوں۔ اس سریہ نے نخلہ جا کر شہر حرام میں مقاتلہ کیا۔ عمرو بن الحضرمی کو قتل کیا۔ عتاب بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کیا۔ اور اُن کے اموال پر قبضہ کر کے مدینہ لے آئے۔

چونکہ ان حضرات نے غلطی سے شہر حرام میں قتال کیا تھا اور شہر حرام میں قتال ممنوع تھا اس لئے حضورؐ نے اُن کے اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو لینے میں تامل کیا۔ لیکن اس کے بعد آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیه قل قتال فیه کبیر وصدٌّ عن سبیل الله وکفر به والمسجد الحرام واخراج اھله منه اکبر عند الله۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے اس مال کو لیا۔ اور دونوں قیدیوں کا فدیہ کفار نے بھیجا تھا مگر اس وقت دو مسلمان حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوانؓ کفارِ قریش کی قید میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے دونوں اصحاب کو چھوڑ دو تو ہم تمہارے دونوں قیدیوں کو واپس کر دیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اُن دونوں کے بدلہ چھوٹ کر آئے۔

ابن وہب کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اس غنیمت کو واپس کر دیا تھا صرف قیدیوں کا اصحاب سے تبادلہ ہوا تھا۔ مگر یہ قول تمام اصحاب سیر کے خلاف ہے۔

اس سریہ کے بعد غزوۂ بدر کا مالِ غنیمت ملا۔ لیکن اس وقت تک غنیمت کی تقسیم کا قاعدہ اور خمس نکالنے کا حکم نازل نہ ہوا تھا حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ غزوۂ بدر میں گئے۔ قتال کے بعد کفار کو ہزیمت ہوئی تو اصحابِ رسول اللہؐ کی تین جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت تو میدانِ جنگ میں تھی۔ دوسری جماعت اُن لوگوں کی جو منہزمین کے تعاقب میں گئے تھے۔ تیسری جماعت

اُن حضرات کی جو رسول اللہ ﷺ کی محافظت کے لئے حضورؐ کے پاس تھے۔ اور ہر جماعت کا دعوٰی تھا کہ غنیمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ[1] اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ غنیمت کو سب پر برابر تقسیم کر دیا۔ اُس وقت تک خمس کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ یعنی آیت وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الآیہ[2] نازل نہ ہوئی تھی۔

تقسیم کا قاعدہ

اموالِ غنیمت دو طرح کے ہوتے تھے منقولہ۔ اور غیر منقولہ یعنی جائداد و زمین آیت خمس کے نازل ہونے کے بعد اموال منقولہ میں یہ قاعدہ تھا کہ تمام مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیا جاتا تھا۔ پھر اس میں سے خمس نکالا جاتا تھا۔ اور اُس کو اُس کے مصارفِ منصوصہ میں صرف کرنے کے لئے حضورؐ اپنے قبضہ میں رکھتے تھے۔ بقیہ چار خمس کو غانمین پر تقسیم فرماتے تھے۔

اِس پر تمام علماء کا اتفاق ہو کہ گھوڑوں کا سہم بھی مقرر تھا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کتنا گھوڑوں کو دیا جاتا تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا انسان کے برابر ایک سہم ہے لیکن اُن کے شاگرد امام ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ۔ اور امام شافعیؒ و تقریباً تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کو ہمیشہ دو سہام دیئے جاتے تھے۔ یعنی پیدل کا ایک سہم اور سوار کے تین سہام ہوتے تھے ایک سہم سوار کا اپنا اور دو سہام اس کے گھوڑے کے۔ ہم اس اختلاف کی تشریح اور دلائل کو اختصار کے ساتھ غزوہ خیبر میں بیان کر چکے ہیں۔

صفی رسول اللہ

ابوداؤد نے مراسیل میں شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ غنیمت میں حضورؐ کا بھی سہم تھا اُس کو صفی کہتے تھے۔ خمس نکالنے سے پہلے لونڈی۔ غلام۔ گھوڑا یا جو چیز حضورؐ پسند فرماتے وہ نکال دی جاتی تھی۔ اور ابن عون نے محمد بن سیرینؒ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا سہم کیا تھا اور صفی رسول اللہ ﷺ کیا چیز تھی؟ انھوں نے کہا کہ حضورؐ غزوہ میں شریک ہوتے یا نہ ہوتے آپؐ کا سہم سب مسلمانوں کی طرح معین ہوتا تھا۔ اور خمس میں سے جو چیز آپ پسند فرماتے یا جو چیز آپ کے لئے پسند کی جاتی وہ

---

[1] یعنی تم سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو کہدو کہ مال غنیمت اللہ اور اُس کے رسولؐ کا ہے ۱۲ منہ۔

[2] اور جان لو کہ جو چیز تم کو غنیمت میں ملی اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے خاص ہے ۱۲ منہ۔

صفی رسول اللہ کہلاتی تھی۔ اور حسنؓ سے مروی ہے کہ مالِ غنیمت جب جمع ہوتا تو حضورؐ کا حصہ پہلے علیٰحدہ کر دیا جاتا تھا اُسی کو صفی رسول اللہ کہتے ہیں۔ وہ خدا نے آپ ہی کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اُس کے نکالنے کے بعد سہام تقسیم ہوتے تھے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ جب غزوہ میں خود شریک ہوتے تھے تو آپؐ اپنے ہم میں جو چیز پسند فرماتے وہ علیٰحدہ کر دی جاتی تھی۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسی قسم کے سہم میں تھیں۔ اور جب حضورؐ غزوہ میں شریک نہ ہوتے تھے تو سب مسلمانوں کی طرح آپ کا سہم بھی مقرر ہوتا تھا۔ اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے علی شرط الشیخین روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ صفی میں تھیں واللہ اعلم حضورؐ کی مشہور تلوار ذوالفقار بھی صفی میں تھی۔ حضورؐ نے بنی زہیر بن قیس کو خط لکھا تو اس میں تصریح کر دی تھی کہ اگر تم خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے۔ اور نماز قائم کی۔ زکوٰۃ ادا کی غنیمت میں سے خُمس ادا کیا۔ اور رسول اللہ کا سہم اور صفی دیتے رہے تو تم کو امن ہے۔ اور تم خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پناہ میں ہو۔

غیرحاضرین کا سہم

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ غنیمت میں صرف اُسی کا سہم مقرر فرماتے تھے جو غزوہ میں شریک ہوتا۔ غیرحاضرین کو یا اُن لوگوں کو جو فتح کے بعد آتے آپ اُن کو سہم میں شریک نہیں کرتے تھے۔ غزوہ خیبر۔ اور غزوہ تبوک میں اِس کے متعلق پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ لیکن غزوہ بدر میں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت سعید بن زیدؓ شریک نہ ہوئے۔ وہ شام گئے ہوئے تھے لیکن اُن دونوں حضرات کا سہم حضورؐ نے دیا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا اجر اور ثواب یا رسول اللہؐ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تم دونوں کو اجر بھی ملے گا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابولبابہؓ۔ اور حارث بن حاطبؓ۔ اور عاصم بن عدیؓ رسول اللہؐ کے ساتھ روانہ ہوئے مگر حضورؐ نے اُن کو واپس بھیجا اور ابولبابہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا اور ابن ام مکتومؓ کو نماز کے لئے امام مقرر کر دیا اور ان سب حضرات کو آپ نے غنیمت میں سے حصہ دیا۔

حارث بن الصمہؓ کو روحا پہنچ کر چوٹ آئی اِس لئے وہ غزوہ میں شریک نہ ہو سکے مگر حضورؐ نے اُن کو سہم عطا فرمایا۔

ابن ہشامؒ کہتے ہیں کہ خوات بن جبیرؓ کو بھی سہم ملا حالانکہ وہ غزوہ میں شریک نہ تھے۔
اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ انکی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ سخت بیمار تھیں لیکن حضورؐ نے اُن کو حصّہ دیا تو اُنھوں نے کہا کہ میرا اجر یا رسول اللہ! تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تمھارا اجر بھی ملے گا۔

ابن حبیبؒ کہتے ہیں کہ غیر حاضرین کا سہم مقرر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں کا اجماع ہو گیا ہے کہ غائب کا سہم نہیں ہے۔ لیکن یہ اجماع کا دعویٰ قابل بحث ہے امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ امام ابو حنیفہؒ اور سلف و خلف کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ امام اگر کسی شخص کو خود کسی کام پر مقرر کر کے بھیجے تو اس کا سہم غنیمت میں ہو گا۔

غزوات میں عورتیں۔ بچے۔ اور غلام ساتھ ہوتے تھے مگر اُن کو حضورؐ باقاعدہ حصّہ نہیں دیا کرتے تھے۔ نہ کافروں کو جیسا کہ غزوات میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ البتہ خدمت کا کچھ معاوضہ دیا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات اہم خدمتوں کا معاوضہ سہم سے زیادہ بھی ہو جاتا تھا۔

تنفیل

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ بعض موقعوں پر جب دشمن کی تعداد زیادہ ہوتی یا مقابلہ سخت ہوتا تو ترغیب کے لئے اعلان فرماتے تھے کہ مَن قتل قتیلاً فلہٗ سلبہ[1]۔ یعنی جو شخص کسی کافر کو قتل کرے تو اُس کافر مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی غزوہ میں کوئی نمایاں خدمت انجام دیتا تو گو پہلے سے اعلان یا وعدہ نہ ہو اُس کو اُس کے سہم سے زیادہ بھی عنایت فرماتے تھے جیسا کہ غزوۂ غابہ میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کو یا جیسا کہ صحیح مسلم میں بعض سریہ کا حال مروی ہے کہ حضورؐ نے اصحاب سریہ کو اُن کے سہم سے زیادہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح اگر امام یا امیر تنفیل کا اعلان کرے یا نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو دے تو جائز ہے مگر یہ تنفیل خُمس میں محسوب ہو گی۔ اس لئے کہ امام کو خُمس ہی کے تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔ باقی چار خُمس غانمین کا حق ہے اُس میں امام کو تصرف کا اختیار نہیں ہے مگر یہ کہ غانمین سے اجازت حاصل کرے۔

[1] یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اُسی کے لئے مقتول کا سلب ہے ۱۲ منہ۔

اسلاب کا حکم

جنگ میں کسی کافر کو کسی مسلمان نے قتل کیا تو اُس کافر کے بدن پر یا اُس کی سواری پر جو کچھ پڑا اسامان حرب یا جو چیز ہو اُس کو سلب کہتے ہیں۔ اسلاب اس کی جمع ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ فارس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں ایک کافر کا مجھ سے مقابلہ ہوگیا۔ میں گویا موت کے منہ میں پھنس گیا تھا مگر آخر خدا نے مجھ کو غالب کیا۔ اور میں نے اُس کو قتل کیا۔ پھر حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی انھوں نے پوچھا کہ جنگ کا کیا حال ہے میں نے کہا کہ خدا کا حکم غالب ہوا اِس کے بعد جب لوگ لوٹے اور رسول اللہؐ نے نشست فرمائی تو کہا من قتل قتیلا ولہ علیہ بینۃ فلہ سلبہ۔[1] یعنی جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس پر اُس کے پاس دلیل ہو تو اُس مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور مجمع سے کہا کہ کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے۔ کوئی نہ بولا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر رسول اللہؐ نے یہی فرمایا اور میں پھر کھڑا ہوا اور مجمع سے کہا کہ کیا کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے؟ یہ کہہ کر میں پھر بیٹھ گیا۔ تیسری دفعہ رسول اللہؐ نے پھر وہی کہا اور میں پھر کھڑا ہوا تو رسول اللہؐ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے قصہ بیان کیا تب ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! یہ ٹھیک کہتے ہیں اور اُس قتیل کا سلب میرے پاس ہے آپ اُن کو راضی کر دیجئے کہ اپنا حق چھوڑ دیں۔ اِس پر حضرت صدیقؓ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کا شیر خدا اور رسولؐ کے واسطے لڑا ہے تم اُس کا سلب اُس کو دیدو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ صحیح کہتے ہیں تم ابو قتادہؓ کا حق اُن کو دیدو۔

اِس روایت کا مفہوم ظاہر یہ ہے کہ امام پہلے اعلان کرے یا نہ کرے قتیل کے سلب کا مالک اُس کا قاتل ہے اِس لیے کہ حضورؐ نے حضرت ابوقتادہؓ کو جو سلب دلایا اُس کا پہلے اعلان نہ ہوا تھا جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضورؐ نے یہ فرمایا کہ قتیل کے سلب کا مالک اس کا قاتل ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ صاحب یہی کہتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کا بھی یہی مسلک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سلب اصل غنیمہ میں سے ہوتا ہے خمس میں سے نہیں۔ اور سلب کا خمس بھی نہیں لیا جاتا۔ لیکن امام مالکؒ اور

[1] یعنی جس نے کسی کو قتل کیا ہو اسکی دلیل اس کے پاس ہو تو مقتول کا سلب اسی کا ہے ۱۲ منہ۔

امام ابوحنیفہؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قتیل کے سلب کا مالک اس کا قاتل اسی وقت ہوگا جب امام پہلے اعلان کردے۔ اور وہ خمس میں محسوب ہوگا۔ اس لئے کہ آیت واعلموا انما غنمتم میں خداوندکریم نے یہ بتادیا ہے کہ خمس کے سوا بقیہ غنیمت سب غانمین کی ہے۔ اور غانمین کے حق کو بغیر اُن کی اجازت کے امام کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا۔ اس لئے سلب کا حکم نفل کا ہی اور خمس میں سے محسوب ہوگا۔

امام مالک صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے حُنین سے پہلے اور کسی غزوہ میں ایسا کیا ہو۔ یا کسی کو اس طرح قتیل کا سلب دلوایا ہو۔ اس غزوہ میں بھی حضرت ابوقتادہؓ باوجودیکہ اکابر صحابہ میں سے ہیں اور فارس رسول اللہؐ ہیں۔ انھوں نے نہ خود سلب کا مطالبہ کیا نہ اُن کو اس کا علم تھا۔ جب لڑائی موقوف ہوئی اس کے بعد حضورؐ نے اعلان کیا تب حضرت ابوقتادہؓ نے سلب طلب کیا۔ حالانکہ اگر وہ سلب کے مالک ہوتے تو یہ امر حضرت ابوقتادہؓ سے مخفی نہ رہتا۔ غنیمت میں غانمین کا استحقاق غزوہ بدر میں نازل ہوچکا تھا اگر سلب اس سے مستثنیٰ تھا تو اتنے زمانہ تک رسول اللہؐ اس سے ساکت نہ رہتے۔ اور حضورؐ نے حضرت ابوقتادہؓ کو صرف ایک شہادت پر سلب دلوایا۔ اگر کل غنیمت میں سے دلواتے تو بغیر دلیل تام کے ممکن نہ تھا کیونکہ تبدیل ملک کا قصہ پیدا ہوتا تھا۔ پھر حضورؐ کے بعد حضرت صدیقؓ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی قتیل کا سلب قاتل کو نہیں دلوایا۔ کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی (یہ سب امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے لوگوں کے استدلالات ہیں)۔

مگر محدثین کہتے ہیں کہ خود بخاری کی روایت ہے کہ ابوجہل کو غزوہ بدر میں معاذ بن عمرو بن الجموحؓ اور معاذ بن عفراءؓ انصاریین نے قتل کیا۔ تو حضورؐ نے اُس کا سلب معاذ بن عمرو بن الجموحؓ کو دلوایا۔ اس کے علاوہ براء بن مالکؓ کو سلب ملا۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو سلب ملا۔ حضرت ابی طلحہ انصاریؓ کو حنین ہی میں دس آدمیوں کا سلب ملا۔ یہ سب صحیح اور ثابت واقعات ہیں اور اکثر صحاح میں موجود ہیں۔ باقی آیت کا حکم عام تو اُس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص عام کی سنتِ ثابتہ سے جائز ہے اور نظیر اُس کی بہت موجود ہے۔ اور حضورؐ نے اس حکم کے اظہار میں تاخیر نہیں کی بلکہ غزوہ بدر ہی میں قولاً وعملاً بتادیا تھا۔

اِس روایت سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت ابو قتادہؓ کو اس کا علم نہ تھا۔ دعوی میں تاخیر شاہد نہ ملنے کی وجہ سے ہو سکتی ہے نہ کہ عدم علم کی وجہ سے واللہ اعلم۔

امام مالکؒ وغیرہ کی طرف سے کہا جا سکتا ہے کہ سلب کا حکم یا تو غزوۂ بدر میں معلوم ہوتا ہے یا حنین میں۔ غزوۂ بدر کے واقعہ سے استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اُس وقت خُمس کا حکم اور غنیمت کا قاعدہ نازل نہ ہوا تھا۔ آیت انفال میں خدا نے بدر کی غنیمت کو رسول اللہؐ کے اختیار میں کر دیا تھا حضورؐ نے جس کو جس طرح چاہا دیا سوال یہ ہے کہ آیت خُمس کے نزول کے بعد کیا قاعدہ رہا۔ سیر کی روایتیں تو اسلاب کے بارے میں بہت ہیں مگر اُن روایتوں سے کلام اللہ کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ امام مالک صاحبؒ کی غرض یہ ہے کہ اس بارے میں سُنت ثابتہ صحیحہ سے حنین سے پہلے کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔

اسحٰق ابن راہویہ اور طبرانی نے باختلاف الفاظ حبیب بن مسلمہ کا ایک واقعہ روایت کیا ہے خود حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں کہ صاحب قبرص نے بارادۂ تجارت ارمینیہ اور آذربائیجان کا سفر کیا۔ ابن مسلمہ کو خبر ہوئی تو یہ گئے اُس کو قتل کیا اور پانچ خچروں پر دیباج یاقوت۔ زمرد۔ موتی۔ وغیرہ قیمتی اسباب لاد کر لے آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اُس میں سے خُمس کا مطالبہ کیا۔ حبیبؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من قتل قتیلاً فلہٗ سلبہٗ[1]۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ یہ ہرگز ہو نہیں سکتا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ تشریف لائے اور جب اُن دونوں کی مخاصمت کا حال اُنھوں نے سُنا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ انما للمرء ماطابت بہ نفس امامہ[2]۔ حبیب ابن مسلمہؓ راضی ہو گئے اور حضرت ابو عبیدہؓ نے خُمس لے کر بقیہ اُن کو دیدیا۔

بیہقی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے لیکن امام ابن الہمامؒ کہتے ہیں کہ گو روایت ضعیف ہے مگر میرا استدلال اس روایت سے صرف اتنا ہے کہ من قتل قتیلاً فلہ سلبہ میں تملیک اور تنفیل دونوں معنی کا احتمال ہے۔ اور یہ روایت تنفیل کے معنی کو متعین کرتی ہے۔ اتنی بات کے لئے

---

[1] یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اُسی کے لئے اُس کا سلب ہے ۱۲ منہ۔

[2] یعنی انسان کے لئے وہی ہے جس سے اُس کا امام راضی ہو ۱۲ منہ۔

ضعیف روایت بھی کافی ہے واللہ اعلم۔

خُمس کا مصرف

اللہ پاک نے فرمایا واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خُمسہ وللرسول و لذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل۔ یعنی غنیمت میں کوئی چیز تم کو ملے تو اُس کا پانچواں حصّہ اللہ کے لیے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ اور ذوی القربیٰ کے لئے اور یتامیٰ کے لئے اور مساکین کے لئے اور مسافر کے لئے۔

ضحاک نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں جو خُمس اللہ کے لئے مذکور ہے وہ افتتاح کلام کے لئے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خُمس کو پانچ ہی مصرف میں صرف کیا کرتے تھے۔ اور حاکم نے مُستدرک میں حسن بن محمد بن علیؓ سے روایت کیا ہے وہ بھی اسی کے موافق ہے۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خُمس میں خُدا کے لئے کوئی حصّہ علیحدہ نہیں ہے۔ اس لئے خُمس کے مصارف پانچ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ۔ مساکین۔ ابن السبیل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خُمس اُنہی پانچ مصارف میں صرف ہوتے تھے۔

ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ غزوہ بنی قریظہ میں چھتیس گھوڑے تھے۔ اور یہ پہلا غزوہ تھا جس میں گھوڑوں کے سہام دیئے گئے تھے اور خُمس نکالا گیا تھا۔ اور اس کے بعد یہی سنّت جاری ہوگئی۔

ابن قیمؒ نے قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول نقل کیا ہے کہ وہ بھی اس سے متفق ہیں مگر کہتے ہیں کہ کسی روایت میں بنی قریظہ کے بعد خُمس کا صاف تذکرہ نہیں آتا۔ البتہ اُس کے بعد حُنین میں یقیناً خمس نکالا گیا۔ قاضی اسمٰعیلؒ کا مطلب کیا ہے معلوم نہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ میں خیبر کے خُمس کا ذکر ہے اور بعض سرایا کے خُمس کا ذکر صحیح روایتوں میں موجود ہے۔

واقدیؒ کہتے ہیں کہ غزوہ بدر کے ایک مہینہ تین دن بعد غزوہ بنی قینقاع کے غنیمت میں سب سے پہلا خُمس نکالا گیا۔ اور صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ غزوہ بدر تک خُمس کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ حضرت

عبادہ بن صامتؓ کی روایت پہلے لکھ چکا ہوں اُس میں یہ تصریح ہے کہ غزوۂ بدر کے وقت یہ آیت واعلموا انما غنمتم نازل نہیں ہوئی تھی۔ نہ بدر کے غنیمت میں سے خُمس نکالا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

سنن کی روایت ہے کہ ذوی القربیٰ کا سہم رسول اللہؐ نے خیبر میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کو دیا۔ اور بنی نوفل و بنی عبد شمس کو نہ دیا۔ تو حضرت جبیر بن مطعمؓ اور عثمان بن عفانؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے اس لئے کہ آپ بنی ہاشم میں سے ہیں۔ لیکن بنی المطلب کو بھی آپ نے عنایت فرمایا اور ہم لوگوں کو اس میں حصّہ نہیں دیا۔ حالانکہ ہم لوگوں کا اور ان کا ایک درجہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم اور بنی المطلب جاہلیت اور اسلام میں کبھی جُدا نہ ہوئے۔ ہم اور وہ ایک ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں مضبوط پکڑ کر فرمایا کہ ہم اس طرح ملے رہے۔

حضورؐ کے جد اعلیٰ عبد مناف کے پانچ لڑکے تھے۔ ہاشم۔ مطلب۔ نوفل۔ عبد شمس۔ ابو عمر۔ ابو عمر کی کوئی اولاد نہ رہی۔ ہاشم کی اولاد میں سے حضورؐ ہیں اس لئے کہ آپ کا نسب یہ ہے محمدؐ بن عبداللہ۔ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ اور مطلب کی اولاد میں مطلبی حضرات ہیں حضرت عثمانؓ عبد شمس کی اولاد ہیں ان کا نسب یہ ہے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور حضرت جبیرؓ نوفل کی اولاد میں ان کا نسب ہے جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔

حضورؐ نے بنی المطلب کے ملے رہنے کا جو ذکر کیا اس کا حال ابتداء نبوت میں معلوم ہو چکا ہے جس وقت قریش نے ابو طالب اور رسول اللہؐ کی متحدہ مخالفت کی اور قرینہ تھا کہ شاید جنگ چھڑ جائے۔ اُس وقت ابو طالب نے جب اپنی قوم کو امداد کی دعوت دی تو تمام بنی ہاشم اور بنی المطلب خواجہ ابو طالب اور رسول اللہؐ کی امداد کے لئے مستعد ہو گئے باوجودیکہ اُن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا لیکن بنی نوفل اور بنی عبد شمس نے ساتھ نہ دیا۔ یا تو کفار کے ساتھ رہے یا ساکت رہے حضرت جبیرؓ کے والد مطعم بن عدی تو کفار کے ساتھ ہو کر خواجہ ابو طالب سے لڑتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہاشم اور عبدشمس توام تھے اس لئے ذوی القربیٰ کے سہم بنی عبدشمس زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ذوی القربیٰ کا سہم صرف بنی ہاشم اور بنی المطّلب کے لئے مخصوص ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و عملاً مخصوص کر دیا ہے لہذا اس کے خلاف جائز نہیں ہو سکتا۔

البتہ رسول اللہؐ نے یہ نہیں کیا کہ ان کے غنی و فقیر کو برابر تقسیم کیا ہو یا ورثہ کی طرح للذکر مثل حظ الانثیین بانٹا ہو۔ بلکہ حضورؐ کا قاعدہ یہ تھا کہ ان میں سے جو شخص جتنا حاجتمند ہوتا تھا اس کو بقدر حاجت عنایت فرماتے تھے۔ مثلاً کسی کو ضرورت ہوتی تو اس کا عقد کرا دیتے تھے۔ قرضدار ہوتا تو اس کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ فقیر ہوتا تو بقدر ضرورت اس کے احتیاج کی چیز دیتے تھے۔ بمصلحت اور ضرورت کے موافق کرتے تھے۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو حضورؐ نے مقرر کر دیا تھا کہ وہ خمس کے پانچویں حصّہ کا انتظام کرتے تھے۔ حضورؐ کے وقت میں بھی انھوں نے اس کا انتظام کیا اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں بھی۔

خداوند پاک نے زکوٰۃ اور خمس کے مصارف کا ذکر کر دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال ان مصارف کے علاوہ صرف نہ کیا جائے۔ یہ نہیں بتایا کہ ان سب مصارف میں برابر تقسیم کیا جائے۔ اس لئے جائز ہے کہ جس مصرف میں جیسی حاجت ہو اس کے موافق کم و بیش خرچ کیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے مصارفِ معیّنہ پر برابر سہام مقرر کر کے زکوٰۃ یا خمس کے اموال کو تقسیم کیا ہو۔ یا تقسیم کا کوئی اور قاعدہ مقرر فرمایا ہو جیسے مواریث وغیرہ میں ہے۔

امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اور خمس کے جن مصارف کا ذکر خدا نے کیا ہے اس مال کو اس کے تمام مصارف پر برابر تقسیم کرنا ضروری ہے۔ امام احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے جس مصرف میں جیسی حاجت ہو اس میں ویسا صرف کیا جائے حتیٰ کہ اگر ایک ہی مصرف میں کل مال صرف کر دیا جائے تو جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ صاحبؒ زکوٰۃ میں امام احمد صاحبؒ کے مثل کہتے ہیں اور خمس میں امام شافعی صاحبؒ کے مثل۔ امام ابوحنیفہؒ خمس کے متعلق فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کا سہم رسول اللہؐ کے بعد اب نہیں رہا۔ ذوی القربیٰ کے یتیم مساکین اور ابن السبیل ہی خمس کے مستحق ہیں اغنیاء

نہیں اس لئے خمس کا مال تین ہی سہام پر تقسیم ہوگا۔ اور اس میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کے حاجتمند مقدم ہوں گے۔

غیر منقولات اموالِ غنیمت کے جمع و تقسیم کی جو تفصیل اوپر بیان ہوئی۔ منقولات میں اُس پر اُسی تفصیل سے حضورؐ کا عمل تھا۔ لیکن غیر منقولات یعنی زمین کے بارے میں یہ طریقہ نہ تھا کیونکہ جو زمینیں فتح ہوئیں کبھی آپؐ نے اُن کو تقسیم کیا کبھی نہیں۔ کبھی بعض حصّہ تقسیم ہوا بعض نہیں۔ اور محفوظ رکھا گیا تاکہ قومی و ملکی ضروریات اُس سے انجام دیتے جائیں۔

بنی نضیر کی زمینیں فئی میں رسول اللہؐ کو ملی تھیں اور رسول اللہؐ کی خاص تھیں تقسیم نہیں کی گئیں۔ بنی قریظہ کی زمینیں مقاتلہ کے بعد فتح ہوئی تھیں لیکن خمس نکالنے کے بعد صرف مہاجرین پر تقسیم کی گئیں۔ انصار کو اُس میں سے نہیں دیا گیا اس لئے کہ مہاجرین حاجتمند تھے۔ البتہ انصار کے تینؓ حضرات کو اس میں سے حصّہ دیا گیا۔ سہل بن حنیفؓ۔ ابی دجانہؓ اور حارث بن الصمۃؓ۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات بہت حاجتمند تھے۔ خیبر کی نصف زمین محفوظ رکھی گئی اور نصف کو خمس نکالنے کے بعد تمام غانمین پر تقسیم کیا گیا۔ مکہ کی زمین میں سے نہ خمس نکالا گیا۔ نہ محفوظ رکھی گئی نہ وہ تقسیم کی گئی اُس کو اپنے حال پر جسطرح جس کے قبضہ میں تھی چھوڑ دی گئی۔ حالانکہ بنی قریظہ۔ خیبر اور مکہ مقاتلہ کے بعد قہراً فتح ہوا۔ خیبر اور فتح مکہ میں اس پر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔

چونکہ غیر منقولہ اراضی کے متعلق رسول اللہؐ کا یہ طرز عمل تھا شاید اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ اختیار امام کو ہی کہ اراضی مفتوحہ کو غانمین پر تقسیم کرے یا جسطرح چاہے اُس کا انتظام کرے۔ اور اسی لئے جب سواد عراق فتح ہوا تو انھوں نے وہاں کی زمین کو اُس کے مالکوں کے ہاتھ میں رہنے دیا اور خراج مقرر کر دیا۔ حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ وغیرہ نے مخالفت کی اور چاہا کہ جسطرح خیبر کی زمین تمام غانموں پر تقسیم کی گئی تھی یہ بھی تقسیم کی جائے۔ لیکن جمہور صحابہ حضرت عمرؓ کے موافق رہے اور وہاں کی زمین تقسیم نہ ہوئی۔ جیسا کہ آگے خراج کی بحث میں اُس کو تفصیل سے لکھوں گا انشاء اللہ تعالےٰ۔

امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ جو زمین جنگ کے بعد قہراً فتح ہوئی ہو اُس کو بھی غانمین پر خمس نکالنے کے بعد تقسیم کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ غنیمت ہی اور غنیمت میں خمس کے علاوہ بقیہ چار خمس غانمین

کے ہیں وہ اُن کو ملنا چاہیئے۔ خُدا نے آیت خُمس میں اموال منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی فرق نہیں بتایا سب کا حکم ایک ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ اراضی غیر منقولہ کو غنیمت کہہ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ غنیمت کو اللہ نے صرف اس اُمت کے لئے حلال کیا ہے لیکن اراضی مفتوحہ پر انبیاءؑ سابقین اور امم متقدمین بھی قبضہ کرتے تھے۔ اس لئے اموالِ منقولہ اور غیر منقولہ کا حکم ہمیشہ مختلف رہا ہے اور زمین کی وراثت صالحین کے لئے ہمیشہ بدلتی رہی ہے واللہ اعلم۔

فئی کے اموال کا حکم

ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ فئی اُس مال کو کہتے ہیں جو بغیر مقاتلہ اور جنگ کے کافروں سے حاصل ہو اور خداوند پاک نے سورہ حشر میں بنی نضیر کے اموال کو فئی کہا ہے اور یہی وجہ بتائی ہے وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء۔ یعنی جو کچھ خُدا نے دلایا اپنے رسولؐ کو بنی نضیر سے اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اُونٹ۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلّط کر دیتا ہے جس پر چاہے۔

لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہؐ نے غزوہ حنین میں مؤلفۃ القلوب کو فئی میں سے عنایت فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حنین کی غنیمت مقاتلہ اور جنگ کے بعد حاصل ہوئی تھی اس لئے وہ اس معنی کے اعتبار سے فئی نہیں ہو سکتی جو اُوپر ذکر ہوا اور نہ یہ عطا خمس میں سے ہو سکتی ہے اس لئے کہ خُمس کے مصارف میں مؤلفۃ القلوب داخل نہیں ہیں۔ غالباً یہ عطا خُمس کے اُس حصّہ سے تھی جو آپ کا خاص تھا۔ اور فئی کا اطلاق اُس حصّہ پر دوسری روایتوں میں بھی آیا ہے۔

غزوہ خیبر میں جو قلعہ یا زمین آپ نے محفوظ رکھا اور تقسیم نہ کیا اُس پر بھی صحیح روایتوں میں فئی کا اطلاق آیا ہے فدک کی نصف زمین اور وادی القریٰ کی ایک تہائی صلح سے ملی تھی اُن پر بھی فئی کا اطلاق آیا ہے۔

اِن سب روایتوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مال یا زمین کسی وجہ سے بھی رسول اللہ کے لئے مخصوص ہو جائے اُس کو فیٔ کہتے ہیں۔

خداوند پاک نے سورۂ حشر میں فیٔ کے مصارف کا مفصل ذکر کیا ہے۔ آیتیں یہ ہیں مآ افآء اللہ علی رسولہ من اھل القرٰی فللّٰہ وللرسول ولذی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم، وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ، ان اللہ شدید العقاب ۰ للفقرآء المھاجرین الذین اُخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولٰٓئک ھم الصّٰدقون ۰ والذین تبوّؤ الدار والایمان من قبلھم یحبّون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مّمآ اوتوا ویؤثرون علٰی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ۚ ومن یّوق شحّ نفسہٖ فاولٰٓئک ھم المفلحون ۰ والذین جآؤ من بعدھم یقولون ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الآیۃ۔ ان آیات کا خلاصہ مفہوم یہ ہے۔ کہ جو مال اللہ پاک نے اپنے رسولؐ کو بستی والوں سے دلایا وہ خدا کے لئے ہے۔ رسولؐ کے لئے ہے ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ اور مساکین و مسافر کے لئے ہے۔ تاکہ تمہارے اغنیاء کے درمیان دولت نہ بن جائے۔ جو رسول بتائے اُس کو پکڑو جس سے منع کرے اُس سے باز آؤ۔ اور اللہ سے ڈرو وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور وہ مال فقراء مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے ملک اور اپنے مال سے نکال دیئے گئے ہیں۔ اور خدا کا فضل اور اُس کی رضا کے طالب ہیں۔ خدا اور خدا کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ صادق ہیں۔ اور یہ مال اُن لوگوں کے لئے ہے جو مدینہ ہی میں رہے اور ایمان میں مہاجرین سے بھی مقدم ہیں۔ اور اُن کے پاس جب کوئی ہجرت کر کے آتا ہے تو اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں اُس کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو مہاجرین کو دی جائے۔ وہ مہاجرین کو اپنی ذات سے مقدم سمجھتے ہیں۔ گو اُن پر خود تنگی ہو۔ اور یہ مال اُن لوگوں کے لئے

ہے جو اُن کے بعد آئیں اور کہیں کہ خداوندا! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے الآیہ۔

اِس میں اوّل خُمس کے جتنے مصارف ہیں سب کو خداوند پاک نے فیٔ کا مصرف قرار دیا اور اُن کے علاوہ تمام فقراء مہاجرین اور تمام انصار کو فیٔ کا مصرف بتایا۔ پھر اِس سے بھی عام کیا یعنے بتایا کہ قیامت تک جتنے لوگ مسلمان ہوں سب کا فیٔ کے مال میں حق ہے۔ اِسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہیں ہے جس کا فیٔ کے مال میں حق نہ ہو۔ اور فیٔ کے مال میں مجھ کو کوئی ترجیح دوسرے مُسلمانوں کے حق پر نہیں ہے۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ فیٔ کے اموال پر خود اپنا قبضہ رکھتے تھے۔ ازواج مطہرات اور اہلِ بیت کے ایک سال کا نفقہ اس میں سے رکھتے تھے یا جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے دیتے تھے۔ بقیہ فوجی۔ اور ملکی ضروریات اور قومی و مذہبی اور معاشرتی حوائج میں صرف کرتے تھے۔ فقراء و مساکین کی خبر گیری یتیموں کی نگرانی کے لئے زکوٰۃ اور خُمس میں سے مُصارف معیّن تھے مگر فیٔ کے اموال کو بھی آپ ان کاموں میں صرف کرتے تھے۔ حاجتمندوں کی شادی میں بھی آپؐ نے فیٔ کا مال صرف کیا ہے۔ اور جس طرح فیٔ کے اموال کو صرف کرنے میں آپؐ کو اختیاراتِ کامل حاصل تھے ویسا اور کسی مال میں نہ تھا۔ اِس لئے کہ زکوٰۃ اور خُمس کے مُصارف معیّن اور محدود تھے۔ اور فیٔ میں وسعت تھی ہر قسم کے مصالح میں یہ مال صرف کیا جا سکتا تھا۔ حُنین میں آپؐ نے فیٔ کا کثیر حصّہ مؤلّفۃ القلوب کو دیا جو کامل الایمان بھی نہ تھے اور انصار و مہاجرین کو نہ دیا اور فرمایا کہ جس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارے نزدیک اُس سے بہتر ہے جس کو ہم دیتے ہیں جس پر ہمیں اعتماد ہے اُس کو نہیں دیتے اور جس پر اعتماد نہیں ہے اُس کو دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِسی طرزِ عمل کی وجہ سے جلیل القدر اصحاب میں یہ بات مشتبہ رہی کہ فیٔ کا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ملکیت تھی۔ یا آپؐ کو بحیثیت امام صرف تصرّف کا حق حاصل تھا۔

حضرت فاطمہ زہرؓا۔ اور حضرت علیؓ کی جو گفتگو فیٔ کے اموال کے متعلّق حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت

فاروقِ اعظمؓ سے ہوئی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ یہ سمجھتے تھے کہ فئ خاص رسول اللہؐ کی مِلک تھی اور اس میں وراثت جاری ہونی چاہیئے مگر حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ یہ سمجھتے تھے کہ یہ مال تمام مسلمانوں کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب کے ولی اور سب کے آقا ہیں۔ اس لئے ہر طرح کے تصرف کا آپؐ کو اختیار تھا لیکن وراثت نہیں ہو سکتی۔

صحیحین میں حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ اموال بنی نضیر خدا نے اپنے رسولؐ کو دلوایا تھا مسلمانوں نے اس کے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اس لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنے اہل کا نفقہ ایک سال کا دیتے تھے۔ بقیہ فوجی ضروریات میں صرف کرتے تھے۔ سنن میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپؐ کے پاس فئ کا مال آتا تھا تو اس کو اُسی روز تقسیم کر دیتے تھے۔ متاہلین کو دو حصے دیتے تھے اور مجرد ین کو ایک حصہ۔ حضرت عمرؓ کی ایک روایت مسند امام احمدؒ میں ہے فرماتے ہیں کہ اس مال میں کوئی کسی سے زیادہ مستحق نہیں ہے نہ میں کسی سے زیادہ مستحق ہوں۔ جبل صنعاء کا ایک چرواہا جو اپنی جگہ چرواہی کرتا ہے اس کا بھی اس مال میں حق ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کے مطالبہ پر صدیق اکبرؓ نے بھی اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی یہ جواب دیا کہ اس مال میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفقات مقرر تھے۔ اسی طرح اب بھی مقرر رہیں گے اور بقیہ جن کاموں میں خرچ ہوتا تھا اُسی طرح اب بھی صرف ہو گا۔ حضرت صدیقؓ نے بھی اور حضرت فاروقؓ نے بھی فرمایا کہ یہ رسول اللہؐ کا صدقہ ہے اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ یہ مال خُدا کی مِلک ہے اور اس کے مصارف قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ عمل کر کے رسول اللہؐ نے بتا دیا۔ جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ضروری ہے کہ اُسی کے موافق عمل کیا جائے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ انبیاءؑ ورثہ نہیں چھوڑتے وہ جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے نہ کہ صدقہ بعد ملک۔ کیونکہ صدقہ کُل مال میں بعد وفات نہیں ہو سکتا۔ وہ وصیت ہو جائے گی اور وصیت صرف ایک ثلث میں صحیح ہے نہ کہ کُل مال میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مال انبیاءؑ کا ہوتا ہے وہ

پہلے ہی مملوکِ خداوندی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کو اس میں تصرّف کا اختیار خدا کی طرف سے حاصل ہوتا ہے بطور ماموں کے نہ بطور مالک کے اور اسی لئے انبیاء علیہم السّلام کے بعد بھی وہ صدقہ اور مملوکِ خداوندی رہتا ہے۔

فی الواقع فیٔ کا مسئلہ اشکال سے پُر ہے۔ ہمیشہ ائمہ وحکّام کے لئے پریشان کُن رہا ہے جو کچھ تامّل کے بعد معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فیٔ کے اموال پر مالکانہ تصرّفات کے اختیارات حاصل تھے مگر نہ بطور خود بلکہ بامر اللہ۔ اور ان تصرّفات میں آپ مامور من اللہ تھے واللہ اعلم۔ فیٔ کی زمینوں کی تفصیل اور اُس کے متعلق حضرت فاطمہؓ اور شیخین کا اختلاف مع مالہٗ وما علیہ الاضیَ رسول اللہؐ کی بحث میں وادی القرای کے بعد مفصل لکھ چکا ہوں واللہ اعلم۔

الجزیہ

جزیہ اُس مال کو کہتے ہیں جو مقہور کفّار سے اُن کے نفوس کے بدلے وصول کیا جائے۔ جب جہاد کا حکم ہوا تو اُس وقت صرف دو صورتیں تھیں یا تو کفّار اسلام قبول کریں یا مقاتلہ کریں۔ تیسری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ اپنی جگہ پر رہ سکیں اِلّا خیبر میں کہ مقہور ہو جانے کے بعد اُن کو اپنی جگہ رہنے کی اجازت دی گئی اور زمین کے متعلق انہی سے بٹائی کا معاملہ طے پا گیا تھا۔ یا خیبر ہی کی اتباع میں فدک اور وادی القرای کا معاملہ تھا۔ لیکن ان سب مقامات میں معاہدہ کے ساتھ یہ بات طے تھی کہ مسلمان جس وقت مُناسب سمجھیں گے یہود کو خیبر سے نکال دیں گے۔ لیکن اِس کے بعد ۸ھ میں جزیہ کا حکم نازل ہوا۔ اُس کے بعد کفّار کو اختیار دیا گیا کہ وہ یا اِسلام قبول کریں۔ یا ذات کے تحفظ کے لئے ایک معینہ مقدار مال کی دینا قبول کریں۔ مجاہدؒ کی روایت ہے کہ ۸ھ میں غزوۂ تبوک سے پہلے جزیہ کی آیت نازل ہوئی۔ کلبی کی روایت ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے غزوہ کے وقت یہ حکم نازل ہوا تھا مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ تبوک سے پہلے حضورؐ نے کسی سے جزیہ لیا ہو۔ صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے جب تبوک پر حملہ کا ارادہ کیا اس وقت یا تبوک ہی میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت یہ ہے

> وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتٰب حتّٰی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون ط
>
> یعنی جو نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت پر۔ اور نہ خدا اور رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں۔ نہ دینِ حق کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اُن لوگوں میں ہیں جن کو خُدا کی کتاب عطا کی گئی۔ اُن سے مقاتلہ کرو حتّٰی کہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں ذلیل ہو کر۔

یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور فتح مکہ کے بعد عرب جوق در جوق اور فوج در فوج مسلمان ہونے لگے اور تقریباً عرب کے تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ اس لئے عربوں سے مقاتلہ کی حاجت باقی نہ رہی اس لئے پہلا حملہ تبوک پر ہوا۔ اور وہیں اکیدر صاحب دومۃ الجندل نے جزیہ قبول کر کے صلح کر لی۔ پھر اس کے بعد نجران کے نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اُنھوں نے منظور کیا کہ دو ہزار (۲۰۰۰) حلّہ دیں گے جس کا نصف صفر کے مہینے میں ادا کریں گے۔ اور نصف رجب میں۔ اس کے علاوہ وہ بطور عاریت مسلمانوں کو دیا کریں گے تیس (۳۰) زرع۔ تیس گھوڑے۔ تیس اونٹ اور ہر قسم کا سلاح اور سامانِ حرب تیس تیس۔ ان عاریت کی چیزوں کے مسلمان ضامن ہوں گے۔ غزوات میں استعمال کریں گے اور غزوہ کے بعد پھر واپس کر دیں گے۔ جزیہ کے بدلے اُن سے عہد کیا گیا کہ اُن کا کوئی گرجا گرایا نہ جائے گا اور اُن کا کوئی قس نکالا نہ جائے گا۔ اور نہ اُن کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ تاوقتیکہ وہ کوئی نئی بات پیدا نہ کریں۔ اور سُود کا لین دین نہ کریں۔

حضورؐ نے حضرت معاذؓ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا اور حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار نقد یا اُس کی قیمت کا معافری وصول کریں۔ معافری ایک قسم کے کپڑے کا نام ہے جو یمن میں تیار ہوتا تھا۔ اور اہلِ یمن جن سے جزیہ وصول کرنے کے لئے حضرت معاذؓ گئے تھے وہ یہود تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے شہادت دی کہ رسول اللہؐ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے۔

حضرت عمرؓ پہلے مجوس کے متعلق متردد تھے مگر اس شہادت کے بعد اُنھوں نے مجوسیوں کا جزیہ قبول کیا اور تمام صحابہ اس پر متفق رہے۔

الغرض جزیہ کی ابتدا تبوک کے بعد ہوئی۔ اور تین فریق کا جزیہ خود حضورؐ نے قبول کیا۔ اوّل نجران اور ایلہ کے لوگوں کا جو نصرانی تھے۔ دوئم دومۃ الجندل کا جس میں اکثر عرب کے یہود تھے اور یمن کے یہود کا۔ سوئم ہجر کے مجوس کا۔ لیکن کسی بت پرست قبیلہ یا جماعت سے آپؐ کا جزیہ لینا ثابت نہیں ہے اس لئے ائمہ میں اختلاف ہوگیا کہ آیا بت پرستوں سے جزیہ لے کر بت پرستی کی اجازت دینا اور قتال ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بت پرست سب کا جزیہ قبول کرنا درست ہے۔ امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صرف اہل کتاب سے جزیہ قبول کرنا درست ہے بت پرستوں سے نہیں اس لئے کہ کتاب اللہ میں اہل کتاب کی قید ہے اور حضورؐ نے بھی صرف اہل کتاب ہی سے لیا۔ لہٰذا بت پرستوں کا جزیہ قبول کرنا اور مقاتلہ ماموربہا کو ترک کرنا۔ اور بت پرستی کی اجازت دینا درست نہیں ہو سکتا۔

لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے مجوس کا جزیہ قبول کیا۔ اور آتش پرستی اور بت پرستی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مجوس نہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ کسی نبی کے پیرو ہیں۔ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ اُن کی آسمانی کتاب تھی وہ اُٹھالی گئی۔ اوّل یہ روایت صحیح نہیں ہے دوئم اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو یہ اُن کے زیادہ معتوب من اللہ ہونے کی دلیل ہے بعض وجوہ سے مجوسیوں کی حالت بت پرستوں سے بھی زیادہ خراب ہے اس لئے کہ مجوس ایک خالق کے قایل نہیں ہیں وہ خالق خیر اور خالق شر علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں بت پرست ایک خالق کے قایل ہیں۔ مجوسی محرمات ابدیہ یعنے اپنی بیٹی اور بہن سے نکاح درست کہتے ہیں۔ بت پرست ان لغویات کے قائل نہیں ہیں۔ تو جب باوجود ان خرابیوں کے مجوس سے جزیہ لے کر اُن کو اپنے دین پر رہنے کی اجازت دی گئی تو بت پرستوں کو یہ اجازت کیوں نہ حاصل ہوگی۔

حضورؐ نے خود بت پرستوں کا جزیہ کیوں نہ قبول کیا؟ اسکی وجہ ظاہر ہے جزیہ کا جب حکم نازل ہوا

اُس سے پہلے تقریباً تمام بُت پرست قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اور اُس کے بعد بُت پرست قبائل سے جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اہل کتاب سے اِس کے بعد مقابلہ ہوا اور اُنہی پر جزیہ مقرر کیا گیا۔

آیت جزیہ کے قبل جن قبائل سے جنگ ہوئی اُن پر نہ جزیہ لگایا گیا نہ لگایا جا سکتا تھا بُت پرست ہوں یا اہل کتاب۔ بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ۔ اہل خیبر سب اہل کتاب تھے مگر اُن میں سے کسی کا جزیہ حضورؐ نے قبول نہ کیا۔ کیونکہ جس وقت اُن لوگوں سے مقابلہ تھا اُس وقت جزیہ کا حکم تھا ہی نہیں۔ اور یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح بُت پرستوں کا بھی معاملہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر کو۔ اور منذر ابن ساوی کو اور دوسرے ملوک کو خطوط روانہ کئے ان میں بلا تفریق سب کو اسلام اور جزیہ کی دعوت دی۔ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب دشمن سے ملو تو تین باتوں کی دعوت دو۔ یا تو وہ اسلام قبول کریں۔ یا جزیہ دیں یا مقاتلہ کریں۔ اس میں کوئی تفریق بُت پرست اور اہل کتاب کی نہیں ہے۔ حضرت مغیرہؓ کسریٰ کے عامل سے ملے تو فرمایا کہ ہمیں حکم ہے کہ ہم اُس وقت تک تم سے مقاتلہ کریں کہ یا تو تم لوگ خدا کی پرستش قبول کرو، یا جزیہ دو۔

امام ابو حنیفہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بُت پرست سب کا جزیہ قبول کرنا جائز ہے مگر خاص عرب کے بُت پرستوں کا نہیں۔ اس لئے کہ وہاں حضورؐ کی نبوت ظاہر ہوئی اس لئے وہاں بُت پرستی ہرگز نہ رہنی چاہیئے۔ دوئم وہ تمام قبائل مسلمان ہو چکے تھے پھر بُت پرستی اگر ہو سکتی تھی تو صرف ارتداد سے۔ اور مُرتد باتفاق جزیہ دے کر نہیں بچ سکتا۔ سوئم حضورؐ کی وصیت ہے کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اس لئے جزیہ لے کر وہاں بُت پرستی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اور عرب کے یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا اس لئے درست ہے کہ اُن سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا۔ امام ابو یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بوجوہاتِ مذکورۂ بالا عرب کے بُت پرست اور اہل کتاب کسی سے جزیہ لینا درست نہیں ہے۔

حضورؐ نے نجران کے نصاریٰ سے جزیہ میں دو ہزار حلّے لئے۔ یمن کے یہود کے متعلق حضرت معاذؓ کو حکم

دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جزیہ کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے جزیہ کے تین درجے مقرر کئے غریبوں سے ایک درم ماہوار یا بارہ درم سالانہ۔ متوسط لوگوں سے دو درم ماہوار یا چوبیس درم سالانہ۔ غنی سے چار درم ماہوار یا اڑتالیس درم سالانہ۔ غربت اور غنی کی کوئی خاص حد معین نہیں فرمائی بلکہ ایک معیار ہر جگہ کے لئے ممکن نہیں ہے جس جگہ غربت اور غنی کا اعتبار جس مقدار پر ہوتا ہو اُسی مقدار کا اعتبار ہوگا۔

بچے۔ بوڑھے۔ عورتوں۔ اور معذورین سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ اسی طرح غلام۔ مکاتب۔ مدبر۔ ام الولد پر بھی جزیہ نہیں ہے۔ مذہبی پیشوا جو گوشہ نشیں ہوں اُن پر بھی جزیہ نہیں ہے۔ مسند امام احمدؒ۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی سب میں حضرت معاذؓ کی روایت ہے اور اس میں یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار وصول کرو۔ یہی صحیح ہے لیکن مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد اور ہر بالغ عورت سے ایک دینار وصول کرو۔ یہ روایت منقطع ہے اور تمام رواۃ اس زیادتی کو ذکر نہیں کرتے واللہ اعلم۔

بنی تغلب عرب تھے مگر نصرانی ہوگئے تھے حضرت عمرؓ نے اُن سے جزیہ طلب کیا۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم جزیہ نہ دیں گے جس طرح مال کا صدقہ تم عربوں سے یعنی مسلمانوں سے وصول کرتے ہو اسی طرح مجھ سے لو۔ حضرت عمرؓ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم مشرکوں سے صدقہ نہیں لے سکتے۔ اُن میں سے کچھ لوگ ناراض ہوکر روم چلے گئے کچھ منتشر ہوگئے۔ آخر نعمان بن زرعہ کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ اُن سے جزیہ میں دوگنی زکوٰۃ لی جائے اور صدقہ کے نام سے لی جائے چنانچہ اسی پر معاہدہ ہوگیا اور چونکہ زکوٰۃ عورتوں سے بھی لی جاتی ہے اس لئے بنی تغلب کی عورتوں سے بھی دوگنی زکوٰۃ مقرر ہوئی۔

ہدایا و تحائف

کبھی رسول اللہؐ کی خدمت میں اصحاب کرامؓ کھانے کی چیزیں۔ سواری کے جانور یا دوسری ضرورت

کی چیزیں ہدیہ کرتے تھے اور حضور اُس کو قبول فرماتے تھے۔ اور کبھی ویسی ہی یا اس سے زیادہ قیمت کی چیز اُس کے بدلے اُن کو ہدیہ میں دیتے تھے۔ سلاطین نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجے اور آپ نے ان کا ہدیہ قبول بھی فرمایا۔ سلاطین کے ہدیہ کو آپ اپنے اصحاب میں تقسیم فرماتے تھے۔ اور جو چیز آپ کو پسند ہوتی وہ اپنے لیے رکھتے جو مثل صفی کے آپ کے لئے خاص ہوتی تھی بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ دیباج کی قبائیں آپ کے پاس ہدیہ میں آئیں اور اُن پر سونے کا کام تھا۔ آپ نے اُن کو اپنے بعض اصحابؓ پر تقسیم کیا اور اُن میں سے ایک مخرمہ بن نوفل کے لئے نکال کر رکھا مخرمہ بن نوفل اپنے لڑکے مسور کے ساتھ آئے تو آپ نے اُن کا استقبال کیا اور وہ قبا اُن کو دیا۔ مقوقس حاکم اسکندریہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ اُس میں ماریہ قبطیہ تھیں۔ سیرین تھیں۔ ایک خچر۔ ایک گدھا اور کتنی چیزیں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہؓ کو خود پسند فرمایا وہ آپ کی اُم الولد تھیں۔ سیرین کو حضرت حسانؓ کو بخش دیا۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اُس کو قبول فرمایا۔ اور اس کے بدلہ میں خود بھی نجاشی کے لئے ہدیہ روانہ فرمایا مگر کہدیا کہ اِس کے پہنچنے سے پہلے اُن کا اِنتقال ہوجائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ فروہ ابن نفاثہ[1] جذامی نے آپ کے لئے سفید بغلہ ہدیہ بھیجا جس پر آپ غزوہ حنین میں سوار تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ مگر بخاری میں ہے کہ سفید بغلہ آپ کو ایلہ کے بادشاہ[2] نے بھیجا تھا واللہ اعلم۔

ابو سفیان نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا تو آپنے اُس کے ہدیہ کو قبول فرمایا۔ لیکن عامر بن مالک ملاعب الاسنہ نے ایک گھوڑا آپ کے لئے ہدیہ بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح عیاض مجاشعی نے آپ کو ہدیہ دینا چاہا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

ابو عبید کہتے ہیں کہ ابو سفیان کا ہدیہ آپ نے قبول فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہدنہ کا زمانہ تھا۔ اور اُس وقت قریش کے ساتھ آپ کی جنگ موقوف تھی۔ مقوقس کا ہدیہ بھی آپ نے اِس لئے قبول

---

[1] نفاثہ بنون مضموم ثم فائے مخففہ مفتوحہ ثم الف ثم ثائے مثلثہ ۱۲ منہ

[2] ایلہ کے بادشاہ کا نام یحنہ بن رُوبہ تھا جیسا کہ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے کذا قال النوویؒ ۱۲ منہ

کیا کہ اُس نے آپؐ کے سفیر حاطب ابن ابی بلتعہؓ کی عزت کی تھی۔ اور آپؐ کے نبی ہونے کا اقرار کیا تھا۔ آپ کو اس کے اسلام سے مایوسی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن کسی مشرک محارب کا ہدیہ آپؐ نے کبھی قبول نہیں کیا۔

یہ حضورؐ کے ہدایا کی حالت تھی لیکن امام المسلمین کے ہدایا کے متعلق رائیں مختلف ہیں۔ امام مالکؒ کے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ اگر شاہِ رُوم مُسلمانوں کے امام کو ہدیہ بھیجے تو وہ امام کا خاص ہوگا لیکن امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور بیت المال میں رہے گا۔ اور امام اسی طرح کا ہدیہ بیت المال سے شاہِ روم کو بھی بھیج سکتا ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام یا امیرِ جیش کو کفّار ہدیہ دیں تو وہ غنیمت ہے اور اُس کا حکم غنیمت کا ہے واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں متعدد طریقہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ کو عامل بنا کر بھیجا اور بعض روایات میں تصریح ہے کہ بنی سلیم کا صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ مال تو آپ کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیہ میں ملا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے اپنے والدین کے گھر میں بیٹھ کر نہ دیکھا کہ تیرے پاس کہاں سے ہدیہ آتا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ناراضگی عامل ہونے کی صورت میں تھی غیر عامل ہدیہ قبول کر سکتا ہے بلکہ قبول کرنا مستحب ہے واللہ اعلم۔

اموالِ مہجُورہ

مُسلمانوں کے کسی مال پر کُفّار کا قبضہ ہو جائے تو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا۔ بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھاگ گیا اور اُس پر کُفّار نے قبضہ کر لیا۔ جب مسلمانوں کا اُن کافروں پر غلبہ ہوا تو وہ گھوڑا حضرت ابن عمرؓ کو دلوا دیا گیا یہ حضورؐ کے وقت کا قصہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کا غلام بھاگ کر رُوم چلا گیا۔ جب رُوم پر مُسلمانوں کا غلبہ ہوا تو وہ غلام حضرت خالدؓ نے ابن عمرؓ کو واپس دیا۔ یہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ کا قصہ ہے۔

لیکن ابوداؤد کی روایت ہے کہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں ہوا۔ مدونہ امام مالکؒ میں ایک روایت ہے کہ اموالِ غنیمت میں ایک مسلمان نے اپنا اونٹ پہچانا۔ حضورؐ نے اُن سے کہا کہ اگر تم نے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے پایا تو اپنا اونٹ لے لو۔ اور اگر تقسیم ہونے کے بعد ملے تو تم اُس کے زیادہ مستحق ہو قیمت دے کر لے سکتے ہو۔ یہ طریقہ تو منقولات کے بارے میں تھا لیکن صحیح روایتوں میں مذکور ہے کہ فتح مکہ کے روز مہاجرین نے مطالبہ کیا کہ اُن کے مکانات اُن کو واپس دلوائے جائیں۔ مگر کسی ایک مہاجر کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا مکان واپس نہیں دلوایا۔ وہیں لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضورؐ کل اپنے کس مکان میں ٹھہریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اِس جملہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضورؐ اپنے دادا خواجہ عبدالمطلب کے مال سے محجوب تھے۔ کیونکہ آپؐ کے والد خواجہ عبداللہ نے اپنے باپ کے سامنے اِنتقال کیا۔ اور اِس کے بعد آپؐ کے اکثر چچا لاوارث فوت ہوئے اِس لئے خواجہ ابوطالب کو اپنے بھائیوں کا مال بھی ملا۔ خواجہ ابوطالب فوت ہوئے تو اُن کے اموال پر عقیل ابن ابی طالب نے قبضہ کیا۔ کیونکہ علی ابن ابی طالبؓ اور جعفرؓ ابن ابی طالبؓ مسلمان ہو چکے تھے اور اختلافِ دین کی وجہ سے اُن کے اموال پر قبضہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن مکان میں سب رہتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نے ہجرت کی اور حضرت جعفرؓ حبشہ میں تھے عقیل ابن ابی طالب نے اُس مکان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اِسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اِس کے بعد جب عقیل ابن ابی طالب مسلمان ہوئے تو حضورؐ فرما چکے تھے کہ جو کافر مسلمان ہو۔ تو جو مال اُس کے پاس ہو وہ اُسی کا رہے گا۔ اور اسی لئے جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ آئے کفار اُن کے اموال پر قبضہ کر لیتے تھے وہ مسلمانوں کو واپس نہیں ملتا تھا۔ اِس کے بعد یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ کفار کفر کی حالت میں اگر مسلمانوں کے جان و مال کو تلف کر دیں یا قبضہ کر لیں اور اُس کے بعد مسلمان ہو جائیں تو اُن سے نہ ضمان دِلوایا جاتا تھا نہ اموالِ مغصوبہ واپس کرائے جاتے تھے واللہ اعلم۔

العشر والخراج

ذمّی یا حربی کفار تجارت کی غرض سے جو چیزیں اسلامی ممالک میں لاتے تھے اُن سے کچھ مال وصول کیا جاتا تھا۔ اور مسلمان تاجروں سے بھی وصول کیا جاتا تھا۔ مگر سب کے مقدار میں فرق تھا۔ مسلمان تاجروں سے تو زکوٰۃ لی جاتی تھی یعنی چالیسواں حصّہ۔ لیکن ذمّی کافروں سے نصف عشر یعنی بیسواں حصّہ لیا جاتا تھا۔ اور حربی کافروں سے عُشر یعنی دسواں حصّہ۔

امام محمد صاحبؒ موطأ میں ایک روایت لاتے ہیں۔ کہ نبط کے لوگ مدینہ میں گیہوں اور زیت لایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اُن سے نصف عشر لیا کرتے تھے تاکہ زیادہ لائیں کیونکہ اہلِ مدینہ کو اِن چیزوں کی حاجت تھی۔ اور قطنیہ میں عُشر لیتے تھے۔ قِطنیہ بکسر قاف وسکون طا وکسر نون وتحتیہ مشدّد اُن چیزوں کو کہتے ہیں جو پکائی جائیں جیسے مسُور۔ چنا۔ لوبیا وغیرہ۔

بظاہر اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عُشر کی مقدار کا تفاوت غلّہ کے اقسام اور حوائج کی بناء پر تھا۔ لیکن امام محمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ ذمّہ قطنیہ لائیں یا غیر قطنیہ اس پر نصف عُشر ہے۔ اور اہل حرب جو چیز لائیں اُس پر عُشر ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے زیاد بن حُدیر تابعی اور حضرت انس ابن مالکؓ مشہور صحابی کو بصرہ اور کوفہ کے عشُور پر بھیجا۔ تو اُن کو اسی قاعدہ سے عُشر وصول کرنے کا حکم دیا۔

پہلی روایت میں یہ تاویل ممکن ہو کہ شاید مدینہ میں قطنیہ لانے والے حربی تاجر ہوں۔ اور نبط جو گیہوں اور زیت لایا کرتے تھے ذمّی تاجر ہوں واللہ اعلم۔

امام مالک صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ذمّی تاجروں سے بھی عُشر لیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہے جس سے حضورؐ کے وقت کا تعامل صاف معلوم ہو۔ اور عبد الرزاقؒ روایت کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے حضرت انس بن مالکؓ کے پاس حضرت عمرؓ کی تحریر دیکھی تھی جس میں یہی تھا کہ اہلِ ذمّہ سے بیس درم میں سے ایک درم لیا جائے۔ اور اہل حرب سے دس درم میں سے

ایک درم لیا جائے واللہ اعلم۔

عرب کے قبائل جو مسلمان ہو جاتے تھے اُن کی زمینیں اُنہی کی مِلک رہتی تھیں۔ اور مفتوحہ زمینیں جو غانمین پر تقسیم ہوتی تھیں وہ بھی غانمین کی مِلک ہوتی تھیں۔ اِن سب زمینوں پر کسی قسم کا کوئی خراج نہ تھا۔ البتہ اُس کے پیداوار میں عُشر یا نصف عُشر جیسی زمین ہو زکوٰۃ کے قاعدہ سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ عرب کی زمین سے عشر کے سوا اور کسی قسم کا خراج لینا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ نہ خُلفاء راشدین سے۔ اِسی لئے عرب کی کُل زمین یمن اور ارضِ مہرہ سے لے کر حدود شام تک ساری زمین عشری ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سواد عراق فتح ہوا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرب کے باہر پہلی عظیم الشان فتح تھی۔ حضرت عمرؓ نے وہاں کی زمین کو غانمین پر تقسیم کرنے کے متعلق اصحاب رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) سے مشورہ کیا تو رائیں مختلف ہوئیں۔

قاضی شوکانی ابو عبید بن عبدالسلام کی کتاب الاموال سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تقسیم کرنا چاہا اور اصحاب رسول اللہؐ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو تقسیم نہ کیجئے تاکہ یہ مسلمانوں کا متفقہ سرمایہ رہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اِس کو تقسیم کر دیا تو قوم کے ہاتھ میں بہت بڑی زمین ہو جائیگی۔ اور ہو سکتا ہے کہ اِس طرح ساری زمین شخص واحد کے ہاتھ میں چلی جائے۔ اور جو مسلمان اس کے بعد آئیں اُن کے لئے کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ آپ ایسا طریقہ اختیار کیجئے جس سے موجودہ اور آئندہ سب مسلمانوں کے اِنتفاع حاصل کرنے کی وسعت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس رائے کو پسند فرمایا اور تقسیم کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ابو عبید روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں نے اختلاف کیا اور کہا کہ اس کو ہم نے لڑکر فتح کیا ہے ہمارے درمیان تقسیم کیجئے جسطرح رسول اللہؐ نے خیبر کو صرف حاضرین پر تقسیم کیا

تھا۔ حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم تقسیم تو کر دیں لیکن بتاؤ کہ جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گے اُن کے لئے کیا ہو گا۔

امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی دلیل کی بنا سورہ حشر کے فَیٔ کی آیت پر تھی اس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ فَیٔ کا مال جملہ مہاجرین۔ کل انصار۔ اور قیامت تک کے کل مسلمانوں کا ہے تقسیم ہو جانے کے بعد آنے والے مسلمانوں کے انتفاع کی صورت باقی نہیں رہتی۔

خیبر میں بھی حضورؐ نے صرف دو قلعے تقسیم کئے الشق۔ اور النطاۃ باقی قلعوں کو تقسیم نہیں کیا۔ فتح مکہ کے بعد مکہ کی اراضی بالکل تقسیم نہیں کی گئی بلکہ انہی کے ہاتھوں میں چھوڑ دی گئی جن کے ہاتھوں میں پہلے سے تھی۔ رسول اللہؐ کا یہ عمل اس بات کی دلیل تھی کہ امام کو اختیار ہے کہ اراضی مفتوحہ کو تقسیم کرے یا نہ کرے۔ یا کچھ تقسیم کرے کچھ نہ کرے اور موقوف رکھے تاکہ فوجی و ملکی ضروریات پوری ہو سکیں۔

حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا مگر حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں کو اصرار تھا کہ سوادِ عراق کی زمین تقسیم کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے دُعا کی کہ خداوندا! ہم کو بلالؓ سے بچا۔ کہتے ہیں کہ اُسی سال کے اندر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

الغرض سواد عراق کی زمین حضرت عمرؓ نے وہیں کے کافروں کو دی۔ اُن کی ذات پر جزیہ مقرر کیا اور زمین پر خراج۔ تمام صحابہؓ نے حضرت عمرؓ سے اِس بارے میں اتفاق کیا لیکن ائمہ میں اس کے متعلق بعض باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ جن کافروں کو یہ زمین دی گئی تھی۔ اُن پر یہ لازم تھا کہ جزیہ اور مقررہ خراج ادا کریں۔ لیکن زمین اُن کی مِلک تھی اور وہ سب آزاد تھے۔

ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ محدثین نے اِس قول سے شدید انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ارضِ مفتوحہ کے کفار مالک نہیں ہو سکتے۔ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں اس پر بسیط تقریر کی ہے۔ مَیں اس کتاب میں اِس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا یہ کتاب رسول اللہؐ کی سیرت پر ہے۔ خراج کی بحث اس میں محض ضمنی ہے اس لئے کہ مالیات کی بحث بغیر خراج کی بحث کے مکمّل نہیں ہو سکتی۔ لیکن ضمنی بحث

کو زیادہ طویل نہیں کیا جاسکتا۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ اور حضرت حذیفہؓ کو بھیجا کہ سواد عراق کی زمین کی مساحت کریں۔ انھوں نے کل زمین کو ناپا تو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب کل زمین تھی۔ اور اسی پر خراج مقرر ہوا۔ شراح ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس کی تفصیل کو ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

ایک جریب ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے بادشاہ کسریٰ کے ذراع سے۔ کسریٰ کے ذراع سے مراد سات مشت کا ایک ذراع ہے۔ عام ذراع چھ مشت کا ہوتا ہے۔ کذا فی المغرب۔

یہ تو معلوم ہو چکا کہ عرب کی کل زمین عشری ہے اس کی حدود یہ ہیں۔ عراق کی طرف عذیب۔ دوسری جانب انتہاء یمن اور ارض مہرہ۔ تیسری جانب حدود شام کی ابتدا یمن اور ارض مہرہ کی انتہا سے مراد مسقط اور عدن کے درمیان کا مقام ہے گویا بحر عرب کا پورا عربی کنارہ۔

اور سواد کی کل زمین خراجی ہے جیسا کہ معلوم ہوا اس کی حدود یہ ہیں عذیب سے عقبہ حلوان تک عرض۔ اور علث سے عبادان تک طول۔

عذیب بالتصغیر ماء بنی تمیم کا نام ہے۔ یہ جگہ کوفہ سے ایک مرحلہ پر ہے یہیں عرب کی انتہا ہے۔ اور سواد عراق کی ابتداء ہے۔

حلوان بضم حاء مہملہ ایک شہر کا نام ہے۔

علث بفتح عین مہملہ وسکون لام وثائے مثلثہ۔ دجلہ کے شرق میں ایک قریہ ہے جو عراق کی حد ہے۔

عبادان بفتح عین مہملہ وتشدید باء۔ بصرہ کے پاس مشہور جزیرہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے اہل سواد پر جو خراج مقرر کیا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک وہ زمین جہاں پانی پہنچتا تھا اور غلہ کی زراعت اس میں ہو سکتی تھی اس کا خراج ایک درم اور ایک قفیز غلہ تھا یہ سب سے کم خراج تھا۔ دوم اس سے بہتر زمین ارض رطبہ تھی جس میں کدو، تربوز، بیگن اور ترکاریاں پیدا ہوتی تھیں اس کا خراج پانچ درم تھا یہ اوسط درجہ کا خراج تھا۔ تیسری قسم اس سے اعلیٰ تھی جس میں انگور یا

کھجور کے گھنے درخت تھے اُس میں پیداوار زیادہ ہوتی تھی اور محنت کم ہوتی تھی اُس کا خراج دسؔ درم تھا۔

اِن تینوں قسموں کے علاوہ ایسی زمین بھی تھی جس میں زعفران پیدا ہوتا تھا یا باغات تھے ایسی زمینوں پر خراج اُن کے تحمّل کے لائق مقرر کیا گیا تھا۔

جو زمین آبپاشی منقطع ہو جانے کی وجہ سے پیداوار کے لائق نہ رہتی اُس کا خراج معاف ہو جاتا تھا۔

لیکن قابل زراعت زمین اگر کاشتکار کی کاہلی اور غفلت کی وجہ سے معطّل رہ جائے تو اُس کا خراج وصول کیا جاتا تھا۔ جو زمین خراجی تھی اگر اُس کو کوئی مسلمان خرید لے یا اور کسی طرح حاصل کر لے تاہم وہ خراجی رہتی تھی اور مُسلمان مالک کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔

امام طحاویؒ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر فتح کیا تو اُن کے ساتھ جتنے اصحاب رسول اللہ تھے سب کو جمع کیا اور اُن سے زمین کی تقسیم کے بارے میں مشورہ کیا کہ آیا جس طرح صرف حاضرین پر غنیمت تقسیم کی گئی اور جس طرح خیبر میں رسول اللہؐ نے صرف حاضرین پر خیبر کی زمین تقسیم کی تھی مصر کی زمین بھی اُسی طرح تقسیم کر دی جائے۔ یا تو وقف کیا جائے اور اِس بارے میں امیر المومنین کی رائے لی جائے چند اشخاص نے کہا جن میں حضرت زبیر بن العوامؓ بھی تھے کہ اس میں نہ تم کو کوئی اختیار ہے نہ عمرؓ کو۔ یہ زمین ہے جس پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔ اِس کے لئے ہم نے گھوڑے دوڑائے ہمارے آدمیوں نے محنت کی، اور جو کچھ ہے اُس پر قبضہ کیا۔ تو اِس سے زیادہ اور کس مال پر میرا حق ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے کہا کہ ابھی تقسیم موقوف رکھو۔ امیر المومنینؓ کی رائے آجانے دو۔ اور آخر یہی رائے قرار پائی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس سب کی رائے لکھ کر بھیجدی گئی۔ اُس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے جو خط لکھا اُس کو بھی امام طحاویؒ نے نقل کیا ہے اُس میں بھی یہی تھا۔

"اگر ہم اِس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیں تو جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گا اُنکے پاس کوئی سرمایہ باقی نہیں رہے گا۔ جس سے وہ دشمنوں کے مقابلہ میں تقویت حاصل کر سکیں۔ یہ فَیْ ہے اس کو موقوف رکھو تاکہ اس وقت تک باقی رہے جب تک کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت بھی اللہ کے واسطے جہاد کرنے کے لئے باقی رہے والسّلام۔"

حضورؐ کے قاصد

حضورؐ جب حدیبیہ سے لوٹ کر آئے۔ تو محرم سنہ ۷ھ میں دعوتِ اسلام کے خطوط دے کر اطراف کے ملوک و سلاطین کے پاس ایک روز اپنے چھ قاصد آپ نے روانہ کئے۔ یہ غزوۂ خیبر سے پہلے کا قصّہ ہے اِس کا ذکر وہاں مناسب تھا مگر چونکہ مغازی کی ترتیب میں اِس سے خلل واقع ہوتا تھا اِس لئے اُس کو وہاں لکھنا مناسب معلوم نہ ہوا۔

عمرۂ حدیبیہ ذیقعدہ سنہ ۶ھ میں ہوا۔ اور وہاں سے ذی الحجہ سنہ ۶ھ میں حضورؐ لوٹ کر آئے۔ پھر اُسی مہینہ میں غزوۂ غابہ واقع ہوا۔ سلمہ ابن الاکوعؓ کی روایت ہے کہ وہاں سے لوٹے تو صرف تین دن مدینہ میں قیام فرمایا اُس کے بعد محرّم سنہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے لئے روانہ ہو گئے۔ اِس لئے غالباً اسی قیام کے زمانہ میں ایک روز آپ نے اپنے چھ قاصد روانہ کئے۔

جب حضورؐ نے اِن قاصدوں سے بھیجنے کے لئے خطوط لکھے تو آپ سے لوگوں نے کہا کہ سلاطین ایسے خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اور نہ پڑھتے ہیں جن پر مُہر نہ ہو اس لئے آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں نام مُبارک کندہ کرایا تین سطریں تھیں پہلی سطر میں محمدؐ، دوسری میں رسولؐ اور تیسری میں اللہ پھر اُس سے خطوط پر مُہر لگا کے قاصدوں کو عنایت فرمائی ایک روز جن چھ قاصدوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں۔

(۱) عمرو بن امیۃ ضمریؓ[1]۔ کو حبشہ بھیجا۔ (۲) دِحیہ ابن خلیفۃ الکلبیؓ کو روم بھیجا (۳) عبداللہ بن حذافۃ السہمیؓ کو شاہِ ایران کے پاس بھیجا (۴) حاطب ابن ابی بلتعہؓ کو مقوقس کے پاس اسکندریہ بھیجا (۵) شجاع بن وہب الاسدیؓ کو حارث ابن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا (۶) سلیط بن عمروؓ کو ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ بھیجا۔

(۱) عمرو بن امیۃ الضمریؓ کو حضورؐ نے نجاشی[2] کے پاس حبشہ بھیجا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

[1] ضمری بفتح ضاد معجمہ و سکون میم و کسر رائے مہملہ ۱۲ منہ۔

[2] نجاشی بفتح نون و ضمہ و تشدید جیم و تخفیف دونوں آیا ہے حبشہ کے بادشاہ کا یہ لقب ہے جس طرح ایران کے بادشاہ کا کسرٰی، روم کے بادشاہ کا قیصر یمن کے بادشاہ کا تبع وغیرہ کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ہے ۱۲ منہ۔

سے مروی ہے کہ حضورؐ نے قیصر۔ کسریٰ۔ اور نجاشی کے پاس خطوط روانہ کئے۔ لیکن یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز غائبانہ حضورؐ نے پڑھی تھی۔ اور محمد ابن حزم کہتے ہیں کہ جس نجاشی کے پاس حضورؐ نے عمرو بن امیۃ الضمریؓ کو بھیجا تھا وہ مسلمان نہیں ہوا۔ مگر واقدی۔ ابن اسحٰق۔ ابن سعد اور ایک جماعت کہتی ہے کہ جس نجاشی کے پاس حضورؐ نے عمرو ابن امیۃ الضمریؓ کو بھیجا تھا اس کا نام اصحمہ[1] ابن ابجر تھا رسول اللہؐ کے خط کی اُس نے تعظیم کی۔ مُسلمان ہو گیا۔ اور جس روز اس نے اِنتقال کیا حضورؐ نے اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ لیکن صحیح وہی ہے جو امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے نجاشی کو ایک خط اور بھیجا تھا جس میں اُمّ حبیبہؓ سے عقد کا حکم دیا تھا وہ دونوں خطوں کو بڑی تعظیم سے عاج کے ڈبہ میں رکھتا تھا۔ اور وہ برابر شاہانِ حبشہ کے پاس رہا جس کو وہ برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور غالباً اب تک وہاں موجود ہے۔

(۲) دِحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ کو حضورؐ نے قیصر کے پاس جس کا نام ہرقل تھا روم بھیجا۔ صحیح ابن حبان میں حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے پُوچھا کہ میرے اس خط کو قیصر کے پاس کون لے جائے گا۔ اُس کے لئے جنّت کی بشارت ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ اگر قیصر قبول نہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ گو وہ قبول نہ کرے لے جانے والے کے لئے جنّت ہے۔ وہ لے کر گئے تو قیصر راستہ میں ملا کیونکہ وہ بیت المقدس جا رہا تھا۔ اُنھوں نے خط کو اُس کے بساط پر پھینک دیا اور علیحدہ ہو گئے قیصر نے آواز دی کہ یہ خط کون لایا ہے سامنے آئے۔ اُس کو امن ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ مَیں لایا ہوں۔ قیصر نے کہا کہ مَیں بیت المقدس جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپس آجاؤں تو تم میرے پاس آؤ۔ جب وہ لَوٹ کر آیا۔ تو یہ اُس کے پاس گئے۔ اُس نے حکم دیا کہ محل کے سب دروازے بند کر دیئے جائیں چنانچہ بند کر دیئے گئے اِس کے بعد اُس نے اپنے مُنادی سے اعلان کرایا کہ قیصر نے محمدؐ کی اتباع کر لی۔ اور نصرانیت ترک کر دی جب یہ مشہور ہوا تو اُس کی مسلح فوج نے اُس کے محل کو گھیر لیا۔ تب قیصر نے رسول اللہؐ کے قاصد سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا ہمیں اپنے ملک سے اندیشہ ہے۔ اِس کے بعد اُس نے اپنی فوج میں اعلان کرایا کہ ہم تمہارے اس فعل سے بہت

[1] اصحمہ بفتح ہمزہ و سکون صاد مہملہ بعدہٗ حاء مہملہ بعدہٗ میم ۱۲ منہ۔

خوش ہوتے۔ پہلا اعلان صرف تمہارے جوشِ مذہبی کی آزمائش کے لئے کیا گیا تھا۔

اس کے بعد قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور آپؐ کے لئے اشرفیاں بھیجیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدوّ اللہ جھوٹا ہے وہ تو اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔ اور آپؐ نے وہ اشرفیاں تقسیم کر دیں۔

لیکن صحیح مسلم میں ایک مفصّل روایت ہے کہ جس زمانہ میں دِحیہ کلبیؓ وہاں گئے تھے ابو سفیان وہیں تھا۔ اُس نے رسول اللہؐ کے متعلق ابو سفیان سے کچھ سوالات کئے ابو سفیان نے اس کے جوابات دیئے۔ اُس نے جوابات کو سُن کر کہا کہ جو کچھ تم نے کہا اگر یہ سچ ہے تو بلاشبہ وہ نبی ہیں۔ اور اُن کی حکومت اس سرزمین تک پھیلے گی جہاں اس وقت میرا قدم ہے اگر ہم وہاں ہوتے تو اُن کے پَیر دھوتے۔ ہم لوگوں کو ایک رسول کا اِنتظار تو تھا مگر یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں ظاہر ہوں گے۔

(۳) عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو حضورؐ نے کسریٰ بادشاہِ ایران کے پاس بھیجا۔ اس کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا۔ بخاری میں روایت ہے کہ عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ نے رسول اللہؐ کا خط عظیم بحرین کو دیا۔ اُس نے کسریٰ کو دیا۔ اُس بدنصیب نے اُس خط کو پڑھا اور پڑھ کر غصّہ میں اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ملی تو فرمایا کہ خُدا اُس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرے، آخر یہی ہوا۔

(۴) حاطب ابن ابی بلتعہؓ کو حضورؐ نے مقوقس شاہِ اسکندریہ کے پاس بھیجا۔ یہ قبطیوں کا بڑا سردار تھا۔ نہایت اچھی طرح حضرت حاطبؓ سے مِلا لیکن مُسلمان نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ بھیجا۔ ایک جاریہ حضرت ماریہ قبطیہ۔ اور اُن کی دو۲ بہنیں ایک سیرینؓ اور دوسری قیسری۔ حضرت ماریہؓ حضورؐ کی اُم الولد ہیں۔ سیرین حضرت حسانؓ کو ہبہ کی وہ اُن کی اُم الولد ہیں یعنی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حسان کی ماں۔ دوسری بہن قیسری بھی اُنہی کو بخشی اِس کے علاوہ ایک ۱ ہزار مثقال سونا۔ بیس۲۰ قباطی کپڑے ایک ۱ سفید بغلہ یعنی دُلدل۔ ایک ۱ سفید گدھا عفیر۔ ایک ۱ خصی غلام جس کا نام مابور تھا۔ شاید یہ حضرت ماریہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ ایک ۱ گھوڑا جس کا نام لزاز تھا۔ ایک ۱ شیشہ کا پیالہ۔ اور شہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبیث مُلک کی وجہ سے بُھول گیا۔ حالانکہ اُس کے ملک کو بقا نہیں ہے۔

(۵) شجاع ابن وہب الاسدیؓ کو حضورؐ نے حارث ابن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا جو بلقا کا رئیس اعظم تھا۔ یہ ابن اسحٰقؒ اور واقدیؒ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن کو جبلہ ابن الایہم کے پاس بھیجا۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُن کو بھی دحیہ کلبیؓ کے ساتھ روم بھیجا تھا واللہ اعلم۔

(۶) سلیط بن عمروؓ کو حضورؐ نے ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ بھیجا۔ اُس نے اُن کی بہت عزت کی۔ اور کپڑا پہنایا جو ہجر کا بنا ہوا تھا۔ اور خود اپنی طرف سے ثمامہ ابن اثال الحنفی کے پاس بھیجا ہو وہ تو مُسلمان نہ ہوا۔ اور ثمامہ بھی اُس وقت مُسلمان نہ ہوئے لیکن بعد میں ایمان لائے۔ مغازی میں اُن کا حال بیان ہو چکا ہے ایمان لانے کے بعد ثمامہؓ نے قریش کا غلّہ روک دیا تھا۔

یہ چھ حضرات وہ ہیں جن کو حضورؐ نے ایک روز روانہ کیا۔ اِن کے علاوہ مختلف رؤسا اور ملوک کے نام مختلف اوقات میں آپؐ نے خطوط بھیجے اور قاصد روانہ کئے۔

(۷) حضرت عمرو بن العاصؓ کو ذیقعدہ ۸ھ میں جیفر ابن الجلندی اور عبد ابن الجلندی الازدی کے پاس عمان بھیجا۔ یہ دونوں بھائی تھے اور عمان کے پاس رئیس تھے۔ دونوں نے اسلام قبول کیا۔ اور رسول اللہؐ کی نبوّت کی تصدیق کی۔ عمرو بن العاصؓ کو اختیار دیا کہ وہ اُن کے مال اور رعایا کے مال سے شرعی احکام کے موافق صدقہ وصُول کریں۔ حضرت عمروؓ وہیں مقیم رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کی خبر اُن کو وہیں ملی۔

(۸) علاء الحضرمیؓ کو حضورؐ نے جعرانہ سے لوٹنے کے بعد یا فتح مکہ سے بھی پہلے منذر بن ساوی عبدی کے پاس بحرین بھیجا۔ ابن اسحٰقؒ اور دوسرے بہت سے لوگوں نے لکھا ہے کہ علاء الحضرمی منذر ابن ساوی کے پاس خط لے کر گئے۔ اور وہ مُسلمان ہو گئے۔ ابن مندہؒ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہؐ کی طرف سے ہجر کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ طبرانی عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خط لکھا تھا کہ جو شخص ہم لوگوں کی طرح نماز پڑھے۔ ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے۔ پھر جزیہ کے بارے میں بھی حضورؐ نے اُن کو خط لکھا۔ ابن مندہ زید ابن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خود منذر ابن ساوی کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو لکھا کہ جس کے پاس

زمین نہ ہو اُس پر چار درم مقرر کرو۔

(۹) مہاجر ابن ابی امیہ مخزومی[1] کو حضورؐ نے حارث بن عبد کلال کے پاس یمن بھیجا اُنھوں نے کہا کہ ہم اِس بارے میں غور کریں گے۔ یہ ابن قیمؒ کا بیان ہے۔ لیکن ابن اسحٰقؒ کی روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے لَوٹے تو شاہانِ حمیر نے آپؐ کے پاس اپنے اسلام قبول کرنے کے خطوط بھیجے۔ اُن میں حارث بن عبد کلال حمیری کا بھی خط تھا حضورؐ نے مہاجر ابن ابی امیہ کو حارث مذکور کے پاس بھیجا تھا وہ مُسلمان ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا اُس میں ایک شعر یہ تھا۔

ودینك دین الحق فیه طهارة | وانت بما فیه من الحق آمر

دار قطنی نے حضرت ابن عمرؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور ابوالحسن مدائنی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ کذا فی الاصابہ واللہ اعلم۔

(۱۰-۱۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضورؐ نے تبوک سے واپس آنے کے بعد یمن بھیجا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کو ربیع الاوّل سنہ ۱۰ہجری میں بھیجا تھا۔ تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اور اُن کی دعوت پر وہاں کے عام باشندے بخوشی بغیر قتال کے خود مُسلمان ہو گئے۔ اُس کے بعد حضورؐ نے وہاں حضرت علیؓ کو بھیجا۔

(۱۲) جریر بن عبداللہ البجلی کو حضورؐ نے ذوالکلاع حمیری اور ذوعمر کی جانب بھیجا۔ وہ دونوں مُسلمان ہو گئے۔ اور جریرؓ ابھی وہیں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنتقال ہو گیا۔ صحیح بخاری میں جریرؓ کے سامنے اُن دونوں کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے۔

اُن دونوں نے رسول اللہؐ کی صحبت نہیں پائی اور مُسلمان رسول اللہؐ کے وقت ہی میں ہوئے ذوالکلاع حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے۔ اُن کے اور حضرت عمرؓ کے بہت مکالمے ہوئے۔

ذوالکلاع کی کنیت ابو شرحبیل۔ یا شراحیل تھی۔ ابن عساکرؒ روایت کرتے ہیں کہ جب جریرؓ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی اور حضورؐ کی حالت سُنائی تو اُنھوں نے کہا کہ تم اُمّ شرحبیل سے ملو۔ یہ اُن کی زوجہ

[1] مہاجر ابن ابی امیہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے بھائی تھے ۱۲ منہ

تھیں۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ جب سے میرے پاس آئی ہیں تم سے پہلے کوئی مرد اُن سے نہیں مل سکا ہے۔ الغرض یہ اُن سے ملے تو ذوالکلاع اور اُن کی زوجہ دونوں مسلمان ہوگئے۔ اور ذوالکلاع نے اس خوشی میں چار ہزار غلام آزاد کئے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہ مدینہ آئے تب بھی اُن کے ساتھ چار ہزار غلام تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا کہ اِن غلاموں کو میرے ہاتھ بیچدو تاکہ ہم ان سے اسلامی خدمت کا کام لیں۔ اُنھوں نے کہا کہ نہیں یہ آزاد ہیں۔ اور اُن سب کو بھی آزاد کر دیا۔ ذوالکلاع اور ذوعمرو دونوں ملوکِ یمن سے تھے واللہ اعلم۔

(۱۳-۱۴) عمرو بن امیہ ضمریؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کی طرف یمامہ بھیجا۔ اور پھر دوسرا خط دے کر سائب بن العوامؓ یعنی زبیر بن العوامؓ کے بھائی کو بھی مسیلمہ کی طرف بھیجا۔ مگر وہ بدنصیب ایمان نہ لایا۔

(۱۵) فروہ بن عمرو الجذامی قیصرِ رُوم کی طرف سے معان کے عامل تھے۔ اور اطراف کے شامی اور عربی علاقوں پر اُن کی حکومت تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ اُن کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیجا لیکن ابن اسحاقؒ روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے خود مسعود بن سعد کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور ہدیہ بھی بھیجا جس میں ایک سفید بغلہ تھا جس کا نام فضہ تھا۔ ایک گھوڑا جس کا نام الظرب تھا۔ اور ایک گدھا جس کو یعفور کہتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یعفور اور عفیر ایک ہی ہے۔ کچھ کپڑے۔ سندس کی قبا جس میں سونے کا کام تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ قبول فرمایا۔ اور مسعود ابن سعد کو بارہ[۱۲] اوقیہ اور ایک نش عنایت فرمایا۔

(۱۶) عیاشؓ[۱] ابن ابی ربیعہ مخزومیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث۔ مسروح۔ اور نعیم ابن عبد کلال کی جانب بھیجا تھا۔

[۱] عیاش عین مہملہ بعدہٗ تحتانیہ بعدہٗ الف بعدہٗ شین معجمہ یہ حضرت خالدؓ کے ابن عم اور ابو جہل کے ابن ام ہیں۔ ابو جہل ہجرت کے بعد مکہ سے ان کو مکہ لے گیا اور بڑی تکلیف دی۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے قنوت میں دعا کی تھی ۱۲ منہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خطوط

صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل قیصر روم کو جو خط لکھا۔ وہ خط یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم۔ سلامٌ علی من اتبع الھدیٰ۔ امابعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم۔ یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین۔ ویا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئًا۔ ولا نتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا عظیم ہے۔ سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ امابعد ما میں تم کو اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اور خدا تم کو دُہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے رُوگردانی کی تو تمھاری تمام جاہل رعایا کا گناہ تم پر ہوگا اور اے اہلِ کتاب! تعالوا الی کلمۃٍ الآیہ۔

حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ اُن سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ کا خط شام میں پہنچا تھا تو ہم وہیں تھے۔ دحیہ[1] کلبی وہ خط لائے تھے۔ اُنھوں نے بُصرٰی[2] کے امیر کو دیا تھا۔ اور امیر بصرٰی نے ہرقل کو دیا۔ ہرقل نے دریافت کیا کہ جو شخص نبوّت کا دعوٰی کرتا ہے کیا اُس کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ اس لئے وہ لوگ مجھ کو اور میرے چند ساتھیوں کو ہرقل کے پاس لے گئے۔ ہرقل نے پوچھا کہ اُن کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ مَیں ہوں اس لئے

[1] دحیہ بکسر دال و فتح دونوں لغات ہیں ترجیح میں اختلاف ہے۔ لیکن ابن السکیب کہتے ہیں کہ بکسر دال ہی اور کچھ نہیں۔ ابوحاتم سجستانی کہتے ہیں کہ بفتح دال ہے اور کچھ نہیں کذا قال النووی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[2] بُصرٰی بضم بار۔ حجاز اور شام کے درمیان حوران کا شہر ہے جس میں قلعجات ہیں ۱۲ منہ۔

ابو سفیان کو ہرقل کے سامنے بٹھایا اور اُس کے ساتھیوں کو اُس کے پیچھے۔ پھر ہرقل نے ترجمان کے ذریعہ کہا کہ مدعی نبوت کے بارے میں ہم کچھ اِن سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم سے یہ کوئی بات غلط کہیں تو تم لوگ ظاہر کردینا ابو سفیان کا بیان ہے کہ اگر ہم کو جھوٹ ظاہر ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور اس روز ہم بہت سی باتیں جھوٹی کہتے۔

ابو سفیان نے کہا کہ :-

ہرقل نے پوچھا کہ اُن کا حسب کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے درمیان اُن کا حسب بہت اچھا ہے۔ پھر پوچھا کہ اُن کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ دعوائ نبوت سے پہلے تم لوگوں نے اُن کو کبھی جھوٹا پایا؟ میں نے کہا نہیں۔ پوچھا کہ اُن کی اتباع شرفاء کرتے ہیں یا ضعفاء؟ میں نے کہا ضعفاء۔ پوچھا ان کے متبعین بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں؟ میں نے کہا بڑھتے ہیں۔ پوچھا اُن کے متبعین میں سے کوئی ناراض ہو کر علیحدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کیا اُن سے اور تم لوگوں سے کبھی مقاتلہ ہوا؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ پوچھا کیا حال رہا؟ میں نے کہا کہ کبھی ہم غالب ہوئے کبھی وہ۔ پوچھا کیا وہ کبھی عہد شکنی بھی کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں لیکن ایک معاہدہ ابھی ہمارے اُن کے درمیان ہے معلوم نہیں اس میں کیا کریں گے۔ پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے پہلے بھی ایسا دعوائ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔

ہرقل نے ان جوابات کو سُن کر کہا کہ انبیاءؑ اسی طرح ذو احساب ہوتے ہیں۔ اگر اُن کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو گمان ہوتا کہ اپنے آباء کا ملک حاصل کرنے کے لئے ایسا دعوائ کرتے ہیں۔ اور انبیاءؑ کے متبعین اسی طرح پہلے ضعفاء ہوا کرتے ہیں۔ اور جس شخص نے انسانوں پر جھوٹ نہ باندھا ہو وہ خدا پر کیونکر جھوٹ و افترا باندھ سکتا ہے۔ اور انبیاءؑ کے متبعین راسخ الایمان ہوتے ہیں اسی لئے مرتد نہیں ہوتے۔ اور انبیاءؑ کے متبعین اسی طرح رفتہ رفتہ بڑھتے ہیں۔ لڑائیوں میں انبیاءؑ کی یہی حالت ہوتی ہے کبھی غالب کبھی مغلوب۔ لیکن آخری کامیابی اُن کی یقینی ہے۔ انبیاءؑ اسی طرح غدار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں اگر تم لوگوں میں کوئی پہلے ایسا دعوائ کرتا تو گمان ہوتا کہ یہ بھی سُن کر ایسا دعوائ کرتے ہیں۔

پھر پوچھا کہ اچھا بتاؤ وہ کس بات کا تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا نماز۔ روزہ۔ صلہ رحم اور

عفاف کا. اِس پر ہرقل نے کہا کہ یہ جو کچھ تم نے کہا اگر صحیح ہے تو وہ ضرور نبی ہیں۔ ہم لوگ یہ تو جانتے تھے کہ ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ اُن کا ظہور تم لوگوں میں ہوگا۔ میری خواہش ہے کہ کاش اُن کی زیارت ہوتی۔ اگر مَیں اُن کے پاس ہوتا تو اُن کے پَیر دھوتا۔ اُن کی حکومت اِس مقام تک پہنچے گی جہاں اِس وقت میرا قدم ہے۔

لیکن مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ ہرقل نے حضورؐ کو خط لکھا کہ مَیں مسلمان ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاذب جھوٹ کہتا ہے وہ تو اپنی نصرانیت پر ہے۔ اِس کے علاوہ غزوۂ موتہ میں خود ہرقل نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ واللہ اعلم۔

اور حضورؐ نے کسرٰی کو خط لکھا۔ اِس کسرٰی کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
من محمد رسول اللہ الی کسرٰی عظیم فارس سلامٌ علی من اتبع الھدٰے وآمن باللہ ورسولہ وشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ ؕ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسولُ اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیًا ویحق القول علی الکٰفرین اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ محمد رسول اللہ کی جانب سے کسرٰی بزرگِ فارس کو۔ سلام ہو اُس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے۔ اور ایمان لائے خُدا پر اور خُدا کے رسولؐ پر۔ اور گواہی دے کہ خُدا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمدؐ خُدا کے بندے ہیں اور رسولؐ۔ میں تجھ کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ میں خُدا کا فرستادہ ہوں سارے انسانوں کی طرف۔ تاکہ اُن کو خوف دلاؤں اور کافروں پر حُجّت قائم ہو جائے۔ اِسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو سارے مجوس کا وبال تُم پر ہوگا۔

صحیح۔ بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ نے رسول اللہؐ کا خط بحرین کے رئیس کو دیا۔ اور اُس نے کسرٰی کو دیا۔ کسرٰی نے جب اِس خط کو سُنا تو غصہ میں اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضورؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا کہ خُدا اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اُس کے بعد ہی کسرٰی مارا گیا۔ اور اُس کا

ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبشہ کو خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی النجاشی
ملک الحبشہ اسلم انت فانی احمد
الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک
القدوس السلام المؤمن المھیمن
واشھد ان عیسی بن مریم روح
اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول
الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسیٰ
فخلقہ اللہ من روحہ ونفخہ
کما خلق آدم بیدہ وانی ادعوک و
جنودک الی اللہ عزوجل وبلغت
ونصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام
علی من اتبع الھدیٰ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہؐ کی جانب سے نجاشی بادشاہ حبشہ کی جانب۔ اسلام قبول کرو۔ میں تمہاری طرف خدا کی حمد بھیجتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے پاک ہے ساری عیوب سے سالم ہے۔ اپنے رسولوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اپنے بندوں کو قیامت کے میدان میں امن دینے والا ہے۔ ان کو مدارج علیا عنایت کرنیوالا ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریمؑ خدا کی روح اور کلمہ ہیں۔ خدا نے اس کو مریم بتول پاک محصنہ پر ڈالا جس سے وہ حاملہ ہوئیں۔ تو خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور میں تم کو اور تمہاری جیش کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے خدا کا حکم پہنچا دیا اور نصیحت کر دی تم میری نصیحت قبول کرو۔ اور سلام اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔

یہ خط محرم ۷ھ میں عمرو ابن امیۃ الضمریؓ کی معرفت آپ نے حبشہ بھیجا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نجاشی مسلمان ہوا یا نہیں۔ ابن اسحقؒ نے وہ خط بھی نقل کیا ہے جو نجاشی نے اس خط کے جواب میں لکھا۔ اور اس میں اپنا اسلام قبول کرنا اور رسول اللہؐ کی رسالت کو تسلیم کرنے کا اقرار ہے۔

ابن اسحقؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ وہی نجاشی ہے جس کے جنازہ کی نماز غائبانہ حضورؐ نے پڑھی تھی لیکن صحیح مسلم میں ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز حضورؐ نے پڑھی تھی واللہ اعلم۔ ہجرت سے پہلے بعثت ۵ھ میں مسلمان حبشہ گئے۔ اس وقت نجاشی وہاں تھا اس کا نام اصحمہ ابن ابجر بعض روایتوں

میں مذکور ہی۔ یہ خط ۶ھ میں گیا جس کے پاس گیا اُس نجاشی کا نام بھی ابن اسحٰقؒ یہی بتاتے ہیں۔ اور ۹ھ میں حضورؐ نے نجاشی کے جنازہ کی نماز پڑھی کہتے ہیں وہ بھی یہی تھا۔

اِس خط سے پہلے اور بعد بھی نجاشی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط بھیجے ہیں۔ ایک خط بھیجا تھا جس میں اُمّ حبیبہؓ بنتِ ابی سفیانؓ کو آپؐ نے خطبہ کہا تھا۔ اور نجاشی نے وہیں آپؐ کا نکاح اُمّ حبیبہؓ سے کر دیا تھا۔ اور چار سو مثقال طلا مہر خود ادا کر دیا تھا۔ اِن خطوط کے واقعات میں رواۃ نے خلط ملط کر دیا ہے جس سے صحیح تحقیق مشکل ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُقوقس[1] بادشاہِ مصر و اسکندریہ کو خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد عبد اللہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط۔ سلامٌ علیٰ من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم و اسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فعلیک اثم اھل القبط یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ۔ ولا نشرک بہ شیئا۔ ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمدؐ کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہے مُقوقس کی جانب جو قبط کا عظیم ہے سلام اُسپر جو راہِ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تم کو اسلام کے کلمہ کی طرف بُلاتا ہوں۔ اِسلام قبول کرو سلامت رہوگے اِسلام قبول کرو خُدا تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے رُوگردانی کی تو سارے اہل قبط کا گناہ تم پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ خُدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ہم میں سے بعض بعض کو خُدا کے سوا مالک نہ بنالے۔ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ط

حاطب ابن ابی بلتعہؓ اِس خط کو لیکر گئے۔ مُقوقس کے پاس پہنچے تو کہا تم سے قبل ایک شخص تھا جو خُدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور وہ خدا کی گرفت میں آچکا ہے تم کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

---

[1] مُقوقس بضم میم و فتح قاف و سکون واو و کسر قاف ثانیہ و آخر سین مہملہ ۱۲ منہ۔

میں تم کو دینِ اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت حضرت محمدؐ کے حق میں ویسی ہی ہے جیسا حضرت موسیٰؑ کی بشارت حضرت عیسیٰؑ کے حق میں۔ میں تم کو آج قرآن کی طرف اسی طرح بلاتا ہوں جس طرح تم یہود کو انجیل کی طرف بلاتے رہے۔ تم نے نبی کا زمانہ پایا ہے غور کرو کہ اب تمھیں کیا کرنا چاہیئے۔

مقوقس نے کہا کہ میں نے اُن کے متعلق غور کیا ہے وہ کسی بری بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی اچھی بات سے منع نہیں کرتے نہ وہ گمراہ ساحر ہیں۔ نہ جھوٹے کاہن۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں نبوت کی علامتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ مُقوقس نے حضورؐ کے خط کو بہت عزت سے لیا اور ایک ہاتھی دانت کے ڈبہ میں محفوظ کر کے رکھا۔ پھر ایک کاتب کو بلا کر عربی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لمحمد بن عبد الله من المقوقس عظيم القبط سلامٌ عليك اما بعد فقد قرأتُ كتابك وفهمتُ ماذكرتَ فيه وما تدعو اليه. وقد علمتُ انّ نبيا بقي و كنتُ اظن انهُ يخرج بالشام. وقد اكرمتُ رسُولك وبعثتُ اليك بجاريتين لهما مكانٌ فى القبط عظيم وبكسوة اهديتُ اليك وبغلة لتركبها والسّلام عليك۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد بن عبد اللہ کی جانب مقوقس عظیم قبط کی طرف سے۔ سلام ہو آپ پر۔ اما بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور اُس میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے اور جس بات کی طرف آپ بلاتے ہیں اُس کو سمجھا مجھ کو یہ معلوم ہے کہ ایک نبی باقی ہیں مگر میرا گمان تھا کہ اُن کا خروج شام میں ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ اور آپ کے لئے دو[۲] لونڈیاں بھیجی ہیں جن کا قبط میں بڑا درجہ ہے اور کپڑے آپ کے لئے ہدیہ کئے ہیں۔ اور ایک بغلہ بھیجا ہے تاکہ آپ اس پر سواری کریں۔ والسّلام علیک۔

اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کیا۔ جاریہ ایک تو ماریہ قبطیہ تھیں اور دوسری سیرین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو[۲] ہی جاریہ تھیں مگر ابن اسحٰقؒ سے زاد المعاد میں ایک روایت ہے جس کو ہم قاصد رسول اللہؐ کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ ایک اور جاریہ قیسری تھیں۔ اور روضۃ الاحباب میں ایک روایت ہے کہ چار[۴] جاریہ تھیں مگر نام معلوم نہیں۔ ابن حجرؒ نے بھی اصابہ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ بغلہ دُلدل تھا جو حضرت معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اس خط میں مقوقس نے ساری چیزوں کی فہرست نہیں دی ہے اس کے علاوہ اور چیزیں

بھی تھیں جیساکہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ اور حاطب بن ابی بلتعہؓ کو مُقوقس نے ایک سو مثقال سونا دیا اور لباس پہنایا واللہ اعلم۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوذہ بن علی صاحب یمامہ کو خط بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کیطرف سے ہوذہ بن علی
من محمد رسول اللہ الی ھوذہ بن علی سلامٌ علی من اتبع الھدیٰ واعلم ان دینی سیظھر الی منتھی الخف والحافر فاسلم تسلم واجعلُ لك ماتحت یدیك۔	کی جانب۔ سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پھیلے گا جہاں تک چوپائے اور گھوڑے جا سکتے ہیں تو اسلام قبول کرو۔ سلامت رہو گے۔ اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے اُس کا مالک ہم تمہی کو بنا دیں گے۔

جب سلیط بن عمرو عامریؓ اِس مُہر شدہ خط کو لے کر ہوذہ بن علی کے پاس گئے۔ تو اُس نے اُن کو بڑی عزت کے ساتھ اُتارا خط سُنا۔ پھر اُس کا جواب لکھا۔

ما احسن ما تدعو الیہ واجملہ والعرب تھاب مکانی فاجعل الیّ بعض الامر اتبعك۔	کیسی اچھی اور کیسی بہتر بات ہے جس طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں عرب میرے مرتبہ کی عزت کرتے ہیں۔ بعض اختیارات میری سپرد کیجئے ہم آپ کی اتباع کریں گے۔

سلیط بن عمرو کو اُس نے اچھا بدلہ دیا۔ اور ہجر کا بنا ہوا کپڑا پہنایا۔ اور خط دے کر رخصت کیا یہ اُن سب چیزوں کو لے کر حضورؐ کے پاس آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا خط سُنا تو فرمایا کہ اگر وہ ایک انگل زمین۔ یا ایک کھجور برابر زمین مانگے تو میں نہ دوں گا۔

حضورؐ جب فتح سے لوٹے تو حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کو خبر دی کہ ہوذہ مر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب یمامہ سے ایک کذاب ظاہر ہوگا۔ اور میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ ایک نے پوچھا کہ یارسول اللہؐ! اُس کو کون

لہ الخف والحافر خف بجائے منقوطہ بالا و فا اونٹ اور بکری کے کھر اور پیر کو کہتے ہیں اور حافر بجائے ہملہ و الف و فا و رائے ہملہ سم اسپ کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہی کہ جہاں تک اونٹ اور گھوڑے کے پیر جا سکتے ہیں ۱۲ منہ۔

قتل کرے گا۔ فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی۔ یہ مسیلمہ کذاب کے متعلق پیشین گوئی تھی۔

واقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ہوذہ کے پاس دمشق کا ایک بڑا نصرانی تھا۔ اس نے ہوذہ سے رسول اللہؐ کے متعلق سوال کیا۔ تو ہوذہ نے کہا کہ میرے پاس اُن کا خط آیا تھا اسلام کی دعوت دی تھی میں نے قبول نہ کیا پوچھا کیوں؟ ہوذہ نے کہا کہ مجھ کو اپنے دین سے حسن ظن ہے۔ اور میں ایک قوم کا بادشاہ ہوں۔ اُن کی اتباع کرلیتا تو اپنے ملک کا مالک نہ رہتا۔ نصرانی نے کہا کہ اگر تم اُن کی اتباع کرتے تو بلاشبہ وہ تم کو مالک رہنے دیتے۔ اور تمہارے لئے بھلائی یہی تھی کہ اُن کی اتباع کرتے۔ وہ عرب کے نبی ہیں عیسیٰ ابن مریمؑ نے اُن کی بشارت دی ہے۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

حارث ابن ابی شمر غسانی کو حضورؐ نے خط لکھا اور شجاع بن وہبؓ کے ذریعہ سے بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی الحارث ابن ابی شمر۔ سلامٌ علیٰ من اتبع الھدیٰ واٰمن بہٖ وصدق وانی ادعوک الی ان تؤمن باللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ یبقیٰ لک ملکک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہؐ کی طرف سے حارث ابن ابی شمر کی جانب۔ سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور اُس پر ایمان لائے۔ اور سچا جانے میں تم کو بلاتا ہوں اس طرف کہ خدا پر ایمان لاؤ۔ جو ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ تو تمہارا ملک تمہارے پاس باقی رہے گا۔

یہ حوران کا عامل تھا ہرقل کی جانب سے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مسلمان نہ ہوا۔ حارث کے مرنے کے بعد اُس کی جگہ جبلہ ابن الایہم والی ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خط حضورؐ نے جبلہ ابن الایہم کے پاس بھیجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شجاع بن وہبؓ بھی دحیہ کلبی کے ساتھ قیصر کے یہاں گئے تھے۔

اور عمان کے بادشاہ کو حضورؐ نے خط لکھا۔ یہ خط حضرت عمرو بن العاصؓ لے کر گئے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد بن عبد اللہ الی جیفر وعبد ابنی الجلندی۔ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد بن عبداللہ کی جانب سے جیفر اور عبد کو جو دونوں بیٹے ہیں جُلندی کے۔ سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اما بعد میں تم دونوں

فانی ادعو کما بدعایۃ الاسلام. اسلما
تسلما۔ فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ
لانذر من کان حیا و یحق القول علے
الکافرین فان کما ان اقررتما
بالاسلام ولیتکما۔ وان ابیتما
ان تقرا بالاسلام فان ملککما
زائل عنکما وخیل تحل بساحتکما
وتظہر نبوتی علی ملککما۔

کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دونوں مسلمان
ہوجاؤ دونوں سلامت رہو گے۔ میں خدا کا رسول ہوں۔
تمام انسانوں کی طرف تاکہ انکو خدا کی مخالفت سے ڈراؤں۔ اور
خدا کی حجت کافروں پر تمام ہوجائے۔ تم دونوں نے اگر اسلام
کا اقرار کرلیا تو ہم تم دونوں کو تمہارے ملک پر والی رکھیں گے
اور اگر تم نے اسلام کے اقرار سے انکار کیا تو تمہارا ملک تمہارے
ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ سوار تمہاری زمین میں داخل ہو
اور میری نبوت تمہارے ملک میں آشکارا ہوگی۔

اِس خط کو حضرت اُبی بن کعبؓ نے لکھا۔ اور اُس پر مُہر لگائی گئی۔ عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لیکر عمان پہنچا۔ تو وہاں پہلے عبد ابن الجلندی سے ملا۔ کیونکہ وہ نہایت حلیم اور نرم مزاج تھے۔ میں نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کا قاصد ہوں تمہاری طرف اور تمہارے بھائی کی طرف آیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ پہلے بھائی سے ملو وہ مجھ سے بڑے ہیں اور وہی بادشاہ ہیں۔ میں تم کو اُن کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ پھر پوچھا کہ وہ کیا بات ہے جس کی تم دعوت دیتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اور اُسکا کوئی شریک نہیں۔ اور اس طرف بلاتا ہوں کہ خدا کے سوا اور جتنی چیزیں پوجی جاتی ہیں اُن کی پرستش چھوڑ دو۔ اور گواہی دو کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں۔

عبد نے کہا کہ اے عمروؓ! تم اپنی قوم کے ایک سردار کے لڑکے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے باپ نے کیا کیا۔ کیونکہ اِس میں میرے لئے ایک رہنمائی ہے۔ میں نے کہا وہ مرگئے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ اور میری دلی خواہش یہ تھی کہ کاش وہ مسلمان ہوگئے ہوتے۔ میں بھی انہی کی رائے پر تھا مگر خدا نے ہم کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔ اس نے پوچھا کہ تم نے کب اُن کی اتباع کی۔ میں نے کہا تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ پوچھا تم کہاں مسلمان ہوئے۔ میں نے کہا نجاشی کے پاس۔ اور میں نے اُس کو یہ بھی بتایا کہ نجاشی مسلمان ہوگیا ہے۔ پوچھا کہ اُس کی قوم نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کیا برتاؤ

کیا۔ مَیں نے کہا کہ اس کو قائم رکھا اور اُس کی اتباع کی۔ پوچھا کہ کیا سردار اور رہبانیوں نے بھی اُس کی اتباع کی۔ مَیں نے کہا کہ ہاں۔ تو اُس نے کہا کہ اے عمروؓ! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ جھوٹ سے زیادہ بُری خصلت اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نے جھوٹ نہیں کہا ہے اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ جائز ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ نجاشی کے اِسلام کی خبر ہرقل کو نہیں ہوئی۔ مَیں نے کہا کہ ہاں ہوئی۔ پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ مَیں نے کہا کہ نجاشی ہرقل کو خراج بھیجتا تھا جب مُسلمان ہوا تو اُس نے کہا کہ خُدا کی قسم اگر ہرقل نے ایک درم بھی ہم سے طلب کیا تو ہم نہ دیں گے۔ ہرقل کو اُس کی خبر ہوئی تو اُس کے بھائی نیاق نے کہا کہ کیا تم اِس غلام اِس طرح چھوڑ دو گے کر خراج ادا نہ کرے اور ایک نیا دین جو تمھارے دین کے خلاف ہے قبول کر لے۔ ہرقل نے کہا کہ کسی کو کسی دین کی طرف رغبت ہوئی تو اُس نے اُس کو قبول کیا تو ہم کیا کریں۔ اور اگر مُلک کا خیال نہ ہوتا تو ہم بھی وہی کرتے جو اُس نے کیا۔ عبد نے کہا کہ عمروؓ! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ مَیں نے کہا خدا کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد نے کہا کہ اچھا بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کس کام کا حکم دیتے ہیں اور کس بات سے منع کرتے ہیں مَیں نے کہا کہ اللہ عزّ وجلّ کی طاعت کا حکم کرتے ہیں معصیت سے منع کرتے ہیں۔ احسان اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم اور عدوان سے منع کرتے ہیں۔ زنا اور شراب سے منع کرتے ہیں۔ پتھر، بت اور صلیب سب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

عبد نے کہا۔ یہ کیسی اچھی باتیں ہیں جس طرف وہ لوگوں کو بُلاتے ہیں۔ اگر بھائی ساتھ دیتے تو ہم ابھی سوار ہوتے اور محمدؐ پر ایمان لاتے اور اُن کی تصدیق کرتے۔ لیکن بھائی کو مُلک کی محبت ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اُس کو چھوڑ دیں۔ مَیں نے کہا کہ اگر وہ اِسلام قبول کر لیں تو رسول اللہؐ اُن کی قوم پر اُنہی کو حاکم بنائیں گے۔ اُن کے اغنیاء سے صدقہ وصُول کر کے اُن کے فقراء پر تقسیم کریں گے۔ کہا یہ تو بہت ہی اچھا اخلاق ہے۔ اچھا صدقہ کیا ہے؛ تب جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فرض کیا ہے مَیں نے وہ سمجھا دیا۔

عمرو بن العاص رضؓ کہتے ہیں کہ مَیں چند روز وہاں ٹھہرا عبد بن الجلندی اپنے بڑے بھائی کو روزانہ میری خبر دیتا تھا۔ ایک روز جیفر ابن الجلندی نے مجھے بُلایا۔ مَیں عبد کی مدد سے وہاں پہنچا۔ مجلس میں بیٹھنا چاہا تو سب نے بیٹھنے نہ دیا۔ مَیں نے جیفر کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا کہ بولو تم کو کیا حاجت ہے۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا۔ اُس نے مُہر توڑ کر پُورا خط پڑھا۔ اُس کے بعد اپنے بھائی کو دیا اُس نے بھی پُورا خط پڑھا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ قریش نے کیا کیا۔ مَیں نے کہا سب نے اتباع کی یا تو رغبت سے دین قبول کر کے یا تلوار سے مقہور ہو کر۔ پوچھا کہ اُن کے ساتھ کون لوگ ہیں۔ مَیں نے کہا کہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے رغبت اور خوشی سے اُن کے دین کو قبول کر لیا ہے اور سب کے مقابلہ میں اُنہی کو اختیار کر لیا ہے۔ اور اپنی عقلوں سے اور اس ہدایت سے جو خُدا نے اُن کو عطا کی ہے یہ سمجھ گئے ہیں کہ ہم پہلے گمراہی میں تھے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اب اِس سرزمین میں تمھارے سوا اور کوئی باقی رہ گیا ہو جس نے اُن کی اطاعت نہ کی ہو۔ اور تم نے بھی اگر اسلام قبول نہ کیا اور اُن کی اتباع نہ کی۔ تو اُن کے سوار آئیں گے اور تمھارے سبزہ زار کا صفایا کر دیں گے۔ اِسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ اور وہ تم کو تمھاری قوم پر حکومت کرنے کا اختیار دیں گے۔ سوار اور پیدل کوئی نہ آئے گا۔

اس گفتگو کے بعد اُس نے کہا کہ اچھا آج تو ہمیں سوچ لینے دو کل پھر آنا۔ مَیں وہاں سے آیا تو پھر اُس کے بھائی سے ملا۔ اُس نے کہا کہ اے عمرو رضؓ ہم کو تو اُمید ہوگئی ہے کہ وہ مُسلمان ہو جائیگا دوسرے روز مَیں پھر گیا تو اندر جانے کی مجھے اجازت نہ ملی۔ مَیں پھر اُس کے بھائی کے پاس گیا تو ہمیں اُس نے اُس کے پاس پہنچایا۔

جیفر نے کہا کہ جس بات کی تم نے ہمیں دعوت دی اُس پر ہم نے غور کیا جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اگر یہ سب کچھ ہم اُن کو دیدیں تو عرب میں مجھ سے زیادہ ضعیف اور کوئی نہ ہوگا۔ اور اُن کی فوج تو یہاں آئے گی نہیں اور اگر آئی تو مجھے لڑنا پڑے گا اور یہ لڑائی دوسروں کی لڑائی کی طرح نہ ہوگی۔

مَیں نے کہا بہتر تو ہم کل جاتے ہیں جب میری روانگی کا اُن سب کو یقین ہوگیا تو عبد بن الجلندی پھر اپنے

بھائی سے تنہائی میں ملا۔ اور سمجھایا کہ ایک تم ہی باقی رہ گئے ہو ورنہ جس کے پاس انہوں نے قاصد بھیجا سب نے قبول کیا۔ تب اُس نے پھر ہمیں بُلا بھیجا اور دونوں بھائی مسلمان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ صدقہ وصول کرنے کا ہمیں اختیار دیا۔ اور قوم کے نزاعات میں بھی ہمیں حکم تسلیم کر لیا۔ اِس کے بعد اگر کوئی میری مخالفت کرتا تو دونوں بھائی میرے معین ہوتے۔

صدیقِ اکبرؓ کا حج

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ حضورؐ جب تبوک سے واپس آئے تو بقیہ رمضان۔ اور شوال و ذیقعدہ ٹھہرے رہے اُس کے بعد حضرت صدیقؓ کو امیر بنا کر حج کے لئے روانہ کیا۔ تاکہ مسلمانوں کو حج کرائیں۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ مدینہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تین سو آدمی روانہ ہوتے۔ اور رسول اللہؐ نے اُن کے ساتھ دس بُدنہ روانہ کئے۔ جن کی تقلید اور اشعار رسول اللہؐ نے خود اپنے ہاتھ سے کی تھی۔ اور اُس پر ناجیہ بن جُندب اسلمیؓ کو مقرر کر دیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ خود اپنی طرف سے پانچ بُدنہ لے گئے تھے ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سورۃ براءت کی آیتیں نقض عہد کے بارے میں نازل ہوئیں۔ تب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ناقہ پر جس کا نام العضباء تھا روانہ کیا۔ تاکہ وہ سورۃ براءت کو کفار کے سامنے پڑھ دیں۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ جب مقام العرج میں پہنچے۔ اور ابن عائذؒ کہتے ہیں کہ مقام ضجنان میں آئے تو اُن کے پاس حضرت علیؓ العضباء پر سوار پہنچے۔ اور اُن کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو پوچھا کہ آپ امیر ہو کر آتے ہیں یا مامور ہو کر۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مامور ہو کر۔ اِس کے بعد دونوں حضرات مل کر روانہ ہوتے۔ ابن سعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہؐ نے مناسک حج ادا کرانے کے لئے آپ کو حکم دیا ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ نہیں۔ مجھ کو تو اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ لوگوں کو سورۃ براءت پڑھ کر سنا دوں اور جس کے ساتھ عہد ہے اُس کا عہد واپس کر دوں۔

الغرض حضرت صدیقؓ نے حج کرایا خطبہ پڑھا مناسک کی تعلیم دی۔ اور حضرت علیؓ نے یوم النحر میں

جمرہ کے قریب کھڑے ہو کر اعلان کیا جیسا کہ اُن کو رسول اللہ نے کہا تھا۔ اور جس کے ساتھ عہد تھا اُس کا عہد واپس کرنے کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اے لوگو! کوئی کافر جنّت میں نہیں جائے گا۔ اور اِس سال کے بعد کوئی مُشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور جس کا عہد رسول اللہ کے ساتھ کسی معیّن مدت کے لئے ہے وہ عہد باقی رہے گا۔

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ حمیدی نے روایت کیا ہے۔ کہ زید بن نفیع کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ حج میں کس کام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ فرمایا کہ چار۴ احکام لے کر گیا تھا۔ اوّل۱ یہ کہ جنّت میں مؤمن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ دوئم۲ یہ کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ سوئم۳ یہ کہ مُسلمان اور کافر اِس سال کے بعد کعبہ میں جمع نہ ہوں۔ چہارم۴ یہ کہ رسول اللہ کے ساتھ جس کا معاہدہ کسی معیّن مدت کے لئے ہے وہ معاہدہ اُس مدّت تک قائم رہے گا۔ اور جس کا معاہدہ کسی معیّن مدّت کے لئے نہیں ہے اُس کو چار۴ مہینے کی مُہلت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے موذنین کو بھیجا اور اُن کے ساتھ مجھے بھی تاکہ یوم النحر کو منٰی میں اعلان کر دیں کہ اِس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور وہی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ منٰی میں حضرت علیؓ نے بھی سورۂ برأت کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اِس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اِس میں اختلاف ہے کہ یہ حج ذی الحجہ کے مہینہ میں تھا یا ذیقعدہ کے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ کفار جن مہینوں میں اَون لگایا کرتے تھے اُس کی وجہ سے یہ حج ذیقعدہ میں واقع ہوا تھا۔ اور اِس میں بھی اختلاف ہے کہ حجۃ الوداع کے سال سے پہلے حج فرض ہوا تھا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حج اُس وقت فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنے خُدا کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جس کو راستہ کی استطاعت ہو۔ یہ آیت سنۃ الوفود میں یعنی سنہ ۹ ہجری کے آخر میں نازل ہوئی۔ اور اِس کے بعد ہی حضورؐ نے حجۃ الوداع کیا۔ اِس لئے حضرت صدیقؓ

کا حج۔ حج کے فرض ہونے سے پہلے تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ حج سنہ ۶ھ میں فرض ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ سنہ ۷ھ میں کوئی کہتا ہے سنہ ۸ھ میں۔ کوئی کہتا ہے سنہ ۹ھ میں حضرت صدیقؓ کے حج سے پہلے۔ مگر ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اُن میں سے کسی ایک قول کے لئے کوئی ایک دلیل بھی نہیں پائی جاتی۔ بعض نے سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ آیت شریفہ واتموا الحجّ والعمرۃ للہ حدیبیہ میں نازل ہوئی تھی یعنی سنہ ۶ھ میں۔ مگر اِس آیت میں حج وعُمرہ کے پُورا کرنے کا حکم ہے جس طرح ہو رہا تھا۔ اسلام کی طرف سے کسی جدید حکم سے حج لازم نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اِس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور حضورؐ کی سیرت احکامِ الٰہی کے متعلق یہ ہے کہ جو چیز فرض ہوتی تھی اُس میں آپؐ تاخیر نہیں فرماتے تھے۔ اگر سنہ ۶ھ میں حج فرض ہو گیا تھا تو آپ نے تین چار برس تاخیر کیوں کی۔ صحیح یہ ہے کہ وللہ علی الناس حجّ البیت کے نزول کے بعد سنہ ۹ھ کے آخر میں حج فرض ہوا اور سنہ ۱۰ھ میں آپؐ نے حج ادا کیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت صدیقؓ کو بھیجنے کے بعد سورۂ برآت کے اعلان کے لئے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو روانہ کیا۔ اِس لئے روافض یہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ معزول کر دیئے گئے تھے اور اُن کی جگہ حضرت علیؓ کو حضورؐ نے امیر مقرر کر دیا تھا۔ مگر یہ بے علمی اور جہالت ہے۔ حضرت علیؓ نے خود فرمایا کہ مَیں مامور ہوں امیر آپ ہیں۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہؐ نے مناسک حج ادا کرانے کے لئے آپ کو بھیجا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ مَیں صرف سورۂ برآت کا اعلان کروں گا حج آپ کرائیں گے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے بحیثیتِ امیر اُن کو اور دوسرے موذنین کو منیٰ بھیجا کہ وہاں اعلان کریں۔ اِن صریح بیانات کے علاوہ سُنن کی اور روایتیں بھی ہیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ امیر حضرت صدیقؓ ہی رہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو سورۂ برآت کے اعلان کے لئے بھیجا۔ لیکن اِس کی وجہ کیا ہوئی اِس میں دو قول ہیں۔ ابن اسحٰقؒ کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ برآت کی ابتدائی آیتیں جن میں معاہدہ کے فسخ کا حکم تھا حضرت صدیقؓ کے روانہ ہو جانے کے بعد نازل ہوئیں۔ البتہ مشرکوں کے حج کا دوسرے سال سے امتناع اور ننگے طواف کرنے کی ممانعت غالباً پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اِس لئے

کہ حضرت صدیقؓ نے ابوہریرہؓ اور دوسرے موذنین سے صرف الٰہی دو باتوں کا اعلان کرایا۔ معاہدہ کے احکام کا اعلان حضرت علیؓ نے کیا۔

اور اگر یہ آیتیں بھی پہلے نازل ہو چکی ہوں۔ اور حضرت صدیقؓ کو اُن کے اعلان کا حکم بھی مل چکا ہو۔ تاہم حضرت علیؓ کو حضورؐ نے اِس کے بعد اس لئے بھیجا کہ کفّار معاہدہ کے خلاف کارروائی کو جائز اُسی وقت سمجھتے تھے جب صاحب مُعاہدہ خود اعلان کرے یا اُن کا رشتہ دار۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ میں اور امام بغویؒ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو چالیس آیتیں سورۃ برأت کی دی تھیں کہ ان کا اعلان کر دینا۔ لیکن اِس کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ناقہ العضباء پر بھیجا۔ اور واپسی کے بعد حضرت صدیقؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا میرے خلاف کوئی حکم نازل ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں مگر یہ مناسب نہ تھا کہ میرے اہل کے سوا اور کوئی شخص معاہدہ کے متعلق اعلان کرے۔

سورۃ برأت کی تیس یا چالیس آیتوں کا اعلان ہوا تھا لیکن اُس کی ابتدائی آیتیں جن میں معاہدہ کے متعلق ذکر ہے ذیل میں درج کرتا ہوں اس سے معاہدہ کے متعلق اعلان کا مطلب معلوم ہو جائے گا۔

براءۃٌ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین ۝ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر معجزی اللہ وان اللہ مخزی الکافرین ۝ واذانٌ من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٌ من المشرکین ورسولہ ۝ فان تبتم فھو خیرٌ لکم وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ ۝ وبشر الذین کفروا بعذاب الیم ۝ الا الذین عاھدتم

صاف جواب ہے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن مشرکوں کو جن سے تم نے صلح کا عہد کیا تھا تو اے مشرکو چل پھر لو زمین میں چار مہینے۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہ سکو گے اور جان لو کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور اطلاع ہے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ مشرکوں سے بیزار ہیں اور اگر توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہ سکو گے۔ اور خبر سُنا دے کافروں کو دردناک عذاب کی۔ مگر جن مشرکوں سے

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

تم نے عہد کر رکھا تھا۔ اور اُنھوں نے تمہاری ساتھ کوئی عہد شکنی نہیں کی۔ اور نہ کسی کی تمہارے خلاف امداد کی۔ تو اُن کے عہد کو مدت تک پورا کرو۔ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جب اشہر حرم نکل جائیں۔ تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ۔ اور اُن کو پکڑو گھیرو۔ اور ہر گھات کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھو۔ اِس کے بعد اگر توبہ کرلیں۔ اور نماز قایم رکھیں۔ زکوٰۃ ادا کریں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ اعلان حج اکبر کے دن ہوا۔ اور عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں کہ حج اکبر کا دن عرفہ کا دن ہے حضرت ابن عمر رض اور ابن الزبیر رض سے بھی یہی مروی ہے۔ عطاء۔ طاؤس۔ مجاہد۔ سعید بن المسیب رض کا بھی یہی قول ہے حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ص سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ یوم النحر ہے جیساکہ ترمذی میں ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا حضرت علی رض پر موقوف ہونا صحیح ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض کی روایت پہلے ذکر کرچکا ہوں کہ یوم النحر کے روز اعلان کے لئے اُن کو حضرت صدیق رض نے بھیجا۔ اور اُسی روز حضرت علی رض نے بھی رسول اللہ ص کے حکم کے موافق اعلان کیا۔

اِن روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کفار سے معاہدہ منقطع کرنیکا اعلان بحکم خداوندی یوم النحر کے روز ہوا۔ اور اُسی روز سے چار مہینے کی مہلت دی گئی۔ لیکن یہ اُن لوگوں کو جن کا معاہدہ موقت نہ تھا بلکہ مطلق تھا۔ کیونکہ جن کے معاہدہ کی کوئی مدت تھی اُن کا حکم آگے آتا ہے۔

اور جن کا معاہدہ موقت تھا۔ اور اُنھوں نے کوئی عہد شکنی بھی نہ کی اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی امداد کی تو حکم ہوا کہ اُن کے معاہدہ کی مدت پوری کرو۔ اور اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ وہ مدت چار مہینے سے کم ہو یا چار مہینے سے زیادہ ہو اس لئے آیت کا مفہوم ظاہر یہ ہے کہ ہر حال میں اُن کی مدت پوری کرنے کا حکم

تھا۔ پھر ارشاد ہے کہ جب حُرمت کے مہینے گزر جائیں تو اُن کو قتل کرو اس حکم کے متعلق دو باتیں تحقیق طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ اشہر حرم سے کیا مُراد ہے؟ دوئم یہ کہ یہ حکم معاہدہ موقّت اور غیر موقت دونوں کے ساتھ ہے یا ایک کے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ موقت معاہدہ مدت پُوری ہونے کے بعد ختم ہوگا۔ اشہر حرم سے اُس کا تعلق نہیں ہے۔ یہ غیر موقت مُعاہدہ کے ساتھ ہے۔ اور غیر موقت معاہدہ کی مدت چار مہینے ہے یوم النحر ۹ رذی الحجہ کو اعلان ہوا اس روز سے ۱۰ ربیع الثانی تک۔ انہی مہینوں کو اس آیت میں اشہر حرم کہا گیا۔ اور انہی مہینوں کے گزرنے کے بعد قتل کا حکم ہے۔ اس اشہر حرم سے وہ مہینے مُراد نہیں ہیں جن میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے یعنی ذیقعدہ۔ ذی الحج۔ محرم اور رجب اِس لئے کہ یوم النحر کے بعد ان اشہر حرم کے چار مہینے ہو نہیں سکتے ہیں واللہ اعلم۔

کتابُ الوفودُ

فتح مکہ کے بعد سارے عرب کے خیالات میں ایک تغیرِ عظیم واقع ہوا حضورؐ جب فتح سے لوٹے تو جلد تبوک چلے گئے۔ مگر وہاں سے لوٹ کر جب حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو عرب کے بہت سے قبائل نے خود اپنے آدمی حضورؐ کی خدمت میں بھیجے اور اسلام قبول کیا۔ یمن کے ملوک حمیر نے بھی خطوط بھیجے اور اسلام قبول کرنے کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اِس پر خُدا کا شکر اور اُس کی حمد بیان کرنے کا حکم دیا ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایت الناس ید خلون فی دین اللہ افواجا الآیہ بعض وفود اس سے پہلے بھی آئے تھے مگر چونکہ اِس سال وفود کثرت سے آئے اس لئے اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب وفود سے ملتے تو خود بھی لباس فاخرہ پہنتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے اِس سال کے وفود بھی اتنے ہیں کہ سب کا ذکر بالاستیعاب تطویل کا باعث ہے اِس لئے ہم صرف اُن وفود کا ذکر کرتے ہیں جن میں حضورؐ کی سیرت کے متعلق کوئی اہم بات پائی جاتی ہے۔

وفد ثقیف جب حضورؐ طائف سے لوٹے اور عمرہ جعرانہ ادا کرنے کے بعد مدینہ جا رہے تھے تو راستہ ہی میں مدینہ پہنچنے سے پہلے عروہ بن مسعود ثقفی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مُسلمان

ہوئے۔ حضرت عروہؓ ثقیف کے بڑے معزز شخص تھے۔ ان کا کچھ حال غزوۂ حدیبیہ میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ اپنی قوم میں جاکر اسلام کی تبلیغ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی ثقیف کے غرور کا حال معلوم تھا آپ نے فرمایا کہ کہیں وہ تمھیں قتل نہ کردیں۔ اُنھوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ! یہ کیسے ہوسکتا ہے اُن میں سے ہر شخص میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور سب میرے مُطیع ہیں۔ عروہؓ کو اپنے شرف اور مرتبہ پر بڑا اطمینان تھا سمجھتے تھے کہ ہرگز کوئی شخص میری مخالفت نہ کرے گا۔ اِس لئے یہ وہیں سے لَوٹ کر اپنی قوم میں گئے۔ اور اپنے مکان کی چھت پر سے سب کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اپنا مُسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اِس پر ہر طرف سے تیر باری ہوئی اِن کو بھی ایک تیر لگا اور اُسی سے یہ شہید ہوئے۔ اُن سے لوگوں نے اُن کے قتل کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ میری حالت اُنہی لوگوں کی سی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے اور اُنہی کے ساتھ مجھے دفن کرنا۔

کہتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ کو عروہؓ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ عروہؓ کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسی صاحب یٰس کی اُن کی قوم میں۔ حضورؐ اس کے بعد تبوک چلے گئے۔ اور بنی ثقیف ایک مہینہ تک عروہؓ کے بعد اپنی حالت پر غور کرتے رہے۔ آخر ایک مہینہ کے بعد اُنھوں نے ایک جلسہ کیا اور اُس میں طے کیا کہ ہم میں اِتنی طاقت نہیں ہے کہ اطراف کے تمام عربوں کا ہم مقابلہ کریں۔ اور یہ سب مُسلمان ہوچکے ہیں۔ اِس لئے ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جائے۔ عروہ بن مسعودؓ کے بعد اُن کا ہم عمر اور ہم رُتبہ دوسرا شخص اُن میں عبد یالیل بن عمرو بن عمیر تھا۔ اس کے پاس سب گئے۔ اُس نے کہا کہ میں یہ نہیں کرسکتا جب تک کہ کچھ اور آدمی بھی میرے ساتھ نہ کرو۔ وہ ڈرا کہ جو سلوک ان لوگوں نے عروہؓ کے ساتھ کیا کہیں وہی سلوک میرے ساتھ نہ کریں۔

وہ لوگ اِس پر راضی ہوتے اور حلیف قبائل میں سے دوٓ آدمی اور بنی مالک کے تینؔ آدمی اس کے ساتھ گئے۔ وہ پانچ آدمی یہ تھے حکم ابن عمرو بن وہب اور شرجیل ابن غیلان حلیف کے اور بنی مالک میں سے عثمان ابن ابی العاص۔ اوس بن عوف اور بھز بن خرشہ اِن پانچ آدمیوں کے ساتھ عبد یا

لیل مدینہ گیا۔

ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ تبوک سے لوٹے تو یہ وفد مدینہ آیا۔ یہ لوگ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو مغیرہ بن شعبہؓ سے ملاقات ہوئی وہ بہت خوش ہوئے۔ اور تیز چلے کہ رسول اللہؐ کو اس کی بشارت دیں۔ مگر راستہ میں ابوبکر صدیقؓ ملے انھوں نے اُن سے کہا کہ ہم تم کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اس خبر کو رسول اللہؐ کے سامنے پہلے ہمیں بیان کرنے دو۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کے آنے کی خبر دی۔

یہ لوگ مغیرہؓ ابن شعبہؓ کی قوم میں سے تھے اِس لئے وہ پھر اُن لوگوں کے پاس گئے اور اُن کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح ملنا چاہیے۔ مگر باوجود اس کے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جاہلیت کے قاعدہ کے موافق ملے۔

جب وفد کے آدمی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اُن کے لئے مسجد کے پاس خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اور اُن کے اور رسول اللہؐ کے درمیان گفتگو کرنے کے لئے خالد بن سعید بن العاصؓ واسطہ بنے وہی آتے جاتے تھے اور انھوں نے وہ تحریر لکھی تھی جو بعد تصفیہ دی گئی۔ وفد کے لئے رسول اللہؐ کے یہاں سے جو کھانا جاتا تھا اُس کو وہ لوگ نہ کھاتے تھے جب تک کہ خالدؓ اس میں سے نہ کھا لیتے اور یہ حال اُس وقت تک رہا جب تک کہ وہ لوگ مسلمان نہ ہو گئے۔

اُن لوگوں نے جو شرطیں پیش کیں اُن میں سے ایک بات یہ تھی کہ اُن کا بُت لات تین[۳] برس تک منہدم نہ کیا جائے۔ حضورؐ نے نہ مانا۔ تب ایک مہینہ کی شرط رہی۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر اُن کی اس استدعا کو حضورؐ نے قبول فرمایا کہ وہ خود منہدم نہ کریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لہ مغیرہ بن شعبہؓ بنی مالک کے بعض آدمیوں کو قتل کر کے اور اُن کا مال لے کر مدینہ چلے آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ غزوہ حدیبیہ میں اِن کا حال لکھ چکا ہوں۔ تو چونکہ بنی ثقیف اُن کی قوم کے لوگ تھے اُن کے آنے سے اِن کا خوش ہونا ظاہر ہے اور اسی لئے ثقیف کے مشہور بُت لات کو منہدم کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ابوسفیان کو بھیجا۔ کیونکہ ابوسفیان کی بہن عروہؓ کے گھر بیاہی ہوئی تھی۔ اور اس کے وہاں روابط تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ ابن شعبہ جاکر منہدم کردیں گے۔

انھوں نے خواہش کی کہ ہم کو دو باتوں سے معاف کیا جائے۔ اوّل یہ کہ اپنے بتوں کو ہم اپنے ہاتھوں سے نہ توڑیں گے۔ اور دوئم یہ کہ ہم کو نماز سے معاف کیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اُن کو اِس بات سے معاف کرتے ہیں کہ اپنے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑیں۔ مگر جس دین میں نماز نہیں ہے اُس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ یعنی نماز معاف نہیں ہوسکتی۔ اِس کے بعد وہ سب مُسلمان ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایک تحریر لکھ کردی۔ اور عثمان بن ابی العاص کو اُن پر امیر مقرر کردیا۔ یہ ان میں سب سے کم عُمر تھے مگر اس عرصہ میں یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ اُن کو احکام اِسلامی کے سیکھنے کا شوق ہے اور کچھ سیکھ بھی لیا تھا۔

جب یہ لوگ فارغ ہوکر مدینہ سے لوٹے تو حضورؐ نے اُن کے ساتھ ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہؓ کو بھی روانہ کیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد مغیرہ ابن شعبہؓ جب لات کو منہدم کرنے گئے تو اندیشہ تھا کہ کوئی اُن کو بھی تیر نہ ماردے۔ جس طرح عروہ ابن مسعودؓ کو ان لوگوں نے مارا تھا اِس لئے بنی مغیث اُن کی حفاظت کرتے رہے۔ اُنھوں نے منہدم کیا تو ثقیف کی عورتیں نکل کر آئیں۔ اور حسرت سے کھڑی روتی رہیں۔ منہدم کرنے کے بعد اُس میں سے سونا اور چاندی بہت نکلا۔ مغیرہؓ نے سب کو ابو سفیان کے پاس جمع کردیا۔

عروہ بن مسعودؓ کے لڑکے ابو ملیح[1]۔ اور اسود ابن مسعود کے لڑکے قارب دونوں عروہ بن مسعودؓ کے شہید ہونے کے بعد مدینہ چلے آئے تھے۔ اور یہ دونوں مسلمان ہوگئے تھے۔ اور ارادہ کرلیا تھا کہ اب کبھی ثقیف کے لوگوں سے نہ ملیں گے۔ جب اہلِ طائف مُسلمان ہوگئے تو ابو ملیح نے رسول اللہؐ سے اِستدعا

---

[1] عروہ بن مسعود اور اسود بن مسعود یہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ اور اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ ابو سفیان کی بہن بیاہی ہوئی تھی۔ اِس لئے ابو سفیان۔ ابو ملیح اور قارب کا ماموں تھا۔ ابو ملیح عروہ بن مسعودؓ کے لڑکے تھے قارب اسود بن مسعود کے۔ اِس لئے یہ دونوں چچازاد بھائی تھے۔ عروہؓ کے شہید ہونے کے بعد بنی ثقیف سے ناراض ہوکر دونوں مدینہ چلے آئے تھے اور بنی ثقیف مسلمان ہوگئے اِس لئے عروہؓ کے خون کا بدلہ بھی اُن سے نہ لیا جاسکا اِس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن دونوں کو اُس مال میں سے دلوایا ۱۲ منہ

کی کہ جو مال لات کے انہدام سے ملا ہے۔ اُس میں سے عروہؓ کا دَین ادا کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور ادا کر دیا جائے۔ تب قارب نے کہا کہ اور اسود کا دَین یا رسول اللہؐ! اُس کو بھی ادا کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسود تو مشرک مرا ہے۔ قارب نے کہا کہ ہاں مگر دَین تو اب مجھ پر ہے اور مَیں آپ سے مانگتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کو حکم دیا کہ عروہؓ اور اسود دونوں کا دَین اُس مال سے ادا کر دیا جائے۔

خالد بن سعیدؓ نے جو تحریر لکھی اُس میں یہ بھی لکھا کہ وج اور اس کا صید حرام ہے جو شخص ایسا کرے اُس کو ننگا کیا جائے اور کوڑہ مارا جائے۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ خالد بن سعیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ لکھا ہے کوئی شخص اِس کے خلاف نہ کرے۔ اور اگر کوئی زیادتی کرے تو اللہ کے نبی محمدؐ کو اُس کی خبر دی جائے۔

وج طائف میں ہے۔ اِسی تحریر کی وجہ سے بعض علماء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زمین بھی حرم ہے۔ اور اِس کا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ حرم مکہ کا واللہ اعلم۔

موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ اِس وفد کے ساتھ کنانہ بن عبد یالیل تھا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ زنا کی ہمیں اجازت دیجئے کیونکہ اس کے بغیر تو ہم لوگوں کو چارہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو خدا نے حرام کر دیا ہے فرمایا لا تقربوا الزنا اُس کے قریب بھی مت جاؤ بہت بُری بات ہے۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ربوا کی اجازت دیجئے کیونکہ وہی ہم لوگوں کا مال ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اصل سرمایہ تم لوگوں کا ہے وہ لے لو۔ زیادتی کو خدا نے منع کر دیا ہے فرمایا لا تاکلوا الربوا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ شراب کی اجازت دیجئے وہ تو ہمارے زمین کا عصارہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شیطانی چیز ہے۔ حرام ہے پلید ہے خدا نے اُس کو رجس کہا ہے انما الخمر والمیسر الآیہ۔ اِس پر سب حضورؐ کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ آخر یہ طے پایا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اُس کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ورنہ اہل مکہ کا سا حال ہوگا۔ اِس مشورہ کے بعد پھر سب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ جو آپؐ فرمائیں تسلیم ہے۔ مگر معبودوں کے بارے

میں آپ کیا کہتے ہیں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کو منہدم کردو. سب نے کہا کہ ادھر کہیں معبودوں کو معلوم ہو گیا کہ اُن کے قتل کا ارادہ ہے تو سارے باشندوں کو قتل ہی کردیں گے. اِس پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے ابن عبد یالیل یہ کیسی جہالت کی بات کر رہے ہو. وہ معبود سب تو بے حس و حرکت پتھر ہیں. سب نے کہا کہ اے ابن خطابؓ ہم سب تمھارے پاس نہیں آئے ہیں. اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ خود منہدم کرائیے ہم تو اُن کو ہرگز منہدم نہ کریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بہتر. اُس کو ہم خود منہدم کرادیں گے. الغرض اِس کے بعد مصالحت ہو گئی اور سب مسلمان ہو گئے.

لیکن اِس کے بعد جب یہ لوگ طائف گئے. اور بنی ثقیف کے لوگوں کو اس مصالحت اور اسلام کا حال معلوم ہوا تو اُن میں بڑا جوش پیدا ہوا. اُنھوں نے کہا کہ ہم تو لڑیں گے. اور ایسے ذلیل شرطوں کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے. مگر دو روز کے بعد یہ جوش خود بخود ٹھنڈا ہو گیا. اور کہنے لگے کہ سارا عرب محمدؐ کے ساتھ ہو گیا ہے ہم کس کس سے لڑیں گے. موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ بتوں کو توڑنے کے لئے جو لوگ طائف گئے تھے اُن میں خالد بن الولیدؓ بھی تھے.

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ عثمان ابن ابی العاصؓ نے کہا کہ یارسول اللہ شیطان میرے اور نماز و قرات کے درمیان حائل ہو جاتا ہے. آپ نے فرمایا کہ اُس شیطان کا نام خِنْزِبْ[1] ہے جب ایسا معلوم ہو تو تعوذ پڑھو اور تین مرتبہ اپنے بائیں مونڈھے پر تھک تھکا لو. عثمان ابن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے اِس پر عمل کیا تو خدا نے اس کو مجھ سے ہٹا دیا.

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ تبوک سے واپس آنے کے بعد رمضان میں یہ وفد آیا تھا واللہ اعلم سُنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اِس وفد کے لوگوں نے یہ شرط کی تھی کہ اُن پر صدقہ اور جہاد فرض نہ ہو. لیکن جب اِس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ صدقہ بھی وصول کریں گے اور جہاد میں بھی شریک ہوں گے واللہ اعلم.

---

[1] خِنْزِبْ بکسر خا معجمہ و سکون نون و کسر زائے معجمہ اور بفتح خا بھی لکھتے ہیں اور بضم خا بھی آیا ہے ۱۲ منہ.

وفد عبد القیس

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبد القیس کا وفد آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کس قوم کا وفد ہے؟ کہا ربیعہ کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرحبا ہے اس قوم کو یا مرحبا ہے اس وفد کو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور آپ کے درمیان کُفار مضر ہیں اس لئے ہم لوگ سوائے شہر حرام کے حاضر نہیں ہو سکتے۔ آپ ہم لوگوں کو واضح اور مفصل احکام بتا دیں تاکہ ہم بھی اُس پر عمل کریں۔ اور جو لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی اُس پر عمل کرنے کے لئے کہیں۔ اور اُس کی وجہ سے ہم جنت میں جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چار امور کا تم کو حکم دیتے ہیں۔ اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ حکم یہ ہے کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ یعنی اس کی شہادت دو کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اور غنیمت میں سے خُمس دیا کرو۔ اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ دبا۔ حنتم۔ نقیر اور مزفت سے۔ اِن باتوں کو یاد کر لو۔ اور انہی کی طرف اُن لوگوں کو بھی بُلاؤ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور مسلم کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ اُن لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نقیر کے متعلق کیا معلوم ہے کہ یہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ بانس یا کھجور کی جڑ کو اندر سے خالی کر کے اُس میں کھجور ڈالتے ہو۔ پھر اُس پر پانی ڈالتے ہو تب جب جوش کھا کر ساکن ہو جاتا ہے تو اُس کو پیتے ہو۔ اور اُسی کی وجہ سے کبھی یہ ہوتا ہے کہ اپنے ابن عم کو تلوار سے مارتے ہو۔ اُن سب نے دریافت کیا کہ پھر کس چیز میں ہم لوگ پئیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا کہ چمڑے کے برتن میں جس کا مُنہ دھاگے سے بندھا ہوا ہو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ملک میں چوہے بہت ہیں۔ چمڑے کا برتن ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ گو اُس کو چوہا کھالے۔ گو اُس کو چوہا کھالے۔ گو اُس کو چوہا کھالے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج عبد القیس سے کہا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں جو خدا کو پسند ہیں۔ حلم۔ اور اناۃ یعنی عقل اور تحمل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات سے خوش ہو کر اُن کے خصلتوں کی تعریف کی وہ یہ تھی کہ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو اُن کے اور ساتھی تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے لیکن یہ

ٹھہر گئے۔ اپنے اونٹ کو باندھا۔ ہاتھ مُنہ دھویا اور کپڑے وغیرہ درست کر کے تب خدمت میں حاضر ہوئے۔ اِس کے بعد باتیں ہوئیں پھر جب سب بیعت پر راضی ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم لوگ اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتے ہو تو سب نے کہا کہ ہاں مگر الاشج نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو میرے اختیار کی بات ہے اُسی کا ہم ذمہ لے سکتے ہیں۔ ہم بیعت صرف اپنی کر سکتے ہیں۔ قوم کی طرف دعوت بھیجئے جو تسلیم کریں گے وہ ہمارے ساتھی ہیں اور جو نہ مانیں گے اُن سے ہم لوگ لڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بہت صحیح ہے۔ اور آپؐ اُن کی گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور اسی پر آپ نے اُن کی یہ دو[۱] صفتیں بیان کیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ دو[۱] باتیں مجھ میں اب پیدا ہو گئی ہیں یا پہلے سے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قدیمی ہیں۔ اِس پر انھوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہماری جبلت میں اُس نے ایسی دو[۲] صفتیں رکھی ہیں جس سے خدا اور خدا کے رسولؐ خوش ہیں۔

امام نوویؒ نے صاحب التحریر سے نقل کیا ہے کہ وفد عبد القیس میں چودہ[۱۴] سوار تھے۔ الاشج[۱] العصری اُن کے رئیس تھے اُن کے علاوہ یہ لوگ تھے مزیدہ[۲] بن مالک المحاربی۔ عبیدہ[۳] ابن ہمام المحاربی۔ صُحار[۴] ابن عباس المزی۔ عمرو[۵] بن مخزوم یا مرجوم العصیری۔ حارث[۶] بن شعیب العصری۔ حارث[۷] بن جندب من بنی عائش کہتے ہیں کہ یہی نام معلوم ہیں اور لوگوں کے نام طویل تلاش کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکے۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ اِس وفد کے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ بنی غنم بن ودیعہ کے ایک شخص منقذ بن حیان ایام جاہلیت میں ہجر سے یثرب تجارت کا مال لایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بھی وہ مال لے کر آئے۔ وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور اسی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے وہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے پوچھا کون ہو؟ جواب دیا منقذ بن حیان۔ اور آپ نے اُن سے خیریت پوچھی اس کے بعد اُن کی قوم کے شرفا میں سے ایک ایک کا نام لیکر اُن کا حال دریافت کیا۔ اُن کو تعجب ہوا اور مسلمان ہو گئے۔ پھر انھوں نے سورۂ فاتحہ اور اقرأ باسم کی سورت سیکھی۔ اِس کے بعد ہجر کی جانب روانہ ہوئے۔ رسول اللہ نے

اُن کے ساتھ عبدالقیس کی جماعت کے نام خط دیا۔

منقذ رضی اللہ عنہ جب واپس گئے تو وہاں کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اُن کی زوجہ کو معلوم ہوگیا۔ اُن کی زوجہ منذر بن عایذ بذال معجمہ بن الحارث کی لڑکی تھیں۔ اور یہی منذر الاشج ہیں۔ اُن کو الاشج رسول اللہ ؐ نے کہا کیونکہ اُن کے چہرہ پر کچھ نشانات تھے۔ اور اسی لقب سے مشہور ہوگئے۔ منقذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے۔ چونکہ یہ نئی بات تھی اُن کی زوجہ کو ناپسند ہوا۔ اُنھوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا۔ کہ میرے شوہر اس دفعہ جب سے یثرب سے واپس آئے ہیں نہ معلوم وہ کیا کرتے ہیں۔ ہاتھ پیر دھوتے ہیں پھر جہۃ (قبلہ) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کبھی کھڑے ہوتے ہیں۔ کبھی جھکتے ہیں۔ کبھی زمین پر سر رکھتے ہیں۔ الاشج نے جب یہ سُنا تو اپنے داماد سے ملے۔ باتیں ہوئیں تو اُن کے دل میں بھی اسلام کی محبت پیدا ہوگئی وہ اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس رسول اللہ ؐ کا خط لے کر گئے اور اُن کو سُنایا۔ اُن کے دِلوں میں اسلام کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ اور سب نے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔

اِس وفد کو حضور ؐ نے چار چیزوں سے منع کیا۔ ایک (دُبَّاء) بضم دال و مد سُوکھے کدو کو کہتے ہیں۔ دوئم (حَنْتَم) بحائے حطہ مفتوحہ ثم نون ساکنہ ثم مثناۃ فوقانیہ مفتوحہ ثم میم۔ صحیح یہ ہے کہ یہ ایک قسم کا سبز مرغن برتن ہوتا تھا اور اُسی برتن میں مدینہ شراب آیا کرتی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مٹی کے ہر روغن دار برتن کو حنتم کہتے ہیں ایسے برتن میں نبیذ بنانے سے نشہ جلد آتا ہے۔ سوئم (نقیر) نون مفتوحہ وقاف۔ اس کی تفسیر تو خود رسول اللہ ؐ نے بیان کردی ہے اسی روایت میں ابھی ذکر ہوچکا ہے۔ چہارم (مزفّت) جس برتن پر زفت چڑھایا گیا ہو۔ بعض روایات میں بجائے مزفت کے مُقیّر بفتح قاف آیا ہے یعنی جس برتن پر قیر چڑھا ہو۔ قیر۔ اور زفت تقریباً ایک ہی قسم کی چیز ہے۔

اس منع کا مطلب یہ تھا کہ اِس قسم کے برتنوں میں نبیذ بناکر نہ پیا کرو۔ منع کی وجہ یہ تھی کہ اِن برتنوں میں نبیذ میں جلد نشہ آجاتا ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اِن برتنوں کا استعمال ممنوع ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ کی روایت

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں فرمایا کہ اِن برتنوں سے، ہم تم لوگوں کو منع کرتے تھے اب استعمال کر سکتے ہو۔ اِس روایت کی وجہ سے اکثر علمار کا مسلک یہ ہے کہ منع منسوخ ہوگیا۔ لیکن بعض حنبلیہ کہتے ہیں کہ منع کی روایت اتنے کثیر طریقوں سے مروی ہے جو تواتر کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور اجازت کی روایت صرف ایک ہے۔ اس لئے منع منسوخ نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم۔

حضورؐ نے وفد عبد القیس کو ارکانِ اسلام کی تعلیم دی لیکن اُس میں حج کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ وہ بھی اُسی طرح اسلام کا ایک رکن ہے جس طرح نماز اور روزہ۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ یہ وفد سنۃ الوفود میں آیا یعنی ۹ھ میں یہ دلیل ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا حج ۱۰ھ میں فرض ہوا یہی صحیح ہے۔ لیکن قاضی عیاض رحؒ کہتے ہیں کہ عبد القیس کا وفد فتح مکہ کے سال حضورؐ کے مکہ روانہ ہونے سے پہلے آیا تھا یعنی ۸ھ میں۔ اور حج اس کے کئی مہینے بعد ۹ھ میں فرض ہوا۔ واللہ اعلم۔

وفد عبد القیس کی بعض روایتوں میں صوم کا ذکر بھی نہیں ہے مگر وہ راویوں کا تسامح ہے اِس لئے کہ بہت سی روایتوں میں صوم کا ذکر موجود ہے۔ برخلاف اِس کے حج کا ذکر کسی روایت میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن قیم ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ وفد عبد القیس کے ساتھ جارود بن العلاء آئے تھے وہ نصرانی تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مَیں ایک حق دین پر ہوں۔ لیکن میں اپنا دین آپ کے مقابلہ میں ترک کر دیتا ہوں۔ کیا آپ ضمانت لیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مَیں اِس بات کا ضامن ہوں کہ جس کی طرف مَیں بُلاتا ہوں یہ اِس سے بہتر ہے جس پر تم ہو۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اُنھوں نے اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرے پاس سواری نہیں ہے سواری عنایت فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ میرے پاس سواری نہیں ہے جو تم کو دوں۔ تب اُنھوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ راستہ میں

لوگوں کے بھلائے ہوئے اُونٹ ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مَیں اُس پر سوار ہو کر اپنی جگہ پہنچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ آگ ہے یعنی ہرگز ایسا نہ کرو واللہ اعلم۔

وفد بنی حنفیہ

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بنی حنفیہ کا وفد آیا اور اُس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ یہ لوگ بنی نجار کی ایک عورت کے یہاں ٹھہرے تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو مسیلمہ کو کپڑے سے چھپا کر لائے۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور اپنے لئے اختیارات طلب کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اُس وقت کھجور کی ایک لکڑی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ لکڑی کا ٹکڑا بھی طلب کرے تو بھی مَیں نہ دوں جب تک کہ خدا کی اجازت نہ ہو۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ لیکن یمامہ کے ایک شیخ نے مجھ سے دوسری طرح بیان کیا۔ اِس کا بیان ہے کہ بنی حنفیہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور مسیلمہ کو اُن سب نے اپنی سواریوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم نے اپنے ایک ساتھی کو سواریوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہؐ نے اُس کے لئے بھی وہی احکام دیئے جو اُس کی قوم کو دیتے تھے۔ اور فرمایا کہ اُس کا درجہ کچھ تم سے کم نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اِس کہنے سے صرف حفاظتِ مال کے متعلق تھی۔ اور کچھ نہیں۔ لیکن جب یہ لوگ یمامہ واپس گئے تو وہ مُرتد ہو گیا۔ اور نبوت کا دعوٰی کرنے لگا۔ اور کہا کہ ہم نبوّت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے شریک ہیں۔ اور کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ اُس کا درجہ کچھ تم سے کم نہیں ہے۔ اِس سے اُن کی غرض یہ تھی کہ ہم اُن کے شریک ہیں۔ مسیلمہ قرآن کے مقابلہ میں مسجع عبارتیں بھی بیان کرتا تھا۔ مثلاً یہ اُسی کی عبارت ہے لقد انعم اللّٰہ علی الحبلٰی۔ اخرج منہا نسمۃ تسعٰی من بین صفاق وحشا۔ اور اُس نے لوگوں کو نماز معاف کر دی اور زنا و شراب کو جائز کر دیا۔ لیکن باوجود اِس کے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا اقرار کرتا تھا۔ اور بنو حنفیہ اس کے اوپر ایمان بھی لاتے تھے۔

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ مسیلمہ نے حضورؐ کے پاس خط بھی بھیجا تھا۔ وہ یہ ہے۔

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ، امابعد فانی اشرکتک فی الامر معک و ان لنا نصف الامر ولقریش نصف الامر ولیس قریش قوماً یعدلون۔

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کو۔ امابعد میں اس معاملہ میں آپؐ کا شریک ہوا آپ کے ساتھ۔ تو نصف اختیار میرا ہے اور نصف قریش کا۔ اور قریش عادل قوم نہیں ہے۔

حضورؐ نے اس کا جواب دیا یہ خط وکتابت ۱۰ھ ہجری کے آخر میں ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ امابعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہٖ والعاقبۃ للمتقین ٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو۔ سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ امابعد۔ زمین خدا کی ہے۔ اُس کا مالک بنا دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے۔ اور آخر کی بھلائی پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

ابوداؤد طیالیسی نے ایک روایت لکھی ہے کہ مسیلمہ کا خط دو شخص لائے تھے۔ ابن النواحہ۔ اور ابن اثال۔ رسول اللہؐ نے اُن سے فرمایا کہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اُنھوں نے کہا لا الٰہ الا اللہ مسیلمۃ رسول اللہ۔ اور ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہؐ نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو وہ کہتا ہے۔ اُن دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ قاعدہ نہ ہوتا کہ قاصد قتل کیا جاتا تو میں تجھے قتل کرتا۔

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ امام اہل السیر والمغازی والاخبار محمد بن اسحاق بن یسار کی روایت ہے لیکن صحیحین میں مسیلمہ کذاب کا قصہ جس طرح مروی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ اور صحیحین کی روایت راجح ہے۔ نافع بن جبیرؓ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ کے وقت میں مدینہ آیا۔ اور کہتا تھا کہ اگر محمدؐ اپنے بعد اپنا خلیفہ مجھے نامزد کردیں تو میں اُن کی اتباع کروں۔

اور اُس کے ساتھ اُس کی قوم کے بہت سے آدمی آئے تھے۔ وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت بن قیس بن شماس تھے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک کھجور کی لکڑی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا مانگو تو بھی میں نہ دونگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو خواب میں جو خدا نے دکھایا ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ تُو ہی ہے۔ جس خواب کا اِس میں ذکر ہے اُس کی تفصیل حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ حضورؐ نے دیکھا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں سونے کے دوؔ ٹکڑے ہیں۔ آپؐ پر وحی ہوئی کہ اِن پر دم کرو۔ جب دم کیا تو وہ دونوں ٹکڑے غائب ہو گئے۔ آپ نے اِس کی تعبیر کی کہ دوؔ کذاب نبوّت کا دعویٰ کریں گے جن میں سے ایک مسیلمہ کذاب ہے اور دوسرا اسود عنسی تھا۔

وفد طی

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی طی کا وفد آیا۔ اور اُس میں زید الخیل تھے۔ کتاب المغازی میں عدی بن حاتم طائیؓ کے وفد کا ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن زید الخیل کے وفد کے آنے کا حال تمام اہل سیر سنۃ الوفود میں لکھتے ہیں یہ صحیح طور پر ثابت نہ ہو سکا کہ یہ دوؔ وفد علیحدہ علیحدہ تھے یا زید الخیل بھی عدی بن حاتمؓ کے ساتھ ہی آئے تھے واللہ اعلم۔

زید الخیل اپنی قوم کے سردار تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن پر اسلام پیش کیا یہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور اچھے مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جتنے عرب آئے اُن کو مَیں نے اُس سے کم پایا جتنی فضیلتیں اُن کی پہلے مجھ سے بیان کی گئی تھیں۔ لیکن زید الخیل کی جو خوبیاں میں نے سُنی تھیں اُس سے اُن کو زیادہ پایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زید الخیر رکھا۔ اور ان کے لئے زمین کا ایک قطعہ لکھ دیا۔ یہ جب روانہ ہوئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ شاید ہی مدینہ کے بخار سے بچ سکیں۔ آخر راستہ ہی میں ایک پانی کا چشمہ تھا جس کا نام قردہ تھا اُن کو وہاں بخار نے پکڑا۔ اور اسی بخار سے ان کا انتقال ہو گیا۔ مگر ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال حضرت عمرؓ کے آخر خلافت کے ایّام میں ہوا۔ اُن کے دوؔ لڑکے تھے مکنف اور حریث

یہ دونوں مسلمان ہوئے۔ دونوں صحابی ہیں اور دونوں مرتدین کے مقابلہ میں حضرت خالد بن الولیدؓ کے ساتھ تھے۔ اور اس میں شہید ہوئے۔ ابو عمرؒ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور ابن حجرؒ نے اصابہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

وفد کندہ کِندہ بکسر کاف وسکون نون یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ اِس قبیلہ کی جانب سے حضرت اشعث ابن قیس رسول اللہؐ کی خدمت میں اسّی یا ساٹھ سواروں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ یہ لوگ جب سواریوں سے اُترے تو کنگھی کی۔ خوبصورت جُبّے پہنے۔ جن کے اطراف میں ریشم کے کام تھے سلاح آراستہ کیا۔ اُس کے بعد جب رسول اللہؐ کے پاس گئے تو حضورؐ نے پوچھا کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہوئے؟ سب نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیوں ہے۔ اِس پر سب نے ریشم چاک کر دیا اور اُتار کر ڈال دیا۔

اشعث ابن قیسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم بھی آکل المرار کی اولاد ہیں اور آپ بھی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مُسکرائے اور فرمایا کہ یہ نسب ربیعہ بن الحارث۔ اور عباس ابن عبد المطلب کے مناسب ہے ہم لوگ نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔

امام زہریؒ اور ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ ربیعہؓ اور عباسؓ تجارت کے لئے جایا کرتے تھے تو ظاہر کرتے تھے کہ ہم آکل المرار کی اولاد ہیں اِس سے عرب اُن کی عزت کرتے تھے کیونکہ آکل المرار کی اولاد ملوک تھے۔ آکل المرار لقب ہے اس کا نام حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن کندہ تھا اور رسول اللہؐ کی ایک جدہ کا نام آتا ہے جو اسی قبیلہ کی تھیں یعنی ام کلاب بن مرہ۔ اشعث ابن قیسؓ نے اسی وجہ سے آپ کا انتساب کِندہ کی طرف کیا تھا۔ اور ربیعہؓ اور عباسؓ اسی انتساب کی وجہ سے اپنے کو آکل المرار کی اولاد ظاہر کرتے تھے۔ مگر حضورؐ نے اُس کو پسند نہ فرمایا۔

اِس قصہ سے معلوم ہوا کہ ریشم مَرد کے لئے بالکل جائز نہیں ہے۔ اور گو بظاہر ریشم کا چاک کر دینا مال کا ضائع کرنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر حرام سے بچنے کے لئے ایسا کرنا مال کا ضائع کرنا نہیں ہے۔

وفد الاشعریین

حضورؐ کے پاس یمن کے اشعریین کا وفد آیا۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہ دنیا کے لوگوں میں .... سب سے اچھے ہیں۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اور ہم لوگ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، تو آپ ساکت رہے۔ پھر اس نے پوچھا تب بھی آپ ساکت رہے۔ تیسری دفعہ اس نے پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تم لوگ بھی۔ بگر دھیمی آواز سے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے اہل یمن کو فرمایا کہ یہ لوگ رقیق القلب اور کمزور دل ہیں۔ ایمان یمن کا ہے اور حکمت یمن کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے بنی تمیم سے کہا کہ تم کو بشارت ہے اے بنی تمیم! ان لوگوں نے کہا کہ بشارت تو آپ نے دی مگر کچھ عطا[1] بھی تو فرمائیے۔ حضورؐ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا۔ اس کے بعد اہل یمن آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بشارت قبول کرو بنی تمیم نے قبول نہیں کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم قبول کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم دین سیکھنے آئے ہیں۔ اور حضورؐ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اور خدا نے ذکر میں ہر چیز لکھ دی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے لوگوں کو لے کر حضرت جعفرؓ کے ساتھ خیبر میں آئے تھے یعنی ۷ھ میں جیسا کہ وہاں لکھ چکا ہوں۔ لیکن سنۃ الوفود یعنی ۹ھ میں اشعریین کے آنے کا ذکر بھی تمام روایات میں مذکور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل یمن کی تعریف کرنا اور یہ فرمانا الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ۔ اور اس وفد کا حضورؐ سے یہ کہنا کہ ہم دین کی تعلیم حاصل کرنے آئے ہیں۔ اور ابتدائے آفرینش کے متعلق سوال کرنا۔ اور حضورؐ کا جواب دینا یہ سب اسی وفد کا قصہ ہے جو ۹ھ میں آیا یعنی سنۃ الوفود میں۔ ابن حجر کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد یمن کے حمیر کا تھا واللہ اعلم۔

---

[1] بنی تمیم کا یہ جواب اس وجہ سے تھا کہ فی الواقع ان کا ایمان اب تک کامل نہ تھا یہ لوگ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے جیسا کہ مغازی میں معلوم ہو چکا ہے ۱۲ منہ۔

وفد ازد[1]

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ صرد بن عبداللہ الازدی بنی ازد کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کیا اور اچھے مسلمان ہوئے رسول اللہؐ نے اُن کو اُن کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اُن کے اطراف میں جو مشرک قبائل ہیں اُن سے جہاد کریں۔ اس کے بعد صرد بن عبداللہؓ رخصت ہوئے۔ جرش اُس وقت یمن کا ایک حصار بند محفوظ شہر تھا۔ اور وہاں یمن کے قبائل رہتے تھے۔ جب صرد بن عبداللہؓ وہاں پہنچے تو خثعم کے لوگوں نے اہل جرش کو مسلمانوں کے آنے کی خبر دی۔ اور سب نے شہر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ صرد بن عبداللہؓ نے شہر کا محاصرہ کیا۔ ایک مہینے تک یہ محاصرہ کئے رہے اور وہ لوگ اندر سے مدافعت کرتے رہے۔

ایک مہینہ کے بعد صرد بن عبداللہؓ نے محاصرہ اُٹھالیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اہل جرش نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ پسپا ہو کر واپس جا رہے ہیں۔ اس لئے شہر سے نکل کر تعاقب کیا۔ ایک پہاڑ کے پاس جس کو شکر کہتے تھے یہ لوگ پہنچے۔ تو صرد بن عبداللہؓ اور اُن کے ساتھیوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور بُری طرح قتل کیا۔

اس سے پہلے اہل جرش نے اپنے دو آدمیوں کو رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ وہ دونوں اُس وقت عصر کے بعد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی عرصہ میں رسول اللہؐ نے دریافت کیا کہ شکر کس علاقہ میں ہے۔ اُن دونوں جرشیوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہمارے ملک میں ایک پہاڑ کا نام کشر ہے۔ اہل جرش اس کو کشر ہی کہتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ کشر نہیں شکر ہے۔

اہل جرش نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ اُس کے متعلق کیا بات ہے؟ جو آپ نے دریافت فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہاں خدا کے ذبیحے قربان ہو رہے ہیں۔ اُن دونوں نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے دُعا کی خواہش کی حضورؐ نے دُعا کی کہ خداوند تعالیٰ تمہاری قوم کو اس مصیبت سے بچالے۔ یہ لوگ جب جرش واپس گئے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی روز اُسی وقت

[1] ازد بفتح ہمزہ وسکون زا معجمہ وآخر دال مہملہ ۱۲ منہ

اہل جرش قتل کر دیئے گئے تھے۔ جس وقت رسول اللہؐ نے خبر دی تھی۔ اس کے بعد جرش کا وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں گیا اور سب مسلمان ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

وفد بنی حارث بن کعب

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے خالد بن الولیدؓ کو ربیع الآخر یا جمادی الاول سنہ ۱۰ھ میں بنی حارث بن کعب کی طرف نجران بھیجا۔ اور اُن کو حکم دیا کہ مقاتلہ سے قبل تین دفعہ اسلام کی طرف دعوت دو۔ اگر قبول کر لیں تو تم بھی اُن کے اسلام کو قبول کر لو۔ اور نہ مانیں تو مقاتلہ کرو۔ حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر دو سواروں کو مقرر کیا۔ اُنھوں نے ہر طرف اعلان کیا کہ اے لوگو! اسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ تو وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور احکام اسلام کو قبول کر لیا حضرت خالدؓ انہی کے پاس ٹھہرے رہے۔ اور اُن کو احکام الٰہی سکھاتے رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے اسلام کا حال لکھا۔ رسول اللہؐ نے حضرت خالدؓ کو لکھا کہ تم چلے آؤ۔ اور اپنے ساتھ اُن کا ایک وفد لیتے آؤ۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ اُن کا جو وفد آیا اس میں یہ لوگ تھے۔ قیس بن حصین ذی الغصہ۔ یزید بن عبدالمدان یزید بن المحجل۔ عبداللہ بن قراد شداد بن عبداللہ۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم ایام جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس سبب سے غالب ہو جایا کرتے تھے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم تو کسی پر غلبہ نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہؐ نے کہا کہ ہاں تم غالب ہوتے تھے۔ تب اُنھوں نے کہا کہ ہم آپس میں اتحاد رکھتے ہیں لڑتے نہیں۔ اور ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد حضورؐ نے قیس بن حصین کو اُن کا امیر مقرر کر دیا۔ اور وہ شوال کے آخر میں یا ذیقعدہ میں واپس گئے۔ اس کے چار مہینے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

وفد ہمدان

ابن ہشام نے ابی اسحٰق السبیعی کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمدان کا وفد آیا۔ اُس میں یہ لوگ تھے۔ مالک بن نمط۔ ابو ثور یہی ذو المشعار ہیں۔ مالک بن ایفع السلمانی۔ عُمیر[1] بن مالک الخارفی۔ ضمام بن مالک جب حضورؐ تبوک سے

[1] اصابہ میں عمیر بن مالک ہی بیاء مثناۃ تحتانیہ۔ اور زاد المعاد میں عمرو بن مالک ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

واپس تشریف لائے تو یہ لوگ حضورؐ سے ملے حبری چادر اور عدنی عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ اور مہری اونٹوں پر سوار تھے۔ مالک بن نمط حضورؐ کے سامنے یہ رجز پڑھتے تھے۔

الیك جاوزت سواد الریف　　فی هبوات الصیف والخریف

مخطمات بخطام اللیف

ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نمط کے بہت سے فصیح اشعار مروی ہیں بعض اشعار انھوں نے نقل بھی کئے ہیں حضورؐ نے مالک بن نمط کو ایک تحریر لکھ کر دی۔ اور جو انھوں نے مانگا وہ عطا فرمایا۔ اور ان کو ان کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور ان لوگوں کو ثقیف سے قتال کرنے کا حکم دیا چنانچہ ان لوگوں نے ثقیف سے مقاتلہ کیا اور جب ثقیف کا کوئی قافلہ نکلتا تھا تو یہ اس پر حملہ کرتے تھے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ نمط بن بسر بن مالک کے حال میں معلوم ہو گا کہ وہ بھی اس وفد میں تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ان کے والد قیس بن مالک تھے۔ اور تمام اقوال کا جامع قول یہ ہے کہ یہ سب تھے۔ حسن بن یعقوب ہمدانی نے اس وفد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لوگ ایک سو بیس آدمی تھے۔ ۱۲۰

اس روایت میں جو یہ مذکور ہے کہ ان کو حضورؐ نے ثقیف سے مقاتلہ کا حکم دیا اس پر ابن قیم نے شبہ کیا ہے اس لئے کہ ہمدانی یمن کے رہنے والے تھے اور ثقیف طائف کے واللہ اعلم۔

اور بیہقی میں باسناد صحیح حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تاکہ ان کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ چھ مہینے تک اسلام کی دعوت دیتے رہے کسی نے قبول نہ کیا۔ تب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ اور حضرت خالدؓ کو واپس بلایا مگر کہدیا کہ خالدؓ کے ساتھیوں میں سے جو علیؓ کے ساتھ رہنا چاہے وہ رہ جائے اس لئے میں رہ گیا۔ اس کے بعد جب ہم لوگ قوم کی طرف پہنچے تو وہ لوگ ہماری طرف نکلے ہم لوگوں نے نماز پڑھی حضرت علیؓ نے امامت کی اور ہم سب ایک صف میں کھڑے ہوئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو رسول اللہؐ کا خط پڑھ کر سنایا تو سارے کے سارے ہمدانی مسلمان ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے اُن کے اسلام کی خبر رسول اللہؐ کو لکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خط پڑھا تو سجدہ میں گر گئے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور فرمایا اَلسَّلام علیٰ ہمدان۔ اَلسَّلام علیٰ ہمدان۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔ یہ پہلی روایت سے اصح ہے۔ اور ہمدان و ثقیف کا پڑوس نہ تھا کہ وہ ثقیف سے مقاتلہ کرتے یا اُن کے قافلوں پر حملہ کرتے ہمدان یمن میں تھے اور ثقیف طائف میں واللہ اعلم۔

وفد مُزَینہ مزینہ بضم میم و فتح زائے معجمہ ایک قبیلہ کا نام ہے بیہقی نعمان بن مقرنؓ[۱] سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مُزینہ کے چار سو آدمیوں کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے پیچھے جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ! جاؤ اُن کو راستہ کے لئے توشہ دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس تو اور کچھ نہیں ہے۔ تھوڑی سی کھجور ہے اور میرا گمان نہیں ہے کہ وہ اُن کے مناسب حال ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عمرؓ جاؤ اور اُن کو زاد راہ دو۔ آخر حضرت عمرؓ اُن لوگوں کو لے کر اپنی جگہ گئے نعمانؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سب کو اپنی چھت پر لے گئے۔ جہاں وہ رہتے تھے۔ جب ہم داخل ہوئے تو دیکھا کہ بڑے اونٹ کی طرح کھجور کا ایک تودہ ہے۔ ساری قوم نے اپنی اپنی حاجت کے موافق اس میں سے لے لیا۔ حضرت نعمانؓ کہتے ہیں کہ میں سب سے پیچھے نکلا۔ اور دیکھا کہ ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے کم نہیں ہوئی تھی۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ نعمان بن مقرنؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ فتح کے روز مزینہ کا علم اُنہی کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے اس وفد میں اُن کا آنا اپنے اسلام کے لئے نہ تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعض گھر ایمان کا ہے اور بعض نفاق کا۔ آل مُقرن کا گھر ایمان کا گھر ہے۔

وفد نَجران[۲] ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ کا وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں مدینہ آیا۔ اس وفد کے لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہ اُن لوگوں کے

---

[۱] مُقرن بضم میم و فتح قاف بعدہ رائے مہملہ مشددہ مکسورہ ۱۲ منہ (حاشیہ ۲ بر صفحہ ۴۶۸)

نماز کا وقت تھا اِس لئے اُن لوگوں نے اپنی نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہؓ نے چاہا کہ اُن کو اس طریقہ کی نماز سے روکیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو پڑھنے دو۔ اِس کے بعد انھوں نے مشرق کی طرف رُخ کرکے اپنے قاعدہ سے نماز ادا کی۔

ابن اسحاق کُرز بن علقمہؓ[۱] سے روایت کرتے ہیں کہ اِس وفد میں ساٹھ[۶۰] سوار تھے جن میں چوبیس[۲۴] اُن کے شرفا۔ اور معززین تھے۔ اور تین اشخاص اس پایہ کے تھے جن کے ہاتھوں میں وہاں کے سارے اختیارات تھے۔ ایک عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا۔ یہ شخص امیر قوم صاحب الرائے اور صاحب مشورہ تھا۔ اہلِ نجران جو کام کرتے تھے وہ اس کے حکم اور مشورہ سے کرتے تھے۔ دوسرا شخص سید جس کا نام ایہم تھا بفتح ہمزہ وسکون تحتانیہ جماعت کی ترتیب اور سواری کا انتظام وغیرہ اس کے متعلق تھا تیسرا شخص ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ یہ اُن کا اسقف۔ اور اُن کے مذہب کا بڑا عالم اور امام تھا۔

ابو حارثہ بنی بکر بن وائل کا شخص تھا۔ مگر نصرانیوں میں رہا۔ اُن کی کتابیں پڑھیں۔ اور اس میں کمال حاصل کیا۔ شاہانِ روم نصرانی تھے۔ اُن کو جب اِس کے مذہبی علم اور اجتہاد کا حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے اس کی بڑی عزت اور خوب خدمت کی۔ اِس کے لئے ایک کنیسہ بنوادیا۔

یہ سب لوگ جب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ابو حارثہ نے راستہ میں ایک موقع پر اپنے بھائی کرز بن علقمہ سے یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم یہ وہی نبی اُمّی ہیں جن کا ہم لوگوں کو انتظار تھا۔ لیکن اگر اس بات کو ظاہر کردوں تو یہ سب ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ کرز بن علقمہؓ نے اس بات کو اپنے ذہن میں رکھا اور جب مدینہ پہنچے تو اسی بنا پر وہ مسلمان ہو گئے۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس یہود اور نصاریٰ جمع

(بقیہ حاشیہ ص۴۶۷) ۲؎ نجران بفتح نون وسکون جیم بعدہٗ رائے مہملہ مخففہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حجاز شام اور یمن کے درمیان ایک مشہور مقام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۱؎ کرز بن علقمہ نجران کے نصرانی تھے اور اسی وفد کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ کے بھائی تھے اور مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہو گئے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ہوئے اور دونوں اس بات پر لڑنے لگے کہ حضرت ابراہیمؑ کیا تھے۔ احبارِ یہود کہتے تھے کہ وہ یہودی تھے۔ اور نصاریٰ کہتے تھے کہ وہ نصرانی تھے۔ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قل یا اھل الکتٰب لِمَ تحاجون فی ابراھیم وما انزلت التورٰیۃ و الانجیل الّا من بعدہٖ۔	کہدو کہ اے اہل کتاب ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں لڑتے ہو۔ مَیں نے تو توریت اور انجیل دونوں کو اُس کے بعد ہی نازل کی ہے۔

اُنھی آیات میں اِس کے بعد خدا نے یہ بتایا ہی کہ وہ نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی۔ وہ مسلم حنیف تھے مُشرک نہ تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابراہیمؑ کے طریقہ اور پیروی میں سب سے بہتر یہ نبی ہیں اور مومنین۔

جب حضورؐ نے یہ آیت پڑھی تو احبار میں سے ایک نے کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح نصرانی حضرت عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ہم آپ کی پرستش کریں۔ پھر اس کے بعد نجران کے نصاریٰ نے بھی اسی طرح کی بات کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاذاللہ یہ ناممکن ہے کہ خُدا کے سوا اور کسی کی مَیں پرستش کروں۔ یا کسی کو غیر خدا کی عبادت کا حکم دوں۔ نہ مجھ کو خدا نے اس لئے بھیجا۔ نہ ایسا حکم دیا۔ پھر آیت نازل ہوئی۔

ماکان لبشرٍ ان یؤتیہ اللہ الکتٰب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادًا لّی۔	کسی شخص کے لئے جس کو اللہ نے کتاب حکم اور نبوت عنایت کی ہو۔ یہ جائز نہیں ہے کہ لوگوں سے کہے کہ میرے بندے ہو جاؤ۔

احمد بن عبدالجبارؒ سے مروی ہی کہ یونسؒ جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہو گئے۔ اُنھوں نے اس وفد کا پورا قصّہ بیان کیا ہی۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے رسول اللہؐ نے اہل نجران کو یہ خط لکھا تھا۔

باسم اللہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب امابعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد۔ وادعوکم الی ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد	ابراہیم اسحٰق اور یعقوب کے خُدا کے نام پر شروع کرتا ہوں۔ امابعد۔ مَیں تم کو بندہ کی عبادت سے خدا کی عبادت کی طرف بُلاتا ہوں۔ اور بندہ کی ولایت سے خُدا کی ولایت کی طرف بُلاتا ہوں۔

فان ابیتم فالجزیة. فان ابیتم فقد اذنتکم بحرب والسلام.	اگر تم نے اس سے انکار کیا تو تم پر جزیہ ہے۔ اور اگر تم نے اس سے بھی انکار کیا تو پھر حرب کی اطلاع دیتا ہوں والسلام۔

یہ خط جب اسقف کے پاس پہنچا تو وہ بہت مضطرب اور پریشان ہوا۔ اور نجران کے ایک شخص شرجیل بن وداعہ کو بلا بھیجا۔ جو ہمدان کا رہنے والا تھا۔ اور ہر اہم بات میں سب سے پہلے اُس سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ ایہم۔ سید۔ عاقب سب اس کے بعد تھے۔ اسقف نے اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا۔ اور کہا کہ اے ابو مریم اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں ایک نبی ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی ہوں۔ مَیں نبوّت کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ یہ دُنیا کا معاملہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اسقف نے عبداللہ بن شرجیل کو بُلایا۔ یہ اہل نجران میں حمیر کا ایک بہت معزز شخص تھا۔ اُس نے بھی وہی رائے دی۔ تب اسقف نے اس کے بعد جبّار بن قیص کو بُلایا۔ یہ بنی حارث بن کعب کا ایک معزز شخص تھا۔ اور نجران میں رہتا تھا۔ اُس نے بھی وہی رائے دی۔

جب سب معزّزین کی متفقہ رائے معلوم ہوگئی تو اسقف نے حکم دیا کہ تمام اہل وادی جمع کئے جائیں۔ اِس مقصد کے لئے ہر جگہ ناقوس رہتا تھا۔ وادی کے اعلیٰ و اسفل میں ہر جگہ ناقوس بجایا گیا جس سے فوراً تمام اہل وادی کو طلب کی خبر ہوگئی۔ اور سب آکر جمع ہو گئے اِن کے سامنے رسول اللہؐ کا خط پڑھا گیا۔ اور رائے دریافت کی گئی۔ اہل وادی نے آخر میں یہ بات طے کی کہ شرجیل بن وداعہ ہمدانی۔ عبداللہ بن شرجیل حمیری اور جبّار بن قیص حارثی کو بھیجا جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر اُن کی پُوری خبر لائیں۔

جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو سب نے سفر کا لباس اُتار دیا۔ اور حِبرہ کا حلّہ پہنا جس کا دامن زمین پر لوٹتا تھا۔ اور سب نے سونے کی انگوٹھیاں پہنیں اِس کے بعد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ لیکن رسول اللہؐ نے اُن کے سلاموں کا جواب نہ دیا۔ یہ بہت انتظار کرتے رہے لیکن رسول اللہؐ

نے اُن سے کوئی بات نہ کی۔ یہ سب بہت پریشان ہوئے۔ مدینہ میں دو اشخاص حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو یہ لوگ جانتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات جاہلیت کے زمانہ میں تجارت کے لئے نجران جایا کرتے تھے۔

یہ لوگ اِن دونوں حضرات سے ملے اور کہا کہ تمھارے نبی نے ہمیں خط لکھا۔ اُس پر ہم آئے ہیں۔ مگر نہ تو وہ ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں نہ کچھ کلام کرتے ہیں۔ اب ہم لوگ کیا کریں کیا واپس چلے جائیں۔ اِن دونوں حضرات نے حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے حُلّہ اور انگوٹھیوں کو اُتار دیں اور سفر کے لباس میں رسول اللہؐ سے ملیں۔ چنانچہ وفد کے لوگوں نے یہی کیا تو پھر رسول اللہ نے اُن کے سلام کا جواب بھی دیا اور باتیں بھی کیں۔

اُن لوگوں نے رسول اللہؐ سے بہت سے سوالات کئے۔ اور حضورؐ نے اُن کے جوابات دیئے حتیٰ کہ اُنھوں نے ایک سوال یہ کیا کہ ہم لوگ نصاریٰ ہیں آپ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ تاکہ آپ کا خیال حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہم قوم کو بتا سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہرو اس کے متعلق جو کچھ ہمیں بتایا جائے گا ہم تم کو اُس کی خبر دوں گا۔ دوسرے روز یہ آیت نازل ہوئی۔

مثلُ عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقه من تراب ثمّ قال له کن فیکون الحقّ من ربّك فلا تکن من الممترین فمن حاجك فیه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندعُ ابناءَنا وابناءَکم ونساءَنا ونساءَکم وانفسَنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنتَ اللہ علی الکاذبین۔	عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ کی طرح ہے۔ مٹی سے اُن کو پیدا کیا پھر کہا کہ ہو جاؤ تو ہو گئے۔ یہ حق ہے خدا کی جانب سے تو شک کرنے والوں میں نہ ہو جاؤ اور جب تمھارے پاس علمِ حق آگیا تو جو تم سے اس بارے میں لڑے تو اُس سے کہو کہ آؤ ہم لوگ لائیں اپنی اولاد کو اور تمھاری اولاد کو اور اپنی عورتوں کو اور تمھاری عورتوں کو اپنی ذات کو اور تمھاری ذات کو پھر مباہلہ کریں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت طلب کریں۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی جو صفت خداوند پاک نے بیان کی اس کو قبول کرنے سے انہوں نے انکار کیا۔ اِس لئے حضورؐ نے آیت کے حکم کے موافق مباہلہ کی تیاری کی۔ دوسرے روز صبح کے وقت آپؐ نے حضرت امام حسینؓ کو گود میں لیا۔ اور امام حسنؓ کی اُنگلی پکڑی۔ پیچھے آپ کے حضرت فاطمہ زہرا ہوئیں۔ اور اُن کے پیچھے حضرت علیؓ ہوئے۔

جب اس طرح حضورؐ مباہلہ کے لئے تیار ہوکر تشریف لائے تو شرجیل ہمدانی نے اپنے ساتھیوں سے کہاکہ اے عبداللہ بن شرجیل۔ اور اے جبّار بن قیس تم کو معلوم ہے کہ سارے اہل وادی نے اس معاملہ کو ہم لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ اور خدا کی قسم ہمارے سامنے ایک امر عظیم ہے۔ اگر یہ شخص خدا کا نبی اور نبی مُرسل ہے اور ہم نے اس کے ساتھ ملاعنت کرلی تو ہم میں سے کوئی ناخن اور بال برابر بھی باقی نہ رہے گا۔ ان لوگوں نے پوچھاکہ پھر تمہاری کیا رائے ہے کیا کیا جائے؟ شرجیل نے کہاکہ میری رائے یہ ہے کہ اس معاملہ کو انہی کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص ہرگز بے انصافی کا حکم نہ کریگا۔ دونوں نے کہاکہ تم کو اختیار ہے یہ کر سکتے ہو۔ اس کے بعد شرجیل حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہاکہ مَیں ملاعنت سے بہتر صورت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھاکہ وہ کیا ہے؟ شرجیل نے کہاکہ مَیں آپ ہی کو حُکم تسلیم کرتا ہوں۔ اس وقت سے شام تک اور ساری رات صبح تک آپ کو موقع ہے۔ اس درمیان میں آپ جو حکم دیں گے وہ ہم سب لوگ قبول کریں گے۔

رسول اللہؐ نے فرمایاکہ یہ اقرار تو کرتے ہو مگر ممکن ہے کہ جو لوگ تمہارے ساتھ نہیں ہیں وہ تمہارے خلاف کریں۔ شرجیل نے کہاکہ اِس کو آپ میرے ساتھیوں سے دریافت کیجئے۔ شرجیل کے دونوں ساتھیوں نے کہاکہ اہل وادی کے انکار واقرار کا دارومدار شرجیل کی رائے پر ہے جس بات کو یہ قبول کرلیں گے اُس کے خلاف کوئی نہیں کرسکتا۔ اِس کے بعد حضورؐ لوٹ گئے اور ملاعنت نہ ہوئی۔

دوسرے روز صبح کے وقت حضورؐ نے ان کے لئے یہ عہد نامہ
لِکھوایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر ہے جو محمدؐ نبی اور خُدا کے رسولؐ نے نجران کے لئے لکھی ہے

جبکہ اُن کا حکم ہو گیا وہاں کے تمام ثمر پر۔ ہر زرد اور ہر سفید و سیاہ پر۔ اور ہر رقیق و غلام پر۔ انھوں نے اہلِ نجران پر فضل کیا۔ اور یہ ساری چیزیں اُن کو چھوڑ دیں۔ اس شرط پر کہ وہ دو ہزار[۲۰۰۰] حلّے ہر سال ادا کریں۔ ایک ہزار[۱۰۰۰] ہر رجب میں اور ایک ہزار[۱۰۰۰] ہر صفر میں۔ ہر حلّہ ایک اوقیہ کا۔ اور اوقیہ پر جو زیادتی یا کمی ہو وہ حساب میں محسوب ہو گی۔ دِرع۔ گھوڑے۔ اونٹ یا جو چیز اُن سے لی جائے گی وہ اسی حساب میں۔ اور اہلِ نجران پر میرے قاصد کے رہنے کا انتظام لازم ہو گا۔ اور کوئی قاصد ایک مہینہ سے زیادہ نہ روکا جائے گا۔ اگر یمن میں کوئی نزاع پیش آ جائے تو اہلِ نجران پر لازم ہو گا کہ وہ تیس[۳۰] دِرع۔ تیس[۳۰] گھوڑے۔ اور تیس[۳۰] اونٹ بطور عاریۃ دیا کریں گے۔ اور جو چیزیں عاریۃً ہوں گی اُن میں سے کوئی چیز ہلاک یا ضائع ہو تو اُس کا ضمان میرے آدمی پر لازم ہو گا جب تک ادا نہ کر دے۔

اور اہلِ نجران کے لئے خدا کا جوار اور محمد رسول اللہ کا ذمہ ہے۔ اُن کی ذاتوں کا اُن کی ملت کا۔ اُن کے اراضی اور اموال کا۔ اُن لوگوں کا جو حاضر ہیں۔ اور اُن کا جو غائب ہیں۔ اُن کے قبیلہ کے آدمی ہوں یا اُن کے متبعین۔ اور شرط یہ ہے کہ جس حالت میں وہ ہیں اُس میں تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ اُن کے حقوق میں سے کسی حق کو بدلا نہ جائے۔ نہ ان کے اساقفہ میں سے کسی اسقف کو بدلا جائے۔ نہ رہبانیوں میں سے کسی راہب کو بدلا جائے۔ اور جو قلیل و کثیر اُن کے ہاتھوں میں ہے اُس میں تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ وہ جاہلیت کے کسی اشتباہ میں ماخوذ نہ ہوں گے۔ دمِ جاہلیت کا کوئی مطالبہ اُن سے نہ ہو گا۔ کوئی اُن پر حملہ نہ کرے گا۔ کوئی فوج اُن کی زمین میں داخل نہ ہو گی۔ اُن میں سے کوئی شخص اگر حق کا مطالبہ کرے تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف ہو گا۔ اگر کوئی صاحب وجاہت اُن میں سے ربوا (سود) کھائے تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔ اُن میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کے

ظلم کی وجہ سے ماخوذ نہ ہوگا۔ اور اُن تمام باتوں پر جو اس صحیفہ میں ہے خدا کا جوار اور محمد نبی اور رسول اللہ کا ذمہ ہے حتیٰ کہ خدا کا حکم آجائے۔

اس پر ابوسفیان بن حرب۔ غیلان بن عمرو۔ مالک بن عوف۔ اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ بن شعبہ نے دستخط کئے۔

یہ تحریر جب مکمل ہوگئی اور وہ لوگ اس کو لے کر واپس ہوئے تو اسقف اور نجران کے معززین ایک روز کی مسافت تک اُن کے استقبال کے لئے آئے اسقف کے ساتھ اس کا ایک بھائی تھا جو اُس کی ماں کا لڑکا اور نسب کے اعتبار سے اس کا ابن عم تھا۔ اس کا نام بشر بن معاویہ تھا۔ اور کنیت ابوعلقمہ تھی۔ جب رسول اللہ کا خط اسقف کو دیا گیا۔ اور سب اس خط کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ ایک موقع پر اسقف نے کہا کہ واللہ یہ نبی مرسل ہیں۔ یہ سُن کر بشر بن معاویہ نے اپنے اونٹ کو مدینہ کی طرف پھیر کر زور سے ہنکایا۔ اسقف نے بہت پیچھا کیا اور روکتا رہا مگر یہ نہ رُکے مدینہ میں آکر دم لیا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو کر یہیں رہے حتیٰ کہ ایک غزوہ میں شہید ہوئے (رضی اللہ تعالےٰ عنہ)۔

بیہقی نے باسناد صحیح حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ سید اور عاقب جب ملاعنت سے ڈرے۔ اور رسول اللہ کی تمام باتوں کو ماننے کے لئے مستعد ہوئے تو حضورؐ سے کہا کہ آپ ایک امین شخص کو میرے ساتھ کیجئے مگر وہ واقعی امین ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک شخص کو دیتا ہوں جو ایسا امین ہے جیسا امانت کا حق ہے۔ اور کہا کہ اُٹھو ابوعبیدہ بن الجراحؓ جب وہ کھڑے ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اس اُمت کے امین ہیں۔ بخاری نے اپنی صحیح میں اسی طرح حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ نے نجران بھیجا۔ اور یونس بن بکیر ابن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے علی بن ابی طالبؓ کو نجران بھیجا۔ تاکہ ان کے صدقات اور جزیہ کو جمع کر کے مدینہ لائیں واللہ اعلم۔

بعض توضیحات

احمد بن عبدالجبار کی روایت میں بیان ہوا کہ رسول اللہ نے اہل نجران کو جو خط لکھا اُس کی ابتدا تھی باسم اللہ ابراہیم واسحٰق ویعقوب۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ

میرا گمان نہیں ہے کہ یہ الفاظ محفوظ ہیں۔ حضورؐ نے ہرقل مقوقس نجاشی اور دوسرے اہلِ کتاب وغیر اہلِ کتاب کو جتنے خطوط بھیجے سب کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی اس روایت کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور عادت کے خلاف ہیں۔

مباہلہ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ باطل جو مجادل اور معاند ہوں۔ براہین اور حجج کا اُس پر اثر نہ ہو تو اُس سے مباہلہ کیا جا سکتا ہے۔ خدا نے رسول اللہؐ کو اس کا حکم دیا۔ اور رسول اللہؐ اس کے لیے مستعد ہوئے گو مباہلہ ہوا نہیں۔ اور بظاہر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم رسول اللہؐ کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے بھی ایک دفعہ اپنے مخالفین کو مباہلہ کی دعوت دی تھی اور امام اوزاعیؒ نے بھی حضرت سفیان ثوریؒ کو رفع یدین کے مسئلہ میں مباہلہ کی دعوت دی تھی۔

ربوا

حضورؐ نے اہل نجران کے عہد نامہ میں شرط کر دی کہ اگر تم میں سے کسی نے ربوا کھایا تو میرا ذمہ نہ رہے گا۔ محل تامل یہ ہے کہ یہ شرط ہر عقد ذمہ کے ساتھ لازمی ہے یا صرف اہل نجران کے ساتھ تھی۔ ظاہر یہ ہے کہ اہلِ نجران کے خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کوئی ذمی ربوا کا کاروبار نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو عقد ذمہ باقی نہیں رہتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ذمی کو شرعی احکام کے ماننے پر مجبور کیا جاتے۔ بلکہ اِس لئے کہ ربوا خود اُن کے مذہب میں بھی حرام ہے۔

خوراک و عاریۃ

اہلِ نجران سے حضورؐ نے یہ شرط کر لی کہ میرے قاصدوں کی خوراک وغیرہ تمہارے ذمہ ہوگی۔ اور آپؐ نے یہ بھی شرط کر لی کہ ضرورت کے وقت تیس ۳۰ زرہ تیس گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ ہمارے کارپردازوں کو عاریۃً دینے ہوں گے اس میں شرط معیّن اور محدود نہیں ہے۔ لیکن اِس سے ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو امام ایسی شرط بھی کر سکتا ہے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ عقد ذمہ کے بعد جو مال کفار سے حاصل ہوتا ہے وہ جزیہ ہے۔ اور جزیہ کے مصارف قرآن پاک میں مقرر ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ قاصدوں کو جو خوراک وغیرہ کفار سے اس شرط کے موافق ملے گی اُس کا حکم وہ نہ ہوگا۔ وہ جزیہ کے مصارف میں تقسیم نہ ہوگی۔ بلکہ وہ قاصدوں کے لئے مخصوص ہوگی۔ اور عاریت کی چیزیں جنگ میں اُس سے انتفاع حاصل کرنے کے بعد بعینہٖ ذمیوں کو واپس کر دی جائیں گی۔

صدقہ وجزیہ

ابن اسحاق کی ایک روایت میں نے اس وفد کے آخر تذکرہ میں ذکر کی ہے۔ کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو نجران بھیجا تاکہ اُن کے صدقات اور جزیہ کو جمع کرکے مدینہ لائیں۔

بعض علماء نے اس روایت پر ایک شبہ وارد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل نجران سے صدقہ اور جزیہ دونوں لئے جائیں۔ صدقہ مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اور جزیہ ذمی کافروں سے۔ اہل نجران سے جو معاہدہ ہوا اُس کی بنا پر اُن سے دو ہزار حلّہ ہر سال لینے چاہئیں۔ صدقہ کا یہاں کیا ذکر ہے۔ صدقہ کافروں سے نہیں لیا جاتا۔ اور اگر وہ مسلمان ہو گئے تھے تو پھر جزیہ کیسا۔

یہ شبہ ہے مگر پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ رسول اللہؐ نے خالد بن الولیدؓ کو بنی الحارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا تھا۔ اور وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اُن کا وفد بھی اُس کے بعد حضورؐ کے پاس آیا تھا اور آپؐ نے قیس بن حصینؓ کو اُن کا امیر مقرر کر دیا تھا۔

اصل یہ ہے کہ نجران میں دو فریق تھے نصارٰی اور اُمّیین۔ نصارٰی نے جزیہ قبول کیا۔ مصالحت کی مگر مسلمان نہ ہوتے۔ اور اُمیوں نے اسلام قبول کیا۔ اس لئے ایک فریق سے مقررہ جزیہ وصول کیا جاتا تھا اور دوسرے فریق سے زکوٰۃ واللہ اعلم۔

قدوم رسول فروۃ الجذامی

ابن اسحاق کہتے ہیں فروہ بن عمرو الجذامی ثم النفاثی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا۔ اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور سفید بغلہ ہدیہ بھیجا۔ یہ فروہ معان میں تھے اور روم کی طرف سے عرب شام کے اُس تمام علاقہ کے عامل تھے جو معان کے اطراف میں تھا۔ جب روم کو اِن کے اسلام کی خبر ہوئی تو اُن سب نے اِن کو طلب کیا۔ اور گرفتار کر کے قید کیا۔ اور پھر اس کے بعد فلسطین کے ایک مقام عفراء میں صلیب دیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ امام زُہری کا بیان ہے کہ فروہ نے قتل کے وقت کہا تھا۔

بلغ سراۃ المسلمین باننی | سلم لربی اعظمی ومقامی

قدوم ضمام بن ثعلبہ

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ بنی سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ اپنے اونٹ پر مسجد کے دروازہ

تک آئے پھر اُتر کر اُونٹ کو دروازہ سے باندھ دیا۔ اور خود اندر گئے۔ حضورؐ وہاں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے جاتے ہی پُوچھا کہ تم میں سے ابن عبدالمطلب کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ابن عبدالمطلب میں ہوں۔ کہا کہ محمدؐ؟ فرمایا کہ "ہاں"۔ کہا کہ اے ابن عبدالمطلب میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور سوال میں ذرا سختی ہوگی آپ ناراض نہ ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں میں ناراض نہ ہوں گا جو بات تم پر ظاہر ہوتی ہے پوچھو۔ ضمام بن ثعلبہ نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبُود ہے۔ آپ کے اہل کا معبُود ہے۔ اُن سب کا معبود ہے جو آپ کے قبل تھے۔ اور اُن سب کا معبُود ہے جو آپ کے بعد آئیں گے کیا واقعی آپ کو اللہ نے ہم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اللھم نعم۔ یعنی ہاں۔ کہا کہ تب میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبود ہے۔ آپ کے اہل کا معبود ہے۔ ان کا معبُود ہے جو آپ کے پہلے گزر چکے۔ اور اُن کا معبود ہے جو آپ کے بعد آئیں گے۔ کیا یہ حکم آپ کو اللہ نے دیا ہے کہ صرف اُسی کی پرستش ہم سب لوگ کریں اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنائیں۔ اور اُن تمام بُتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء پرستش کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اللھم نعم۔ یعنی ہاں۔ اِس کے بعد وہ اسلام کے ایک ایک فریضہ کے متعلق قسم دے دے کر اسی طرح پوچھتے گئے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دوسرے فرائض اسلام کے متعلق سوال کیا۔ اور سب کے ساتھ اسی طرح قسم دی جیسا کہ ذکر ہوا۔

جب ضمام بن ثعلبہ ان سوالات سے فارغ ہوئے تو کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے ہیں اور رسولؐ ہیں۔ اور کہا کہ میں اُن تمام فرائض کو ادا کروں گا جن کا آپ نے حکم دیا ہے۔ اور اُن سب باتوں سے بچوں گا جن سے آپ نے منع کیا ہے۔ اور اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا۔ یہ کہہ کر حضورؐ کے پاس سے نکلے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اِس گیسو والے نے اپنی بات کو سچ ثابت کیا تو جنّت میں داخل ہوگا۔

ضمام بن ثعلبہ سفید سُرخ آمیز رنگت کے تھے اور اُن کے دو گیسو تھے۔

یہ باہر آئے اپنے اُونٹ کو کھولا اور روانہ ہوگئے۔ جب اپنی قوم میں پہنچے تو لوگ اُن کے پاس جمع ہوگئے۔

وہاں پہلی بات جو اُنھوں نے کہی وہ یہ تھی کہ لات اور عزیٰ کو بُرا کہا۔ سب نے کہا کہ ضمام یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کہیں برص۔ جنون۔ یا جذام نہ ہو جائے۔ اُنھوں نے کہا کہ تمھارا بُرا ہو یہ سب تو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ اپنی کتاب بھیجی ہے۔ اور تم لوگوں کو اُن برائیوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں جن میں تم مبتلا تھے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ میں اُن کے پاس سے تمھارے پاس اُن احکام کے ساتھ آیا ہوں جن کا وہ حکم کرتے ہیں یا جن سے منع کرتے ہیں۔ اِس کے بعد شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ قبیلہ کے سارے مرد وعورت مسلمان ہو گئے۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سُنا کہ کسی قبیلہ کے وفد میں کوئی آنے والا شخص ضمام بن ثعلبہؓ سے افضل ہو۔

یہ قصہ اِسی کے مثل صحیحین میں بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے واللہ اعلم۔ اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمام بن ثعلبہ نے جن فرائض اسلام کے بارے میں سوال کیا اُن میں ایک حج بھی تھا۔ یہ اُن لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حج ۹ھ سے پہلے فرض ہو چکا تھا لیکن ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ یہ راویوں کا تسامح ہے کیونکہ جس وقت ضمام بن ثعلبہؓ آئے تھے اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا واللہ اعلم۔

وفدِ تُجیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلۂ تُجیب[۱] کے تیرہ آدمی حاضر ہوئے۔ اور اپنے ساتھ اپنے مویشی اور اموال کے صدقات جو اُن پر فرض تھے وہ خود لے کر آئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہمارے اموال میں جو حق اللہ کا تھا وہ ہم آپ کے پاس لے آئے ہیں۔ حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے لیکن فرمایا کہ اس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہی یہاں کے فقراء پر تقسیم کرو۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم آپ کے پاس وہی مال لائے ہیں جو وہاں کے فقراء پر تقسیم کرنے کے بعد بچا ہے۔

---

[۱] تُجیب بضم تاء مثناۃ فوق وعند البعض بفتح بعدہٗ جیم مکسور بعدہٗ مثناۃ تحتانیہ ساکن مضارع کے وزن پر یمن میں کندہ کا ایک قبیلہ ہے۔ کنانہ بن بشر التجیبی جو حضرت عثمانؓ کا قاتل مشہور تھا اسی قبیلہ کا تھا۔ اور تجوب ایک دوسرا قبیلہ ہے حمیر کا۔ ابن مُلجم التجوبی یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قاتل اس قبیلہ کا شخص تھا۔ بعض علماء کو ان دونوں نسبتوں میں دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

حضرت صدیق رضؓ نے جب اُن کا یہ جواب سُنا تو فرمایا کہ یا رسول اللہؐ عرب کا کوئی وفد ایسا نہیں آیا جیسا اس قبیلۂ تجیبؔ کا وفد۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہدایت خدا کے اختیار میں ہے۔ جس کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُس کے قلب میں ایمان کے لئے انشراح پیدا کردیتا ہے۔

اِس کے بعد اُنھوں نے رسول اللہؐ سے کچھ باتیں پوچھیں جو حضورؐ نے اُن کے لئے لکھدیں۔ اس کے بعد پھر اُنھوں نے قرآن اور سُنّت کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ اِس سے اور بھی اُن کے ساتھ رسول اللہؐ کو رغبت پیدا ہوئی۔ اور آپ نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ اُن کی ضیافت بہت اچھی طرح کریں وہ بہت کم ٹھہرے اور جلد واپس جانا چاہا۔ کہا گیا کہ اِس قدر عجلت کیوں کرتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ جلد واپس جاکر اپنی قوم کو رسول اللہؐ کی ملاقات کا حال اور تعلیمات کی کیفیت سُنائیں جب یہ لوگ رسول اللہؐ سے رخصت ہوئے تو حضرت بلال رضؓ نے رسول اللہؐ کے حکم سے اُن کو بدلہ اور زادِ راہ اس سے زیادہ دیا جاتا عموماً وفود کو دیا کرتے تھے۔

حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کوئی تم میں سے باقی تو نہیں رہا؟ اُن لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان ہے جو ہم سب میں چھوٹا ہے اُس کو سواری اور اسباب کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ حضورؐ نے اُس کو بلوایا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں بنی ابذی کا آدمی ہوں۔ میرے ساتھیوں کی حاجت تو آپ نے پوری کردی۔ اب میری حاجت بھی پوری کردیجئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تمھاری کیا حاجت ہے؟ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ میری حاجت دوسری طرح کی ہے۔ میرے ساتھی بھی گو اسلام کی رغبت سے آپ کی خدمت میں آئے۔ اور اپنے صدقات لے کر آئے۔ مگر میں تو صرف اِس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میری مغفرت کی دعا کردیں۔ اور خدا سے سوال کریں کہ وہ مجھ پر رحم کرے۔ اور میرے دل کو غنی کردے۔ یہ سُن کر حضورؐ اُس لڑکے کی طرف متوجہ ہوئے اور دُعا کی اللھم اغفر لہٗ وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہٖ پھر اُس کو بھی اس کے ساتھیوں کی طرح تحائف دیئے گئے اور یہ سب رخصت ہو کر روانہ ہو گئے۔

حجۃ الوداع کے ایّام میں بنی ابذی کے کچھ لوگ رسول اللہؐ سے مِنٰی میں ملے۔ حضورؐ نے اُن سے اُس لڑکے کا حال پُوچھا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! ہم لوگوں نے ایسا قانع شخص نہ دیکھا نہ سُنا

اُس کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی اُس کے سامنے ساری دنیا تقسیم کرے تو وہ اس طرف نظر اُٹھاکر بھی نہ دیکھے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد جب یمن میں ارتداد پھیلا تو اُسی لڑکے نے اپنی قوم کو سنبھالا اور اُن میں سے ایک بھی مرتد نہ ہوا۔ حضرت صدیقؓ اس لڑکے کی حالت برابر دریافت کیا کرتے تھے۔ اور بعد میں زیاد بن لبید کو لکھا تھا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو واللہ اعلم۔

مدارج کا اعتبار

حضورؐ کی ساری سیرت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے حُسنِ سلوک میں بھی ہمیشہ مدارج کا لحاظ رکھا ہے۔ مخلص اور منافق۔ متقی اور غیر متقی کے ساتھ آپ ایک طرح کا سلوک نہیں کرتے تھے نہ اس کو پسند کرتے تھے۔ سارے وفودِ قبائل کی طرف سے اسلام قبول کرنے کے لئے آتے تھے مگر اُن کے ساتھ سلوک اُن کے مدارج اور خلوص کے اعتبار سے ہوتا تھا۔ تجیبؔ کے وفد کا خلوص اور اسلام کی طرف اُن کی رغبت جب اُن کے اعمال اور سوالات کے ذریعہ معلوم ہوگئی۔ تو آپ نے اُن کو تحائف بھی زیادہ دیئے۔ اور زادراہ بھی اوروں سے زیادہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت یہی ہے کہ حُسنِ سلوک میں تقوٰی اور خلوص کے مدارج کا لحاظ رکھا جائے۔ متقی اور فاسق دیندار اور بے دین کے برتاؤ میں فرق کیا جائے۔ جس کا عنداللہ راجح ہونا معلوم ہے اُس کو دُنیا کے برتاؤ میں ترجیح دینا بھی دین کی محبّت کی دلیل ہے۔ اور عدم ترجیح دمساوات دین کی طرف رغبت نہ ہونے کی دلیل ہے واللہ اعلم۔

وفد بنی سعد ہذیم من قضاعہ

واقدی ابی النعمان سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے جو بنی سعد ہذیم سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت سارے عرب پر رسول اللہؐ کا اثر قائم ہوگیا تھا۔ دو طرح کے آدمی تھے ایک وہ جنھوں نے رغبت سے اسلام قبول کیا تھا دوسرے وہ جو تلوار کے خوف سے تابع ہوگئے تھے۔

ہم لوگ جب مدینہ آئے تو شہر کے باہر ٹھہرے۔ وہاں سے پھر مسجد کی طرف آئے۔ دروازہ پر پہنچے تو اُس

وقت رسول اللہؐ مسجد کے اندر جنازہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نماز میں یہ سمجھ کر شامل نہ ہوئے کہ ابھی نہ رسول اللہؐ سے ملے ہیں نہ بیعت کی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب واپس ہوئے تو ہم لوگوں کو دیکھا۔ پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا کہ بنی سعد ہذیم۔ پوچھا کیا تم مسلمان ہو؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کیا تم اپنے بھائی کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم نے سمجھا کہ جب تک آپ کی بیعت نہ کر لیں اور مسلمان نہ ہو جائیں یہ جائز نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم جہاں بھی مسلمان ہوئے مسلمان ہو۔ اس کے بعد ہم سب نے اسلام پر رسول اللہؐ سے بیعت کی۔ اور لوٹ کر اپنے مقام کی جگہ آئے۔ مگر اسباب کی حفاظت کے لئے وہاں ایک لڑکے کو چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے رسول اللہؐ نے پھر بلایا۔ ہم اپنے ساتھی کو لے کر گئے۔ تو رسول اللہؐ نے اس کی بھی اسلام پر بیعت لی۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہؐ وہ تو ہم سب سے چھوٹا ہے۔ اور ہمارا خادم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ چھوٹا قوم کا خادم ہوتا ہی ہے۔ خدا اس کو برکت دے۔

اس کے بعد جب ہم لوگ واپس آئے تو وہ لڑکا ہمیشہ بھلائیوں میں ہم سب سے بڑھا رہا تھا۔ اور رسول اللہؐ نے اسی کو ہم سب پر امیر مقرر کر دیا تھا۔ وہی ہم سب کی امامت کرتا تھا۔ اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تھا۔

جب ہم نے رسول اللہؐ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا۔ انھوں نے ہم میں سے ہر شخص کو کئی کئی اوقیہ چاندی دی۔ جب ہم وہاں سے لوٹ کر اپنی قوم میں آئے تو خدا نے ساری قوم کو اسلام نصیب کیا واللہ اعلم۔

وفد بنی فزارہ

ابن قیم لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے لوٹے تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد آیا۔ اس میں بیس (۲۰) سے کم آدمی تھے اور انہی میں خارجہ بن حصین اور حسن بن قیس بن حصین بھی تھے۔ یہ لوگ عیینہ بن حصین کے بھائی اور بھتیجے تھے جن کا ذکر غزوہ غابہ۔ غزوہ خیبر اور غزوہ حنین وغیرہ میں بار بار ہو چکا ہے۔ یہ سب بنت الحارث کے مکان میں ٹھہرے۔ اور اسلام کا اقرار کر کے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے ان سے ان کے بلاد کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہمارے بلاد تباہ ہو گئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے۔ ہمارے

باغات ویران ہو گئے۔ اور ہمارے عیال سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ اور اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے۔ اور چاہیئے کہ آپ کا رب آپ سے ہماری سفارش کر دے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تجھ پر خرابی ہو یہ تو نے کیا کہا۔ میں تو اپنے خدائے بزرگ و برتر سے تمہاری سفارش کروں گا۔ مگر وہ کون ہے جس کے پاس خدائے ذوالجلال سفارش کرے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اُسکا عظمت و جلال سارے آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری اس حماقت اور گمراہی کے کلام پر خدا بھی ہنستا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا خدا بھی ہنستا ہے؟ حضورؐ نے کہا کہاں۔ انھوں نے کہا کہ ایسے خدا کو ہرگز نہ چھوڑو جو ہنستا ہے اس جملہ پر حضورؐ کو بھی ہنسی آگئی۔ اس کے بعد حضورؐ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کی۔ دعا میں آپ نے اپنے ہاتھ اتنے بلند کئے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔ استسقاء کے لئے جو اس وقت آپ نے دعا کی اس کے یہ الفاظ محفوظ ہیں۔

اللّٰھم اسق بلادک وبھائمک وانشر رحمتک واحی بلادک المیت اللّٰھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریئاً مریعاً طبقاً واسعاً عاجلاً غیر اٰجلٍ نافعاً غیر ضارٍ۔ اللّٰھم سقیا رحمۃ لا سقیا عذابٍ ولا ھدمٍ ولا غرقٍ ولا محق اللّٰھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء۔

وفد بنی اسد بنی اسد کے دس آدمیوں کا وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔ اس وقت رسول اللہؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے بولنے والے نے حضورؐ سے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم نے خود توحید اور رسالت کی شہادت دی۔ اور یا رسول اللہؐ ہم خود آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ نے ہم لوگوں کے پاس اپنا آدمی نہیں بھیجا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ محمد بن کعب القرضی نے کہا کہ اللہ پاک نے اُنہی کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صٰدقین ۵ وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ کہدیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ یہ تم پر خدا کا احسان ہے کہ اُس نے

تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

اِن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عیافت. کہانت. اور ضربِ الحصیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سب سے منع کیا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جاہلیت کے ایّام میں ہم لوگ یہ سب کیا کرتے تھے۔ ایک بات اور باقی رہ گئی ہے اُس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ کہا خط یعنی تحریر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو کسی نبی کی تعلیم ہے اِس سے بہتر علم اور کیا ہوگا۔

نوٹ:- (۱) عیافہ۔ عربوں کا قاعدہ تھا کہ طیور کے نام۔ طیور کے آواز۔ اور اُن کے اُڑنے کی سمت اور طریقہ سے فال لیا کرتے تھے۔ یہ اُن میں کثرت سے رائج تھا۔ اور اُن کے اشعار میں اس کا ذکر بہت آتا ہے۔ اور خاص بنی اسد کے متعلق بھی معتبر روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔ حضورؐ نے اس کو منع کر دیا۔ (۲) کہانت۔ غیب کی اور آیندہ پیش آنے والی باتوں کی خبر دریافت کرنے کا شوق عربوں میں بہت تھا۔ بہت سے کاہن تھے جو مسجع اور مقفیٰ عبارتوں میں گول گول باتیں اس طرح بتایا کرتے تھے کہ جیسا واقعہ ظاہر ہوتا اُس کے مطابق اس عبارت کی تطبیق ہو جاتی تھی اور لوگ اُن کو ہر حال میں سچّا سمجھتے تھے اُن میں بعض بڑے بڑے مشہور کاہن تھے۔ جیسے الشق اور سطیح وغیرہ حضورؐ نے کاہنوں کے پاس جانے اور سوال کرنے سے منع کر دیا اور کہانت کو غلط اور فریب قرار دیا۔ (۳) ضربِ الحصیٰ مراد شاید بیع الحصاۃ ہے۔ ایّامِ جاہلیت میں ایک قسم کی بیع یہ تھی کہ کوئی قیمت مقرر کر کے مشتری کنکری مارتا تھا جس چیز میں کنکری لگ جائے اُس کی بیع ہو جاتی تھی۔ یا زمین کی بیع میں یہ ہوتا تھا کہ مشتری کنکری پھینکتا تھا۔ جہاں تک وہ کنکری جاتی تھی وہ مشتری کی زمین ہو جاتی تھی۔ اُس بیع سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔ ابن اثیر نے نہایہ میں ان سب مفاہیم کو ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

وفد بہراء

واقدی، کریمہ بنت المقداد سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کی ماں ضباعہ بنت الزبیرؓ بن عبد المطلب نے اُن سے بیان کیا کہ یمن کے قبیلہ بہراء کا وفد آیا تو اُس میں تیرہ آدمی تھے۔ وہ لوگ مع اپنی سواریوں کے مقداد بن الاسودؓ کے دروازہ تک آئے۔ اُس وقت ہم سب لوگ اپنے گھروں میں تھے جو بنی جذیلہ میں تھا۔ مقدادؓ نکل کر گئے۔ مرحبا کہا۔ اور اُن کو وہاں اُتارا۔ اس کے

بعد آئے اور ایک بڑے پیالہ میں حیس[1] تھا جو ہم لوگوں نے اپنے لئے پکایا تھا وہ لے گئے اُن لوگوں نے اُس کو آسودہ ہو کر کھایا۔ اور پیالہ واپس آیا تو اُس میں کچھ باقی رہ گیا تھا۔ کہتی ہیں کہ جو رہ گیا تھا اُس کو ہم نے ایک چھوٹے پیالہ میں جمع کر کے اپنی لونڈی سدرہ کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ اُس وقت اُم سلمہؓ کے مکان میں تھے۔ پوچھا کہ کیا ضباعہ نے بھیجا ہے۔ سدرہ نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا رکھو۔ پھر آپؐ نے مہمانوں کا حال پوچھا۔ اس کے بعد حضورؐ نے اور جو لوگ وہاں موجود تھے سب نے آسودہ ہو کر اُس سے کھایا۔ اور سدرہ نے بھی کھایا۔ اور اُس میں کچھ بچ گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اپنے مہمانوں کے لئے لے جاؤ۔ سدرہ کہتی ہیں کہ ہم اس کو لے گئے اور جب تک مہمان مقیم رہے وہی اُن کے پاس آتا جاتا رہا اور کم نہ ہوا۔ مہمانوں نے حضرت مقدادؓ سے کہا کہ اے ابو معبدؓ! تم نے تو ایسا لذیذ کھانا ہمیں کھلایا کہ یہاں کے سوا کبھی ایسے مرغوب کھانے پر ہم قادر نہ ہوتے۔ ابو معبدؓ نے اُن سے سب حال کہا۔ اور بتایا کہ یہ لذت رسول اللہؐ کی انگلیوں کی وجہ سے ہے سب مسلمان ہو گئے۔ اور سب کو رسول اللہؐ کی رسالت کا یقین ہو گیا۔ پھر اُن لوگوں نے چند روز قیام کیا۔ فرائض سیکھے۔ تب رخصت ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خرچ مرحمت فرمایا جیسے وفود کو دیا کرتے تھے اور وہ لوگ روانہ ہو گئے۔

وفد عذرہ

صفر ۹ھ میں بارہ[12] آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں حمزہ بن النعمانؓ بھی تھے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا کہ کس قوم کے لوگ ہیں؟ اُن کے بولنے والے نے کہا کہ ہم لوگ بنو عذرہ ہیں۔ جو ماں کی طرف سے قصی کے بھائی تھے۔ ہم ہی لوگ ہیں جنھوں نے قصی کا ساتھ دیا۔ اور بطن مکہ سے خزاعہ اور بنی بکر کو نکال دیا۔ ہماری قرابتیں ہیں۔ اور ہمارے ارحام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے پہچانا نہیں۔ مرحبا اھلاً و سھلاً۔

سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے اُن لوگوں کو شام کی فتح کی بشارت دی۔ اور خبر دی کہ

---

[1] حیس۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ حیس ایک کھانا ہوتا تھا جو کھجور، چربی۔ اور ستو ملا کر پکاتے تھے۔ اور کبھی ستو کی بجائے اقط یعنی جما ہوا دودھ دیتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ہرقل اس ملک سے بھاگ جائے گا. حضورؐ نے اُن کو کاہن کے سوال سے منع کیا. اور وہ مختلف ذبائح اور قربانیاں کرتے تھے اُس سے منع کیا. اور حکم دیا کہ اضحیہ کے سوا اور کسی طرح کا ذبیحہ نہ کرو. وہ لوگ چند روز رملہ کے مکان میں ٹھہرے. پھر چلے گئے. جاتے وقت اُن کو حضورؐ نے خرچ اور زادراہ دیا جیسے وفود کو دیا کرتے تھے.

جناب مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ عذرہ شام کا مشہور مقام ہے. ہو سکتا ہے کہ بنی عذرہ وہیں رہتے ہوں. اور اسی وجہ سے مقام کا نام بھی یہی ہو گیا ہو.

وفد بلیؓ

ربیع الاوّل سنہ ۹ھ میں قبیلۂ بلی کا وفد آیا. رویفع بن ثابت البلویؓ چونکہ اُن کی قوم سے تھے. اِس لئے اُنھوں نے اُن لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرایا. اور پھر اپنے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں لے گئے. اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ میری قوم کے لوگ ہیں. حضورؐ نے فرمایا کہ مرحبا ہے تم کو اور تمھاری قوم کو اس کے بعد وہ سب مسلمان ہوگئے. حضورؐ نے اُن سے فرمایا الحمد للہ الذی ھدٰکم للاسلام فکل من مات علیٰ غیر الاسلام فھو فی النار یعنی خدا ہی کے لئے ساری تعریف ہے جس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی. جو شخص اسلام کے سوا اور کسی دین پر مرا وہ جہنمی ہے.

اُن میں ایک شخص ابوالضبیب شیخ وفد تھے. عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھ کو ضیافت کھلانے کی بڑی رغبت ہے. تو کیا اس میں میرے لئے کوئی اجر ہے. حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ہر اچھا کام جو تم کرو غنی کے لئے ہو یا فقیر کے لئے وہ صدقہ ہے. تب اُنھوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ ضیافت کی مدت کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن. اِس کے بعد جو ہو وہ صدقہ ہے. اور مہمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اِس کے بعد تمھارے یہاں ٹھہرا رہے. اور تم کو حرج پہنچائے. پھر اس کے بعد اُنھوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ میدانوں اور جنگلوں میں گم شدہ غنم یعنی بکری بھیڑ وغیرہ ملتی ہیں اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تمھاری ہوگی یا تمھارے بھائی کی یا بھیڑیے کی. پوچھا کہ اور گمشدہ اُونٹ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُس کو نہیں لے سکتے. اُس کو چھوڑ دو تا کہ اُس کا مالک تلاش کرلے.

رویفع رضؓ کہتے ہیں کہ اِس کے بعد وہ لوٹ کر پھرے مکان پر آئے۔ تو رسول اللہؐ اُن کے لئے کھجور لے کر آئے۔ اور دے گئے۔ وہ لوگ تین روز اس کے بعد رہے پھر رسول اللہؐ سے رخصت ہوئے تو حضورؐ نے اُن کو زادِ راہ وغیرہ دیا تب اپنے بلاد کی طرف لوٹ گئے۔

ضیافت کا حکم

ابو الضبیب رضؓ کے سوال اور رسول اللہؐ کے جواب سے معلوم ہوا کہ مہمان کو تین دن سے زیادہ میزبان کے یہاں ٹھہرنا حلال نہیں ہے۔ اگر میزبان کو اس سے حرج واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔ حضرت ابی شریح خزاعی کی روایت میں بھی یہ تصریح ہی جس کی صحت پر اتفاق ہے۔

غنم ضالہ کا حکم

حضورؐ نے فرمایا کہ غنم ضالہ تمھاری ہوگی یا تمھارے کسی بھائی کی یا بھیڑیئے کی اور چونکہ ضیاعِ اموال ناجائز ہے۔ اس لئے اِس کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم یا کوئی مسلمان اُس کو اپنے قبضہ میں لے لے ورنہ بھیڑیا اس کو کھا جائے گا۔ مگر اس روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ قبضہ میں لینے کے بعد اُس شخص کو اس غنم میں تصرف کا اختیار بھی ہوگا یا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں۔ پوچھا کہ یا رسول اللہؐ غنم ضالہ کے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تمھاری ہوگی یا تمھارے کسی بھائی کی۔ یا بھیڑیئے کی۔ اپنے بھائی کی گمشدہ چیز کو اُس کے لئے محفوظ رکھو۔ اِس روایت کے آخر جملہ سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوتی ہے کہ وہ غنم اپنے مالک کے مِلک میں رہے گی۔ اور اُسی کے لئے محفوظ رہے گی۔ لیکن یہ محل تامل ہے۔ اِس لئے کہ اگر اُس کا مالک فوراً مِل جائے تب تو کوئی دقت نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد نہ مِلا تو غنم کی حفاظت اور کھلانے میں جو خرچ ہوگا وہ کون دے گا۔ اور کیوں دے گا۔

اسی وجہ سے اِس بارے میں علماء کا اختلاف ہوگیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک سال اپنے پاس ہی کھلاتے اور اصل غنم کو محفوظ رکھے۔ جب مالک مِل جائے تو اُس سے خرچ وصول کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ بیچ دے اور قیمت مالک کے لئے محفوظ رکھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے تصرف میں لائے۔ ذبح کر کے کھاتے یا بیچے۔ مگر مالک کے مِلنے پر قیمت ادا کرنی ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کو اختیار ہے جو صورت مناسب ہو اور جس میں پانے والے اور مالک دونوں کی رعایت ملحوظ ہو وہ کر سکتا ہے واللہ اعلم۔

وفد ذی مرہ

حضورؐ کی خدمت میں ذی مرہ کا وفد آیا۔ اس میں تیرہ آدمی تھے۔ اور اُن کے سردار حارث بن عوفؓ تھے۔ اُن لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ہم آپ کی قوم اور عشیرت سے ہیں۔ ہم لوی بن غالب کی اولاد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر تبسم فرمایا۔ اور حارث سے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل کو کہاں چھوڑا؟ کہا کہ مقام سلاح میں۔ حضورؐ نے دریافت کیا کہ تمھارے بلاد کی کیا حالت ہے؟ کہا۔ یارسول اللہؐ خشک سالی سے تباہ ہے۔ جانوروں کے سر میں مغز باقی نہیں رہا۔ ہم لوگوں کے لئے خدا سے دُعا کیجیے۔ حضورؐ نے فرمایا اللّٰھم اسقھم الغیث۔ وہ لوگ چند روز مقیم رہے۔ جانے کا ارادہ کیا تو حضورؐ سے رُخصت ہونے کے لئے آئے۔ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو اُن میں سے ہر شخص کو دس اوقیہ چاندی دی اور حارث بن عوفؓ کو بارہ اوقیہ۔ یہ لوگ لوٹ کر اپنے وطن گئے تو دیکھا کہ وہاں پانی برسا ہے اور علاقہ سرسبز ہے۔ دریافت کیا کہ پانی کب برسا تو معلوم ہوا کہ اُسی روز پانی برسا تھا جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے دُعا کی تھی۔

وفد خولان

شعبان سنہ ۱۰ھ میں خولان کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اُس میں دس آدمی تھے اُنھوں نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ہم خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لائے ہیں۔ اور اُس کے رسولؐ کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے اونٹوں پر سفر کیا۔ سخت و نرم زمین پر چلے اور سفر کی تمام تکلیفیں برداشت کیں۔ صرف اس لئے کہ آپ کی زیارت کریں۔ یہ خدا اور خدا کے رسولؐ کا ہم پر احسان ہے کہ ہم کو یہ توفیق ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کی تکلیفوں کا جو تم نے ذکر کیا۔ سو اللہ پاک نے تمھارے اُونٹوں کے ہر قدم کے بدلے تمھارے لئے ایک نیکی لکھی ہے۔ اور جو تم نے میری زیارت کا ذکر کیا۔ سو جس نے مدینہ میں میری زیارت کی وہ قیامت کے روز میرے جوار میں ہوگا۔

اِس کے بعد حضورؐ نے اُن سے عم انس کے بارے میں پوچھا۔ عم انس خولان کا بُت تھا جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ اُس کو تو خدا نے بدل دیا اب تو ہم آپ کے لائے ہوئے احکام کے تابع ہیں۔ بعض بوڑھے مرد اور بعض بوڑھی عورتیں اُس کے تابع رہ گئی ہیں۔ ہم واپس جائیں گے تو اُس کو بالکل منہدم کر دیں گے۔

اُنھوں نے پھر بیان کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم لوگ تو عم انس کی وجہ سے بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے بڑی سخت خشک سالی تھی تو ہم لوگوں نے مقدرت کے موافق مال جمع کیا اور ایک سو بیل خریدے۔ اور سب کو ایک روز عم انس کے لئے قربانی کر کے چھوڑ دیا۔ اُن کو درندے کھاتے رہے۔ حالانکہ ہم لوگ درندوں سے زیادہ حاجتمند تھے۔ اتفاقیہ دوسرے روز پانی برس گیا۔ کہنے والے کہنے لگے کہ عم انس نے ہم پر انعام کیا۔

اور اُن لوگوں نے ذکر کیا کہ ہماری قوم اپنے جانوروں اور کھیت میں ایک حصّہ عم انس کا مقرر کرتی تھی اور ایک حصہ اللہ پاک کا زراعت کرتی تو ایک طرف عم انس کا حصّہ چھوڑ دیتی تھی اور ایک طرف اللہ پاک کا۔ کبھی ہوا پلٹتی تو اللہ پاک کا حصّہ بھی عم انس کے لئے کر دیتی مگر عم انس کا حصہ اللہ پاک کے لئے کبھی نہیں کرتی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے متعلق میرے پاس خُدا نے وحی بھیجی ہے۔

وجعلوا للہ مما ذراء من الحرث والانعام نصیبا الآیہ۔

اُنھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم اپنے جھگڑوں میں عم انس کو حکم بناتے تھے تو وہ بولتا تھا اور فیصلہ کرتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تم سے شیطان بولتا تھا۔

اس کے بعد اُنھوں نے فرائض سیکھے۔ اور حضورؐ نے اُن کو چند باتوں کی تاکید فرمائی۔ کہ عہد کرو تو اُس کو پورا کرو۔ ہمیشہ امانت ادا کرو۔ جوار کا پورا پورا خیال رکھو۔ اور کسی پر کبھی ظلم نہ کرو۔ الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ۔ پھر جب وہ رخصت ہوئے تو حضورؐ نے اُن کو زادِ راہ دیا۔ وہ لوگ اپنی قوم میں گئے تو کمر کھولنے سے پہلے عم انس کو منہدم کیا۔

وفد محارب حجۃ الوداع کے سال حضورؐ کی خدمت میں محارب کا وفد آیا۔ عربوں میں یہ لوگ بڑے شدید اور بد اخلاق تھے۔ ابتداء اسلام میں جب حضورؐ قبائل میں گھوم کر اسلام پیش کر رہے تھے تو اُن لوگوں نے حضورؐ کے ساتھ بڑی سختی کی تھی۔ اس وفد میں دس آدمی تھے اور اپنی قوم کی طرف سے نائب ہو کر آئے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک یہ لوگ رسول اللہؐ کی مجلس میں حاضر رہے تو اُن میں سے ایک شخص کو رسول اللہؐ نے پہچانا۔ اور اُس کو دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ جب محاربی نے اس طرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف دیکھتے دیکھا تو پوچھا کہ یا رسول اللہؐ شاید آپ میرے متعلق کچھ خیال فرما رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ شاید میں نے تم کو کہیں دیکھا ہے۔ محاربی نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم آپ نے مجھے دیکھا ہے اور گفتگو کی ہے۔ اور میں نے آپ سے گفتگو کی ہے۔ بڑی قبیح گفتگو۔ اور میں نے آپ کو رد کیا ہے۔ بُرا ردّ عکاظ میں۔ یہ اُس وقت جب آپ قبائل میں گھوم کر اسلام پیش کر رہے تھے۔ اور اسی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ اُس وقت ہمارے ساتھیوں میں کوئی شخص ہم سے زیادہ آپ کا اور اسلام کا دشمن نہ تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے باقی رکھا کہ میں نے آپ کی تصدیق کی۔ دوسرے لوگ جو اُس وقت میرے ساتھ تھے وہ سب اپنے دین پر مَر گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قلوب خُدائے عزّوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ محاربی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ خدا سے دعا کیجئے کہ میری مغفرت کرے اور جو برتاؤ میں نے آپ کے ساتھ کیا ہے اُس کو معاف کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اِسلام پہلے کفر کی باتوں کو مٹا دیتا ہے۔ اِس کے بعد وہ لوگ اپنے اہل کی طرف لوٹ گئے۔

وفدِ صُداء

۸ھ میں صُداء کا وفد آیا۔ قصّہ یوں ہے کہ جب جعرانہ سے حضورؐ واپس آئے تو مختلف اطراف میں آپ نے بعوث روانہ کئے۔ اُس وقت چار سو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ نے قیس بن سعد بن عبادہؓ کے ماتحت قناۃ کی طرف روانہ کی۔ اُن کے لئے ایک سفید علم دیا۔ اور کئی سیاہ جھنڈیاں بھی دیں۔ اور اُن کو یہ بھی حکم دیا کہ یمن کے علاقہ میں اُس طرف بھی جانا جہاں صُداء ہیں۔ صُداء کے ایک شخص کو جیش کا اور اس حکم کا علم ہوا تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ میں اپنی قوم کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ اپنے جیش کو واپس بُلا لیجئے۔ میں اپنی قوم کو لے کر خود خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ رسول اللہؐ نے قیس بن سعدؓ کو قناۃ سے واپس بُلا لیا۔ اِس کے بعد صدائی گئے اور اپنی قوم کے پندرہ ۱۵ آدمیوں کو لے کر پھر حاضر ہوئے یہ سب سعد بن عبادہؓ کے یہاں ٹھہرے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب نے اِسلام کی بیعت کی۔ اور اپنی قوم میں اشاعتِ اسلام کا ذمہ لیا۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو اُن میں اِسلام خوب پھیل گیا۔ اور حجۃ الوداع میں اُن کے ایک سو ۱۰۰ آدمی آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے یہ تمام تفصیل واقدی نے بنی المصطلق کے ایک شخص سے روایت کی ہے۔

اور زیاد بن الحارث الصدائی جنھوں نے حضورؐ سے حبش کی واپسی کی استدعا کی تھی وہ کہتے ہیں کہ جب مَیں اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر آیا تو رسول اللہؐ نے کہا کہ اے اخو صدا۔ تمھاری قوم تمھاری خوب اطاعت کرتی ہے۔ مَیں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ یہ خدا اور خدا کے رسولؐ کا احسان ہے۔

یہ زیادؓ رسول اللہؐ کے ساتھ بعض سفر میں بھی رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ کے ساتھ مَیں نے شب کے وقت سفر کیا۔ مَیں قوی آدمی تھا اس لئے اور لوگ تو متفرق ہو جاتے تھے مگر مَیں برابر ساتھ رہتا تھا۔ چلتے چلتے صبح کا وقت ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اذان دو۔ مَیں نے اونٹ ہی پر اذان دی۔ اور پھر چلتے رہے۔ ایک جگہ حضورؐ اترے اور حاجت ضروری کے لئے گئے۔ جب واپس آئے تو پوچھا کہ تمھارے پاس پانی ہے۔ مَیں نے کہا کہ ہاں تھوڑا سا ہے۔ کہا کہ لاؤ تو میرے پاس جو کچھ پانی تھا وہ مَیں نے آپ کے ظرف میں دیدیا۔ اتنے میں اور اصحاب بھی آ گئے۔ آپ نے اپنی ہتھیلی اُس پر رکھی تو مَیں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے بیچ سے چشمہ کی طرح پانی نکل رہا تھا۔ پھر آپ نے وضو کیا۔ اور فرمایا کہ پکارو جس کو وضو کرنا ہو وہ آکر وضو کر لے حتیٰ کہ تمام صحابہؓ نے آکر وضو کیا۔ اس کے بعد بلالؓ آئے اور چاہا کہ اقامت کہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اخو صدا نے اذان کہی ہے۔ اور جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔ تب مَیں نے اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

یہی زیاد ابن الحارثؓ الصدائی کہتے ہیں کہ مَیں رسول اللہؐ سے استدعا کرتا تھا کہ مجھ کو میری قوم کا امیر بنا دیجئے اور تحریر لکھدیجئے تاکہ صدقہ وصول کر سکوں۔ حضورؐ نے مجھ کو امیر بھی بنا دیا اور تحریر بھی لکھ کر دی۔ لیکن اُس وقت جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے امارت میں خیر نہیں ہے۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھ کو صدقہ میں سے کچھ عنایت فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کی تقسیم کو خدا نے نہ اپنے فرشتہ مقرب پر چھوڑا ہے نہ نبی مُرسل پر۔ اس کے آٹھ حصے مقرر کر دیئے ہیں اگر تم اُن میں سے ہو تو ہم تمھیں دیں۔ اور اگر تم غنی ہو تو یہ سر کا درد ہے اور پیٹ کی بیماری ہے۔

مَیں نے جب یہ دونوں باتیں سُنیں تو کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ آپ کی تحریر حاضر ہے واپس لے لیجئے۔ حضورؐ

نے فرمایا کہ کیوں۔ میں نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ مسلم کے لئے امارت میں خیر نہیں ہے اور میں مسلم ہوں۔ اور آپ نے فرمایا کہ غنی کے لئے صدقہ صداع راس اور داء بطن ہے اور میں غنی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں بات وہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ اور تحریر واپس لے لی۔ پھر کہا کہ اچھا اپنی قوم کے کسی اور شخص کو بتاؤ جس کو عامل بناؤں۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کا نام بتا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی کو عامل مقرر کر دیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا ایک کنواں ہے وہ جاڑے کے لئے کافی ہے مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس لئے سب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ اسلام ابھی ہم لوگوں میں بہت قلیل ہے اور منتشر ہونے میں خطرہ ہے اس لئے ہم لوگوں کے کنوئیں کے لئے خدا سے دُعاء کیجیے آپ نے سات کنکریاں طلب کیں۔ اُن کنکریوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملا۔ اور پھر دیدیا۔ اور فرمایا کہ خدا کا نام لے کر ایک ایک کنکری اُس کنوئیں میں ڈال دینا۔ زیاد صدائی کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا۔ اور اُس کے بعد سے آج تک اُس کے پانی کی گہرائی کا ہم کو اندازہ نہ ملا واللہ اعلم۔

بعض مسائل

اس قصہ سے بعض مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور بعض فوائد معلوم ہوتے ہیں اُن کو اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ [۱] اس سے معلوم ہوا کہ سواری پر اذان جائز ہے جیسا کہ صدائی نے دی۔ [۲] اس سے معلوم ہوا کہ فوج جب کوچ کی حالت میں ہو تو یہ جائز ہے کہ ایک مقام پر اذان کہی جائے اور اس کے بعد سفر جاری رکھا جائے۔ اور نماز آگے بڑھ کر کسی مقام میں پڑھی جائے۔ [۳] اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے کیونکہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو روک دیا۔ اور صدائی نے اذان کہی تھی اُنہی کو اقامت کے لئے کہا اور یہ بھی فرمادیا کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔ مگر اس کے خلاف بھی جائز ہے۔ [۴] مسند امام احمدؒ میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ اور اقامت حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہی۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواہش ظاہر کی حضورؐ نے اُن کو اقامت کہنے کی اجازت دیدی۔ [۵] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص امارت کا سوال کرے اُس کو امیر بنانا جائز ہے۔ زید بن الحارث الصدائیؓ نے اپنی امارت چاہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُن کو امیر بنا دیا۔ اور یہ اُس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو اپنا عامل نہیں بناتا جو خود امارت کا خواہشمند ہو۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے حظِ نفس کے لئے امارت چاہے وہ نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن جو شخص مصالحِ عامہ اور خدمتِ خلق کے لئے محض نیک نیتی سے اس کی خواہش ظاہر کرے وہ یقیناً اس کا مستحق ہے۔ اور امام اِس فرق کو دریافت کر سکتا ہے کہ اس کی نیت کیسی ہے۔ اسی قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم عمّال کی شکایت امام تک پہنچانا جائز ہے۔ کیونکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی حضورؐ نے نہ اُس کو منع کیا نہ ناخوشی ظاہر کی۔ اِسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امارت اور ولایت کا ترک کرنا ایک مومن کے لئے اِس کے قبول کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ زیاد صُدائی رضؓ نے کیا۔ اِسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ دینے سے قبل یہ جان لینا چاہیئے کہ طالب مصرفِ صدقہ ہے یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب صدقہ سے اِسی لئے دریافت کیا۔ اِسی قصہ میں ایک معجزہ کا ذکر ہے کہ حضورؐ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی نکلا۔ اور تھوڑا سا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ جیش کے تمام لوگوں نے اُس سے وضو کیا۔ یہ معجزہ حضورؐ سے بہت دفعہ ظاہر ہوا ہے۔ مختلف مقامات میں اور بہت سے صحابہؓ نے دیکھا ہے۔ مگر ہر دفعہ یہ ہوا کہ پہلے سے تھوڑا پانی تھا۔ یا حضورؐ نے تھوڑا پانی کسی سے لے لیا اور اُس میں ہاتھ دیا تو وہ اس کی برکت سے بہت زیادہ ہو گیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خشک برتن سے پانی ظاہر ہوا ہو۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر اس کی وجہ بیان کرنے میں ایک عجیب نکتہ لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مطلق پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کا پیدا کرنا تخلیق کی صفت ہے۔ اور وہ صفت خدا کے لئے مخصوص ہے۔ اور پانی میں زیادتی برکت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتی واللہ اعلم۔

وفد غسّان

غسّان عربوں کا ایک بڑا اور زبردست قبیلہ تھا۔ یہ سب نصرانی تھے۔ اور قیصر کی طرف سے عرب کے ایک علاقہ پر حکومت کرتے تھے رمضان سنہ ۱۰ھ میں غسّان کے تین آدمی حضورؐ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ معلوم نہیں کہ ہماری قوم قبول کرے گی یا نہیں۔ وہ تو اِس بات کے خواہشمند ہیں کہ اُن کا ملک باقی رہے۔ اور قیصر کا تقرب حاصل رہے۔ بہرکیف حضورؐ

جس طرح وفود کو اخراجات دیا کرتے تھے اُن کو بھی دے کر رخصت کیا۔ یہ لوگ واپس گئے مگر اُن کی قوم نے اُن کی باتیں نہ سُنیں اور مسلمان نہ ہوئے۔ یہ لوگ مسلمان رہے مگر پوشیدہ۔ اُن میں سے دو شخصوں کا انتقال ہو گیا اور دونوں مُسلمان مرے۔ تیسرے حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں جب یرموک کی جنگ تھی اس وقت یرموک آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ سے ملے اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔

وفد سلامان

حضورؐ کی خدمت میں سلامان کا وفد آیا۔ اس میں سات آدمی تھے سب مسلمان ہوئے اور انہی میں حبیب ابن عمرؓ بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ فرمایا کہ نماز ٹھیک وقت پر ادا کرنا۔ اور اس کے بعد طویل حدیث بیان کی ہے۔ اُن لوگوں نے اُس روز ظہر اور عصر کی نماز رسول اللہؐ کے ساتھ پڑھی۔ حبیبؓ کہتے ہیں کہ ظہر کے قیام سے عصر کی نماز ہلکی تھی۔ ان لوگوں نے رسول اللہؐ سے اپنے بلاد کے خشک سالی کی شکایت کی۔ حضورؐ نے اُن کے بلاد کے لئے پانی کے واسطے دُعا کی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تین روز قیام کیا برابر رسول اللہؐ کی طرف سے ضیافت جاری رہی۔ جب رخصت ہوئے تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ دیا۔ اور عذر کیا کہ آج ہمارے پاس مال نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ اس سے زیادہ اور اس سے بہتر مال اور کیا ہوگا۔ اس کے بعد ہم لوگ اپنے بلاد میں آتے تو یہاں پانی برسا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ اُسی روز برسا تھا جس روز رسول اللہؐ نے دُعا کی تھی۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ وفد ۱۰ھ کے شوال میں آیا تھا۔

وفد بنی عبس رضؓ

بنی عبس کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یارسول اللہؐ ہمارے قرّاء نے ہمیں خبر دی ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا اسلام مقبول نہیں ہے۔ اور ہم لوگوں کے پاس اموال اور مویشی ہیں۔ اور وہی ہماری معیشت ہے۔ تو اگر یہ خبر صحیح ہے کہ اسلام بغیر ہجرت کے مقبول نہیں ہے۔ تو اُن سب کے رکھنے میں ہمارے لئے خیر نہیں ہے۔ اُن سب کو بیچ کر ہم سب کے سب ہجرت کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جہاں رہو خدا سے ڈرتے رہو۔ پھر اُن سے رسول اللہؐ نے دریافت کیا کہ

خالد بن سنان کا کوئی شخص ہے یا نہیں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں۔ صرف ایک لڑکی تھی مگر اُسی پر اُن کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وہ نبی تھے اُن کی قوم نے اُن کو ضائع کر دیا۔

وفد غامد واقدی کہتے ہیں کہ سنہ ۱۰ ہجری میں غامد[1] کا وفد آیا۔ وہ دس آدمی تھے اور بقیع غرقد میں ٹھہرے تھے۔ پھر وہاں سے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور سواری و اسباب کے پاس اپنے ایک کم عمر آدمی کو چھوڑ دیا۔ وہ سو گیا۔ اتنے میں ایک چور آیا اور ایک شخص کا بیگ[2] چرا کر لے گیا۔ جس میں اس کے کپڑے تھے۔

یہ سب رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچے سلام کیا۔ پھر حضورؐ نے اُن کو ایک تحریر دی جس میں احکام شریعت کی تعلیم تھی۔ اس کے بعد حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے اپنے اسباب کے پاس کس کو چھوڑا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم میں ایک کم عمر شخص ہے اُس کو وہاں چھوڑ دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ سو گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور ایک آدمی کا بیگ اُٹھا کر لے گیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہؐ بیگ تو میرے سوا اُن لوگوں میں سے اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضورؐ نے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ بیگ چور لے گیا تھا مگر پھر مل گیا۔ اور اپنی جگہ آ گیا۔

یہ لوگ جلد اپنے مال کے پاس آئے۔ لڑکے کو دیکھا۔ حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ ہم نیند سے چونکے تو دیکھا کہ بیگ نہیں ہے۔ تلاش میں نکلے۔ ایک آدمی کو کچھ دور پر دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس طرف چلے تو وہ ہم کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ ہم اُس مقام پہ پہنچے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا کہ زمین کھدی ہوئی ہے اُس کو دیکھا تو اُس میں وہی بیگ تھا ہم نکال کر لے آئے۔ سب نے کہا کہ بلاشبہ یہ رسولِ برحق ہیں۔ وہ لڑکا جو باقی رہ گیا تھا وہ بھی آ کر مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو حکم دیا۔ اُنھوں نے اُن سب کو قرآن

---

[1] غامد بغین معجمہ ۱۲ منہ۔

[2] اصل روایت میں عیبۃ ہے اور قاموس میں ہے العیبۃ زبیل من ادم ونحوہ وما یجعل فیہ الثیاب یعنی عیبہ چمڑے یا اور کسی چیز کے تھیلے کو کہتے ہیں جس میں کپڑا رکھا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

پڑھنا سکھایا۔ اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح وفود کو دیا کرتے تھے اُن کو بھی خرچ دیا اور یہ سب اپنے بلاد کو واپس چلے گئے۔

وفد ازد

ابو نعیم اور ابو موسی المدینی علقمہ بن یزید بن سوید الازدی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ یزید سے۔ اور وہ اُن کے دادا سوید بن الحارث سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سات آدمی اپنی قوم کی طرف سے ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ کے پاس گئے جب گفتگو ہوئی تو حضور ہمارے طرز اور روش سے بہت خوش ہوئے۔ اور پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم سب مومن ہیں حضورؐ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا کہ ہر قول کی کچھ حقیقت ہوتی ہے آخر تمہارے ایمان اور اس دعوے کی کیا حقیقت ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں۔ پانچ وہ جن پر آپ کے رسول نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ وہ جن پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جو ایامِ جہالت سے اب تک ہم میں ہیں لیکن آپ اگر ان میں سے کسی کو بُرا سمجھیں تو چھوڑ دوں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا کیا ہیں؟ ہم نے کہا کہ جن پانچ پر ایمان لانے کا آپ کے رسولوں نے حکم دیا وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اُس کے فرشتوں پر۔ اُس کی کتابوں پر۔ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائیں۔ اور اِس بات پر ایمان لائیں کہ مرنے کے بعد پھر انسان اُٹھایا جائیگا۔ اور اُس کے اعمال کا حساب ہوگا۔ اور جن پانچ پر عمل کا حکم دیا وہ یہ ہیں کہ ہم لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کریں۔ نمازیں ادا کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ روزہ رکھیں اور مقدرت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ جو خصلتیں جہالت کے ایام سے تم میں ہیں وہ کیا ہیں؟ ہم نے کہا۔ الشکر عند الرخاء۔ والصبر عند البلاء۔ والرضاء بمر القضاء۔ والصدق فی مواطن اللقاء۔ وترک الشماتۃ بالاعداء۔ یعنی جب اللہ فراغت دے تو شکر ادا کرنا۔ بلا کے وقت صبر کرنا۔ قضاء الٰہی پر راضی ہونا۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنا۔ اعداء کو گالی نہ دینا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جن لوگوں کی یہ تعلیم ہے وہ حکماء تھے۔ علماء تھے۔ اُن کی سمجھ انبیاء کی سی تھی۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ میں پانچ خصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ بیس پوری ہو جائیں۔ لا تجمعوا مالا تاکلون۔ ولا تبنوا مالا تسکنون۔ ولا تنافسوا فی شیٔ انتم عنہ غداً تزولون۔ و اتقوا اللہ الذی الیہ ترجعون۔ وارغبوا فی ما علیہ تقدمون وفیہ تخلدون۔ یعنی وہ چیز جمع

نہ کرو جو تم کھاؤ گے نہیں۔ وہ عمارت نہ بناؤ جس میں تم رہو گے نہیں۔ ایسی چیز کے لئے لڑائی نہ کرو جس سے کل تم جُدا ہو جاؤ گے۔ خُدا سے ڈرو جس کی طرف تم کو جانا ہے۔ اُس چیز کی رغبت کرو جس کی طرف تم کو جانا ہے اور جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

وفد بنی المنتفق

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ بن احمد نے روایت کیا ہے کہ لقیط بن عامر۔ اور اُن کے ایک ساتھی نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ کی خدمت میں گئے لقیط بن عامر کہتے ہیں کہ ہم جب پہنچے تو رسول اللہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تھے آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے اور فرمایا کہ ایّہا الناس! چار روز سے میں اپنی زبان روکے ہوتے تھا۔ آج جو کہتا ہوں غور سے سُنو۔ اور آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص تم میں ایسا ہے جس کو کسی قوم نے وفد بھیجا ہو۔ سب نے اس پر مجھ سے کہا کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی اپنے یا اپنے ساتھی کے بات میں نہ پھنس جائے۔ سُن رکھو۔ مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے تبلیغ کی یا نہیں۔ پھر آپ نے سب کو کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ تو سب بیٹھ گئے۔ لیکن میں اور میرے ساتھی کھڑے رہے۔

میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو علم غیب نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مفاتیح غیب خدا کے قبضہ میں ہیں اور پھر آپ نے اُن پانچ چیزوں کو بتایا جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور نے موت اور حشر و نشر کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں۔ لقیط کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے جسم کے ریزے ریزے ہو جائیں گے۔ ہوا۔ بلا۔ اور درندے اس کو کہیں سے کہیں منتشر کر دیں گے۔ تو خداوند کریم ہمارے اجزا کو پھر کیونکر جمع کرے گا۔ حضور نے فرمایا کہ میں تم کو یہ بات خدا کی دی ہوئی نشانیوں سے سمجھاتا ہوں۔ ایک سرسبز زمین درخت اور پودوں سے بھری رہتی ہے۔ مگر پھر اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ تم سمجھنے لگتے ہو کہ یہ زمین اب کبھی زندہ اور شاداب نہ ہو گی۔ اس کے بعد خداوند کریم پانی برسا دیتا ہے۔ اور وہی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اور تمام درخت اور پودے نکل آتے ہیں۔ تو خداوند کریم جو گھاس اور پودوں کے اجزا کو

جمع کر کے ہے وہ تمہارے منتشر اجزا کو جمع کرنے پر بھی ویسی ہی قادر ہے۔ تم لوگ اپنی قبروں سے نکلو گے اور خداوند کریم کے سامنے حاضر ہوگے۔ وہ تم کو دیکھے گا اور تم اُس کو دیکھو گے۔ لقیط کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ کیسے ہوگا؟ ہماری تعداد اتنی ہے کہ اس سے ساری زمین بھر جائے گی۔ اور خدا کی ایک ذات ہے پھر کیونکر وہ ہم سب کو دیکھے گا۔ اور ہم سب اُس کو دیکھیں گے۔ فرمایا کہ آفتاب اور چاند کو ساری دُنیا ایک دفعہ دیکھتی ہے۔ اور وہ سب کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں۔ یہی ایک مثال سمجھ لو۔ تب لقیط نے پوچھا کہ جب ہم خُدا کے سامنے ہوں گے تو خُدا ہمارے ساتھ کیا کرے گا یا رسول اللہؐ۔ اِس کے جواب میں حضورؐ نے حشر کی کیفیت۔ اُس روز مومن اور کافر کا حال۔ اعمال کے حساب کا طریقہ۔ صراط سے گزرنے کا حال۔ حوضِ کوثر کی صفت۔ اور اُس روز خداوند کریم کے جلال و جبروت کی حالت کی تفصیل بیان کی۔ لقیط نے پُوچھا کہ ہماری نیکی اور بُرائی کا بدلہ کیونکر ملے گا یا رسول اللہؐ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس اور ایک بُرائی کا بدلہ ایک لیکن یہ کہ اُس کو بھی خداوند کریم معاف کر دے۔ لقیط کہتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا کہ جنت و دوزخ کیا ہے یا رسول اللہؐ؟ فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ اور ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ستّر برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ اور جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ اور ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ستّر برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ لقیط کہتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا کہ جنت میں کیا ہے یا رسول اللہؐ؟ فرمایا کہ عسلِ مصفّٰی کی نہریں ہیں۔ اور شراب کی نہریں ہیں جس سے نہ دردِ سر ہو نہ ندامت۔ دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ ماء آسن ہے یعنی ایسا پانی جو کبھی خراب نہیں ہوتا۔ ہر قسم کے میوے ہیں پاک بیبیاں ہیں۔ اور ہر طرح کی بھلائیاں ہیں جن کی مثال نہیں ہو سکتی۔ تب پُوچھا کہ یا رسول اللہؐ ہم آپ کی بیعت کس بات پر کریں؟ حضورؐ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ نماز کے قائم کرنے پر۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے پر۔ اور اس بات پر کہ کسی کو خُدا کا شریک نہ بنائیں گے۔ لقیط نے کہا کہ اور مجھ کو مشرق و مغرب میں اختیار ہوگا۔ (اتنا سُن کر حضورؐ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور سمجھا کہ میں ایسی شرط کر رہا ہوں جو ناممکن ہے۔ کہ جہاں چاہوں جاؤں۔ اپنے نفس اور اپنے ارادہ کے سوا اور کوئی روک نہ ہو) (جب یہ کہا تو حضورؐ نے پھر ہاتھ پھیلایا) کہا کہ ہاں تم کو یہ اختیار ہوگا کوئی روک

نہ ہوگی۔ اِس کے بعد حضورؐ نے گزشتہ لوگوں کے نجات وعدم نجات کا حال۔ انبیاء متقدمین اور ان کی قوم کی حالت۔ قریش۔ بنی عامر۔ اور دوس کے متقدمین کا تذکرہ کیا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے مضمون اور مفہوم ہی سے یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اس کا صدور مشکوٰۃ نبوت سے ہوا ہے۔ مضامین کی جلالت و عظمت خود اس کی صحت کی دلیل ہے۔ دو بزرگوں نے اِس حدیث کو روایت کیا ہے۔ عبدالرحمٰن ابن المغیرہ بن عبدالرحمٰن المدنی اور ان سے ابراہیم بن حمزہ الزبیری نے روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کبار علماء مدینہ سے ہیں۔ دونوں ثقہ ہیں۔ دونوں سے امام الحدیث امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے۔

یہ حدیث بہت طویل ہے۔ اور اس میں صفاتِ باری تعالیٰ۔ حالاتِ بعثت بعد الموت۔ حالاتِ حشر۔ حقیقتِ صراط وغیرہ کے متعلق حضورؐ کے بعض اہم ارشادات ہیں۔ اور یہ کہ جنت میں توالد و تناسل ہوگا یا نہیں۔ خلودِ جنت اور خلودِ نار کا مفہوم اور دوسرے دقیق مباحث کے متعلق بھی اشارات ہیں۔ لیکن ان ارشادات اور اشارات کو سمجھنے کے لئے بسیط توضیح کی ضرورت تھی اِس لئے مَیں نے پوری روایت کو بعینہٖ لکھنا مناسب نہ سمجھا۔ بعض علماء نے اِس روایت کے مضمون اور سند پر کلام بھی کیا ہے۔ اور بعضوں نے قبول کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ روایت قابل احتجاج ہے۔ واللہ اعلم۔

وفدِ نخع

نخع بنون وخاء معجمہ مفتوحہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اِس قبیلہ کا وفد نصف محرم سنہ ۱۱ھ میں آیا۔ اور وہ سب سے آخری وفد تھا۔ اُس میں دو سو آدمی تھے سب آکر دار الضیافت میں ٹھہرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اِسلام کا اقرار کیا کیونکہ یہ لوگ پہلے ہی حضرت معاذ ابن جبلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔

ان لوگوں میں ایک شخص زرارہ بن عمرو تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں نے اس سفر میں عجیب عجیب خواب دیکھے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں؟ کہا کہ ایک یہ دیکھا کہ مادہ گدھی نے ایک بچہ دیا ہے جو سیاہ سُرخی مائل ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم ایک حاملہ لونڈی کو گھر چھوڑ آئے ہو؟ کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کو لڑکا ہوا ہے اور تمہارا ہی لڑکا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اس رنگ کا

کیا مطلب ہے یارسول اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے نزدیک آجاؤ۔ جب وہ نزدیک ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم کو برص ہے جس کو تم لوگوں سے چھپاتے ہو۔ انھوں نے تعجب سے کہا کہ یارسول اللہ خدا کی قسم یہ تو کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ اور آپ کے سوا اور کسی کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ رنگ اسی وجہ سے ہے۔

انھوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ نعمان ابن المنذر بالی اور زیورات پہنے ہوئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ عرب کا ملک ہے جو اپنی بہترین شکل و صورت کی طرف لوٹا ہے۔ اور اس کی اچھی زینت ہوئی ہے۔

زرارہ بن عمروؓ نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت۔ بڑے لمبے بال والی زمین سے نکلی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ عرب کے سوا دوسرے ملکوں کی حالت ہے۔

اُنھوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ زمین سے ایک آگ نکلی ہے اور وہ میرے اور میرے لڑکے عمرو کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ فتنہ ہے جو آخر میں ظاہر ہوگا۔ پوچھا فتنہ کیا یارسول اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ اور مسلمان آپس میں خونریزی کریں گے۔ ایک مسلمان کا قتل کرنا دوسرے مسلمان کو پانی پینے سے زیادہ مرغوب ہوگا۔ اگر تمھارا لڑکا پہلے مرگیا تو تم اُس فتنہ کو دیکھو گے۔ اور اگر پہلے مرگئے تو تمھارا لڑکا دیکھے گا۔ زرارہ بن عمروؓ نے کہا کہ یارسول اللہ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ یہ فتنہ ہمیں نہ دکھائے۔ حضورؐ نے دُعا کی کہ اے اللہ! ان کو فتنہ نہ دکھا۔ چنانچہ اُن کا کچھ روز کے بعد انتقال ہوگیا۔ لیکن اُن کا لڑکا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے ساتھ تھا واللہ اعلم۔

کتاب حجۃ الوداع

سنہ ہجری میں آپ نے حج ادا کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ اور ہجرت کے بعد یہی آپ کا پہلا حج بھی تھا۔ اسلام کی تکمیل۔ آخری وصیت۔ اہم اسلامی احکام کا اظہار۔ اور بے شمار دوسرے فوائد ہیں جن کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ ذرا وضاحت سے حجۃ الوداع کا ذکر کردوں۔ مگر

حجۃ الوداع کو سمجھنے کے لئے اس سے پہلے حج وعمرہ کے متعلق چند فوائد۔ اور اس کے متعلق صحابہ کرام کے بعض اختلافات کا پہلے ذکر مناسب ہے تاکہ واقعات اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیں۔

حج و عمرہ

اقرار شہادت کے بعد اسلام کے چار عظیم الشان ارکان ہیں اُن میں سے ایک حج بھی ہے یعنی نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ۔ حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے۔ اور اس کا وقت شوال۔ ذیقعد۔ اور ذی الحجہ کے دس دن ہے۔ اور عمرہ سنت مؤکدہ ہے اور سال کے ہر حصہ میں ادا کیا جاسکتا ہے البتہ امام ابوحنیفہؒ صاحب کے نزدیک یوم عرفہ اور اس کے بعد کے چار دن اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حج میں احرام۔ وقوف عرفہ۔ اور طواف زیارت فرض ہے اور وقوف مزدلفہ۔ سعی بین الصفا والمروہ رمی جمار۔ طواف صدر آفاقی کے لئے۔ اور حلق یہ سب واجب ہیں۔ لیکن عمرہ کے ارکان صرف دو ہیں۔ طواف اور سعی البتہ احرام اس سے پہلے شرط ہے اور حلق یا قصر اس کے بعد۔ عمرہ میں وقوف عرفہ وغیرہ نہیں۔ ہیں۔

فقہاء کی اصطلاح میں حج کی تین قسمیں قرار پاگئی ہیں۔ قران۔ تمتع اور افراد۔ یعنی حج کے ساتھ اگر عمرہ کی نیت بھی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ دونوں کے مناسک ایک ساتھ ادا کرنے کی نیت ہو تو قران ہے۔ اور دونوں کے مناسک علیحدہ علیحدہ ادا کرنے کی نیت ہو تو تمتع ہے۔ اور حج کے ساتھ عمرہ نہ ہو تو افراد ہے۔

حج اسلام سے پہلے بھی کفار قریش بلکہ کفار عرب میں رائج تھا۔ اور اسلام کے بعد جبتک حضورؐ مکہ میں رہے حج کو منع نہ فرمایا۔ بلکہ ہجرت حبشہ کی روایتوں میں معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت جعفر صادق نے نجاشی کے سامنے حضورؐ کی تعلیمات کا ذکر کیا تو اس میں حج کا بھی ذکر کیا۔ البتہ جب تک آپ مکہ میں تھے حج فرض نہ تھا۔ اور یہ امر مشتبہ ہے کہ ہجرت سے قبل خود حضورؐ نے کبھی حج ادا کیا یا نہیں۔

ترمذی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ایک روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے تین حج کئے دو حج ہجرت سے قبل اور ایک ہجرت کے بعد۔ اور اس آخری حج کے ساتھ عمرہ بھی تھا۔ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ سفیان کی طرف منسوب ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے محمدؒ یعنی بخاری سے اس حدیث کے متعلق

دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ ثوریؒ[1] کے مرویات میں اس روایت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے واللہ اعلم۔

حضورؐ کا عمرہ

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہجرت کے بعد حضورؐ نے حجۃ الوداع کے سوا اور کوئی حج ادا نہیں کیا۔ اور اِس پر بھی اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع سنہ ۱۰ ہجری میں ہوا۔ لیکن عمرہ آپ نے چار مرتبہ کیا ہے۔ ایک حجۃ الوداع کے ساتھ اور تین اِس سے پہلے۔ ایک عمرہ حدیبیہ۔ دوسرا عمرۃ القضا۔ تیسرا عمرۂ جعرانہ۔ اِن تینوں عمروں کا بیان اپنے اپنے مقام میں بالتفصیل ہو چکا ہے۔ عمرۂ حدیبیہ سنہ ۶ ہجری میں ہوا۔ آپ عمرہ کی نیّت کر کے احرام باندھ کر روانہ ہوئے حدیبیہ تک پہنچے مگر کفّار مانع ہوئے اور مکہ میں آپ داخل نہ ہو سکے اس لئے طواف وسعی جو عمرہ کے ارکان ہیں ان کو ادا نہ کر سکے حدیبیہ ہی میں آپ نے ہدی کے جانوروں کو نحر اور قربان کیا۔ اور حلق کرا کے احرام سے باہر ہوئے خود حضورؐ بھی اور جو صحابہ آپ کے ساتھ احرام میں شریک تھے وہ بھی۔ عمرۃ القضاء حدیبیہ کے دوسرے سال اُس شرط کے موافق جو کفّار سے طے ہوئی تھی آپ پھر عمرہ کے لئے نکلے۔ اِس دفعہ آپ مکہ میں داخل ہوئے مناسک کو ادا کیا۔ تین دن مکہ میں رہے پھر واپس چلے آئے۔ عمرہ جعرانہ۔ تیسری دفعہ فتح مکہ کی غرض سے آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اِس دفعہ آپ نے نہ احرام باندھا تھا۔ نہ عمرہ یا حج کی نیت کی تھی۔ خفیف جنگ کے بعد مکہ فتح ہو گیا تو آپ وہیں سے حنین اور طائف کے غزوات کے لئے تشریف لے گئے۔ ان دونوں غزوات سے فارغ ہونے کے بعد جعرانہ میں آپ نے غنیمت تقسیم کیا۔ اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آئے۔ رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ اسی وقت عمرہ ادا کیا۔ اور صبح ہونے سے پہلے ہی مکہ سے روانہ ہو گئے۔ حتّٰی کہ بعض صحابہ کو اس عمرہ کا علم بھی نہ ہو سکا۔ چوتھا عمرہ حج کے ساتھ تھا اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے چار عمرہ ادا کئے۔ سب ذیقعد میں سوائے اُس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا۔ عمرۃ الحدیبیہ ذیقعد میں تھا اس کے دوسرے سال کا عمرہ ذیقعد

---

[1] یعنی سفیان ثوری ۱۲ منہ۔

میں تھا۔ حنین کے غنائم کو تقسیم کرنے کے بعد جعرانہ سے جو عمرہ آپ نے ادا کیا وہ ذیقعد میں تھا۔ اور صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو عمرہ ادا کئے دونوں ذیقعد میں۔ انھوں نے عمرۂ حدیبیہ کو شمار نہیں کیا اس لیے کہ وہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ و ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے چار عمرہ ادا کئے سب ذیقعد میں۔ اور ذیقعد کے سوا کسی مہینہ میں آپ نے عمرہ ادا نہیں کیا۔ یہ بظاہر حضرت انس رضؓ کی روایت کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ حج والے عمرہ کو ذیقعد میں نہیں کہتے۔ لیکن حضرت عائشہ رضؓ اور ابن عباس رضؓ اُس کو بھی ذیقعد ہی میں بتاتے ہیں۔ اس کی وجہ آگے معلوم ہوگی۔ اس عمرہ کی نیت حضور ﷺ نے ذیقعد کے آخری ایام میں کر لی تھی۔ اور احرام باندھ کر روانہ ہو چکے تھے۔ مگر عمرہ کے ارکان حج کے ساتھ ذی الحجہ میں ادا ہوئے۔ اس لئے حضرت انس رضؓ نے اُس کو ذیقعد میں شمار نہ کیا۔ اور اُن حضرات نے نیت اور احرام کی وجہ سے اُس کو بھی ذیقعد میں شمار کیا۔ دوسرے صحابہ رضؓ سے بھی روایتیں ہیں کہ حضور ﷺ نے چار عمرہ ادا کئے سب ذیقعد میں۔

لیکن صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک عمرہ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں ادا کیا۔ مگر صحیحین ہی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے عبداللہ بن عمر رضؓ کے اس قول سے انکار کیا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ہم اور عروہ مسجد میں گئے تو وہاں عبداللہ بن عمر رضؓ تھے۔ اور لوگ صلوٰۃ الضحیٰ پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگوں نے اس نماز کے بارے میں اُن سے دریافت کیا تو فرمایا کہ بدعت ہے۔ پھر ہم لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ نے کتنے عمرے ادا کئے۔ فرمایا کہ چار جس میں ایک رجب میں تھا۔ میں نے اُن کی مخالفت کرنا پسند نہ کی۔ مگر عروہ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ سنتی ہیں ابو عبدالرحمٰن کیا فرماتے ہیں؟ پوچھا کہ کیا کہتے ہیں۔ کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے ادا کئے جن میں سے ایک رجب میں تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ خدا ابو عبدالرحمٰن پر رحم کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہرگز کوئی عمرہ ادا نہ کیا جس میں میں شامل نہ تھی۔ ہرگز رجب میں آپ نے کوئی عمرہ ادا نہ کیا۔

امام مالک رحؒ موطا میں ایک روایت ہشام بن عروہ کی لکھتے ہیں کہ اُن کے والد عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے صرف تین عمرہ ادا کئے۔ ایک شوال میں اور دو ذیقعد میں۔ یہ روایت مرسل ہے اور ہشام کو یا عروہ کو بشرط

صحت دھوکہ ہوتا ہے جیسا کہ ابن عمرؓ کو رجب کا دھوکہ ہوا۔

ابو داؤد حضرت عائشہؓ سے ایک روایت لائے ہیں کہ رسول اللہؐ نے دوؔ عمرہ کئے ایک ذیقعدہ میں اور ایک شوال میں۔ یہ روایت اگر صحیح ہو تو منشا۔ اس کا یہ ہوگا کہ مستقل اور کامل عمرہ آپ نے دوؔ کئے اس لئے کہ حدیبیہ کا عمرہ کامل نہ تھا۔ اور حجۃ الوداع کے ساتھ کا عمرہ مستقل نہ تھا۔ مستقل اور کامل عمرہ دوؔ ہی ادا ہوئے۔ عمرۃ القضاء۔ اور عمرہ جعرانہ۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ ایک عمرہ آپ نے شوال میں ادا کیا۔ شاید اس کہنے کا منشا یہ ہو کہ عمرہ کے لئے جعرانہ سے پہلے آپ مکّہ سے شوال ہی میں روانہ ہو گئے تھے لیکن عمرہ ادا کیا آپ نے غزوۂ طائف سے فارغ ہونے کے بعد اس لئے نیّت، احرام، اور ارکان کی ادائیگی سب ذیقعدہ میں ہوئی۔

حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت انسؓ سب متفق ہیں کہ حضورؐ کے چارؔ عمرہ ہوئے اور سب ذیقعدہ میں۔ اگر رجب یا شوال میں عمرہ ثابت ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کے عمرہ پانچؔ یا چھؔ ہوں۔ اور یہ تمام معتبر اور مستند روایات کے خلاف ہوگا۔ حضورؐ کی سیرت اور حضورؐ کے اوقات کا حال پوری طرح معلوم اور منضبط ہے۔ ان چارؔ عمروں کے سوا اور کوئی عمرہ کسی مہینہ میں حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ حدیبیہ سے قبل کبھی آپ نے مکّہ کا قصد بھی نہ کیا۔ قریش سے برابر محاربہ تھا جانا ممکن ہی نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد قطعاً آپ مکّہ نہ گئے۔ آپ کے حج و عمرہ کا زمانہ حدیبیہ سے حجۃ الوداع تک کا زمانہ ہے۔ حدیبیہ کے معاہدہ میں کفّار سے طے ہوا تھا کہ آیندہ سال آپ مکّہ میں داخل ہوں اور تینؔ دن قیام فرمائیں۔ اُسی بنا پر آپ دوسرے سال ذیقعدہ میں مکّہ گئے اور عمرۃ القضاء ادا کیا۔ یہ مکّہ میں پہلا داخلہ تھا۔ اس سے پہلے کسی مہینہ میں آپؐ نہیں گئے کیونکہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ اُس کے بعد سنہ ۸ھ کے رجب میں کفّار قریش نے نقض معاہدہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے رمضان میں آپ نے مکّہ پر حملہ کیا اور مکّہ فتح ہوا۔ رجب میں آپ کو عمرہ کا موقع کہاں تھا۔ اور شوال میں آپ حنین و طائف کی جنگ میں مشغول تھے۔ البتہ شوال کی ابتدائی تاریخوں میں آپؐ مکّہ میں تھے مگر اس وقت آپ نے نہ احرام باندھا نہ عمرہ ادا کیا۔ البتہ طائف سے واپس آنے کے بعد آپ نے عمرہ ادا کیا وہی عمرہ جعرانہ ہے یہ واپسی ذیقعدہ

میں ہوئی تھی۔ شوال ختم ہو چکا تھا۔ سنہ ۹ھ میں حضرت صدیقؓ کو آپ نے حج کے لئے روانہ کیا خود مکہ تشریف نہیں لے گئے۔ سنہ ۱۰ھ میں آپ نے حج ادا کیا اِس کے ساتھ عمرہ بھی تھا۔ ان دونوں سال کے رجب اور شوال میں اس کا موقع کہاں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے اِس لئے ظاہر ہے کہ ان چاروں عمروں کے سوا نہ کسی رجب میں آپ نے عمرہ ادا کیا نہ کسی شوال میں۔ اور یہی حق صریح ہے۔ واللہ اعلم۔

حج کب فرض ہوا

حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا۔ جب آلِ عمران کی یہ آیت نازل ہوئی للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ اور آل عمران کا یہ حصہ جس میں یہ آیت ہے سنۃ الوفود میں نازل ہوا ہے جب نجران کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا تھا اور اُسی وقت جزیہ کا حکم بھی نازل ہوا۔ اور یہ معلوم ہے کہ جزیہ کا حکم غزوۂ تبوک کے زمانہ میں نازل ہوا تھا۔ یعنے سنہ ۹ھ میں۔ اور یہ حکم کہ مشرکین نجس ہیں مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں؛ سنہ ۹ھ میں نازل ہوا اور اسی کے اعلان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کو مکہ بھیجا۔ یہ قصہ سنہ ۹ھ کا ہے۔ اس حکم کی وجہ سے اہل مکہ کو اپنی تجارت کی طرف سے افسردگی پیدا ہوئی تب جزیہ کا حکم نازل ہوا اور اس طرح تجارت کے نقصان کا ایک طرح اُن کو بدلہ عطا کیا گیا۔ آلِ عمران کے اسی حصہ میں مباہلہ کا حکم بھی ہے۔ اور یہ قصہ وفد نجران کے آنے کے بعد کا ہے۔ جب آپ نے اہل کتاب سے مناظرہ کیا۔ اُن کو توحید کی طرف بلایا۔ اور مباہلہ کی دعوت دی۔

اکثر علماء کہتے ہیں کہ حج سنہ ۶ھ میں فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی اتموا الحج والعمرۃ للہ مگر اس آیت میں اتمام حج اور اتمام عمرہ کا حکم ہے۔ اس سے حج کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس آیت سے حج فرض ہو تو عمرہ بھی فرض ہونا چاہیئے۔ دوئم یہ متفق علیہ ہے کہ حضورؐ نے سنہ ۱۰ھ میں حج کیا اگر آپ پر سنہ ۶ھ میں حج فرض ہو گیا ہوتا تو اتنی تاخیر مستبعد تھی۔ اس کے علاوہ حضورؐ سنہ ۶ھ کے بعد مکہ گئے عمرہ ادا کیا۔ مگر حج نہ کیا۔ اگر اس وقت حج فرض ہو چکا ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ حضورؐ عمرہ تو ادا کریں جو فرض نہ تھا۔ اور حج جو فرض تھا وہ ادا نہ کریں۔

ان وجوہ سے صحیح یہی ہے کہ حج ۹ھ میں یا اس کے بعد فرض ہوا۔ اور فرض ہونے کے بعد جیسا کہ تمام احکامِ الٰہی کے متعلق آپ کی سیرت شاہد ہے فوراً آپ نے حج ادا کیا واللہ اعلم۔

حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حج تین طرح پر ہوتا ہے۔ قِران۔ تمتع۔ اور افراد۔ لیکن علماء کا اس تعیین میں سخت اختلاف ہے کہ حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا صحابہ کرام کے الفاظ سے اس کی تعیین بہت مشکل ہو گئی ہے۔ احادیث صحیحہ بظاہر ہر طرف ہیں جن سے فیصلہ میں وقت واقع ہوتی ہے۔ لیکن جمیع مالہٗ وما علیہ پر غور کرنے کے بعد صحیح وہی معلوم ہوتا ہے جو ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ قِران تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اب اس باب کی تمام روایتوں کا استقصا تو بہت طوالت چاہتا ہے تاہم ان میں سے ضروری اور اہم روایتوں کو ذیل میں ہم درج کرتے ہیں۔

ہم ابھی عمرہ کی بحث میں کئی روایتیں لکھ چکے ہیں کہ حضورؐ کے حج کے ساتھ عمرہ بھی تھا۔ (۱) صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا عمرہ سے حج کی طرف پہلے عمرہ کے لئے تہلیل کیا پھر حج کے لئے (۲) صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (۳) صحیح مسلم میں حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے قِران کیا حج کا عمرہ کے ساتھ اور دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہؐ نے اسی طرح کیا تھا۔ (۴) ترمذی نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے تین حج کئے۔ دو ہجرت سے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ تھا۔ (۵) ابوداؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے چار عمرہ کئے۔ ایک حدیبیہ کا دوسرا اس کے بعد والے سال میں۔ تیسرا جعرانہ سے۔ چوتھا جس کا حج کے ساتھ قِران کیا (۶) بخاری نے صحیح میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے وادی العقیق میں فرمایا کہ آج رات کو میرے پاس خدا کی طرف سے آنے والا آیا اور کہا کہ اس وادی مبارک میں نماز پڑھو اور کہا کہ عمرہ کو حج کے ساتھ ادا کیا کرو (۷) ابوداؤد نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں نے قِران کیا ہے۔ (۸) نسائی نے مروان بن الحکم سے روایت کی ہے کہ

حضرت عثمانؓ نے سُنا کہ حضرت علیؓ حج اور عمرہ کے لئے تلبیہ کہہ رہے تھے۔ تو کہا کہ کیا ہم نے اِس سے منع نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ہاں آپ نے منع کیا تھا مگر ہم سُن چکے ہیں کہ رسول اللہؐ نے دونوں کیلئے ساتھ تلبیہ کہا تھا۔ تو ہم رسول اللہؐ کے قول کو آپ کے قول کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے (۹) مسلم نے اپنی صحیح میں عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حج اور عمرہ کے درمیان جمع کیا اور پھر اس سے منع نہ کیا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوئی (۱۰) امام احمدؒ نے سراقہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں نے عمرہ کو حج میں داخل کیا قیامت تک کے لئے۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں قران کیا۔ (۱۱) امام احمدؒ اور ابن ماجہ نے حضرت ابی طلحہ انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے حج وعمرہ کے درمیان جمع کیا (۱۲) امام احمدؒ نے ہرماس بن زیاد باہلی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع میں قران کیا (۱۳) امام احمدؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے حج وعمرہ کے درمیان قران کیا۔ اور دونوں کے لئے ایک طواف کیا (۱۴) امام احمدؒ نے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے کہتی ہیں کہ میں نے سُنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے آلِ محمدؐ! اہلال کرو عمرہ کا حج میں (۱۵) نسائی اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ عمرہ کو حج کے ساتھ تمتع کرنیکا ذکر ہوا تو ضحاک بن قیس نے کہا کہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو خُدا کے حکم سے جاہل ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے بھتیجے! تم نے یہ بڑی بُری بات کہی۔ ضحاک نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ نے اس سے منع کیا ہے۔ سعدؓ نے کہا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا ہے۔ اور ہم سب نے حضورؐ کی معیت میں یہ کیا ہے (۱۶) عمران بن حصینؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا۔ اور ہم سب نے آپ کے ساتھ تمتع کیا (۱۷)۔ بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ متعہ سے منع کرتے ہیں۔ یعنی اس بات سے کہ حج وعمرہ کو جمع کیا جائے تو دونوں کے لئے اُنھوں نے تہلیل کہا اور کہا لبیک بحجۃ وعمرۃ پھر کہا کہ ہم کسی کے کہنے سے رسول اللہؐ کی سُنت نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ اور صحیحین میں یہ قصہ سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے۔ اور اس میں ہے کہ حضرت علیؓ اور عثمانؓ کی یہ گفتگو عسفان میں ہوئی تھی۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع کے سُنت ہونے سے

انکار کیا۔ (۱۸) امام مالکؒ نے موطا میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے لئے نکلے تو عمرہ کے لئے تہلیل کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ ہدی ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کی بھی تہلیل کہے۔ اور پھر وہ حلال نہ ہو گا جب تک دونوں سے حلال نہ ہو (۱۹) صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے تلبیہ کہا حج اور عمرہ کے لئے۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے صرف حج کے لئے تلبیہ کہا۔ اس کے بعد میری ملاقات حضرت انسؓ سے ہوئی تو میں نے ذکر کیا کہ ابن عمرؓ یہ کہتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھے بچہ سمجھتے ہیں۔ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لبیک عمرۃً وحجاً۔ صحیح مسلم میں ہے کہ یحییٰ بن ابی اسحٰق۔ عبدالعزیز بن صُہیب اور حمید سبھوں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ رسول اللہؐ نے تلبیہ میں لبیک عمرۃً وحجاً کہا۔ حسن بصریؒ اور زید بن اسلمؓ مولیٰ عمر بن الخطابؓ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور ثابت البنانی۔ سلیمان التیمی۔ ابو قدامہ مصعب بن سلیم نے بھی حضرت انسؓ سے اسی طرح سنا جیسا کہ نسائی اور مسند بزاز وغیرہ میں مروی ہے۔ سولہ[16] ثقہ حضرات نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے سنا کہ رسول اللہؐ نے حج اور عمرہ کے لئے تلبیہ ساتھ کہا۔ وہ حضرات یہ ہیں۔ حسن بصری[1]۔ ابو قلابہ[2] حمید بن ہلال[3]۔ حمید بن عبدالرحمٰن الطویل[4]۔ قتادہ[5]۔ یحییٰ ابن سعید انصاری[6]۔ ثابت البنانی[7]۔ بکر بن عبداللہ المزنی[8]۔ عبدالعزیز بن صہیب[9]۔ سلیمان التیمی[10]۔ یحییٰ بن ابی اسحٰق[11]۔ زید بن اسلم[12] مصعب بن سلیم[13]۔ ابو اسماء[14]۔ ابو قدامہ[15] عاصم بن حسین۔ ابو قزعہ[16] سوید بن حجر البلاہلی۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے کہا کہ جمع کرنے کا حکم خدا نے دیا۔ اور نیت کے الفاظ بھی خدا کی طرف سے بتائے گئے۔ سترہ[17] صحابہؓ نے عمرہ اور حج کو جمع کرنے کی روایت کی ہے۔ کسی نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ کسی نے احرام کی حالت بیان کی کسی نے تلبیہ کی کیفیت بتائی۔ کسی نے کہا کہ رسول اللہؐ کے ساتھ ہم نے بھی جمع کیا۔ کسی نے کہا کہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ سترہ[17] صحابہ یہ ہیں۔

ام المومنین عائشہؓ[1]۔ عبداللہ بن عامرؓ[2]۔ جابر بن عبداللہؓ[3]۔ عبداللہ بن عباسؓ[4]۔ عمر بن الخطابؓ[5]۔ علی بن

ابی طالبؓ۔ عثمان بن عفانؓ۔ اس لئے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کے دعوای پر سکوت کیا۔ عمران بن حصینؓ۔ براء بن عازبؓ۔ ام المومنین حفصہؓ۔ ابو قتادہؓ۔ ابن ابی اوفیؓ۔ ابو طلحہؓ۔ ہرماس بن زیادؓ۔ ام المومنین ام سلمہؓ۔ انس بن مالکؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔

یہ سب حضرات روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے ساتھ عمرہ تھا۔ مگر اُن میں سے کوئی تمتع کے لفظ سے اس جمع کو بیان کرتے ہیں۔ کوئی قران کے لفظ سے۔ بعض کبھی تمتع کہتے ہیں کبھی قران لیکن انہی میں سے بعض افراد بھی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے صحیحین کی ایک روایت میں صرف بالحج ہے اور صحیح مُسلم میں افرد الحج اور ایک روایت میں ہے اھل بالحج مفرداً۔ بخاری میں ایک روایت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے اھل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالحج۔ حضرت جابرؓ سے ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے افرد الحج۔

حجۃ الوداع کے متعلق اتنے بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب کا یہ اختلاف واقعی تعجب کے قابل ہے۔ جن لوگوں کی نقل پر دین کا مدار ہے وہ باتفاق یہ بھی نہ بتا سکیں کہ حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا تمتع یا قران یا افراد۔ تو پھر ان احکام کے معلوم کرنے کی اور صُورت کیا ہو سکتی ہے۔ اس بارے میں اصل وہی ہے جو ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے یعنی صحابہ کرام میں فی الواقع یہ اصطلاح تھی ہی نہیں کہ حج کی یہ تین قسمیں ہیں۔ اور تینوں کے علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔ یہ اصطلاح فقہاء میں بعد میں پیدا ہوئی۔

رسول اللہ کے حج کے متعلق جو تفصیل متعین اور معلوم ہے وہ یہ کہ حضورؐ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی۔ مگر دونوں کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کیا۔

چونکہ حضورؐ نے تہلیل و تلبیہ میں حج و عمرہ کو جمع کیا اس لئے صحابہ کبھی اس جمع کو متعہ کہتے ہیں کبھی قرآن۔ بخاری کی ایک روایت پہلے لکھ چکا ہوں اس میں تصریح ہے کہ متعہ کے معنی حج و عمرہ کو جمع کرنا ہے اور قرآن کے بھی یہی معنی ہیں۔ باقی متعہ اور قرآن کی تعریف میں فقہاء کے نزدیک جو قیود اس کے علاوہ ہیں وہ بعد میں غالباً بضرورت بڑھائے گئے ہیں تاکہ قسموں کا فرق معلوم ہو سکے۔ اس کا ثبوت موجود نہیں ہے کہ

صحابہ بھی یہ فرق کرتے تھے۔ پھر باوجود اس کے کہ حضورؐ نے تلبیہ اور تہلیل میں حج اور عمرہ کو جمع کیا طواف وسعی آپ نے دونوں کے لئے ایک ہی مرتبہ کی۔ کوئی روایت ایسی ثابت نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے لئے طواف وسعی علیحدہ علیحدہ کی ہو یا درمیان میں حلال ہو کر پھر حج کی نیت کی ہو اسی وجہ سے بعض صحابہ افراد بالحج کہتے ہیں۔ تو صحابہ کا تمتع یا قران یا افراد لکھنا لغت کے اعتبار سے تھا نہ اس اصطلاح کی وجہ سے جو بعد میں پیدا ہوئی۔ اس بنا پر روایات میں اور صحابہ کرام کی تصریحات میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

فقہاء کی اصطلاح کے مطابق حضورؐ بلاشبہ قارن تھے حضورؐ کے تلبیہ اور تہلیل میں حج اور عمرہ کا جمع ہونا اتنی کثیر روایات سے ثابت ہے جس میں شبہ کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ طواف وسعی نہیں کی اس لئے متعہ اصطلاحی نہیں ہو سکتا فللہ الحمد۔

روانگی کا دن

ابن حزم اور ابن قیم اس بارے میں مختلف الرائے ہیں کہ حضورؐ حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے کس روز روانہ ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں کنگھی کر کے اور سر میں تیل دے کر آزار اور ردا پہن کر اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور صبح تک ذوالحلیفہ میں رہے۔ پھر اونٹ پر سوار ہوئے بیدا میں آپ نے اور آپ کے اصحاب نے تہلیل کہی اور بدنہ کی آپ نے تعلید کی۔ اور یہ جب کہ ذیقعد میں پانچ دن باقی تھے اور مکہ پہنچے جب کہ ذوالحجہ کی چار راتیں گزر چکی تھیں۔ اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ظہر کی چار رکعت پڑھ کر روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ پہنچ کر عصر کی نماز دو رکعت ادا کی۔ اور ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی نص ہے کہ حجۃ الوداع کے ایام میں عرفہ کے روز یعنی ۹ ر ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا۔

کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مدینہ سے خروج کے روز کونسا دن تھا۔ مگر مذکورۂ بالا روایات کی بناء پر ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ بلاشبہ جمعرات کا دن تھا۔ دلیل یہ ہے کہ جب ۹ ر ذی الحجہ کو جمعہ تھا تو

پہلی ذی الحجہ بلاشبہ جمعرات کا دن تھا۔ اور ذیقعد کا آخری روز یقیناً بدھ تھا۔ اُس کو مسلم ماننے کے بعد اب حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو دیکھیئے۔ وہ ذوالحلیفہ کی تہلیل اور مدینہ کی تقلید کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ہوا جب کہ ذیقعد میں پانچ دن باقی تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ ذوالحلیفہ میں آپ نے ایک رات قیام فرمایا۔ لہٰذا تہلیل و تقلید روانگی کے دوسرے روز ہوئی۔ اس حساب سے مدینہ سے روانگی کے وقت ذیقعد کی چھ راتیں باقی تھیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک جمعرات کا روانہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ اور اگر چھ سے چھ دن مُراد ہوں تاہم جمعرات یعنی روانگی کے دن کو چھوڑ کر اسی صورت میں چھ دن رہتے ہیں یعنے جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ حضور صلعم بلاشبہ مدینہ سے سنیچر کے روز روانہ ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مدینہ سے روانگی کا وقت بتایا ہے۔ یعنی مدینہ سے خروج کے وقت ذیقعد میں پانچ دن باقی تھے۔ اور اگر جمعرات کی روانگی تسلیم کی جائے تو نہ دن پانچ رہتے ہیں نہ راتیں پانچ رہتی ہیں۔ راتیں چھ رہتی ہیں اور دن سات رہتے ہیں۔ اگر روانگی کے دن کو شمار نہ کیا جائے تاہم چھ رہتے ہیں۔ اور ہر صورت میں حدیث کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ اُس میں مذکور ہے کہ پانچ دن باقی تھے۔ اور سنیچر کا خروج قبول کیا جائے تو خروج کے دن کو ملا کر حدیث کے موافق پانچ دن رہتے ہیں۔ یعنی سنیچر اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

اور یہ ضروری ہی کہ خروج کے دن کو شمار کیا جائے اس لیئے کہ اگر شمار نہ کیا جائے تو روانگی کا دن جمعہ ماننا پڑے گا حالانکہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے روانگی کے وقت مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی۔ اگر جمعہ ہوتا تو ظہر کی چار رکعت کیونکر پڑھتے۔ اس لئے لامحالہ حضورؐ سنیچر کے روز روانہ ہوئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے روانگی کے دن کو بھی پانچ دن میں شمار کیا جائے۔

ابن قیم نے ایک دلیل اور دی ہی۔ یہ معلوم ہو چکا ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی سے پہلے مدینہ میں ممبر پر خطبہ دیا۔ اس میں احرام کا قاعدہ اور محرم کے لباس وغیرہ کا حکم بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ خطبہ جمعہ کے روز

تھا۔ اِس لئے کہ یہ ثابت نہیں ہو کہ اس خطبہ کے لئے۔ یا ان مسائل کو بتانے کے لئے آپ نے لوگوں کو کسی اور وقت جمع کیا ہو۔ لہٰذا صحیح یہ ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں حضورؐ نے ان باتوں کی لوگوں کو تعلیم دی۔ اس خطبہ میں حضرت ابن عمرؓ شریک تھے۔ اور اس کے بعد سنیچر کے روز روانہ ہو گئے واللہ اعلم۔

مدینہ سے خروج

رسول اللہ صلعم نے جب حج کا ارادہ کیا تو صحابہ کو خبر دی کہ میں حج کے لئے جاؤں گا صحابہؓ نے بھی آپ کے ساتھ چلنے کا سامان کیا۔ یہ خبر جب اطرافِ مدینہ میں مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ یہ نیت کر کے چل پڑے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کریں۔ راستہ میں اتنی مخلوق کا اجتماع ہو گیا جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ کے سامنے اور پیچھے داہنے اور بائیں جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ حضورؐ نے پہلے خطبہ دیا جس میں احرام کا قاعدہ اور اس کے واجبات و سنن کی لوگوں کو تعلیم دی۔ روانگی کے روز چار رکعت نماز ظہر کی آپ نے مسجد میں ادا کی۔ اُس کے بعد سر میں تیل ڈالا اور کنگھی کی پھر ازار اور ردا مبارک پہن کر ظہر اور عصر کے درمیان آپ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ جب ذو الحلیفہ[1] میں پہنچے تو مقام کیا۔ اور عصر کی دو رکعت نماز ادا کی یعنی قصر۔ اور وہیں آپ رات کو ٹھہر گئے مغرب اور عشاء کی نماز وہاں پڑھی۔ اور دوسرے روز صبح اور ظہر کی نماز بھی آپ نے وہیں ادا کی یعنی ذو الحلیفہ میں آپ نے پانچ وقت کی نماز پڑھی۔ ازواج مطہرات سب ساتھ تھیں اس روز آپ تمام ازواج کے یہاں گئے اور صبح کے وقت جماع کا غسل کیا۔ اور جب احرام کا ارادہ کیا تو پھر جدید غسل کیا جیسا کہ زید بن ثابتؓ سے ترمذی[2] میں اور حضرت عائشہؓ سے دار قطنی میں مروی ہے اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو خطمی اور اشنان سے دھوتی تھیں۔ اور خوشبو لگاتی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ؐ کے احرام کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی اتنی کہ آپ کے بالوں پر خوشبو کے لگنے کا نشان ہو جایا کرتا تھا جس کو گویا میں اس وقت دیکھ رہی ہوں۔ دار قطنی میں ہے کہ مشک جو آپ کے سر اور

---

[1] ذو الحلیفہ مدینہ سے چھ میل ہے۔ اور اہلِ مدینہ کا یہی میقات ہے ۱۲ منہ۔

[2] ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ۱۲ منہ۔

داڑھی مبارک پر لگایا جاتا تھا اور نمایاں ہوتا تھا اس کو آپ دھوتے نہ تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے ازار اور ردا پہنی۔ پھر ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی۔ اور مصلیٰ ہی پر حج اور عمرہ کے لئے تہلیل کہی۔ احرام سے پہلے ہی آپ نے تقلید کیا۔ یعنی بُدنہ کے گلے میں نعلین لٹکایا۔ اور اشعار کیا یعنی اونٹ کے سنام یعنی بلند کوہان کو داہنے جانب شق کیا جس سے خون بہنے لگا۔ نماز اور تہلیل کے بعد اونٹ پر سوار ہوئے جب مستقل ہو کر بیٹھے تو پھر آپ نے تہلیل کہی۔ بیداء کی بلندی پر جب اونٹ چلا تو پھر آپ نے تہلیل کہی۔ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح میں روایت ہے کہ پہلے پہلے آپ نے تہلیل اس وقت کہی جب شجرہ کے نیچے آپ کا اونٹ ٹھہرا۔ اور اہلال میں کبھی آپ حج و عمرہ دونوں کہتے تھے کبھی صرف حج۔ آپ کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے۔

لبیک اللّٰھم لبیک۔ لبیک لا شریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔	تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدا! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدا! تیرا کوئی شریک نہیں۔ سب تعریف تیرے لئے ہے۔ نعمت تیری ہی ملک تیرا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو حکم دیتے تھے کہ تلبیہ میں آواز بلند کرو۔ جس اونٹ پر آپ سوار تھے اس پر محمل۔ ہودج۔ یا عماری وغیرہ کچھ نہ تھا۔ اس طرح آپ کا اونٹ جا رہا تھا اور تلبیہ مذکور کہتے جا رہے تھے۔ صحابہ میں کوئی اسی طرح کہتا تھا۔ کوئی کچھ کم کوئی زیادہ مگر آپ نے کسی کو منع نہ کیا۔

روحاء جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحاء میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک وحشی گدھا کسی کا ذبح کیا ہوا پڑا تھا۔ آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو شاید اس کا مالک آئے گا۔ تھوڑی دیر میں وہ آیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو اس گدھے میں اختیار ہے۔ آپ نے حضرت صدیقؓ کو حکم دیا کہ اس کو تقسیم کر دو۔

اثایہ[1] جب آپ اثایہ میں پہنچے۔ جو رویثہ اور عرج کے درمیان ایک جگہ ہے۔ تو دیکھا کہ

[1] اثایہ بہمزہ و ثاء مثلثہ بعدہٗ الف و مثناۃ تحتانیہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ مشہور جگہ ہے جحفہ کے راستہ میں مکہ کی طرف ۱۲ منہ۔

ایک ہرن سایہ میں پڑی ہے۔ جس کو کسی نے تیر مارا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ اس کے پاس کھڑا رہے جب تک سب لوگ آگے نہ بڑھ جائیں۔ اور کسی کو اس کے پاس نہ جانے دے۔ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ اِن دونوں قصوں میں فرق یہ ہے کہ گدھا غیر محرم کا ذبح کیا ہوا تھا اِس کے کھانے کی آپ نے اجازت دی۔ اور ہرن کے تیر مارنے والے کا حال معلوم نہ ہوا کہ وہ محرم تھا یا غیر محرم حلال۔ اِس لئے اِس کے کھانے سے منع فرما دیا۔ اور آدمی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔ جو اس امر میں شدید احتیاط کی دلیل ہے۔

عرج حضور صلعم اور حضرت صدیق اکبرؓ دونوں کے اسباب کا ایک ہی اونٹ تھا۔ اور حضرت صدیقؓ کے غلام کے ساتھ تھا جب سب حضرات مقام عرج میں پہنچے تو غلام نہ آیا تھا حضور صلعم حضرت صدیقؓ حضرت عائشہؓ حضرت اسماءؓ سب حضرات ایک جگہ بیٹھ کر غلام کا انتظار کرنے لگے۔ غلام کچھ دیر کے بعد آیا اور اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا حضرت صدیقؓ نے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ اونٹ تو گم ہو گیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ ایک اونٹ کی بھی تو حفاظت نہ کر سکا۔ اور یہ کہہ کر اُس کو مارنا شروع کیا حضور صلعم نے تبسم فرمایا اور کہا کہ دیکھو یہ احرام میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ حضور صلعم نے صرف اتنا کہا اور تبسم فرمایا لیکن مارنے سے حضرت صدیقؓ کو منع نہ کیا۔ اِس لئے ابو داؤد نے اس روایت کو جہاں ذکر کیا ہے وہاں باب باندھا ہے کہ محرم کا غلام کو ادب دینا۔

ابواء اُس کے بعد حضورؐ جب ابواء پہنچے تو صعب بن جثامہؓ نے حمار وحشی کی پچھلا ران آپؐ کی خدمت میں ہدیہ کی آپ نے قبول نہ کیا رد کر دیا۔ اور صحیحین کی ایک روایت ہے کہ حمار وحشی ہدیہ کیا۔ صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حمار وحشی کا گوشت ہدیہ کیا گیا۔ حمیدی کہتے ہیں کہ سفیان (ابن عیینہ) کبھی تو حمار وحشی کا گوشت کہتے تھے۔ کبھی اس میں اتنا اضافہ کرتے تھے کہ اس سے خون ٹپکتا تھا۔ کبھی کہتے تھے کہ حمار وحشی ہدیہ کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کا ایک پہلو۔ کسی روایت میں ہے پیر۔ اور ان سب روایتوں میں ہے کہ حضورؐ نے رد کر دیا قبول نہ فرمایا۔ لیکن یحییٰ بن سعید جعفر سے اور وہ عمرو بن امیہ ضمری سے وہ اپنے والد سے اور وہ صعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ تحفہ میں حمار وحشی کے سرین کا

گوشت میں نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا تو حضورؐ نے اور قوم نے کھایا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ اسناد صحیح ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ قصہ ایک ہے اور یہ تمام صحیح روایتوں کے خلاف ہے کہ حضورؐ نے قبول کیا یا کھایا۔ مگر یہ روایتیں اگر محفوظ ہیں تو مطلب شاید یہ ہوگا کہ زندہ جانور کے ہدیہ کو رد کر دیا۔ اور غیر محرم کے ذبیحہ کے گوشت کو قبول کیا۔ امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ زندہ کو اس لئے رد کر دیا گیا کہ سب احرام کی حالت میں تھے۔ کوئی ذبح نہیں کر سکتا تھا۔ اور جو احرام کی حالت میں نہ تھا اُس کا شکار اور ذبیحہ قبول کیا گیا۔ اسی طرح صحیحین میں عمرۂ حدیبیہ کے متعلق ایک روایت ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے حمارِ وحشی کا گوشت حضورؐ کو ہدیہ کیا اور حضورؐ احرام کی حالت میں تھے اور قبول کیا کیونکہ حضرت ابو قتادہؓ حلال تھے۔ یہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ لیکن صعب بن جثامہؓ کا یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے محب طبری اور دوسرے بہت سے لوگوں نے یہی کہا ہے۔ ہرن کا قصہ اور یزید بن کعب السلمی البہزی کے حمار کا قصہ ابن قیم نے حجۃ الوداع میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

مقامِ سَرِفؔ

حضورؐ جب مقام سرف میں پہنچے تو حضرت عائشہؓ صدیقہ کو ایّام حیض شروع ہو گئے اور وہ احرام کی حالت میں تھیں۔ حضورؐ اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ دریافت کیا کہ کیوں روتی ہو۔ شاید حیض شروع ہو گیا۔ فرمایا کہ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو خدا نے بناتِ آدم کے لئے مقدر ہی کر دیا ہے۔ حج کے تمام افعال حاجیوں کی طرح ادا کرو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی ہو۔

حضرت عائشہؓ کے اِس قصہ پر فقہاء و محدثین کے بعض بڑے بڑے اختلافات کی بنیاد ہے۔ اُن میں سے ایک اختلاف یہ ہے کہ اگر ایسا ہو جائے اور عورت عمرہ کی نیت کئے ہوتے ہو تو عورت کیا کرے۔ عمرہ کے احرام کو توڑ کر حج مفرد کی نیت کرے۔ یا عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کر کے قران کر لے۔ پہلا قول اہل کوفہ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ دوسرا اہل حجاز امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا

لہ سرف۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ وہ بفتح سین وکسر راء ہی مکہ اور مدینہ کے درمیان اور مکہ کے قریب ہے کہتے ہیں کہ مکہ سے چھ میل ہے بعض سات میل بعض نو میل بعض بارہ میل کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور یہی امام احمد صاحبؒ کا بھی قول ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ صحیحین میں ہے کہ حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عمرہ کے لئے تہلیل کہی لیکن مکہ آئی تو حائضہ تھی نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی نہ صفا و مروہ کا۔ تب میں نے اپنی حالت کا شکوہ رسول اللہؐ سے کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عمرہ ترک کر دو سر کھول کر کنگھی کرو۔ اور حج کے لئے تہلیل کرلو۔ کہتی ہیں کہ میں نے یہی کیا۔ پھر جب حج سے فارغ ہوئی تو حضور صلعم نے مجھ کو عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ میں نے اُن کے ساتھ عمرہ ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمھارے اس عمرہ کا بدلہ ہے۔

یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ پہلا احرام باقی نہ رہا۔ حضور صلعم نے پہلے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ اور حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کے حکم سے کنگھی کی۔ اگر پہلا احرام باقی رہتا تو کنگھی نہ کر سکتیں۔ تنعیم کے عمرہ کو حضورؐ نے پہلے عمرہ کا قائم مقام دوسرا مستقل عمرہ بتایا۔ اگر پہلا احرام باقی رہتا تو تنعیم کا عمرہ دوسرا عمرہ قائم مقام نہ ہوتا بلکہ وہی پہلا عمرہ ہوتا۔

لیکن حضرت عائشہؓ سے اور لوگوں نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے مگر عروہؓ کے سوا اور کسی کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضور صلعم نے عمرہ کے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ کا کنگھی کرنا اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں مگر یہ خود مافیہ النزاع ہے کہ کنگھی کرنا احرام کے منافی ہے یا نہیں الغرض ان وجوہ سے یہ ایک معرکۃ الآراء تحقیق طلب مسئلہ بن گیا ہے۔ ہم اس کتاب میں اس پر زیادہ تفصیل سے بحث نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ سیرت کی کتاب اس سے زیادہ فقہی بحث کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حیض کی ابتداء مقامِ سرف میں ہوئی۔ لیکن اختلاف یہ ہے کہ پاک کب ہوئیں۔ مجاہد اور عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے روز۔ اور قاسم ابن محمد انہی سے روایت کرتے ہیں کہ یوم النحر میں۔ انہی عروہ اور انہی قاسم کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عرفہ کے روز حضرت عائشہؓ حائضہ تھیں۔ اس میں تطبیق ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس روز بھی حائضہ ہوں۔ پھر اسی روز پاک بھی ہو گئی ہوں۔ یہ سب روایتیں صحیح ہیں۔ لیکن ابوداؤد میں ایک روایت ہشام ابن عروہ کی عروہ سے ہے کہ لیلۃ البطحاء میں حضرت عائشہؓ پاک ہوئیں۔ اس کی سند بھی اگرچہ صحیح

ہے۔ مگر ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت تمام روایاتِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ لیلۃ البطحاء یوم النحر کے چار راتوں کے بعد ہے۔ اس کے علاوہ گو یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ لیکن تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کا وہ لفظ جس پر اختلاف کی بنیاد ہے خود حضرت عائشہؓ کا لفظ نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ جملہ کہ حضرت عائشہؓ لیلۃ البطحاء میں پاک ہوئیں۔ کسی راوی کا قول ہے خود حضرت عائشہؓ کا نہیں۔ لہٰذا یہ روایت عروہ کی دوسری روایتوں کے برابر نہیں ہو سکتی جس میں خود حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں واللہ اعلم۔

ذی طوی و مکہ

وہاں سے حضورؐ روانہ ہوئے اور ذی طوی پہنچے۔ اتوار کی شب کو وہاں ٹھہرے چار تاریخیں ذی الحجہ کی گزر چکی تھیں۔ صبح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں پڑھی۔ غسل کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ثنیۃ العلیا، کی طرف سے جو حجون کی طرف بلندی پر ہے آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور سیدھے مسجد تشریف لے گئے۔ ضحیٰ کے وقت یعنی جب آفتاب بلند ہو چکا تھا مسجد میں داخل ہوئے۔ طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ باب بنی عبد مناف سے جس کو اب باب بنی شیبہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ اور ایک مرسل روایت میں ہے کہ مسجد پر جب آپ کی نظر پڑتی تھی تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے تھے۔

اللّٰھم انت السلام و منك السلام۔ حینا ربنا بالسلام۔ اللّٰھم زد ھٰذا البیت تشریفاً و تعظیماً و تکریماً و مھابۃ و زد من حجه واعتمرہ تکریماً و تشریفاً و تعظیماً۔	اے اللہ تیرے لئے سلامتی ہے۔ اور تیری طرف ہی سلامتی ہے اے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ اس گھر کی عظمت شرف عزت اور آبرو زیادہ کر۔ اور جو اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کی عزت اس کے شرف و عظمت اور بھلائی کو زیادہ کر۔

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر سعید بن المسیب نے یہ دعا حضرت عمر بن الخطابؓ سے سنی ہے۔ مسجد میں جب حضور صلعم داخل ہوئے تو طواف کیا۔ تحیۃ المسجد پڑھنا حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی تحیۃ طواف ہے۔ جب حجر اسود کے سامنے حضورؐ تشریف لے گئے تو استلام کیا اور طواف کیا۔

طواف کے درمیان یا میزاب کے پاس. یا پشت کعبہ کی طرف یا باب کے سامنے. یا ارکان کے سامنے کوئی معین دُعا حضورؐ سے ثابت نہیں ہے. رکنین کے سامنے البتہ آپ نے یہ دعا کی ہے. ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار اے رب ہمیں دنیا کی بھلائی عطا کر. اور آخرت کی بھلائی عطا کر. اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

طواف کے وقت تین ۳ شوط میں آپ نے رمل کیا. یعنی قدم نزدیک نزدیک اور جلد جلد رکھتے تھے. اور چار ۴ شوط میں بلا رمل مشی کیا یعنی معمولی چال سے چلے۔ ہر دفعہ جب حجر اسود کے سامنے جاتے تھے تو محجن سے اشارہ کرتے تھے. اور محجن کے سرے کو بوسہ دیتے تھے. محجن آپ کا ایک عصا تھا جس کا سرا ٹیڑھا تھا. حجرِ اسود کا استلام کبھی آپ نے عصا کے ذریعہ کیا ہے. کبھی ہاتھ سے چھوکر ہاتھ کو بوسہ دیا ہے. کبھی لب مبارک کو حجر اسود پر رکھ کر بوسہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی رکنِ یمانی کا استلام بھی آپ نے کیا ہے۔

جب طواف سے حضور صلعم فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور وہاں دو ۲ رکعت نماز ادا کی. نماز سے فارغ ہوکر پھر حجر اسود کا استلام کیا. اور سامنے کے دروازہ سے صفا کی جانب روانہ ہوئے۔ قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی. ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ صفا پر پہنچنے کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیٔ قدیر. لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ. وانجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ. وھزم الاحزاب وحدہٗ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں. اسی کا ملک ہے اسی کے لئے حمد مخصوص ہے وہ ہر شئی پر قادر ہے. کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ. وہ اکیلا ہے. اس نے اپنا وعدہ پورا کیا. اپنے بندہ کی مدد کی اور ساری جماعتوں کو تنہا شکست دیا.

یہ آپ نے تین ۳ مرتبہ فرمایا۔

اِس کے بعد معمولی چال سے مروہ کی جانب چلے. جب بطنِ وادی میں آپ کا قدم ٹھہرا تو وہاں سعی کی یعنی تیز چلے. جب وادی ختم ہوئی اور مروہ پر چڑھنے لگے تو پھر معمولی چال سے چلے. یہ روایت

حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی دونوں پیدل کیا۔ لیکن مسلم ہی نے حضرت ابن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے حضرت جابر عبداللہؓ سے سُنا کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اُونٹ پر کیا تھا۔ بظاہر ان روایات میں تعارض ہے۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ کو دیکھنے کے لئے صفا پر بڑا مجمع ہو گیا تھا۔ حتےٰ کہ جوان عورتیں اپنے گھروں سے نکل آئی تھیں۔ اور حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے لوگ ہر طرف کہتے تھے کہ وہ محمدؐ ہیں۔ اس لئے حضورؐ اُونٹ پر سوار ہو گئے تھے۔ البتہ طواف بیت اللہ کے متعلق روایتیں بہت مختلف ہیں۔ لیکن کسی روایت میں یہ صاف تصریح نہیں ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت پہلا طواف جو آنے کے ساتھ آپ نے کیا وہ سواری پر تھا۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ حجۃ الوداع میں جو پہلا طواف آپ نے کیا اس کے تینؔ شوط میں رمل کیا اور چاؔر میں مشی اور رمل مشی پیدل ہی میں ہو سکتا ہے سواری پر نہیں بلاشبہ اس کے بعد آپ نے سواری پر طواف کیا ہے۔ جن روایتوں میں سواری پر طواف کا ذکر ہے اس میں یا تو بعد کے طواف کا ذکر ہے۔ یا کسی عمرہ کے طواف کا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر یہ مذکور نہیں کہ وہ طواف قدوم کا ذکر کرتی ہیں۔ یا دوسرے طواف کا۔ دوسری روایتوں میں تو یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے یا کسی عمرہ کا واللہ اعلم۔

جب حضور صلعم مروہ پر پہنچے تو وہاں بھی قبلہ کی طرف رُخ کر کے تکبیر کہی اور تحمید بیان کی۔ اور جس طرح آپ نے صفا پر دعائیں پڑھی تھیں یہاں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد صفا کی طرف روانہ ہوئے اس طرح ساتؔ مرتبہ آپ نے سعی کی۔ وادی میں جس مقام سے جہاں تک آپ نے سعی کی تھی۔ یعنی تیز چلے تھے۔ ان دونوں مقامات پر نشانیاں بنا دی گئی ہیں۔ جس کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔ آخری سعی آپ کی باتفاق مروہ پر تمام ہوئی۔ یعنی صفا سے مروہ تک ایک۔ پھر مروہ سے صفا تک دوسری علیٰ ہذا القیاس۔ بعضوں نے کہا ہے کہ صفا سے مروہ تک جانا۔ اور پھر مروہ سے صفا تک آنا یہ دونوں کو ملا کر

ایک سعی ہوئی۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ ائمۂ مذاہب میں سے کسی کا یہ مسلک نہیں ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی صفا سے شروع ہوئی اور مروہ پر تمام ہوئی۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب صفا و مروہ کے ایک سفر کو ایک سعی قرار دی جائے۔

مروہ پر تشریعی حکم جب مروہ پر آپ نے سعی ختم کی تو حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ احرام کو ختم کر کے کامل حلال ہو جائے۔ کامل حلال کے یہ معنی ہیں کہ اس کو عورت سے وطی کرنا۔ خوشبو لگانا۔ سِلا ہوا کپڑا پہننا سب حلال ہے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ احرام ختم نہ کرے۔

فسخ الحج بالعمرہ کا اختلاف صحابہ کرام میں بعضوں کی نیت عمرہ کی تھی۔ بعض نے حج اور عمرہ کے ساتھ نیت کی تھی حضورؐ نے حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ احرام پر قائم رہے۔ اب جن کی نیت صرف عمرہ کی تھی وہ طواف اور سعی سے فارغ ہو چکے تھے ہذا ان کے حلال ہو جانے میں کوئی اشتباہ باقی نہ تھا۔ لیکن جن کی نیت حج یا حج و عمرہ کے ساتھ تھی۔ اور اُن کے ساتھ ہدی نہ تھی اُن کو تردد ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے۔ اور آپ نے سب کو بتاکید حلال ہو جانے کا حکم دیا۔ اس لئے جن اصحابؓ کے پاس ہدی نہ تھی اُن میں سے کسی نے حلق کرایا اور کسی نے قصر مگر احرام سے باہر ہو کر حلال ہو گئے۔ حضورؐ کا یہ حکم اور صحابہؓ کا یہ فعل ثابت ہے لیکن ائمہ مجتہدین میں اختلاف یہ ہو گیا کہ حضورؐ کا یہ حکم صحابہ کرام کے لئے خاص تھا یا سارے مسلمانوں کے لئے ہمیشہ کے واسطے یہی حکم ہے۔ امام احمدؒ اور اُن کے مقلدین ابن تیمیہ اور ابن قیم کہتے ہیں کہ سب کے لئے یہی حکم ہے۔ مگر امام شافعی۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ اور اکثر فقہاء امصار کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف صحابہ کے لئے تھا۔ دونوں طرف اس باب میں مباحث طویلہ ہیں۔ ہم بعض روایات کو جن پر مباحث کا دارومدار ہے ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔

حکم کے عام ہونے کی دلیلیں جو لوگ فسخ الحج بالعمرہ کے جواز یا وجوب کے قائل ہیں۔ اور اس حکم کو سب کے لئے عام کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے پہلے مقام سرف میں صحابہ سے فرمایا کہ جس کے

پاس ہدی نہ ہو تو میرے نزدیک بہتر ہے کہ وہ عمرہ کرلے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ یہ نہ کرے۔ اس میں گو من وجہہ تخیر ہے لیکن عمرہ کی ترجیح ظاہر ہے۔ اس کے بعد مکہ آکر آپ نے حتماً حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور جس کے پاس ہدی ہو وہ اپنے احرام پر قائم رہے۔ سراقہ بن مالکؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ اس سال کے لئے خاص حکم ہے۔ یا ہمیشہ کے لئے عام ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے عام ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ فسخ الحج بالعمرہ کے حکم کو خود رسول اللہؐ سے رسول اللہؐ کے چودہ[۱۴] صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ اور سب کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں۔ وہ صحابہؓ یہ ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ۔ جابر بن عبداللہؓ۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ۔ حضرت براء بن عازبؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت انس بن مالکؓ۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت سبرہ بن معبد الجہنیؓ۔ حضرت سراقہ بن مالک المدلجیؓ رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ حج کے لئے اہلال کہتے ہوئے چار[۴] ذی الحجہ کی صبح کو آئے۔ حضور صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ صرف عمرہ کرلیں تو یہ بات اُن کو بڑی عظیم معلوم ہوئی۔ پوچھا کہ یا رسول اللہؐ کیسا حل کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حل تام اور صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے آئے۔ اور بعض روایتوں میں یہ لفظ ہے کہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کرلیں سوائے اُن لوگوں کے جن کے ساتھ ہدی ہو۔ اور صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ اور اصحابؓ نے حج کے لئے اہلال کہا۔ اور حضور صلعم اور حضرت طلحہؓ کے سوا کسی کے پاس ہدی نہ تھی حضرت علیؓ یمن سے آئے تھے۔ اُن کے ساتھ ہدی تھی۔ اور انھوں نے کہا کہ میں نے اہلال کہا مثل اہلال نبی صلعم کے۔ اِس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی ہو اُس کے سوا اور سب عمرہ کرلیں۔ طواف کریں پھر قصر کرکے حلال ہو جائیں صحابہ اس پر کچھ بولنے لگے۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ اگر ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے۔ ایک روایت کا لفظ ہے کہ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ ہم تم سے زیادہ متقی ہیں۔ تم سے زیادہ صادق ہیں۔ اور تم سے زیادہ نیکی کرنے والے ہیں اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ سراقہ بن مالک بن جشعمؓ نے کہا کہ

یارسول اللہؐ یہ اس سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے۔ فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے۔ اور یہ سارے الفاظ نہایت صحیح روایات کے ہیں۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ نکلے تو حج کے سوا کچھ ارادہ نہ تھا۔ پھر جب مکہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو حکم دیا کہ عمرہ کر لو۔ تو سب لوگ حلال ہو گئے سوائے ان لوگوں کے جن کے ساتھ ہدی تھی۔ یہ حدیث بہت طویل ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہؐ نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ آپ کو حلال ہونے سے کس چیز نے روکا۔ فرمایا کہ میں نے بدنہ کی تقلید کی ہے اس لئے بغیر نحر کئے حلال نہیں ہو سکتا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ سلمہ بن شبیب نے امام احمد صاحبؒ سے کہا کہ آپ کی ساری بات ہمیں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر ایک بات۔ پوچھا کہ وہ کیا؟ تو کہا کہ آپ حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا لینے کا حکم دیتے ہیں۔ امام احمدؒ نے کہا کہ اے سلمہ! ہم تم کو ذی عقل سمجھتے تھے۔ اس باب میں میرے پاس گیارہ صحیح حدیثیں ہیں۔ تو کیا ہم ان سب کو صرف تمہارے قول کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ الغرض صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس مضمون کی اس کے سوا اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور سنن کی روایتیں اس کے علاوہ ہیں۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ان سب صحابہ کو جن کے پاس ہدی نہ تھی حج کے بدلے عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ اور سراقہ بن مالکؓ کے سوال و جواب نے یہ بات طے کر دی کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے عام ہے۔ یہ حکم صحابہؓ کے لئے مخصوص نہ تھا۔ اور سنن میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ہم نے حج کی نیت کی ہے تو صرف عمرہ کر کے احرام کیسے توڑ دیں؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جو ہم کہتے ہیں کرو۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی یہی کرتے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ مکہ آئے اور حضورؐ نے حکم دیا تو ہم لوگ حلال ہو گئے۔ پھر یوم الترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا۔ اور اس میں حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ ہم یمن سے آئے۔ اور حضور بطحاء میں تھے تو پوچھا کہ کس چیز کا تم نے احرام باندھا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے احرام باندھا ہے کہ میرا اہلال مثل اہلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ پوچھا کہ کیا

کیا تمہارے ساتھ ہدی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں تو حضورؐ کے حکم پر میں نے طواف کیا۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اس کے بعد حلال ہوجانے کا حضورؐ نے حکم دیا۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ کیا فتویٰ ہے کہ جس نے طواف کیا وہ حلال ہوجاتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔

دلائل تخصیص حکم بصحابہ

عبداللہ بن الزبیر الحمیدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فسخ حج کا حکم رسول اللہ صلعم نے خاص ہم لوگوں کو دیا تھا۔ اور وکیع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے بعد کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ حج کو عمرہ کرلے۔ یہ صرف اصحاب رسول اللہؐ کیلئے رخصت تھی۔ مسند بزار میں ہے کہ زید بن شریک نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ آپ تو رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ تمتع کا کیا حکم تھا۔ فرمایا کہ وہ تمہارے لئے نہیں ہے وہ صرف ہم لوگوں کے لئے رخصت تھی۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ حج میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے رخصت تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو متعہ ہیں دونوں صحیح نہیں ہیں لیکن ہم لوگوں کیلئے خاص تھا یعنی متعۃ النساء اور متعۃ الحج۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے خاص تھا تم لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ اور سنن نسائی میں باسنادِ صحیح مروی ہے کہ متعہ حج میں لوگوں کے لئے نہیں ہے اور تم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہے وہ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رخصت تھی۔ اور ابوداؤد و نسائی میں ہلال بن الحارثؓ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فسخ الحج الی العمرہ ہم لوگوں کے لئے خاص ہے یا سب کے لئے عام ہے تو فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے خاص ہے۔ اور امام احمدؒ و ابوداؤدؒ نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے متعۃ الحج کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ یہ ہم لوگوں کے لئے خاص تھا تمہارے لئے نہیں ہے۔

وہ حدیثیں جو فسخ الحج کی معارض ہیں

جو روایتیں تخصیص کے ثبوت میں مذکور ہوئیں وہ سب آثار صحابہ ہیں۔ سوائے ہلال بن الحارث کی روایت کے وہ مرفوع ہے۔ اور وہ سنداً بھی گو صحیح ہے۔ مگر اُن تمام روایاتِ صحیحہ کا تنہا معارضہ نہیں کر سکتی جو فسخ الحج کے دلیل میں ذکر کی گئیں۔ کیونکہ سنداً بھی اُن روایات کی قوت کو نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن تخصیص کی بابت فسخ الحج کے معارض اور روایتیں بھی ہیں۔ صحیح مسلم میں امام زہری رح کی روایت عروہ سے ہے۔ وہ حضرت عائشہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ ص کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔ تو بعضوں نے عمرہ کے لئے اہلال کہا۔ بعضوں نے حج کے لئے جب مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو تو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی ہو وہ حلال نہ ہو جب تک ہدی کا نحر نہ کر لے۔ اور جس نے حج کے لئے اہلال کہا ہو وہ حج پورا کرے۔ اس میں دوسری روایت مالک رح کی ہے ابوالاسود سے وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے لئے رسول اللہ کے ساتھ نکلے تو کسی نے عمرہ کا اہلال کہا۔ کسی نے حج و عمرہ دونوں کا۔ کسی نے صرف حج کا۔ اور رسول اللہ نے حج کے لئے اہلال کہا۔ تو جنھوں نے عمرہ کا اہلال کیا وہ حلال ہو گئے۔ لیکن جنھوں نے حج کا اہلال کہا یا حج و عمرہ دونوں کا وہ یوم النحر تک حلال نہ ہوئے۔

ابن ابی شیبہ حضرت عائشہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ص کے ساتھ حج کے لئے نکلے تو تین قسم کے لوگ تھے۔ کسی نے حج و عمرہ دونوں کی نیت کی۔ کسی نے صرف حج کی۔ کسی نے صرف عمرہ کی۔ جن لوگوں نے حج و عمرہ کی ساتھ نیت کی تھی وہ بالکل حلال نہ ہوئے جب تک اُنھوں نے مناسک حج کو پورا نہ کیا۔ اور جنھوں نے صرف حج کی نیت کی تھی وہ بھی بالکل حلال نہ ہوئے جب تک اُنھوں نے مناسک حج کو پورا نہ کیا جن لوگوں نے صرف عمرہ کی نیت کی تھی وہ جب بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کر چکے تو حلال ہو گئے۔ اور پھر مستقل حج کیا۔ صحیح مسلم میں عروہ بن الزبیر رض کی ایک بہت طویل روایت ہے اس کے آخر میں حضرت عروہ رض کہتے ہیں کہ گزشتہ لوگوں میں سے کسی کو میں نے نہیں دیکھا مگر یہ کہ جب

وہ (مکہ میں) قدم رکھتے تو سب سے پہلے طواف کرتے اور حلال نہیں ہوتے اور میں نے اپنی ماں اور خالہ کو دیکھا کہ جب وہ آتیں تو طواف سے پہلے کچھ نہ کرتیں۔ دونوں سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں۔ اور حلال نہ ہوتیں۔

ظاہر ہے کہ یہ روایتیں فسخ الحج کے بالکل معارض ہیں۔ اور جو آثار و روایات تخصیص حکم فسخ بصحابہؓ کے ثبوت میں لکھے گئے اُن کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ اُن روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن صحابہؓ نے حج کی نیت کی تھی وہ طواف کے بعد حلال ہوئے اور ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صحابہؓ نے حج کی نیت کی تھی وہ حلال نہ ہوئے۔ حلال صرف وہ ہوئے جنھوں نے صرف عمرہ کی نیت کی تھی۔ ان روایات میں شدید تعارض ہونے کی وجہ سے بعد میں علماء مجتہدین بھی مختلف الرائے ہو گئے اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ حدیثیں سب متعارض ہیں اس لئے نیت کے بعد ابطال عمل کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن امام احمد صاحبؒ قوتِ سند کی بنا پر فسخ الحج بالعمرہ کی روایتوں کو ترجیح دیتے ہیں واللہ اعلم۔

بہر کیف کثیر مستند روایات سے یہ ثابت ہے کہ جن حضرات کے ساتھ ہدی نہ تھی وہ سعی کے بعد رسول اللہ صلعم کے حکم کے موافق حلال ہو گئے۔ لیکن خود حضورؐ حلال نہ ہوئے اس لئے کہ آپ کے ساتھ ہدی تھی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ بھی حلال نہ ہوئے۔ کیونکہ ان سب حضرات کے ساتھ ہدی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات سب حلال ہو گئیں حضرت عائشہؓ کے حلال ہونے کے بارے میں صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں مگر اُن میں بعض علماء کو شبہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ حلال ہو گئی تھیں اُن کے ساتھ ہدی نہ تھی۔ مگر حضرت علیؓ حلال نہ ہوئے کیونکہ وہ یمن سے آئے تھے اور اُن کے ساتھ ہدی تھی۔ اور اُن کو رسول اللہؐ نے احرام باقی رکھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علیؓ عراق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم گئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ کنگھی کر کے سرمہ لگا کر اور خوشبو لگا کر رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو میں نے تعجب کیا اور مجھ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ مجھ کو میرے والد نے یہ حکم دیا ہے۔ میں نے اس کے بعد رسول اللہؐ سے دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے حکم دیا ہے۔

حج کا بقیہ حال

مروہ سے اُتر کر حضورؐ نے مکہ سے باہر قیام فرمایا۔ اور تمام اصحاب یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ تک آپ کے ساتھ وہیں رہے۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ یہ چار روز آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ اور اس درمیان میں برابر نماز قصر ادا کرتے رہے۔ جمعرات کے روز یعنی آٹھ ذی الحجہ کو صبح کے وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد تمام اصحاب کے ساتھ منیٰ[1] کی طرف روانہ ہوئے۔ جو لوگ حلال ہو گئے تھے انھوں نے یہیں سے آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا۔ احرام کے لئے یہ لوگ مسجد نہ گئے بلکہ مکہ سے باہر ہی احرام باندھا منیٰ میں پہنچ کر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور رات کو وہیں رہے۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ پھر جمعہ کے روز جب آفتاب طلوع ہوا تو ضب[2] کے راستہ سے عرفہ[3] کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں بعض اصحاب تلبیہ کہتے تھے بعض تکبیر آپ سُنتے تھے مگر کسی کو منع نہ کرتے تھے۔ عرفات کے پورب کیجانب اُس وقت ایک قریہ تھا جس کا نام نمرہ[4] تھا۔ آپ کے حکم سے وہیں آپ کا قبہ نصب ہوا تھا اُس میں آپ اُترے۔ آفتاب ڈھلنے کے بعد آپ کا ناقہ قصویٰ آیا۔ اس پر سوار ہوئے اور وہاں سے عرفہ کے بطن وادی میں آئے اور وہاں اُونٹ ہی پر وہ خطبہ عظیمہ ارشاد فرمایا جو اسلام کی سب سے بڑی دولت ہے۔

عرفہ کا خطبہ

اس خطبہ میں حضورؐ نے اسلام کے قواعد کو محکم اور مقرر کیا۔ کفر اور جاہلیت کے قواعد کو منہدم کیا۔ اور اس خطبہ میں آپنے اُس حرمت کی تقریر کی جو تمام ملتوں میں باتفاق حرام

۱؎ منیٰ بکسر میم حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہاں حضرت جبرئیلؑ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پُوچھا کہ کیا تمنا رکھتے ہیں فرمایا جنت اِس لئے اس کا نام منیٰ ہوا تمنّا سے۔ اور منیٰ کے معنے بہانا بھی ہے یہاں خون بہایا جاتا ہے اس لئے اس کو منیٰ کہا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۲؎ ضَب بفتح ضاد معجمہ ۱۲ منہ۔

۳؎ عرفہ زمان و مکان دونوں معنوں میں آتا ہے لیکن عرفات بصیغۂ جمع مخصوص مکان کے معنی میں آتا ہے۔ اِس کو عرفات اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا کا ہبوط کے بعد یہیں تعارف ہوا تھا اور عرف بسکون راء مہملہ اچھی بُو کو کہتے ہیں۔ چونکہ قربانی کے ایام میں منیٰ میں تعفّن پیدا ہو جاتا ہے اور یہاں کی ہوا اچھی رہتی ہے اس لئے اس کو عرفات کہتے ہیں اس لئے یہ لفظ یا تعارف سے مشتق ہے یا عرف سے۔ کذا فی شرح سفر السعادت واللہ اعلم ۱۲ منہ

۴؎ نَمِرہ۔ بفتح نون و کسر میم و فتح رائے مہملہ ایک قریہ کا نام ہے یا ایک پہاڑ کا کذا فی القاموس واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ہے فرمایاکہ تمہارا خون۔ تمہارے اموال۔ اور تمہاری آبرو حرام ہیں ایک کی دوسرے پر اس خطبہ میں آپ نے تمام رسومِ جاہلیت کو اپنے پیروں کے نیچے کیا یعنی ہمیشہ کے لئے اس کے مٹنے کا اعلان فرمایا. اس خطبہ میں آپ نے جاہلیت کی سود خواری کو بالکل مٹادیا اور باطل کر دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے اپنی امت کو وصیت کی کہ عورتوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرو۔ پھر تشریح فرمادی کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے حقوق عورتوں پر کیا ہیں۔ اُس میں حضورؐ نے مردوں کو اختیار دیا کہ وہ عورتوں کو مار سکتے ہیں۔ اور اُن کو تنبیہ کر سکتے ہیں اگر وہ ایسے مردوں کو گھر میں آنے دیں جن کا آنا اُن کے شوہر ناپسند کرتے ہوں۔

آپنے اس خطبہ میں اپنی تمام اُمت کو وصیت کی کہ کتاب اللہ کو پکڑے رہیں۔ اور فرمایاکہ جبتک لوگ اِس کتاب کو پکڑے رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے۔

خطبہ تمام ہونے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہاکہ تم سے یہ سوال کیا جائے گا کہ یہ سب احکام تم لوگوں کو پہنچے یا نہیں تو تم لوگ کیا شہادت دوگے؟ سب نے کہاکہ ہم شہادت دیں گے کہ آپ نے خُدا کے احکام پہنچا دیتے. آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اور آپ نے پُوری طرح نصیحت کر دی اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف اُنگلی اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایاکہ خُداوندا تو گواہ رہ۔ خُداوندا تو گواہ رہ۔ خُداوندا تو گواہ رہ۔

اِس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایاکہ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان تمام احکام کو اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ اسی خطبہ کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ماں ام الفضل بنت الحارث الہلالیہؓ نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا جو آپ نے پی لیا. لیکن ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ یہ وہم ہے۔ دُودھ پینے کا قصہ اس کے بعد کا ہے. صحیحین میں حضرت میمونہؓ کی روایت ہے کہ لوگوں کو اس میں شک ہوا کہ رسول اللہؐ آج روزہ سے ہیں یا نہیں. تو آپ کے پاس جب کہ آپ موقف میں تھے دودھ بھیجا گیا. اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ عرفہ میں واقف تھے. اور خطبہ کی جگہ موقف نہیں ہے۔

آپ نمرہ میں مقیم ہوئے۔ اور عرنہ میں خطبہ دیا۔ اِس کے بعد موقف میں جاکر وقوف کیا۔ یہ سب مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

جب خطبہ تمام ہوا تو آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا۔ انھوں نے اذان کہی۔ پھر اس کے بعد اقامت کہی۔ اور آپ نے اس روز دو رکعت نماز ظہر کی پڑھی۔ اِس میں قرأت آہستہ پڑھی حالانکہ جمعہ کا دن تھا۔ مگر آپ نے جُمعہ نہ پڑھا۔ اس کے بعد دوسری اقامت ہوئی اور آپؐ نے عصر کی بھی دو رکعت نماز پڑھی۔

وقوف عرفہ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ موقف میں آئے۔ پہاڑ کے نیچے صخرات کے پاس قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہوئے اور جبل مشاۃ آپ کے سامنے تھا۔ آپ اُونٹ پر سوار تھے۔ اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ دُعا کرتے رہے اسی طرح غرُوب آفتاب تک دُعا کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے اس جگہ وقوف کیا لیکن عرفہ کل موقف ہے۔ اور فرمایا کہ حج یوم عرفہ ہے۔ اور بہترین دُعا یوم عرفہ کی دُعا ہے۔ دُعا کے وقت آپ سینہ تک ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے جس طرح فقیر کھانا مانگتے وقت اُٹھاتا ہے۔ اس وقت کی دُعائیں آپ کی احادیث صحیحہ میں مروی ہیں۔

دین کی تکمیل

یہیں یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج ہم نے تمھارے دین کو تمھارے لئے مکمل کر دیا۔ تمھارے اُوپر اپنی نعمت پُوری کی اور تمھارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔ یہ اس امر کا اشارہ تھا کہ خدا نے جس مقصد کے لئے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا وہ پُورا ہو چکا۔ آپؐ کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی آنے تھے وہ آگئے۔ اِس لئے اب دنیا میں آپ کے رہنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

محرم کا انتقال

یہیں ایک صحابی جو احرام کی حالت میں تھے سواری سے گر گئے اور ان کا اِنتقال ہو گیا۔ حضور صلعم نے حکم دیا کہ اُن کو غسل دیا جائے۔ اور احرام ہی کے کپڑے کو کفن بنایا جائے۔ خوشبو نہ لگائی جائے۔ اور سر و چہرہ ان کا نہ چھپایا جائے۔ اور فرمایا کہ یہ قیامت کے روز تلبیہ کہتے ہوئے اُٹھیں گے۔ اسی بنا پر امام احمد صاحبؒ۔ امام شافعیؒ۔ اور اسحاقؒ کہتے ہیں کہ موت سے احرام نہیں

ٹوٹتا۔ مگر امام ابوحنیفہؒ ۔ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی مذکور کے لئے خاص حکم تھا ورنہ خداوند کریم فرماتا ہے اذا مات احدکم انقطع عملہ الا من ثلث۔ یعنی جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے۔

مُزدلفہ و مِنیٰ

جب غروب آفتاب کے بعد شفق کی زردی چھپ گئی تو آپ عرفہ سے روانہ ہوئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو آپ نے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھالیا۔ اور آہستہ آہستہ وہاں سے چلے۔ اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تیزی میں بھلائی نہیں ہے۔ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ آپ ضب کے راستہ سے عرفہ گئے تھے۔ اور مازمین کے راستہ سے واپس ہوتے۔ یہ آپ کا ہمیشہ قاعدہ تھا کہ عیدین میں جس راستہ سے مصلی پر جاتے تھے واپس اس راستہ سے نہ ہوتے تھے بلکہ دوسرا راستہ اختیار فرماتے تھے۔ راستہ میں آپ کے اونٹ کی چال نہ بہت تیز تھی نہ بہت سست جب کسی بلندی پر چڑھنا ہوتا تھا تو باگ ذرا ڈھیلی کر دیتے۔ اور سارے راستہ میں برابر تلبیہ کہتے جاتے تھے کسی وقت آپ نے تلبیہ بلند نہ کیا۔ راستہ میں ایک جگہ اترے پیشاب کیا۔ اور ہلکا وضو کیا۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ نماز کا وقت ہے فرمایا کہ نماز کی جگہ آگے آتی ہے۔ جب مزدلفہ میں پہنچے تو فوراً مکمل وضو کیا۔ اور موذن کو اذان کے لئے حکم دیا انھوں نے اذان اور اقامت کہی۔ اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ یہ اونٹ کو کھولنے اور اسباب اتارنے سے پہلے مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر لوگوں نے اونٹ کھولا۔ اسباب اتارا۔ اور اس کا انتظام کیا۔ اس کے بعد پھر اقامت ہوئی تب آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ عشاء کے لئے اذان بھی جدید ہوئی۔ اور بعض میں ہے کہ اقامت بھی ایک ہی ہوئی۔ مگر راجح اور قوی یہی ہے کہ اذان ایک ہوئی اور اقامت دوؔ۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ اور رات کی نماز کے لئے نہ اٹھے جیسا کہ آپ کا روزانہ معمول تھا۔ بلکہ صبح کی نماز کے لئے اٹھے۔ یوں بھی عیدین کی شب میں نماز کے لئے آپ کا اٹھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔

رات ہی کے وقت آپ نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو منیٰ روانہ کردیا اور منع کردیا کہ رمی جمار

طلوعِ آفتاب سے پہلے نہ کریں۔ یہ روایت صحیح ہے ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضعفاء بنی عبد المطلب کو آپ نے بھیجا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ بھی اُن کے ساتھ گئے تھے۔ اور ازواجِ رسول اللہؐ میں سے صرف حضرت سودہؓ اُن کے ساتھ گئی تھیں۔ اور سب ازواجِ مطہرات حضورؐ کے ساتھ تھیں۔ مسند امام احمدؒ کی ایک روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی المطلب کے لڑکے حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اور حضرت سودہؓ بھی اجازت لے کر انھیں کے ساتھ گئی تھیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اے لڑکو! طلوعِ آفتاب سے پہلے رمی جمار نہ کرو۔

لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت ابوداؤد اور مسند امام احمدؒ میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امِ سلمہؓ نے طلوعِ فجر سے پہلے رمی جمار کیا۔ یا دارقطنی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ رات کے وقت رمی جمار کر لیں امام احمدؒ صاحب اور دوسرے محدثین نے اِن روایات کی صحت سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہتی ہیں کہ مزدلفہ میں حضرت سودہؓ نے اجازت لے لی اور ہجوم سے قبل چلی گئیں۔ ہم سب اجازت نہ لینے کی وجہ سے رہ گئے۔ اور صحیحین سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو رات کے وقت بھیجا تھا حضرت ابن عباسؓ ان کے ساتھ گئے تھے اور حضرت سودہؓ بھی اُنھیں کے ساتھ گئی تھیں لیکن اور سب ازواجِ مطہرات آپ کے ساتھ رہیں۔ صرف صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہؓ بھی گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ کمزوروں میں وہ بھی داخل ہوں اور وہ بھی گئی ہوں واللہ اعلم۔

فجر طلوع ہونے کے بعد اول وقت اذان و اقامت کے ساتھ آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے سوار ہو کر موقف میں مشعرِ حرام کے پاس آئے۔ اور دعا و گریہ و زاری۔ اور تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے حتیٰ کہ خوب روشنی ہو گیا مگر آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ مزدلفہ کل موقف ہے۔

یہاں سے اِس کے بعد روانہ ہوئے تو سواری پر فضل ابن عباسؓ کو ساتھ لے لیا اور اسامہ بن زیدؓ پیدل چلے۔ اور راستہ میں حضورؐ برابر تلبیہ کہہ رہے تھے حضورؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ میرے لئے سات کنکریاں یہاں سے چُن لو یہ کنکریاں نئی اُسی روز پہاڑ سے توڑی گئی تھیں جیسا کہ عام قاعدہ ہو گیا ہے

نزات کے وقت چن کر رکھی گئی تھیں۔ آپ نے ان کنکریوں کو اپنے دستِ مبارک میں لے کر فرمایا کہ اسی طرح کی کنکریوں سے رمی جمار کرو۔ اور غلو فی الدین سے بچو۔ پہلی قومیں غلو فی الدین کی وجہ سے برباد ہوئیں۔ اِس کے بعد جب حضورؐ بطن محسرؐ میں آئے تو اونٹ کو تیز کر دیا۔ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی ایسے مقام میں پہنچتے تھے جہاں کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا ہے تو وہاں سے گزر جانے میں جلدی کرتے تھے۔ جیسا کہ تبوک جاتے ہوئے جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کی جگہ ہے تو آپ نے چہرۂ مبارک پر کپڑا ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ یہ وادیٔ محسر وہ مقام ہے جہاں اصحاب فیل تباہ ہوئے۔ خداوند کریم نے ان کا ذکر الم تر کیف کی سورت میں کیا ہے۔ وادیٔ محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان برزخ ہے۔ نہ منیٰ کا جز ہے نہ مزدلفہ کا۔ جس طرح عرنہ عرفہ اور مشعر کے درمیان برزخ ہے۔ اِن مقامات میں سے منیٰ تو حرم میں بھی داخل ہے اور مشعر بھی ہے۔ وادیٔ محسر حرم میں داخل ہے مگر مشعر نہیں ہے۔ مزدلفہ حرم میں بھی ہے اور مشعر بھی۔ عرنہ حل میں ہے نہ حرم میں ہے نہ مشعر ہے عرفہ حل میں ہے مگر مشعر ہے۔

حضورؐ یہاں سے بیچ کے راستہ سے چلے جو جمرۂ کبریٰ کے پاس پہنچتا ہے۔ جب آپ منیٰ میں آئے تو اسفل وادی میں ٹھہرے منیٰ کو آپ نے اپنے داہنے کیا۔ اور بیت کو بائیں۔ اور جمرہ کی طرف رُخ کیا پھر اونٹ ہی پر سے آپ نے کنکریاں ماریں۔ آپ ایک ایک کنکری پھینکتے تھے۔ اور ہر دفعہ تکبیر کہتے تھے یہ رمی جمار آپ نے آفتاب طلوع ہونے کے بعد کیا۔ اور یہیں سے آپ نے تلبیہ موقوف کیا۔ رمی کے وقت

لہ محسّر بضم میم و کسر سین مہملہ مشدّدہ حسر کے معنی عاجز اور منقطع ہو جانے کے ہیں چونکہ اِس وادی میں اصحاب فیل عاجز ہو گئے۔ اور ان کے ہاتھی نکل نہ سکے اس لئے اِس وادی کا نام محسّر ہو گیا۔ یہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اِس وادی سے نکل جانے میں عجلت کی مگر اس میں رائیں مختلف ہیں کہ عجلت کا سبب کیا تھا۔ صحیح وہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے بعض کہتے ہیں کہ کفّار یہاں وقوف کرتے تھے۔ اِس لئے حضورؐ نے اُن کے خلاف کیا۔ بعض اور کچھ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب قیاسات ہیں اس بارے میں کوئی قول حضورؐ سے مروی نہیں ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ دو صحابہ آپکے پاس تھے ایک اُونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ اور ایک اپنے کپڑے سے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ کیونکہ دھوپ میں تیزی آگئی تھی۔

منیٰ کا خطبہ اِس کے بعد حضورؐ منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں ایک عظیم و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور بہت سے احکام کی اس میں تعلیم دی۔ اِس خطبہ میں آپؐ نے یوم النحر کی فضیلت بیان کی۔ مکہ کی حرمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ اس بلدہ کو تمام بلاد پر شرف حاصل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے حکم دیا کہ جو شخص کتاب اللہ کے موافق تم کو چلائے اُس کی اتباع تم پر ضروری ہے۔ سب کو حکم دیا کہ مناسک کے قواعد میں میری اتباع کرو اور ہم سے سیکھ لو۔ آپ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم اِس سال کے بعد حج نہ

ــــــــــ

ؔ۵ منیٰ میں اس جگہ قیام فرمایا جہاں مسجد خیف ہے۔ بفتح خائے معجمہ و سکون یاء۔ اور یہیں پر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اِس خطبہ کے وقت ایک معجزہ ظاہر ہوا۔ عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی سے ابوداؤد اور نسائی میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کو منیٰ کے سب آدمی دور و نزدیک کے اپنے اپنے مقامات سے سُنتے تھے۔ اِس خطبہ کے لئے سب کے کان کھول دیئے گئے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ؔ۶ صحیحین میں ابی بکرہؓ سے مروی ہے کہ یوم النحر کے خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ گردش کرکے اس ہیئت پر آگیا ہے جس پر اُس کو خُدا نے پیدا کیا۔ اللہ پاک نے بارہ ۱۲ مہینے بنائے ہیں جن میں چار حرمت کے مہینے ہیں تین متواتر یعنے ذوقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ سب نے کہا کہ خُدا اور خُدا کے رسولؐ کو علم ہے۔ آپ تھوڑی دیر ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں ہے یارسول اللہؐ۔ پھر پوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے؟ سب نے کہا کہ خدا اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ بلدہ یعنی مکہ نہیں ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں ہے یارسول اللہؐ۔ پھر پوچھا یہ کونسا دن ہے؟ سب نے کہا کہ خُدا اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ہاں ہے یارسول اللہؐ۔ فرمایا کہ تمہارا خون تمہارے اموال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے مثل حرمت اس روز کے اس بلدہ اور اس مہینہ میں۔ اور فرمایا کہ وہ وقت جلد آئیگا جب تم سب اپنے پروردگار کے سامنے جاؤ گے۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کافر نہ ہو جانا اور آپس میں ایک دوسرے کا گلا نہ کاٹنے لگنا ۱۲ منہ۔

کریں گے۔ پھر آپ نے مناسک کے قواعد کی تعلیم دی۔ آپ نے سب سے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا اور آپس میں ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنا۔ اور آپ نے حکم دیا کہ خدا کے احکام اُن لوگوں کو پہنچاؤ جن کو یہ احکام نہ پہنچے ہوں آپ نے اس روز بھی اپنے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی کی ذات پر ہوتا ہے۔

پھر اسی خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم۔ وصوموا شہرکم واطیعوا ذا امرکم تدخلوا جنۃ ربکم۔

تم سب اپنے رب کی عبادت کرو۔ اپنے پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ اپنے مہینہ (رمضان کا) روزہ رکھو اور جو تم میں صاحبِ امر ہو اس کی اطاعت کرو تو تم سب اپنے رب کی جنت میں داخل ہو گے۔

اسی خطبہ کے وقت آپ سب سے رخصت ہوئے اور اسی لئے صحابہ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔ اسی جگہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا حلق۔ ذبح۔ اور رمی جمار میں اگر تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا ارشاد ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے۔ لیکن اسامہ بن شریکؓ کی روایت میں طواف و سعی کی تقدیم و تاخیر کا ذکر ہے۔ مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حلق۔ ذبح۔ اور رمی جمار کے متعلق آپ نے فرمایا لاحرج لاحرج۔

قربانی

خطبہ کے بعد حضورؐ قربانگاہ تشریف لے گئے اور ترسٹھ[1] اُونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کئے پھر حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ سو میں جو باقی رہ گئے ہیں وہ تم نحر کردو۔ اور حضرت علیؓ کو یہ بھی حکم دیا کہ گوشت۔ چمڑہ اور ناتھ و پگھا سب صدقہ کردو۔ اور فرمایا کہ کھال جدا کرنے والے اور گوشت بنانے والے کی مزدوری اس میں سے نہ دی جائے۔ یہ روایت حضرت جابرؓ کی ہے۔ کہ حضور صلعم نے اپنے دستِ مبارک سے ترسٹھ بدنہ نحر کئے۔ لیکن صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے سات بدنہ نحر کئے بظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ لیکن عروہ بن الحارث الکندیؓ کی روایت ملنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضورؐ نے تنہا سات بدنہ نحر کئے اور پھر ترسٹھ پورے ہونے میں جتنے باقی تھے

[1] ترسٹھ اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی عمر شریف کے مطابق قربان کئے یعنی ہر سال کے بدلہ ایک واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اُس میں حضرت علیؓ کو شریک کیا یعنی مِل کر نحر کئے۔ اُوپر سے حضورؐ حربہ چلاتے تھے اور نیچے سے حضرت علیؓ ترسٹھ پورا ہونے کے بعد حضور صلعم وہاں سے ہٹ گئے۔ اور سَو میں جتنے باقی رہ گئے تھے۔ وہ حضرت علیؓ نے تنہا نحر کئے۔ امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے حضرت علیؓ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تیس بدنہ نحر کئے۔ یہ روایت تمام روایاتِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ سات حضورؐ نے پہلے تنہا نحر کئے ہوں۔ پھر ترسٹھ جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے اس کے علاوہ نحر کئے ہوں اور اُس میں حضرت علیؓ کو شریک کیا ہو تو اس صورت میں حضرت علیؓ نے سَو پورے کرنے کے لئے جو تنہا نحر کئے اُن کی تعداد تیس رہ جاتی ہے اور شاید اسی کو اُلٹ کر راوی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بُدنہ کو قربانگاہ میں نحر کیا لیکن فرمایا کہ مِنیٰ کل منحر ہے۔ اِسی طرح عرفہ میں موقف کی جگہ وقوف کیا اور فرمایا کہ عرفہ کُل موقف ہے۔ مزدلفہ میں مشعر کے پاس وقوف کیا اور فرمایا کہ مزدلفہ کُل موقف ہے۔

حلق راس

جب حضورؐ قربانی سے فارغ ہوئے تو حلاّق یعنی سر مونڈنے والے کو بُلایا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا بیان ہے کہ معمر بن عبداللہ بن حنظلہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کا سر مبارک حلق کیا تھا۔ حضورؐ کے حکم سے پہلے اُنھوں نے داہنی طرف کے بال کاٹے اُس کو حضورؐ نے حاضرین پر تقسیم کر دیئے پھر بائیں طرف کے کاٹے وہ حضورؐ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے یہ صحیح مسلم کی روایت ہے لیکن بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ کے موئے مبارک حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو مِلے اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اِس لئے کہ داہنی طرف کی تقسیم میں بھی پہلے حضرت ابو طلحہؓ کو مِلا ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ داہنی طرف کے مُوئے مبارک حضور صلعم نے حضرت ابو طلحہؓ کو دیئے پھر بائیں طرف کے بھی اُنکو دیئے اور فرمایا کہ اِن کو تقسیم کر دو۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو طلحہؓ کا خاص حصّہ داہنی طرف کا ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اختلاف ہو گیا ہے۔ سفیان بن

عیینہ جو روایت کرتے ہیں اُس میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کا خاص حصّہ داہنی جانب کا تھا۔ اور ابن عون ابن سیرین کے واسطہ سے جو روایت کرتے ہیں جس کا بخاری کی روایت میں اُوپر ذکر ہوا اُس سے بھی اس کی تقویت ہوتی ہے۔ لیکن ابن سیرین ہی سے اس کو دوسرے لوگوں نے روایت کیا ہے اُس میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کو خاص بائیں جانب کا ملا تھا واللہ اعلم۔ اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناخون ترشوائے۔ اور ان کو بھی تقسیم کر دیا۔

طوافِ افاضہ افاضہ کے معنی لغت میں دفع۔ رجوع اور تفرق کے آتے ہیں۔ حلق سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے سوار ہو کر مکّہ آئے۔ اور سواری پر طواف افاضہ کیا اُسی کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ اور طواف زیارت بھی۔ طواف صدر بھی۔ طواف رکن بھی۔ طواف یوم النحر بھی۔ صحیح یہ ہے کہ اس روز آپ نے صرف یہی طواف کیا۔ اور دن کے وقت ظہر سے پہلے طواف کیا۔ اس کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ تھی۔ اور اس طواف میں رمل بھی مروی نہیں ہے۔

طواف سواری پر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں سواری پر طواف کیا۔ اور صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف کیا۔ ان دونوں روایتوں میں یہی طواف مراد ہے۔ طواف قدوم ہو نہیں سکتا اس لئے کہ اُس میں رمل آپ نے کیا تھا۔ اور طواف وداع بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ رات کے وقت آپ نے کیا۔

حضورؐ نے طواف دن کے وقت کیا حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ یہ طواف حضورؐ نے دن کے وقت کیا۔ اور یہی نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ابی سلمہؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں اور یہ تینوں روایتیں اس باب میں اصح الروایات ہیں۔ لیکن اس کے خلاف سنن ابی داؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت ابی الزبیر مکّی کے واسطہ سے ہے کہ حضورؐ نے یوم النحر کے طواف میں۔ اور بعض میں ہے کہ طواف الزیارت میں رات تک تاخیر کی۔ ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ محدثین

اس روایت کو غیر معتبر اور غلط کہتے ہیں اس لئے کہ یہ اصح الروایات کے خلاف ہے۔ دوئم ابی زبیر گی اگرچہ ثقہ ہیں مگر مدلس ہیں۔ اور امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اُن کی لقاء حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے لقاء ثابت ہے مگر یہ روایت معنعن ہے۔ اور مدلس کا عنعنہ متعاصرین سے ہو تو باتفاق معتبر نہیں ہے۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ متعاصرین کا عنعنہ اتصال پر محمول ہوگا۔ اگر ان کے لقاء کا حال معلوم نہ ہو۔ لیکن ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ یہ حکم غیر مدلسین میں ہے۔ نیز ایسے اتصال سے اُس وقت حجت قائم ہوگی جب اس کے خلاف کوئی حدیث صحیح نہ ہو۔

حضورؐ نے ظہر کہاں پڑھی؟

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت عبیداللہ اور نافع کے واسطہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے طواف افاضہ کیا پھر مکہ سے لوٹ کر واپس گئے تب ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ مگر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت حاتم بن اسمٰعیل اور جعفر کے واسطہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابوسلمہ سے مروی ہے اُس سے بھی یہی ثابت ہے۔

بلاشبہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت بھی مگر دونوں میں صحیح تعارض ہے اور ترجیح میں بھی محدثین کی رائے مختلف ہے۔ ابن حزم وغیرہ حضرت جابرؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے جزئیات کو جس تفصیل سے وہ بیان کرتے ہیں ویسا اور کسی صحابہؓ نے بیان نہیں کیا راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لئے اُترے اُس کو بھی اُنھوں نے یاد رکھا تو نماز کی جگہ کو کیسے بھول جائیں گے۔

دوسری جماعت کہتی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت متفق علیہ ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت مسلم کے افراد میں سے ہے اس لئے متفق علیہ روایت کو ترجیح ہوگی۔ دوئم ابن عمرؓ کی روایت کے راوی عبیداللہ اور نافع ہیں۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت کے حاتم بن اسمٰعیل اور جعفر۔ عبیداللہؒ اور نافعؒ کو جو ترجیح حاصل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ باقی حضرت عائشہؓ کی روایت تو اُس میں اضطراب ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کو ابوسلمہؓ روایت کرتے ہیں تو اُس میں ہے کہ حضورؐ نے دن کو طواف کیا۔

اور انہی سے ابوزبیر مکی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رات تک تاخیر کی۔ اور محمد بن اسحاق عبدالرحمٰن بن قاسم سے۔ وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ کو اجازت دی کہ دن کو ظہیرہ کے وقت بیت اللہ کی زیارت کرلیں اور خود حضورؐ نے اپنی ازواج کے ساتھ رات کو زیارت کی۔

وجوہ ترجیح میں دونوں فریق دوسری وجوہات بھی پیش کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابوزبیر مکیؒ سے ہے اس کا حال اُوپر لکھ چکا ہوں دوسری روایت جو محمد بن اسحٰق سے ہے اُس کا حال بھی وہی ہے محمد بن اسحٰق میں اختلاف ہے اور یہ روایت ان کی معنعن ہے صحیح روایات کے مقابلہ میں محمد بن اسحٰق کا عنعنہ مقبول نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے بیہقی کہتے ہیں کہ اس باب میں تینؔ روایتیں بہت صحیح ہیں ابن عمرؓ کی روایت حضرت جابرؓ کی روایت۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابو سلمہ کے واسطہ سے ہے اس لئے بحث اسناد کی نہیں ہے بلکہ خود حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کے بیان میں اختلاف ہے اور حضرت عائشہؓ کا بیان حضرت جابرؓ کے موافق ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جس تفصیل سے حجۃ الوداع کے جزئیات کو حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے ویسا کسی نے بیان نہیں کیا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے تمام حالات کو انھوں نے یاد رکھنے کی کوشش کی اور اہتمام کیا۔ اس لئے اُن کے حافظہ کو ترجیح ہونی چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی قابل غور ہے کہ یوم النحر کی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے چلے۔ اُسی روز منیٰ میں آئے۔ رمی جمار کیا۔ اہم خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر اسی روز ایک سو اونٹ نحر کئے۔ ان کی کھالیں چھڑائی گئیں۔ گوشت بھونا گیا اور آپؐ نے کھایا۔ پھر حلق کرایا۔ ناخون ترشوائے ان سب سے فارغ ہو کر منیٰ سے مکہ آئے زوال کے بعد طواف کیا۔ زمزم کے پاس سقایہ پر گئے اور وہاں گفتگو ہوتی رہی۔ اتنے کاموں کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ یہ بڑا قرینہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی یاد صحیح ہے۔

مکہ سے رجوع اور منیٰ میں قیام

طواف کے بعد حضورؐ زمزم کے پاس آئے۔ سقایہ پر حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ

میری اتباع میں لوگ سقایہ پر ہجوم کر دیں گے تو میں خود اتر کر تمہارے کام میں شریک ہوتا۔ بنی عباس نے ایک ڈول پانی بھر کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور حضورؐ نے اس کو کھڑے کھڑے پیا۔

اسی روز اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ رات بھر ٹھہرے۔ دوسرے دن زوال کا انتظار کرتے رہے۔ زوال کے بعد پیادہ پا جمرہ اولے کے پاس تشریف لے گئے جو مسجد خیف کی طرف ہے۔ کھڑے ہو کر یکے بعد دیگرے سات کنکریاں آپؐ نے ماریں۔ اور ہر دفعہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اس کے بعد جمرہ کی طرف آگے بڑھے۔ اور ہاتھ اٹھا کر آپؐ نے طویل دعا کی جس کی مقدار سورۂ بقر کے برابر تھی۔ پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس گئے اور وہاں بھی اسی طرح کیا۔ تب جمرۂ عقبہ کے پاس گئے۔ اور وہاں بھی وہی سات کنکریاں ماریں۔ لیکن وہاں دعا نہ کی بلکہ رمی کے بعد فوراً واپس ہو گئے۔

حضورؐ کا اس حج میں چھ جگہ وقوف اور دعا کرنا ثابت ہے اول صفا پر دوم مروہ پر سوم عرفہ میں چہارم مزدلفہ میں۔ پنجم جمرۂ اولیٰ پر۔ ششم جمرۂ وسطیٰ پر۔

یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے منیٰ میں دو روز خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک یوم النحر میں۔ اور دوسرے خطبہ کا ذکر ابو داؤد کی روایت میں ہے۔ اس میں اس روز کو یوم الرؤس اور اوسط ایام التشریق کہا گیا ہے۔ اور یوم الرؤس یوم النحر کے دوسرے دن کو کہتے تھے۔ بیہقی میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ اوسط ایام التشریق میں اذا جاء نصر اللہ کی سورت نازل ہوئی اسی کے بعد حضورؐ نے اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

طواف وداع

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے متعلق سقایہ کی خدمت تھی اس لئے انہوں نے شب کے وقت مکہ ہی میں رہنے کی اجازت چاہی اور آپؐ نے ان کو اجازت دی۔ اونٹ چرانے پر جو لوگ مقرر تھے انہوں نے اپنے اپنے اونٹوں کے پاس منیٰ کے باہر رہنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو بھی اجازت دی۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عذر کو منیٰ کی شب باشی ضروری نہیں ہے۔

منگل کے روز ظہر کے بعد منیٰ سے حضورؐ روانہ ہوئے۔ اور مُحَصَّب[1] میں آئے۔ اِسی کو ابطح بھی کہتے ہیں اور یہی خیف بنی کنانہ بھی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ابتداء بعثت کے وقت قریش اور بنی کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی کہ اُن کے ساتھ شادی بیاہ اور ہر طرح کے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے مُحَصَّب میں پہلے پہنچ کر اپنی مرضی سے قُبّہ نصب کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہاں ٹھہرے۔ اور ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشار کی نمازیں وہیں پڑھیں۔ پھر سو رہے۔ پھر اُٹھے اور رات ہی کے وقت مکہ گئے۔ اور طوافِ وداع ادا کیا۔ اِس طواف میں آپؐ نے رمل نہیں کیا۔

مُحَصَّب ہی میں معلوم ہوا کہ حضرت صفیہؓ کو حیض شروع ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا اس نے ہم لوگوں کو یہاں روک دیا۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ وہ افاضہ کر چکی ہیں۔ اسی رات میں حضرت عائشہ رضی نے عمرہ مفرد ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ اُنھوں نے حیض کی وجہ سے طواف قدوم نہیں کیا تھا حضورؐ نے اُن کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ اُن کو تنعیم[2] لے جاؤ اور وہاں سے عمرہ پورا کرا دو۔ وہ رات ہی کے وقت فارغ ہو گئیں۔ اور جوف لیل میں اپنے بھائی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ فارغ ہو گئیں۔ کہا کہ ہاں۔ تب اِس کے بعد آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ لیکن اُسی میں دوسری روایت اسود کی حضرت عائشہ رضی سے ہے کہ جب ہم عمرہ سے واپس آئے تو رسول اللہؐ راستہ میں ملے۔ اور پہلی روایت قاسم کی حضرت عائشہ رضی سے

---

[1] ابن اثیر کہتے ہیں کہ مُحَصَّب اُس شعب کا نام ہے جس کا راستہ ابطح میں نکلا ہے مگر یہاں خود ابطح کا میدان مُراد ہے ۱۲ منہ

[2] تنعیم مکہ سے سب سے قریب حل کا مقام یہی ہے۔ مکہ سے تین یا چار میل ہے اِس کے دائیں طرف ایک پہاڑ ہے اُس کو نعیم کہتے ہیں۔ اور ایک بائیں طرف ہے اس کو ناعم کہتے ہیں۔ اور وہاں ایک وادی ہے اس کو نعمان کہتے ہیں بلغ نوزن یہ سب تفصیل مقدمہ ہدایہ میں ہے ۱۲ منہ

ہے اُس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منزل میں حضرت عائشہؓ کا انتظار کیا۔ جب وہ آگئیں تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا۔ شاید انتظار کے بعد کوچ کے لئے آپ اِنتظار کر رہے ہوں کہ حضرت عائشہؓ پہنچ گئی ہوں واللہ اعلم۔

حضرت صفیہؓ کا قصہ اور حضرت عائشہؓ کو عمرہ کی اجازت۔ دونوں طواف وداع سے پہلے کے قصے ہیں۔ طواف وداع کے بعد آپ مکہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے پھر محصب نہیں آئے۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ عمرہ سے فارغ ہو کر یہیں مُحصب میں مجھ سے ملو۔ اور حضرت عائشہؓ مُحصب ہی میں جاکر رسول اللہؐ سے ملیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف وداع ادا کیا۔ اور مکہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس باب میں اصح ترین روایت یہی ہے۔ اور اسود کی روایت کا مطلب بھی اسی کے موافق ہونا چاہیئے۔ تطبیق دینے میں لوگوں نے بہت سی خیالی باتیں پیدا کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ مثلاً دو طواف وداع کرنا۔ یا مکہ سے پھر محصب جانا بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

غدیر خم کا خطبہ اور مسئلہ امامت

حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر جب حضورؐ مکہ سے واپس ہوئے۔ اور غدیر خم پر پہنچے۔ خُم بضم خاء معجمہ وتشدید میم جحفہ سے تین میل پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے جہاں ایک غدیر ہے یعنی تالاب ہے۔ اِس جگہ جب حضورؐ پہنچے تو ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ اس خطبہ میں آپ نے پہلے خُدا کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر وعظ ونصیحت کی۔ اِس کے بعد فرمایا۔

اما بعد الا ایها الناس انما انا بشر یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیكم الثقلین اولهما كتاب الله فیه الهدی والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به

امابعد۔ اے لوگو میں انسان ہوں۔ شاید میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے گا۔ یعنی ملک الموت اور میں قبول کروں گا۔ اور تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ پہلی چیز کتاب اللہ ہے۔ اس میں ہدایت اور نُور ہے۔ تو خدا کی کتاب کو پکڑے رہو۔ اور اُسی سے

فحث علی کتاب الله ورغب فيه ثم قال واهل بيتی. اذکرکم الله فی اهل بيتی. (مسلم)

دلیل لیا کرو۔ لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بہت رغبت دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ مَیں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ لیکن امام احمدؒ نے حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضورؐ غدیر خم پر ٹھہرے تو حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن من نفسه قالوا بلی۔ فقال اللهم من كنت مولاه فعلی مولاه. اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقيه عمر بعد ذلك فقال له هنيئاً يا ابن ابی طالب اصبحت وامسيت مولی کل مؤمن ومؤمنة۔

کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین کے لئے اُن کی اپنی ذاتوں سے اَولیٰ ہوں سب نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ مَیں ہر مومن کے لئے اُس کے اپنے نفس سے اَولیٰ ہوں۔ سب نے کہا کہ ہاں۔ تب فرمایا کہ اے اللہ جس کا میں مَولا ہوں اُس کا علیؓ بھی مَولا ہے۔ اے اللہ جو علیؓ کو دوست رکھے اُس کو تو دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت کرے اُس سے تو عداوت کر۔ اسکے بعد حضرت علیؓ سے حضرت عمرؓ ملے تو کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالبؓ آپ ہر مومن مرد و عورت کے مَولا ہو گئے۔

ترمذی میں بھی حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ غدیر خُم کے خطبہ میں حضورؐ نے یہ فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے غدیر خُم میں شجرات کے نیچے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُس میں کہا کہ میرے رب لطیف خبیر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ ہر نبی کی عمر اُس کے پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے۔ اِس لئے میرا گمان ہے کہ اب میں بُلایا جاؤں۔ اس کے بعد لوگوں کو اسلامی تعلیمات یاد دلائیں۔ اور ضروریاتِ دین کی تعلیم فرمائی۔ پھر فرمایا۔

ایها الناس ان الله مولای. وانا مولی

اے لوگو بیشک اللہ میرا مَولیٰ ہے۔ اور مَیں مومنین کا

المومنين ـ وانا اولى بهم من انفسهم. فمن كنت مولاه فهذا مولاه. يعنى عليًا. اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه.	مولیٰ ہوں۔ اور ان کے لئے اُن کی اپنی ذاتوں سے اولےٰ ہوں تو جس کا مَیں مولا ہوں اِس کا یہ مولیٰ ہے یعنی علیؓ۔ اے اللہ جو علیؓ کو دوست رکھے اس کو تو دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے اس سے تُو عداوت رکھ۔

اِس خطبہ میں حضورؐ کے اِس ارشاد کی ضرورت کیا پیش آئی تھی اس کو ابن حجر مکّی نے صواعق محرقہ میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ حافظ شمس الدین جزریؒ نے ابن اسحٰقؒ سے نقل کیا ہے کہ جو لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ یمن گئے تھے اُن میں بعض حضرت علیؓ سے ناراض ہو گئے تھے۔ اور صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بریدہؓ کو حضرت علیؓ کے ایک فعل کی وجہ سے حضرت علیؓ سے بغض ہو گیا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تردید کی۔ حافظ ذہبی نے اِس کی تصحیح کی ہے کہ حضرت بریدہؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مُبارک متغیر ہو گیا۔ اور حضرت بریدہؓ خود کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا بریدة الستُ اولی بالمومنین من انفسهم قلتُ بلیٰ یارسول الله قال من کنتُ مولاه فعلیٌ مولاه.	اے بریدہؓ! کیا مَیں مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اَولیٰ نہیں ہوں۔ مَیں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ۔ تو فرمایا کہ جس کا مَیں مَولا ہوں اُس کا علیؓ مولا ہے۔

ابو داؤد السجستانی اور ابو حاتم الرازی وغیرہ نے اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔ مگر ابن حجر مکّی لکھتے ہیں کہ سولہ[۱۶] صحابیوں نے اِس قصہ کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ تیس[۳۰] صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا۔ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے ایام میں جب آپس میں اختلافات پیدا ہوئے تو اُن اصحابؓ نے حضرت علیؓ کی فضیلت پر اس سے استدلال کیا۔ یہ روایت مختلف اسانید سے مروی ہے جن میں بعض صحیح ہیں بعض حسن۔ اس لئے یہ روایت یقیناً صحیح ہے اور بعض ائمہ حدیث کے اختلاف کے باوجود صحیح ہے۔ اور بلاشبہ اِس سے حضرت علیؓ

کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آپ تمام مومنین کے مولیٰ ہیں۔ آپ کا دوست خدا اور رسولؐ کا دوست اور آپ کا دشمن خدا اور رسولؐ کا دشمن ہے۔

لیکن شیعوں نے اِس روایت کو حضرت علیؓ کی خلافت پر سب سے بڑا استدلال بنایا ہے۔ اور شیخین کی خلافت کے خلاف اِس سے استدلال کیا ہے وہ محض لغو ہے۔ اور چونکہ شیعوں کے نزدیک مسئلۂ امامت پر صرف متواتر روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہے اِس لئے وہ اس روایت کو متواتر بھی کہتے ہیں وہ بھی محض جھوٹ ہے۔

معلوم ہو چکا ہے کہ بعض ائمہ حدیث کو اِس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ متواتر کہاں۔ بخاری نے اِس قصہ کو روایت ہی نہیں کیا۔ امام مسلمؒ خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اِس کے الفاظ بھی روایت کرتے ہیں مگر اُس میں وہ الفاظ نہیں ہیں جس پر مبحث کی بنیاد ہے یعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یہ حدیث کثرت طرق کی وجہ سے صحیح ہے مگر احاد کے درجہ سے بالا نہیں ہو سکتی۔

حدیث صحیح ہے مگر امامت پر استدلال اِس سے کسی طرح صحیح نہیں۔ مولیٰ چند معانی میں مشترک ہے معتق۔ عتیق۔ ناصر۔ محبوب۔ متصرف فی الامر۔ لیکن کوئی معنی خلافت یا امامت کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض امام اور مطاع کے معنی بھی اِس سے لئے جائیں تو اس کا یہ مطلب تو قطعاً نہیں ہو سکتا کہ حضرت علیؓ اسی وقت امام المومنین تھے جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا۔ اِس لئے کہ اس وقت خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم موجود تھے لامحالہ مطلب یہ ہوگا کہ بعیت کے بعد امام حق ہوں گے جیسا کہ ہوئے۔ اِس سے شیخین کے مقابلہ میں خلافت و امامت بلافصل پر استدلال کیونکر صحیح ہوگا۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ اس زور و شور سے اِس روایت کو حضرت علیؓ کی امامت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جس وقت خلافت و امامت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی نہ حضرت علیؓ نے خود اس کو استدلال میں پیش کیا نہ حضرت عباسؓ نے۔ نہ کسی بنی ہاشم نے نہ کسی دوسرے صحابی نے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی جلیل القدر مہاجرین و انصار اُس میں

شریک تھے اور وہ صحابہؓ بھی شریک تھے جو غدیر خُم کے خطبہ میں موجود تھے۔ اس خطبہ کے بعد صرف دو
مہینے درمیان میں گزرے تھے مگر کسی نے امامت پر اس سے استدلال نہیں کیا۔ البتہ انہی لوگوں نے
پیچھے حضرت علیؓ کی فضیلت پر اس سے استدلال کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت علیؓ نے بار بار تصریح کر دی ہے کہ حضورؐ نے کسی کی امامت یا خلافت کی تعیین و تصریح نہیں کی۔ خلافت کا انعقاد مسلمانوں کے مشورہ سے ہوا۔ بے شمار روایتیں حضرت علیؓ سے اس باب میں مروی ہیں۔ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ بزاز نے بسند حسن اور امام احمدؒ نے بسند قوی روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے لوگوں نے استدعا کی کہ اپنا خلیفہ بنائیں تو فرمایا کہ نہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تمہاری رائے پر چھوڑ دیا اسی طرح ہم بھی تمہاری رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اور بزاز کی ایک روایت ہے جس کے رجال بخاری کے رجال ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ دار قطنی۔ ابن عساکر۔ اور ذہبی وغیرہ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بصرہ میں بیان کیا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے کوئی عہد نہیں کیا۔ اگر رسول اللہؐ کا عہد ہوتا تو ہم اپنے بھائی بنی تیم بن مرہ کو اور عمر بن الخطابؓ کو رسول اللہؐ کے منبر پر نیابت نہ کرنے دیتے۔ اور اپنے انہی ہاتھوں سے اُن کے ساتھ مقاتلہ کرتے۔ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حسن المثنیٰ سے کہا گیا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ حضرت علیؓ کی امامت پر استدلال ہے تو انھوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مولیٰ سے رسول اللہ کی غرض امیر یا سلطان بنانا ہوتا تو آپ اس سے زیادہ صاف اور صریح لفظ استعمال کرتے۔ کیونکہ آپ فصیح البیان تھے۔ اور اگر امامت کے لئے رسول اللہؐ حضرت علیؓ کی تعیین فرما دیتے۔ اور حضرت علیؓ اس علم کے باوجود ساکت رہتے۔ اور رسول اللہؐ کے حکم کو ترک ہوتا دیکھتے تو سب سے بڑے گنہگار حضرت علیؓ ہوتے۔ حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

الغرض اس روایت سے امامت کے مسئلہ پر استدلال کسی طرح صحیح نہیں۔ نہ لغۃً نہ دیانۃً اگر یہ صحیح ہوتا تو صحابہؓ اس سے استدلال کرتے۔ بنی ہاشم کرتے۔ حضرت علیؓ کرتے حضرت عباسؓ کرتے۔ مگر کسی نے

ایسا نہیں کیا۔ اور اس وقت نہیں کیا جب اُس کے فیصلہ کی اشد ضرورت تھی۔ مولا کے معنی یہاں ناصر یا محبوب کے ہیں۔ اور اس معنی میں کسی طرح کا کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

آخری فوج اور وفات

سریہ اُسامہ بن زیدؓ

ابن اسحٰقؒ لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہؓ کو فلسطین بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ مہاجرین اوّلین کو کیا۔ ابن ہشامؒ کہتے ہیں کہ یہ آخری فوج تھی جس کے بھیجنے کا رسول اللہؐ نے حکم دیا۔ علامہ زُرقانی مواہب کی شرح میں عیون وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ صفر سنہ ۱۱ھ کی چار راتیں باقی تھیں۔ اور دوشنبہ[1] کا دن تھا کہ آپ نے لوگوں کو غزوہ روم کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے روز حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو بُلا کر کہا کہ میں نے تم کو اس فوج کا امیر مقرر کیا اور اپنے باپ کے مقتل اُبنیٰ[2] میں جاؤ۔ اور اُن پر حملہ کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ تیزی سے جاؤ تاکہ خبر سے پہلے تم پہنچ جاؤ اور اپنے ساتھ طلائع اور جاسوس وغیرہ بھی لے لو۔

یہ اُبنیٰ شراۃ میں ایک مقام ہے۔ ارض بلقا کے اطراف میں۔ سریہ موتہ کی جنگ یہیں ہوئی تھی اور زید بن حارثہؓ۔ عبداللہ بن رواحہؓ۔ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم یہیں شہید

---

[1] دوشنبہ کے روز صفر کی ۲۹ تاریخ نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق تین روایتیں ہیں (۱) یکم ربیع الاوّل (۲) دویم ربیع الاوّل (۳) اور بارہ ربیع الاوّل۔ اور باتفاق وفات کے روز دوشنبہ کا دن تھا اگر صفر کی ۲۶ تاریخ کو دوشنبہ ہو تو پھر ربیع الاوّل کی ان تاریخوں میں سے کوئی بھی دوشنبہ کے روز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس صُورت میں صفر کی ۲۹ تاریخ کو جمعرات ہوگی اور ۳۰ تاریخ کو جمعہ اگر رویت ہلال ۲۹ کی ہو تو یکم جمعہ۔ دویم سنیچر۔ اور بارہ ۱۲ منگل۔ اور ۳۰ کا چاند ہو تو یکم سنیچر۔ دویم اتوار اور بارہ ۱۲ چہارشنبہ۔ اس لئے کسی روایت کی بنا پر تطبیق ممکن نہ ہوگی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[2] اُبنیٰ۔ بضم ہمزہ وسکون با۔ موحدہ و فتح نون۔ اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ بعض بامُوحدہ کی جگہ میم کہتے ہیں یعنی اُمنیٰ اور ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اُبنیٰ فلسطین میں عسقلان اور رملہ کے درمیان ہے بعض اس کو یُبنیٰ کہتے ہیں یعنی بجائے ہمزہ کے یاء مثناۃ تحتانیہ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے مغازی میں ذکر کر چکا ہوں۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ اُس کے بعد چہار شنبہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار اور دردِ سر شروع ہوگیا۔ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے مرض وفات کی ابتداء کے متعلق اصحابِ سیر کا یہی قول ہے اور حاکم نے اسی پر جزم کیا ہے۔ لیکن خطابیؒ کہتے ہیں کہ مرض کی ابتداء دوشنبہ کے روز ہوئی۔ اور بعض کا قول ہے کہ سنیچر کے روز مرض شروع ہوا۔

بہرکیف جمعرات کے روز بیماری کی حالت میں اپنے دستِ مُبارک سے حضرت اُسامہؓ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لواء درست فرمایا۔ اور حضرت اُسامہؓ کو دے کر فرمایا۔ بسم اللہ جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اور جو خدا کا انکار کرے اس سے مقاتلہ کرو۔

حضرت اُسامہؓ وہاں سے نِکلے تو لواء حضرت بریدہ بن الحصیبؓ[1] الاسلمی کے سپرد کیا۔ اور فوج کو جُرُفؔ[2] میں جمع کیا۔ تمام جلیل القدر مہاجرین وانصار بسرعت وہاں آکر جمع ہوئے۔ اُن میں حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ۔ حضرت سعدؓ۔ حضرت سعیدؓ۔ سلمہ بن اسلمؓ۔ قتادہ ابن نعمانؓ بھی تھے جیسا کہ واقدیؒ نے لکھا ہے۔ اور ابن عساکرؒ و ابن سعدؒ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ لیکن ابن تیمیہؒ نے اس سریہ میں حضرت ابوبکرؓ کی شرکت سے بشدت انکار کیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے اِس بیماری میں امامت نماز کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ علامہ زرقانیؒ کہتے ہیں کہ ان دونوں اُمور میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ ابتداءً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کو بھی اس سریہ میں شرکت کا حکم دیا۔ لیکن جب بیمار ہوئے اور مرض بڑھ گیا تب اُن کو نماز کی امامت کا حکم دیا۔ جس کی وجہ سے سریہ کی شرکت سے اُن کا استثناء ہوگیا۔ وہ کہتے ہیں کہ محض اِتنے سے شبہ پر ائمہ مغازی کی متفق روایت کا انکار مکابرہ ہے۔ واقدیؒ نے مغازی میں اِس کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔ ابن سعدؒ نے سیرتِ نبویہ کے آخر میں بلاسند ذکر کیا ہے۔ ابن اسحٰقؒ نے اپنی مشہور سیرت کے آخر

---

[1] الحُصَیب بضم حاء مہملہ و فتح صاد مصغراً ۱۲ منہ۔

[2] جُرُف بضم جیم و ضم راء مہملہ۔ اور زرقانی میں ہو کہ بسکون راء مہملہ بھی آیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

میں لکھا ہے کہ مہاجرین اوّلین میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے اُس غزوہ کی شرکت کے لئے عجلت نہ کی ہو۔ اُنہی میں حضرت ابوبکرؓ۔ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ ائمۂ مغازی نے اِس قول کو ثابت رکھا ہے اور اس باب میں اُنہی کے اقوال پر اعتماد ہے۔ حفاظ مثلاً یعمری۔ مغلطائی۔ اور حافظ نے اِس پر جزم کیا ہے اور ابن جوزی نے ان سب کو جزماً منتظم میں ذکر کیا ہے۔

حضورؐ نے حضرت اُسامہؓ بن زید کو اس عظیم الشان جیش کا امیر مقرر کیا۔ اور ابن حجر عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن سعدؒ کی روایت کے موافق اُن کی عمر اس وقت ۲۰ بیس برس کی تھی۔ اور ابن ابی خیثمہؒ کی روایت کے موافق ۱۸ اٹھارہ برس کی۔ اس لئے بعض لوگوں نے اِس پر طعن کیا کہ کم عمر لڑکے کو اتنی بڑی فوج پر اور ایسے بڑے۔ بڑے مہاجرین و انصار پر امیر مقرر کیا گیا ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے نقل کیا ہے کہ طعن کرنے والوں میں حضرت عیاش ابن ابی ربیعہ مخزومی کا نام مروی ہے۔ لوگوں میں جب اس کا زیادہ ذکر ہونے لگا تو حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو سمجھایا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سُن کر بہت رنج ہوا اور آپ بہت غصہ ہوئے۔ آپ کے سر میں درد تھا مگر آپ نے سر میں پٹی باندھی۔ اور مسجد میں تشریف لائے۔ پھر ممبر پر بیٹھ کر فرمایا کہ اے لوگو! یہ کیا ہے جو میں نے سُنا ہے کہ تم لوگ اِس پر طعن کرتے ہو کہ میں نے اُسامہؓ کو امیر بنایا ہے۔ اور صحیحین کی روایت ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اُسامہؓ کے متعلق اِس طرح کہا ہے۔ اگر تم نے اِس کے امیر مقرر ہونے پر طعن کیا تو اِس سے پہلے اس کے باپ کے امیر مقرر ہونے پر بھی طعن کر چکے ہو۔

لہ بعض روایتوں کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ ان کا کمسن ہونا تھا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ اُن کا غلام ہونا تھا۔ صحیحین میں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ جواب میں مروی ہیں اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بظاہر اعتراض و طعن کمسنی کی وجہ سے ہو مگر اصل وجہ طعن کی یہی تھی کہ یہ غلام تھے اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُسامہؓ پر آج طعن کر رہے ہو مگر اس سے پہلے زید بن حارثہؓ کے امیر ہونے پر بھی تو طعن کر چکے ہو۔ یعنی اگر کم عمر ہیں تو زیدؓ تو کم عمر نہ تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ یہی تھی کہ اس طعن سے معلوم ہوا کہ اب تک انساب پر فخر کا خیال باقی ہے حالانکہ اصل چیز دیکھنے کی اہلیت ہے جو زیدؓ میں بھی تھی اور اُسامہؓ میں بھی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

حالانکہ خدا کی قسم وہ اس کا مستحق تھا۔ اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا بھی اس کا اہل ہے اور وہ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ (یعنی زید بن حارثہؓ) ہم کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور اُس کے بعد اس کا لڑکا سب سے زیادہ محبوب ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ قصہ سنیچر[1] کے روز دس ربیع الاول ۱۱ھ کا ہے۔ اسی روز وہ لوگ جو حضرت اُسامہؓ کے ساتھ جانے والے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رُخصت ہونے کے لئے آئے۔ اور رُخصت ہو کر فوج کی جگہ مقام جُرف میں گئے۔ جو مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے جیسا کہ ابن الحقؒ نے بیان کیا ہے۔

اِس کے دوسرے دن اتوار کے روز آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ زُرقانی اصحاب مغازی سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ اس حالت میں کہہ رہے تھے کہ اُسامہؓ کی فوج کو روانہ کرو۔

حضرت اُسامہؓ اپنی فوج سے واپس آئے تو حضورؐ بے ہوش تھے۔ اور اسی روز دوا پلانے کا قصہ پیش آیا جس کا ذکر آگے وفات میں آتا ہے۔ حضورؐ نے حضرت اُسامہؓ کو دیکھا مگر کچھ بول نہ سکے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے اور پھر حضرت اُسامہؓ پر رکھتے تھے۔ حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سمجھا کہ حضورؐ میرے لئے دُعاء کر رہے ہیں۔ اِس کے بعد حضرت اُسامہؓ اپنی فوج میں چلے گئے اور دو شنبہ کے روز صبح کے وقت پھر آئے اس وقت حضورؐ کو افاقہ تھا۔ آپؐ نے حضرت اُسامہؓ کو دُعا دی۔ رُخصت کیا۔ اور روانگی کا حکم دیا۔

اُس کے بعد حضرت اُسامہؓ اپنی فوج میں گئے۔ سب کے اکٹھا ہونیکا اعلان کرایا۔ پھر کوچ کا لوگوں کو حکم دیا۔ یہ لوگ سوار ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ حضرت اُسامہؓ کی ماں اُمّ ایمن کا آدمی پہنچا کہ رسول اللہؐ کی حالت

[1] سنیچر الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری مرتبہ ممبر پر سنیچر کے روز گئے مگر ابو سعید خدریؓ جس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی کھڑکیاں بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت صدیقؓ کے باقی رکھنے کی اجازت دی۔ مشہور یہ ہے کہ وہ آخری خطبہ تھا اور یہی دارمی کی روایت میں ہے اور صحیح مُسلم میں حضرت جندبؓ کی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خُطبہ وفات سے پانچ دن پہلے تھا۔ یعنی جمعرات کو وہ روایت وفات کے تذکرہ میں آتی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

نزع کی ہی حضرت اسامہؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ فوراً مدینہ آئے تو حضورؐ پر سکرات کی حالت طاری تھی۔ بخاری میں ہے کہ اسی روز آخر دن میں حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ اور ابن اسحٰق جزماً بیان کرتے ہیں کہ دوپہر کی تیزی کے وقت انتقال ہوا واللہ اعلم۔

حضرت اسامہؓ کی فوج اُس وقت رُک گئی جب حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود اس فوج کو روانہ کیا۔ واللہ اعلم۔

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کا اِس عالم میں تشریف لانا صرف مخلوق کی ہدایت اور ارشاد کے لئے تھا۔ اور اس لئے تھا کہ خُدا کے آخری اور قطعی احکام کو اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ اور خُدا کی حُجت اُس کے بندوں پر تمام کر دیں۔ اس کام کو آپ نے کیونکر انجام دیا۔ اور اس میں آپ کو کتنی کامیابی ہوئی اِس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ اس دُنیا میں ابتداء آفرینشِ عالم سے اس وقت تک بے شمار انبیاء اور رُسل اِسی کام کے لئے تشریف لائے۔ مگر تمام انبیاءؑ مُرسلین کے کاموں کو ملا کر جمع کیا جائے تاہم وہ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا تبلیغ اور آپ کی تنہا کامیابیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ کی کامیابیوں سے اُن کو کوئی نسبت نہیں ہے۔

اور اسی کے تفصیلی جواب کے لئے یہ کتاب کتاب السیرت لکھی گئی ہے۔ آپ نے تبلیغ و رسالت کے کاموں کو کیونکر انجام دیا۔ اور اس کے لئے کیا اصول و قواعد مقرر کئے۔ اِس کا جواب مفصل اِس کتاب کی اِسی جلد میں ملے گا۔ یہ جلد ابتداء سے انتہا تک اِس سوال کا جواب ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن مواقع اور کیسے حالات میں تبلیغ اور رسالت کی کیا کیا صورتیں اختیار کیں۔ دوسرا سوال کہ آپ کی تبلیغ کا نتیجہ کیا ہوا؟ آپ کی تبلیغ نے عالم کو کس پستی سے نکالا۔ اور کس مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اِس کا جواب بھی اس جلد میں ملے گا۔ مگر اس کا اس سے زیادہ واضح جواب اِس کی دوسری جلد میں ملیگا۔ دوسری جلد میں یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے گی کہ دنیاوی زندگی کا کوئی شعبہ۔ اور

اخلاق و روحانیت کا کوئی مرتبہ ایسا باقی نہیں رہا جس کے لئے ایک مکمل قانون دنیا والوں کے سامنے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پیش کیا ہو۔ ایسا مکمل کہ اب اس دنیا کا کوئی معلّم اس میں قطعاً کوئی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی نے اِس میں کسی طرح کے تغیّر و تبدّل کی کوشش کی تو وہ یقیناً اصلاح نہیں ہوگی تخریب ہوگی۔

وفات لازمی تھی

حضورؐ سے پہلے اِس عالم میں جتنے انبیاء و مُرسلین آئے۔ وہ یکے بعد دیگرے یہاں سے جا چکے تھے۔ اور یہ معلوم تھا کہ ایک روز اپنا کام پُورا کرنے کے بعد حضورؐ بھی تشریف لے جائیں گے۔ آپؐ کا یہاں سے حظیرۂ قدس میں اپنے رب کے پاس جانا نہ تعجب کی بات تھی نہ افسوس کی۔ بلکہ انعاماتِ الٰہیہ کی تکمیل آپؐ پر ممکن نہ تھی جب تک خداوند کریم آپ کو اپنے پاس بُلا نہ لیتا۔ مگر انبیاءؑ کا اپنی اُمّت سے جُدا ہونا خود اُمّت کے لئے مصیبت کبریٰ ہے۔ مؤمنین صادقین کا دِل آتشِ فراق سے جل اُٹھتا ہے۔ غایتِ حزن و ملال سے وہ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ مومن صادق کے لئے کوئی تکلیف اور کوئی مُصیبت اِتنی صبر آزما نہیں ہو سکتی جتنا اپنے رسول اور ہادی کا فراق۔ اِس لئے ہر نبی کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کسی نبی کو موت نہیں آتی جب تک کہ اُن کو اِختیار نہ دیا گیا۔

حضورؐ کو وفات کا علم اور وداع

حضورؐ کو وفات کے قریب تمام انبیاء کرامؑ کی طرح اِس امر کا اختیار دیا گیا کہ وہ خزائن ارض کو اختیار کریں یا رفیقِ اعلیٰ کے وصال کو قبول کریں جیسا کہ آگے اس مضمون کی روایتیں ذکر ہوں گی۔ مگر اس سے بہت پہلے صراحتاً یا اشارۃً اِس بات سے آپؐ کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ اب وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ تو اس سے جلیل القدر صحابہ سمجھ گئے تھے کہ جب دین کامل ہو گیا۔ اور آپؐ نے رسالت کا فرض ادا کر دیا تو اب آپ کا رب آپ کو اپنے پاس جلد بُلالے گا۔ پھر

اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے وہیں رُخصت ہوئے ۔ اور فرمایا کہ شاید اب اس کے بعد مَیں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں یہ وداع اِتنا صریح اور اِتنا واضح تھا کہ اس حج کا نام ہی حجۃ الوداع ہو گیا۔ پھر حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت غدیر خُم پر جو خطبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اِس میں صراحتاً اِس بات کی خبر دی کہ اب میرا رب شاید ہمیں جلد اپنے پاس طلب کرے ۔ اور مَیں اِس طلب کو قبول کر لوں اِس لئے فلاں فلاں اُمور کی وصیّت کرتا ہوں (جیساکہ پہلے لِکھ چُکا ہوں)۔

پہلی اِطلاع

اَصحاب سِیر اور محدّثین اِس موقع پر ایک بحث یہ لِکھتے ہیں کہ حضورؐ کو اِس کی اِطلاع پہلے پہلے کب دی گئی۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضورؐ کو سب سے پہلے اِنقضاء عُمر اور قربتِ اجل کی اطلاع اذا جاء نصر اللہ والفتح کے نازل ہونے کے بعد ہوئی۔ اِس لئے کہ اِس سُورہ کا مفہوم یہ تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بِلاد پر آپؐ کو خُدا نے فتوحات عطا کیں۔ اور جس دین کی طرف آپ لوگوں کو بُلاتے تھے اس میں لوگ جوق در جوق داخل ہو گئے تو تبلیغ و رسالت کا مقصد پُورا ہو گیا۔ جس کے لئے آپؐ دُنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اب تسبیح تحمید اور اِستغفار کی کثرت کر کے میری لِقا کا سامان کیجیے۔

کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری سُورۃ ہے جو آپ پر نازل ہوئی۔ ایک روایت ہے کہ یہ سُورۃ حجۃ الوداع کے زمانہ میں نحر کے روز مِنیٰ میں نازل ہوئی تھی۔ اور اُسی کے بعد حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور لوگوں سے رُخصت ہوئے یعنی وداع کہا۔ اِس کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی۸۱ روز زندہ رہے۔ یہ تعداد اُسی صورت میں صحیح ہوتی ہے کہ نزول کا زمانہ یوم النحر تسلیم کیا جائے اور وفات کا روز دوسری ربیع الاوّل مگر یہ جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ آگے معلوم ہو گا۔ اور ابن ابی حاتمؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سُورۃ کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نو۹ دن زندہ رہے۔ تو گویا حجۃ الوداع کے بہت بعد یہ سُورت نازل ہوئی۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ اس کے بعد سات۷ دن زندہ رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ تین۳ دن۔ ابو یعلی بسند ضعیف حضرت ابن عمرؓ

سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع کے وقت اوسط ایام تشریق میں نازل ہوئی۔ اور دارمی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر اپنی موت کے قریب ہونے کی خبر دی۔ وہ رونے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رو ؤ مت میرے اہل میں سب سے پہلے تم ہی ہم سے ملوگی۔ تو وہ ہنسنے لگیں حضرت فاطمہؓ کو بلانے اور اُن سے اِس گفتگو کا قصہ صحیحین میں بھی ہے اور صحیحین کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ گفتگو حضرت فاطمہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مرض الموت میں کی۔ اگر دارمی کی روایت کے موافق یہ گفتگو اذا جاء نصر اللہ کے نزول کے وقت ہوئی تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سورۃ کے حجۃ الوداع کے ایام میں نازل ہونے کی روایتیں صحیح نہیں ہیں۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع سے بھی بہت پہلے شاید نازل ہو چکی ہو طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت بطریق عکرمہؓ مروی ہے کہ جب اذا جاء نصر اللہ کی سورت نازل ہوئی تو اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امر آخرت کے لئے سخت مجاہدہ شروع کر دیا۔ اس باب میں ایک روایت حضرت جابرؓ کی بھی مروی ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پوشیدہ بیان کیا کہ حضرت جبریلؑ ہر سال ایک مرتبہ مجھ پر قرآن پیش کرتے تھے اِس سال دو۲ مرتبہ پیش کیا۔ اِس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ رمضان کے آخر عشرہ میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن وفات کے سال آپ نے بیس۲۰ روز اعتکاف کیا۔ قرآن پیش کرنے کا اور اعتکاف کرنے کا حال رمضان شریف کا ہے۔ اِن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو قربتِ اجل کا علم ہو چکا تھا۔ تو یہ علم آپ کو حجۃ الوداع سے تین۳ مہینے پہلے ہو چکا تھا واللہ اعلم۔

اور طبرانی کی روایت کے موافق اگر اذا جاء نصر اللہ کے نزول کے بعد آپ کو پہلے پہلے امر آخرت کی تیاری کا حکم دیا گیا تو ضروری ہو کہ یہ سورۃ رمضان سے بھی پہلے نازل ہو چکی ہو کیونکہ اس سال رمضان

میں ہمیشہ کے معمول کے خلاف حضورؐ نے اس کی تیاری شروع کر دی تھی مگر مشکل یہ ہے کہ روایات میں جو بڑی سے بڑی مدت اِس سورۃ کے نزول کے متعلق آئی ہے وہ حجۃ الوداع میں نازل ہونے کی روایت ہے۔ اور صحابہؓ سے جو اس سورۃ کے نزول کا مختلف زمانہ مروی ہے اس کی وجہ علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ پہلے نازل ہو چکی تھی مگر سب صحابہؓ کو اس کا علم نہ ہوا۔ جس کو جب اِس کی خبر ملی انھوں نے اُسی کو نزول کا وقت سمجھا واللہ اعلم۔ صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت جبریئلؑ کے مکرر قرآن عرض کرنے پر۔ اور وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کے نزول سے یہ سمجھا تھا کہ اب اجل قریب ہے۔ حجۃ الوداع کے ایام میں یہ بات آپ پر زیادہ واضح کی گئی مگر وہ بھی قرائن ہی تھے۔ اِس لئے حجۃ الوداع اور غدیر خم پر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے اور وداع کیا اُس میں آپ نے لعلّ یعنی شاید کا لفظ فرمایا۔ یہ لفظ اُن خطبات میں نہیں ہے جو حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد مدینہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

صحیحین کی روایت ہے حضرت عقبہؓ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے آٹھ برس کے بعد شہداء اُحد پر جنازہ کی نماز پڑھی جس طرح رُخصت ہونے والا زندہ اور مُردہ سے رُخصت ہوتا ہے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اہلِ اُحد پر نماز پڑھی۔ پھر واپس تشریف لائے تو منبر پر گئے اور سب سے رُخصت ہوئے اور فرمایا کہ میں تم سے پہلے جاتا ہوں تاکہ حوض وغیرہ کا انتظام درست کروں۔ پھر فرمایا کہ ہمارا تم سے حوض پر ملنے کا وعدہ ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بخدا میں اپنے اس مقام سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ اور فرمایا کہ مجھ کو تمام زمین کے خزانوں کی کُنجیاں دیدی گئیں ہیں۔ مجھ کو اِس کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد اب شرک کروگے۔ البتہ یہ خوف ہے کہ تم میرے بعد دُنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔ اور اُس کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگو گے۔ بعض روایات میں اضافہ ہے کہ باخود ہا قتال کرو گے تب ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے کی اُمتیں ہلاک ہو گئیں۔

یہ قصہ مرض الموت شروع ہونے سے پہلے کا ہی لیکن اِس قصہ کے وقت آپ کو اپنی وفات کا تیقن علم تھا۔ اور اِس کے بعد مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا کہ مَیں اُٹھایا جاؤں گا جیساکہ صحیحین میں حضرت فاطمہؓ سے مروی ہے اِس میں بھی شک کا لفظ نہیں ہے بلکہ آپ نے وثوق کے ساتھ فرمایا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں۔ اِس پر حضورؐ نے یہ اطلاع بھی دی کہ میرے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کا میرے اہلِ بیت میں اِنتقال ہوگا۔ اِس کے بھی بعد حضورؐ کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے واللہ اعلم۔

ابتداءِ مرض

عبیداللہ بن عبداللہ بن عُتبہ کی روایت مسند امام احمدؒ اور نسائی میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز بقیع میں ایک صحابی کے جنازہ سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا۔ مَیں نے کہا وارا ساہ۔ (یہ ندبہ کا لفظ ہے اور ایسی حالت میں بولا جاتا ہے کہ گویا تکلیف سے موت آجائے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بل انا وارا ساہ اور کہا کہ اے عائشہؓ اگر میرے قبل تجھ کو موت آجاتے تو تیرا کیا نقصان ہے میں خود تجھ کو غسل دوں گا۔ کفن پہناؤں گا۔ تیرے جنازہ کی نماز پڑھوں گا۔ پھر دفن کروں گا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہاں یہ سب تو آپ کریں گے۔ پھر اسی روز میرے گھر میں اپنی ازواج میں سے کسی کے ساتھ آرام کریں گے۔ شاید میں آپ پر جبر ہوگئی ہوں۔ اور بخاری میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے وارا ساہ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ ہو اور مَیں زندہ رہوں تو تیرے لئے استغفار کروں گا دُعا کروں گا۔ اِس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا واثکلیاہ[۱]۔ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ آپ میری موت کو پسند کرتے ہیں۔ اور اگر یہ ہو جائے تو آپ اُسی روز اپنی کسی زوجہ کے ساتھ

---

۱ واثکلیاہ قاموس میں ہے کہ الثکل بالضم الموت والھلاک وفقدان الحبیب اور ثکلیاہ اسی سے ہے بضم ثلثہ وسکون کاف وکسر لام اور حافظ ابن حجر بفتح لام لکھتے ہیں۔ لیکن عینی کہتے ہیں کہ ثکلیاہ یا تو مصدر ہے یا اس معنی میں کہ جس عورت کا لڑکا گم ہوگیا ہو اس کی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مصدر ہو تو بضم ثلثہ وکسر لام ہوگا۔ اور صفت کی صورت میں ثا مثلثہ اور لام دونوں مفتوح ہوگا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

آرام کریں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بل انا وارأساہ (مطلب یہ ہے کہ تم اپنے درد سر کا قصہ چھوڑو اس سے اہم یہ ہے کہ میں ویسے ہی درد میں مبتلا ہوں اس کی طرف توجہ کرو) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ تم سے کہوں کہ ابوبکر صدیق رض اور ان کے لڑکے (عبدالرحمن رض) کو بلاؤ تا کہ میں ایک عہد لکھدوں کہ میرے بعد نزاع پیدا نہ ہو۔ اور تمنا کرنے والے تمنا نہ کرنے لگیں۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ ابوبکر رض کے رہتے اگر کسی نے تمنا کی تو خدا اس کا انکار کرے گا۔ اور مومنین اس کو رد کر دیں گے۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رض کو بلاؤ ہم ان کے لئے ایک تحریر لکھدیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص خواہش کرنے لگے۔ اور اللہ پاک اور مومنین ابوبکر رض کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ اور بزاز کی ایک روایت میں ہے کہ معاذ اللہ ان یختلف الناس علیٰ ابی بکر یعنی خدا کی پناہ اس بات سے کہ لوگ ابوبکر رض پر اختلاف کریں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بقیع سے واپسی کے بعد حضرت عائشہ رض کے گھر میں حضور ؐ کو درد سر شروع ہوا۔ یہ حضور ؐ کے مرض الموت کی ابتدا ہے اور اکثر محدثین اسی کو ابتدا حقیقی کہتے ہیں لیکن صحیحین میں علیداللہ بن عبداللہ کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضور ؐ کی بیماری حضرت میمونہ رض کے گھر میں شروع ہوئی۔ ان روایتوں میں بظاہر تعارض ہے لیکن علماء اس کی تاویل کرتے ہیں کہ مرض کی حقیقی ابتداء بقیع سے واپس آنے کے بعد حضرت عائشہ رض کے مکان میں ہوئی اور حضرت میمونہ رض کے مکان میں اشتداد مرض کی ابتدا ہوئی مرض کی نہیں۔ لیکن تاویل قابل غور ہے صحیح روایات میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رض کے یہاں بقیع سے واپس آنے کے بعد مرض شروع ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رض کو اس کا علم نہ ہو مگر حضرت میمونہ رض کے مکان میں عارضہ شروع ہو گیا ہو۔ تکلیف ہی کی حالت میں آپ جنازہ

لہ حضرت صدیق رض کے لئے جو عہد اور جو تحریر حضور ؐ لکھنا چاہتے تھے بظاہر اس سے مراد حضرت صدیق رض کی خلافت تھی۔ امام بخاری رح نے بھی کتاب الاحکام میں اس پر باب باندھا ہے۔ باب الاستخلاف واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

کے ساتھ یقین گئے ہوں۔ اور اِس کی وجہ سے درد سر زیادہ ہو گیا ہو جس سے آپ کو بل اناؔ وارا ساہ کہنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ جو نا قابل برداشت تکلیف کی حالت میں کہا جاتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے درد سر کی خبر حضرت عائشہ رضؓ کو نہ تھی جس کی وجہ سے وہ گفتگو پیش آئی جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کو اِس کے بعد تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہوگا کہ حضرت میمونہ رضؓ کے گھر میں آپ کو عارضہ شروع ہو چکا ہے۔ جو اُنھوں نے بعد میں بیان کیا۔ واللہ اعلم۔ ابو معشر نے لکھا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا۔ اور سلیمان التیمی کہتے ہیں کہ ریحانہ رضؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا۔ اِن روایتوں کو زرقانی رحؒ نے شرح مواہب میں ذکر کیا ہے مگر معتمد وہی ہے کہ حضرت میمونہؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا واللہ اعلم۔

کس روز بیمار ہوئے اور کتنے روز بیمار رہے

علامہ قسطلانی حافظ ابن رجب حنبلی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور رضؐ کی بیماری صفر کے آخر میں شروع ہوئی۔ اور مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ ۱۳ روز بیمار رہے۔ یہی اکثر کا قول ہے۔ خطابی سے منقول ہے کہ سوموار کے روز آپ کا مرض شروع ہوا۔ اور حاکم ابو احمد جو حاکم ابو عبداللہ رضؓ کے اُستاد ہیں کہتے ہیں کہ آپ کا مرض بدھ کے روز شروع ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ سنیچر کے روز مدتِ مرض میں بھی اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ ۱۳ روز بیمار رہے یہی قول مشہور ہے۔ اور علامہ قسطلانی رحؒ نے روضہ سے دو ۲ اقوال نقل کئے ہیں چودہ ۱۴ روز اور بارہ ۱۲ روز سلیمان التیمی رحؒ نے جزمًا یہ ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس ۱۰ روز بیمار رہے اِس قول کو بیہقی نے باسناد صحیح ذکر کیا ہے۔

علامہ زرقانی رحؒ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے ان تمام اقوال کو جمع کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابتداءِ مرض کو مرض سمجھنے میں لوگوں کی حالتیں مختلف تھیں۔ کسی نے اُن ایام کو مرض کے ایام میں شمار کیا کسی نے نہیں۔ اِس لئے دِنوں کی تعداد میں اختلاف ہو گیا۔ لیکن اشتداد مرض کا وہ زمانہ جس میں

آپ کا نکلنا بند ہو گیا۔ اور آپ حضرت عائشہ رض صدیقہ کے مکان میں رہے سات دن ہے۔ قسطلانی رح نے ابن ابی مُلیکہ[1] کی ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رض سے لکھی ہے کہ حضور ص میرے گھر میں سوموار کے روز آئے اور دوسرے سوموار کو آپ کا انتقال ہو گیا واللہ اعلم۔

اِشتدادِ مرض اور حضرت عائشہ رض کے گھر قیام

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض جب بہت بڑھ گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ حضرت عائشہ رض کے مکان میں قیام فرمائیں اور باری کے قاعدہ سے گھومنا موقوف کریں۔ سب نے اجازت دی۔ تو آپ حضرت عباس رض ابن عبد المطلب اور ایک دوسرے شخص کے سہارے سے تشریف لائے۔ اِس طرح کہ پیر پر زور نہیں دے سکتے تھے آپ کا پیر زمین پر کھنچتا تھا۔ عُبید اللہ[2] رض کہتے ہیں کہ مَیں نے عبد اللہ بن عباس رض سے ذکر کیا کہ مجھ سے حضرت عائشہ رض نے اِس طرح روایت بیان کی ہے۔ عبد اللہ رض نے پُوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ وہ دوسرے شخص کون تھے جن کا نام حضرت عائشہ رض نے نہیں بتایا۔ اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ عبید اللہ نے کہا کہ عبد اللہ رض نے اُن میں سے کسی بات کا اِنکار نہیں کیا۔ البتہ دریافت کیا کہ کیا تم کو دوسرے شخص کا نام بتایا جو عباس رض کے ساتھ تھے۔ مَیں نے کہا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ وہ علی بن ابی طالب رض تھے۔

اور مسلم کی ایک روایت حضرت عائشہ رض سے ہے۔ کہ فضل بن عباس رض اور ایک دوسرے شخص کے سہارے حضور ص نکلے۔ غیر صحیحین کی بعض روایات ہیں کہ حضور ص دو شخصوں کے سہارے سے نکلے جن میں سے ایک اُسامہ بن زید رض تھے اور دار قطنی کی روایت ہے کہ اُسامہ رض اور فضل بن عباس رض

---

[1] ابن ابی مُلیکہ بضم میم اُن کا نام عبد اللہ رض تھا ۱۲ منہ

[2] عُبید اللہ رض بضم عین ابن عبد اللہ رض بفتح عین ابن عُتبہ بضم عین وسکون مثناۃ فوقیہ اس حدیث کے راوی کا نام ہے جنھوں نے اِس روایت کو حضرت عائشہ رض سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

کے سہارے سے نکلے۔ اور ابن حبان کی روایت ہے کہ بریرہؓ اور نوبہؓ کے سہارے نکلے۔ ابن خزیمہؒ روایت کرتے ہیں کہ بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے۔ اور ابن سعدؒ کی ایک روایت ہے کہ فضل اور ثوبان کے سہارے۔ ان میں سے جتنی روایتیں سنداً صحت کے درجہ تک پہنچ جائیں اُن میں بھی اختلاف باقی رہتا ہے مگر اُن میں تطبیق ممکن ہے یہ سب ایک دفعہ کے خروج کا حال نہیں ہے۔ اس طرح کئی دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نکلنا پڑا جب ازواج کے اِذن کے بعد حضرت عائشہؓ کے مکان میں گئے تو اسی طرح سہارے سے گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان سے ایک دفعہ یا دو دفعہ مسجد اسی طرح سہارے سے گئے۔ ایک دفعہ انصار کے اشتیاق دیدار کی وجہ سے مسجد گئے تو اسی طرح گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان میں آنے سے پہلے جب شدید بیماری کی حالت میں بھی آپ ازواج کے یہاں دَورہ فرما رہے تھے تو اس وقت بھی بعض دفعہ اس طرح جانا ہوا ہوگا۔ اسی لئے کبھی کسی کا سہارا ہوگا کبھی کسی کا بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بھی تمام راستہ ایک ہی سہارا ضروری نہیں ہے۔ راستہ میں سہارا دینے والے بدلے ہوں تو ممکن ہے واللہ اعلم۔

حضرت عائشہؓ کے گھر مرض کی ترقی

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب میرے گھر آئے۔ اور مرض بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر سات مشک پانی بہاؤ جس کا رباط ڈھیلا نہ ہوا ہو۔ یعنی مشک بھرا ہوا ہو اُس میں سے پانی نہ گرا ہو۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے حضورؐ کو حضرت حفصہؓ کے مخضب میں بٹھایا۔ اور حضورؐ کے اوپر مشک سے پانی گرانے لگے حتے کہ حضورؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے

لے نوبہ بضم نون وسکون واو وفتح موحدہ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک لونڈی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک اسود غلام تھے علامہ زرقانیؒ کہتے ہیں کہ ابن خزیمہؒ کی روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ مرد تھے کیونکہ اس میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے نکلے اس لئے جن لوگوں نے نوبہؓ کو صحابیہ عورتوں میں ذکر کیا ہے اُن کو دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ے مخضب بکسر میم وسکون خاء معجمہ وفتح ضاد معجمہ وباء موحدہ بڑا برتن جس میں بیٹھ کر غسل کرتے تھے ۱۲ منہ۔

فرمایا کہ بس کرو اور بخاری ہی میں ہے کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔ سب کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ یہ خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ روز پہلے تھا۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس حساب سے یہ خطبہ جمعرات کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حضرت ابی سعید خدریؓ سے ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور حاکم نے ایک روایت لکھی ہے اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے کہ حضورؐ کا بخار اتنا شدید تھا کہ آپ ایک قطیفہ یعنی بہت موٹی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مگر کوئی شخص حضورؐ پر ہاتھ رکھتا تھا تو بخار کی شدت اُس چادر کے اُوپر سے محسوس ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ انبیاءؑ پر بلائیں شدید آتی ہیں اور اَجر بھی زیادہ ملتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں ایک روایت ہے فرماتی ہیں کہ مَیں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شدید ہو۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ شدید بخار میں مبتلا تھے۔ مَیں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ کا بخار بہت شدید ہے۔ فرمایا کہ ہاں تمھارے دو شخصوں کے برابر۔ مَیں نے کہا کہ یہ دونا اس لئے کہ آپ کا اجر بھی دونا ہوگا۔ فرمایا کہ ہاں اسی طرح ہے۔ کسی مُسلم کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ پاک اُس کو اس کے گناہوں کا کفارہ کرتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ ہے اور مسلم نے بھی روایت کی ہے۔

فاطمہ بنت الیمانؓ یعنی حضرت حذیفہؓ کی بہن سے نسائی نے ایک روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اُس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ انبیاءؑ پر جو بلا آتی ہے وہ سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر جن کا مرتبہ اُن کے بعد ہے۔ پھر جن کا مرتبہ ان کے بھی بعد ہے۔ اسی مضمون کی روایت فاطمہ بنت الیمانؓ سے طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے بخاری میں

روایت ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ[1] میں پانی تھا۔ آپ اِس پانی میں ہاتھ ڈالتے تھے پھر مُنہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے لا الٰہ الا اللّٰہ ان للموت سکرات۔ الحدیث، سکرہ کے معنی شدّت کے ہیں۔

امام بخاری رح نے حضرت عروہ رض سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں نے خیبر میں جو طعام (مسموم) کھایا تھا۔ اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ مگر اب مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری رگ اَبھری منقطع ہوگئی ہے۔ امام بخاری رح نے اِس روایت کو حضرت عروہ رض سے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ لیکن حافظ کہتے ہیں کہ بزاز، حاکم اور اسماعیلی نے اس کو متصلاً روایت کیا ہے عن عروۃ عن عائشہ رض واللہ اعلم۔ اَبھَر بفتح ہمزہ وسکون با، موحدہ وفتح ہا، قلب سے متصل ایک رگ ہے۔ اُس کے منقطع ہونے سے انسان مَر جاتا ہے۔ اِسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رض وغیرہ سمجھتے تھے کہ حضور شہید فوت ہوئے اور آپ کی موت سَم کی وجہ سے ہوئی واللہ اعلم۔

مرضُ الموت کا خطبہ

شیخین رح نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ[2] ارشاد فرمایا۔ اُس میں بیان کیا کہ

---

[1] اِس حدیث کے ایک راوی عمر بن سعید کہیں اُن کو شک تھا کہ یہ پیالہ عُلبہ تھا یا رکوہ عُلبہ بضم عین مہملہ و سکون لام وفتح با، موحدہ لکڑی کے بڑے پیالہ کو کہتے ہیں اور رکوہ بفتح رائے مہملہ چمڑے کے پیالہ کو کہتے ہیں۔ اِس شک کو امام بخاری رح نے ذکر کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] حضرت ابی سعید خدری رض حضرت ابن عباس رض حضرت جندب رض حضرت انس رض حضرت عائشہ رض اور دوسرے صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا ذکر کیا ہے اور مختلف روایتوں میں مختلف مضامین بیان ہوئے ہیں۔ کھڑکیوں کے بند کرنے کا حکم کسی نے بیان کیا ہے۔ کسی نے حضرت اُسامہ رض کی امارت کے متعلق جو لوگوں نے اعتراضات کئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حضرت اُسامہ رض کی تعریف اور اُن کی امارت کی حمایت کی تھی اس کو ذکر کیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے اور وہ خطبہ جمعرات کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ قسطلانی رح کہتے ہیں کہ حضرت اُسامہ رض کا قصہ سنیچر کا ہے مگر اِس تعیین کی کوئی روایت صحیح معلوم نہیں ہے۔ وہ بھی جمعرات ہی کا قصہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی زینت کو قبول کرے۔ یا اُس چیز کو جو خدا کے پاس ہے تو اُس بندہ نے اُس چیز کو قبول کیا جو خدا کے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے پر حضرت ابو بکرؓ رو اٹھے اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ اور میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے رونے پر ہم سب کو تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندہ کا ذکر کرتے ہیں جس کو خدا نے یہ اختیار دیا۔ یہ رونے کی کیا بات ہے۔ مگر اصل یہ تھا کہ اس بندہ سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو یہ اختیار دیا گیا تھا چونکہ حضرت صدیقؓ ہم سب سے فہم میں زیادہ تھے اُنھوں نے اس رمز کو سمجھ لیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا شخص جس کے مال اور جس کی صحبت پر ہمیں سب سے زیادہ بھروسہ رہا وہ ابو بکرؓ ہیں۔ اور اگر ہم خدا کے سوا اور کسی کو اپنا خلیل بناتے تو ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بناتے۔ ہاں اب اُخوتِ اسلام اور مودّت ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دروازہ باقی نہ رہے سب بند کر دیئے جائیں سوائے ابو بکرؓ کے دروازہ کے۔ اور صحیحین کی ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ مسجد میں کوئی خوخہ باقی نہ رہے ابو بکرؓ کے خوخہ کے سوا۔ اور ایک روایت ہے کہ ابو بکرؓ میرے غار کے ساتھی ہیں۔ مسجد میں اُن کے خوخہ کے سوا اور سب خوخے بند کر دو۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ اگر ہم کسی کو خلیل بناتے تو ابو بکرؓ کو بناتے لیکن اِسلام کی دوستی (خلّة) افضل ہے۔ اِس مسجد میں جتنے خوخے ہیں سب کو بند کر دو ابو بکرؓ کے خوخہ کے سوا۔ ابن عدی کی روایت ہے کہ اس مسجد میں جتنے دروازے جاری ہیں سب کو بند کر دو ابو بکرؓ کے دروازہ کے سوا۔

خوخہ بفتحؔ و خار معجمہ چھوٹے دروازہ کو کہتے ہیں یعنی کھڑکی کو۔ دارمی میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ حضورؐ نے جس وقت یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت سر مبارک میں پٹی باندھے ہوئے تھے اور یہ حضورؐ کا سب سے آخری خطبہ تھا۔ اس خطبہ کے بعد منبر سے اُترے تو پھر منبر پر آپ تشریف نہ لے گئے۔ حضرت جندبؓ کی روایت پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ یہ خطبہ حضورؐ نے وفات

سے پانچ روز پہلے ارشاد فرمایا تھا۔

ان روایات میں تصریح ہے کہ حضورؐ نے اپنے آخری خطبہ میں حضرت صدیقؓ کے خلّتِ اسلام۔ اخوت اور مودّت کی تصدیق فرمائی۔ اور اُن کے خلوص کو سب سے غالب بتایا۔ حکم دیا کہ مسجد میں جتنی کھڑکیاں ہیں سب بند کر دی جائیں ابو بکرؓ کی کھڑکی کے سوا۔ حضرت ابو سعیدؓ کے سوا اور بہت سے طریقوں سے یہ روایتیں آئی ہیں۔ حضرت حذیفہؓ۔ حضرت انسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے اس قسم کی روایتیں مروی ہیں۔

کچھ روایتیں ایسی بھی ہیں جو بظاہر اس کی معارض ہیں۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ نے باسناد قوی حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلعم نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام ابواب بند کر دیئے جائیں صرف علیؓ کا باب رہنے دیا جائے۔ طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے کہ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے ہمارے دروازے بند کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بند نہیں کئے خدا نے بند کر دیئے۔ امام احمدؒ۔ نسائیؒ۔ اور حاکمؒ نے بسند ثقات حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ مسجد میں بعض صحابہؓ کے دروازے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سب دروازوں کو بند کر دو۔ علیؓ کے دروازہ کے سوا۔ صحابہؓ اس پر کچھ بولنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میں نے بند کیا ہے نہ کھولا ہے جو مجھ کو حکم دیا گیا اُس کی میں نے اتباع کی ہے۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ حضرت ابن عباسؓ سے بسند ثقات روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد کے سب دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علیؓ کے دروازہ کے سوا۔ اور وہ جنابت کی حالت میں اس طرف سے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ طبرانیؒ نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سب کے دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علیؓ کے دروازہ کے سوا۔ وہ جنابت کی حالت میں اُس میں سے جایا کرتے تھے۔ امام احمدؒ نے بسند حسن حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو بڑی بڑی تین خصوصیتیں عطا کی گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اپنی بیٹی بیاہی جس سے اولاد ہوئی۔ مسجد میں سب کے

دروازے بند کردیئے مگر اُن کا دروازہ رہنے دیا خیبرؓ کے روز اُن کو عَلَم عنایت فرمایا۔ ان میں سے ہر روایت سنداً قابل احتجاج ہے۔ پھر جب اتنے طریقوں سے مروی ہو اور ایک دوسرے کی مؤید ہو تو اب اِس کے قابل احتجاج ہونے میں کیا شبہ ہے۔ لیکن ابن جوزیؒ نے اِس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اور اُن کا خیال ہے کہ یہ روایتیں روافض نے احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں وضع کی ہیں تاکہ اِس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دروازہ والی روایتوں کا رد کریں۔

علامہ زُرقانیؒ کہتے ہیں کہ یہ ابن جوزیؒ کی صریح غلطی ہے۔ معارضہ کے وہم میں پڑ کر وہ احادیثِ صحیحہ کو رد کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق ممکن ہے۔ اور پھر فتح الباری سے تطبیق کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ اسمٰعیل قاضی مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ جنابت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کو نہ دی۔ حضرت علیؓ کو اس لئے اجازت دی کہ اُن کا گھر ہی مسجد میں تھا۔ اور ترمذی و بزاز کی روایت بھی اِس مفہوم پر دلالت کرتی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ اِس کے سوا تھا ہی نہیں اِس لئے وہ بند نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تو تطبیق کی تقریر کا خلاصہ یہ ہوگا کہ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس قسم کا حکم دو دفعہ دیا۔ پہلا حکم یہ تھا کہ جن لوگوں کے دروازے مسجد کی طرف ہیں وہ بند کر دیئے جائیں۔ اور لوگ اپنے دروازے دوسری طرف بنالیں لیکن حضرت علیؓ کو دوسری طرف دروازہ بنانے کی جگہ نہ تھی۔ اِس لئے وہ مستثنٰے کئے گئے۔ لوگوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ دروازے تو بند کر دیئے جو مسجد کی طرف تھے اور دوسری طرف دروازے بنائے لیکن مسجد میں آنے کے لئے مسجد کی طرف چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بنالیں تاکہ مسجد میں آنا آسان ہو۔ آخری خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھڑکیوں کے بند کرنے کا حکم بھی دیا۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ کی کھڑکی کو اس سے مستثنٰے کیا۔ کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ اور کلاباذیؒ نے بھی اسی طرح تطبیق دی ہے اور تصریح کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے

مکان کا دروازہ دوسری جانب تھا۔ کھڑکی مسجد کی جانب تھی۔ اور حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ صرف مسجد ہی کی جانب تھا واللہ اعلم۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے راستہ والی روایت میں خوخہ اور کھڑکی سے مُراد اصلی راستہ نہیں ہے بلکہ وہ استعارہ ہے۔ اور اس سے مُراد خلافت ہے۔ تورپشتی نے اِس قول کو ترجیح دی ہے اِس بناء پر کہ حضرت ابو بکرؓ کا مکان سنح[1] میں تھا جو عوالی مدینہ میں ہے۔ مسجد کے بغل میں ان کا مکان تھا ہی نہیں۔ ممکن ہے کہ استعارہ ہو مگر تورپشتی نے جو وجہ بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظؒ نے اِس کی تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مقام سنح میں مکان ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ یہاں مکان نہ تھا۔ سنح میں تو اُن کا سُسرالی مکان تھا کیونکہ انصا میں اُنھوں نے ایک شادی کی تھی۔ اور وہی لکھتے ہیں کہ عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا وہ مکان جس کی کھڑکی مسجد کی طرف باقی رکھنے کی اُن کو اجازت ہوتی تھی۔ وہ مسجد سے ملا ہوا تھا۔ اور اُنہی کے قبضہ میں رہا۔ جتے کہ اُن کو وفود پر پیچھے خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اُنھوں نے اُس کو چار ہزار درہم میں حضرت حفصہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

میں نے لکھا ہے کہ یہ حضورؐ کا آخری خطبہ تھا۔ اور وفات سے پانچ روز پہلے یہ خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا لیکن سریہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ذکر ہوا ہے کہ سنیچر کے روز یعنی وفات سے دو روز پہلے ایک خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا جس میں آپؐ نے ممبر پہ حضرت اُسامہؓ کی تعریف کی۔ اور اُن لوگوں پر ناراض ہوتے جو حضرت اُسامہؓ کی امارت پر اعتراض کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ اصحابِ سیر کی روایت ہے مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مضمون ایک

---

[1] سُنح ۔ نہایہ میں ہے کہ سنح بضم سین وضم نون اور بعض نے کہا ہے کہ بسکون نون۔ عوالی مدینہ میں ایک مقام کا نام ہے جہاں بنی الحارث ابن الخزرج کے مکانات تھے اور وہیں حضرت صدیقؓ کا بھی مکان تھا۔ آخر میں حاء ہملہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ہی خطبہ کا ہے اور وہ جمعرات کے روز یعنی وفات سے پانچ روز پہلے آپ نے ارشاد فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ کی روایت ہے اور دارمی میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

محبوب ترین انسانؓ

صحیحین کی روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کونسا انسان محبوب ہے؟ فرمایا کہ عائشہؓ۔ انھوں نے کہا کہ مردوں میں سے۔ فرمایا کہ ان کے والد۔ پوچھا کہ ان کے بعد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر بن الخطابؓ۔

تقویٰ

بیہقی کی روایت ہے کہ اس بیماری کے ایام میں حضورؐ کے پاس سات دینار تھے اور حضورؐ فرماتے تھے کہ اس کو صدقہ کردو۔ لیکن اس کے بعد حضورؐ پر غشی طاری ہوگئی اور سب لوگ آپ کی تیمارداری میں مشغول ہوگئے۔ آپ کو ہوش ہوا تو فرمایا کہ اُس کو لے آؤ۔ اُس دینار کو حضورؐ نے اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ محمدؐ کا اپنے رب پر کیا گمان ہوگا جب کہ وہ اپنے رب سے ملے اور اُس کے پاس یہ ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود صدقہ کردیا۔

حضرت فاطمہؓ کا رونا اور ہنسنا

بخاری، مسلم اور نسائی میں ایک روایت بطریق عروہ عن عائشہؓ مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوا حضرت فاطمہؓ کو بُلایا اور اُن سے کچھ پوشیدہ گفتگو کی جس پر حضرت فاطمہؓ رو دیں۔ پھر اسی طرح پوشیدہ کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں ..... ہم لوگوں نے اُن سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوشیدہ فرمایا کہ میرا اسی عارضہ سے انتقال ہوگا تو میں رو پڑی۔ پھر فرمایا کہ میرے بعد میرے اہل میں سے اول ایک روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تمہارا انتقال ہوگا۔ اور سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی تو میں ہنس پڑی۔

لیکن صحیحین میں دوسری روایت مسروق کی ہے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضؓ کی چال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھی وہ آئیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹی مرحبا پھر حضورؐ نے اُن کو اپنے داہنے[1] یا بائیں بٹھایا۔ اور کچھ آہستہ آہستہ اُن سے فرمایا جس پر وہ رو پڑیں۔۔۔۔۔ پھر اسی طرح کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں نے حضرت فاطمہ رضؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا تو اُنھوں نے فرمایا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب حضورؐ کا انتقال ہوگیا تو مَیں نے اُن سے پھر پوچھا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے آہستہ یہ بیان کیا کہ ہر سال مجھ پر جبرئیلؑ ایک مرتبہ قرآن پیش کیا کرتے تھے لیکن اس سال دوؔ مرتبہ پیش کیا ہے اس لئے میرا گمان ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور میرے اہل میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اِس پر مَیں روتی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جنّت کی تمام عورتوں کی تو سردار ہو تو مَیں ہنسنے لگی۔

دونوں روایتیں اِس پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہ رضؓ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے اپنی وفات کی خبر دی تھی۔ مگر ہنسنے کی وجہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عروہؓ کی روایت میں ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضؓ سے کہا کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ مگر مسروق کی روایت میں یہ ہنسنے کی وجہ نہ تھی۔ بلکہ یہ وفات کی خبر کا ایک حصّہ تھا جس پر حضرت فاطمہ رضؓ روئیں۔ ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جنّت کی تمام عورتوں کا سردار بنایا۔ مسروق کی روایت راجح ہے کیونکہ وہ مزید علم پر مبنی ہے۔ اور ثقہ کی زیادتی باتفاق معتبر ہے۔ ایک اختلاف اور ہے۔ عروہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے وفات کی خبر وثوق کے ساتھ دی۔ اور مسروق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیلؑ کے دوؔ دفعہ قرآن پیش کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایسا گمان ظاہر کیا۔ اس کے علاوہ ترمذی میں ایک روایت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؓ کی حضرت عائشہ رضؓ سے ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بکا کی وجہ تو

[1] یہ راوی کا شک ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

وفات کی خبر تھی۔ مگر ضحک کی وجہ دونوں تھیں۔ اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے ملنے کی خوشخبری بھی۔ اور جنّت کی عورتوں کا سردار ہونے کی خوشخبری بھی اور اصل یہ ہے کہ ایک ہی خبر بعض وجوہ سے خوشی کی خبر تھی بعض وجوہ سے غم کی۔ لہٰذا ایک ہی خبر پر غم اور خوشی دونوں ممکن ہیں واللہ اعلم۔

لَدُود

لَدُود بفتح لام اُن دواؤں کو کہتے ہیں جو مریض کے مُنہ میں ایک طرف سے دی جاتی ہے۔ (کذا فی النہایہ) جس طرح وجور اس دوا کو کہتے ہیں جو حلق میں ٹپکائی جائے۔ لدید الفم مونہہ کے دونوں اطراف کو کہتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک روز اسی طرح دوا دی گئی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ کو مرض کی شدّت سے بار بار غشی ہو جاتی تھی۔ لوگوں کا خیال ہوا کہ ذات الجنب ہے اس لئے لَدُود کیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو مگر سب نے سمجھا کہ یہ امتناع آپ کا ویسا ہی ہے جیسا کہ عموماً مریض دوا سے نفرت کر کے پینے سے انکار کیا کرتے ہیں۔ اس لئے لوگوں نے دوا دیدی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا مَیں نے نہیں کہا تھا کہ مجھ کو اس طرح دوا نہ دو۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے منع تو فرمایا تھا۔ مگر ہم نے سمجھا کہ یہ منع ویسا ہی ہے جیسا کہ مریض منع کیا کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دی جائے سوائے حضرت عباسؓ کے وہ تمہارے ساتھ نہ تھے۔

ابن سعدؒ روایت کرتے ہیں کہ اس طرح دوا دینے کا مشورہ ام المومنین ام سلمہؓ اور اسماء بنت عمیسؓ کا تھا۔ طبرانی میں عباس ابن عبد المطلبؓ سے مروی ہے کہ قسط بضم قاف یعنی عُود ہندی کو زیت میں حل کر کے لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ میں ایک جانب ٹپکایا تھا۔ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ حضورؐ کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوا حضورؐ کے مناسب نہ تھی۔ لوگوں نے سمجھا کہ ذات الجنب ہے۔ اور دوا بھی ذات الجنب ہی کی تجویز ہوئی۔ حالانکہ حضورؐ کو ذات الجنب

نہ تھا۔ اور ابن سعدؒ ہی حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو غشی آئی تو ہم لوگوں نے لَدُود کیا۔ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ تم لوگوں نے سمجھا کہ خدا نے ہم پر ذات الجنب مُسلط کر دیا۔ حالانکہ ذات الجنب کا ہم پر اثر نہیں ہے۔ گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دی جائے۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے اِسی طرح ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی دوا پلائی حالانکہ وہ روزہ سے تھیں۔ مواہب لدنیہ میں حضرت اُسامہ رضؓ کے سریہ میں مذکور ہے کہ دوا پلانے کا یہ واقعہ اتوار کے روز کا ہے یعنی وفات سے ایک دن پہلے کا۔ واللہ اعلم۔

واقعہ قرطاس اور آخری وصیّت

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جب حضورؐ کی وفات کا وقت قریب ہوا اور گھر میں بہت سے آدمی موجود تھے جن میں حضرت عمر رضؓ بھی تھے حضورؐ نے فرمایا کہ آؤ ہم تمہارے لئے ایک تحریر لکھدیں تاکہ اُس کے بعد گمراہ نہ ہو سکوگے۔

ؔلہ اِس پر علماء نے خوب خوب بحثیں کی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ گھر کے سب حاضرین کو لَدُود کیا جائے۔ اِس حکم کی علت کیا تھی۔ مگر بات صاف ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضؓ اور اسماء بنت عمیس رضؓ نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ وہ لوگ ذات الجنب میں قسط اور زیت سے لَدُود کرتے ہیں۔ اُن کو اِس کی پہچان نہ تھی کہ ذات الجنب ہے یا نہیں۔ طب سے اُن کو واقفیت نہ تھی۔ حالات کی شابہت کی وجہ سے اُنھوں نے لَدُود کرنا چاہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا مگر اس پر بھی اُنھوں نے نہ مانا اور لَدُود کر دیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر طب جانے علاج کرے وہ ضامن ہے۔ اِس حکم کے ذریعہ آپؐ نے بتا دیا کہ بغیر طب جانے جو شخص علاج کرے اُس سے اسی طرح کا قصاص لیا جائے۔ اور گھر کے بقیہ حاضرین کو بھی لَدُود کا آپ نے حکم دیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اعتباع کے بعد اُس فعل کے عملاً اعانت کرنے والے یا سکوت سے مدد کرنے والے سب ضامن ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضؓ اِس سے مستثنےٰ ہوئے اِس لئے کہ شاید اُنھوں نے منع کیا ہو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ نہ تھے۔ ذات الجنب دو طرح کا ہوتا ہے حقیقی۔ اور غیر حقیقی۔ حقیقی ورم حار ہے جو نواحی صدر یا حجاب حاجز یا عضلات میں پیدا ہوتا ہے۔ اور غیر حقیقی پہلو کا درد ہے جو ریاح غلیظ کے احتقان سے پیدا ہوتا ہے۔ قسط اور زیت شرباً و طلاءً غیر حقیقی میں مفید ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف زیادہ ہے اور تمھارے پاس (گمراہی سے بچنے کے لئے) خدا کی کتاب موجود ہے جو تمھارے لئے کافی ہے۔ (حضورؐ کو ایسی حالت میں تکلیف نہ دو) جو صحابہؓ موجود تھے اُن میں اِس کے متعلق اختلاف ہوا اور آپس میں لڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے کہ حضورؐ جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں لکھوالو۔ اور کچھ وہ کہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہا تھا۔ جب لوگوں میں اختلاف اور شور زیادہ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ بن عبد اللہؓ جنھوں نے اِس حدیث کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ساری مُصیبت یہ ہوئی کہ رسول اللہؐ اور اِس تحریر کے درمیان لوگوں کا اختلاف اور شور حائل ہو گیا۔ اور سلیمان ابن ابی مسلم الاحول۔ جو سفیان ابن عیینہؒ کے اُستاد ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پنجشنبہ اور پنجشنبہ کا کیا پُوچھتے ہو۔ یہ کہہ کر رونے لگے اور اتنا روئے کہ اُن کے رونے سے کنکریاں تر ہو گئیں۔ اُن کے رونے پر سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ اے ابن عباسؓ پنجشنبہ میں کیا ہوا؟ فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بہت زیادہ ہو گیا تو فرمایا کہ ایک کتف (یعنی اونٹ یا بکرے کے مونڈھے کی ہڈی) لاؤ ہم تمھارے لئے ایک تحریر لکھ دیں کہ اس کے بعد پھر کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ لوگوں نے اِس میں نزاع شروع کر دیا حالانکہ نبی کے سامنے نزاع مناسب نہ تھا۔ کسی نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ غفلت اور بے ہوشی میں کہہ رہے ہیں پُوچھ کر تحقیق کر لو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیں چھوڑ دو۔ ہم جس حال میں ہیں وہ اُس سے بہتر ہے جو تم لوگ کہتے ہو۔ اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں[۲] کا حکم دیا۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوسرے یہ کہ وفود کو اُسی طرح بدل دیا کرو جس طرح ہم بدل دیا کرتے تھے۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ سلیمان نے کہا کہ تیسری بات حضرت ابن عباسؓ نے بیان نہیں کی۔ یا بیان کی ہو مجھے یاد نہیں رہی۔

۱؎ سفیان بن عیینہ اس حدیث کو سلیمان ابن ابی مسلم سے روایت کرتے ہیں وہ سعید بن جبیرؓ سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۲؎ یہ احکام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیتیں ہیں ۱۲ منہ۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیسری بات حضرت اسامہ رض کے جیش کے متعلق کوئی حکم تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسرا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ میری قبر کو پرستش گاہ نہ بناؤ واللہ اعلم۔

قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضور ؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اگر اس کا بیان کرنا ضروری ہوتا تو حضرت عمر رض یا اور کسی کے اختلاف کی وجہ سے آپ اس کو قطعاً موقوف کرتے ممکن ہے کہ وہی باتیں ہوں جن کو آپ نے بعد میں بیان کر دیا۔ کیونکہ اگر وہ اُن کے سوا کوئی اور اہم حکم ہوتا۔ اور اختلاف کی وجہ سے لکھا نہ جا سکتا تاہم انہی احکام کے ساتھ اُس کو آپ بیان کر دیتے اصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رض نے جب مشاجرات صحابہ کو خود ملاحظہ فرمایا تو اُس کا اُن پر بہت اثر ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوئی ایسی بات لکھواتے جس سے صحابہ میں یہ اختلافات نہ ہوتے۔ اور اسی لئے وہ روئے۔

روافض نے اِس قصہ میں دو فرضی باتیں پیدا کر کے اس قصہ کو مابہ النزاع بنا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ؐ حضرت علی رض کے لئے خلافت نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ دوئم حضرت عمر رض کا تحریر سے رُوکنا اِسی کو روکنے کی غرض سے تھا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل لغو ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق جتنی روایتیں ہیں اُس میں حضرت علی رض کے بارے میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر یہ صحیح ہو کہ حضور ؐ کسی کے لئے خلافت نامہ لکھنا چاہتے تھے تو صحیح روایات میں یہ موجود ہے کہ اسی مرض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رض کو بلاؤ ہم اُن کے لئے لکھدیں تاکہ کوئی شخص اس بارے میں تمنا نہ کرنے لگے۔ مگر پھر آپ نے لکھوانے کے خیال کو ترک کر دیا اور فرمایا کہ ابوبکر رض کے رہتے ہوئے کوئی اس کی تمنا کر ہی نہیں سکتا۔

حضرت عمر رض کا ایسی حالت میں جب کہ حضور ؐ کو سخت تکلیف تھی۔ اور بیماری شدید ہو چکی تھی تحریر یا املاء کی زحمت نہ دینا اور لوگوں کو اس سے روکنا اُن کے غایت خلوص اور محبت کی دلیل ہے اس کو طعن کا ذریعہ بنانا بڑی سخت بددیانتی ہے۔ ہاں جن لوگوں نے یہ کہا کہ اھجر استفھموہ (یعنی کیا حضور ؐ

بیہوشی کی حالت میں کہہ رہے ہیں پوچھ کر تحقیق کرلو) ان کا یہ کہنا غلط اور یہ ناجائز طریقہ استدلال تھا۔ مگر یہ جملہ حضرت عمرؓ کا نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کا ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کے خلاف تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف کا غلبہ ہے اس وقت اس تحریر کے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے تو لوگوں نے کہا کہ کیوں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حکم دیا تو کیوں نہ لکھوایا جائے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نعوذ باللہ ہذیان ہے۔ کہنے والے نے بھی استفہام انکاری کے صیغہ میں کہا وہ اس کا قائل نہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ سے تو محض الزاماً یہ جملہ کہا گیا حضرت عمرؓ کی غرض تو یہ تھی کہ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہمارے لئے کتنا ہی ضروری ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی سخت تکلیف کی حالت میں اس کی زحمت دینا مناسب نہیں ہے۔

یہ جملہ بہترین روایات میں استفہام انکاری کے صیغہ میں مروی ہے بعض روایتوں میں بلا استفہام بھی آیا ہے مگر وہ بھی اسی پر محمول ہے واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ پنجشنبہ کا واقعہ ہے جس روز حضورؐ نے خطبہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے پانچویں دن حضورؐ کا انتقال ہوا۔

انصار کا اضطراب اور حضورؐ کا آخری خطبہ

علامہ زرقانیؒ نے فاکہانی سے نقل کیا ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ کی بیماری برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ تو وہ اضطراب اور اشتیاق کی وجہ سے مسجد کے اطراف میں چکر لگاتے تھے حضرت عباسؓ نے انصار کے اشتیاق کا حال رسول اللہؐ سے بیان کیا۔ پھر فضل ابن عباسؓ گئے تو انہوں نے بھی تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح بیان کیا۔ جب اس طرح متواتر خبریں آپ کو ملیں تو آپ باہر تشریف لائے۔ مگر اس طرح کہ حضرت علیؓ اور فضل ابن عباسؓ پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ دونوں پاؤں آپ کے زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ حضرت عباسؓ آگے آگے تھے۔ آپؐ کے سر مبارک میں پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر کے نچلی سیڑھی پر بیٹھے اور فرمایا۔ کہ اے لوگو! مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو۔ کیا جتنے انبیاء مبعوث ہوئے ان میں سے

کوئی ہمیشہ رہا میں خدا سے ملنے والا ہوں اور تم بھی ملنے والے ہو۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے ساتھ بھلائی کرو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین آپس میں اچھا برتاؤ رکھیں۔ اس کے بعد آپ نے والعصر کی پوری سورت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ سارے کام خدا کے حکم پر چلتے ہیں۔ جس کام میں تاخیر ہو اس کے لئے عجلت نہ کرو کسی کی عجلت سے خدا جلدی نہیں کرتا اور وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھلائی کرو۔ انھوں نے تم سے پہلے مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔ اور ایمان کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔ گیا انھوں نے اپنے پھلوں میں تم کو اپنا شریک نہ بنایا؟ گیا انھوں نے تمہارے لئے مکانوں میں وسعت نہ دی؟ گیا انھوں نے باوجود احتیاج کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح نہ دی؟ دیکھو اپنے نفسوں کو اُن پر ترجیح نہ دو۔ اور فرمایا کہ دیکھو میں پہلے جاتا ہوں۔ اور تم بھی آکر مجھ سے ملوگے۔ حوض پر ملنے کا وعدہ ہے۔

اور بخاری میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو وہ رو رہے تھے۔ رونے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ رسول اللہؐ کی صحبتیں یاد کرکے ہم سب رو رہے ہیں۔ یہ سُن کر اُن میں سے ایک (غالباً حضرت عباسؓ)، رسول اللہؐ کی خدمت میں گئے۔ اور حضورؐ کو اس کی خبر دی۔ تو حضورؐ باہر نکلے۔ اور ایک چادر کا کنارہ آپ سر میں باندھے ہوتے تھے۔ پھر آپ منبر پر گئے۔ اور منبر پر یہ آپ کا آخری خطبہ[ل] تھا۔ اور پھر روایت میں خطبہ کا

ل صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ جس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں یعنے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کے سب خوخے یعنی کھڑکیاں بند کردی جائیں سوائے ابوبکرؓ کے خوخہ کے وہ آخری خطبہ تھا۔ یہ بھی معتبر طریقہ سے ثابت ہے کہ حضرت اُسامہؓ کی امامت پر جن لوگوں نے اعتراض کیا اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں جواب دیا وہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ یہ بھی بطریق صحیح ثابت ہے کہ انصار جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے مضطرب ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آکر منبر پر بیٹھ کر انصار کو تسلی دی اور انصار کی فضیلت بیان کی وہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے ایک ہی خطبہ میں یہ سب مضامین تھے کسی نے اس خطبہ کے ایک مضمون کا ذکر کیا ہے کسی نے دوسرے مضمون کا۔ اور یہ آخری خطبہ آپ کی وفات سے پانچ روز قبل جمعرات کے روز تھا۔ حضرت اُسامہؓ کی امامت والے خطبہ کے نسبت بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ وفات سے ایک روز پہلے تھا غالباً وہ تسامح ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

مضمون ہے جس میں آپ نے انصار کی فضیلت بیان کی۔

حضورؐ کے آخری خطبہ کے متعلق تین ۳ قسم کی معتبر روایتیں آئی ہیں۔ ایک ۱ یہ کہ آپ کا آخری خطبہ وہ تھا جس میں آپ نے مسجد کی سب کھڑکیوں کو بند کرنے کا حکم دیا حضرت ابوبکرؓ کی کھڑکی کے سوا۔ دوسری ۲ قسم کی روایتیں وہ ہیں جن میں مذکور ہے کہ انصار کی بے تابی کی خبر سُن کر آپؐ باہر تشریف لائے۔ انصار کو تشفّی دی۔ اور مہاجرین وانصار کو وصیّت کی وہ آپ کا آخری خُطبہ تھا۔ تیسری ۳ قسم کی روایتیں وہ ہیں جن میں مذکور ہے کہ حضرت اُسامہؓ کی امارت پر جن لوگوں نے اعتراض کیا تھا اُن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جواب دیا وہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا حال ہے۔ یہ سب مضمون ایک ہی خطبہ کا ہے اس کے مختلف حِصّوں کو صحابہ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ یہ آپ کا خطبہ جُمعرات کے روز ظہر کی نماز کے بعد ہوا تھا۔ اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف نہ لے گئے۔ البتہ پیر کے روز صبح کے وقت پردہ اُٹھا کر آپ نے صحابہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور اس روز تین ۳ دن کے بعد آپ کے جمالِ مُبارک پر صحابہ کرام کی نظر پڑی تھی۔ یہ صحاح کی روایت ہے اِس لئے سیر کی اُن روایتوں کا جن میں دوسرے خطبوں کا وقت اِس کے بعد بتایا گیا ہے اعتبار نہ ہوگا۔

حضورؐ کی آخری نماز باجماعت اور حضرت صدیقؓ کی امامت

حضورؐ جب تک مسجد جا سکے برابر تشریف لے گئے اور خود امامت کی جب جانا ناممکن ہوگیا تو آپ نے حضرت صدیقؓ کو امام مقرر کیا۔ صحیحین میں عبید اللہ ابن عبد اللہ کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا حال دریافت کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ جب حضورؐ کا مرض بہت شدید ہوگیا تو (عشاء کے وقت) آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم سب نے کہا کہ نہیں یارسول اللہ سب آپ کا اِنتظار کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مِخضب میں پانی طلب کیا۔ اور غسل کیا۔ لیکن اُٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے پھر یہی کہا کہ سب

لوگ آپ کے انتظار میں ہیں یارسول اللہ۔ آپ نے پھر پانی مانگا اور غسل کیا۔ لیکن جب اُٹھنا چاہا تو پھر غشی طاری ہوگئی تیسری مرتبہ پھر دریافت فرمایا اور پھر وہی حال ہوا۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا۔ اور صحابہؓ مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ اور فرماتی ہیں کہ یہ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقؓ بہت ہی رقیق القلب تھے اُن کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آدمی نے خبر دی۔ اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم پڑھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ اِس کے زیادہ احق ہیں۔ الغرض اِس کے بعد حضرت صدیقؓ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر ظہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کچھ سنبھلی۔ تو آپ دو شخصوں کے سہارے جن میں ایک حضرت عباسؓ تھے آپ مسجد تشریف لے گئے۔ مگر اِس طرح کہ آپ کا پیر زمین میں کھنچتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے منع کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن لوگوں نے حضرت صدیقؓ کے بائیں جانب بٹھا دیا۔ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی عبید اللہؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو عبد اللہ بن عباسؓ نے بتایا کہ حضرت عباسؓ کے ساتھ دوسرے شخص حضرت علیؓ تھے۔ ایک دوسری روایت میں تصریح ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر۔ اور ابو بکرؓ حضورؐ کی اقتدا کر رہے تھے اور صحابہؓ حضرت صدیقؓ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقؓ آپ کی تکبیرات کی آواز لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔

یہ حال جمعرات کے روز ظہر کی نماز کے وقت کا ہے۔ اِسی نماز کے بعد آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو آپ کا آخری خطبہ تھا۔ اور یہ نماز آپ کی مسجد میں آخری نماز تھی۔ اِسی روز اِس سے پہلے قرطاس کا واقعہ ہوا۔ جس کو پہلے لکھ چکا ہوں۔

صحیحین میں اور سنن کی اکثر کتابوں میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے مغرب میں والمرسلات عرفا پڑھی تو میری ماں اُمّ الفضل نے کہا کہ بیٹا تو نے اِس سورۃ کو پڑھ کر

یاد دلا دیا کہ یہی وہ سورت ہے جس کو میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں سنا ہے۔ صحیح مسلم میں صالح کے طریقہ سے اور ترمذی میں محمد بن اسحاق رح کے واسطہ سے اس پر زیادتی ہے کہ ام الفضل رض نے کہا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر نماز نہ پڑھائی حتے کہ آپ خدا سے مل گئے۔

حضرت ام الفضل رض اور حضرت عائشہ رض کے بیان میں بظاہر رسول اللہ کے آخری نماز کے متعلق تعارض ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ بدھ کے روز مغرب کی نماز پڑھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے وہ آپ کی آخری مستقل امامت تھی۔ اور صحابہ رض نے وہی آخری قرأت آپ کی نماز میں سنی۔ پھر عشاء کے وقت مسجد جانے کی آپ نے بہت کوشش کی تین دفعہ غسل کیا اور مسجد جانا چاہا مگر ہر دفعہ آپ پر غشی طاری ہوگئی اور کسی طرح مسجد نہ جا سکے۔ تب آپ نے حضرت صدیق رض کو امامت کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد برابر حضرت صدیق رض نے نماز پڑھائی۔ جمعرات کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی۔ حضرت صدیق رض نے عشاء۔ اور فجر کی نماز پڑھائی تھی۔ اور ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور حضرت صدیق رض کے بغل میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اور حضرت ابوبکر رض آپ کے تکبیرات کی اقتداء کرتے تھے۔ اور صحابہ رض حضرت صدیق رض کے نماز کی اقتداء کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت ام الفضل رض آپ کے مستقل امامت اور نماز میں قرأت کی انتہاء مغرب کی نماز کو بتاتی ہیں۔ اور حضرت عائشہ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضری مسجد سے قطعی انقطاع کا وقت ظہر کی نماز بتاتی ہیں واللہ اعلم۔

حضرت صدیق رض کی امامت اور رسول اللہ ص کی تاکید

صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رض سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ کا مرض شدید ہوگیا تو فرمایا کہ ابوبکر رض کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ بہت رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ امامت کرنے کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھانا ان کی طاقت سے باہر ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو کہو کہ امامت کریں حضرت عائشہؓ نے پھر اسی طرح کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو کہو کہ امامت کریں۔ تم حضرت یوسفؑ کے ساتھیوں کی سی ہو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آدمی نے حضرت صدیقؓ کو خبر دی۔ اور انھوں نے نماز پڑھائی۔ اور تا حیاتِ رسول اللہؐ وہی پڑھاتے رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے بار بار اصرار کرنے پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مانا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہو کہ حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔ حضرت حفصہؓ نے کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا۔ غصہ ہوئے اور کہا کہ تم سب حضرت یوسفؑ کے ساتھیوں کی سی ہو۔ یہ امر بطریق تواتر ثابت ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت صدیقؓ کو نماز کی امامت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ۔ حضرت ابی سعیدؓ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت حفصہؓ۔ سبھوں نے یہ بیان کیا ہے۔ بعض طریقوں میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کو امامت کے لئے نہ کہیئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرا خیال تھا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑا ہوگا اس کو صحابہؓ کبھی پسند نہ کریں گے اور اس کو مشوم سمجھیں گے۔ اس لئے میں یہ چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم حضرت ابو بکرؓ کو نہ دیں۔ اور ابن زمعہؓ کی روایت میں ہے کہ اُن سے رسول اللہؐ نے کہا کہ جاؤ ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ یہ نکلے تو دروازہ پر حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ تھے حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے۔ عبداللہ بن زمعہؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے تکبیر کہی تو اُن کی آواز بلند تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن لی فرمایا کہ نہیں، نہیں، نہیں۔ خدا اور مسلمان ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ خدا اور مسلمان ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ خُدا اور مسلمان ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ ابو بکرؓ ہی نماز پڑھائیں۔ اور ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی تکبیر کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی تو غصہ سے سر اٹھایا اور کہا کہ ابن ابی قحافہ کہاں ہیں؟

حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو نماز کی امامت کے لئے اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اس پر تاکید اور اصرار کیا۔ اِس سے صحابہؓ نے استدلال کیا ہے کہ وہی خلافت کے بھی زیادہ اہل تھے حضرت عمرؓ سے بھی یہ مروی ہے اور خود حضرت علیؓ کا قول ابن عساکرؒ نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی امامت کا حکم دیا۔ اور ہم موجود تھے غائب نہ تھے۔ اور تندرست تھے بیمار نہ تھے۔ لہٰذا چونکہ رسول اللہؐ نے دین کے معاملہ میں اُن کو ہم سب کا امام بنانا پسند کیا۔ اِس لئے ہم سب نے دُنیا کے معاملہ میں بھی انہی کا اِمام ہونا پسند کیا۔

ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ابن عدیؒ نے حضرت ابوبکر ابن عیاشؒ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے امیرالمومنین رشیدؒ نے سوال کیا کہ ابوبکر صدیقؓ کیونکر خلیفہ ہوگئے۔ میں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ! خدا نے سکوت کیا۔ خدا کے رسولؐ نے سکوت کیا۔ اور مومنین ساکت رہے۔ رشید نے کہا کہ بخدا تم نے تو اس جواب سے ہم کو اور بھی تاریکی میں ڈال دیا۔ میں نے کہا کہ امیرالمومنین! رسول اللہؐ آٹھ روز بیمار رہے حضرت بلالؓ نے آکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ نماز کون پڑھائے؟ فرمایا ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ ابوبکرؓ نے آٹھ روز نماز پڑھائی۔ اس وقت وحی نازل ہورہی تھی۔ مگر خدا نے اِس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کی وجہ سے مُسلمان ساکت رہے۔ رشید نے کہا کہ بارک اللہ۔

روافض کا عجیب شبہ روافض اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایّام مرض میں ابوبکر صدیقؓ کو نماز کے لئے امام مقرر کیا۔ مگر کہتے ہیں کہ پھر وہ معزول کر دیئے گئے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ایک روز ظہر کے وقت حضورؐ خود مسجد تشریف لے گئے اور حضورؐ ہی نے امامت کرائی۔ روایاتِ مذکورہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس ظہر کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔ اور خود اُس ظہر کی نماز بھی ابوبکر صدیقؓ ہی نے شروع کی تھی۔ درمیان میں حضورؐ آگئے۔ اور بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سوموار کے روز یعنی جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ صحابہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حضرت صدیقؓ پڑھا رہے تھے کہ حضورؐ نے

حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ اُٹھایا اور صحابہؓ کو نماز کی صف میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مُسکرائے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ کر صف میں مل جائیں۔ کیونکہ اُنھوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ اور صحابہ کا تو یہ حال ہوا کہ قریب تھا کہ خوشی میں اُن کی نمازیں ٹوٹ جائیں۔ مگر حضورؐ نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو اور پردہ گرادیا اور حجرہ میں چلے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد اُسی روز ضحٰی کے وقت حضورؐ کا انتقال ہوگیا۔

حضورؐ نے سوموار کی فجر کی نماز کے وقت پردہ اُٹھا کر دیکھا۔ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ اس روز تین دن کے بعد حضورؐ کے چہرۂ انور پر صحابہؓ کی نظر پڑی تھی۔ کیونکہ جمعرات کی ظہر کی نماز میں حضورؐ شریک ہوئے تھے۔ جمعہ۔ سنیچر۔ اور اتوار کو حضورؐ باہر نہ آئے۔

علامہ زُرقانیؒ نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے سترہ وقت امامت کی۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحاح کی روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ عشاء کے وقت حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو امام بنایا۔ اس کے بعد ظہر کی نماز کے وقت مسجد تشریف لائے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ظہر کے وقت مسجد میں آپ جمعرات کے روز تشریف لائے۔ اِس لئے یہ عشاء لامحالہ اِس سے پہلے یعنی بدھ کا دن گزرنے کے بعد والی عشاء ہے۔ اُس وقت سے سوموار کی صبح تک جمعرات کے ظہر کو چھوڑ کر اکیس وقت کی نمازیں ہوتی ہیں جس کی حضورؐ کی حیات میں حضرت صدیقؓ نے امامت کی واللہ اعلم۔

رحلتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سوموار کی صبح کو حضورؐ کی حالت سنبھل گئی تھی صبح کی نماز کے وقت آپ نے پردہ اُٹھا کر صحابہ کو جماعت سے نماز پڑھتے دیکھا۔ اور اس پر حضورؐ نے تبسم بھی فرمایا۔ اور بخاری میں متعدد روایتیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ تشریف لائے اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تر لکڑی کی مسواک تھی۔ اور فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں میں سمجھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حاجت ہے۔ اِس لئے دریافت کیا کہ کیا آپ کے لئے

مسواک مانگوں۔ آپؐ نے سر مبارک سے اشارہ کیا کہ "ہاں"۔ میں نے مسواک لے کر اس کے سرے کو توڑ دیا۔ اور پھر سرے کو نرم بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپؐ نے نہایت اچھی طرح مسواک کی لیکن جیسے ہی مسواک سے فارغ ہوئے آپ کا ہاتھ مبارک گر گیا۔ اور تین دفعہ فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ بس اس کے بعد حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ ہاتھ گر گیا۔ یا یہ فرمایا کہ ہاتھ سے مسواک گر گئی۔

بخاریؒ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھ پر خدا کے انعامات میں سے ایک انعام یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت میرا لعابِ دہن آپؐ کے لعابِ دہن سے مل گیا۔ وہ آپؐ کا دنیا میں آخری دن تھا اور آخرت کا پہلا۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضورؐ حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ نبی نہیں مرتا جب تک کہ اس کو اختیار دیا جائے کہ وہ دنیا کو قبول کرے۔ یا آخرت کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جب وقت آیا تو آپ کا سر میری ران پر تھا اور آپ پر غشی طاری تھی۔ غشی سے افاقہ ہوا تو آپ کی آنکھیں چھت سے لگ گئیں۔ اور آپ نے فرمایا اللّٰھم فی الرفیق الاعلیٰ میں سمجھ گئی کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو اختیار نہ کریں گے۔ یہ وہی اختیار ہے جس کا صحت کی حالت میں آپ ذکر کرتے تھے۔ اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ کے الفاظ یہ تھے اللّٰھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔

امام احمدؒ اور ترمذیؒ قاسم بن محمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جس وقت حضورؐ کا انتقال ہوا تھا۔ آپ کے پاس پیالہ میں پانی تھا۔ اس میں ہاتھ دیتے تھے اور پھر پانی چہرۂ انور پر ملتے تھے۔ اور کہتے تھے اللّٰھم اعنی علیٰ سکرات الموت۔ بخاری میں ہے کہ شدتِ تکلیف سے آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ نے بے تابی میں کہا واکرب اباتاہ اور نسائی کی روایت میں ہے واکرباہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کہا کہ اب آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی کرب و تکلیف نہ ہو گی یعنی آج خاتمہ ہے۔

الغرض سرورِ کائنات اور فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے توحید کی بنیاد کو مستحکم کرکے تبلیغ اور رسالت کی ذمہ داریوں کو علیٰ وجہ الکمال انجام دے کر ربیع الاول کے مہینے میں سوموار کے روز انتقال فرمایا۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کی اصح روایت یہ ہے کہ سب سے آخری جملہ جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہی تھا فی الرفیق الاعلےٰ۔

بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے میرے گھر میں میری باری کے دن میرے حلق اور سینہ کے درمیان انتقال کیا۔ موسیٰ بن عقبہ رضؓ نے جزماً امام السیر والحدیث ابن شہاب زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ آفتاب ڈھلتے ہی آپ کا انتقال ہوا۔ ابوالاسود بھی عروہ ابن الزبیرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ اور ابن اسحٰقؒ نے جزماً بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ کی تیزی کے وقت انتقال کیا۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے روز آخر وقت انتقال ہوا۔ اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ دن کے نصف آخر میں یعنی زوال کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کا انتقال ربیع الاول کے مہینے میں سوموار کے روز ہوا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور بخاریؒ نے حضرت انس رضؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن سعدؒ نے حضرت عائشہ رضؓ۔ حضرت علی رضؓ۔ حضرت سعدؓ۔ عروہ رضؓ۔ ابن المسیبؒ۔ اور ابن شہابؒ سے بھی یہی روایت کیا ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ اس روز تاریخ کیا تھی۔ امام السیر ابن اسحاقؒ اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اس روز ربیع الاول کی بارہ ۱۲ تاریخ تھی۔ اور ابن سعدؒ نے عمر بن علی بن ابی طالب رضؓ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چہارشنبہ کے روز بیمار ہوتے جب کہ صفر کا ایک دن باقی تھا تیرہ ۱۳ روز بیمار رہے اور بارہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا۔

لیکن ابن عقبہ۔ لیث اور خوارزمی وغیرہ کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی اور ابومخنف اور کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری تاریخ تھی۔

جمہور کے قول پر علامہ سہیلیؒ اور اُن کے متبعین نے ایک اعتراض کیا ہے جس کو اُن کے بعد کے سارے محدثین اور اربابِ سیر نقل کرتے ہیں۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ اِس سال ذوالحجہ کی پہلی تاریخ جُمعرات کا دن تھا۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوف عرفہ جُمعہ کے دن ہوا۔ اور یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ جب ذی الحجہ کی نو ۹ تاریخ جُمعہ ہو تو ربیع الاول کی بارہ ۱۲ تاریخ سوموار ہو۔ چاہے ذوالحجہ۔ محرم۔ اور صفر سب تیس ۳۰ دن کے شمار کئے جائیں۔ یا تینوں مہینے اُنتیس ۲۹ دن کے شمار ہوں۔ یا دو ۲ اُنتیس ۲۹ ایک تیس ۳۰۔ یا دو ۲ تیس ۳۰ ایک اُنتیس ۲۹۔

حساب کی رُو سے یہ اشکال بہت بدیہی ہے۔ اور اس اعتراض پر علماء نے تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ مگر یہ اشکال اتنا اہم نہیں ہے جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ رویتِ ہلال کے بارے میں اختلافات کا پیدا ہو جانا مستبعد نہیں ہے۔ ابن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مکہ میں پہلی ذوالحجہ جمعرات ہو اور مدینہ میں جمعہ۔ وقوف عرفہ مکہ کے حساب سے ہوا ہو۔ اور وفات کی تاریخ اہل مدینہ نے اپنی رویت کے حساب سے بیان کی ہو واللہ اعلم۔ لیکن اس پر بھی شبہ ہے۔ اگر ذوالحجہ کی پہلی تاریخ اہلِ مدینہ کی رویت سے جُمعہ ہو تاہم بارہ ۱۲ ربیع الاول سوموار کے روز ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ تینوں ۳ مہینے یعنے ذی الحجہ۔ محرم۔ اور صفر مسلسل تیس ۳۰ دن کے ہوں۔ اور ایسا نہیں ہوتا کہ تین ۳ مہینے مسلسل تیس ۳۰ دن کے ہوں۔ لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ گو ایسا ہونا نادر الوقوع ہے مگر ممکن ہے۔

سلیمان التیمی ثقات میں سے ہیں اور اُنھوں نے جزماً بیان کیا ہے کہ حضورؐ کے مرض کی ابتداء سنیچر کے روز بائیس ۲۲ صفر کو ہوئی۔ اور انتقال سوموار کے روز دوسری ربیع الاول کو ہوا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفر کا مہینہ اُنتیس ۲۹ دن کا تھا۔ اور پہلی صفر سنیچر کے روز تھی چونکہ نو ۹ ذی الحجہ کا جمعہ ہونا مسلم ہے اِس لئے پہلی صفر سنیچر کے روز نہیں ہو سکتی جب تک ذوالحجہ اور محرم کو بھی اُنتیس ۲۹ دن کا مہینہ نہ مان لیں۔ تو اس صورت میں بھی مسلسل تینوں مہینوں کو ناقص یعنی اُنتیس ۲۹ دن کا تسلیم کرنا پڑیگا۔

اور یہ بھی ویسا ہی نادر الوقوع ہے جیسا تینوں کا سلسل کا مل ہونا واللہ اعلم۔

وفات کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اثر صحابہؓ پر کیسا پڑا۔ اور مدینہ کی حالت کیا ہوگئی۔ روایتوں کے الفاظ میں اس کی پوری تفصیل کا تلاش کرنا بیسود ہے۔ صحیح بخاری کی مستند روایت ہے کہ مسجد نبوی میں پہلے منبر نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی پر کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنا اور آپؐ منبر پر تشریف لے گئے تو بے جان لکڑی اِس فراق کو برداشت نہ کر سکی۔ روئی اور اتنے زور سے روئی کہ صحابہ نے اس کے رونے کی آواز سُنی۔ جب اتنے سے فراق کا بے جان لکڑی پر یہ اثر ہوا تو ظاہر ہے کہ صحابہؓ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ کفارِ مکہ نے شہادت دی ہے کہ جو محبت صحابہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی اُس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ ماں۔ باپ۔ اولاد عزیز جان۔ مال سب سے زیادہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔ اور یہ ایسا فراق ہوا کہ اس کے بعد چہرۂ انور پر نظر پڑنے سے اُن کو قطعی مایوسی ہوگئی۔ اِس لئے اُن کی جتنی بے تابی کا تصور ہم کریں کم ہے۔

جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ حواس کھو بیٹھے۔ عقلیں گم ہوگئیں۔ آوازیں بند ہوگئیں۔ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ پر سکتہ کی حالت ہوگئی۔ وہ آتے جاتے تھے مگر کوئی بات بول نہیں سکتے تھے۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے اُن میں حرکت کرنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے قلب کو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ برداشت نہ کر سکے جس سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کی عقل غائب ہوگئی۔ اُنھوں نے تلوار کھینچ لی کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہے تو اُس کو قتل کر دوں گا۔

امام احمد صاحبؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور مغیرہ ابن شعبہؓ آئے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضورؐ کو کیسی سخت غشی ہے۔ جب چلے تو مغیرہؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم جھوٹے ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت تک نہ مریں گے جب تک خدا منافقین کو فنا نہ کر دے۔ اصحابِ سنن سالم ابن عبید الاشجعی رضؓ کی ایک روایت لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت عمر رضؓ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔ اُنھوں نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو ہم اُس کو تلوار سے قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ اے سالم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (یعنی ابوبکر رضؓ) کو تلاش کرو۔ مَیں مسجد کی طرف گیا تو وہاں حضرت ابوبکر رضؓ تھے اُن کو دیکھتے ہی مَیں بیتاب ہو کر رونے لگا۔ فرمایا کہ اے سالم! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ مَیں نے کہا کہ عمر بن الخطاب رضؓ تو کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو میں اُس کو قتل کر دوں گا۔[1]

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضورؐ کی وفات کے وقت حضرت صدیق رضؓ موجود نہ تھے وہ سُنح[2] میں تھے جو عالیہ میں مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی زوجہ حبیبہ بنتِ خارجہ بن زید الخزرجیہ وہیں رہتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اُن کو وہاں جانے کی اجازت دی تھی اس لئے کہ سوموار کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا۔ تو حضرت صدیق رضؓ نے وہاں کی اجازت چاہی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اس لئے ان کی عدم موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ اور حضرت عمر رضؓ نے تلوار کھینچ لی اور دھمکی دی کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہؐ کا انتقال ہوگیا تو اُس کو قتل کر دوں گا۔

اور بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ اپنے مسکن سے جو سُنح میں تھا گھوڑے پر

---

[1] کثرت سے صحیح روایات شاہد ہیں کہ حضرت عمر رضؓ کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی ہرگز انتقال نہ ہوگا وہ سمجھتے تھے کہ منافقین کے خاتمہ کے بعد سب کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگا۔ اور آیہ شریفہ ویکون الرسول علیکم شہیداً پر اُن کے اس اجتہاد کی بنیاد تھی یہ انتقال کے بعد کی حالت ہے۔ لیکن روافض کہتے ہیں کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کی تحریر سے اس لئے روکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضؓ خلیفہ نہ ہو جائیں حالانکہ حضرت عمر رضؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا وہم بھی نہ تھا ۱۲ منہ۔

[2] بضم سین اور علامہ زرقانی رحؒ کہتے ہیں کہ بسکون نون و بضم نون دو لغت ہیں اس کے بعد حاء مہملہ ۱۲ منہ۔

آئے۔ اور اُتر کر مسجد میں آئے۔ وہاں کسی سے کوئی بات نہ کی حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حبرہؔ کی چادر میں لپٹے ہوئے تھے حضرت صدیقؓ نے آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا۔ اور آپ پر جھکے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہؔ دیا اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خدا آپ پر دو موتیںؔ جمع نہ کرے گا البتہ صرف ایک موت جو آپ کے لئے لکھی گئی ہے۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ زہریؒ نے کہا کہ ابو سلمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے بول رہے تھے تو کہا کہ اے عمرؓ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو چھوڑ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا۔ امابعد جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا (وہ جان لے) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ اور جو تم میں سے خدا کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اور ابو بکرؓ نے آیت پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے شاکرین تک۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کے رسول ہیں اور اُن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اُس کو جانتا ہی نہ تھا۔ اُن سے سُن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

لہ حبرہ بکسر حاء مہملہ و فتح بار موحدہ ایک یمنی خطدار اور سبز کپڑا ہوتا تھا ۱۲ منہ۔

لہ بوسہ دینے کی روایت بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ سب کام حضورؐ کی اقتداء میں کیا۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت عثمان ابن مظعونؓ کا جب انتقال ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو دیکھنے گئے تو اسی طرح چہرہ کھول کر بوسہ دیا تھا ۱۲ منہ۔

لہ حضرت ابو بکرؓ کی دو موتوں سے کیا غرض تھی۔ اس میں علماء نے بڑی بحثیں کی ہیں۔ مگر حضرت عمرؓ جو باتیں جوش میں کہہ رہے تھے اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس روز کے لئے قوم سے جُدا ہو کر طور پر رہے تھے اور چالیس روز کے بعد قوم میں واپس آئے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چالیس روز کے بعد واپس آئیں گے اور منافقین کو سزا دیں گے چونکہ اس صورت میں دو موتیں لازم آتی تھیں اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے اس کی تردید کی واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیتیں بھی پڑھیں انك میت وانهم میتون اور وما جعلنا لبشیر من قبلك الخلد۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے حضرت ابی بکرؓ سے آلِ عمران کی آیت سُنی تو ہم خبط ہو گئے۔ پَیر بھاری ہو گئے۔ اور میں زمین کی طرف جھک گیا۔ اُن کے اِس آیت کی تلاوت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنتقال ہو گیا۔

پیچھے حضرت عمرؓ نے اپنے ان کلمات سے رجُوع کیا۔ جو اضطراب کی حالت میں وہ بول گئے تھے۔

ابن اسحاقؒ نے سیرت میں زُہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ مَیں نے کل کچھ باتیں کہی تھیں وہ صحیح نہ تھیں۔ وہ باتیں نہ مَیں نے کتاب اللہ میں پائیں نہ میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کوئی عہد تھا۔ البتہ میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہتے۔ اور اُن کی مَوت ہم سب کے بعد ہوتی او کما قال۔

الغرض اِس حادثۂ عظیمہ کے بعد مدینہ صحابہ کی نظروں میں تاریک ہو گیا۔ روایت ہے کہ حضورؐ کے دفن سے پہلے حضرت بلالؓ جب اذان دیتے تھے اور اشهد ان محمدا رسول الله کہتے تھے تو گریہ وُبکا سے مسجد لرز جاتی تھی۔ دفن کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان موقوف کر دی۔

غسل

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ کہ غسل کے وقت صحابہ کو تردّد ہوا کہ کپڑے اُتار کر غسل دیا جائے یا اسی کپڑوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنے ہوئے ہیں۔ رائیں مختلف تھیں کہ اِتنے میں وہاں جتنے لوگ تھے سب پر نیند کا غلبہ ہُوا۔ اور سب کو اُونگھ آگئی۔ اسی حالت میں سب نے ایک آواز سُنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں کے ساتھ غسل دو۔ اِس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تو آپ قمیض پہنے ہوئے تھے۔ اِس کی اصل ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ اور ابن ماجہ میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت علیؓ کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ مجھے میرے کنوئیں بئرِ غرس کے سات مشک پانی سے غسل دیجئو۔ بئرِ غرس بفتح غین معجمہ وسکون راء مہملہ قبا میں ایک کنواں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین طرح کے پانی سے غسل دیا گیا پہلے خالص پانی سے۔ دوسری مرتبہ بیر کی پتی دے کر تیسری مرتبہ کافور ڈال کر۔

حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے غسل دیا۔ اور حضرت فضل ابن عباسؓ کروٹ بدلنے میں مدد دیتے تھے۔ قثم ابن عباسؓ، اُسامہ ابن زید اور شقرانؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی دیتے تھے۔ اور یہ لوگ پردہ کے باہر تھے۔ اور حضرت علیؓ کے سوا سب نے آنکھوں پر پٹیاں باندھ لی تھیں تاکہ کھلے ہوئے جسدِ اطہر پر نظر نہ پڑجائے جیساکہ بزاز اور بیہقی سے علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں نقل کیا ہے۔

تکفین

علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ تکفین کے بارے میں متواتر خبریں وارد ہیں حضرت علیؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عمرؓ۔ حضرت جابرؓ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں تین کپڑے دیئے گئے اس میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ لیکن ان الفاظ کے مطلب میں اختلاف ہو گیا ہے۔ یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کفن میں تین ہی کپڑے تھے قمیص وعمامہ نہ تھا۔ یا یہ مطلب ہے کہ قمیص وعمامہ کے علاوہ تین کپڑے تھے۔ امام شافعیؒ اور جمہور یہی کہتے ہیں کہ کُل تین کپڑے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ الفاظ حدیث کے مناسب یہی مطلب ہے۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں قمیص وعمامہ دیا گیا۔

مسند امام احمدؒ میں ایک روایت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی ہے وہ محمد ابن حنفیہ سے اور وہ اپنے والد علی بن ابی طالبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں سات کپڑے دیئے گئے۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ یہ ابن عقیل کا وہم ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں تین کپڑے تھے دو حلے اور ایک قمیص جس میں حضورؐ کا انتقال

ہوا تھا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی یزید بن زیاد ہیں جن کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

زُہری عروہؓ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کو تین سحولی کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ اور ائمہ ستہ۔ ہشام ابن عروہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عروہؓ سے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اُس میں یہ زیادتی ہے کہ سحولی کرسف یعنی روئی کے کپڑے کا۔ اور صحیح مسلم میں یہ زیادتی ہے کہ حلّہ چھوڑ دیا گیا تو عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اس کو اپنے کفن کے لئے رکھ لیا تھا۔ مگر پھر اُنھوں نے کہا کہ اس کپڑے کو خدا نے اپنے نبی کے لئے پسند نہ کیا۔ اس لئے اُنھوں نے اُس کو بیچ کر صدقہ کر دیا۔ مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ وہ حُلّہ عبداللہ بن ابی بکرؓ ہی کا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے کفن دیا گیا تھا پھر علیحدہ کر دیا گیا۔

سُحُول بعض بضم سین ہملہ کہتے ہیں۔ لیکن عندالاکثر بفتح سین ہے۔ یا تو کپڑے دھونے والے کی طرف منسوب ہی کیونکہ یہ کپڑا دُھلا ہوا سفید کپڑا ہوتا تھا۔ یا یمن میں کوئی قریہ کا نام تھا اُس کی طرف منسوب تھا۔ اور سحول بضم سین ہملہ سُحل کی جمع ہے۔ سُحل سفید صاف کپڑے کو کہتے ہیں جو صرف روئی کا ہوتا تھا۔ کذا قال الزرقانی فی شرح المواہب۔

صلوٰۃ جنازہ

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ابن ماجہ میں ہے کہ منگل کے روز جب لوگ تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تخت پر گھر ہی میں رکھا گیا۔ پھر جماعتیں یکے بعد دیگرے جاتی گئیں اور نماز پڑھتی گئیں۔ مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں گئیں عورتوں کے بعد لڑکے گئے۔ لیکن آپ کے جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔

ایک روایت میں ہے کہ پہلے اہلِ بیت نے نماز پڑھی۔ لیکن اور لوگ سمجھ نہ سکے کہ کیا پڑھیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے لوگوں نے پوچھا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے دریافت کرو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی الآیۃ اور لبیک اللّٰھم ربنا وسعدیک الخ پڑھو۔

لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہؐ کے جنازہ کی نماز پڑھیں؟ فرمایا کہ ہاں پڑھو۔ پوچھا کہ کیا پڑھیں؟ تو فرمایا کہ ایک ایک جماعت جاؤ اور تکبیر کہو پھر دعا پڑھو تو لوگ جاتے تھے اور الگ الگ تکبیر کہہ کر دُعا پڑھتے تھے۔ اِس پر اتفاق ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم تمہارے امام تھے اور اب بھی وہی امام ہیں۔

تدفین

نماز کے بعد اِس میں اختلاف ہوا کہ دفن کہاں کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ منبر کے پاس۔ اور بعض نے کہا کہ بقیع میں جیسا کہ موطا میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ نبی کا جہاں اِنتقال ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مَیں نے بھی رسول اللہؐ سے اسی طرح سُنا ہے۔ ابن ماجہ۔ ترمذی اور موطا وغیرہ میں یہ روایت باختلاف الفاظ مروی ہے۔

قبر

اِس میں اختلاف ہوا کہ حضورؐ کی قبر شق بنائی جائے یا لحد مہاجرین کی رائے تھی کہ شق بنائی جائے۔ اور انصار لحد کی رائے دیتے تھے۔ مدینہ میں دو شخص تھے ابو عبیدہ شق کھودا کرتے تھے اور ابو طلحہؓ لحد۔ رائے یہ قرار پائی کہ دونوں کو بُلا لیا جائے۔ جو پہلے آجائے وہی اپنا کام کرے۔ چنانچہ ابو طلحہ زید ابن سہل الانصاریؓ پہلے آئے اور اُنھوں نے حضورؐ کے لئے لحد تیار کی۔

اس میں اختلاف ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں کون داخل کرے۔ صحیح یہ ہے کہ عباس ابن عبد المطلبؓ۔ علی ابن ابی طالبؓ۔ قثم ابن عباسؓ قبر میں داخل ہوئے۔ اور سب کے بعد قبر سے قثم ابن عباسؓ نِکلے۔

آپؐ کی قبر میں نو اینٹیں بچھائی گئیں۔ اور آپ کے مولیٰ شقرانؓ نے آپ کے نیچے قطیفہ نجرانیہ بچھا دیا تھا لیکن ابن عبد البر کا قول ہے کہ اینٹیں بچھانے کے بعد وہ قطیفہ نکال لیا گیا۔ جیسا کہ محمد ابن الحسن ابن زبالہ سے قسطلانی نے نقل کیا ہے۔ بخاری میں ہے کہ دفن کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے انسؓ تم لوگوں کے دِل نے اس کو قبول کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو؟ اور بخاری کے علاوہ

بعض روایتوں میں یہ زیادتی ہے کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضؓ نے حضورؐ کی قبر کی مٹی لے کر آنکھوں پر رکھی اور ابن عساکرؒ نے یہ روایت لکھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حضرت بلال رضؓ نے مشک سے پانی چھڑکا۔ اور سر کے جانب سے پانی ڈالنا شروع کیا واللہ اعلم۔

دفن کا دن حضورؐ کی وفات کا دن سوموار ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اور یہی بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت انس رضؓ سے مروی ہے۔ لیکن دفن کے متعلق ابن سعد رضؓ نے کئی روایتیں لکھی ہیں۔ سعید بن المسیبؒ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن رضؓ سے روایت ہے کہ تدفین منگل کے روز ہوئی۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ اور ابن سعد رضؓ عکرمہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سوموار کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ اِس روز اس کے بعد والی رات۔ اور منگل کے دن میں دفن نہ کیا گیا اس کے بعد والی رات میں دفن کیا گیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہی جمہور کا قول ہے۔ اور ابن سعدؒ نے عثمان بن محمد ابن المغیرہ بن الاخنس الاخنسی سے روایت کیا ہے کہ سوموار کے روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ اور بدھ کے روز حضورؐ دفن کئے گئے اور اسی طرح ابی ابن عباس رضؓ بن سہل ابن سعد الساعدی سے بھی روایت کیا ہے۔

بدھ والی روایتیں سنداً ضعیف ہیں۔ تاہم علماء نے ان روایتوں میں تطبیق دی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منگل اور بدھ کی درمیان والی رات میں دفن کیا گیا۔ اِس لئے کوئی اس کو منگل کا دن کہتا ہے کوئی بدھ کا دن واللہ اعلم۔

متروکات

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرض الموت میں وفات کے قریب حضورؐ کے پاس کُل سات دینار تھے۔ اُن کو حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے صدقہ کر دیا۔ چند مکانات تھے وہ ازواج مطہرات میں بٹے ہوئے تھے اور اُنہی کے قبضہ میں تھے۔ امام بخاریؒ نے ایک باب اسی کے ثبوت میں باندھا ہے کہ وہ حُجرے حضورؐ کی حیات ہی میں ازواج مطہرات کی طرف منسوب تھے۔ آگے معلوم ہو گا کہ وفات کے بعد بھی اُنہی کے

قبضہ میں رہے۔ کچھ زمینیں تھیں جلیل القدر اصحاب میں اُن کی ملکیت کے متعلق اختلافات ہیں مگر صحیح یہی ہے کہ وہ فَے یا صدقہ کی زمینیں تھیں۔ اور منجانب اللہ اُس پر تصرّف کا حضورؐ کو کامل اختیار تھا۔ لیکن وہ ذاتی ملکیت نہ تھی جس میں وراثت جاری ہو سکے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں قالت ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درھمًا ولا دینارًا ولا شاۃً ولا بعیرًا ولا اوصی بشیءٍ رواہ مسلم۔ حضورؐ نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ بکری نہ اُونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ ام المومنین حضرت جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کی روایت بخاری میں ہے عن عمرو بن الحارثؓ اخی جویریۃ قال ماترک رسول اللہ عند موتہ دینارًا ولا درھمًا ولا عبدًا ولا امۃً ولا شیئًا الا بغلۃ البیضاء وسلاحہ وارضًا جعلھا صدقۃ رواہ البخاری۔ یعنی حضرت جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت نہ دینار چھوڑا نہ درہم، نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کوئی اور شئی لیکن ایک سفید خچر اور سلاح جنگ اور زمینیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کر دیا تھا۔

زمینیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زمینوں کا حال مکرر لکھ چکا ہوں۔ بنی النضیر میں سات مکانات تھے جو مخیریق یہودی نے غزوۂ اُحد کے روز آپ کے نام ہبہ کیا تھا۔ دوئم ابو طلحہ بن سہل انصاریؓ نے بیرحاء کی بلند زمین آپ کو دیدی تھی لیکن یہ بہت پہلے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زمین حضرت حسان بن ثابتؓ کو دیدی تھی اُس وقت جب کہ صفوان بن معطلؓ نے اُن کو افک کے قصّے کے بعد تلوار ماری تھی۔ سوئم بنی النضیر کی زمین حضورؐ کو فَے میں ملی تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور یہ زمین برابر حضورؐ کے قبضہ میں رہی۔ خیبر کے دو قلعے الوطیح اور السلالم جو تقسیم نہیں ہوئے تھے۔ اور الکتیبہ جس میں آپ کا سہم تھا اور ازواجِ مطہرات کے نفقات مقرر تھے۔ فدک کی نصف زمین وادی القریٰ کا ایک ثلث۔ یہ سب زمینیں رسول اللہؐ کی سمجھی جاتی تھیں۔ اور رسول اللہؐ کے قبضہ میں تھیں۔

۱؎ حضرت عائشہؓ اور عمرو بن الحارثؓ کی روایتیں بظاہر متروکات کی تفصیل کے خلاف ہیں مگر زمین اور مکانات کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک وہ حضورؐ کی ملک نہ تھے اور چیزوں کے متعلق ممکن ہے کہ حضورؐ نے وفات سے پہلے صدقہ کر دی ہوں اور بعض چیزیں ہبہ کر دی ہوں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اِن اراضی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ تھا۔ اور بجز خاص کی زمین کے سوا سب پر وفات کے وقت تک حضورؐ کا کامل قبضہ تھا۔ اُس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کو، بعض اہلِ بیت کو اور بعض بنی ہاشم کو نفقات دیتے تھے۔ باقی غزوات میں۔ وفود پر۔ اور مختلف قسم کے کارِ خیر میں خرچ کرتے تھے۔ اور حاجتمندوں کی امداد کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِنتقال کے بعد جلیل القدر اصحاب اور خاص لوگوں میں انہی اموال کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت علیؓ۔ اور حضرت عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلکیت خاص تھی۔ اور جس طرح ہر مسلمان کی مِلک اِس کے ورثاء پر تقسیم ہوتی ہے اِسی طرح قرآن شریف کے مطابق اِس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء پر تقسیم ہونا چاہیئے۔ لیکن حضرت صدّیقؓ۔ حضرت فاروقؓ۔ اور دوسرے صحابہ کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلک خاص نہ تھی اور انبیاءؑ کی ملکیت ہوتی ہی نہیں ہے جس میں وراثت جاری ہو سکے۔ اِس کی سند میں حضرت صدیقؓ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کیا نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاءؑ کی جماعت (کے اموال) میں ورثہ نہیں دیا جاتا۔ انبیاءؑ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے (یعنی مِلک خداوندی ہے) اِس کے علاوہ بعض الاراضی کے متعلق نصِ قرآنی موجود ہے کہ وہ فَیٔ ہے۔ مثلاً بنی النضیر کی زمین۔ اور بعض کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل شاہد ہے کہ آپؐ نے اس کو فَیٔ سمجھا۔ اور فَیٔ کے اموال کا حکم خدا نے قرآن پاک میں بتا دیا ہے کہ اُس میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ تو ایسے مال میں وراثت کیونکر جاری ہو سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ اور دوسری ازواج مطہرات نے بھی حِصّہ کا مطالبہ کیا تھا جیسا کہ صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے مگر بعد میں جب اُن کو حضرت صدّیقؓ وغیرہ نے مسئلہ کی حقیقت سمجھائی تو اُنھوں نے اقرار کیا کہ یہ رسول اللہؐ کا صدقہ ہے اِس میں ورثہ نہیں ہو سکتا۔ اِس میں جمہور صحابہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے موافق تھے۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں مدینہ کی زمین حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی۔ مگر اسی شرط پر کہ اس میں اُسی طرح تصرف کیا جائے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ مگر اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبضہ ہوگیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس سے بہت ناخوش ہوئے اور اُنھوں نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے اس قصہ کو پیش کیا۔ اور بڑے سخت الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے وہی کہا کہ نہ اس میں ملکیت ہوسکتی ہے نہ حصّہ کیا جاسکتا ہے واللہ اعلم۔

مکانات

ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لاتے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا۔ اور ابن سعدؒ کی روایت ہے کہ وہاں سات مہینے تک رہے۔ ایک روایت ہے کہ دوسرے سال صفر تک آپ کا وہاں قیام رہا۔ مگر پہلا قول قوی ہے۔ اس وقت تک وہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ بلاذریؒ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ماں سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ہجرت سے پہلے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے سہل وسہیل کے مربد میں ایک مسجد بنائی تھی۔ اور اُس میں مسلمان جمع ہوکر پانچ وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کے بعد اُس مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ سہل وسہیل کے مربد کو رسول اللہ نے ہجرت کے بعد خریدا اور اُس میں مسجد بنائی ممکن ہے کہ پہلے وہیں جمع ہوکر مسلمان نماز پڑھتے ہوں۔ اور اسی وجہ سے اس کو مسجد بھی کہتے ہوں۔ ہجرت سے پہلے بنی زریق کی مسجد کا اور دوسری بعض مسجدوں کا ذکر بھی روایات میں آیا ہے۔ مگر وہ مسجدیں اُن کی اسلام سے پہلے کی تھیں۔ اس واسطے کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد مسجد قبا ہے۔ اور دوسری مسجد مسجد نبوی ہے۔ بنی سالم میں بھی ایک مسجد تھی جہاں پر پہلا جمعہ ادا کیا گیا مگر وہ بھی اسلام سے پہلے کی مسجد تھی۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہوتا وہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیا کرتے تھے حتیٰ کہ اگر مرابض غنم میں وقت ہوا تو وہیں ادا کرلیا۔ جب

مسجد بنانے کا ارادہ ہوا تو آپ نے بنی نجار سے کہا کہ اپنا یہ باغ[1] تم قیمت لے کر ہمیں دیدو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم قیمت نہیں چاہتے۔ آپ نے بلا قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور دس دینار اس کی قیمت آپ نے ادا کی اور بخاری میں حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ دو یتیم لڑکوں کو آپ نے بلوایا۔ اور بقیمت اُن سے اُن کا مربد خریدنا چاہا۔ اُن دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم یہ مربد آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور قیمت دے کر اس کو مسجد کے لئے خرید لیا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ اسعد ابن زرارہ رض نے اُن لڑکوں کو اس کے بدلے بنی بیاضہ میں کچھ درخت دیئے۔ بعض روایات میں ہے کہ معاذ ابن عفراء نے ان کو راضی کیا۔ اور بلاذری میں ہے کہ دس دینار جو حضرت ابوبکر رض کے مال سے حضورؐ نے اُن کو قیمت دلوائی تھی وہ اس زمین کی قیمت تھی جو مسجد کے بغل میں سہل رض و سہیل رض کی زمین تھی۔ صحیحین میں حضرت انس رض سے مروی ہے کہ مسجد جہاں بنی وہاں کھجور کے درخت تھے۔ اور پڑتی جگہ تھی۔ اور مشرکین کا وہاں مقبرہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبریں کھود کر برابر کر دی گئیں۔ درخت کاٹ دیئے گئے۔ اور زمین مسطح کر دی گئی۔

زید ابن حارثہ رض کی روایت ہے کہ مسجد کا طول ایک سو ذرع تھا۔ اور عرض بھی اسی کے قریب۔ اور دوسری روایت خارجہ ابنِ ثابت رض سے مروی ہے کہ طول ستر ذرع تھا۔ اور عرض ساٹھ ذرع۔ یا کچھ زیادہ۔ تین ذرع کے قریب اینٹوں کی بنیاد تھی۔ اور کھجور کے درخت کا ستون تھا۔ سایہ کے لئے کھجور کا تنا۔ اُس کی شاخیں۔ اور پتے دے کر چھت بنائی گئی تھی۔ مسجد کے بغل میں پہلے دو گھر حضورؐ نے بنوائے۔ ایک حضرت عائشہ صدیقہ رض کے لئے اور ایک حضرت سودہ بنت

[1] کسی روایت میں حدیقہ یعنی باغ آیا ہے۔ کسی روایت میں مربد یعنی کھنڈر آیا ہے۔ حضرت انس رض کی ایک روایت ہی کہ اس میں درخت تھا کھنڈر تھے۔ اور اُس میں مشرکین کا قبرستان تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِس زمین کے کئی حصے تھے بعض حصے حضورؐ نے خریدے اور اُس کی قیمت دس دینار حضرت صدیق رض کے مال سے دِلوا دی بعض کے بدلے حضرت اسعد بن زرارہ رض نے بنی بیاضہ میں درخت دیدیئے۔ بعض کے لئے معاذ ابن عفراء رض نے راضی کیا واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

زمعہؓ کے لئے۔ وفات کے وقت نوؔ ازواج مطہرات تھیں۔ اور سب کے بیوت علیحدہ علیحدہ تھے۔ وہ بعد میں رفتہ رفتہ ضرورت کے وقت بنتے گئے۔ حارثہ ابن النعمانؓ کے منازل مسجد کے بغل میں تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آتے گئے۔ یہ سارے مکانات منبر کے آگے بائیں جانب تھے۔ اور سب کا راستہ مسجد میں تھا حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے بیوت تخمیناً چھ سات ذراع چوڑے اور دس ذراع لمبے تھے۔ دیواریں اینٹ کی تھیں۔ سایہ کے لئے کھجور کے درخت اور شاخوں اور پتوں سے چھت بنادی گئی تھی۔ مسجد میں ایک سایہ دار جگہ اور بنی ہوئی تھی جس کو صُفہ (بالضم) کہتے تھے۔ یہاں مساکین۔ فقراء۔ اور غیر مستطیع مسلمان رہا کرتے تھے جن کے گھر بار۔ بیوی بچے کچھ نہ تھے۔ نہ معاش کا کوئی ذریعہ تھا۔ اس لئے یہ خدا ورسولؐ کے مہمان تھے۔

مسجد اور صُفہ پر نہ کسی کا مالکانہ قبضہ ہوا نہ ہو سکتا تھا۔ ازواج مطہرات کے بیوت جو جن کے قبضہ میں تھے اُنہی کے رہے۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضرت سودہؓ نے وصیت کی تھی کہ اُن کا گھر حضرت عائشہؓ کو دیدیا جائے۔ حضرت صفیہؓ کے اولیاء نے ان کا گھر حضرت معاویہؓ سے ایک لاکھ یا اسّی ہزار میں فروخت کیا۔ حضرت حفصہؓ کا گھر اُن کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ترکہ میں ملا اور اُنھوں نے بلاقیمت مسجد میں دیدیا۔ ابن النجار کا قول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ وہاں تھا جہاں اب محراب ہے۔ سمہودی کہتے ہیں کہ موجودہ مقصورہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیوت کی جگہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی قبر بھی وہیں ہے۔

الغرض حضورؐ نے جو بیوت خود بنائے۔ اور جو حارثہ ابن النعمانؓ کے منازل میں سے لئے اُن میں سے جس بیت میں جس کو حضورؐ نے ٹھہرادیا تھا وہ حضورؐ کی حیات میں بھی اُنہی کی طرف منسوب تھا۔ بخاری میں ایک باب اسی کے ثبوت میں ہے۔ پھر حضورؐ کی وفات کے بعد بھی وہ انہی کا رہا۔ اور اُن میں وراثت بھی جاری ہوئی۔ اور انہی کے ورثاء نے اس کو بیع بھی کیا۔

یہ سب حجرے عرصہ تک قائم تھے۔ ولید بن عبدالملک کے حکم سے یہ حجرے توڑ کر مسجد میں داخل کئے گئے۔ اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں چونکہ رسول اللہؐ کا مزار تھا وہ باقی رہا۔

اِن مکانات کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی حضورؐ کا تھا۔ ایلاء کی روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وفات کے بعد یہ کس کے قبضہ میں رہا۔ مگر یہ بھی مسجد میں داخل کر دیا گیا اُس کو مشربہ کہتے تھے اور ایلاء کے زمانہ میں ایک مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مشربہ میں قیام فرمایا تھا۔ وفود کی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وفود کے لئے جو سامان حضرت بلالؓ کے قبضہ میں رہتا تھا وہ اسی مشربہ میں رکھا کرتے تھے۔

حضرت ماریہ قبطیہ کے لئے ایک گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدہ بنوا دیا تھا۔ وہ مسجد سے دُور تھا۔ اور مولانا شاہ عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وہ جگہ اب تک ہے جو مشربہ ام ابراہیمؑ کے نام سے مشہور ہے۔

لباس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر روئی کا لباس پہنتے تھے۔ صوف۔ اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی آپ نے پہنا ہے۔ جبّہ۔ قبا۔ قمیض۔ ازار۔ عمامہ۔ ٹوپی۔ چادر۔ حُلہ۔ موزہ۔ یہ سب آپ نے پہنے ہیں۔ پائجامہ کا پہننا مختلف فیہ اور مشتبہ ہے۔ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ لیکن سبز اور سُرخ خط کی یمنی چادر آپ کو بہت مرغوب تھی۔ جو برد یمانی کے نام سے مشہور تھی۔ خالص سُرخ کو منع فرماتے تھے۔ کبھی کبھی سیاہ عمامہ آپؐ نے باندھا ہے لیکن کبھی اور ایک رنگ کا کپڑا پہننا آپ کا..... ثابت نہیں ہے۔ ٹوپی آپ کی سر مبارک سے سٹی رہتی تھی اور عمامہ کے نیچے ٹوپی پہننے کی تاکید کرتے تھے۔

بیہقی سے شرح سفر السعادت میں منقول ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک انصاریہ میرے پاس آئیں اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش ایک قطیفہؔ کہنہ ہے۔ اُنھوں نے گھر جا کر ایک اچھا فرش بھیجدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر دیکھا تو پُوچھا کہ یہ کیا ہے؟ مَیں نے قصہ کہا۔

ؔ قطیفہ موٹی چادر ۱۲ منہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! اسے واپس کردو۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ پاک سونے کا پہاڑ میرے ساتھ کردے۔

سواری کے جانور

گھوڑے۔ حضورؐ کے ساتؑ گھوڑے تھے۔ اور کسی صفتِ خاص کی وجہ سے اُن کے مختلف نام تھے۔ سَکب[1]۔ لحیف[2]۔ شجارہ[3]۔ ظرب[4]۔ لزاز[5]۔ مُرتجز[6]۔ الورد[7]۔

بغال یعنی خچر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچؑ بغال یعنی خچر تھے۔

دُلدل جو مقوقس نے بھیجا تھا۔ فضہ۔ فروۃ الجذامی نے بھیجا تھا۔ ایکؑ بغلہ صاحبِ ایلہ نے بھیجا تھا۔ ایکؑ بغلہ صاحب دومۃ الجندل نے بھیجا تھا۔ ایکؑ بغلہ نجاشی شاہِ حبش نے بھیجا تھا۔

حمیر یعنی گدھے۔ گدھے تینؑ تھے۔

عفیرا۔ جو مُقوقِس نے بھیجا تھا۔ ایکؑ فروۃ الجذامی نے بھیجا تھا۔ ایکؑ حضرت سعد ابن عبادہؓ نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔

اُونٹ۔ اُونٹ تینؑ تھے۔

---

[1] سَکب کے معنی کثیر الجری تیزی کی وجہ سے یہ نام تھا۔

[2] لحیف۔ فعیل کے وزن پر فاعل ہے یعنی کانہ یلحف الارض بذنبہٖ یعنی گویا زمین کو اپنے دُم کا لحاف اوڑھادے گا۔ لمبی اور موٹی دُم کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ۔

[3] شجا۔ بالمدواسع الخطو (نہایہ) لمبے لمبے قدم رکھتا تھا ۱۲ منہ۔

[4] ظرب۔ چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ قوت کے اعتبار سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ۔

[5] لزاز۔ کثرت تلزز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ۔

[6] رجز۔ شعر کے بحور کو کہتے ہیں۔ مُرتجز اچھی آواز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ۔

[7] الورد۔ رنگ کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ۔

القصواء۔ یہ وہی اُونٹ تھا جس پر آپ نے ہجرت کی تھی اور جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مامور من اللہ ہے جس مقام میں خدا کو میرا قیام منظور ہوگا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گا۔

دوسرا العضباء۔ تیسرا الجدعاء۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی کا نام ہے۔ بعض اس کے علاوہ اور بھی بتلاتے ہیں۔

بکریاں حضورؐ کی مِلک میں ایک سَو بکریاں تھیں جن میں گابھن اور بچے بھی شامل تھے۔ سَو سے زیادہ ہوتیں تو ان کو ذبح کر دیتے اور پُوری ایک سَو رکھتے تھے۔

اسلحہ وغیرہ

سیوف تلواریں آپؐ کے پاس نَو تھیں۔ اور ہر ایک کے نام تھے۔

ماثور۔ آپؐ کی اُس تلوار کا نام تھا جو آپؐ کو والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ العَضب۔ ذوالفقار۔ قَلعی۔ البتار۔ الحتف۔ الرسوب۔ المخذم۔ القضیب۔ ذوالفقار آپؐ نے بعد میں حضرت علیؓ کو دیدی تھی۔

ادرع زرہیں آپؐ کے پاس سات تھیں۔

ذات الفضول۔ لوہے کی زرہ تھی۔ اور اُس میں تانبے یا چاندی کے چار حلقے تھے۔ اِسی زرہ کو آپؐ نے ابی الشحم یہودی کے پاس گرو رکھا تھا۔ اور اُس سے تیس صاع جَو اپنے عیال کے لئے قرض لئے تھے۔ یہ زرہ ایک سال تک گرو رہی تھی۔ اِس کے علاوہ یہ زرہیں تھیں۔ الوشاح۔ ذات الحواشی۔ السعدیہ۔ فضہ۔ البتر۔ الخرنق۔

السعدیہ۔ آپؐ کو یہودیوں سے ملی تھی۔ اور اِس کے متعلق یہ خبر تھی کہ حضرت داؤد علیہ

لہ ذوالفقار۔ بکسر فا۔ وفتح قاف یہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتی تھی۔ بعض تلواروں کے دستوں پر سونا چاندی چڑھایا ہوا تھا ۱۲ منہ۔

السّلام کی زرہ ہے واللہ اعلم۔

قِسِی قسی یعنی کمانیں چھ تھیں۔ الزوراء۔ الروحاء۔ الصفراء۔ البیضاء۔ الکتوم۔ الشداد۔

جعبہ جعبہ یعنی تیر دان جس کو ترکش بھی کہتے ہیں ایک تھا جس کا نام الکافور تھا۔

ترس یعنی سپر دو تھیں۔ الزلوق۔ الفتق۔ اور ایک اور بھی تھی جس میں شکل تھی۔ اور آپ نے اس پر ہاتھ رکھا تو شکل محو ہو گئی۔

رماح یعنی نیزے دو تھے۔ المثوی۔ المنثنی۔

حربہ یعنی چوب دست تین تھے۔ النبعہ۔ البیضاء۔ اور ایک چھوٹا تھا العنزہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ساتھ رکھتے تھے۔ چھوٹے نیزہ کی طرح تھا۔ کبھی اس کو گاڑ کر سترہ بناتے تھے۔ کبھی اس سے کھود کر کلوخ کے لئے ڈھیلے نکالتے تھے۔

مغفر خود کے قسم کی چیز تھی۔ دو تھے۔ الموشح لوہے کا تھا اور ذوالسبوغ۔

جُبّات حضورؐ کے پاس تین جبّات تھے جن کو حرب کے وقت پہنتے تھے۔

رایہ ایک سیاہ رنگ کا بڑا علم تھا جس کا نام العقاب تھا۔

الویہ یعنی جھنڈیاں سفید کئی تھیں۔

فسطاط ایک چھوٹا سا خیمہ تھا۔

مجن ایک ذرع یا اس سے بھی کچھ بڑا ترکش تھا۔

ممشوق ایک لکڑی تھی جس کا نام ممشوق تھا۔

پیالے پیالے کئی تھے الرّیان۔ مغیثا۔ اور ایک پیالہ تھا جس میں سفید کام تھا۔ ایک پیالہ شیشہ کا تھا۔ ایک پیالہ عیدان کا تھا۔

رکوہ چمڑے کا ایک پرانا ڈول تھا۔ جس کا نام الصادر تھا۔

تور پتھر کا ایک بڑا تغار تھا۔

مِخضب ایک پرانی مشک تھی۔

قعب	ایک بڑا سا پیالہ تھا جس کا نام السعة تھا۔
ربعہ	اس میں آپ آئینہ۔ دو مقراضیں۔ اور مسواک رکھتے تھے۔
مشط	ایک کنگھی تھی جو غالباً ہاتھی دانت کی تھی۔
مکحلہ	ایک سرمہ دانی تھی۔ سوتے وقت آپؐ اس سے سرمہ لگایا کرتے تھے۔
قصعہ	ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس کا نام الغراء تھا۔

ان چیزوں کے علاوہ صاع اور مُد یہ دونوں ماپ کے برتن تھے۔ اور قطیفہ ایک گاڑھی چادر تھی۔ اور سریر یعنی چارپائی تھی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے یہ چارپائی حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ہدیۃً خدمت میں پیش کی تھی۔

فرش اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان و اسباب کی تقریباً مکمل فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔ لیکن طبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اور ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اُس کو نقل کیا ہے۔ اِس روایت میں حضرت ابنِ عباسؓ نے حضورؐ کے اسباب کی ایک فہرست بتاتی ہے۔ وہ فہرست مختصر ہے لیکن اُس میں بعض چیزوں کا نام اِس سے مختلف ہے اِس لئے وہ فہرست بھی لکھ دیتا ہوں۔

سیف کا نام .... ذوالفقار	حربہ کا نام .... النبعہ
قوس .... السداد	مجن .... الذقن
کنانہ .... الجمع	ترس ابیض .... الموجز
درع .... ذات الفضول	فرس ادہم .... السکب
سرج .... الداج	عنزہ .... القمر
بغلہ .... دُلدُل	رکوہ .... الصادر
ناقہ .... قصواء	مقراض .... الجامع

حمار .... یعفور	مرارۃ .... نام مذکور نہیں۔
باطہ .... الکرد	قضیب شوحظ .... الموت

مغفر۔ اور فضہ دو چیز ہیں۔ اور دونوں جنگ کے وقت سر پر پہنے جاتے ہیں۔ فضہ تو خود کو کہتے ہیں۔ لیکن مغفر کی وضع اس سے جدا ہے۔ حضورؐ کے پاس دو مغفر تھے الموشح اور ذوالمسبوغ۔ جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ لیکن غزوہ احد میں حضورؐ نے فضہ یعنی خود پہنا تھا۔ جو رخسار مبارک میں گڑ گیا تھا۔ اور اس سے زخم آیا تھا جیسا کہ غزوہ احد میں لکھ چکا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مغفر کے علاوہ فضہ بھی تھا واللہ اعلم۔

موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زید بن حارثہ رضؓ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام ہیں۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمن کو بیاہ دیا تھا۔ جس سے اسامہ بن زیدؓ ہوئے۔ یہ زید بن محمدؓ مشہور تھے۔ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے ان کا ذکر اس کتاب میں بہت جگہ ہے۔

ابو رافع اسلم رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ وہی قبطی ہیں۔ اور ابن حجرؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قبطی دوسرے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں ان کو ہبہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاصؓ کے وارثوں نے ہبہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمانؓ سے پہلے ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں واللہ اعلم یہی ابو رافعؓ حضرت میمونہؓ کے عقد میں سفیر تھے۔

ثوبان رضؓ ثوبان بن بجدہ نام کنیت ابو عبداللہؓ۔ رسول اللہؐ کے مولیٰ اور مشہور صحابی ہیں۔ یمن کے قبیلہ حمیر سے تھے۔ حضورؐ نے ان کو خریدا۔ اور آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ تمھیں اختیار ہے کہ اپنے ملک اور اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ یا میرے ساتھ رہو۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں رہے اور سفر و حضر میں برابر ساتھ رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رملہ اور پھر حمص چلے گئے سنہ ۵۴ھ

میں انتقال ہوا۔ واللہ اعلم۔

ابو کبشہ سلیم رضؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ موسیٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاق ان کو اصحاب بدر میں لکھتے ہیں۔ ابن ہشامؒ کہتے ہیں کہ فارس کے تھے۔ اور لوگ قبیلۂ دوس کا کہتے ہیں سنہ ۱۳ھ میں جس روز حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اسی روز ان کا انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۲۳ھ میں جس روز عروہ بن زبیرؓ پیدا ہوتے اُس روز انتقال ہوا۔

شقران رضؓ رسول اللہؐ کے مشہور مولے ہیں۔ حبشی تھے۔ صالح بن عدی نام تھا۔ یا تو اُن کو عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تھا۔ بدر کے بعد اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا۔ اصابہ میں ایک روایت ہے کہ اُمّ ایمنؓ کے ساتھ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ورثہ میں ملے تھے۔ وفات کے بعد یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور دفن میں شریک تھے۔ اور قبر میں حضورؐ کے نیچے انھوں نے قطیفہ بچھا دیا تھا۔ جیسا کہ ترمذی میں مروی ہے اور ہم نے وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے۔

رباح نوبی رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولے تھے۔ صحیحین میں ان کا ذکر ہے۔ ایلاء کے زمانہ میں مشہور ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دیدی اور حضرت عمرؓ ملنے گئے تو انہی کے ذریعے اجازت چاہی تھی۔

یسار نوبی رضؓ اِن کا حال صحیحین میں مذکور ہے۔ حضرت انسؓ نے عرینین کا قصہ بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے کس طرح تکلیف دے کر اُن کو قتل کیا۔ صحیحین میں نام نہیں ہے مگر طبرانی نے سلمہ بن الاکوعؓ سے عرینین کا قصہ روایت کیا ہے اس میں ہے کہ ان کا نام یسار تھا۔ حضورؐ کو اُن کی نماز پسند آئی اِس لئے آزاد کر کے لقاح (یعنی اُونٹوں) کی نگرانی پر مقرر کر دیا تھا۔

مدعم رضؓ یہ حضورؐ کے حبشی غلام تھے۔ رفاعہ بن زید جذامی نے حضورؐ کو ہدیہ کیا تھا۔ وادی القریٰ میں حضورؐ کے سامنے ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خیبر کی غنیمت میں سے اِس نے غلول کیا ہے اِس لئے اِس پر آگ دہک رہی ہے صحیحین اور موطا میں ان کا ذکر ہے۔

کرکرہ نوبی رض حضورؐ کے آزاد کردہ نوبی غلام تھے۔ امام بخاریؒ نے کاف کے اعراب میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ بفتح ہے یا بکسر۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اختلاف پہلے کاف میں ہے۔ دوسرے کاف کو کسرہ ہے جزماً۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے غلول کا قصہ انہی کا ہے۔ اور موطا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدعمؓ کا قصہ ہے۔ کرکرہ نوبیؓ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوذہ بن علی الحنفی نے ہدیہ کیا تھا۔

انجشہ رض حبشی تھے۔ آواز بہت اچھی تھی۔ حُدی خوب پڑھتے تھے۔ بخاری۔ مسلم۔ اور نسائی وغیرہ میں ان کا ذکر ہے۔ بلاذریؒ نے کہا ہے کہ ان کی کنیت ابو ماریہ تھی۔ واثلہ ابن الاشقع سے مروی ہے کہ یہ مخنث تھے طبرانی میں بسند ضعیف مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے مخنثین پر لعنت کی اور حکم دیا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو اور حضورؐ نے انجشہؓ کو نکال دیا۔

سفینہ رض ابن قیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ سفینہ ابن فروخؓ حضورؐ کا اسباب سفر میں لے کر چلتے تھے۔ اس لئے حضورؐ نے ان کو سفینہؓ کہا نام مہران تھا۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے آزاد کردہ تھے۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے۔ ابن حجرؒ نے ان کے نام میں اکیس[21] اقوال لکھے ہیں۔ مہران[1]۔ طہمان[2]۔ مروان[3]۔ نجران[4]۔ رومان[5]۔ ذکوان[6]۔ کیسان[7]۔ سلیمان[8]۔ سعنہ[9]۔ شعنہ[10]۔ ایمن[11]۔ مرقنہ[12]۔ احمر[13]۔ احمد[14]۔ رباح[15]۔ مقلح[16]۔ عمیر[17]۔ معقب[18]۔ قیس[19]۔ عبس[20]۔ عیسیٰ[21]۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ مہران اکثر کا قول ہے بطن نخلہ میں رہا کرتے تھے۔ اصلاً فارسی تھے۔ بعضوں نے عربی کہا ہے۔ اپنا نام نہیں بتاتے تھے کہتے تھے کہ جو نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرما دیا وہی بہتر ہے۔

انسہ رض مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنیت ابو مسروح۔ یا ابو مسرح تھی۔ عروہ۔ زہری اور سب کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن داؤد بن حصین حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بدر میں شہید ہوئے۔ واقدیؒ کہتے ہیں کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے۔ وہ اُحد میں شریک تھے اور برابر زندہ رہے۔ حضرت صدیقؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔

افلحؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترمذی میں اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ میرے ایک غلام افلحؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں زور سے سانس لیتے دیکھا تو فرمایا ترب وجھک اس لئے بعضوں نے مولیٰ رسول اللہ اور مولیٰ ام سلمہؓ کو دو افلح سمجھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں افلح کی کئی روایتیں احادیث میں مروی ہیں۔

ذکوانؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عطاء ابن السائبؒ نے ایک روایت بیان کی ہو لا تحل الصدقۃ لی ولا لاھل بیتی۔ لیکن اس روایت میں جو مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اُن کے نام میں راویوں نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ کوئی طہمان کہتا ہے۔ کوئی ذکوان کوئی ہرمز۔ کوئی میمون۔ کوئی بادام۔ کوئی کیسان۔ مگر سفیان ثوریؒ عطاءؒ سے روایت کرتے ہیں مہران یہی قوی ہے۔

حضورؐ کے موالی میں بعضوں نے طہمان۔ ذکوان۔ ہرمز۔ میمون۔ کیسان۔ سب کو علیحدہ علیحدہ مختلف اشخاص سمجھا ہے مگر فی الواقع یہ نام کا اختلاف ہے۔ آدمی ایک ہی تھا۔ واقدؓ۔ ابو واقدؓ۔ اور ابو عسیبؓ البتہ رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور مختلف اشخاص تھے۔

ابو مویہبہؓ قبیلہ مزینہ کے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ ان کا نام معلوم نہیں کُنیت ہی سے مشہور ہیں۔ مرض الموت سے ایک دن پہلے اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ ہم کو خدا نے یہ اختیار دیا کہ دُنیا کے مفاتیح اور خلود جنت کو قبول کریں یا لقاء رب کو تو میں نے لقاء رب کو قبول کیا۔

مابورؓ خصیؓ ۔ ماریہؓ اور سیرینؓ کے ساتھ ان کو مقوقس نے حضورؐ کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔

سندرؓ مولیٰ زنباع الجذامی۔ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی کہا کہ میری لئے کچھ وصیت کیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ ہم تمھاری لئے سب مسلمانوں کو وصیت کرتے ہیں۔ یہ حضورؐ کے بعد حضرت صدیقؓ کے پاس آئے اور وصیت یاد دلائی۔ اُنھوں نے اپنی زندگی تک اُن کی پرورش کی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اور وصیت یاد دلائی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم میرے پاس رہنا چاہو تو رہو۔

اور اگر دوسری جگہ پسند ہو تو کہو ہم وہاں تمہارے لئے لکھدیں۔ انھوں نے مصر جانا پسند کیا تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو لکھا اور اُس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت کا ذکر کیا۔ انھوں نے بہت وسیع زمین اور گھر اُن کے لئے مہیّا کر دیا۔

حُنینؓ رسول اللہؐ کے غلام تھے حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ انھوں نے آزاد کر دیا۔ مگر یہ رسول اللہؐ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کے وضو کا پانی صحابہ میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ تقسیم کرنا روک دیا تو صحابہؓ نے حضورؐ سے شکایت کی۔ معلوم ہوا کہ وہ اُس پانی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور وہی پانی پیاس کے وقت پیتے ہیں۔

عورتیں

سلمٰی ام رافعؓ ابو رافع مولیٰ رسول اللہؐ کی زوجہ ہیں۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی مولاۃ تھیں حضورؐ کی مولاۃ بھی اُن کو لکھتے ہیں۔ اور خادم رسول اللہؐ بھی اُن کو کہتے ہیں۔ ابتداء نبوت میں اُنھوں نے حضرت حمزہؓ کو خبر دی تھی کہ ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت کہا ہے جس پر حضرت حمزہؓ نے ابوجہل کو مارا تھا۔

میمونہ بنت سعدؓ اُن سے کئی شخصوں نے روایت کیا ہے بعض مولاۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں۔ اور بعض خادم النبیؐ کہتے ہیں۔ اِن سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ولد الزناء کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا لاخیر فیہ۔

خضرہؓ خادم النبیؐ۔ ابن سعدؒ نے سلمٰی ام رافعؓ سے بطریق واقدیؒ روایت کیا ہے کہتی ہیں کہ میں نے اور خضرہؓ نے اور رضویٰؓ نے اور میمونہ بنت سعدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ اور سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا۔

رزینہؓ صفیہ زوج النبیؐ کی مولاۃ ہیں اور حضورؐ کی خادمہ ہیں۔ ان کے نام میں بعضوں نے کہا ہے کہ اوّل زاء معجمہ اور ثانی راء مہملہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اوّل راء مہملہ مفتوحہ ہے اور ثانی زاء معجمہ۔ اُن کی لڑکی

امۃ اللہؓ واسط میں تھیں وہ بھی حضورؐ کی مولاۃ تھیں واللہ اعلم۔

الرمیصاءؓ یا الغمیصاءؓ یہ اُمِ سلیمؓ کا نام یا لقب ہے۔ جو حضرت انس ابن مالکؓ کی ماں اور ابی طلحہ کی زوجہ تھیں۔ اور ملحان بن خالد بن زید بن حرام کی لڑکی انصاریہ تھیں۔ اسلام سے پہلے ان کا عقد مالک بن النضر سے ہوا تھا۔ اور حضرت انسؓ جاہلیت کے ایام ہی میں پیدا ہوئے تھے اور انصار میں جو لوگ سابقین الی الاسلام تھے انہی کے ساتھ مسلمان ہو گئیں۔ اسی خبر سے رنجیدہ ہو کر مالک بن النضر شام چلے گئے تھے۔ وہیں اُن کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ان سے ابو طلحہؓ نے نکاح کرنا چاہا۔ اُنھوں نے شرط کیا کہ مسلمان ہو جاؤ تو ہم تم سے نکاح کریں۔ چنانچہ ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے۔ ہجرت کے وقت حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اسی وقت ان کو اُم سلیمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا اور یہ اس وقت سے آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے۔ صحیح میں مروی ہے کہ اُم سلیمؓ نے اپنے لڑکے ابن ابی طلحہ کے مرنے پر بڑا صبر و ضبط کیا تھا اس کے بدلے اللہ تعالے نے اُن کو اولاد صالح عنایت فرمائی۔ عبداللہ بن ابی طلحہؓ جنھوں نے قرآن خوب پڑھا۔

اُم سلیمؓ کے بھائی حرام بن ملحان قُراء صحابہ میں تھے جو بیر معونہ میں شہید ہوئے حضورؐ اُم سلیمؓ کے گھر برابر جاتے تھے۔ اور کبھی کچھ تناول بھی فرماتے تھے۔ اُم سلیمؓ کی بہن یعنی حضرت انسؓ کی خالہ اُم حرام بنت ملحانؓ مشہور صحابیہ ہیں حضرت عبادہؓ بن صامت کی زوجہ اور حضرت انسؓ کی خالہ تھیں حضورؐ کی بہت خدمت کرتی تھیں۔ حضورؐ کا پسینہ اُنھوں نے جمع کر کے رکھا تھا۔ اور وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس سے حنوط کیا جائے۔ حضورؐ اکثر ان کے یہاں قیلولہ کرتے تھے۔

اُمِ ضمیرہؓ مولاۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مصعب زبیریؒ نے ذکر کیا ہے کہ ابو ضمیرہ کا گھر فلیق میں تھا۔ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ضمیرہ اور ابو ضمیرہ کے تذکرہ میں ایک روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ضمیرہؓ کو خط لکھا تھا۔

من محمد رسول اللہ لابی ضمیرۃ	محمد رسول اللہؐ کی جانب سے ابی ضمیرہ اور

ان کے اہل بیت کو معلوم ہو کہ رسول اللہؐ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔	واهل بيته ان رسول الله صلے الله عليه وسلم اعتقهم۔

یہ عرب کے ایک ذی عزت گھر کے لوگ تھے۔ فئ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خط لکھ کر اُن کو آزاد کر دیا۔ اور اختیار دیا کہ اُن کا جہاں دل چاہے رہیں۔ وہ مُسلمان ہو گئے۔

ابن سعد اور بلاذری نے لکھا ہے کہ اس خط کو حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ نے مہدی کے سامنے پیش کیا تھا۔ تو مہدی نے اس کو آنکھوں پر رکھا۔ اور بغویؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ اِس خاندان کے لوگ سفر میں تھے چوروں نے لُوٹ لیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے رسول اللہؐ کا یہ خط دکھایا تو ان سب نے اُن کی ساری چیزیں واپس کر دیں۔ اور پھر کچھ تعرض نہ کیا۔

ماریہ قبطیہ رضہ یہ رسول اللہؐ کی اُمّ ولد ہیں۔ مُقوقس نے حاطب ابن ابی بلتعہؓ کے ساتھ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ بلاذریؒ کہتے ہیں کہ ماریہ کی ماں رُومیہ تھیں اِس لئے وہ بہت حسین تھیں اُن کو پہلے رسول اللہؐ نے حارثہ بن النعمان کے مکان میں ٹھہرایا تھا۔ جو حضرت عائشہؓ کے پڑوس میں تھا۔ لیکن وہاں سے اُن کو عالیہ میں وہاں منتقل کر دیا۔ جو بعد میں مشربہ اُمّ ابراہیم کے نام سے مشہور ہؤا۔ مولاۃ کے لئے حجاب نہ تھا مگر اُن کو حضورؐ نے ازواج مطہرات کی طرح حجاب میں رکھا۔ ذوالحجہ ۸ھ میں اُن سے حضرت ابراہیمؑ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے حضورؐ کے پانچ برس بعد محرم ۱۶ھ میں ماریہ قبطیہؓ کا انتقال ہؤا۔

ریحانہ رضہ بنی نضیر یا بنی قریظہ کے سبایا میں آئی تھیں۔ مسلمان ہو گئیں۔ حضورؐ نے اُن کو حجاب میں رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کا اِنتقال ہو گیا۔

برکہ رضہ حبشیہ حضرت اُمّ حبیبہؓ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ اُنھوں نے رسول اللہ کا پیشاب پی لیا تھا۔

بریرہ رضہ اِن کو بعض حضرت عائشہؓ کی مولاۃ لکھتے ہیں اور بعض رسول اللہؐ کی۔ بعض نے دو سمجھا ہے مگر غالب یہ ہے کہ ایک ہی ہیں حضرت عائشہؓ نے خرید کر اُن کو آزاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

ولاۃ کی نسبت مجازی ہے۔

اِن کے علاوہ حضورؐ کی خادمہ اور مولاۃ اور بھی گئی ہیں۔ رضوی۔ میمونہ بنت ابی عسیب موہبہ خولہ۔ وغیرہ واللہ اعلم۔

خُدّام

غلام اور لونڈیوں کے علاوہ کچھ احرار تھے جن کے متعلق خاص خدمتیں سپرد تھیں۔ وہ خُدّام تھے۔

انس بن مالکؓ انس ابن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید ابن حرام بن جندب بن عامر بن غنم نجاری خزرجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور خادم ہیں۔ دس برس کی عمر سے حضورؐ کی خدمت میں رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حوائج کو پورا کرتے تھے۔ اُن کی ماں اُم سلیم بنت ملحان مخلص مسلمان تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی یعنی عبدالمطلب کی ماں سلمیٰ بنت عمر کا نسب اِن کے ساتھ عامر بن غنم میں مل جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہؐ کے خادم اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نعلین و مسواک کے محافظ تھے۔ بہت قدیم الاسلام ہیں۔ سعید بن زید اور فاطمہ بنت الخطابؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اُن کے والد بھی ہذلی ہیں۔ اور اُن کی ماں اُم عبد بنت عبد ودؓ بن سواء بھی ہذیل کی عورت تھیں۔

عقبہ بن عامر الجہنیؓ یہ سفر میں حضورؐ کا بغل یعنی خچر چلایا کرتے تھے۔ بڑے مرتبہ کے شخص ہیں مصر کے والی ہو گئے تھے۔ فتوح شام میں شریک تھے۔ دِمشق کے فتح کی خبر حضرت عمرؓ کے پاس یہی لائے تھے۔ صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔

اسلع بن شریکؓ بن عوف الاعوجی تمیمی حضورؐ کا اُونٹ چلاتے تھے۔

بلالؓ رسول اللہؐ کے مشہور حبشی مؤذن اور خادم ہیں۔ وفود کے اخراجات کا سامان اُن کے پاس رہتا تھا۔ اور نفقات مقررہ کی تقسیم بھی ان سے متعلق تھی۔

سعد مولیٰ ابی بکرؓ یہ حضرت ابو بکرؓ کے مملوک تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بہت خوش ہوتے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ سعدؓ کو آزاد کر دو۔

ابوذر غفاریؓ مشہور کبار صحابہؓ سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ابوذرؓ کا زہد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مثل ہے۔ یہ مکہ جاکر چار آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر پھر اپنی قوم میں چلے گئے اور ہجرت کے بعد مدینہ میں آکر حضورؐ سے ملے۔

ایمن ابن عبیدؓ ایمن بن عبید خزرجیؓ۔ اُمّ ایمن کے لڑکے اور اُسامہ ابن زیدؓ کے سوتیلے بھائی تھے۔

اُمّ ایمنؓ حضورؐ کی حاضنہ۔ اور خادمہ تھیں۔ حضورؐ ماں کی طرح اِن کا خیال رکھتے تھے۔ یہ حضورؐ کی طہارت اور حوائج کے متعلق خدمات انجام دیتی تھیں۔

معیقبؓ بن ابی فاطمۃ الدوسی۔ آپ کی انگوٹھی رکھتے تھے جس میں مُہر تھی۔

مؤذنین

حضورؐ کے چار مؤذن تھے دو مدینہ میں ایک بلال بن رباح حبشی تھے۔ اور ایک عمرو ابن ام مکتومؓ قرشی عامری نابینا۔ ایک قبا میں سعد القرظ جو عمار بن یاسر کے مولٰے تھے۔ اور ابو محذورہ اوس بن مغیرہ جمحی مکہ میں۔ ابو محذورہ اذان میں ترجیع کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ کو دُہراتے تھے۔ حضرت بلالؓ ترجیع نہیں کرتے تھے۔ اور اقامت میں الفاظ کو ایک مرتبہ کہتے تھے۔ امام شافعیؒ نے اذان میں ابی محذورہؓ کا قاعدہ اخذ کیا۔ اور اقامت میں حضرت بلالؓ کا۔ امام ابو حنیفہؒ اور اہل عراق نے اذان میں حضرت بلالؓ کا قاعدہ لیا۔ اور اقامت میں ابی محذورہؓ کا۔

ازواجِ مُطہّرات

حُسنِ معاشرت

حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمھاری دُنیا کی دو۲ چیزیں ہمیں محبوب ہیں عورت اور خوشبو۔ اور میرے آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ بعض طریقوں میں یہ الفاظ ہیں کہ تین۳ چیزیں دو۲ یہ اور ایک نماز۔ مگر غالباً یہ راویوں کا تسامح ہے اس لئے کہ نماز دُنیا کی چیزوں میں شمار نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں وہ شخص اچھا ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے لئے اچھا ہوں۔

حضورؐ کبھی ایک رات میں اپنی سب ازواج سے ملتے تھے۔ جماع وغیرہ میں آپ کو تیس۳۰ مردوں کے برابر طاقت عنایت ہوئی تھی۔ اس لئے بعض باتیں آپ کے لئے مُباح تھیں۔ جو اُمت کے لئے مباح نہیں ہیں۔ حضورؐ نے باری مقرر کر دی تھی۔ راتوں کو ازواجِ مُطہرات پر برابر تقسیم کر دیا تھا۔ نفقہ سب کو برابر دیتے تھے۔ لیکن محبت سب کے ساتھ برابر نہ تھی۔ اس لئے فرماتے تھے کہ خداوندا جو چیز میرے اختیار میں ہے اس میں میں نے مساوی تقسیم کیا مگر جو چیز میرے اختیار کی نہیں ہے اُس کے بارے میں تو مجھ پر الزام نہ رکھ۔ اس سے مُراد محبت اور جماع ہے۔

حضورؐ نے بعض ازواج کو طلاق دی رجعت کی ایک مہینہ کا موقت ایلاء کیا۔ مگر حضورؐ نے ظہار نہیں کیا جن لوگوں نے کہا ہے کہ حضورؐ نے ظہار کیا ہے انھوں نے بڑی سخت غلطی کی ہے۔

حضورؐ کا سلوک اپنی ازواج کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اُن کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آتے تھے حضرت عائشہ رضؓ کے پاس انصار کی لڑکیوں کو جانے کی اجازت دیتے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھیلیں۔ ازواجِ مُطہرات کسی بات کی خواہش کرتیں اور شرعاً خرابی نہ ہوتی تو آپ اُن کی خوشی پُوری کرتے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے آپ کو بہت محبت تھی وہ پانی پیتیں تو آپ برتن لے لیتے اور اُن کے لب کی جگہ اپنا لب مُبارک رکھتے۔ وہ ہڈی سے گوشت کھاتیں تو آپ ہڈی لے لیتے اور اُن کے مُنہ کی جگہ اپنا دہن مُبارک رکھتے۔ اُن کی گود کو تکیہ کرتے۔ گود میں سر مبارک رکھ کر قرآن مجید پڑھتے۔

کبھی حضرت عائشہؓ حائضہ رہتیں اور آپ کا سر اُن کی گود میں ہوتا تاہم آپ قرآن پڑھتے۔

ایک دفعہ مسجد میں کچھ حبشی لکڑیوں سے کھیل رہے تھے۔ آپ نے خود حضرت عائشہؓ کو دیر تک دکھایا۔ وہ آپ کے مونڈھے پر سر رکھ کر دیکھتی رہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اپنی سب ازواج مُطہرات کے بیُوت میں جاتے۔ اور اُن کی خیریت وحالت دریافت کرتے۔ مگر رات کو اسی کے گھر میں رہتے جس کی باری کا دن ہوتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کی تقسیم میں حضورؐ کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اور ایسا کم ہوتا تھا کہ کسی روز آپ سب کے یہاں نہ گھومے ہوں۔

حضورؐ نے آٹھ ازواج پر راتیں تقسیم کی تھیں۔ حضورؐ کی ایک زوجہ اس تقسیم میں شریک نہ تھیں یعنی سودہ بنت زمعہؓ کیونکہ وہ ضعیف ہوگئی تھیں اور اپنی نوبت اُنھوں نے حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی۔ صحیح مسلم میں عطاء کا قول ہے کہ صفیہ بنت حیی باری میں شریک نہ تھیں مگر وہ صحیح نہیں ہے قاضی عیاضؒ اور امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے۔ عطاء کے وہم کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ حضورؐ حضرت صفیہؓ سے ناراض ہوئے۔ صفیہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کردو تو اپنی نوبت تمھیں ہبہ کردوں گی۔ حضرت عائشہؓ نے منظور کیا اور حضرت صفیہؓ کے باری والے دن حضورؐ کے بغل میں جاکر بیٹھیں حضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ الگ رہو آج تمھارا دن نہیں ہے صفیہؓ کا دن ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ[1] اس سے عطاءؒ نے سمجھا کہ عہد کے موافق صفیہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی ہوگی۔ مگر یہ ایک نوبت کا ہبہ تھا۔ کیونکہ اگر صفیہؓ کو باری میں شمار نہ کیا جائے تو آٹھ ازواج پر باری تقسیم نہ ہوگی حالانکہ اصحّ ترین روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ آٹھ ازواج پر باری تقسیم کرتے تھے۔

[1] یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۱۲ منہ

حضورؐ اپنے اہل سے کبھی اوّل شب میں ملتے کبھی آخر شب میں۔ اگر اوّل شب میں ملتے تو کبھی اسی وقت غسل کرتے۔ کبھی صرف وضو کر کے سوتے۔ اور اگر ایک شب میں سب سے ملتے تو کبھی سب کے لئے الگ الگ غسل کرتے۔ کبھی آخر میں ایک غسل کر لیتے۔

اُمّہات المومنینؓ حضورؐ کی ازواج مطہرات نص قرآن کے موافق اُمّہات المومنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم یعنی نبی مومنین کے لئے اُن کے اپنے نفوس سے اَولیٰ ہے اور نبی کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔ یہ حکم حضورؐ کی اُن تمام ازواج مطہرات کو شامل ہے جن کے ساتھ حضورؐ نے نکاح کیا اور وہ حضورؐ کے ماتحت رہیں۔ چاہے حضورؐ سے پہلے اِن کا انتقال ہوا ہو یا حضورؐ کے بعد۔ یہ بھی متفق علیہ ہے کہ ان کا حکم اُمّہات کی طرح دو۲ باتوں میں ہے۔ ایک۱ یہ کہ اُن کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ دوم۲ اُن کی تعظیم و تکریم اسی طرح واجب ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ اس سے زیادہ۔ لیکن نظر اور خلوت کے بارے میں ان کا حکم ماں کی طرح نہیں ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے اذا سألتموھن متاعًا فاسئلوھن من وراء حجاب۔ یعنی جب اُن سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے باہر سے مانگو۔ اور نہ انساب میں اس کا اعتبار ہے یعنی اُمّہات المومنین کی بیٹی۔ بہن۔ ماں۔ باپ حقیقی بہن۔ خالہ۔ نانی۔ نانا کی طرح حرام نہ ہوں گی۔ اِس میں اختلاف ہے کہ وہ صرف مومنین کی ماں ہیں۔ یا مومنین و مومنات دونوں کی۔ دو۲ قسم کی روایتیں حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔ مگر سنداً یہ قوی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک عورت سے کہا کہ لستُ لك بامٍّ انما انا امّ رجالكم یعنی ہم تمھاری ماں نہیں ہیں تمھارے مردوں کی ماں ہیں۔

ازواج مطہرات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ مگر گیارہ۱۱ اُمّہات المومنین میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اُن میں سے دو۲ کا حضورؐ کے سامنے انتقال ہو گیا۔ یعنی حضرت خدیجہؓ اور زینب بنت خزیمہؓ کا اور نو۹ حضورؐ کی وفات کے وقت موجود تھیں۔ اُن گیارہ۱۱ اُمّہات المومنینؓ میں سے چھ۶ قریشیہ تھیں۔ خدیجہ بنت خویلدؓ۔ عائشہ بنت ابی بکرؓ۔ حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ۔

ام سلمہ بنت ابی امیہؓ۔ سودہ بنت زمعہؓ۔ چار عربیہ غیر قریشیہ۔ زینب بنت جحشؓ بنی اسد بن خزیمہ کی تھیں۔ میمونہ بنت الحارثؓ ہلالیہ تھیں۔ زینب بنت خزیمہ ام المساکینؓ ہلالیہ تھیں۔ جویریہ بنت الحارثؓ خزاعیہ مصطلقیہ تھیں۔ ایک بنی اسرائیل کی عورت تھیں۔ صفیہ بنت حیی بن اخطبؓ۔ ان کا خاندان یہود تھا۔ یہ عربیہ نہ تھیں۔

حضرت حفصہؓ ذرا سخت مزاج تھیں۔ حضورؐ نے ایک دفعہ اُن کو طلاق بھی دیدی تھی مگر حضرت عمرؓ کے صدمہ کے خیال سے پھر رجوع کر لیا۔ حضرت سودہؓ تقسیم میں داخل نہ تھیں۔ انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی اس میں روایتیں مختلف ہیں کہ باری ہبہ کرنے کی وجہ کیا ہوئی۔ زیادہ سن ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے اُن کو طلاق دی تھی اُنھوں نے رجوع کرایا۔ یا صرف ارادہ کیا تھا۔ دی نہ تھی۔ یا اُن کو صرف اس کا اندیشہ ہوا اس باب میں سب سے بہتر روایت وہ ہے جو ترمذیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے بطریق حسن روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد و حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہؓ کو خوف ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دیدیں گے تو اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ طلاق نہ دیجئے۔ مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیجئے میں اپنی باری عائشہؓ کو دیدیتی ہوں۔ دمیاطی وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی۔

حضورؐ کو ازواج مُطہرات کے حقوق کا بہت خیال تھا۔ باریوں کے تقسیم کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ مرض الموت میں تکلیف کے باوجود جب تک امکان میں تھا آپ اس کے پابند رہے۔ آخر میں جب بالکل مجبوری ہوگئی تو تمام ازواج مُطہرات سے اجازت لینے کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر ایک سوموار سے دوسرے سوموار تک آپ کا قیام رہا۔

اُمہات المومنینؓ کے عقد کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ سے عقد کیا۔ اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے اور کسی سے عقد نہ کیا۔ لیکن اُن کے بعد اختلاف ہے یونسؒ نے زہریؒ سے یہ ترتیب روایت کی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے

بعد حضرت سودہؓ پھر حضرت عائشہؓ پھر حضرت حفصہؓ پھر حضرت اُم سلمہؓ پھر حضرت اُم حبیبہؓ پھر بنتِ جحشؓ پھر ام المساکینؓ پھر میمونہؓ پھر جویریہ پھر صفیہؓ۔ اور عقیل کی روایت زہریؒ سے ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ پھر عائشہؓ پھر ام حبیبہؓ پھر حفصہؓ پھر ام سلمہؓ پھر بنت جحشؓ پھر جویریہؓ پھر میمونہؓ پھر صفیہؓ پھر ام المساکینؓ۔

خدیجہ بنت خویلدؓ

اُمّ المومنینؓ خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ بن قصی قرشیہ اسدیہ۔ ان کا خاندان مکّہ میں معزز اور دولتمند تھا۔ دار الندوہ انہی کا تھا۔ بیر بنی اسد مشہور کنواں تھا جو اہل مکّہ کے پانی کا ذریعہ تھا۔ خود حضرت خدیجہؓ کی ذاتی تجارت تھی اور اچھی تھی۔ ان کا مفصّل حال ابتداء کتاب میں لکھ چکا ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضورؐ سے نکاح کے وقت ان کا ولی کون تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ ان کے والد خویلد بن اسد نے خود ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے بھائی عمرو ابن خویلد نے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے چچا عمرو ابن اسد نے۔ واقدیؒ نے آخری قول کو ترجیح دی ہے۔ اور سہیلیؒ نے اسی کو اصح کہا ہے۔ کیونکہ خویلد ابن اسد اِس سے پہلے ہی مر چکے تھے۔

صحیحین میں مروی ہے کہ خدا نے اُن کو حضرت جبرئیلؑ کی معرفت کہلا بھیجا۔ یہ مرتبہ اُمّہات المومنین میں سے اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ ابن اثیرؒ اور امام ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اِس پر اجماع ہے کہ خدا کی مخلوق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے یہ ایمان لائیں۔ اس سے پہلے ثعلبیؒ اور ابن عبد البرؒ نے بھی اِس اجماع کا ذکر کیا ہے علماء نے اِس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ میں سے کون افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جہات مختلف ہیں۔ ابتداء میں جب کہ رسول اللہؐ کا کوئی معاون نہ تھا حضرت خدیجہؓ کی ذات۔ اُن کا مال۔ اُن کا مشورہ۔ رسول اللہؐ کے لئے وقف تھا۔ یہی حضورؐ کی وزیر اور یہی مشیر تھیں۔ جب ہر طرف مخالفت کا طوفان تھا تو صرف اِن کی

ذات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسکین کا باعث تھی۔ اِس خصوصیت میں کوئی فرد ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت فاطمہ رضؓ رسول اللہؐ کی بیٹی اور جگر پارہ تھیں یہ فضیلت نہ حضرت خدیجہ رضؓ کو حاصل تھی نہ حضرت عائشہ رضؓ کو حضرت عائشہ رضؓ کا علمی تفوق۔ حقائق شریعت کا وسیع علم۔ اور رسولِ خدا کی اُن کے ساتھ بے انتہا محبت ایسی چیزیں ہیں جن میں اُن کو سب پر تفوق حاصل ہے۔

جب حضرت خدیجہ رضؓ سے عقد ہوا تو رسول اللہؐ کی عمر پچیس ۲۵ سال کی تھی۔ اور حضرت خدیجہ رضؓ کی چالیس ۴۰ سال کی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر پینسٹھ ۶۵ سال کی ہوگئی تھی۔ اور رسول اللہؐ کی پچاس ۵۰ سال کی۔ مگر جب تک یہ زندہ رہیں حضورؐ نے اور کسی سے عقد نہ کیا۔ انتقال کے بعد حضورؐ نے اُن کو حجون میں دفن کیا۔ قبر میں خود داخل کیا۔ صلوٰۃ جنازہ اِس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔

سودہ بنت زمعہ رضؓ

ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضؓ قرشیہ جنھوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اُن کی ماں کا نام سموس بنت قیس بن عمرو بن زید انصاریہ۔ مدینہ کی عورت تھیں۔ بنی عدی بنی النجار کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا خواجہ عبدالمطلب کی ماں سلمٰی بھی نجاریہ تھیں اور یہ سموس سلمٰی کی بھتیجی تھیں۔ کیونکہ قیس بن عمرو یعنی سموس کے باپ سلمٰی مذکورہ کے بھائی تھے اور خواجہ عبدالمطلب کے ماموں۔ سلمٰی کا نسب ہی سلمٰی بنت عمرو بن زید۔

حضرت سودہ رضؓ کی پہلی شادی سکران بن عمرو سے ہوئی تھی۔ سکران حضرت سودہ رضؓ کے شوہر اور زمعہ حضرت سودہ رضؓ کے باپ دونوں چچازاد بھائی تھے۔ قیس بن عبد شمس بن عبدود اور عمرو بن عبد شمس بن عبدود۔ دونوں بھائی تھے۔ قیس کے لڑکے زمعہ حضرت سودہ رضؓ کے باپ تھے اور عمرو کے لڑکے سکران ہیں۔ سکران کے کئی بھائی مشاہیر صحابہ رضؓ سے ہیں۔ سہیل بن عمرو جن کا ذکر عمرۃ حدیبیہ میں۔ اور عمرۃ القضاۃ میں ہوا ہے انہی کے بھائی تھے۔ سلیط بن عمرو رضؓ جو حضورؐ کے ایک قاصد تھے انہی کے بھائی تھے۔ سہل بن عمرو رضؓ اور حاطب بن عمرو رضؓ بھی اُن کے بھائی تھے۔

حضرت عمرؓ برابر حضورؐ کے سامنے پردہ کی تحریک کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ کوئی حکم اِس بارے میں خدا کی طرف سے نہ آیا تھا آپ ساکت رہے۔ مکانوں کے اندر اُس وقت بیت الخلاء نہ تھا۔ بلکہ عرب اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے افک کی روایت میں اس کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اس وقت عورتیں بھی حاجت ضروری کے لئے شب کے وقت میدان جایا کرتی تھیں۔ چونکہ حضرت سودہؓ جسیم اور بلند قامت تھیں مجمع میں بھی پہچانی جاتی تھیں۔ ایک روز شب کے وقت یہ جارہی تھیں حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا۔ اور آواز دی کہ "سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا" اُن کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ لوٹ کر آئیں تو حضورؐ سے شکایت کی اِس کے بعد حجاب کی آیت نازل ہوئی۔ یہ بخاری میں ہے۔

آیت حجاب کے نزول کا حال صحاح میں بالتفصیل موجود ہے۔ یہ حکم حضرت زینبؓ کے عقد کے وقت نازل ہوا۔ مگر ممکن ہے کہ حضرت سودہؓ کا یہ قصہ بھی انہی ایّام کا ہو۔ لیکن آگے معلوم ہوگا کہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی عرصہ تک عورتوں کو میدان جانے کی اجازت تھی کیونکہ مکانوں میں بیت الخلاء نہ تھا۔ بیت الخلاء اس کے بہت بعد مکانوں میں بنایا گیا۔

حضرت سودہؓ اور سکرانؓ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت سودہؓ بیوہ ہوگئیں اور ام المومنین خدیجہؓ بنت خویلد کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغموم تھے تو خولہ بنت حکیم نے حضورؐ سے اجازت لے کر نسبت کی۔ اور اُن کے باپ سے بات پختہ کر کے نکاح کرا دیا۔ گو اِس میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضورؐ نے پہلے عقد اُن سے کیا یا حضرت عائشہؓ سے۔ مگر اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ زفاف پہلے اُن سے ہوا۔ واللہ اعلم۔

حضرت سودہؓ کی وفات کی روایتیں بہت متضاد ہیں۔ واقدیؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ ان کا مدینہ میں ۵۴ھ کے شوّال میں انتقال ہوا معاویہؓ کے ایام خلافت میں۔ ابن حجرؒ ۵۵ھ کہتے ہیں۔ بخاریؒ نے اپنے تاریخ میں بسند صحیح روایت کیا کہ حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ اور امام ذہبیؒ جزماً بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے آخری ایّام میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت آخر ذی الحجہ ۲۳ھ میں ہوئی۔ اِس لئے حضرت سودہؓ کا انتقال اُس سے

بھی پہلے ہوا ہوگا واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اُم المومنین عائشہ بنت صدیقؓ۔ محبوبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ جن کی برأت میں آسمان سے وحی نازل ہوئی یہ چھ برس کی تھیں جب حضورؐ نے شوال کے مہینہ میں اُن سے عقد کیا۔ اور سنہ ۱ھ میں شوال ہی کے مہینہ میں اُن سے زفاف ہوا۔ اِس وقت اُن کی عمر نو برس کی تھی۔ نو برس یہ حضورؐ کی صحبت میں رہیں۔ اور جب حضورؐ نے اِنتقال کیا تو اُن کی عمر اٹھارہ برس کی تھی (صحیح مسلم) حضورؐ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مخلوق میں ہم کو سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سوا کسی باکرہ سے عقد نہیں کیا۔ خود فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لحاف میں تھے اور آپ پر وحی آئی۔ اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ اور فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ایک برتن میں غسل کیا اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ علم اور سمجھ میں اور رموزِ شریعت سے واقفیت میں تمام اُمہاتُ المومنینؓ بلکہ اس اُمت کی تمام عورتوں سے علی الاطلاق بڑھی ہوئی تھیں۔ اکابر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشکل ترین مسائل میں اُن کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اُن سے فتوےٰ لیتے تھے۔ ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی بات میں دقت پیش آتی اور حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرتے تو اُن کے پاس ضرور اِس کے متعلق معلومات ہوتے تھے۔ فقیہہ، عالمہ، فصیحہ تھیں۔ ایامِ عرب کے حالات اور جاہلیت کے اشعار سے خوب واقف تھیں۔

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا اس لئے باری کی تقسیم میں حضورؐ اُن کے لئے دو دن رکھتے تھے اور تمام ازواجِ مطہرات کے لئے ایک ایک دن۔

خود فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا اِنتقال میرے گھر میں میری باری کے دن۔ میری ٹھڈی اور گردن کے درمیان ہوا۔ اور اِنہی کے حجرہ میں حضورؐ مدفون بھی ہوئے۔

حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا انتقال سنہ ۵۷ھ میں ہوا۔ تقریب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور واقدیؒ کہتے ہیں کہ سنہ ۵۸ھ میں۔ ۱۷ رمضان المبارک منگل کے دن۔ یہی اکثر کا قول ہے۔ اور شامیؒ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی عمر چھیاسٹھ ۶۶ سال کی ہوئی۔ یہ وفات کے پہلے قول کی بناء پر صحیح ہوتا ہے کیونکہ ولادت سنہ ۴ بعثت میں ہوئی تھی۔ دوسرے قول کی بناء پر بھی صحیح ہو سکتا ہے اگر سنہ ولادت یا سنہ وفات کو نہ جوڑیں۔

حضرت عائشہؓ کا انتقال معاویہ ابن ابی سفیانؓ کے ایام خلافت میں ہوا۔ اُس وقت مدینہ کا حاکم مروان تھا۔ لیکن جنازہ کی نماز حضرت ابی ہریرہؓ نے پڑھائی۔ اور حضرت عائشہؓ کی وصیت کے موافق شب کے وقت بقیع میں دفن کیا گیا۔ قبر میں داخل ہوئے قاسم بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن۔ عبداللہ بن ابی عتیق۔ عروہ ابن الزبیر۔ اور عبداللہ بن الزبیر ابی عتیق محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر کو کہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک زوجہ اُمّ رومانؓ تھیں۔ اُن سے حضرت عائشہؓ اور عبدالرحمنؓ ہوئے۔ ایک[1] زوجہ قیلہ یا قتیلہ اُن سے عبداللہ بن ابی بکرؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ۔ ایک زوجہ اسماء بنت ابی عمیسؓ اُن سے محمد بن ابی بکرؓ۔ عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کے لڑکے عبداللہ اور محمدؓ ہیں یہی محمد بن عبدالرحمن ابی عتیق کہے جاتے تھے اُن کے لڑکے عبداللہ بن ابی عتیق تھے۔ اسماء بنت ابی بکرؓ کی شادی زبیر بن العوام بن خویلد سے ہوئی یعنی اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے لڑکے سے اُن کے لڑکے عبداللہ بن زبیرؓ۔ عروہ بن زبیرؓ۔ اور منذر بن زبیرؓ ہیں۔ یہ سب حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن کے لڑکے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ تو مشاہیر اسلام سے ہیں اور خلیفہ تسلیم کیے گئے تھے۔ عروہؓ حدیث کے مشہور راویوں سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی اکثر حدیثیں اِن کے واسطہ سے مروی ہیں۔ حضرت عائشہؓ

---

[1] حضرت ابوبکرؓ کی ایک زوجہ حبیبہ بنت خارجہ تھیں مؤطا میں روایت ہے کہ اُن کو حاملہ چھوڑ کر حضرت صدیقؓ نے انتقال کیا اُن کے انتقال کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ام کلثوم تھا۔ ابن سکن اور ابن مندہ نے اُمّ کلثومؓ کو صحابیہ میں شمار کیا ہے کیونکہ اُن کی بعض روایتیں بلا واسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ مؤطا کی روایت سے معلوم ہوا۔ اور وہ روایتیں مُرسل ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اور حضرت علیؓ میں بعد میں بڑی جنگ ہوئی جو جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں حضرت عائشہؓ کی طرف اصل ہیرو یہی عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ انھوں نے حضرت عائشہؓ کی روایت کے موافق بیت اللہ کو نئے سرے سے بنیادِ ابراہیمی پر تعمیر کیا تھا مگر بنی اُمیہ نے رہنے نہ دیا۔

اسماء بنت عمیسؓ سے محمد بن ابی بکرؓ ہوئے وہ مشہور سپہ سالار رہیں حضرت عثمانؓ کے خلاف مصریوں نے بغاوت کی تو یہ اُن کے سردار تھے جنگِ صفین میں یہ حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اُن کے لڑکے قاسم بن محمد ہیں۔ وہ بھی زبردست شخصیت کے آدمی تھے۔ یہ سب حضرت عائشہؓ کے بھتیجے اور بھانجے ہیں۔ ایک عبداللہ بن اَبی عتیق اُن کے بھائی کے پوتے تھے واللہ اعلم۔

حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اُم المومنین حفصہؓ حضرت عمر بن الخطابؓ[1] کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی ماں زینب بنت مظعون بھی بہت مشہور اور معزز صحابیہ تھیں۔ بعثت سے پانچ برس پہلے پیدا ہوئیں جب قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ اُن کی پہلی شادی خُنیسؓ[2] بن حُذافہؓ[3] السہمی سے ہوئی تھی۔ وہ علی اختلاف الروایات غزوہ بدر یا غزوہ اُحد میں زخم لگنے کی وجہ سے شہید ہوئے تب سنہ ۳ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے عقد کیا۔

حضرت حفصہؓ کے مزاج میں تندی اور سختی تھی۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ اُنھوں نے

---

[1] حضرت عمر بن الخطابؓ عدوی تھے عدی بن کعب کی اولاد اور اُن کی ماں بنی مغیرہ مخزومی تھیں۔ نام خنتمہ بنت ہاشم بن المغیرہ تھا۔ ہاشم دورِ محین اُن کے نانا تھے۔ بعضوں نے خنتمہ بنت ہشام بن المغیرہ لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ہشام ابوجہل کا باپ تھا وہ حضرت عمرؓ کا نانا نہیں ہے۔ اُن کے نانا ابوجہل اور خالد بن ولید اور اُم المومنین اُم سلمہؓ کے چچا تھے۔ حضرت عمرؓ کی ماں خنتمہ حضرت اُم سلمہؓ کی چچا زاد بہن تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

[2] خُنیس بخائے معجمہ مضموم وبعدہٗ نون مفتوح بعدہٗ تحتانیہ ساکن وسین مہملہ ۱۲ منہ۔

[3] حُذافہ بضم حائے مہملہ بعدہٗ ذال معجمہ بعدہٗ الف بعدہٗ فا ۱۲ منہ۔

اُن کے متعلق فرمایا انھا ابنۃ ابیھا۔ یعنی وہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی تند مزاج مشہور تھے اور حضورؐ نے بھی فرمایا ہے کہ عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے۔

حضرت حفصہؓ کو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق دیدی تھی تو اُن کے دو ماموں قدامہ بن مظعون اور عثمان بن مظعون روتے ہوئے حضورؐ کے پاس آئے۔ اور حضرت عمرؓ نے سُنا تو اپنے سر پر مٹی ڈال لی۔ آخر حضرت جبرئیلؑ نے حضورؐ سے کہا کہ حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے وہ بہت روزہ رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دی تو جبرئیلؑ نے کہا کہ عمرؓ پر رحم کر کے رجعت کر لیجئے۔ دوسری دفعہ پھر طلاق دینا چاہا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا لا تطلقھا انھا صوّامۃ قوّامۃ۔ ایک دفعہ ایلاء کے ایام میں حضرت عمرؓ۔ حضرت حفصہؓ کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا رسول اللہؐ نے پھر طلاق دیدیا ہے ایک دفعہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری وجہ سے رجعت کی ہے۔ اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دی تو ہم تجھ سے بات نہ کریں گے۔

۴۵ھ کے شعبان میں ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔ مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اسی نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ تھوڑی دُور تک مروان نے بھی سر پر اُٹھایا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ قبر تک لے گئے۔ اور قبر میں اِن لوگوں نے اُتارا۔ اُن کے دوؓ بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عاصمؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ کے لڑکے سالم۔ عبداللہ۔ اور حمزہ۔

اِن کے اہل میں سے سات آدمی غزوہ بدر میں شریک تھے حضرت عمرؓ اُن کے والد۔ اور حضرت زید بن الخطابؓ اِن کے چچا۔ اِن کے شوہر خُنیس ابن حُذافہ۔ اِن کے تینؓ ماموں عثمان بن مظعون۔ عبداللہ بن مظعون۔ قدامہ ابن مظعون۔ اور اُن کے ماموں کے لڑکے سائب بن عثمانؓ۔

ل حضرت عمرؓ کی مشہور ازواج اور اولاد کی تفصیل یہ ہے ایکؓ زوجہ زینب بنت مظعون تھیں اُن سے حضرت حفصہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ام عبداللہ تینؓ بھائی بہن تو یقینی ہوئے اور اغلب یہ ہے کہ عبدالرحمن اکبر بھی انہی سے ہوئے اور عبیداللہ بن عمرؓ کی نسبت بھی یہی قرینہ ہے۔ لہیہ یا لہیہ حضرت عمرؓ کی اُم ولد ہیں۔ عبدالرحمن اور سلطن کو (باقی بر صفحہ ۶۱۹)

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین زینب خزیمہ بن الحارث ہلالیہ بنی بکر بن ہوازن سے تھیں۔ ان کا اور ام المومنین میمونہؓ کا نسب ہلال بن عامر بن صعصعہ میں مل جاتا ہے۔ یہ اسلام سے پہلے ہی ام المساکین کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں۔ کیونکہ مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ ابن شہاب زہری کا قول ہے کہ یہ حضورؐ سے پہلے عبداللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے ان کو مثلہ کیا۔ اس سے جیسی تکلیف حضرت زینبؓ کو ہوئی ہو گی ظاہر ہے عبداللہ بن جحشؓ حضورؐ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلبؓ کے لڑکے تھے۔ اور زینب بنت جحشؓ انہی کی بہن تھیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کے ساتھ بیاہ دیا تھا مگر زن و شوہر کے تعلقات

(بقیہ صفحہ ۶۱۸) سمہ کہتے تھے ان کے لڑکے ہیں۔ انہی کو خمر کی حد لگی تھی۔ فکیہہؓ ایک زوجہ تھیں ان سے زینب اور عبدالرحمن اصغر ہوئے اصغر کی کنیت ابو عیسیٰ تھی۔ ان کو مجبر کہتے تھے۔ لڑکپن میں ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ لوگوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ یہ تمہارے بھائی کسیر ہیں انہوں نے کہا کہ کسیر نہیں مجبر ہیں۔ اس لئے مجبر مشہور ہو گئے۔ جمیلہ بنت ثابت سنہ ۷ھ میں ان سے حضرت عمرؓ نے عقد کیا۔ عاصم پیدا ہوئے۔ پھر طلاق دیدیا تو یزید بن حارثہ نے ان سے عقد کر لیا۔ ام کلثوم۔ حضرت علیؓ کی لڑکی امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی بہن ان سے جب حضرت عمرؓ نے عقد کیا تو بڑی خوشی منائی۔ بڑا ولیمہ کیا چالیس ہزار مہر ہوا۔ زید بن عمر اکبر اور رقیہ ان سے اولاد ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے بعد عون بن جعفر اور پھر عبداللہ بن جعفر سے ام کلثوم کا عقد ہوا۔ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل حضرت سعید بن زید کی بہن پہلے عبداللہ بن ابی بکرؓ کی زوجہ تھیں۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے عقد کیا۔ فاطمہ بنت الولید۔ خالد بن الولید کی بہن حارث بن ہشام کی زوجہ تھیں۔ حارث کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے عقد کیا۔ معلوم نہیں کہ ان دو سے کوئی اولاد ہوئی یا نہیں۔ زید بن عمر اصغر۔ صفیہ بنت عمر۔ جمیلہ بنت عمر کے نسبت معلوم نہ ہو سکا کہ ان کی ماں کون ہیں؟ حضرت عمرؓ کے ایک مشہور لڑکے عبیداللہ بن عمرؓ ہیں جنہوں نے ہرمزان کو اس شبہ میں قتل کر دیا تھا کہ وہ ابو لولو قاتل عمرؓ سے خوش تھا۔ ان کی ماں کا نام بھی ٹھیک معلوم نہیں مگر قرائن ہیں کہ یہ بھی حضرت زینبؓ کے لڑکے اور حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

اچھے نہ تھے۔ الغرض عبداللہ بن جحش رضؓ کی شہادت کے بعد اُسی سال یعنی ۳ ھ میں ام المساکین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عقد کر لیا۔

محل تامل یہ ہے کہ عدت وفات چار مہینے دس روز ہے۔ لیکن غزوۂ اُحد شوال کے مہینہ میں ہوا۔ اس لئے ۳ ھ میں غزوۂ اُحد کے بعد عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ تو آپ نے ۳ ھ میں عقد کیسے کیا۔ علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ شاید حمل ہو اور وضع حمل سے عدت پوری ہو گئی ہو۔

اُمّ المساکین رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو تین مہینے رہیں۔ اور ۴ ھ میں حضورؐ کے سامنے اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ اُن کی عمر تیس برس یا اس کے قریب تھی۔

اُمّ سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین ام سلمہؓ کا نام عند الاکثر ہند ہے۔ بعضوں نے رملہ کہا ہے۔ مگر ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ ہو لیس بشئ یہ ابی امیہ ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن المخزوم کی صاحبزادی تھیں۔ ابو امیہ کے نام میں اختلاف ہے اسی کنیت سے مشہور تھے۔ یہ قریش کے بڑے ذی رتبہ شخص تھے۔ جود و سخا میں اُن کی شہرت تھی۔ بڑے شہسوار تھے۔ اور اُن کا لقب زاد الرکب تھا۔ اس لئے کہ سفر میں جو سوار اُن کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُن کے کھانے کی کفالت یہ اپنے ذمہ لیتے تھے۔

ابو جہل کا باپ ہشام۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے نانا ہاشم ذو رمحین۔ خالد ابن الولیدؓ کے باپ ولید بن المغیرہ اور ابو حذیفہ مخزومی جس کی جاریہ عمار بن یاسرؓ کی ماں تھیں۔ عیاش ابن ابی ربیعہ کے باپ ابی ربیعہ بن المغیرہ۔ فاکہہ جو ہند بنت عتبہ کا ابو سفیان کے پہلے شوہر تھا۔ حفص جس کے لڑکے ابو عمرو کو رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کے ساتھ یمن بھیجا تھا۔ عبد شمس جس کے لڑکے ولید نے ابو جہل کی لڑکی اسمار سے بیاہ کیا تھا۔ یہ سب مغیرہ مخزومی کے لڑکے۔ ابی امیہ کے بھائی۔ اور

حضرت ام سلمہؓ کے چچا تھے۔ اور عمرو بن العاصؓ کی ماں ام حرملہ بنت ہشام حضرت عمرؓ بن الخطاب کی ماں خنتمہ بنتِ ہاشم۔ حضرت ام سلمہؓ کی چچا زاد بہن تھیں۔ خالد بن الولیدؓ ولید بن ولیدؓ۔ عیاش ابن ابی ربیعہؓ۔ سلمہ بن ہشامؓ۔ ابوجہل بن ہشام۔ خالد بن ہشام۔ حارث بن ہشام۔ سب اُن کے چچا زاد بھائی تھے۔

ابوامیہ سے رسول اللہؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب بیاہی ہوئی تھیں۔ اور عبداللہ بن ابی امیہؓ۔ ام زہیر۔ اور قریبہ۔ ان کی اولادیں تھیں۔ لیکن حضرت ام سلمہؓ کی ماں یہ عاتکہ نہ تھیں۔ اصحاب سیر بالاتفاق کہتے ہیں کہ اُم سلمہؓ کی ماں عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک الکنانیہ تھیں یہاں پر صاحب روضۃ الاحباب کو نام کی وجہ سے دھوکہ ہو گیا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی شادی عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی سے ہوئی تھی۔ انہی کی کنیت ابوسلمہؓ ہے۔ نسب سے ظاہر ہے کہ ہلال اور مغیرہ دونوں بھائی تھے۔ ہلال مخزومی کے پوتے ابوسلمہؓ ہیں۔ اور مغیرہ مخزومی کی پوتی ام سلمہؓ ہیں۔ ابوسلمہؓ کے باپ عبدالاسد مخزومی رسول اللہؐ کے پھوپھا تھے۔ اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی برّہ بنت عبدالمطلب بیاہی ہوئی تھیں۔ اور اُنہی کے لڑکے ابوسلمہؓ ہیں۔ اِسی لئے خواجہ ابوطالب۔ خواجہ عبداللہ۔ حضرت حمزہؓ۔ اور حضرت عباسؓ۔ ابوسلمہؓ کے ماموں تھے۔

یہ دونوں زن و شوہر بہت قدیم الاسلام ہیں۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ابوعبیدہ بن الحارثؓ ابوسلمہؓ ابن عبدالاسد۔ ارقم ابن ابی ارقمؓ۔ عثمان ابن مظعونؓ۔ سب ایک ساتھ مسلمان ہوئے۔ اُن کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ۔ اور سعید بن زیدؓ وغیرہ نے اسلام قبول کیا۔

جب بنی مخزوم سابقین اوّلین کو سخت اذیت دے رہے تھے اس وقت ابوسلمہؓ بھاگ کر ابوطالب کی پناہ میں آ گئے تھے۔ بنی مخزوم نے کہا کہ اے ابوطالب! تم اپنے بھائی کے لڑکے کی حمایت تو کر ہی رہے تھے۔ اب ہمارے بھائی کے لڑکے کو بھی ہمارے سپرد نہیں کرتے ہو۔ خواجہ ابوطالب نے کہا کہ ہاں جن مصائب سے ہم اپنے بھائی کے لڑکے کو بچاتے ہیں۔ اُس سے اپنی بہن

کے لڑکے کو بھی بچاتے ہیں۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ ہجرت کی اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ قریش میں سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے مدینہ ہجرت کی۔

اِن کی ہجرت کا واقعہ بھی دردناک ہے۔ اُن کے لڑکے سلمہؓ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ مکّہ لوٹ آئے۔ مگر مکّہ میں رہنا مشکل تھا اس لئے ابو سلمہؓ نے اپنی بیوی اور بچّہ کو لے کر مدینہ جانا چاہا۔ اُم سلمہؓ کے اقربا۔ بنی مغیرہ نے اُم سلمہؓ کو روکا کہ اُس کو باہر نہ جانے دیں گے تب ابو سلمہؓ کے اقربا بنی اسد نے کہا کہ جب تم اپنی لڑکی کو اُس کے شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے ہو تو ہم اپنے لڑکے سلمہؓ کو تمھارے ساتھ رہنے نہ دیں گے۔ چنانچہ سلمہؓ کو دونوں فریق کھینچنے لگے حتیٰ کہ سلمہؓ کا ہاتھ اُکھڑ گیا۔ آخر بنی اسد لے گئے۔ اِس طرح یہ تینوں تین جگہ ہو گئے۔ ابو سلمہؓ مدینہ چلے گئے۔ اُم سلمہؓ بنی مغیرہ میں رہیں۔ اور سلمہؓ بنی اسد کے پاس رہے۔ حضرت اُم سلمہؓ روزانہ بے قرار ہوتیں اور روتیں۔ آخر عرصہ کی بیقراری کے بعد بنی مغیرہ نے اجازت دی۔ اور بنی اسد نے بھی اُن کا لڑکا اُن کو دیدیا۔ یہ تنہا اپنے لڑکے کو لے کر مدینہ روانہ ہوئیں۔ تنعیم میں ایک شخص عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے تنہا دیکھ کر کہا کہ اے بنت ابی امیہ کہاں جاتی ہو۔ جب اُن کو سب حال معلوم ہوا تو اُونٹ کی باگ پکڑ لی۔ اور بنی عمر بن عوف تک پہنچا دیا۔ حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم ایسا کریم النفس عرب، مَیں نے نہیں دیکھا۔

ابن حجرؒ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ نسائی نے بسند صحیح اُم سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مَیں مدینہ آئی۔ اور کہا کہ ابی اُمیہ بن المغیرہ کی بیٹی ہوں تو لوگوں نے اعتبار نہ کیا بلکہ تکذیب کی۔ لیکن جب وہ لوگ حج کو گئے۔ اور تحقیق ہو گیا تو اُنھوں نے میری تصدیق کی اور عزت بھی زیادہ کرنے لگے۔

ابو سلمہؓ کے اِنتقال کی روایتیں متخالف اور متضاد ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان کا اِنتقال بدر کے بعد جمادی الآخر سنہ ۳ ہجری میں ہوا بعض روایتوں میں ہے کہ اُحد کے بعد جمادی الآخر سنہ ۳ ہجری

میں ہوا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ جمادی الآخر ۴ھ میں۔ لیکن نہ بدر کے بعد ۲ھ میں جمادی الآخر ممکن ہے نہ اُحد کے بعد ۳ھ میں اس لئے کہ ۲ھ کے رمضان میں غزوۂ بدر ہوا۔ اور ۳ھ کے شوال میں غزوۂ اُحد۔

اکثر اصحابِ سیر کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہؓ کو بنی اسد ابن خزیمہ کی طرف ڈیڑھ سو معزز اصحاب کے ساتھ طلحہ ابن خویلد اور سلمہ ابن خویلد سے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا۔ ابن قیمؒ نے بھی لکھا ہے کہ ابو سلمہؓ کو حضورؐ نے غزوۂ اُحد کے بعد بھیجا۔ اس سریہ سے واپس آنے کے بعد اُن کا انتقال ہوا ہے واقدی کی روایت ہے کہ واپسی کے بعد ۲۷ جمادی الآخر کو انتقال ہوا۔ بنی امیہ کے کنوئیں سے جس کو پہلے عبیر کہتے تھے اور رسول اللہؐ نے اس کا نام یسیرہ رکھا آپ کو غسل دیا گیا۔ اس کے بعد جنازہ بنی امیہ سے مدینہ لایا گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہؐ نے ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام دیا مگر انھوں نے چار عذر پیش کئے۔

اوّلؔ یہ کہ مجھ میں غیرت کا مادہ ہے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کی ازواج اور بھی ہیں اس لئے رشک اور اختلاف کا اندیشہ ہے۔

دوئمؔ یہ کہ میں بچہ والی عورت ہوں۔ یعنی آپ کو تکلیف ہوگی۔

سوئمؔ یہ کہ میری عمر زیادہ ہے۔

چہارمؔ یہاں میرا کوئی ولی نہیں ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ میں خدا سے دُعا کروں گا۔ کہ رشک کو وہ تم سے دفع کردے گا۔ بچوں کے بارے میں فرمایا کہ اُن کی نگرانی خدا اور رسول کے ذمہ ہوگی۔ یا یہ فرمایا کہ تمہارے بچے میرے بچے ہوں گے علی اختلاف الروایۃ۔

عمرؔ کے بارے میں فرمایا کہ میرا سن تم سے زیادہ ہے۔

ولیؔ کے بارے میں فرمایا کہ تمہارا کوئی ولی اس عقد کو ناپسند نہ کرے گا۔

اس کے بعد ام سلمہؓ راضی ہوئیں اور نکاح ہوگیا۔ نکاح میں یا تو ان کے لڑکے سلمہؓ ولی تھے یا کوئی

ولی نہ تھا۔ مسند امام احمدؒ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر ابن ابو سلمہؓ کی ولایت سے نکاح ہوا مگر وہ صحیح نہیں ہے اس وقت عمر ابن ابی سلمہؓ کا سن تین[1] برس کا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ حسن میں بھی مشہور تھیں۔ اور ذہانت۔ فقہی معلومات۔ اور دقتِ نظر میں حضرت عائشہؓ کے بعد انہی کا مرتبہ تھا جلیل القدر صحابہ۔ اور کبار تابعین اُن سے مسائل کی تحقیق کرتے تھے۔ اُن کی اصابت رائے اور کمال عقل پر حدیبیہ کا ایک واقعہ شاہد ہے۔ حضورؐ نے حدیبیہ میں جن شرائط پر کفار سے صلح کی تھی۔ تمام صحابہؓ اُس کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس خیال میں تھے کہ کسی طرح یہ شرائط بدلے جائیں۔ اور چونکہ شرائط صلح کی بنا پر اس سال کوئی مکّہ جا نہیں سکتا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ سب لوگ وہیں ہدی ذبح کریں اور حلق کرا کر احرام سے باہر ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مکرر تین[2] مرتبہ یہ حکم دیا۔ مگر کسی نے نہ ہدی ذبح کی نہ حلق کرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا۔ اور آپ کبیدہ خاطر حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں گئے۔ اُمّ سلمہؓ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ صحابہؓ کی طرف سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ اُن کے اُمیدوں کے خلاف بالکل دبے ہوئے شرائط پر آپ نے صلح کی ہے۔ اِس سے اُن کو بہت صدمہ ہوا ہے۔ آپ اگر چاہتے ہیں کہ صحابہ احرام سے باہر ہو جائیں تو آپ اُن سے کچھ نہ کہیئے۔ آپ خود اپنی ہدی ذبح کیجئے اور اپنا حلق کرا لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہی کیا۔ صحابہ کو یقین ہو گیا کہ اب شرائط بدل نہیں سکتے اِس لئے سب نے ہدی بھی ذبح کی اور حلق بھی کرالئے۔

جب حضورؐ نے اُن سے عقد کیا تو حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا اِنتقال ہو چکا تھا۔ وہی مکان اُن کو رہنے کو ملا۔ وہاں کچھ جَو اور چربی پہلے سے موجود تھی پہلے ہی روز حضرت ام سلمہؓ نے خود جَو پیس کر اُس میں چربی ملا کر کھانا پکایا۔ اور ایک پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ یہی ان کا

ل مولانا شاہ عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اُمہات المومنین کی دو[1] جماعتیں تھیں۔ ایک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت حفصہؓ۔ حضرت سودہؓ۔ اور حضرت صفیہؓ تھیں۔ دوسری جماعت میں حضرت ام سلمہؓ اور بقیہ ازواج مطہرات دوسری جماعت کی سردار حضرت اُم سلمہؓ تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

طعام ولیمہ تھا۔

حضرت ام سلمہؓ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا۔ لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن موہبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے گھر کے لوگوں نے ایک پیالہ میں پانی دے کر حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ ایک چاندی کے ظرف میں اُن کے پاس رسول اللہ کا موئے مبارک تھا۔ جب کسی کو نظر لگتی یا اور کوئی حرج ہوتا تو وہ اُن کے پاس ایک پیالہ میں پانی لے کر جاتا۔ آپ اُس میں وہ موئے مبارک دھو دیا کرتی تھیں۔ عثمانؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا وہ موئے مبارک سرخ رنگ کا تھا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ کی وفات میں اقوال بہت مختلف ہیں۔ واقدی ۵۹ھ کہتے ہیں۔ ابن حبان ۶۱ھ ابن حجرؒ نے ابو نعیمؒ سے ۶۲ھ لکھا ہے۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ ابو عمر بن عبدالبر اور ابو بکر ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ یزید کی بیعت کے بعد انتقال ہوا۔ اور یزید کی بیعت ۶۰ھ کے آخر میں ہوئی۔ ترمذی کے ابواب المناقب میں ایک روایت ہے کہ امام حسینؓ شہید ہوئے تو اُمّ سلمہؓ نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا۔ سر اور داڑھی مبارک خاک آلود تھی۔ وجہ پوچھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں ابھی حسینؓ کے مقتل میں تھا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶۱ھ میں ام سلمہؓ زندہ تھیں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایک جیش مقام بیداء میں خسف کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان نے ام سلمہؓ سے اس جیش کا حال دریافت کیا۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ سوال اس وقت کیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کے ماتحت مدینہ فوج بھیجی تھی۔ اور واقعہ حرہ واقع ہوا تھا۔ یہ فوج ۶۳ھ میں آئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک حضرت اُمّ سلمہؓ موجود تھیں۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اُمّ سلمہؓ کا انتقال ۸۴ برس کی عمر میں ہوا۔ واللہ اعلم۔ رسول اللہ کی ازواج میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (اصابہ) اُن کی وصیت تھی کہ میرے جنازہ کی نماز سعید بن زیدؓ پڑھائیں مگر ان کا پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا لہٰذا جنازہ کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔

اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ؁

حضرت ام سلمہؓ کی ابو سلمہؓ سے چھ اولادیں ہوئیں۔ ایک سلمہؓ جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور ہجرت کے وقت یہی ساتھ تھے۔ اُن کا عقد حضورؐ نے امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا تھا۔ دوئم زینبؓ اُنھوں نے اسماء بنت ابی بکرؓ کا دودھ پیا تھا۔ اس لئے حضرت زبیرؓ کی اولاد کی رضاعی بہن تھیں ان کا عقد عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدیؓ سے ہوا۔ سوئم عمر بن ابی سلمہؓ یہ رسول اللہؐ کے انتقال کے وقت نو برس کے تھے جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اور حضرت علیؓ نے اُن کو فارس اور بحرین کا عامل مقرر کیا تھا۔ چہارم درہ بنت ابی سلمہؓ بخاری میں انہی کا قصہ ہے کہ اُم حبیبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے سُنا ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہؓ سے عقد کرنا چاہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہو اُس کی ماں میرے عقد میں ہے۔ اور یہ نہ بھی ہوتا تاہم وہ میرے لئے جائز نہ تھی کیونکہ ابو سلمہؓ میرے رضاعی بھائی تھے۔ پنجم محمد ابن ابی سلمہؓ بعضوں نے ان کے صحابی ہونے میں شبہ کیا ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ نے انتقال کیا تو اُن کی اولاد رسول اللہؐ کی ربیب تھی۔ رسول اللہؐ کے عہد میں پیدا نہ ہونے کے کیا معنی۔ ششم اُم کلثوم بنت ابی سلمہؓ۔

زینب بنت ابی سلمہؓ کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد پیدا ہوئیں۔ اسی لئے ام سلمہؓ کی عدت میں بھی اختلاف ہے کہ عدت وفات چار مہینے دس روز انھوں نے پوری کی یا وضع حمل عدت تھی واللہ اعلم۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کے پاس ایک شیر خوار بچہ تھا۔

زینب بنتِ جحشؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین زینبؓ رسول اللہؐ کی پھوپھا جحشؓ بن رباب بن معمر الاسدی کی لڑکی تھیں جو بنی اسد ابن

؎ جحش اول جیم بعدہ حا مہملہ اُن کا نام پہلے بُرہ تھا بضم موحدہ حضورؐ نے جحش نام رکھا۔ اور زینب کا نام بَرہ بفتح موحدہ و را مشددہ تھا حضورؐ نے زینب نام رکھا کذا فی الزرقانی شرح المواہب ۱۲ منہ۔

خزیمہؓ سے تھے۔ اور زینبؓ کی ماں رسول اللہؐ کی پھوپھی اُمیمہ بالتصغیر بنت عبدالمطلب تھیں۔ اُن کے دو بھائی ابوسفیان کی لڑکی سے بیاہے ہوئے تھے یعنی حضرت معاویہؓ کی بہن سے عبیداللہ بن جحش اُم حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے۔ اور ابواحمد ابن جحش فارعہ بنت ابی سفیان سے اور اُن کے ایک بھائی عبداللہ بن جحشؓ تھے جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے اُن کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ اور مُثلہ کیا تھا۔ وہ اپنے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کئے گئے۔

حضرت زینبؓ کی دو بہنیں تھیں حمنہ بنت جحشؓ اور اُم حبیبہ بنت جحشؓ دونوں کو استحاضہ تھا۔ حدیثوں میں ان کا ذکر بہت آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے استحاضہ کے مسائل دریافت کرتی تھیں۔ حمنہ کا عقد پہلے مصعب بن عمیرؓ سے ہوا۔ جس سے زینب بنت مصعبؓ ہوئیں۔ پھر طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا جس سے محمد بن طلحہ اور عمران بن طلحہ ہوئے۔ پھر عبداللہ بن عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ سے ہوا۔ اُن سے دو لڑکے ہوئے محمد اور مصعب۔ دوسری بہن اُم حبیبہؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی زوجہ تھیں۔ مسلم کی روایت ہے کہ سات برس ان کو استحاضہ رہا۔

عبداللہ بن جحشؓ اور اُن کے بھائی بہن بہت قدیم الاسلام ہیں۔ حضورؐ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ وہاں اُن کے ایک بھائی عبیداللہ نصرانی ہو گئے اور اُن کی زوجہ اُم حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اس لئے اُم حبیبہؓ سے نجاشی کے ذریعہ حضورؐ نے عقد کر لیا۔ اور یہ لوگ لوٹ کر مکہ چلے آئے اور وہاں سے عبداللہ بن جحشؓ۔ اور ابواحمد بن جحشؓ اپنے اہل اور بہنوں کے ساتھ مدینہ آئے۔

قریش کو انساب پر بڑا فخر تھا۔ مگر حضورؐ نے حضرت زینب بنت جحشؓ کا عقد زید بن حارثہؓ سے کر دیا۔ زید بن حارثہؓ رسول اللہؐ کے خاص محبوب تھے۔ اُس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تھے اکثر سرایا میں معزز شرفاء قریش پر اُن کو حضورؐ سردار بناتے تھے اور زید ابن محمد مشہور ہو گئے تھے حضورؐ کی اُن پر خاص عنایت تھی۔ لیکن باوجود ان تمام ذاتی خوبیوں کے غلام تھے۔ اور حضرت زینبؓ ذی نسب شریف تھیں۔ عقد سے پہلے بھی اُن کو یہ عقد

پسندؓ نہ تھا حضورؐ کے فرمانے سے راضی ہوگئی تھیں۔ اور عقد کے بعد بھی حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں محبت نہ ہو سکی اور خلوص پیدا نہ ہوا۔ حضرت زیدؓ نے طلاق دینی چاہی تو حضورؐ نے پہلے اس طلاق کو روکا۔ مگر آخرالامر زیدؓ نے طلاق دیدی اس کے بعد اُن کا عقد حضورؐ سے ہوگیا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کی عدّت پُوری ہوگئی۔ تو حضورؐ نے زیدؓ ہی کو بھیجا کہ اُن کو میرے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام دو۔ زیدؓ گئے تو وہ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میری نظر اُن پر پڑی تو دل میں اُن کی بڑی عظمت پیدا ہوتی۔ اور اُن کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے اُن کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ میں پیچھے لوٹا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دروازہ کی طرف پُشت کر کے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے زینبؓ! تم کو رسول اللہؐ نے اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جب تک مَیں خُدا سے استخارہ نہ کرلوں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اور وہ مسجد جانے لگیں۔ کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور بلا اذن داخل ہوئے۔ کیونکہ قرآن پاک کی آیت نازل ہوگئی تھی (وہ آیت یہ ہے)۔

فلما قضٰی زید منہا وطراً زوجنا کہا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم۔	پھر جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا (یعنی طلاق دے چکا) تو ہم نے اس کو تیری نکاح میں دیدیا تاکہ مسلمانوں کو متبنّی کی زوجہ سے نکاح کرنے میں تنگی نہ ہو (جب طلاق دیدیں) — احزاب۔

اِس آیت میں خدا نے بتایا کہ تمھارا نکاح زینب سے مَیں نے کردیا۔ اس لئے وہ حضورؐ کی زوجہ ہوگئیں۔ اذن کی ضرورت نہ رہی۔ ابن اسحٰقؒ لکھتے ہیں کہ زینبؓ کا نکاح حضورؐ سے ابو احمد بن جحشؓ نے کیا تھا۔ ممکن ہے کہ پھر یہ بھی ہوا ہو۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہی ہیں کہ نزول آیت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا اذن زینبؓ کے پاس داخل ہوئے۔ اور صحیحین کی روایت ہے کہ حضرت زینبؓ تمام

لہ چنانچہ سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لہم الخیرۃ یعنی خدا اور رسول کے حکم کے بعد یہ اختیار نہیں رہتا۔ پھر جب زیدؓ نے طلاق دینی چاہی تو حضورؐ نے فرمایا امسک علیک زوجک واتق اللہ یعنی طلاق نہ دو خدا سے ڈرو۔ یہ بھی سورۂ احزاب میں اس کے بعد ہے ۱۲ منہ۔

ازواج کے مقابلہ میں فخر کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیاء نے کیا اور میرا نکاح خود خدا نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کیا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو روٹی اور گوشت کھلایا۔ لوگ کھا کھا کر نکل گئے۔ مگر کچھ آدمی۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ تین آدمی گھر ہی میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تو کچھ نہ کہا مگر خود نکلے اور ازواج مطہرات کے حجروں کا چکر لگایا۔ حجروں کے دروازوں پر گئے ان کو سلام کیا۔ اور کچھ باتیں کیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نہ معلوم میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ وہ لوگ چلے گئے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں گئے۔ اور میں بھی ساتھ جا رہا تھا۔ کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرا دیا۔ اور حجاب کا حکم نازل ہوا۔ ابن رافع کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ۔	نبی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر اس وقت جب تم کو اجازت دی جائے کھانے کے لئے۔ پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔
واللہ لا یستحی من الحق تک	واللہ لا یستحی من الحق تک

ابن کامل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اور کسی زوجہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا زینبؓ کا۔ اس میں آپ نے بکری ذبح کی۔ اور عبدالعزیز بن صہیب حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایسا اچھا اور اتنا زیادہ ولیمہ آپ نے کسی کا نہیں کیا۔ جیسا زینبؓ کا۔ ابو مجلز حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الآیہ۔ ان ذلکم کان عند اللہ عظیما تک۔	اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو الخ عظیما تک۔

شیخین نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم سب میں پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو سب سے دراز دست ہو گی۔ اس لئے حضورؐ کے بعد ازواج مطہرات جمع ہوتیں تو ہاتھ ملایا کرتی تھیں کہ ہم سب میں دراز دست کون ہے۔ اور حقیقت میں زینبؓ دراز دست تھیں کیونکہ وہ اپنے

ہاتھ سے کماکر مساکین کو صدقہ دیا کرتی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھا۔ وہ اگرچہ قد میں چھوٹی تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب صدقہ میں دراز دست ہونا تھا۔ حضرت زینبؓ دباغت کا کام جانتی تھیں اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ خدا کی راہ میں صدقہ کرتی تھیں۔

ابن سعدؒ حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کو زینب بنت جحشؓ سے بہت محبت تھی۔ وہ بڑی صالحہ تھیں بہت روزے رکھتی تھیں اور بہت نماز پڑھتی تھیں۔ وہ صنعت جانتی تھیں اور صنعت سے جو کچھ حاصل کرتی تھیں وہ سب مساکین پر صدقہ کردیتی تھیں۔

واقدیؒ اور ابن اسحٰقؒ جزماً بیان کرتے ہیں کہ ۲۰ھ میں حضرت زینبؓ کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور اس وقت اُن کی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ اور اصابہ میں ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ اور ۲۰ھ میں انتقال ہوا تو عمر پچاس سال کی تھی۔

بزارؒ نے عبدالرحمٰن ابزی سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینبؓ کے جنازہ کی نماز حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور اُس میں چار تکبیریں کہیں واللہ اعلم۔

ایک اعتراض کفار اور منافقین نے حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد یہ اعتراض کیا کہ محمدؐ منع کرتے ہیں کہ بیٹے کی زوجہ سے نکاح جائز نہیں لیکن خود اپنے لڑکے کی زوجہ سے اُنھوں نے نکاح کیا۔ یہ اِس لئے کہ زید بن حارثہؓ اُس وقت زید بن محمد مشہور تھے۔ اُن کی تردید میں آیت نازل ہوئی ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور منع کردیا گیا کہ زید بن محمد نہ کہو بلکہ ہر شخص کو اُس کے باپ کی جانب منسوب کرو۔ چنانچہ زید بن حارثہؓ کہے جانے لگے۔ سورۂ احزاب میں اِس کا ذکر ہے۔

وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ط ادعوھم	اور خدا نے تمھارے متبنّی کو تمھارا بیٹا نہیں بنایا یہ تمھاری اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ حق کہتا ہے اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔ متبنّی کو اُس کے باپ کی طرف

لِاٰبَائِہِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاءَھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ۔	منسوب کرکے پکارا کرو یہ خدا کے نزدیک انصاف ہی۔ اور اگر تم اُن کے باپ کو نہیں جانتے تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ اور تمھارے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حجاب یعنی پردۂ شرعی

حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ آیت لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الآیہ۔ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے روز نازل ہوئی۔ اور اُسی روز سے حجاب کا حکم ہوا۔ اِس آیت میں کئی احکام ہیں ۱؎ نبی کے بیوت میں بلا اذن داخل نہ ہو۔ ۲؎ کھانے کے لئے بلائے جاؤ تو کھانا پکنے کے پہلے ہی سے پکنے کے اِنتظار میں وہاں بیٹھے نہ رہو۔ ۳؎ جب بُلایا جائے تو جاؤ مگر کھاکر منتشر ہوجاؤ۔ وہاں باتیں نہ بنانے لگو ۴؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے (پردہ کے) باہر سے مانگو۔

امام بغویؒ لکھتے ہیں کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد ازواج النبیؐ کو نقاب کے ساتھ یا بلا نقاب کسی طرح دیکھنا جائز نہ تھا جب بلا حجاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے بات کرنا منع ہوگیا تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ یہ کیا ہے کہ ہم کو ہماری چچازاد بہنوں کے پاس جانے سے بھی منع کیا جاتا ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عائشہؓ سے عقد کریں گے۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن کی ازواج سے نکاح کرنا تمھارے لئے کبھی درست نہیں۔

آیت حجاب کے بعد۔ اُن کے آباء۔ اور اولاد۔ و اقرباء نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا ہم لوگ بھی اُن کے ساتھ حجاب کے باہر ہی سے گفتگو کرسکیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ کس کس سے حجاب نہیں ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَیْھِنَّ فِیْٓ اٰبَآئِھِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِھِنَّ وَلَآ اِخْوَانِھِنَّ الآیہ۔

الغرض حکم ہوا کہ مخصوص رشتہ داروں کے سوا کسی کے سامنے نہ ہوں۔ اور بلا حجاب کسی سے بات نہ کریں۔ پھر حکم ہوا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی۔ یعنی اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔ زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔

اِس حکم کے بعد رسول اللہؐ کی عورتیں گھروں سے نہیں نکلتی تھیں۔ لیکن جہاں تک احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے وہ دو وقت نکلا کرتی تھیں (۱) ایک رات کے وقت حوائج بشری کے لئے مناصع جایا کرتی تھیں۔ جو ایک میدان تھا۔ کیونکہ اُس وقت گھروں کے اندر بیت الخلاء کا دستور نہ تھا۔ (۲) دوئم نماز کے لئے مسجد جانے کی اجازت تھی۔

حضرت عائشہ رضؓ کی مفصل روایت صحاح وسنن کی تمام کتابوں میں مشہور ہے۔ جس میں اُنھوں نے اِفک کے قصہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ صفوان بن معطل رضؓ نے ہمیں پہچان لیا۔ اِس لئے کہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے اُنھوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پہچاننے کا سبب اِسی لئے بیان کیا کہ حجاب کے بعد تو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا تو شبہ ہوتا تھا کہ صفوان رضؓ نے پہچانا کیسے۔ اس روایت سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ حجاب کا حکم افک کے قصہ سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ پھر اِسی روایت میں حضرت عائشہ رضؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مُنافقین نے جو ہم پر اتنا بڑا افک باندھا تھا اُس کی ہمیں مُطلق خبر نہ تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد شب کے وقت ہم اُمّ مسطح رضؓ کے ساتھ حوائج بشری کے لئے مناصع گئے تو وہاں اُمّ مسطح رضؓ نے ہم سے سب حال بیان کیا۔ اور اسی روایت میں حضرت عائشہ رضؓ نے کہا ہے کہ اس وقت ہمارے گھروں میں بیت الخلاء نہ تھا بلکہ بیت الخلاء بنانا معیوب سمجھتے تھے۔

آیتِ حجاب کی شان نزول میں صحیحین کی روایتوں میں بظاہر اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت زینب رضؓ کے ولیمہ میں بعض اشخاص دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بیٹھے رہ گئے تھے اس وجہ سے حجاب کا حکم نازل ہوا۔ اور دوسری روایت ہے کہ حضرت سودہ رضؓ مناصع جارہی تھیں حضرت عمر رضؓ نے آواز دی کہ اے سودہ رضؓ میں نے تم کو پہچان لیا اس پر حجاب کا حکم نازل ہوا۔ مگر اصل یہ ہے کہ حجاب کا حکم بھی دوسرے احکام کی طرح رفتہ رفتہ نازل ہوا ہے۔ سارا حکم ایک دفعہ نازل نہیں ہوا۔ حضرت زینب رضؓ کے ولیمہ کے وقت یہ حکم تو ہوگیا تھا کہ اُمّہات المومنین رضؓ سے کوئی شخص بلاحجاب بات نہ کرے۔ مگر رات کے وقت وہ مناصع جایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمر رضؓ کو یہ پسند نہ تھا۔ اس کے

علاوہ ایک دوسری خرابی اور بھی تھی کہ منافقین وکفار عورتوں کو بعض وقت راستہ میں چھیڑا کرتے تھے۔ اور جب بازپرس ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم نے پہچانا نہیں۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن الآیہ۔ یعنی اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی ازواج کو۔ لڑکیوں کو۔ اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہیئے کہ وہ چادروں کا نقاب لٹکالیں۔ تاکہ پہچانی جائیں۔ اور منافقین و بدمعاش اس پر بھی باز نہ آئیں تو عنقریب جلاوطن کر دیئے جائیں گے۔

اس آیت سے کفار اور منافقین کو تنبیہ تو کی گئی۔ مگر عورتوں کو مناصع جانے سے روکا نہ گیا۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا مناصع جانا ہی ناپسند تھا ایک روز حضرت سودہؓ جا رہی تھیں حضرت عمرؓ نے اُن کو پہچانا کیونکہ یہ طویل القامت اور عظیم الجثہ تھیں۔ اُنھوں نے آواز دی کہ اے سودہؓ! میں نے تم کو پہچانا۔ وہ بہت ناراض ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس کی شکایت کی۔ اِس کے بعد مناصع کا جانا بند ہو گیا۔ اور گھروں میں بیت الخلاء بن گئے۔ روایتوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کے بعد حجاب کا حکم ہوا۔ مگر خود اسی روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاب کا حکم اِس سے پہلے ہو چکا تھا ورنہ قد و قامت کے قیاس پر حضرت عمرؓ نہ پہچانتے بلکہ چہرہ دیکھ کر پہچانتے[1]۔

البتہ نمازوں کے لئے مسجد جانے سے حضورؐ کا منع کرنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر عورتیں مسجد جانے کی اجازت چاہیں تو اُن کو مت روکو۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضورؐ فساد زمانہ کی حالت دیکھتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے ضرور روکتے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منع کیا نہیں۔ باوجود اِس کے جلیل القدر اصحاب رسول اللہؐ نے اپنی ازواج کو مسجد جانے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ عاتکہ بنتِ زیدؓ سے حضرت عمرؓ نے عقد کرنا چاہا تو

[1] جلال الدین سیوطی اتقان کے نوع ثالث میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت سودہؓ کا قصہ حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

عاتکہ رضؓ مذکو رنے یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مسجد جانے سے روکا نہ جائے۔ روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ اس شرط پر بکراہت راضی ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے بعد عاتکہ بنت زیدؓ نے حضرت زبیرؓ سے عقد کیا۔ اور اُن کے ساتھ بھی یہی شرط کی۔ وہ راضی تو ہو گئے مگر ایک دوسری ترکیب سے اُنھوں نے عاتکہ رضؓ کا مسجد جانا بند کر دیا۔ حضرت زبیرؓ راستہ میں چھپ گئے۔ حضرت عاتکہ رضؓ عشاء کی نماز کے لئے مسجد جا رہی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے تاریکی میں اُن کی سرین پر ہاتھ مارا۔ اس روز سے اُنھوں نے مسجد جانا بند کر دیا۔

حضرت عاتکہ رضؓ کا نکاح کے ساتھ ایسی شرط کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اصحاب رسول اللہؐ عموماً اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے روکتے تھے ورنہ شرط کی کیا ضرورت تھی۔

حضورؐ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روکا نہیں لیکن یہ فرمایا کہ عورتوں کی نماز گھروں میں بہتر ہے۔ ابوداؤد میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو مسجد جانے سے منع نہ کرو۔ لیکن اُن کا گھر اُن کے لئے بہتر ہے۔ جو عورتیں مسجد جائیں اُن کے لئے کئی شرائط ہیں صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ زینبؓ کی ایک روایت ہے مرفوعاً کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ مسجد میں نہ آئے۔ مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ جو عورت بخور کرے وہ مسجد میں نہ آئے۔ اور مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد آئے اُس کی نماز مقبول نہیں ہوتی جب تک غسل جنابت کی طرح پورا غسل نہ کر لے۔ ابن اثیرؒ اسد الغابہ میں۔ اور ابن حجرؒ اصابہ میں ایک روایت لکھتے ہیں کہ اُم حمیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپ کے پیچھے مسجد میں آکر نماز پڑھنا چاہتی ہوں مگر ہمارے ازواج روکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمھاری نمازیں کوٹھریوں میں صحن سے بہتر ہیں۔ اور صحن میں احاطہ سے بہتر ہیں۔ اور احاطہ میں محلہ کی مسجد سے بہتر ہیں۔ اور محلہ کی مسجد میں ہماری مسجد میں آکر پڑھنے سے بہتر ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ اسی لئے اُم حمیدؓ نے نماز کی جگہ کوٹھری میں بنائی۔ اور اُسی میں تمام عمر نماز پڑھتی رہیں۔

حجاب کے بعد بھی اُمہات المومنینؓ غزوات میں رسول اللہؐ کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔ مگر ہودج

میں ہوا کرتی تھیں۔ اور صرف چہرہ اور بدن ہی نہیں بلکہ اُن کی شخصیت بھی پوشیدہ رہا کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت عائشہ رض میدانِ جنگ میں حضرت علی رض کے خلاف صف آرا ہوئیں۔ یعنی جنگ جمل میں۔ مگر تمام روایات میں یہ تصریح ہے کہ ہودج میں ہوتی تھیں۔ اُن کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔

حجاب کا حکم امِّ ولد اور لونڈیوں کے لئے نہ تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ رض کو حجاب کے اندر رکھا۔ حضرت ریحانہ رض کے بارے میں اختلاف ہی خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رض سے عقد کیا۔ صحابہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ اس لئے صحابہ رض کو شک ہوا کہ صفیہ رض امِّ ولد ہیں۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے عقد کیا ہے۔ صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں۔

قال الناس لا ندری أتزوجها ام اتخذها ام ولد قالوا ان حجبها فهی امرأته وان لم یحجبها فهی ام ولد فلما اراد ان یرکب حجبها فقعدت علی عجز البعیر فعرفوا انه قد تزوجها۔

لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں حضور نے صفیہ رض سے نکاح کیا ہے یا امِّ ولد بنایا ہے۔ سب نے کہا کہ اگر پردہ میں رکھیں تو وہ زوجہ ہیں۔ ورنہ امِّ ولد ہیں۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونیکا ارادہ کیا تو حضرت صفیہ رض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاب میں رکھا۔ اور وہ اونٹ کے سرین پر بیٹھیں۔ تب لوگوں نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے عقد کیا ہے۔

حجاب اور پردہ شرعی یہی ہے کہ شخصیت پوشیدہ کی جائے۔ اس کا ضد بے حجابی ہے یعنی چہرہ کھول کر کسی کے سامنے آنا۔ حجاب صرف حُرّہ۔ بالغہ عورتوں پر فرض ہے۔ مرد کو حجاب کا حکم نہیں ہے۔ اور لونڈیوں پر بھی حجاب فرض نہیں ہے۔

ستر عورت کا حکم علیحدہ ہے۔ اس کا ضد بے ستری اور ننگا ہونا ہی۔ ستر عورت یہ ہے کہ اعضاء مخصوصہ کو پوشیدہ رکھا جائے۔ ستر عورت۔ عورت حرہ۔ لونڈی۔ غلام سب پر فرض ہے اگرچہ حدود مختلف ہیں۔ نماز کے لئے ستر عورت شرط ہی حجاب شرط نہیں ہے۔

حجاب اور ستر عورت

اللہ پاک سورۂ نور میں فرماتا ہے۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم۔ ذالک ازکیٰ لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون۔

کہدیجئے مسلمانوں سے کہ اپنی نظریں نیچی کریں۔ اور اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ بلاشبہ اللہ پاک اس سے واقف ہی جو وہ کرتے ہیں۔

وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن۔

اور مسلمان عورتوں سے کہدیجئے کہ اپنی نظریں نیچی کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

یہ دونوں احکام عورت و مرد دونوں کے لئے یکساں تھے۔ یعنی غض بصر۔ اور فروج کی حفاظت۔ اس کے بعد خاص عورتوں کو حکم ہوا۔

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن۔

اور نہ کھولیں اپنی زینت سوائے اس کے جو زینت ظاہر ہے۔ اور اُن کو چاہئیے کہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔

یعنی حکم ہوا کہ عورتیں اپنی زینت کو پوشیدہ رکھیں۔ قابل غور ہے کہ اس زینت سے کیا مُراد ہے۔ زینت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک محاسن خلقت جو اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے اندر پیدا کیا ہے۔ امام رازیؒ کہتے ہیں کہ اقرب یہ ہے کہ یہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ دوسری غیر خلقی زینت جس سے عورتیں سنگار کرتی ہیں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ وہ تین قسم کی چیزیں ہیں (۱) ایک رنگ جیسے آنکھوں میں سُرمہ۔ بالوں میں وسمہ۔ خدین پر گودنا۔ ہاتھ پیر میں مہندی وغیرہ۔ (۲) دوسرے زیور جیسے انگوٹھی۔ کڑے۔ جھانجھ۔ طوق۔ بالی وغیرہ (۳) تیسری قسم کپڑے ہیں۔ خُدا نے کپڑوں کو خود زینت فرمایا ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ اِس آیت میں زینت سے بالاتفاق کپڑے مُراد ہیں۔

امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نفس زینت کے چُھپانے کا حکم ہوا ہی جیسا کہ ملاجیونؒ نے تفسیرات احمدیہ میں ذکر کیا ہے لیکن اور لوگ کہتے ہیں کہ زینت سے مُراد مواضع زینت ہیں یعنی سر۔ کان۔ آنکھ۔ گردن۔ بازو۔ پہنچا۔ ساق۔ وغیرہ۔ جہاں زینت کے لئے زیورات یا رنگ استعمال کئے

جاتے ہیں۔

اِس حکم سے خدا نے مستثنیٰ کیا اور فرمایا اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا یعنی جو زینت ظاہر ہو اُس کا پوشیدہ کرنا فرض نہیں ہے۔ امام بغویؒ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اِس میں اختلاف ہے کہ زینتِ ظاہرہ جس کا اس آیت میں استثنیٰ ہوا۔ اِس سے کیا مُراد ہے۔ سعید بن جبیر۔ ضحاک۔ اور امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ اِس سے مُراد چہرہ اور کفین ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مُراد کپڑے ہیں۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ چہرہ اور کپڑے مُراد ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد سُرمہ۔ انگوٹھی۔ اور خضاب ہے۔ قاضی بیضاویؒ کہتے ہیں کہ اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا سے مُراد یہ ہے کہ مزاولت کے وقت جو ظاہر ہو۔ جیسے کپڑے یا انگوٹھی چونکہ اُن کو چھپانے میں حرج تھا اِس لئے مستثنیٰ ہوا۔ قاضی بیضاویؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اِس آیت میں زینت سے مُراد مواضع زینت ہیں۔ اور مستثنیٰ وجہ و کفین ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں عورت نہیں ہیں۔ جن کا چھپانا فرض ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں تو صحیح ہے۔ لیکن نظر کے بارے میں صحیح نہیں ہے۔ اِس لئے کہ حرّہ کا بدن کُل عورت ہے اور شوہر یا محرم کے سوا کسی کو اس کا بلا ضرورت دیکھنا حلال نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت اجازت ہے مثلاً معالجہ کے لئے یا شہادت کے لئے۔

کوئی روایت مرفوع ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ اِلَّا مَاظَھَرَ سے مُراد وجہ اور کفین ہیں باوجود اِس کے ہمارے فقہاء بھی اِس سے یہی مُراد لیتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اِس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت علیؓ۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اِس سے کحل اور خاتم مُراد لیا ہے اور اِن دونوں چیزوں سے مُراد ان دونوں کے مواضع ہیں۔ اِس لئے وجہ اور کفین مستثنیٰ ہوں گے۔ مگر یہ محل نظر ہے اِس لئے کہ کحل کا محل آنکھ ہے نہ کہ چہرہ۔ اِس لئے اگر مواضع کحل بھی مُراد ہیں تو آنکھیں مستثنیٰ ہوں گی نہ کہ سارا چہرہ۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اِس پر اتفاق ہی کہ چہرہ عورت نہیں ہی۔ یہ نماز کے لئے تو صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ قاضی بیضاویؒ نے کہا ہی مگر نظر کے بارے میں۔ صحیح نہیں ہے۔

یہ تو مفسرین اور فقہاء کے اختلافات ہیں۔ مگر قرآن پاک کے الفاظ کا صاف اور واضح مطلب میں آیت کے آخر حصہ میں بیان کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ پاک نے سترِ عورت کے بارے میں مزید احتیاط کے لئے چادر اوڑھنے کی ترکیب بھی بتا دی۔ فرمایا کہ چادر کا کنارہ گریبانوں پر ڈالنا چاہیئے تاکہ گردن اور صدر اچھی طرح چھپ جائے۔ پھر فرمایا:-

ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علیٰ عورات النساء۔

اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر (۱) شوہروں پر (۲) یا اپنے آبا پر (۳) یا شوہروں کے آبا پر (۴) یا اپنے لڑکوں پر (۵) یا شوہروں کے لڑکوں پر۔ (۶) یا اپنے بھائیوں پر (۷) یا بھائیوں کے لڑکوں پر (۸) یا بہنوں کے لڑکوں پر (۹) یا مسلمان عورتوں پر (۱۰) یا مملوک پر (۱۱) یا ایسے مردوں پر جو طفیلی ہوں اور صاحبِ شہوت نہ ہوں (۱۲) یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے شرمگاہوں پر واقف نہ ہوں۔

پوری آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے سوا تمام بدن چھپانے کا خدا نے عورتوں کو حکم دیا۔ اور اکثروں کے قول کے مطابق چہرہ اور کفین کو خدا نے اس حکم سے مستثنیٰ کیا۔ جن اعضاء کے چھپانے کا حکم دیا اس کے متعلق فرمایا کہ شوہر اور باپ بھائی سے ان سب کا چھپانا ضروری نہیں ہے۔

اصح ترین روایتوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حجاب کا حکم سورۂ احزاب کی آیت کے نزول کے بعد ہوا۔ اور آیت حجاب سورۂ احزاب ہی کی آیت ہے۔ اس میں مردوں کو حکم دیا گیا کہ اُمہات المومنینؓ سے بلا حجاب بات نہ کرو۔ اگر وہ حکم اُمہات المومنینؓ کے ساتھ خاص ہو تو پھر کہنا چاہیئے کہ حجاب کا

حکم مسلمان عورتوں کے لئے نازل ہی نہیں ہوا۔ حجاب کا حکم اُمّہات المومنین رض کے ساتھ ختم ہو گیا۔ حالانکہ تمام سلف وخلف متفق ہیں کہ حجاب کا حکم سب مسلمان عورتوں کے لئے ہے اور احادیثِ صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ صحابیہ عورتیں حجاب کے حکم کی مامور تھیں۔ اور جب اُمّہات المومنین رض کو حجاب کا حکم تھا جو بنصِّ قرآن سب مسلمانوں کی مائیں تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دوسری مُسلمان عورتوں کو یہ حکم نہ ہو۔ شانِ نزُول کی تخصیص۔ یا اُمّ المومنین رض کے تخاطب کی وجہ سے اگر اس حکم کو اُمّہات المومنین رض ہی کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو اس قاعدہ کی وجہ سے قرآن پاک کا بڑا حصّہ مسلمانوں کے لئے مامور بہ نہ رہے گا۔ شانِ نزول یا تخاطب کی خصُوصیت ہر جگہ حکم کو خاص نہیں کرتی۔

سورۂ نور کی آیت میں مَردوں سے حجاب کرنے یا نہ کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اگر زینت سے مُراد محل زینت ہی ہو۔ اور الا ما ظھر منھا سے مُراد وجہ اور کفین ہی ہوں۔ تاہم آیت کا مطلب صِرف اتنا ہوگا کہ چہرہ اور کفین کے سوا سب بدن کو چھپاؤ۔ لیکن شوہر یا باپ بھائی سے چھپانا ضرُوری نہیں ہے۔ شوہر اور باپ بھائی کا حکم ایک نہیں ہے۔ لیکن اِس فرق کو اِس آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔

سورۂ احزاب کی آیت میں یہ حکم ہے کہ عورت حجاب کے اندر رہے۔ اور سورۂ نور کی آیت میں یہ بتایا گیا کہ گھر کے اندر اپنے لوگوں میں کیسے رہے۔ کس عضو کو کپڑے سے چھپائے کس کو کھولے۔ حتیٰ کہ چادر اوڑھنے کی ترکیب تک اس آیت میں بیان کی گئی۔ یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ چونکہ چہرہ اور کفین کو دوسرے اعضاء کی طرح چھپانا ضروری نہ رہا اس لئے اجنبی کو مُنہ دکھانا بھی جائز ہو گیا جس کا امتناع دوسری آیت سے پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

ہمارے فقہاء بھی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولنے کو جائز نہیں کہتے اِلّا بضرورت معالجہ وشہادت وغیرہ۔ لیکن فرماتے ہیں کہ یہ حکم نص کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شر سے بچنے کے لئے ہے۔

حجاب کی بحث میں ایک بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ حجاب کے حکم سے پہلے جو عورتیں باہر نکلا کرتی تھیں اُس کو حجاب کے خلاف استدلال میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ یا لونڈیاں نکلا کرتی تھیں کبھی اس کو پیش

کردیا جاتا ہے۔ بدوی قبائل کی محترمہ عورتیں نکلا کرتی تھیں اور اپنا معاش خود حاصل کرتی تھیں اُن کے معاش کا ذریعہ اُن کا پیشہ تھا اس لئے وہ معذور تھیں۔ مگر اس کو استدلال میں پیش کردیا جاتا ہے۔ بنی غفار کی کچھ عورتیں مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں اس لئے فوج کے ساتھ ہو جایا کرتی تھیں۔ یہ عورتیں خیبر بھی گئی تھیں۔ روانگی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ ہوا۔ بعد میں جب معلوم ہوا تو آپ اُن کے آنے پر ناخوش ہوئے مگر چونکہ آچکی تھیں اس لئے فوج کے ساتھ رہیں۔ اور زخمیوں کی خدمت بھی کی۔ اور غنیمت میں سے اُن کو اس خدمت کا معاوضہ بھی ملا تھا۔ مگر کیا اس کی وجہ سے حجاب کا حکم باطل ہو جائے گا؟ اور جو شریف اور شوہر والی عورتیں ہیں معاش اور نفقہ حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہیں کیا اُن کو بھی اجنبی کے سامنے مُنہ دکھانا جائز ہو جائے گا۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

جُویریّہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین جویریہ بضم جیم مصغراً بنت الحارث ابن ابی ضرار بکسر ضاد معجمہ و تخفیف را المصطلقی بنی المصطلق کے سردار کی لڑکی تھیں۔ اور مُسافع بضم میم و سین مہملہ و کسر فا ابن صفوان المصطلقی کی زوجہ تھیں۔ مُسافع غزوہ مریسیع میں مارا گیا۔ یہ گرفتار ہوئیں۔ اور ثابت ابن قیس ابن شماس رضؓ کے حصہ میں آئیں یا ان کے بھائی کے۔ ثابت مذکور انصار کے خطیب تھے۔ اُن کا اور اُن کے خطبہ کا ذکر وفود میں ہو چکا ہے۔

واقدی کی روایت ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے ثابت ابن قیس رضؓ سے نوؔ اوقیہ سونے پر مکاتبت کر لی تھی۔ اور حضورؐ کی خدمت میں آکر آپ سے امداد چاہی۔ حضورؐ نے وہ ادا کردیا۔ اور اُن کی مرضی معلوم کرنے کے بعد اُن سے نکاح بھی کرلیا۔ نکاح کی خبر جب صحابہ کو معلوم ہوئی تو بنی المصطلق کے جتنے قیدی اُن کے پاس تھے۔ اُنھوں نے سب کو آزاد کردیا۔ اور کہنے لگے کہ اللہ اکبر یہ سب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت مند ہو گئے۔ ابو داؤد اور امام احمدؒ نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ

میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے عظیم البرکت ثابت ہوئی ہو۔ بنی المصطلق کے ایک سو اہلِ بیت قید تھے۔ سب چھوڑ دیئے گئے۔

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ ایک سو اہل بیت سے ایک سو آدمی مراد نہیں ہیں کیونکہ ان کی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔ بلکہ ایک سو گھر کے باشندے مراد ہیں۔

ام المومنین جویریہؓ کا تذکرہ غزوہ بنی المصطلق میں ہو چکا ہے۔ اور اُس غزوہ کی تاریخ پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ اُس سے اُن کے عقد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

۵ھ میں اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کیا۔ اس وقت اُن کی عمر بیس سال کی تھی۔ اور علی الصحیح ربیع الاول ۵۰ھ میں اُن کا انتقال ہوا جیسا کہ تقریب میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عمر پینسٹھ سال کی ہوئی۔ مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور بقیع میں اُن کی قبر مشہور ہے۔

اُمِّ حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین ام حبیبہؓ ابوسفیان کی لڑکی تھیں۔ ابوسفیان کا حال کتاب المغازی میں کئی جگہ ذکر ہو چکا ہے۔
اسلام سے قبل قریش کے تین اشخاص بہت ذی اثر اور صاحب الرائے تھے۔ عتبہ۔ ابوجہل اور ابوسفیان۔ قریش کا فوجی علم عقاب ابوسفیان ہی کے پاس رہتا تھا۔ ابوسفیان بڑے تاجر تھے۔ شام۔ روم۔ اور عجم میں تجارتی قافلے بھیجتے تھے۔ اور کبھی خود بھی قافلہ کے ساتھ جاتے تھے اُن کی ایک لڑکی زینب۔ عروہ بن مسعود ثقفی سے طائف بیاہی ہوئی تھیں۔ اور دو لڑکیاں اُم المومنین زینب بنت جحشؓ کے دو بھائیوں سے بیاہی ہوئی تھیں۔ فارعہ ابواحمد ابن جحش سے اور ام حبیبہ عبید اللہ ابن جحش سے۔ اُن کے ایک لڑکے حضرت معاویہؓ ہیں جن کی جنگ حضرت علیؓ سے ہوئی اور معاویہؓ کا لڑکا یزید تھا جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا۔ بنی امیہ کی حکومت کے بانی اوّل یہی تھے۔ ہند بنت عتبہ جس نے حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا وہ ابوسفیان کی زوجہ۔ اور حضرت معاویہؓ کی ماں تھیں۔

حضرت معاویہؓ کے سوتیلے بھائی یزید ابن ابی سفیانؓ بڑے مخیر تھے، اور یزید الخیر کے نام سے مشہور تھے۔
اُن کی ماں بنی کنانہ کی ایک عورت ام الحکم زینب بنت نوفل ابن خلف تھی۔

ام المومنین ام حبیبہؓ حضرت معاویہؓ اور یزید الخیر کی سوتیلی بہن تھیں۔ اُن کی ماں صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان بن عفان ابن ابی العاصؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اور خالد ابن سعیدؓ ابن ابی العاص کی بھی پھوپھی تھیں۔ ابن سعدؓ سے اصابہ میں منقول ہے کہ امیہ بنت ابی سفیان کی ماں بھی صفیہ تھیں تو وہ ام حبیبہؓ کی حقیقی بہن ہوئیں۔

ابوسفیان کی ایک اور لڑکی کا نام بالفاظ مختلفہ احادیث میں آتا ہے۔ ام حبیبہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یا رسول اللہؐ آپ کو حمنہ بنت ابی سفیان کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں ضرورت کیسی کہا کہ اس سے عقد کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے لئے کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ کسی روایت میں حمنہ نام آتا ہے بجائے مہملہ و میم و نون۔ اور کسی روایت میں عزہ بعین مہملہ و زائے معجمہ بعض روایتوں میں درہ۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہا کہ تم سب اپنی بہنوں اور بیٹیوں کا نام پیش نہ کیا کرو۔

ابوسفیان مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعد میں صادق مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت معاویہؓ بڑے رتبہ کے صحابی ہیں مگر سیاسی اور دنیاوی کاموں میں اُن کی چالاکی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یزید الخیرؓ بہت مخیر۔ بڑے پارسا۔ اور بڑے دلیر تھے۔ شام کی لڑائیوں میں یہ سپہ سالار بھی رہے ہیں۔

ابوسفیان اور اُن کی بیوی ہندہ اور اُن کے خاندان کے اکثر آدمی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور اس وقت بھی یہ صادق مسلمان نہ تھے بلکہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ لیکن اُن کی دو لڑکیاں ام حبیبہؓ اور فارعہؓ اپنے شوہروں کے ساتھ بہت پہلے مسلمان ہو چکی تھیں اور ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں۔

عبید اللہ بضم عین مصغر ام حبیبہؓ کے شوہر۔ وہیں حبشہ میں نصرانی ہو گئے۔ اور شراب پیتے پیتے نصرانیت

ہی پر اُن کا انتقال ہو گیا۔ اُم حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اور اُن کے ساتھ اُن کی لڑکی حبیبہ بنت جحش تھی جو وہیں پیدا ہوئی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی حالت معلوم ہوئی تو آپؐ نے عمرو ابن امیۃ الضمریؓ کو نجاشی کے پاس حبشہ بھیجا۔ اور لکھا کہ اُم حبیبہؓ کا عقد میرے ساتھ کردو۔ نجاشی کو جب یہ پیغام پہنچا تو اُس نے اپنی خاص لونڈی ابرہہ کو جو اُس کی لڑکی کی کھلائی تھی اُم حبیبہؓ کے پاس بھیجا۔ اور رسول اللہؐ کے پیغام کی خبر دی۔ اُم حبیبہؓ یہ سُنکر بہت خوش ہوئیں۔ اور اپنے زیورات اِس خوشخبری کے انعام میں ابرہہ کو دیئے اور خالد بن سعید بن ابی العاص کو جو اُن کے ماموں کے لڑکے تھے .... وکیل بناکر نجاشی کے پاس بھیجا۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور دوسرے صحابہ کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے بُلایا۔ اور سب کے سامنے نکاح کیا۔ خود خطبہ پڑھا۔ اور چار سو دینار اپنے پاس سے مَہر ادا کیا۔ جو اسی وقت خالد بن سعیدؓ کے سپرد کیا گیا[1]۔ جیساکہ مستدرک وغیرہ میں ہے۔ اصابہ میں ابن سعدؒ سے منقول ہو کہ یہ عقد ۶ھ میں ہوا۔ یہی روایت اشہر ہے۔ مَہر کے بارے میں اور روایتیں بھی ہیں۔ مثلاً مستدرک کی ایک روایت ہے کہ چار ہزار دینار۔ اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ چار ہزار درہم۔ ابن ابی خلیثمہؒ نے زہری سے روایت کیا ہے چالیس اوقیہ۔ مگر علامہ زرقانیؒ نے عیون سے نقل کیا ہے کہ اثبت چار سو دینار کی روایت ہے۔ عقد کے بعد نجاشی نے اُم حبیبہؓ کو شرجبیل ابن حسنہ کے ساتھ مدینہ بھیجدیا۔

ابن حزمؒ نے دعوٰی کیا ہی کہ اس پر اجماع ہے کہ اُم حبیبہؓ کا عقد حبشہ میں ہوا۔ اور اصحاب سیر اس پر متفق ہیں لیکن قتادہؒ۔ اور زہری سے ایک روایت ہے کہ اُن کا عقد مدینہ میں حضرت عثمان ابن عفانؓ

---

[1] یہ مَہر جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو اُنھوں نے اُس میں سے پچاس دینار ابرہہ کو دینے چاہے لیکن ابرہہ نے نہیں لئے اور کہا کہ ہمیں نجاشی نے منع کیا ہے۔ بلکہ زیور جو پہلے اس نے لیا تھا وہ بھی واپس کردیا اور نجاشی نے بہت سا عود۔ عنبر۔ مشک۔ اور چیزیں حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھیجیں یہ تمام باتیں خود حضرت ام حبیبہؓ نے بیان کی ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

نے کیا۔ اور اُس میں اُنھوں نے ولیمہ بھی کیا جس میں گوشت کھلایا تھا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ مدینہ میں تجدید نکاح ہوا ہو۔

البتہ مشکل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے عکرمہ بن عمار ابی زمیل سے۔ وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تین باتیں چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی وہ تینوں باتیں قبول کرلیں۔ ایک بات ان میں سے یہ تھی کہ ابوسفیان نے کہا کہ میرے پاس عرب کی حسین ترین عورت اُمِّ حبیبہؓ ہیں ان کا آپ سے نکاح کر دوں۔

اہلِ سیر متفق ہیں کہ اُمِّ حبیبہؓ کا نکاح حبشہ میں ہوا۔ اور فتح مکہ سے قبل قریش نے بنو خزاعہ پر زیادتی کر کے عہد شکنی کی تھی تو اس عہد کی تجدید کے لئے خود ابوسفیان مدینہ آئے تھے۔ اس وقت اُمِّ حبیبہؓ رسول اللہؐ کے پاس موجود تھیں۔ اور اُنھوں نے رسول اللہؐ کے فرش پر ابوسفیان کو مشرک ہونے کی وجہ سے بیٹھنے نہیں دیا تھا جیسا کہ فتح مکہ میں لکھ چکا ہوں۔ اور ابن سعدؒ کی روایت ہے کہ اُمِّ حبیبہؓ کے نکاح کی خبر ابوسفیان کو مکہ میں ملی اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محارب اور دشمن تھے مگر اس نکاح کو ناپسند نہیں کیا۔

اِن واقعات سے جو نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ صحیح مسلم والی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ ابن حزمؒ تو کہتے ہیں کہ بلاشک وہ روایت موضوع ہے۔ اور یہ عکرمہ ابنِ عمار کا کذب ہی۔ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک و تردّد نہیں ہے کہ اس میں بعض راویوں کو وہم ہو گیا ہے۔ اور لوگ عکرمہ ابن عمار کو متہم کرتے ہیں۔

ابن صلاح اس کے خلاف ہیں۔ اُنھوں نے ابن حزمؒ کا سختی سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی پوری جماعت میں سے کسی نے عکرمہ کی طرف وضع کی نسبت نہیں کی اور وکیعؒ و ابن معینؒ نے اُن کو ثقہ کہا ہے۔

علماء نے عکرمہ کی روایت کی کتنی تاویلیں کی ہیں۔ مگر حق یہ ہی کہ اُن میں سے کوئی تاویل تشفی بخش

نہیں ہے واللہ اعلم۔

ابن سعدؒ نے جزماً بیان کیا ہے کہ اُم حبیبہؓ کا انتقال مدینہ میں ۴۴ھ ہجری میں ہوا۔ بلاذری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ زرقانیؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ مدینہ ہی میں دفن ہوئیں واللہ اعلم۔

صفیہؓ بنتِ حُیَیّ بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین صفیہ بنتِ حُیَیّؓ بضم حار مہملہ وفتح تحتانیہ اوّل ابن اَخْطَب بفتح ہمزہ و سکون معجمہ۔ حضرت ہارون ابن عمران علیہ السّلام کی اولاد تھیں لاوی ابن یعقوب کی نسل سے۔ اور ماں کا نام ضَرّہ بفتح ضاد معجمہ وتشدید رار مہملہ بنتِ سَمَوْاَلْ بفتح سین ومیم وسکون واو وفتح ہمزہ وآخر لام کذا فی زرقانی۔

پہلے سلام بن مِشکم قرظی کی زوجہ تھیں۔ اس نے جُدا کر دیا تب کنانہ ابن ابی الحُقیق سے اُن کا عقد ہوا حُقیق بضم حار مہملہ وفتح قاف اوّل۔

کنانہ سے عقد کو تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ محرم ۷ھ میں غزوۂ خیبر ہوا۔ اور اُس میں کنانہ مارا گیا اور یہ قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئیں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو دِحیہ بن خلیفہ کلبی نے حضورؐ سے ایک لونڈی مانگی حضورؐ نے فرمایا کہ لے لو۔ اُنھوں نے حضرت صفیہؓ کو لیا۔ مگر ایک شخص نے رسول اللہؐ سے آ کر کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے دِحیہ کلبی کو صفیہ بنت حُیَیّ حوالہ کر دی جو بنی قُریظہ اور بنی نضیر کے سردار کی لڑکی ہے۔ اور ایسے گھر کی لڑکی ہے جس میں ریاست اور نبوّت دونوں رہی ہیں۔ اور حُسن وجمال میں بھی وہ بے مثل ہے۔

گو روایتوں میں یہی ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضورؐ سے یہ کہا۔ اور حافظ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس اعتراض کرنے والے کا نام ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا خیال جیش کے اور لوگوں میں بھی پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں تمام جیش پر دِحیہ کلبی کو غیر معمولی ترجیح ہو جاتی تھی۔

حالانکہ اُن سے افضل اشخاص موجود تھے۔ دوم خود صفیہؓ کے لئے یہ بات بڑی رنج دِہ تھی اُن کا خاندانی شرف اعلیٰ اخلاق۔ بڑا مرتبہ۔ اور کمال حُسن و جمال مقتضی تھا کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

حضورؐ نے دِحیہ کلبیؓ کو مع حضرت صفیہؓ کے بلوایا۔ اور فرمایا کہ تم دوسری لونڈی لے لو۔ اور اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صفی میں لیا۔ اور آزاد کر کے نکاح کیا۔ اور بخاری میں ہے کہ آزادی کو اُن کا مہر مقرر کیا۔ اور فرمایا اعتقہا صداقہا۔

امام شافعیؒ کتاب الاُم میں واقدیؒ کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ دحیہ کلبیؓ کو حضورؐ نے حضرت صفیہؓ کے بدلہ اُن کے شوہر کنانہ ابن الربیع کی بہن کو دیا۔ اور ابن اسحٰقؒ کی روایت ہے کہ اُن کے بنتِ عم کو۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ صفیہؓ کو حضورؐ نے دِحیہ کلبی سے سات انسانوں کے بدلہ خریدا۔ علامہ زرقانیؒ کہتے ہیں کہ خریدنا مجازاً کہا گیا ہے۔

بخاریؒ کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ خیبر سے روانہ ہوئے اور مقام صہبا میں پہنچے تو وہاں ام سلیمؓ یعنی حضرت انسؓ کی ماں نے اُن کی کنگھی کی۔ کپڑے بدلوائے خوشبو لگائی اور وہیں زفاف ہوا اور وہیں ولیمہ ہوا۔ کوئی کھجور۔ کوئی چربی۔ کوئی حَیس لاتا تھا جب جمع ہوگیا تو سب نے مل کر کھایا۔ یہی ولیمہ تھا۔ صحیحین کی روایت میں حضرت انسؓ سے اس ولیمہ کا ذکر مروی ہے۔

یہاں سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو شک تھا کہ حضرت صفیہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا ہے یا مِلکِ یمین کی بنا پر اُن کو اپنے تصرّف میں رکھا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنؓ پردہ کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اُن کے اور لوگوں کے درمیان حجاب کھینچا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ اپنی عبا سے پردہ کیا۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا ہے کیونکہ پردہ کا حکم حرّہ کے لئے ہے لونڈی پر پردہ نہیں ہے۔

ابن سعدؒ نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت صفیہؓ خیبر سے مدینہ آئیں تو حارثہ ابن النعمانؓ کے مکان میں ٹھہرائی گئیں۔ اُن کے حُسن و جمال کا شہرہ ہوا تو انصار کی عورتیں اُن کو دیکھنے آئیں۔ اور حضرت عائشہؓ بھی نقاب اوڑھ کر آئیں مگر رسول اللہؐ نے اُن کو پہچان لیا جب واپس چلیں تو حضورؐ بھی

اُن کے ساتھ چلے۔ اور پوچھا کہ عائشہؓ تم نے کیسا دیکھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ دیکھا۔ یہودیہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو۔ وہ مُسلمان ہو گئی ہے۔ اور اچھی مُسلمان ہوئی ہے۔ ترمذی میں حضرت صفیہؓ سے مروی ہے کہ اُن کو خبر ملی کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم عند الرسول زیادہ مکرم ہیں کیونکہ ہم رسول اللہؐ کی ازواج بھی ہیں۔ اور بنتِ عم بھی۔ حضرت صفیہؓ نے رسول اللہؐ سے اِس کا ذکر کیا۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہ کہا کہ تم ہم سے زیادہ مکرم کیونکر ہو سکتی ہو میرے شوہر محمدؐ ہیں۔ میرے باپ ہارونؑ نبی ہیں۔ میرے چچا حضرت موسیٰ نبی ہیں (علیہم السّلام)۔

اِصابہ میں ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر میں حضرت صفیہؓ کے لئے حضرت زینب بنت جحشؓ سے رسول اللہؐ نے ایک فاضل اُونٹ مانگا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ کیا مَیں یہودیہ کو اُونٹ دوں۔ حضورؐ اِس سے بہت ناخوش ہوئے اور اُن سے دو۲ یا تین۳ مہینے تک بات نہ کی۔

ابن سعدؒ نے امیہ بنت ابی قیس غفاریہؓ سے بطریق واقدی روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ جب مَیں رسول اللہؐ کے پاس آئی تو پُورے سترہ۱۷ برس کی نہ تھی۔ اور حضرت صفیہؓ کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا اور واقدی کی ایک روایت ہے کہ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہی اقرب اِلے الصواب ہے۔ ابن مندہؒ اور ابن حبان ۳۶ھ کہتے ہیں مگر ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ وہ غلط ہے کیونکہ ۳۶ھ میں علی بن حسینؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے حالانکہ صحیحین میں اُن کی روایت حضرت صفیہؓ سے ثابت ہے واللہ اعلم۔

حضرت صفیہؓ کا حال غزوۂ خیبر میں بھی بیان ہو چکا ہے۔

میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے بعد حضورؐ نے ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث الہلالیہؓ سے عقد کیا۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری عورت ہیں جن سے حضورؐ نے عقد کیا۔ اور خلوت ہوئی۔ حضرت میمونہؓ ہلالیہ تھیں یہ کئی بہنیں تھیں۔ اور بڑے بڑے معززین سے اُن کا رشتہ تھا۔ ایک بہن اُن کی اُمّ الفضل لبابہ کبرٰی تھیں۔ حضرت عباسؓ کی زوجہ جن کے چھ۶ لڑکے مشاہیر اسلام سے ہیں۔ فضلؓ۔ عبداللہؓ۔ عبیداللہؓ۔

معبدؓ۔ تمّامؓ۔ اور عبدالرحمٰن۔ دوسری بہن لبابہ صغرٰی تھیں یعنی جو حضرت خالد بن الولیدؓ کی ماں تھیں۔ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ابن الکلبی سے نقل کیا ہے کہ عصماء انہی کا نام تھا۔ زرقانیؒ نے بعض سے نقل کیا ہے کہ عصماء اُبی کی زوجہ تھیں۔ زرقانیؒ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ خالد بن الولیدؓ کی پیدائش کے بعد ولیدؓ نے طلاق دیدی ہو اور اُبی نے عقد کر لیا ہو۔ ایکؓ بہن برزہؓ یزید ابن الاصم کی ماں تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ انہی کا نام عزہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عزہ دوسری بہن کا نام تھا۔ جو بنی کلاب میں بیاہی ہوئی تھیں ایک بہن اُمّ حفیدؓ جن کا نام ہزیلہ تھا۔ موطا میں تفصیل سے اور صحیحین میں اختصار کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت میمونہؓ کے مکان میں تشریف لے گئے وہاں عبداللہ ابن عباسؓ اور خالد بن ولیدؓ بھی تھے اور سامنے گوہ کا گوشت بھی تھا۔ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہزیلہ بنت الحارثؓ نے ہدیہ دیا ہے۔ حضورؐ نے اُس میں سے خود نہیں کھایا لیکن آپ کی اجازت سے اوروں نے آپ کے دسترخوان پر کھایا۔ طحاویؒ نے ایک روایت لکھی ہے کہ آپ کے نہ کھانے سے حضرت میمونہؓ نے بھی نہ کھایا۔

یہ سب باپ کی طرف سے حضرت میمونہؓ کی بہنیں تھیں۔ اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ ماں کی طرف سے اُن کی ایک بہن اسماء بنت عمیسؓ تھیں، جو حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ کی زوجہ تھیں۔ اور اُن کے انکے تینؓ لڑکے تھے عبداللہ۔ محمد۔ اور عون۔ اُن کے شہید ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن سے عقد کیا۔ اُن سے محمد ابن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ اُن کے بعد اُن سے حضرت علیؓ نے عقد کیا تو یحییٰ۔ اور عون پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے دوسری بہن سلمٰی بنت عمیسؓ تھیں جو حضرت حمزہ ابن عبدالمطلبؓ کی زوجہ تھیں۔ اور اُن کی اُن سے ایک لڑکی تھیں اَمَۃُ اللہ جن کو حضورؐ نے اُمّ المومنین ام سلمہؓ کے لڑکے سلمہ ابن ابی سلمہؓ سے بیاہ دیا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے بعد سلمٰی بنت عمیسؓ نے شدّاد ابن الہاد اللیثیؓ سے عقد کیا تو عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے ماں کی طرف سے اُن کی ایک بہن اور سلامۃ بنت عمیسؓ تھیں مگر وہ مسلمان نہ ہوئیں۔

حضورؐ سے پہلے حضرت میمونہؓ ابی رُہم بضم رائے مہملہ و سکون ہا۔ ابن عبدالعزی ابن عبدوُدّ ابن مالک

ابن حسل۔ ابن عامر ابن لوی کے پاس تھیں۔ یا سخبرہ بفتح سین وسکون خا معجمہ و فتح بائے موحدہ و را مہملہ ابن ابی رُہم کے پاس۔ یا حویطب ابن عبدالعزیٰ کے یعنی ابی رُہم کے بھائی کے یا فروہ ابن عبدالعزیٰ کے اصابہ میں ہے کہ فروہ حویطب کا بھائی تھا۔ لیکن زُرقانیؒ کہتے ہیں کہ ابن ابی خیثمہ نے قتادہؓ سے روایت کی ہے کہ اس فروہ کا نسب ہے فروہ ابن عبدالعزیٰ ابن اسد ابن غنم ابن دودان اس سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص ہے حویطب کا بھائی نہیں ہے۔ اور زُرقانیؒ نے البرہان سے نقل کیا ہے کہ ابی رُہم سے پہلے حضرت میمونہؓ مسعود ابن عمرو ابن عمیر الثقفی کی زوجہ تھیں۔

حضرت میمونہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاۃ کے زمانہ میں عقد کیا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن فقہاء کا شدید اختلاف اس امر میں ہے کہ نکاح کے وقت آپؐ محرم تھے یا نہیں۔ مَیں نے عمرۃ القضاۃ میں اس بحث کو پُوری تفصیل سے لکھدیا ہے۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ بعض نے ان اقوال کو اس طرح جمع کیا ہے کہ جب آپ نے نکاح کیا تو محرم تھے۔ لیکن زفاف احرام سے خارج ہونے کے بعد حل میں ہوا اور کہتے ہیں کہ سیاق قصّہ سے یہ بالکل واضح ہے۔

اصابہ میں ہے کہ میمون ابن مہران صفیہ بنتِ شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت میمونہؓ سے مقام سرف میں عقد کیا۔ اور سرف ہی میں ایک قبہ میں زفاف ہوا۔ اور سرف ہی میں حضرت میمونہؓ کا انتقال ہوا۔ اور اسی مقام میں دفن ہوئیں جہاں زفاف کا قُبہ تھا۔

حضرت میمونہؓ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ ابن حجرؒ اسی کو صحیح کہتے ہیں (۶۱) (۶۳) اور (۶۶) کی روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ ان کا انتقال حضرت عائشہؓ سے پہلے ہوا واللہ اعلم۔

دوسری ازواج

یہ حضورؐ کی گیارہ ازواج مطہرات ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے اور کسی کو اختلاف نہیں ان میں سے حضرت خدیجہؓ کا ہجرت سے پہلے انتقال ہو گیا۔ اور ام المساکین و والمومنین زینب بنتِ خزیمہؓ کا عقد کے دو تین مہینے بعد حضورؐ کے سامنے انتقال ہو گیا۔ حضورؐ کے انتقال کے وقت نو بیویاں موجود تھیں جن میں سے آٹھ پر باریاں تقسیم ہوتی تھیں۔ کیونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان نو میں سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نے سب سے پہلے ۲۰؁ھ میں انتقال کیا۔ اور سب کے بعد ۶۲؁ھ یا ۶۳؁ھ میں حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے انتقال کیا۔

واقدی کا قول مختار یہ ہے کہ حضرت ریحانہؓ کو آزاد کرکے اُن سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کیا تھا بعض علماء اسی کو اثبت کہتے ہیں لیکن مشہور اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ریحانہؓ بملک یمین کی بناء پر حضورؐ کے تصرّف میں تھیں، اُن سے عقد نہیں ہوا۔

ابن قیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ یہ حضورؐ کی مشہور ازواج مطہرات ہیں جن سے حضورؐ نے نکاح کیا ہے اور خلوت ہوئی۔ باقی چار پانچ عورتیں اور ہیں جن سے حضورؐ کے نکاح کا پیغام ہوا۔ مگر نکاح ہوا نہیں۔ یا جنھوں نے اپنے نفس کو حضورؐ کے لئے ہبہ کیا مگر حضورؐ نے اُن کو اپنی زوجیت میں لیا نہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ایسی تیس ۳۰ عورتیں ہیں۔ مگر جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

جونیہ کندیہ کی نسبت صحیح یہ ہے کہ اُس کے پاس حضورؐ نے پہلے نکاح کا پیغام بھیجا۔ پھر خود تشریف لے گئے اور پیغام دیا تو اُس نے استعاذہ کیا اس لئے آپ نے اس سے نکاح نہ کیا۔ کلبیہ[1] کا بھی یہی حال ہے۔

---

[1] ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی زینبؓ کے انتقال کے بعد فاطمہ بنت الضحاک کلابیہ سے نکاح کیا۔ اور جب آیت تخییر نازل ہوئی تو اس کو اختیار دیا۔ اور اُس نے دُنیا اختیار کی۔ اور ابن سعدؒ نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلابیہ سے ذیقعدہ ۸؁ھ میں نکاح کیا جعرانہ سے لوٹنے کے بعد۔ اور واقدی نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت الضحاک وہ عورت ہے جس نے استعاذہ کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دیدی بعد میں یہ مینگنیاں چُنا کرتی تھی اور کہتی تھی انا الشقیۃ

لیکن حدیث صحیح میں ہے کہ ضحاک ابن سفیان نے رسول اللہؐ کے سامنے اپنی بیٹی کا نام پیش کیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا کہ وہ کبھی بیمار نہیں پڑی حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کوئی خوبی نہیں ہے۔ بیماری گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور آپ نے نکاح سے انکار کر دیا۔ تخییر کے حکم میں اس کا شامل ہونا بھی صحیح نہیں ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ کہتی ہیں کہ تخییر کا حکم نازل ہوا تو حضورؐ نے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا۔ میں نے خدا و رسولؐ کو اختیار کیا اور ازواج رسول اللہؐ نے میری اتباع کی الخ بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ تمام ازواجِ رسول اللہؐ نے خدا و رسولؐ کو اختیار کیا۔ قتادہؓ۔ اور عکرمہؓ کہتے ہیں کہ تخییر کے وقت حضورؐ کی ۹ نو زوجہ تھیں اور وہ وہی ۹ نو عورتیں ہیں جو آپ کی وفات کے وقت تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اور جس کے بدن پر برص کا سفید داغ تھا اس کا بھی یہی حال ہے اُن میں سے کسی کے ساتھ نہ نکاح ہوا نہ خلوت ہوئی۔ اور جس نے اپنے نفس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کیا تھا اُس کا عقد آپ نے ایک صحابی سے کر دیا۔ اور قرآن پاک کی بعض سورتیں مہر مقرر کر دیں۔ واہبہ کا حال صحیحین کے مختلف ابواب میں بالتفصیل[۲] موجود ہے۔

امام بخاریؒ اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کرتے ہیں کہ عباس بن سہیل اپنے والد اور ابی اُسیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے امیمہ بنت شراحیل سے عقد کیا۔ اور ابن حجرؒ اصابہ میں ابو عمرؒ کا قول لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہؐ نے اسماء بنت نعمان ابن الحارث بن شراحیل سے عقد کیا۔ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ تفریق کیونکر ہوئی۔ لیکن خود امام بخاریؒ اس سے پہلے اس کو دوسری طرح

لہ مسند امام احمد میں یزید بن کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ بنی غفار کی ایک عورت سے آپؐ نے تزویج کیا۔ اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے لیکن اس کے بدن میں سفید داغ دیکھا تو الگ ہو گئے۔ اور جو کچھ اُس کو دیا تھا وہ واپس نہ لیا۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت سے نکاح ہوا تھا۔ مگر صحبت نہیں ہوئی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲ہ بخاری میں تعلیقاً حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جن عورتوں نے خود کو رسول اللہؐ کے لئے ہبہ کیا تھا اُن میں ایک خولہ بنت حکیم ہیں۔ خولہ حضرت عثمان ابن مظعون کی زوجہ تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قصہ حضرت عثمانؓ سے نکاح سے قبل کا ہے۔ مگر خولہ ہی نے حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی اور اس وقت بھی حضرت عثمانؓ کی زوجہ تھیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی حیات میں حضورؐ نے کسی عورت سے نکاح نہ کیا۔ دوئم اُس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ہی کیا تھی کہ اُنھوں نے حضرت خولہؓ پر طعن کیا اور اُن کے طعن پر آیت نازل ہوئی۔ یا تو پیدا بھی نہ ہوئی ہوں گی۔ یا ہوں گی تو پانچ برس سے کم کی ضرور ہوں گی۔ دوسری واہبہ کہا جاتا ہے کہ امّ شریک ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ کون تھیں اور کب اُنھوں نے اپنے کو ہبہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم کی کنیت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قریشیہ تھیں اور ابتدائے اسلام میں اُن سے عقد ہوا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت خدیجہؓ کی حیات میں آپ نے کسی سے عقد نہیں کیا۔ بعض انصاریہ کہتے ہیں بعض دوسیہ مگر اس بارے میں کوئی اچھی روایت نہیں ہے قیاسات ہیں۔ صحیح روایتیں انہی واہبہ کی ہیں جن کا آپؐ نے ایک صحابی سے عقد کر دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

مسنداً روایت کرتے ہیں .... کہ امیمہ بنتِ شراحیل کے مکان میں جونیہ آکر ٹھہری تھی۔ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے تھے۔ اور حضرت اُسیدؓ بھی ساتھ تھے۔ اور جونیہ وہی اسماء بنت النعمان ہے۔ ابوعمرؒ تو کہتے ہیں کہ اس کے نکاح پر اجماع ہے لیکن ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اصحاب سیر کو اس کا علم نہیں ہے کہ نکاح ہوا۔

اس باب میں تین روایتیں بہت صحیح ہیں۔ بخاری میں ہے کہ ابنۃ الجون جب رسول اللہؐ کے پاس داخل ہوئی۔ اور آپ اُس کے قریب ہوئے تو اُس نے کہا اعوذ باللہ منك۔ حضورؐ نے فرمایا عذتِ بعظیم الحقی باھلكِ۔ یعنی تو نے بڑے کی پناہ مانگی، اپنے لوگوں میں جاؤ۔

دوسری حدیث اسی بخاری میں ہے حمزہ ابن اُسیدؓ اپنے والد حضرت اُسیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ جونیہ کے پاس آئے۔ جو امیمہ بنت النعمان بن شراحیل کے مکان میں ٹھہری ہوئی تھی۔ یہ مکان کھجوروں (کے باغ) میں تھا۔ اور اُس کے ساتھ اُس کی دایہ بھی تھی۔ حضورؐ اس کے پاس داخل ہوئے اور فرمایا کہ تُو اپنے کو میرے لئے ہبہ کردے۔ اُس نے کہا کہ کیا کوئی ملکہ اپنے آپ کو کسی بازاری کے لئے ہبہ کرتی ہے۔ رسول اللہؐ نے اُس کو تسکین دینی چاہی مگر اُس نے کہا اعوذ باللہ منك حضورؐ نے فرمایا عذتِ بمعاذ تو نے اس کی پناہ مانگی جو پناہ دینے والا ہے۔ اور اس کے پاس سے نکل آئے۔ اور حضرت اُسیدؓ سے کہا کہ اُس کو دو کپڑے پہنا دو۔ اور اس کے اپنے لوگوں میں پہنچا دو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے عرب کی ایک عورت کا حال سنا تو حضرت اُسیدؓ سے کہا کہ اُس کو بُلاؤ۔ وہ آئی اور بنی ساعدہ میں آکر ٹھہری۔ اس کے بعد رسول اللہؐ اس کے پاس داخل ہوئے۔ گفتگو ہوئی تو اُس نے کہا اعوذ باللہ منك۔ حضورؐ نے فرمایا قد اعذتكِ منی۔ یعنی مَیں نے تجھ کو اپنے سے پناہ دیدی۔ لوگوں نے اُس کے بعد اس سے پوچھا کہ تُو نے سمجھا کہ یہ کون تھے؟ کہا کہ نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہؐ تھے۔ اور اس لئے آئے تھے کہ تجھ کو نکاح کا پیغام دیں۔ اس نے کہا کہ مَیں بدبخت تھی کنت اشقی من ذالك[1]۔

[1] یہ تو صحیح مسلم کے الفاظ ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ سیر کی روایتوں میں جو ایک کی حالت مذکور ہے کہ وہ مینگنیاں چُنتی تھی اور کہتی تھی انا شقیۃ وہ یہی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

ظاہر ہے کہ یہ سب ایک ہی قصہ ہے۔ اور مسلم کی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح نہیں ہوا تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کا پیغام دینے گئے تھے۔ بخاری کے الفاظ میں ھبی لی نفسک[1] ہے اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ مجھ سے نکاح کر لو۔ باقی ضعیف اور غیر مستند روایات میں جو اور تصریحات ہیں وہ اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

سراری

حضورؐ کی چار کنیزیں تھیں جن میں ملک یمین کی بنا پر آپ تصرف کرتے تھے۔

(۱) حضرت ماریہ قبطیہ مقوقس نے ۷ھ میں ان کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان کی ماں رومی تھیں اور یہ قبطی اس لئے بہت حسین تھیں۔ اور بہت سفید پوش۔ یہ حضورؐ کی اُمّ ولد ہیں۔ ذوالحجہ ۸ھ میں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اولاد ہوئی۔ ان کا نام حضرت ابراہیمؑ تھا۔ بچپن میں انتقال ہو گیا۔ حضرت ماریہؓ گو کنیز تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پردہ میں رکھتے تھے۔ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

(۲) ریحانہ بنت شمعون بشین معجمہ وغین معجمہ۔ ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ بنی قریظہ کی تھیں۔ اور ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ بنی نضیر کی تھیں لیکن بنی قریظہ میں بیاہی گئی تھیں۔ پہلا قول عندالاکثر صحیح ہے۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ ان میں ملک یمین کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے تھے۔ مگر ابن سعدؒ بسند واقدی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے ان سے عقد کیا تھا۔ پہلا قول صحیح ہے۔ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انھوں نے انتقال کیا۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

(۳) حضرت زینب بنت جحشؓ کی ایک کنیز تھیں نفیسہ انھوں نے خود کو حضورؐ کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔ (اصابہ)

(۴) ایک کنیز اور تھیں جو حسین تھیں۔ اور کسی غزوہ میں آئی تھیں۔

---

[1] مجھ کو اپنا نفس ہبہ کر دو ۱۲ منہ۔

مہر

حضرت عائشہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ کا مہر اپنی ازواج کے ساتھ بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ اور حضرت عائشہ نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ نش کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ نصف اوقیہ تو یہ پانچسو درہم ہوتا ہے۔ اوقیہ چالیس درہم اور نش بیس درہم ہوتا ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ یا کسی لڑکی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو۔ اس کو امام احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عمر نے نش کا ذکر نہیں کیا غالباً اس وجہ سے کہ انکار اوقیہ کی زیادتی کا ہے، کسرات کا نہیں۔

حضرت صفیہ کی نسبت متفق علیہ روایت ہے کہ جعل عتقہا صداقہا یعنی اُن کے عتق کو حضور نے اُن کا مہر قرار دیا۔ یہ حضرت عمر کی روایت کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ اُس میں زیادتی کا انکار ہے کمی کا نہیں۔ اور حضرت عائشہ کی روایت کا حکم اکثری ہے کُلی نہیں۔

ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے حبشہ میں حضرت اُم حبیبہ کا نکاح رسول اللہ سے کیا۔ اور چار ہزار اور ایک روایت میں ہے کہ چار ہزار درہم اپنے پاس سے مہر ادا کیا۔ اور ان کو شرجبیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ کے پاس بھیجدیا۔ حضرت عمر نے اس کا اعتبار نہ کیا شاید اس وجہ سے کہ وہ نجاشی نے خود مقرر کیا تھا۔ اور خود ادا کیا تھا۔

ابن اسحٰق نے بعض ازواج کا مہر چار سو درہم لکھا ہے۔ مگر مذکورۂ بالا روایت کو اس پر جو ترجیح حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت خدیجہ کا مہر گو اسلام سے قبل مقرر ہوا تھا مگر وہ بھی پانچسو درہم تھا۔ البتہ خواجہ ابوطالب کے خطبہ میں بیس اونٹ ہیں۔ اور ورقہ ابن نوفل کے خطبہ میں چار سو مثقال۔ مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ اور درہم ساڑھے تین ماشے کا۔ تو اس حساب سے چار سو مثقال کا پانچسو درہم ایک ماشہ

ہوتا ہے۔ یہ کچھ قابلِ اعتبار فرق نہیں ہے۔ اور اگر اُونٹ کی قیمت پچیس درہم اُس وقت تسلیم کرلیں تو پانچسو درہم ہوجاتا ہے۔

اِس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ مہر زیادہ ہونا اچھا نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مہر میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دُنیا یا دین میں اچھا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ کرتے۔

اِسلام کی خدمت

اُمّہات المومنینؓ کا حِصّہ اسلامی تعلیمات میں بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً حضرت عائشہؓ صدّیقہ کا جن کی کثیر بے حد مفید حدیثوں نے بہت سی مشکل مسائل کی گرہ کُشائی کی ہے۔ اُمّہات المومنینؓ کی دو ہزار آٹھ سو بائیس حدیثیں صحاح وغیر صحاح میں اس وقت متداول ہیں جن میں دو ہزار دو سو دس حدیثیں حضرت عائشہؓ کی ہیں۔ ایک سو چھہتر متفق علیہ چوّن افراد بخاری۔ اٹھسٹھ افراد مسلم باقی اور کتابوں میں۔ پانچ حضرت سودہؓ کی ایک بخاری میں چار دوسری کتابوں میں۔ ساٹھ حدیثیں حضرت حفصہؓ کی ہیں۔ جن میں چار متفق علیہ ہیں۔ تین سو اٹھتر حضرت اُمّ سلمہؓ کی ہیں۔ تیرہ متفق علیہ تین افراد بخاری۔ تیرہ افراد مسلم۔ گیارہ حضرت زینب بنت جحشؓ کی ہیں جن میں دو متفق علیہ ہے۔ سات حضرت جویریہؓ کی جن میں دو افراد بخاری دو افراد مسلم۔ پینسٹھ حضرت اُمّ حبیبہؓ کی ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں ایک افراد مسلم۔ دس حضرت صفیہؓ کی جن میں ایک متفق علیہ ہے۔ اور چھہتر حضرت میمونہؓ کی جن میں سات متفق علیہ۔ ایک افراد بخاری۔ ایک افراد مسلم۔

حضرت عائشہؓ نے بہت سی مفید حدیثیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ اِس کے علاوہ اپنے والد حضرت ابوبکر صدّیقؓ سے۔ حضرت عمرؓ سے۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت اُسید ابن حضیرؓ۔ جذامہ بنت وہبؓ۔ اور حمزہ بنت عمروؓ سے۔ اور حضرت عائشہؓ سے بھی بہت سی صحابی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت ابوموسیٰؓ۔ حضرت زید ابن خالدؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ربیعہ بن عمرو الجرشیؓ۔ حضرت سائب ابن یزیدؓ۔ صفیہ بنتِ شیبہؓ۔ عبداللہ بن عامر۔

ابن ربیعہؓ۔ عبداللہ بن الحارث بن نوفلؓ وغیرہ۔ حضرت عائشہؓ کے عزیزوں نے بھی اُن سے روایت کی ہے۔ اُن کی بہن کلثوم بنت ابی بکرؓ اور رضاعی بھائی عوف ابن الحارثؓ اور محمد بن ابی بکرؓ کے دو لڑکے عبداللہ اور قاسم اور عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کی دو لڑکیاں حفصہؓ اور اسماءؓ۔ عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کے پوتے عبداللہ ابن ابی عتیق ابن عبدالرحمنؓ۔ اُن کی بہن حضرت اسماءؓ کے دو لڑکے عبداللہ ابن زبیرؓ اور عروہ ابن زبیرؓ۔ اور عبداللہ ابن زبیرؓ کے دو لڑکے عبادؓ اور حبیبؓ اور اُن کی بہن کلثوم بنت ابی بکرؓ کی لڑکی عائشہ بنت طلحہ یہ سب بلاواسطہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے غلاموں میں سے ابو بکرؓ۔ ذکوانؓ۔ ابو یونسؓ۔ ابن فروخؓ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ کبار تابعین میں سے یہ لوگ بلاواسطہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ سعید ابن المسیب۔ عمرو ابن میمون۔ علقمہ ابن قیس۔ مسروق۔ عبداللہ بن حکیم۔ اسود ابن یزید۔ ابو سلمہ ابن عبدالرحمن۔ ابو وائل۔

حضرت اُمِ سلمہؓ نے بھی بہت سی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ اور حضرت ابو سلمہؓ سے اور ام سلمہؓ سے ان کی دو اولاد روایت کرتے ہیں۔ عمر اور زینب اور ان کے مکاتب نبہان۔ اُن کے بھائی عامر ابن ابی امیہ۔ اور عبداللہ بن رافع۔ نافع۔ سفینہ۔ ابو کثیر۔ سلیمان ابن یسار اور اُن سے بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روایت کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت عائشہؓ ابو سعید خدریؓ۔ قبیصہ ابن ذویبؓ۔ نافع مولے ابن عمرؓ۔ اور عبدالرحمن ابن الحارثؓ بن ہشام وغیرہم۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ٥

مختصر خصائلِ نبوی ﷺ

یعنی

نبویؐ لیل و نہار

مرتبہ

مولینا سعد حسن یوسفی

لا اله الا الله محمد رسول الله

میر محمد کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو (جیساکہ تمھارا دعوٰے ہے) تو میری پیروی کرو! اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کرے گا +

یعنی اتباعِ رسول ہی سب سے بڑا ثبوت ہے جو انسان محبتِ الٰہی کے دعوے میں پیش کر سکتا ہے اور یہ ہی وہ فخر ہے جو انسان کو اللہ رب العزت کی طرف سے محبت و مغفرتِ گناہ کا مژدہ سُننے کا صحیح حقدار و مستحق بناتا ہے مگر جیسا اہم مقصد ہوتا ہے اس کے حصول میں انسان کو اتنی ہی زبردست قربانی

دینی پڑتی ہے یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کا مژدہ سُننا اور اُس پر یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ کی خوشخبری حاصل کرنا چونکہ مسلمان کے لئے اعلیٰ ترین و اہم ترین مقصد ہے، اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی پوری پوری اور ہر ہر فعل میں اتباع وہ سخت قربانی ہے جو ہر ایک اِس مقصد کے راستہ میں پیش نہیں کر سکتا۔ اس راستہ میں امتحان و آزمائش کی سخت گھاٹیاں سدِّ راہ ہیں۔ قدم قدم پر کڑی دُشواریاں درپیش ہیں۔ کہیں ذاتی و فطری رُجحانات متابعتِ رسول ؐ سے مزاحم ہیں۔ کہیں خاندانی و آبائی رسم و رواج پیروِی رسول ؐ سے مانع ہیں۔ کہیں صحبتِ احباب و غیر اقوام کے ساتھ میل جول دامن گیر ہے۔ البتہ جو اہلِ ہمّت اِس دشوار گزار راستہ کو کامیابی سے طے کر گئے، ان کو دُنیا ہی میں ان کے آقا کی طرف سے "رضی اللہ عنہم" کا مژدۂ جاں پرور سُنا دیا گیا۔ دوسری جگہ دعوئِ ایمان کے ساتھ استقامت فی العمل کے نام سے اتّباعِ رسول ؐ کی شرط لگا کر اس کو بشارتِ جنّت کا سبب ٹھہرایا اور یوں فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (آخر آیت تک)۔

اتّباعِ رسول ؐ کی مشکلات زیادہ تر اس حقیقت میں مضمر ہیں کہ اس کا میدانِ عمل بہت وسیع ہے۔ کہنے اور بولنے میں تو صرف دو ہی لفظ ہیں مگر معنی و عمل کے لحاظ سے یہ انسانوں کی پوری زندگی پر حاوی ہیں۔ کیوں کہ زندگی کی ایک ایک حرکت و سکون کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعتُ کی

پابندی میں جکڑ دینے کا نام ہی اتباعِ رسولؐ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں اِس پابندی پر پورا اُترا، اُس نے گویا انسانی ترقی کے سارے مدارج و مراحل طے کرلئے، یہ ہی اس کی ولایت اور یہی اس کی کرامت ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ صاحب ولایت کے متعلق اِسی بارے میں ایک سبق آموز قصّہ زبان زدِ خلق ہے کہ ان کی خدمت میں کوئی عقیدت مند دُور دراز ملکوں سے یہ لگن لے کر آیا کہ آپ کی صحبت بابرکت و سعادت میں رہ کر رُوحانی فیض حاصل کرے اور کرامت و خوارقِ عادات دیکھ کر وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ کے عذر سے تصدیقِ قلبی کو پختہ تر بنائے۔ کہتے ہیں کہ ایک عرصہ تک حاضری کا شرف حاصل کرتا رہا۔ مگر اس عرصہ میں حضرت کی کوئی کرامت نہ دیکھ سکا۔ سخت متعجب ہوا اور آخر بے نیلِ مرام واپس ہونے کا ارادہ کیا، واپسی پر رہا نہ گیا اور کہہ بیٹھا کہ حقیر بے مقدار کی حاضری کا سب سے بڑا سبب یہ ہی تھا کہ اپنی آنکھوں سے حضرت کی کرامت دیکھ کر علم کو مشاہدۂ عینی سے پختہ کروں، ایمانِ غیبی کو ایمانِ عیانی سے تبدیل کروں، مگر چوں کہ مدّتِ قیام میں حضرت کی کوئی کرامت نہ دیکھ سکا۔ اس امید کو دل ہی دل میں لئے جارہا ہوں۔

جواب میں ارشاد ہوا کہ:

"تم نے اپنی مدّتِ قیام میں میرا کوئی قول یا فعل اتباعِ رسولؐ کے خلاف پایا؟"

عرض کی کہ نہیں۔ تو پھر ارشاد ہوا کہ: "اِس سے بڑھ کر کونسی کرامت دیکھنا چاہتے ہو؟"

واقعی متابعتِ رسول ؐ کے اس درجہ تک پہنچ جانے پر بڑے سے بڑے بزرگ میں بھی مزید خوبی تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ یہ تھی اہمیتِ اتّباعِ رسول ؐ۔ اَب دیکھنا یہ ہے کہ دین کس نوعیت کی اتّباع کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتا ہے ؟

اِس میں شک نہیں کہ نبی صلّے اللہ علیہٖ وسلّم کی دینی تعلیم کا صحیح عملی خاکہ اور آپ ؐ کی مبارک زندگی کی پوری پوری نقل اگر کسی نے اُتاری ہے تو صحابۂ کرام رضؓ کی جماعت ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر نبیِ کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم پر نبوّت ختم ہوگئی، تو صحابۂ کرام رضؓ پر متابعتِ رسول ؐ ختم ہوگئی۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، غرض زندگی کے ہر حال میں حضورِ اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی صحبتِ بابرکت میں حاضر رہے، جیسا آپ کو فرماتے یا کرتے دیکھتے اس کی حرف بہ حرف متابعت کرتے جاتے۔ آں حضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم بھی انسان تھے اور آپ بھی بہ تقاضائے بشریّت و انسانیت اپنی حیاتِ طیبہ میں ان ہی مراحل و منازل سے گزرتے رہے، جن کو ہمیں انسان ہونے کی حیثیت سے طے کرنا پڑتا ہے۔ آپ ؐ نے بھی کھایا پیا، آپ ؐ بھی سوئے جاگے، چلے پھرے، لوگوں سے مِلے جُلے، گھر بار کے بکھیڑوں سے بھی دوچار ہوئے، اور ان ہی لوازمات بشریّہ کی طرف اشارہ ربّانی ہوا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی کہہ دیجئے کہ میں بھی تم جیسا انسان ہوں، اس لئے صحابہ رضؓ کو اپنی زندگی میں ہر ہر فعل

وحرکت کی مثال حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبّہ میں ملتی چلی گئی اور وہ اس کا عملی نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کرتے چلے گئے۔ جس کلام کو جیسے سُنا ویسے ہی ہمیں سُنایا اور جس کام کو جیسا کرتے دیکھا، ویسا ہی ہمیں کر کے دِکھایا۔ اگر انھوں نے نمازیں پڑھ کر بتائیں، روزے رکھ کر روزے سِکھائے، تو کھا پی کر حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے کھانے پینے کے طریقہ کو بھی بتایا۔ انھوں نے چل پھر کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی چال اور رفتار کی صحیح تصویر بھی ہمارے سامنے اُتاری۔ غرض انھوں نے اپنی پوری زندگی کو حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلّم کے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ مطابق لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ صحابۂ کرام رضہ نے منشاءِ خداوندی کو صحیح طور سے عملی میدان میں ثابت کر کے بتایا۔ اگر صحابہ رضہ صرف عبادت یا کسی ایک شعبۂ زندگی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی متابعت چاہتے تو چند روز میں یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر دربارِ نبوی صلعم کی ہر وقت کی حاضری میں اور چوبیس گھنٹے کی معیّت وصحبت میں جو اندرونی اہم مقصد کام کر رہا تھا وہ یہ تھا کہ زندگی کا کوئی جزوی سے جزوی شعبہ بھی آپ کی متابعت سے خالی نہ رہ جائے۔ چنانچہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذاتی وفطری عادات و خصائل و مذاق و رُجحانِ طبع کی بھی ایسی نقل اُتارتے چلے گئے، جس طرح ایک عقلمند اطاعت شعار بچّہ اپنے ماں باپ کی زندگی کی نقل اُتارتا ہے،

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ " ایک مرتبہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کدو منی گھیے کے قتلے پیالے میں "تلاش کر کر کے" تناول فرما رہے ہیں۔ حضرت انس رضؓ نے فرمایا کہ اُسی روز سے میری طبیعت کو کدو مرغوب ہو گیا"

اللہ اکبر، طبیعت کا ذوق جو تقریباً غیر اختیاری معلوم ہوتا ہے اس کو بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے فطری ذوق کے مطابق ڈھال لینے پر صحابہ رضؓ کو کیسی قدرت حاصل تھی۔

اسی طرح مدینہ میں حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت جب حضرت ابو ایّوب انصاری رضؓ کو، دنیا کے مہمانِ اعظم کی مہمانی و ضیافت کی خوش نصیبی حاصل ہوئی، تو جو کھانا انصار کے پاس سے یا خود حضرت ابو ایّوب رضی اللہ عنہ کے مکان سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتا، تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیّبہ تھی کہ اپنے سامنے کا بچا ہوا کھانا حضرت ابو ایّوب رضؓ کو عنایت فرماتے اور حضرت ابو ایّوب رضؓ بہت شوق سے اس کو لیتے اور جہاں انگشتہائے مبارک کے نشانات ہوتے وہیں سے کھانا شروع کرتے۔ ایک روز حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا بغیر چھوئے حضرت ابو ایّوب رضؓ کو بھجوا دیا۔ حضرت ابو ایّوب رضؓ یہ دیکھ کر کہ آپؐ نے آج کھانا نوش نہیں فرمایا، کانپ اُٹھے اور اس کا سبب دریافت کیا۔

ارشادِ عالی ہوا کہ اس میں کچّا لہسن ہے اور کچّا لہسن چونکہ ہمیں نامرغوب ہے اس لئے ہم نے اس کو نہیں کھایا۔ حضرت ابو ایّوب رضؓ یہ جواب سُنتے ہی بول اُٹھے اِنِّی اَکْرَہُ مَا تَکْرَہُ۔ یعنی آج سے میں بھی اس چیز یعنی لہسن کو ناپسند کرتا ہوں، جس کو آپ ناپسند فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ بے بالوں والے چمڑے کا جوتا کیوں پہنتے ہیں؟ آپؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسولِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی کا جوتا پہنتے دیکھا ہے، اس لئے میری طبیعت کو یہی پسند ہے کہ میں بھی اس چمڑے کا جوتہ پہنوں۔ غرض اِس قسم کی مثالیں صحابہ رضؓ کی زندگی میں ایک دو نہیں، بلکہ سیکڑوں ہزاروں ہیں۔

اَب ان تمام واقعات کو پیشِ نظر رکھ کر اگر ہم اپنی موجودہ حالت پر غور کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ ہماری ذہنیتیں اور ہمارے خیالات صحیح نقطۂ نظر سے کس قدر ہٹ چکے ہیں، اور ہماری زندگیاں دینی مرکز سے کتنی دُور جاچکی ہیں۔ کسی وقت ہم رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کی مرضی پر مِٹتے تھے، آج ہم اپنی ذاتی مرضی کے بندے ہیں۔ کسی وقت ہم ایسے کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے، چلتے، پھرتے بات کرتے تھے، جیسا کہ آپ نے کھایا پیا، سوئے جاگے، چلے پھرے اور گفتگو فرمائی۔ آج ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر اپنے جُدا جُدا ذاتی رُجحانِ طبع کے مُطابق۔

حقیقت میں دِین دُنیا سے کسی علیحدہ چیز کا نام نہیں، بلکہ دُنیا میں قدم قدم پر دین کو برتنے کا نام ہی دین ہے، یا یوں کہئے کہ دین کی روشنی میں دُنیا گزارنا ہی دین ہے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دریافت کیا "کھانے پینے اور پہننے کے بارے میں" [یعنی یہ سب کچھ دُنیوی امور ہیں یا ان کو دین میں بھی کوئی اہمیّت حاصل ہے؟] ابو سعید خدری رضؓ نے جواب دیا کہ: کھا اللہ کے لئے، پی اللہ کے لئے، پہن اللہ کے لئے اور سوار ہو اللہ کے لئے۔ یعنی یہ سب کچھ کرتا رہ، مگر ساتھ ساتھ ان کاموں میں اللہ تعالےٰ اور رسول ؐ کی پوری پوری متابعت اور خوشنودی کا بھی دھیان رکھ! تو تیرے یہ سب کام دُنیوی زندگی کے لئے ضروری ہونے کے علاوہ اللہ کے نزدیک بھی باعثِ اجر و ثواب ہوں گے۔ ورنہ آپ نے فرمایا کہ اگر ان کاموں میں تیری ذاتی خواہش و مخلوق کی تعریف وریاکاری کو دخل ہوگا، تو ان سب کا شمار فخر و غرور و گناہ میں ہوگا۔ یہ وہ نقطۂ نظر ہے جس سے صحابۂ کرام رضؓ نے دنیا کو دیکھا اور برتا۔ آج ہم یا تو دنیا پر چلنا جانتے ہیں یا دین پر چلنا جانتے ہیں۔ لیکن دین کی روشنی میں دنیا پر چلنا نہیں جانتے۔ افسوس ہے ہم میں سے اکثر کی زندگی تو متابعتِ رسول ؐ سے یکسر خالی نظر آتی ہے۔ یہ تو بہت قابلِ رحم ہستیاں ہیں۔ لیکن جنھوں نے متابعت کے دائرہ میں قدم بھی رکھا تو ان کی متابعت اکثر عبادت کی حد سے آگے نہ بڑھ سکی حالانکہ

یہ متابعت کا ایک پہلو ہے پوری متابعت نہیں، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر متابعت کے حدود اِس قدر تنگ کر دیئے جائیں، تو انسان کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ متابعتِ رسول ؐ سے خالی نظر آئے گا۔ اِسی نظریہ کے پیشِ نظر فقہاء نے بیانِ سُنن میں آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے افعالِ بشریّہ کو بھی سنن کا درجہ دیا ہے۔ اَب جس طرح رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کی نبوی زندگی مسائلِ شرعیہ کی صورت میں کتبِ دینیہ میں ہم موجود پاتے ہیں۔ اسی طرح ہم کو آپ ؐ کی خالص بشری زندگی میں آپ کا ایک ایک فعل، آپ کی ایک ایک عادت وخصلت اور طبیعت کا ذوق کتبِ سِیَر میں مِل سکتا ہے، یہ سب کچھ دینی ذخیرہ صحابہ رضؓ سے تابعینؒ تک اور ان سے علماء کے ذریعہ ہم تک اس لئے منتقل ہوتا چلا آیا کہ ہم اس کو اپنی زندگی میں برتیں۔ یہ صرف سُننے اور پڑھنے کے قصّے نہیں بلکہ کرنے کی باتیں ہیں۔ یہ حضورِ اکرم صلّے اللہ علیہ وسلم کی کھانے پینے کی روزانہ کی عادتیں یہ صحابہ رضؓ کی نظر میں آپ ؐ کی وہ دِل فریب اَدائیں تھیں، جن کے سیکھنے پر صحابہ رضؓ اپنی دنیا کی بڑی سے بڑی مشغولیتوں کو قربان کر دینے پر تیّار تھے اور اسی لئے ہر وقت حضور اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس کو پروانہ وار گھیرے رہتے تھے۔ کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ اگر عبادت میں ہمارا سر خدا کی مرضی کے مطابق جُھکتا اور اُٹھتا ہے تو دُنیاوی زندگی میں ہمارا ہر قدم صرف خدا کی مرضی کے مطابق کیوں نہ اُٹھے۔ کیا جن چیزوں کو آپ ؐ ناپسند فرماتے تھے

ہم پسند کریں؟ جن کو آپؐ نا مرغوب رکھتے تھے، ہم مرغوب رکھیں؟ اور پھر بھی متابعتِ رسول ؐ کا لفظ ہم کو زیب دے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ پناہ خدا کی، بہت سوں کو یہ کہتے سُنا کہ بے شک کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹنا سنّت ہے، مگر ہماری طبیعت اِس کو گوارا نہیں کرتی۔ زمین پر بیٹھ کر کھانا سنّت ہے، مگر ہم اگر زمین پر کھائیں تو سیری نہیں ہوتی۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھوکر ہاتھوں کو سَر چہرے اور ہاتھوں پر مَل لینا سنّت ہے۔ مگر یہ عادت ڈالنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ غرض اِسی طرح لغو و شرمناک عذر بیان کر کے سنّت سے اپنے کو معذور سمجھ لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ حُبِّ رسول ؐ سے ناآشنا ہونے کی علامت ہے، ایمان کی سخت کمزوری کی دلیل ہے۔ صحابۂ کرامؓ کے قلوبِ مطہّرہ میں حُبِّ رسول ؐ نے جب جڑ پکڑ لی اور وہ سچّے دل سے متابعت کے راستے پر چل پڑے تو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے مرغوبات خود بخود ان کے مرغوبات اور آں حضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے مکروہات خود بخود ان کے مکروہات ہوگئے۔ ان کو کسی چیز سے سخت نفرت دِلانے کے لئے صرف اس کا ثبوت پہنچا دینا کافی تھا کہ حضورِ اقدس صلّے اللہ علیہ وسلّم نے اِس کو ناپسند فرمایا ہے۔ اِسی طرح ان کو کسی چیز کی طرف انتہائی رغبت دِلانے کے لئے صرف اِس کا ثبوت پہنچا دینا کافی تھا کہ حضورِ انور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے اِس کو پسند فرمایا ہے۔ یہ تھی حُبِّ رسول ؐ یہ تھی صحیح متابعت۔

پھر ایک حیثیت سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادات بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن کے کرنے میں ثواب اور جن کے نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں بلکہ صرف ثواب سے محرومی ہے۔ فرض کیجئے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمیشہ سیدھی کروٹ پر سویا کرتے تھے، اگر ایک شخص سیدھی کروٹ صرف متابعتِ رسولؐ کی نیت سے سوتا ہے تو یقیناً اس کا سونا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ اور اگر الٹی کروٹ سوئے تو وہ صرف متابعتِ رسولؐ کے ثواب سے محروم ہوگا، گناہگار نہیں۔

دوسری وہ عادتیں جن کے کرنے میں متابعتِ رسولؐ کا ثواب اور جن سے غفلت برتنے میں نہ صرف ثواب سے محرومی بلکہ گناہ بھی ہے۔ مثلاً آپؐ نے پاجامہ تو کبھی پہنا نہیں، البتہ تہبند ہمیشہ ٹخنے سے اونچی نصف پنڈلی تک باندھا ہے۔ اب اگر کوئی شخص تہبند یا پاجامہ ٹخنے سے نیچا پہنے گا تو یقیناً گنہگار ہوگا۔ کیونکہ اس کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

ایک جگہ اس طرح آیا ہے کہ ٹخنے کے نیچے جس جگہ پاجامہ کا حصہ لگے گا قیامت کے روز دوزخ کی آگ وہیں سے بدن کو چھوئے گی۔ دوسری جگہ یوں آیا ہے کہ ایسے بندہ کی طرف قیامت کے روز اللہ تعالےٰ نہیں دیکھے گا جو اپنے پاجامہ کو تکبر سے ٹخنے کے نیچے لٹکائے رکھتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ صرف پاجامے کی اونچ نیچ پر یہ سزا اور یہ ناراضگی۔ اب ہماری غفلت کا اندازہ کیجئے کہ آج

ہم میں سے بہت سے مسلمان جنھوں نے غیر اقوام کی عادات وطریق زندگی کو اپنا رکھا ہے وہ ایسے پاجامہ کا پہننا اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں، جس کے پائنچے میں ان کے بُوٹ یا جُوتے کی ایڑی چھپی رہے۔ گویا راستہ کی وہ نجاست جو ہم اپنے جُوتے کے نیچے تلے میں لگانا مجبوراً گوارا کرلیتے ہیں، یہ جدید تہذیب کے دلدادہ اس کو اپنے پاجامے پر لگانا خوشی سے پسند کرتے ہیں۔ افسوس کہ مذہب سے غفلت پر طبیعت کی پاکیزگی جو ہر نظافت پسند انسان فطرتاً اپنے میں پاتا ہے اس سے بھی یہ غریب محروم ہو گئے۔ کیونکہ مذہب کی ہدایات سے قطعِ نظر ویسے بھی تو نظافت و پاکیزگی کے خلاف ہے کہ کپڑوں کو راستہ کی گندگی میں بھر لیا جائے۔ پھر نہ معلوم کہ ان نظافت کے دعوے داروں کو یہ عادت کیسے گوارا ہے۔ مسلمانوں کی یہی دینی غفلت دیکھ کر میں نے یہ دینی خدمت انجام دینے کا ارادہ کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ عبادات کے علاوہ تمام امور میں بھی مذہب کی طرف سے ہم کو خاص ہدایات ملی ہیں اور ہم کو ایک خاص طرزِ زندگی یا ہر چیز میں خاص ذوق ملا ہے، جس کے مطابق ہم اپنی الگ تہذیب، الگ فیشن بنا سکتے ہیں ہمیں اپنے مذہبی فیشن و تہذیب کو بھول کر دوسروں کی تہذیب کو اپنانے کی کوئی حاجت نہیں۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی وہ عادات جو احکامِ شرعیہ سے تعلّق رکھتی ہیں اور جو مسائلِ شرعیہ کی صورت میں کتبِ دینیہ میں موجود ہیں اُن کو

میں نے اپنے موضوع سے خارج سمجھتے ہوئے ترک کر دیا ہے۔ گویا اِس کتاب کا موضوعِ بحث سیرت کا ایک خاص شعبہ ہے۔ اسی شعبہ پر علّامہ ابن سنّی رحؒ نے کتاب ”عمل الیوم و اللیلۃ“ میں بحث کی ہے اور بہت خوب کی ہے۔ مگر موصوف نے اِس بارے میں قولی و فعلی ہر دو احادیث کو ضبط کیا ہے اور میں نے صرف فعلی روایات کو لیا ہے۔ اِس طرح کتاب کا موضوع اس سے بھی اخص ہے۔

میں نے جن عربی کتب سے مدد حاصل کی ہے وہ یہ ہیں:

”مواہب اللدنّیۃ“ (علامہ قسطلانی رحمہُ اللہ کی)۔ ”زاد المعاد“ (ابن قیّم جوزی رحمہُ اللہ کی)۔ ”عمل الیوم و اللّیلۃ“ (علامہ ابن سنّی رحمہ اللہ کی)۔ ”سُبُلُ الہُدیٰ والرّشاد فی سیرۃ خیر العباد“ (علامہ محمد بن یوسف بن علی الشامی رحمہُ اللہ کی جو ”سیرتِ شامی“ کے نام سے بھی مشہور ہے۔)

میرا زیادہ تر اعتماد اِسی مؤخر الذکر کتاب پر رہا جو اپنے موضوع پر صرف ایک کتاب ہے اور نہایت نایاب اور نادر الوجود ہے، اور غالباً اب تک طبع بھی نہیں ہوئی ہے۔ سیرت کے ہر پہلو پر اِس بسط و تفصیل اور اِس فاضلانہ حیثیت سے بحث کی ہے کہ واقعی علّامہ موصوف نے آنے والے سیرت نگاروں کے لئے اِس بارے میں قلم اٹھانے کی گنجائش ہی نہیں رکھی۔ یہ اس کتاب کی جامعیت کی علامت ہے کہ اس کتاب میں حضورِ اقدس صلی اللہ

علیہ وسلّم کی بعض بعض عادات ایسی آپ کو ملیں گی جن کا پتہ دوسری کتابوں سے نہیں ملتا اور خوبی یہ کہ نہایت صحیح طرق سند سے احادیث کو ضبط کیا ہے موضوعات کو صاف بتاتے چلے گئے ہیں۔ کیونکہ علّامہ موصوف کو دسویں صدی کے محدّثین میں بہت بلند پایہ محدّث مانا گیا ہے۔ اِس کتاب کا قلمی نسخہ ٹونک (ہند) کے کتب خانہ میں محفوظ ہے ❖

سعد حسن، یوسفی

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ پاکیزہ

کھانا کھانے کے بارے میں

(۱) آپؐ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے۔

(۲) آپؐ ٹیک لگا کر کبھی کھانا نوش نہیں فرماتے، بلکہ یا تو دو زانو بیٹھتے یا بدن کے نیچے کے حصّے کو زمین پر ٹیک کر ہر دو زانو کھڑے کر کے بیٹھتے، یا اُکڑو بیٹھتے، اور اسی آخری نشست کے آپؐ بہت زیادہ عادی تھے۔

(۳) آپؐ نے میز کُرسی پر بیٹھ کر کبھی کھانا نوش نہیں فرمایا۔ بلکہ زمین پر دسترخوان بچھایا جاتا، اور اس پر حضور اقدس صلّے اللہ علیہ وسلّم کھانا تناول فرماتے۔

(۴) آپ اکثر و بیشتر صرف تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے، یعنی

انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے۔ اگر کوئی چیز پتلی ہوتی تو شاذو نادر بیچ کی انگلی کے برابر والی انگلی سے بھی کام لیتے۔

(۵) کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیا کرتے۔ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے اُس کے بعد شہادت کی انگلی اور پھر انگوٹھا۔

(۶) کھانا اگر برتن کی چوٹی تک چُنا ہوتا تو آپؐ چوٹی سے کھانا شروع نہیں فرماتے، بلکہ اپنے سامنے نیچے کی جانب سے شروع کرتے اور فرماتے کہ کھانے میں برکت بیچ میں ہی تو ہوتی ہے۔

(۷) چھوٹی چھوٹی پیالیوں اور طشتریوں میں (جن میں اکثر اُمرا اچار چٹنیاں یا پُر تکلّف کھانے چُن کر کھاتے ہیں) کھانا ناپسند فرماتے۔

(۸) آپؐ حلوا، شہد، سرکہ، کھجور، خربوزہ، ککڑی، آل (لوکی) بہت پسند فرماتے۔

(۹) گوشت میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو دست، گردن اور پیٹھ کا گوشت بہت پسند تھا۔

(۱۰) آپؐ کبھی خربوزہ اور کھجور، ککڑی اور کھجور، روٹی اور کھجور، یا تِل اور کھجور ملا کر تناول فرماتے۔

(۱۱) اگر کوئی کھانا طبع مُبارک کو نامرغوب ہوتا تو کبھی اس کی بُرائی نہیں فرماتے بلکہ خاموشی سے اس کو چھوڑ دیتے۔

(۱۲) کچی پیاز اور کچا لہسن کبھی تناول نہیں فرماتے۔

(۱۳) آپؐ نے چھنا ہوا آٹا کبھی نہیں کھایا۔

(۱۴) آپؐ نے چپاتی کبھی نہیں کھائی۔

(۱۵) آپؐ نے میدہ کبھی نہیں کھایا۔

(۱۶) کھجور یا روٹی کا ٹکڑا کسی پاک جگہ پڑا ہوتا تو اس کو پونچھ کر کھالیتے

(۱۷) بہت گرم کھانا جس میں سے بھاپ نکل رہی ہوتی، تناول نہیں فرماتے بلکہ اس کو ٹھنڈا ہونے دیتے۔ گرم کھانے کے لئے کبھی فرماتے کہ اللہ نے ہم کو آگ نہیں کھلائی ہے۔ اور کبھی فرماتے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔

(۱۸) آپؐ کھانے کو کبھی نہیں سونگھتے اور اس کو برا جانتے۔

(۱۹) آپؐ کھانا وغیرہ بیٹھ کر ہی نوش فرماتے، مگر میوہ یا پھل کھڑے کھڑے بھی نوشِ جان فرما لیا کرتے اور کبھی چل پھر کر بھی۔

(۲۰) آپؐ جب کسی کھانے میں دست مبارک کو ڈالتے تو انگلیوں کو جڑوں تک کھانے میں نہیں بھرتے۔

(۲۱) آپؐ پکے ہوئے گوشت کو کبھی چھری سے کاٹ کر نوشِ جان فرماتے۔

(۲۲) کھانے اور پینے کے برتن کو ڈھکوا کر رکھواتے، اگر کوئی چیز ڈھکنے

کو نہیں ہوتی تو ایک چھوٹی سی لکڑی برتن کے مُنہ پر رکھوا دیتے۔

(۲۳) اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی ہم جلیس کو کوئی چیز کھانے یا پینے کی عنایت فرماتے تو سیدھی جانب بیٹھنے والے کو اس کا زیادہ حق دار سمجھتے اور اُس کو دیتے۔ اور اگر اُلٹی جانب بیٹھنے والے کو عنایت فرمانا چاہتے تو سیدھی طرف والے سے اجازت طلب فرماتے۔ یہ ترتیب اور یہ عمل ہمیشہ ملحوظ رہتا چاہے اُلٹی طرف کا آدمی کتنی ہی بڑی حیثیت کا ہوتا۔

(۲۴) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم شام کے وقت صبح کا کھانا اور صبح کے وقت شام کا کھانا کبھی اُٹھا کر نہیں رکھتے۔

(۲۵) آپؐ سالن کے نیچے کا حصّہ بہت پسند فرماتے اور اکثر اس کو بعد میں پی جاتے۔

(۲۶) گھر میں آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم گوشت لا کر دیتے تو ہدایت فرماتے کہ اس میں شوربا رکھنا تاکہ اس میں سے پڑوسی کو دیا جا سکے۔

(۲۷) کھانے کی یا پینے کی چیز میں حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم پھونک نہیں مارتے اور اس کو بُرا جانتے۔

(۲۸) آپؐ کبھی خربوزہ شکر کے ساتھ تناول فرماتے۔

(۲۹) آپؐ کبھی دو میووں کو ایک ساتھ کھاتے، ایک کو ایک ہاتھ میں دوسرے کو دوسرے ہاتھ میں، کبھی اس میں سے لقمہ لیتے، کبھی اُس میں سے

اِس طرح آپؐ نے کھجور اور خربوزہ بھی کھایا ہے، کھجور سیدھے ہاتھ میں اور خربوزہ اُلٹے ہاتھ میں۔

(۳۰) حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلّم کھجور کھاتے تو اُلٹے ہاتھ سے گٹھلی پھینکتے جاتے۔

(۳۱) آپؐ گٹھلی دو۲ اُنگلیوں یعنی شہادت اور بیچ کی اُنگلی سے پھینکتے اِس طرح کہ اُن دونوں اُنگلیوں کی پشت پر گٹھلی رکھتے اور پھینک دیتے۔

(۳۲) آپؐ ککڑی نمک سے بھی کھاتے۔

(۳۳) حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نیا کھانا دیکھتے تو اس کا نام پہلے دریافت فرماتے، پھر دست مبارک اس کی طرف دراز فرماتے۔

(۳۴) آخر زندگی میں جب کہ آپؐ کو دھوکے سے زہر کھلا دیا گیا تھا عادتِ طیّبہ یہ بھی ہوگئی تھی کہ جب کوئی شخص کوئی کھانا بطور ہدیہ خدمتِ عالی میں پیش کرتا تو اس کو اس کھانے میں سے ایک لقمہ پہلے کھلا دیتے پھر نوشِ جان فرماتے مگر یہ صورت اجنبی لوگوں کے ساتھ ہوتی۔

(۳۵) گوشت دار ہڈیوں میں پہلو کی ہڈی بہت پسند فرماتے۔

(۳۶) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کہیں مدعو ہوتے اور کوئی شخص بغیر بُلائے ساتھ ہو جاتا، تو آپؐ اس کو ساتھ لے لیتے، مگر داعی کے گھر پہنچنے پر داعی سے اس کے لئے اجازت طلب فرماتے، اجازت حاصل کرنے پر اس

کو اپنے ہمراہ لے جاتے۔

(۳۷) مہمان کو کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے، اور کھاؤ اور کھاؤ، یہاں تک کہ مہمان بے حد انکار کرتا، تب آپ اپنا اِصرار ترک فرماتے۔

(۳۸) کسی مجمع میں کھانا تناول فرمانے کا موقع پیش آتا تو سب سے آخر میں آپؐ ہی کھانے سے اُٹھتے، کیوں کہ بعض دیر تک کھاتے رہنے کے عادی ہوتے ہیں اور ایسے لوگ جب دوسروں کو کھانے سے اُٹھتا دیکھتے ہیں تو شرم کی وجہ سے خود بھی اُٹھ جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا لحاظ فرماتے ہوئے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم بھی بہ تکلّف تھوڑا تھوڑا کھاتے ہی رہتے۔

(۳۹) کھانا شروع کرتے وقت تین لقموں تک ہر لقمہ پر بسم اللہ کہہ کر لقمہ لیتے۔

(۴۰) جو شخص بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دیتا، تو آں حضرتؐ اس کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے اور اس کو بسم اللہ کہنے کے لئے تاکید فرماتے۔

(۴۱) کوئی شخص اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے آپؐ کو دِکھائی دیتا تو آپؐ اس کے ہاتھ کو ایسا جھٹکتے کہ اس کے ہاتھ سے لقمہ گر جاتا اور پھر فرماتے کہ کھانے میں سیدھے ہاتھ سے کام لو۔

(۴۲) کھانا اگر ایک قسم کا آپؐ کے سامنے ہوتا تو آپؐ صرف اپنے ہی سامنے سے تناول فرماتے۔ اور اگر مختلف قسم کا کھانا ہوتا، چاہے برتن

ایک ہی ہوتا تو آپ بلا تامّل دوسری جانب بھی ہاتھ بڑھاتے۔

(۴۳) پرانی کھجور تناول فرماتے تو پہلے اندر سے اس کو صاف کر لیتے پھر تناول فرماتے۔

(۴۴) کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے اور ہاتھوں میں جو تری ہوتی، اس کو اپنے ہاتھوں، چہرے اور سر مبارک پر مل کر خشک کر لیا کرتے۔

(۴۵) جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم مرغی کھانا چاہتے تو کئی روز پہلے حکم دیتے کہ وہ باہر پھرنے سے روک لی جائے۔ پھر اس کو ذبح کرا کے پکواتے اور تناول فرماتے۔

(۴۶) آپؐ کھچڑی بہت پسند فرماتے۔

(۴۷) گوشت کے شوربے میں ڈوبی ہوئی روٹی بہت مرغوبِ طبع تھی۔

(۴۸) مکّھن اور کھجور بھی حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلّم کو بہت پسند تھے۔

(۴۹) دُودھ اور کھجور ساتھ ساتھ تناول فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ دونوں چیزیں عمدہ ہیں۔

(۵۰) جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کھانے میں سے اوّل لقمہ لیتے تو فرماتے یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ۔

(۵۱) جب کھانا پاس آتا تو فرماتے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِسْمِ اللهِ۔

(۵۲) جب آپؐ کھانا تناول فرما چکتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(۵۳) جب دسترخوان اُٹھ جاتا تو آپؐ ارشاد فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔

(۵۴) جب حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کہیں مدعو ہوتے تو داعی کے حق میں ان الفاظ سے ضرور دُعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ

طیبہ پینے میں

(۵۵) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پانی چوس کر بغیر آواز کے نوش فرماتے۔ غٹ غٹ کرکے آواز کے گھونٹوں سے کبھی نہیں پیتے تھے۔

(۵۶) آپؐ کو میٹھے پانی کا بہت شوق تھا، دور دور سے، یعنی دو روز تک کی مسافت سے منگا کر نوش فرماتے تھے۔

(۵۷) ازواجِ مطہرات میں چونکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے خصوصی اُنس تھا اِس لئے عادتِ طیبہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جس برتن سے اور جس رُخ سے پانی پیتیں، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے لبِ مبارک اسی جگہ لگا کر پانی نوشِ جان فرماتے۔

(۵۸) پینے کی چیزوں میں دُودھ طبیعتِ پاک کو سب سے زیادہ مرغوب تھا۔

(۵۹) دُودھ کبھی تنہا استعمال فرماتے اور کبھی ٹھنڈا پانی مِلا کر نوشِ جان فرماتے۔

(۶۰) کبھی آپؐ مشک یا ڈول سے مُنہ لگا کر پانی پی لیا کرتے۔

(۶۱) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب پینے کی چیز کسی مجلس میں تقسیم کراتے تو حکم دیتے کہ پہلے عمر میں بڑے لوگوں سے دَور شروع کیا جائے۔

(۶۲) جب مجلس میں کسی پینے کی چیز کا دَور چل رہا ہوتا اور بار بار پیالہ آرہا ہوتا تو دوسرا پیالہ آنے پر اُس کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اسی جگہ سے شروع کراتے جہاں پہلا دَور ختم ہوا تھا۔

(۶۳) جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے احباب کو کوئی چیز پلاتے تو آپؐ خود سب سے آخر میں نوشِ جان فرماتے اور فرماتے کہ ساقی سب سے آخر میں پیتا ہے۔

(۶۴) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم عام استعمال گاہوں، مثلاً نہروں، ندیوں یا تالابوں سے پانی منگا کر نوش فرمایا کرتے تھے تاکہ عام مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل فرمائیں۔

(۶۵) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے کانچ، مٹی، تانبے اور لکڑی کے برتنوں میں پانی نوش فرمایا ہے۔

(۶۶) آپؐ اکثر جَو کے ستّو استعمال فرماتے۔

(۶۷) بادام کے ستّو ایک مرتبہ خدمتِ عالی میں پیش ہوئے تو آپؐ نے ان کو پینے سے انکار فرمایا اور فرمایا کہ یہ اُمراء کی غذا ہے۔

(۶۸) شہد ملا ہوا دُودھ بھی حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نوش نہیں فرماتے اور فرماتے کہ "دو سالن ایک برتن میں!" یعنی یہ اِسراف کیسا؟

(۶۹) آپ پانی بیٹھ کر تین سانس میں اِس طرح نوش فرماتے کہ، ہر دفعہ برتن سے مُنہ مبارک لگاتے وقت بسم اللہ کہتے اور جب برتن کو مُنہ سے ہٹاتے تو اَلحمدُللہ فرماتے، آخر مرتبہ اَلحمدُللہ کے ساتھ وَالشُّکرُ لِلّٰہِ بھی بڑھا دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوقِ سلیم

لباس میں

(۷۰) تمام لباسوں میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کُرتا زیادہ پسند فرماتے۔

(۷۱) کُرتے کی آستین نہ اتنی تنگ رکھتے اور نہ اتنی کشادہ، بلکہ درمیانی ہوتی اور آستین ہاتھ کے گٹے تک رکھتے۔

(۷۲) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سفر کا کُرتا وطن کے کُرتے سے دامن اور آستین میں کسی قدر چھوٹا ہوتا تھا۔

(۷۳) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قمیص کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا

(۷۴) کبھی آپؐ اپنے کرتے کا گریبان کھول لیا کرتے اور سینۂ اطہر صاف نظر آتا، اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے۔

(۷۵) جب آپؐ قمیص زیب تن فرماتے تو پہلے سیدھا ہاتھ سیدھی آستین میں ڈالتے اور پھر اُلٹا ہاتھ اُلٹی آستین میں۔

(۷۶) آپؐ نے پاجامہ کبھی نہیں پہنا، بلکہ ہمیشہ تہبند باندھا ہے۔ البتہ پاجامہ پہننے کے لئے خریدا ہے اور اپنے احباب کو پہنتے دیکھا ہے۔

(۷۷) آپؐ تہبند ہمیشہ ناف سے نیچا باندھتے اور نصف پنڈلی سے اونچا رکھتے۔

(۷۸) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے تہبند کا اگلا حصّہ پچھلے حصّہ سے قدرے نیچا ہوتا تھا۔

(۷۹) آپؐ کے اوڑھنے کی چادر لمبائی میں چار گز اور چوڑائی میں دو گز ایک بالشت ہوتی تھی۔

(۸۰) کبھی آپؐ چادر کو اِس طرح اوڑھتے کہ چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر اُلٹے کاندھے پر ڈال لیتے۔

(۸۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہننے کے کپڑوں میں سے مثلاً کُرتہ تہبند، چادر یا جوتا وغیرہ ان میں سے کسی کا فاضل جوڑا بنا کر نہیں رکھا۔

(۸۲) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب نیا لباس پہنتے تو جمعہ کے دن پہنتے۔

(۸۳) سفید لباس تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا ہی مگر رنگین لباس میں سبز رنگ کا لباس طبیعتِ پاک کو بہت زیادہ پسند تھا۔

(۸۴) خالص وگہرا سُرخ رنگ طبیعتِ پاک کو بہت زیادہ ناپسند تھا۔

(۸۵) جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نیا لباس زیب تن فرماتے تو کپڑے کا نام لے کر خدا تعالےٰ کا شکران الفاظ میں ادا فرماتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْئَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ

(۸۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے۔

(۸۷) اگر عمامہ نہ ہوتا تو سر اور پیشانی مبارک پر ایک پٹی باندھ لیا کرتے۔

(۸۸) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ تقریباً سات گز کا ہوتا تھا۔

(۸۹) آپؐ عمامہ باندھتے تو شملہ ضرور چھوڑتے، اور کبھی عمامہ کا ایک پیچ ٹھوڑی کے نیچے گردن پر سے لے لیتے۔

(۹۰) آپؐ عمامہ کا شملہ ایک بالشت کے قریب چھوڑتے۔

(۹۱) آپؐ کے عمامہ کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان پیچھے کی جانب چھوٹا

ہوا ہوتا۔

(۹۲) عمامہ باندھنے کے ختم پر اُس کا آخری پلّو بجائے آگے کے پیچھے رُخ میں اُڑس لیتے۔

(۹۳) تپشِ آفتاب کی وجہ سے کبھی عمامہ کا شملہ سرمبارک پر ڈال لیا کرتے۔

(۹۴) عمامہ کے نیچے آپؐ ٹوپی ضرور اوڑھا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی

(۹۵) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔

(۹۶) وطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر سے چپٹی ہوئی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔

(۹۷) آپؐ کے سفر کی ٹوپی اٹھی ہوئی باڑ دار ہوتی تھی، جس کو کبھی نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے رکھ لیا کرتے۔ (گویا اس سے سُترہ کا کام لیتے)۔

(۹۸) آپؐ نے سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی گاڑھی ٹوپی بھی اوڑھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی

(۹۹) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاندی کی انگوٹھی پہنتے۔

(۱۰۰) آپؐ نے انگوٹھی سیدھے اور اُلٹے دونوں ہاتھوں کی چھنگلیا میں

پہنی ہے۔

(۱۰۱) انگوٹھی کا نگینہ آپؐ نے کبھی چاندی کا رکھا اور کبھی حبشی پتھر کا۔

(۱۰۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ تھی کہ انگوٹھی کا نگینہ بجائے اوپر کی جانب کے ہاتھ کے اندر کی ہتھیلی کی طرف رکھتے۔

(۱۰۳) آپؐ کی انگوٹھی پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ کھدا ہوا تھا محمد ایک سطر میں۔ رسول دوسری سطر میں اور اللہ تیسری سطر میں..... اللہ رسول محمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جُوتا

(۱۰۴) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم چپّل نما یا کھڑاؤں نما جُوتا پہنا کرتے تھے۔

(۱۰۵) جوتا پہنتے تو پہلے سیدھا پاؤں سیدھے جوتے میں ڈالتے۔ پھر اُلٹا پاؤں اُلٹے جوتے میں۔ اور جوتا اتارتے وقت پہلے اُلٹا پاؤں جوتے میں سے نکالتے اور پھر سیدھا۔

(۱۰۶) جوتا کبھی کھڑے ہو کر پہنتے اور کبھی بیٹھ کر۔

(۱۰۷) آپؐ اپنا جُوتا اُٹھاتے، تو اُلٹے ہاتھ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی سے اُٹھاتے۔

(۱۰۸) آپؐ اپنے جوتے میں دو تسمے رکھتے، ایک تسمہ انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی میں رہتا اور دوسرا چھنگلیا اور اُس کے برابر والی انگلی میں۔

(۱۰۹) آپؐ کا جوتا ایک بالشت دو انگل لمبا تھا۔ تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا اور دونوں تسموں کے درمیان پنجے پر سے دو انگل فاصلہ ہوتا تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصالِ حمیدہ

سونے اور جاگنے میں

(۱۱۰) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوّل رات آرام فرماتے، اور نصف آخر کے اوّل حصّہ میں اُٹھ جاتے۔

(۱۱۱) شروع رات جب کسی قدر گہری نیند ہوتی، سیدھی کروٹ اس طرح سوتے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر سیدھا رُخسار رکھ لیتے، اور تین مرتبہ یہ الفاظ ارشاد فرماتے: رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ

(۱۱۲) کسی شخص کو پیٹ کے بَل اَوندھا لیٹا ہوا یا سوتا ہوا دیکھتے، تو بہت ناراض ہوتے اور پاؤں سے چھیڑ کر اس کو اُٹھا دیتے۔

(۱۱۳) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کھجور کی چھال بھرے ہوئے چمڑے کے گدّے پر، چٹائی پر، ٹاٹ پر، بان کی بُنی ہوئی چارپائی پر، صرف چمڑے

پر سیاہ کپڑے اور کبھی زمین پر آرام فرمایا کرتے تھے۔

(۱۱۴) جس ٹاٹ پر حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے، اس کو صرف دو تہہ کرکے بچھانے کا حکم دیتے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سونے میں خرّانٹے لینے کے عادی تھے۔

(۱۱۵) آپؐ کبھی چت لیٹتے اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر آرام فرماتے مگر اس طرح کہ ستر نہیں کھُلتا۔ اگر ستر کھُلنے کا اندیشہ ہو تو ایسے لیٹنے سے حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔

(۱۱۶) عشاء سے پہلے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں سوتے۔

(۱۱۷) آپؐ رات کو ایسے گھر میں آرام نہیں فرماتے کہ جس میں چراغ نہ جلایا گیا ہوتا۔

(۱۱۸) اگر حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بحالتِ جنابت آرام فرمانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے ناپاک جگہ کو دھو لیتے اور پھر وضو کرکے سو رہتے۔

(۱۱۹) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم عام طور سے سونے سے پہلے وضو کرکے سونے کے عادی تھے۔

(۱۲۰) اگر رات کے کسی حصّہ میں آنکھ کھُلتی تو قضائے حاجت کے بعد صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو کر سوتے۔

(۱۲۱) سونے سے پہلے دوسرے کپڑے کی تہبند باندھتے اور کُرتا اُتار کر

ٹانگ دیتے اور پھر آرام فرماتے۔

(۱۲۲) رات کو جنابِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تو چارپائی کے نیچے ایک لکڑی کی حاجتی رکھی رہتی، رات کو جاگتے تو اس میں پیشاب کرتے۔

(۱۲۳) آپؐ کے سرہانے ایک سُرمہ دانی رکھی رہتی، ہر رات سونے وقت سُرمہ لگاتے۔

(۱۲۴) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سیاہ رنگ کی سُرمہ دانی رکھا کرتے تھے۔

(۱۲۵) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سُرمہ لگاتے تو ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سلائی لگاتے۔ اور کبھی ہر آنکھ میں دو دو مرتبہ لگاتے، اور آخری ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگالیتے۔

(۱۲۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اپنے اہلِ بیت سے کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کیا کرتے، کبھی گھر کے متعلق اور کبھی عام مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں۔

(۱۲۷) ہر رات حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ تکیہ پر سر رکھنے کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں پھونک لیتے، پھر ان کو کھول کر پورے بدن مبارک پر جہاں تک ہاتھ جاتا، پھیر لیتے،

اور ہاتھوں کو سر اور چہرے سے نیچے کی جانب پھیرنا شروع کرتے۔ اس طرح تین مرتبہ کرتے۔

(۱۲۸) نیند سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے، تو یہ الفاظ ارشاد فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ ٭

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ

برگزیدہ خوشبو کے بارے میں

(۱۲۹) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخر رات میں خوشبو لگایا کرتے تھے۔

(۱۳۰) سونے سے بیدار ہوتے تو قضائے حاجت سے فراغت کے بعد وضوء کرتے اور پھر خوشبو منگا کر لباس پر لگاتے۔

(۱۳۱) خدمتِ اقدس میں خوشبو اگر ہدیۃً پیش کی جاتی، تو آپؐ اُس کو ضرور قبول فرماتے۔ خوشبو کی چیز کو واپس کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

(۱۳۲) ریحان کی خوشبو کو بہت پسند فرماتے۔

(۱۳۳) مہندی کے پھول کو حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بہت محبوب رکھتے تھے۔

(۱۳۴) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مشک اور عُود کی خوشبو کو تمام

خوشبوؤں میں زیادہ محبوب رکھتے۔

(۱۳۵) آپؐ خوشبو سر مبارک پر بھی لگایا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ پسندیدہ کنگھا کرنے اور تیل لگانے میں

(۱۳۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت مسواک کرتے، وضو کرتے اور سر کے بالوں اور ڈاڑھی مبارک میں کنگھا کرتے۔

(۱۳۷) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہوتے یا حضر میں ہمیشہ بوقتِ خواب آپؐ کے سرہانے سات چیزیں رکھی رہتیں۔ تیل کی شیشی، کنگھا، سُرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ اور ایک لکڑی کی چھوٹی سی سیخ جو سر وغیرہ کے کھُجانے کے کام آتی تھی۔

(۱۳۸) آپؐ کنگھا ہاتھی دانت کا رکھتے۔

(۱۳۹) آپؐ پہلے ڈاڑھی اور سر مبارک میں تیل لگاتے اور پھر کنگھا کرتے۔

(۱۴۰) ڈاڑھی مبارک میں تیل لگاتے تو ڈاڑھی کے اس حصہ سے شروع فرماتے جو گردن سے مِلا ہوا ہے۔

(۱۴۱) سر میں تیل لگاتے تو پہلے پیشانی کے رُخ سے شروع فرماتے۔

(۱۴۲) آپؐ نے اکثر عمر میں سر پر بال رکھے ہیں، کبھی کان کی لَو سے اُونچے رکھے کبھی کان کی لَو تک اور کبھی اس سے بھی نیچے، کاندھے تک۔

(۱۴۳) شروع میں ویسے ہی چھوڑے رکھتے، مانگ نہیں نکالتے مگر بعد کی زندگی میں آپؐ مانگ نکالنے لگے تھے۔

(۱۴۴) سر کے بالوں میں کثرت سے تیل ڈالنے کے عادی تھے اسی وجہ سے اکثر و بیشتر سر مبارک پر کپڑا ڈالے رکھتے تھے کہ کپڑوں کو چکنائی سے بچائے چنانچہ یہ کپڑا تیل میں ہر وقت چکنا رہتا۔

(۱۴۵) آپؐ پانی لگا کر بھی ڈاڑھی مبارک میں کنگھا کیا کرتے تھے۔

(۱۴۶) آپؐ جب آئینہ میں چہرۂ انور کو دیکھتے تو یہ الفاظ زبانِ مبارک پر ہوتے اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ وَ اَوْسِعْ عَلَیَّ فِیْ رِزْقِیْ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ناخون کٹوانے میں

(۱۴۷) ہاتھ کے ناخون کٹوانے میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ترتیب ذیل ملحوظ فرماتے۔

سیدھا ہاتھ:

شہادت کی انگلی، بیچ کی انگلی، بیچ کی اُنگلی کے برابر والی اُنگلی، چھنگلیا۔

اُلٹا ہاتھ:

چھنگلیا، اُس کے برابر والی انگلی، بیچ کی انگلی، شہادت کی اُنگلی، انگوٹھا۔

سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا

(۱۴۸) پاؤں کے ناخون کاٹنے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل ترتیب ملحوظ فرماتے:

سیدھا پاؤں: چھنگلیا سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے تک ختم کرتے۔

اُلٹا پاؤں: چھنگلیا سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے تک ختم کرتے۔

(۱۴۹) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پندرھویں دن ناخُن کاٹتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولاتِ سفر میں!

(۱۵۰) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے خود روانہ ہوتے یا کسی اور کو روانہ فرماتے، تو جمعرات کے روز کو روانگی کے لئے مناسب خیال فرماتے۔

(۱۵۱) آپ سفر میں سواری کو زیادہ تر تیز رفتاری سے چلانا پسند فرماتے اور جب دیکھتے کہ راستہ لمبا ہے تو رفتار اور تیز کر دیتے۔

(۱۵۲) سفر میں کہیں پڑاؤ کر کے روانہ ہوتے تو عادتِ طیبہ تھی کہ،

صبح کے وقت کوچ فرماتے۔

(۱۵۳) سفر میں آپؐ کتنی ہی کم مدت کے لئے ٹھہرتے، جب تک نمازِ دوگانہ ادا نہ فرمالیتے، وہاں سے روانہ نہیں ہوتے۔

(۱۵۴) آپؐ جب گھر میں داخل ہوتے یا سفر میں کہیں منزل پر پڑاؤ کرتے تو جب تک نمازِ دوگانہ ادا نہ فرمالیتے نہیں بیٹھتے۔

(۱۵۵) شروع رات میں اگر کسی جگہ منزل کر کے آرام فرماتے تو سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر سیدھا رخسار رکھ کر سیدھی کروٹ آرام فرماتے۔

(۱۵۶) اگر پچھلی رات کہیں پڑاؤ کرتے تو سیدھے ہاتھ کو کہنی کے بل کھڑا کر کے اس کی ہتھیلی پر اپنا سرِ مبارک رکھ کر آرام فرماتے۔

(۱۵۷) جب کوئی مسافر سفر سے واپس آتا اور خدمتِ اقدس میں حاضری دیتا تو اس سے معانقہ کرتے اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔

(۱۵۸) جب کسی کو سفر کے لئے رخصت فرماتے تو اس سے دعا کا مطالبہ فرماتے اور ارشاد ہوتا کہ "بھیا ہم کو دعا میں مت بھولنا"۔

(۱۵۹) جب آپؐ کسی سفر سے واپس ہوتے تو رات کے وقت گھر میں ہرگز تشریف نہیں لے جاتے، بلکہ راستہ میں کہیں ٹھہر جاتے اور پھر صبح کے وقت دولت خانہ میں قدم رنجہ فرماتے۔

(۱۶۰) سفر میں آپؐ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہوتے اور کوئی کام سب کو

کرنا ہوتا (مثلاً کھانا وغیرہ پکانا) تو آپؐ کام کاج میں ضرور حصّہ لیتے۔ مثلاً ایک پڑاؤ پر سب اصحابؓ نے کھانا پکانے کا ارادہ کیا، اور ہر ایک نے ایک کام اپنے ذمّہ لیا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے لکڑیاں چُن کر لانے کا کام اپنے ذمّہ لیا۔

(۱۶۱) سفر سے واپسی پر عادتِ طیبّہ تھی کہ سیدھے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے، بلکہ پہلے مسجد میں جاکر نمازِ دوگانہ ادا فرماتے اور پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔

(۱۶۲) سفر سے تشریف لاتے اور شہر میں آکر بچّے راستے میں ملتے تو اُن کو آپؐ اپنی سواری پر بٹھاتے چھوٹے بچّے کو اپنے آگے بٹھاتے اور بڑے کو اپنے پیچھے۔

(۱۶۳) آپؐ جب سفر میں جاتے یا جہاد کے لئے تو ہر روز اصحابؓ میں سے ایک صحابی کو اپنے ہمراہ سواری پر بٹھاتے۔

(۱۶۴) جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے روانہ ہوتے اور سواری پر اچھی طرح بیٹھ جاتے، تو تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے اور پھر یہ الفاظ دُعا کے زبان مبارک پر ہوتے: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا

هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔ اور جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس ہوتے تو یہی دُعا پڑھتے مگر اس کے ساتھ یہ الفاظ اور بڑھا دیتے "اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

(۱۶۵) جب کسی بلندی پر سواری چڑھتی تو تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے اور یہ فرماتے اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰی كُلِّ شَرَفٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰی كُلِّ حَالٍ۔

(۱۶۶) جب کسی پستی میں سواری اُترتی، تو تین مرتبہ فرماتے سُبْحَانَ اللّٰهِ۔

(۱۶۷) رکاب میں پاؤں رکھتے وقت فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ۔

(۱۶۸) اگر آپؐ کو سفر میں رات ہو جاتی، تو آپؐ دُعا کے یہ الفاظ ارشاد فرماتے یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِیْكِ وَشَرِّ مَا یَدُبُّ عَلَیْكِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَیَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِی الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔

(۱۶۹) جس شہر یا گاؤں میں آپؐ کے قیام کا ارادہ ہوتا اور آپؐ اس کو دُور سے دیکھ لیتے تو زبان مبارک پر یہ الفاظ ہوتے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهَا (تین مرتبہ کہتے) اور جب اس میں داخل ہونے لگتے تو فرماتے: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَیْنَا۔

(۱۷۰) جب آپؐ کسی شخص کو سفر کے لئے رخصت فرماتے، تو یہ

الفاظ زبان مبارک پر ہوتے اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ۔

(۱۷۱) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس ہوتے اور اپنے گھر والوں میں تشریف لے جاتے تو فرماتے تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ ستودہ قضائے حاجت کے بارے میں

(۱۷۲) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو بایاں قدم پہلے اندر رکھتے اور جب باہر نکلتے تو دایاں قدم پہلے باہر رکھتے۔

(۱۷۳) جب پاخانہ میں جاتے تو یہ دُعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

(۱۷۴) جب آپؐ پاخانہ سے باہر آتے تو یہ دُعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ۔

(۱۷۵) جب آپؐ رفعِ حاجت کو بیٹھتے تو جب تک آپؐ زمین سے بالکل قریب نہ ہو جاتے اپنا ستر نہ کھولتے۔

(۱۷۶) جب قضائے حاجت کے لئے جنگل جاتے تو اتنی دُور جاتے

کہ نظروں سے غائب ہو جاتے، بلکہ بعض وقت شہر سے دُودُو میل دُور نکل جاتے، اور پھر رفعِ حاجت کے لئے بیٹھتے۔

(۱۷۷) آپؐ پیشاب کرنا چاہتے تو نرم زمین کی تلاش رہتی اگر آپؐ کو نرم زمین نہ ملتی تو لکڑی یا کسی اور چیز سے سخت زمین کو کھود کر نرم کر لیتے پھر پیشاب کرنے بیٹھتے۔

(۱۷۸) جب آپؐ پاخانہ میں جاتے تو جوتے پہنتے، سرمبارک کو ڈھکتے اور انگوٹھی اُتارتے۔

(۱۷۹) جب آپؐ ازواجِ مطہرات میں کسی سے قربت فرماتے تو بھی سر مبارک کو ضرور ڈھک لیا کرتے۔

(۱۸۰) پیشاب کرنے کے لئے اُکڑو بیٹھتے تو رانوں کے درمیان کافی فاصلہ چھوڑتے۔

(۱۸۱) آبدست لینے کے بعد اُلٹے ہاتھ کو مٹی سے رگڑ کر دھوتے اور پاک کرتے۔

(۱۸۲) قضائے حاجت کو بیٹھنے کے لئے ریت یا مٹی کے ٹیلہ یا پتھروں کی ٹیکری یا کسی کھجور وغیرہ کی آڑ کو بہت پسند فرماتے۔

(۱۸۳) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم رفعِ حاجت کے لئے بیٹھتے تو قبلے کی طرف مُنہ نہ کرتے اور نہ پُشت، بلکہ یا تو جنوب کی طرف رُخ کر کے بیٹھتے یا شمال

کی جانب۔

(۱۸۴) قضائے حاجت کے بعد صفائی کے لئے آپؐ مٹی کے ڈھیلے ضرور لے کر جاتے اور وہ تعداد میں ہمیشہ طاق ہوتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصالِ حمیدہ چھینک کے بارے میں

(۱۸۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چھینک لیتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فرماتے اگر کوئی ہم جلیس جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہتا تو حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ سے اس کا جواب دیتے۔

(۱۸۶) غیر مذاہب والوں کی چھینک کا جواب حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ سے دیتے یَرْحَمُكَ اللّٰہُ سے اُن کو جواب دینا ناپسند فرماتے۔

(۱۸۷) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم چھینک بہت پست آواز سے لیتے اور اسی کو پسند فرماتے۔

(۱۸۸) آپؐ چھینک لیتے وقت اپنے مُنہ پر دستِ مبارک رکھ لیتے اور

کبھی کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے۔

(۱۸۹) چھینک لینے والے کی چھینک کا جواب دو مرتبہ تک دیتے اس کے بعد اگر اس کو چھینک آتی تو آپؐ فرماتے اَلرَّجُلُ مَزْکُوْمٌ یعنی اس آدمی کو زکام ہوگیا ہے۔ (گویا اب جواب دینے کی ضرورت نہیں)

(۱۹۰) جو شخص چھینک لینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہ کہتا، تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس کی چھینک کا جواب نہیں دیتے۔ اگر وہ شکایت بھی کرتا تو ارشاد عالی ہوتا کہ "بھئی! تم چھینک کے بعد اللہ کو بھول گئے، لہٰذا ہم تم کو بھول گئے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ برگزیدہ چلنے میں

(۱۹۱) چلتے وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بدن کو آگے کی طرف جھکا کر چلتے، جس طرح کہ کوئی بلندی سے پستی کی طرف اُتر رہا ہو۔

(۱۹۲) آپؐ قدم لمبے لمبے رکھتے اور قدم اُٹھا کر رکھتے۔ قدم گھسیٹ کر نہیں چلتے۔

(۱۹۳) آپؐ ایسے تیز چلتے کہ معمولی رفتار والا آپؐ کے ساتھ چلنے سے قاصر رہتا۔

(۱۹۴) آپؐ جب اصحاب کے ساتھ چلتے تو سب سے پیچھے آپؐ ہی چلتے اور اپنے سب ساتھیوں کو اپنے آگے رکھتے، فرماتے کہ میرے پیچھے فرشتوں کو چلنے دو۔

(۱۹۵) آپؐ چلتے وقت بدن کو ڈھیلا نہیں چھوڑتے، بلکہ بدن کو چُست اور سمٹا ہوا رکھتے۔

(۱۹۶) چلتے وقت دائیں بائیں کبھی نہیں دیکھتے۔ اسی وجہ سے آپؐ کی چادر بعض وقت کسی درخت یا کسی اور چیز سے اُلجھ جاتی۔

(۱۹۷) آپؐ چلنے میں کسی چیز کی طرف مڑکر دیکھتے، تو پورے جسم سے مُڑتے، صرف گردن یا نظر نہیں پھیرتے۔

(۱۹۸) چلتے وقت کبھی آپؐ اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر چلتے۔

(۱۹۹) چلتے وقت آپؐ اپنے تہبند کو پیچھے سے اُٹھا لیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ طیّبہ
گفتگو میں

(۲۰۰) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے کہ سننے والا بہ آسانی یاد کر لیتا، بلکہ اگر کوئی گننے والا آپؐ کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گن بھی سکتا تھا۔

(۲۰۱) گفتگو میں اکثر و بیشتر الفاظ کو تین مرتبہ دُہراتے۔

(۲۰۲) آپؐ بات کرتے وقت بار بار آسمان کی طرف بھی نظر اُٹھا کر دیکھ لیتے۔

(۲۰۳) جس بات کا تفصیل سے ذکر کرنا تہذیب سے گرا ہوا ہوتا تو اُس کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کنایہ میں بیان فرماتے۔

(۲۰۴) کسی بات پر زور دینا ہوتا اور آپؐ ٹیک لگائے ہوتے تو ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھ جاتے اور خاص لفظ یا جملہ کو بار بار اِرشاد فرماتے۔

(۲۰۵) بات کرتے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُسکراتے، اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے۔

(۲۰۶) جب آپؐ حاضرین کو کسی بات سے ڈراتے تو زبان مبارک سے

الفاظ ادا فرماتے اور ہاتھ کو زمین پر ملتے۔

(۲۰۷) جب آپؐ بوقتِ گفتگو کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے فرماتے صرف اُنگلی سے اشارہ نہیں فرماتے۔

(۲۰۸) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم دورانِ گفتگو میں کسی بات پر تعجب کرتے تو ہتھیلی کو اُلٹ دیتے۔

(۲۰۹) کبھی دورانِ گفتگو میں تعجب کے وقت سیدھے ہاتھ کی اندر کی ہتھیلی اُلٹے ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کے حصّہ پر مارتے۔

(۲۱۰) آپؐ تعجب کے وقت سر ہلاتے اور ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے

(۲۱۱) آپؐ تعجب کے وقت ہاتھ کو ران پر مارتے۔

(۲۱۲) کسی فکر یا سوچ کے وقت زمین کو لکڑی سے کریدتے۔

(۲۱۳) جب کسی بات کو زیادہ واضح کرنا ہوتا تو ہاتھ یا انگلی کے اشارہ سے اس کو واضح فرماتے مثلاً کسی دو چیزوں کے ساتھ ساتھ ہونے کو بتاتے تو شہادت کی انگلی کو بیچ کی انگلی کے ساتھ ملا کر اشارہ فرماتے۔ یا مثلاً کسی چیز کی مضبوطی کو بتلاتے تو ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرماتے۔

(۲۱۴) کسی اہم گفتگو کے وقت ٹیک لگا لیتے اور سیدھے ہاتھ کو اُلٹے ہاتھ پر رکھ کر سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو اُلٹے ہاتھ کی اُنگلیوں میں پشت کی جانب سے داخل فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک خصلتیں

دُعائے بارے میں

(۲۱۵) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دُعائیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰے الْوَهَّابِ کے الفاظ سے شروع کرتے۔

(۲۱۶) آپؐ دُعاء میں سجع بندی و قافیہ بندی سے کام نہیں لیتے اور نہ اس کو اچّھا جانتے۔

(۲۱۷) دُعاء کے شروع و آخر میں اور کبھی بیچ دُعا میں اکثر ان الفاظ کا اضافہ فرماتے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(۲۱۸) جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی اَمر میں بہت زیادہ پریشانی لاحق ہوتی، تو چادر بچھا دیتے، کھڑے ہو جاتے اور دُعاء کے لئے اپنے ہاتھ اتنے لمبے کر دیتے کہ آپؐ کی بغل کی سفیدی تک دکھائی دیتی۔

(۲۱۹) آپؐ جب اللہ تعالےٰ سے خیر کی دُعاء مانگتے تو دُعاء میں اپنے ہاتھوں کے اندر کی ہتھیلیاں اپنے چہرے کی طرف رکھتے اور جب کسی مصیبت سے

پناہ مانگتے تو ہتھیلیوں کی پُشت اپنے چہرے کی طرف رکھتے۔

(۲۲۰) جب آپؐ دُعار ختم کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر مَل لیا کرتے۔

(۲۲۱) دُعار و استغفار کے الفاظ تین تین مرتبہ دُہراتے۔

(۲۲۲) جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی کے لئے دُعا فرماتے تو پہلے اپنے لئے دُعار فرماتے اور پھر اس کے لئے۔

(۲۲۳) کبھی آپؐ دُعار میں آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھاتے، اِس طرح کہ ہاتھوں کے اندر کی ہتھیلیاں زمین کی جانب ہوتیں اور ہتھیلیوں کی پشت آسمان کی طرف۔

آں حضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک خصائلِ

وعظ و تقریریں

(۲۲۴) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں وعظ فرماتے تو عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر قیام فرماتے اور اگر میدانِ جہاد میں نصیحت فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔

(۲۲۵) وعظ کہتے وقت جسم مبارک دائیں بائیں جانب جھومتا ہلتا

پر ہاتھوں کو حسب منشاء حرکت دیتے۔ بعض وقت ہاتھوں کے پٹھوں کی آواز سُنائی دیتی۔

(۲۲۶) آپؐ وعظ منبر پر بھی کہتے اور سواری پر بھی۔

(۲۲۷) وعظ و تلقین کے خصوصی اور مختصر جلسے تو تقریباً ہر نماز اور خاص طور سے نمازِ صبح کے بعد تو منعقد ہوا ہی کرتے، مگر افادۂ عام کی غرض سے ایک عام جلسہ بھی کبھی کبھی طلب فرمالیا کرتے تھے۔

(۲۲۸) دورانِ وعظ میں جس امر پر نہایت زور دینا ہوتا تو اس پر اِن الفاظ سے قسم کھاتے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مزاح

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں گو وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضاء ہر وقت قائم رہتی، یہاں تک کہ خود صحابۂ کرام رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت میں ایسے باادب و باتمکین بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنیٰ حرکت سے اُڑ جائیں گے۔ مگر پھر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی جھلک ان متبرک صحبتوں کو خوش گوار بناتی رہتی، کیونکہ آں حضرت صلعم

اگر ایک طرف پیغامبرِ خداوندی کی حیثیت سے احترامِ رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے، تو دوسری طرف آپؐ صحابہ رضؓ کے ساتھ ایک بے تکلّف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔ اگر زیادہ اوقات میں آپؐ کی مجلس ایک دینی درس گاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تو کچھ دیر کے لئے خوش طبع مہذّب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں، گھر بار کے روزانہ کے قصّے بھی بیان ہوتے، غرض بے تکلفی سے آپؐ صحابہ رضؓ سے اور صحابہ رضؓ آپس میں گفتگو کرتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپؐ کی ظرافت کس طرح کی تھی۔ اِس تشریح کی یوں ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریے بدل چکے ہیں، تخیّل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے، ہر چیز میں اعتدال کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی و ظرافت ہم سے کوسوں دُور رہتی ہے۔ اور اگر خوش طبع بنتے ہیں تو اِس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دُور رہتی ہے، اِس لئے کہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار سامنے رکھنا ہے، آپؐ کی ظرافت کی تعریف آپؐ ہی کی زبان مبارک سے سُن لیجئے۔ صحابۂ کرام رضؓ نے آپؐ سے تعجّب سے پوچھا کہ، آپؐ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ہاں بے شک، مگر میرا مزاح سراسر سچّائی اور حق ہے" اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کل کا مذاق وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن و تشنیع و بیجا

مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔

اب میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کے چند واقعات قلمبند کرتا ہوں کہ جن کے ماتحت ہم ظرافت کا صحیح تخیل قائم کر سکیں۔ اسی طرح اِس کے بعد آنے والے بیان (بچّوں کے ساتھ محبّت) میں بھی مجھے صرف واقعات ہی بیان کرنا پڑیں گے، جن سے ہمیں یہ اندازہ ہو سکے گا کہ آپؐ کا بچّوں کے ساتھ محبّت کا کیا طریقہ تھا۔

(۲۲۹) ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سواری کے لئے درخواست کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو سواری کے لئے اونٹنی کا بچّہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہوا کیوں کہ اونٹنی کا بچّہ سواری کا کام کب دے سکتا ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں اونٹنی کے بچّہ کا کیا کروں گا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچّہ نہ ہو؟

(۲۳۰) ایک مرتبہ ایک بُڑھیا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی، اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو جنّت نصیب کرے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنّت میں نہیں جائیں گی۔ یہ فرما کر آپؐ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور بڑھیا نے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سنتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپؐ

نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ، یا رسول اللہ صلعم! جب سے آپ نے فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، یہ بڑھیا رو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ، اُس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنّت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔

(۲۳۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دیہاتی زاہر نامی دوست تھے جو اکثر آپ کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز بازار میں وہ اپنی کوئی چیز بیچ رہے تھے۔ اتّفاق سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اُدھر سے آنکلے اُن کو دیکھا تو بطور خوش طبعی چُپکے سے پیچھے سے جاکر ان کو گود میں اُٹھالیا اور بطور ظرافت آواز لگائی کہ "اس غلام کو کون خریدتا ہے؟" زاہر نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، کون ہے؟ مُڑ کر دیکھا تو سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت زاہر رض نے کہا کہ "یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا نقصان اُٹھائے گا۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت و خوش طبعی بچّوں کے ساتھ

(۲۳۲) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بچّوں پر بہت شفقت فرماتے،

ان سے محبت کرتے، اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کو پیار کرتے اور ان کے حق میں دُعائے خیر فرماتے۔

(۲۲۳) بچّے قریب آتے تو ان کو گود میں لیتے، بڑی محبّت سے ان کو کھلاتے، کبھی بچّہ کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے، بچّہ خوش ہوتا اور بہلتا، کبھی لیٹے ہوتے تو اپنے قدموں کے اندر کے تلووں پر بچّہ کو بٹھا لیتے اور کبھی سینۂ اطہر پر بچّہ کو بٹھا لیتے۔

(۲۲۴) بچّہ کو کھلاتے وقت اکثر زبان مبارک پر یہ الفاظ ہوتے خَرَقَ خَرَقَہ فِی عَیْنِ کُلِّ بَقَّہ۔ اگر یہ الفاظ بامعنی استعمال کئے گئے ہیں تو غالبًا ان کے معنی یہ ہیں (ہر مچھر کی آنکھ میں ٹڈی کا جبڑہ ہے) ممکن ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بچّوں کو کھلانے کے لئے بلامعنی الفاظ استعمال فرمائے ہوں۔

(۲۲۵) اگر کئی بچّے ایک جگہ جمع ہوتے تو آپؐ ان کو ایک قطار میں کھڑا کردیتے اور آپؐ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ بھئی تم سب دَوڑ کر ہمارے پاس آؤ، جو بچّہ ہم کو سب سے پہلے چھُولے گا، ہم اس کو یہ اور یہ دیں گے۔ بچّے بھاگ کر آپؐ کے پاس آتے، کوئی آپؐ کے پیٹ پر گرتا اور کوئی سینۂ اطہر پر۔ آپؐ ان کو سینۂ مبارک سے لگاتے اور پیار کرتے۔

(۲۲۶) بچّوں سے اکثر خوش طبعی فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یَا ذَا الْاُذُنَیْنِ یعنی " اے دو کان والے " کہہ کر پکارتے۔

(۲۳۷) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بھائی تھے ابوعمیر نامی انھوں نے ایک لال یا ممولا پال رکھا تھا۔ ایک روز وہ مرگیا۔ ابوعمیر اس کے رنج میں غمگین بیٹھے تھے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور جب اُن کو ممولے کے رنج میں رنجیدہ دیکھا، تو ارشاد فرمایا "یا ابا عمیر ما فعل النّغیر" یعنی اے ابوعمیر! یہ تمھارے ممولے نے کیا کیا؟ (یعنی تمھارا لال کیا ہوا؟)

(۲۳۸) عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ کو ایک انگوروں کا خوشہ دیا اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے آؤ! میں وہ لے کر چلا، راستہ میں میری نیت بگڑگئی، اور میں اُس کو کھاگیا۔ میری والدہ حضورِ اکرم ؐ سے ملیں تو خوشہ کے بارے میں پوچھا کہ "آپؐ کو انگوروں کا خوشہ پہنچ گیا تھا؟" آپؐ نے فرمایا کہ "نہیں تو"۔ میری والدہ اور حضورِ اکرم صلعم سمجھ گئے کہ میں نے اس کو راستہ میں کھالیا۔ اس واقعہ کے بعد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مجھ کو راستہ میں ملتے تو میرا کان پکڑ کر فرماتے یَاغُدَرُ یَاغُدَرُ یعنی — او دھوکے باز او دھوکے باز ❖

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ طیّبہ مجلس کے بارے میں

(۲۳۹) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و تلقین کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے کہ لوگ اُکتا نہ جائیں۔

(۲۴۰) آپؐ کی مجلس میں اگر کسی آنے والے کو آپؐ اعزاز دینا چاہتے تو آپؐ اُس کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

(۲۴۱) جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں شرکت فرماتے تو اہلِ مجلس کی گفتگو میں بے ربط اپنا خیال پیش نہیں فرماتے، جب تک کہ وہ اپنے سلسلۂ گفتگو کو ختم نہ کر لیتے۔

(۲۴۲) آپؐ صحابۂ کرامؓ کے مجمع میں تشریف لے جاتے اور کوئی آپؐ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا، تو آپؐ بُرا مانتے۔ چنانچہ جب صحابۂ کرام رضؓ آپؐ کی یہ عادت مبارک پہچان گئے تو آپؐ کی تشریف آوری پر ان میں سے کوئی کھڑا نہیں ہوتا۔

(۲۴۳) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں شرکت فرماتے

تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں تشریف رکھتے۔ مجلس کے بیچ میں جاکر بیٹھنے کی ہرگز کوشش نہیں فرماتے۔

(۲۴۴) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ رضؓ کے ساتھ تشریف فرما ہوتے اور کسی ضرورت سے گھر میں آپؐ کو تشریف لے جانا ہوتا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں ہوتا تو آپؐ اپنے جوتے پہن کر جاتے، اور اگر آپؐ کو پھر واپس آنا ہوتا تو اس کی علامت یہ ہوتی کہ آپؐ اپنے جوتے مجلس ہی میں چھوڑ جاتے، اور آپؐ برہنہ پا اندر گھر میں تشریف لے جاتے۔

(۲۴۵) آپؐ مجلس میں اپنے اصحابؓ کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تو اپنے زانو مبارک کو ہم جلیسوں سے آگے نہیں بڑھنے دیتے کہ امتیاز پیدا نہ ہو جائے۔

(۲۴۶) صحابۂ کرامؓ مجلس میں بیٹھے ہوئے جس گفتگو میں مصروف ہوتے آپؐ بھی گفتگو میں ان کے شریک ہو جاتے۔

(۲۴۷) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے آخرت کے معاملات پر گفتگو فرماتے ہوتے مگر جب دیکھتے کہ حاضرینِ مجلس موضوعِ زیرِ بحث پر توجہ کم دے رہے اور کچھ اُکتا سے رہے ہیں (یہ آپؐ اُن کے چہروں سے معلوم فرمالیتے) تو آپؐ فوراً موضوعِ گفتگو کو بدل کر دنیا کے کسی معاملہ پر بات چیت کرنے لگتے۔ جب محسوس فرمالیتے کہ اہلِ

مجلس خوش ہو گئے تو پھر آخرت کا ذکر چھیڑ دیتے۔

(۲۴۸) اگر کوئی شخص کھڑے کھڑے کسی بات کے متعلق سوال کرتا، تو آپؐ اس کو ناپسند فرماتے اور تعجب سے اس کی طرف دیکھتے۔

(۲۴۹) اگر کسی مسئلہ کے بیان میں حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم مصروف ہوتے اور قبل اِس کے کہ سلسلۂ بیان ختم ہو، کوئی شخص دوسرا سوال پیش کر دیتا تو آپؐ اپنے سلسلۂ تقریر کو بدستور جاری رکھتے، معلوم ہوتا کہ گویا آپؐ نے سُنا ہی نہیں۔ جب گفتگو ختم کر لیتے تو سائل سے اُس کا سوال معلوم کرتے اور اس کا جواب دیتے۔

(۲۵۰) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضؓ کے مجمع میں ہوتے تو درمیان میں تشریف رکھتے، اور صحابہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرد گرد حلقے پر حلقہ لگائے بیٹھے ہوتے اور آپؐ بوقتِ گفتگو کبھی اِدھر رُخ کر کے تخاطب فرماتے اور کبھی اُدھر، گویا حلقہ میں سے ہر شخص بوقتِ گفتگو آپؐ کے چہرۂ مبارک کو دیکھ لیتا۔

(۲۵۱) آپؐ جب کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

آں حضرت صلعم کی عاداتِ محمودہ عیادت میں

(۲۵۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لیجاتے

تو بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، اُس سے کھانے کے لئے پوچھتے، اگر وہ کچھ مانگتا تو اس کے لئے وہ چیز منگواتے اور فرماتے کہ مریض جو مانگے وہ اُس کو دو۔

(۲۵۳) بیمار کے پاس بیٹھتے تو اُس کو تسلّی دیتے، اُس کی صحت کے لئے دُعا فرماتے اور فرماتے لَا بَاْسَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ طَھُوْرٌ یعنی کوئی پروا کی بات نہیں، اللہ نے چاہا تو خیریت ہے۔

(۲۵۴) آپؐ مریض کی پیشانی یا دُکھی ہوئی جگہ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سُقْمًا۔

(۲۵۵) مریض کے سرہانے بیٹھتے اور پوچھتے کَیْفَ تَجِدُکَ۔ (تمھاری طبیعت کیسی ہے؟)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ خاص موسم کے نئے میوے کے بارے میں

(۲۵۶) جب آپؐ کی خدمت میں موسم کا نیا میوہ پیش ہوتا تو آپؐ اُس کو آنکھوں اور ہونٹوں پر رکھتے اور یہ الفاظِ دُعا ارشاد فرماتے اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ اَرِنَا اٰخِرَہٗ اور پھر آپؐ کی خدمت میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا اس کو عنایت فرماتے۔

آنحضرت صلعم کی خصالِ حمیدہ اجازتِ داخلہ کے بارے میں

(۲۵۷) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ نبوت میں تشریف فرما ہوتے، اور کوئی شخص ملاقات کے لئے حاضرِ خدمت ہوتا اور بصورتِ عام عادت کہتا کہ، "اندر آجاؤں" تو آپؐ خادم کو حکم دیتے کہ جاؤ اُس کو گھر میں آنے کا قاعدہ سکھاؤ کہ پہلے "سلام" کرے اور پھر اجازت چاہے۔

(۲۵۸) اگر کوئی بغیر اجازت چاہے اندر آپؐ کے پاس چلا جاتا تو آپؐ اُس کو واپس کر دیتے اور فرماتے کہ جاؤ واپس جاؤ اور سلام کر کے اندر آؤ۔

(۲۵۹) اگر کوئی شخص آپؐ سے اندر آنے کی اجازت چاہتا تو حسب قاعدہ پوچھتے "کون ہے" اور وہ حسب قاعدۂ عام کہتا کہ "میں" تو آپؐ کی طبعِ مبارک کو یہ جواب بہت ناپسند ہوتا اور فرماتے کہ "میں، میں" کیا کرتے ہو، یعنی اپنا نام کیوں نہیں لیتے۔

(۲۶۰) اگر کسی کے ذریعہ کسی شخص کو بلایا جاتا اور وہ شخص لانے والے کے ہمراہ بغیر اجازت حاصل کئے اندر آجاتا، تو اس کو آپؐ بُرا خیال نہیں فرماتے۔

(۲۶۱) اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تو عادتِ طیبہ تھی کہ تین مرتبہ سلام کر کے اجازتِ داخلہ طلب فرماتے اگر جواب نہ ملتا تو واپس تشریف لے جاتے۔

(۲۶۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ محمودہ تھی کہ کبھی دروازے کے

سامنے کھڑے ہو کر اجازتِ داخلہ طلب نہیں فرماتے، بلکہ دروازے کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر سلام کرتے اور پھر اندر آنے کی اجازت چاہتے +

آں حضرت صلعم کی پاک خصلتیں معاشرتی معاملات میں

(۲۶۳) جب آپ کے کان میں کوئی سرگوشی کرتا تو سر مبارک کو اُس کے مُنہ سے جُدا نہ فرماتے، جب تک کہ وہ خود اپنی بات کہہ کر مُنہ نہ ہٹا لیتا۔

(۲۶۴) اگر کوئی مصافحہ کے لئے آپؐ کا ہاتھ مبارک پکڑتا، تو آپؐ اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نہ نکالتے، جب تک کہ وہ خود ہاتھ کو نہ چھوڑ دیتا۔

(۲۶۵) جب کوئی خطاب کے لئے آپؐ کی طرف رُخ کرتا، تو آپؐ اپنے چہرۂ مبارک کو اُس کے طرف سے نہ پھیرتے، جب تک کہ وہ خود اپنے مُنہ کو نہ پھیر لیتا

(۲۶۶) جب کوئی نیا لباس پہن کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تو آپؐ اُس کی تعریف کرتے اور فرماتے حَسَنَۃٌ حَسَنَۃٌ یعنی "بہت خوب بہت خوب" اور پھر فرماتے اَبْلِ وَاَخْلِقْ۔

(۲۶۷) محبّت وزیادہ بے تکلّفی کی علامت کے طور پر کبھی نام کو مختصر کر کے خطاب فرمالیا کرتے، جیسے "اَبَاھُرَیْرَۃَ کو اَبَاھُرٌ"

(۲۶۸) جب کسی کے مُنہ سے ناشائستہ بات نکلتی یا اس سے کوئی نازیبا حرکت

سرزد ہوتی، تو آپؐ کی عادتِ طیّبہ تھی کہ کبھی اس کا نام لے کر اُس کو تنبیہ نہیں فرماتے بلکہ ایک عمومی صورت میں ارشاد فرماتے کہ، لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسا کہتے یا ایسا کرتے ہیں۔

(۲۶۹) مزاجِ اقدس میں جب کسی کے خلاف کسی دینی امر میں انتہائی تکدّر پیدا ہو جاتا تو اُس کا اظہار دو صورتوں سے ہوتا۔ یا تو اُس شخص کے آنے پر چہرۂ انور کو اس کی طرف سے پھیر لیتے، یا اُس کا سلام نہیں لیتے۔

(۲۷۰) راستہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سے ملاقات ہوتی تو آپؐ پہلے خود سلام کرنے کی کوشش فرماتے۔

(۲۷۱) جب کسی کو کوئی پیغام بھیجتے تو سلام ضرور کہلواتے۔

(۲۷۲) جب کسی کا سلام آپؐ کو پہنچتا تو سلام پہنچانے والے کے ساتھ سلام لانے والے کو بھی سلام کا جواب دیتے اور یوں فرماتے عَلَيْكَ وَعَلٰى فُلَانٍ سَلَامٌ

(۲۷۳) آپؐ کے لباس یا بدنِ اطہر پر سے کوئی شخص کوئی چیز دور کرتا (مثلاً تنکا، جالا، مٹی یا اور کوئی چیز) تو آپؐ دُور کرنے والے کا شکریہ ان مُبارک دُعاء کے الفاظ سے ادا فرماتے مَسَحَ اللّٰهُ عَنْكَ مَا تَكْرَهُ یعنی اللہ تعالےٰ تم سے بھی تمھاری نامرغوب و ناگوار چیزوں کو دُور فرمائے۔

(۲۷۴) اگر کسی کا نام معلوم نہ ہوتا اور اس کو پُکارنا ہوتا تو یا ابن عبداللہ

(یعنی اے اللہ کے بندے کے بیٹے) کہہ کر پکار لیا کرتے۔

(۲۷۵) اگر کوئی حاجت مند حاضرِ خدمت اقدس ہوتا تو جب تک وہ خود اُٹھ کر نہ چلا جاتا، آپؐ اس کی مروّت کی وجہ سے خود نہیں اُٹھتے۔

(۲۷۶) کبھی کسی گفتگو کرنے والے کی بات کو نہیں کاٹتے، ہاں اگر وہ حق کے خلاف بات کرنے لگتا، تو یا تو آپؐ اس کو منع کر دیتے یا خود اُٹھ کھڑے ہوتے۔

(۲۷۷) آپؐ دوست احباب کی طرف سے ہدیے ضرور قبول فرماتے مگر اُس کا بدلہ اُتارنے کی بھی کوشش کرتے۔

(۲۷۸) رات کو کسی کے پاس تشریف لے جاتے، تو ایسی آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سُن لیتا اور سونے والا نہیں جاگتا۔

(۲۷۹) ملاقات کے وقت آپؐ کبھی مصافحہ کرتے، کبھی معانقہ بھی کرتے اور کبھی پیشانی پر بوسہ بھی دیتے۔

(۲۸۰) آپؐ اپنے اصحابؓ میں سے کسی کی آنکھ دُکھی ہوئی دیکھتے تو فرماتے مَتِّعْنِیْ بِبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ وَاَرِنِیْ فِی الْعَدُوِّ ثَارِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ۔

(۲۸۱) بارگاہِ نبوّت میں جب کسی قصور وار کا قصور اخلاقِ کریمانہ سے معاف ہو جاتا، تو اس کی معافی کی علامت میں اپنا عمامہ مبارک اُس کے پاس بھیجدیتے۔

(۲۸۲) خاص معزز مہمانوں کی مہمانی خود بہ نفسِ نفیس انجام دیتے۔

(۲۸۳) کھانے کی چیز کبھی تنہا تناول نہیں فرماتے بلکہ حاضرین کو شریک کرتے اور غیر حاضر کا حصّہ رکھتے۔

(۲۸۴) جب آپؐ راستہ میں کسی کا ہاتھ پکڑتے اور پھر جدا ہوتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(۲۸۵) کسی کا قرض ادا فرماتے تو یہ دعا دیتے: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ اَلْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ۔

(۲۸۶) کسی وقت کسی انسان کو اس کی کسی نشانی سے پکارتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص جوتا پہن کر قبروں پر پھر رہا تھا تو آپؐ نے اس کو منع فرمایا اور فرمایا "او جوتی والے، جوتی اتار"۔

(۲۸۷) کسی شخص کو اگر اتفاقاً آپؐ کے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو آپؐ تکلیف زدہ کو بدلہ لینے کا حق دیتے اور کبھی اس تکلیف کے عوض میں اس کو کوئی چیز عنایت فرماتے ✦

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ برگزیدہ

مختلف عنوانات کے ماتحت

نِشَست (۲۸۸) نشست میں عادتِ طیبہ مختلف رہی۔ کبھی اُکڑو بیٹھتے۔ کبھی بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں کے آس پاس لپیٹ لیتے۔ کبھی بجائے ہاتھوں کے کپڑا لپیٹ لیتے۔

(۲۸۹) بیٹھے ہوئے ٹیک لگاتے تو اکثر اُلٹی جانب اور اُلٹے ہاتھ کی طرف لگاتے۔

(۲۹۰) کبھی بہ طور تفریح کنوئیں کے دہانے میں پاؤں لٹکا کر اور پنڈلیاں کھول کر بیٹھتے۔

بکریوں کی تعداد (۲۹۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سَو بکریاں تھیں۔ آپؐ پسند نہیں فرماتے تھے کہ ان کی تعداد سَو سے متجاوز ہو، چنانچہ جب تعداد بڑھنے لگتی تو ان میں سے کسی ایک کو ذبح کر ڈالتے تاکہ سَو کی تعداد باقی رہے۔

مسجد میں اعلان (۲۹۲) کوئی شخص اپنی گم شدہ چیز کے لئے (جو مسجد سے باہر کہیں گم ہو گئی ہو) مسجد میں اعلان کرتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بہت ناراض ہوتے اور فرماتے لَا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیۡكَ ضَالَّتَكَ : یعنی اللہ تیری گم شدہ چیز نہ ملائے۔

آں حضرتؐ کا ہنسنا: (۲۹۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی ٹھٹّا مار کر نہیں ہنستے بلکہ صرف مسکراتے۔ آپؐ کی انتہائی ہنسی میں دانتوں کے صرف کیلے دِکھائی دیتے، لیکن کوّا ہرگز دِکھائی نہیں دیتا۔

آں حضرتؐ کا رونا: (۲۹۴) جس طرح ہنسنے میں ٹھٹّے کی آواز نہیں نکلتی اسی طرح رونے میں بھی آواز نہیں نکلتی، بلکہ ٹھنڈا سانس لیتے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور سینے سے ایسی آواز سُنائی دیتی جیسے کوئی ہانڈی اُبل رہی ہے یا کوئی چکّی چل رہی ہے۔ چنانچہ خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رونے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں تَدۡمَعُ الۡعَیۡنُ وَ یَحۡزَنُ الۡقَلۡبُ وَلَا نَقُوۡلُ اِلَّا مَا یَرۡضٰی رَبُّنَا یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے، دِل غم کرتا ہے اور زبان سے ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہوتا ہے۔

غم کے وقت کیفیت: (۲۹۵) جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غم وصدمہ طاری ہوتا تو دست مبارک، سر اور ڈاڑھی مبارک پر بار بار پھیرتے۔ ریش مبارک کو پکڑتے اور کبھی اُنگلیوں سے اُس میں خلال کرتے اور فرماتے:
حَسۡبِیَ اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ۔

خوشی کے وقت کیفیت: (۲۹۶) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم

خوشی کے وقت نظر نیچی کر لیتے۔

صدقہ کے مال کی اہمیت: (۲۹۷) کہیں سے صدقہ وغیرہ کی رقم آتی تو جب تک آپؐ اس کو غریبوں اور مستحقوں پر تقسیم نہ فرما دیتے، گھر تشریف نہیں لے جاتے۔

آں حضرتؐ کی خانگی مشغولیتیں: (۲۹۸) آپؐ جب تک اپنے گھر میں رہتے خانگی کاموں میں مصروف رہتے، خالی و بے کار ہرگز نہ بیٹھتے۔ گھر کے معمولی سے معمولی کام انجام دینے میں آپؐ کو عار نہیں تھی۔ مثلاً دُودھ دُوہ لیتے۔ جانوروں کو چارہ ڈال دیتے۔ کپڑے یا ڈول وغیرہ میں پیوند لگا لیتے۔ اپنا جوتا خود سی لیتے۔ خادمؓ کے ساتھ مِل کر آٹا پسوا لیتے۔

بازار کے کام میں عار نہ ہونا: (۲۹۹) بازار سے سَودا سلف لانے میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم عار نہیں کرتے تھے، بازار خود تشریف لیجاتے اور سَودا کپڑے میں باندھ کر لے آتے۔

بارش کا پہلا پانی: (۳۰۰) بارش کا پہلا پانی برستا، تو آپؐ سوائے تہبند کے سب لباس اُتار دیتے اور اوپر کے بدن کو بارش کے پانی سے تر کرتے۔

خطوط لکھوانے میں عادت: (۳۰۱) خطوط لکھوانے میں عادتِ طیّبہ تھی کہ، بسم اللہ کے بعد مُرسل کا نام لکھواتے اور پھر مُرسل الیہ کا۔ اس کے بعد خط کا مضمون لکھواتے۔

سیدھے اور اُلٹے ہاتھ سے کام لینا: (۳۰۲) علاوہ ایسے کاموں کے جن میں غلاظت کی صفائی کو دخل ہوتا اور ہاتھ میں نجاست لگنے کا خوف ہوتا، مثلاً ناک صاف کرنا، آبدست لینا، جوتا اُٹھانا وغیرہ وغیرہ تمام کاموں کو اُلٹے ہاتھ سے انجام دینا پسند فرماتے۔ اسی طرح جب آپؐ کسی کو کوئی چیز دیتے تو سیدھے ہاتھ سے دیتے اور اگر کوئی چیز لیتے تو سیدھے ہاتھ سے لیتے۔

خواب پوچھنے کا شوق: (۳۰۳) عادتِ طیبہ تھی کہ صبح کی نماز کے بعد آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے اور لوگوں سے ان کے خواب پوچھتے، جس نے جو خواب دیکھا ہوتا وہ کہتا۔ خواب سُننے سے پہلے یہ الفاظ ارشاد فرماتے "خَيْرٌ تَلَقَّاهُ وَشَرٌّ تَوَقَّاهُ وَخَيْرٌ لَنَا وَشَرٌّ لِأَعْدَائِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"

گھوڑے سے محبّت: (۳۰۴) آپؐ کو سواری کے جانوروں میں گھوڑا بہت پسند تھا۔ اُس کی آنکھ، اُس کا مُنہ اور اُس کی ناک اپنی آستین سے پوچھتے اور صاف کرتے۔ اس کی اَیال کے بالوں کو اُنگلیوں سے بٹتے اور فرماتے کہ بھلائی اس کی پیشانی سے قیامت تک بندھی ہوئی ہے۔

آں حضرتؐ کا شگون نہ لینا: (۳۰۵) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم شگون نہیں لیتے بلکہ فال لیتے۔ جب کسی جگہ ٹھہرنا چاہتے اور اس جگہ کا نام اچھا نہیں ہوتا تو چہرۂ انور پر کراہیت کے آثار نمایاں ہوتے۔ اور اگر اس کا نام ایسا ہوتا جس کے معنی خوشی، مبارکی یا کامیابی وغیرہ کے ہوتے، تو آپؐ پر مسرّت

کے آثار ظاہر ہوتے۔ اسی طرح اگر کسی آدمی کا نام ایسا ہوتا جس کے معنی لڑائی، جھگڑے، ٹوٹے وغیرہ کے ہوتے تو اُس کو اپنا کوئی کام سپرد نہیں کرتے، بلکہ اپنا کام اس سے لینا پسند فرماتے، جس کے نام میں کامیابی، عیش، مسرّت و خوشی کے معنی نکلتے۔

آں حضرتؐ تفریح فرماتے: (۳۰۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باغات کی تفریح کو پسند فرماتے اور کبھی کبھی باغات میں تفریح کے لئے تشریف لیجاتے۔

آں حضرتؐ تیرنے کا شوق کبھی فرماتے: (۳۰۷) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تیرنے کا بھی شوق فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک تالاب میں آپؐ اور چند اصحابؓ تیرے۔ آپؐ نے ہر ایک کی جوڑ مقرر فرمادی کہ ہر ایک اپنے ساتھی کی طرف تیر کر جائے۔ چنانچہ آپؐ کے ساتھی حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالٰے عنہ قرار پائے اور آپؐ تیرتے ہوئے اُن کے پاس گئے اور اُن کی گردن پکڑلی ✣

خاص خاص دُعائیں

صبح کے وقت کی دُعا

(۳۰۸) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت یہ الفاظ دُعا کے ارشاد فرماتے: اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَهٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَسُوْءِ الْکِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ۔

(۳۰۹) اگر شام ہوتی تو بجائے اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ کے اَمْسَیْنَا وَاَمْسٰی فرماتے باقی دُعا بالکل وُہی ہوتی۔

طلوعِ آفتاب کی دُعا

(۳۱۰) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم طلوعِ آفتاب کے وقت یہ دُعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَنَا هٰذَا الْیَوْمَ وَاَقَالَنَا فِیْهِ عَثَرَاتِنَا وَلَمْ یُعَذِّبْنَا بِالنَّارِ

گھر سے نکلنے کی دُعا

(۳۱۱) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلتے تو فرماتے: بِسْمِ اللّٰهِ

تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نُزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ يُظْلَمَ عَلَيْنَا اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا۔

بازار جانے کی دُعا

(۳۱۲) جب بازار کی طرف تشریف لے جاتے تو ارشاد فرماتے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرًا اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً۔

دُعا، ہوا تیز چلتے وقت

(۳۱۳) ہوا تیز چلتی تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ۔

دُعا، بادل گرجتے وقت

(۳۱۴) بادل گرجتا تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔

دعا، بارش برستے وقت

(۳۱۵) بارش برستے ہوئے دیکھتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ صَيِّبًا هَنِيًّا۔

دعاء، آسمان کی طرف نظر اٹھاتے وقت

(۳۱۶) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب آسمان کی طرف نظر اُٹھاتے تو فرماتے:

يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى طَاعَتِكَ -

دعاء خوف کے وقت

(۳۱۷) جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی قوم سے خوف زدہ ہوتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ -

دعاء مشکل کام کے وقت

(۳۱۸) جب کوئی مشکل کام درپیش ہوتا تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ -

دعاء جمعہ کے دن

(۳۱۹) جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوتے تو دروازہ پکڑ کر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَوْجَهَ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ وَاَفْضَلَ

مَنْ سَئَلَكَ وَرَغِبَ اِلَيْكَ

نظرِ بد دور کرنے کی دعاء

(۳۲۰) بچوں کو نظرِ بد و شیطانی اثرات سے بچانے کے لئے یہ دُعاء کے الفاظ

ارشاد فرماتے: اُعِيْذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ

وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

دعاء چاند دیکھتے وقت

(۳۲۱) جب آپؐ پہلی رات کا چاند دیکھتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔

دعاء بُری خبر سنتے وقت

(۳۲۲) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی بُری خبر سُنتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

دعاء خوشخبری سُنتے وقت

(۳۲۳) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی خوش خبری سُنتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ۔

میر محمد، کتب خانہ مرکزِ علم و ادب
آرام باغ، کراچی

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی